قراءات نمبر (حصہ اول)

رُشد

لاہور

ماہنامہ

جون ۲۰۰۹ء

سرپرست

حافظ عبدالرحمن مدنی

جو صاحب علم اس یقین کے باوجود کہ بلادِ اسلامیہ میں کروڑوں ایسے مسلمان آباد ہیں جو برصغیر پاک و ہند میں مروّجہ روایتِ حفص کے برعکس روایتِ ورش، روایتِ دوری اور روایتِ قالون میں صدیوں سے قرآن پڑھتے پڑھاتے چلے آرہے ہیں اور اُمت مسلمہ کے جمیع مکاتب فکر حنفیہ (بریلویہ اور دیوبندیہ)، مالکیہ، شافعیہ، حنابلہ، ظاہریہ شیعہ اور اہل الحدیث وغیرہ اس پر متفق ہیں کہ مروّجہ قراءات، اللہ کے رسول ﷺ سے ثابت ہیں اور صدیوں سے عالمِ اسلام کے معروف فقہی مدارس اور یونیورسٹیوں میں پڑھی پڑھائی جارہی ہیں، پھر یہ کہنے کی جرأت کرے کہ اللہ تعالیٰ کی صفت شہید کے باوجود، ہزاروں مدارس، لاکھوں طلباء اور کروڑوں عوام قرآن کی بجائے 'فتنۂ عجم' کی درس تدریس اور تلاوت میں مصروف ہیں اور بیسیوں اسلامی ممالک کی وزاراتِ اوقاف ریاستی سطح پر 'فتنۂ عجم' کو قرآن کے نام سے شائع کررہی ہیں، تو ایسا شخص کیونکر اہل سنت میں شمار ہوسکتا ہے؟ یا اس کی ضلالت میں اب کیا مانع باقی رہ جاتا ہے؟

جامعۃ لاہور الاسلامیۃ
پاکستان

پیشکش: کلیۃ القرآن الکریم والعلوم الاسلامیۃ

طالبانِ علم کا علمی و فکری مجلہ

ماہنامہ رُشد لاہور

حافظ فہد اللہ مراد

حافظ انس نضر مدنی
0321-8420106

قاری حمزہ مدنی
0333-4553988

نعیم الرحمٰن ناصف
0301-4761097

جلد ۲۰، شمارہ ۴، جمادی الآخرۃ ۱۴۳۰ھ، جون ۲۰۰۹ء

آئینہ رشد

* مدارس دینیہ میں قراءات کی ضرورت — ادارہ — ۲
* فاقرؤا ما تیسّر من القرآن — ابو محمد عبد الستار حماد — ۲۳
* احادیثِ مبارکہ میں وارد شدہ قراءات — احمد عیسیٰ المعصراوی — ۱۷
* قرآن کریم کے متنوع لہجات اور انکی حجیت — حافظ عبد الرحمٰن مدنی — ۴۰
* احادیثِ رسول کی روشنی میں ثبوتِ قراءات — عبد الفتاح القاضی — ۴۵
* برصغیر پاک و ہند میں تجوید و قراءات کا آغاز — اظہار احمد تھانوی — ۶۸
* متعدد قراءات کو ثابت کرنیوالی جملہ احادیث... — عبد العزیز القاری — ۱۰۳
* 'سبعہ احرف' سے مراد اور قراءات عشرہ کی حجیت — مفتی عبد الواحد — ۱۲۶
* قرآن کے سات حروف — مفتی محمد تقی عثمانی — ۱۴۱
* قراءات عشرہ کی اسانید اور ان کا تواتر — صہیب احمد رنجم الصبیح — ۱۷۴
* مروجہ قراءات قرآنیہ اور مطبوع مصاحف کا جائزہ — محمد مصطفیٰ راسخ — ۲۱۱
* تعارف علم قراءات..... اہم سوالات و جوابات — حافظ حمزہ مدنی — ۲۴۴
* اختلافِ قراءات قرآنیہ اور مستشرقین — محمد اکرم چودھری — ۳۹۲
* قراءاتِ قرآنیہ کا مقام اور مستشرقین کے شبہات — محمد ابراہیم میر محمدی — ۴۲۰
* منکرِ قراءات علامہ تمنا عمادی کے نظریات کا جائزہ — محمد طاہر رحیمی — ۴۵۵
* قرآن اور قراءاتِ قرآنیہ کے ثابت ہونے کا ذریعہ — حافظ محمد زبیر — ۴۷۶
* قراءات کے بارے اصلاحی اور غامدی موقف — محمد رفیق چودھری — ۵۱۷
* مصحف مدینہ کی اہمیت اور تعارف — محمد ادریس العاصم — ۵۸۰
* اشاریہ برموضوع علم تجوید و قراءات — محمد شفیق کوکب — ۷۰۱

مجالس مشاورت

شیخ القراء قاری محمد یحییٰ رسلقری

شیخ القراء قاری محمد ادریس العاصم

شیخ القراء قاری احمد میاں قادری

شیخ القراء قاری محمد ابراہیم میر محمدی

معاونین

- محمد مصطفیٰ راسخ
- قاری محمد حسین
- حافظ فہد اللہ مراد
- حافظ محمد عبد اللہ
- سمیع الرحمٰن

زرِ تعاون

خصوصی شمارہ ——— ۱۵۰

سالانہ ——— ۲۰۰

رابطہ دفتر

۹۹ جے ماڈل ٹاؤن لاہور پاکستان

5866476 / 5866396

Publisher
Hafiz Abdul Rehman Madani
Printer
Shirkat Printing Press, Lahore

اللہ کی کتاب و سنت میں فہم سلف کے مطابق، آزادانہ بحث و تحقیق کا حامی ہے، ادارہ کا مضمون کار انظرات سے کلی اتفاق ضروری نہیں

Lahore Islamic University

اِداریہ

مدارسِ دینیہ میں تدریسِ قراءات کی ضرورت اور رشد 'قراءات نمبر' کی اِشاعت کا پس منظر

ابتدائے اسلام سے علومِ دینیہ کی تعلیم و تدریس اور ترویج و اشاعت میں مدارسِ دینیہ کا کردار اِنتہائی نمایاں رہا ہے، جو کسی صاحب بصیرت سے پوشیدہ نہیں بلکہ یہ کہنا غیر مناسب نہیں ہوگا کہ دینِ اسلام کا انتقال، جس کی حفاظت کی ذمہ داری باری تعالیٰ نے خود اٹھائی ہے، انہیں مدارس کے وجود اور پیہم کوششوں سے ممکن ہوا۔ آج اگر اسلام کا چار سو پھیلاؤ ہے تو اس میں ان اداروں کا خاصہ کردار شامل ہے جو انہوں نے محدود وسائل اور بے سروسامانی کے باوجود اَدا کیا اور تا حال کر رہے ہیں۔ اسی کردار کی بدولت آج آپ کو تاریخ اسلام کی وہ تمام قدآور شخصیات، جن کے کارہائے نامہ پر دنیا فخر محسوس کرتی ہے، اسی چشمہ سے فیض یافتہ نظر آئیں گی۔

ان تمام تر خوبیوں اور درخشندہ ماضی کے باوجود دینی مدارس میں کچھ ایسے تشنہ پہلو موجود ہیں جن کی سیرابی ابھی باقی ہے، مثلاً ہمارے اِن اداروں (خصوصاً برصغیر پاک و ہند) میں متنوع قراءاتِ قرآنیہ کو بطور نصاب پڑھانے سے صرف نظر کیا گیا ہے۔ بظاہر اس دیدہ دانستہ اغماض کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی، کیونکہ بہت سارے ایسے علوم ہیں جو متنوع قراءات کی بنیاد پر تن آور درخت کی سی حیثیت سے کھڑے ہیں۔ یہی قراءات قرآنیہ تفسیر قرآن میں مجمل معنی کی وضاحت کر رہی ہوتی ہیں، انہیں قراءات کی بنیاد پر استنباطِ احکام میں ایک فقیہ کو راجح مسلک کا علم ہوتا ہے، یہی قراءات عقیدۂ سلف کی توضیح اور نکھار میں ممد و معاون ثابت ہو رہی ہوتی ہیں، انہیں کی بنیاد پر قرآن کریم کو وہ امتیاز اور اعجاز ملتا ہے جس کا ذکر قرآن کریم میں کفار کو چیلنج کی صورت میں کیا گیا کہ ﴿وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَاءَ كُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا..... الخ﴾[البقرۃ:۲۳]

''اور اگر تمھیں اس امر میں شک ہے کہ یہ کتاب جو ہم نے اپنے بندے پر اتاری ہے، یہ ہماری نہیں، تو اس کی مانند ایک ہی سورت بنا لاؤ، اپنے سارے ہم نواؤں کو بلا لو، ایک اللہ کو چھوڑ کر باقی جس جس کی چاہو مدد لے لو، اگر تم سچے ہو تو یہ کام کر کے دکھاؤ، لیکن تم نے ایسا نہ کیا اور یقیناً کبھی نہیں کر سکتے.....''

اور سب سے بڑھ کر قرآن کریم کا نطق اور کیفیت اَدائی جو صحابہ رضی اللہ عنہم کو رسول اللہ ﷺ نے سکھائی تھی، سے

www.KitaboSunnat.com

آشنائی ملتی ہے، لیکن اَرباب مدارس، افسوس کہ اس سے بے اعتنائی برتتے رہے اور برت رہے ہیں، سوائے چند ایک اداروں کے جن کے اَکابرین کو اللہ تعالیٰ نے فکر کی گہرائی اور نظر کی وسعت سے نوازا ہے۔ لاکھ کوشش کے باوجود ہم ابھی تک یہ نہیں جان سکے ہیں کہ وہ کون سے پیمانے ہیں جن کی بنیاد پر علم قراءت کو دیگر علوم متداولہ کے مقابلے میں کم اہمیت کا حامل جانا گیا۔ معلوم نہیں اہمیت وافادیت کس ثریا کا نام ہے، جہاں دیگر جملہ علوم تو یک جنبش چڑھ دوڑھے، لیکن علم قراءت وہاں تک نہیں پہنچ پا رہا بلکہ ابھی کوسوں دور ہے؟

حالانکہ ہماری دانست میں یہ علم دیگر علوم کے مقابلے میں کسی بھی طور پر کم اہمیت کا حامل نہیں ہے۔ ملاحظہ فرمائیے اس کی افادیت کیا ہے اور اسے کیوں مدارسِ دینیہ کے نصاب کا حصہ ہونا چاہئے؟

علم قراءات اور تفسیر قرآن

تفسیر کا معنی ہے الفاظ قرآنیہ کا مفہوم اس طرح پوری وضاحت سے بیان کردیا جائے کہ اس میں کوئی ابہام یا اجمال باقی نہ رہے۔ سو جہاں اس مقصد کے حصول کے لئے دیگر علوم معاون ثابت ہوتے ہیں وہی علم قراءت بھی مجمل الفاظ کی تفصیل اور ابہام کی توضیح کرتا نظر آتا ہے، مثلاً

اِرشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً اَوِ امْرَاَةٌ وَّلَهٗ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ﴾[النساء:۱۲]

آیت مذکورہ میں لفظ 'أخٌ' اور 'أختٌ' میں اِبہام ہے کہ وراثت کی تقسیم میں ذکر کیا گیا حصہ کس بھائی اور بہن کا ہے؟ حقیقی (سگے) بھائی اور بہن مراد ہیں، علاتی (جو باپ کی طرف سے ہوں) یا اخیافی (جو ماں کی طرف سے ہوں) تو دوسری قراءت میں اس کی وضاحت یوں موجود ہے: ﴿وَلَهٗ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ مِّنْ اُمٍّ﴾

یعنی ''جو اخیافی بہن بھائی ہوں، ان کا وراثت میں یہ حصہ ہے۔''

دوسری مثال

قسم کا کفارہ بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿فَكَفَّارَتُهٗ عَشَرَةُ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ﴾[المائدۃ:۸۹]

''(ایسی قسم توڑنے کا) کفارہ یہ ہے کہ دس مسکینوں کو وہ اوسط درجے کا کھانا کھلاؤ جو تم اپنے بال بچوں کو کھلاتے ہو یا انہیں کپڑے پہناؤ یا ایک غلام آزاد کرو۔''

آیت بالا میں بھی لفظ 'رَقَبَة' کی وضاحت موجود نہیں کہ قسم کا کفارہ دیتے ہوئے اگر غلام آزاد کرنا مقصود ہو تو کیا غلام میں کوئی تمیز موجود ہے کہ وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم؟ یا کسی بھی غلام کو آزاد کیا جاسکتا ہے؟

تو قراءات کا اختلاف ہمیں بتاتا ہے کہ اس ضمن میں غلام کا مسلمان ہونا ضروری ہے، کیونکہ دوسری قراءت میں لفظ 'رَقَبَةٍ' کی صفت 'مُؤمِنَةٍ' سے بیان ہوئی ہے۔ بنا بریں ہم کہتے ہیں کہ کسی بھی مسئلے کی تفسیر میں ایک قراءت سے معنی اس طرح واضح نہیں ہوتے جیسے متنوع قراءت مسئلہ کو کھول کر بیان کرتی ہیں، چنانچہ اس پہلو سے دینی مدارس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں متنوع قراءت کی تدریس کی افادیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ایک عالم دین تفسیری مشکلات کو شاید اس طرح سے حل نہ کرسکے جس طرح قراءت سے واقف عالم دین کرسکتا ہے۔

نصوص کا ظاہری تعارض اور علم قراءات

وہ مسائل جن میں بظاہر نصوص میں باہمی تعارض نظر آرہا ہوتا ہے اور رفع تعارض کے لئے تطبیق کی کوئی صورت نکالنا ہوتی ہے، وہاں بھی قراءت ممدومعاون ثابت ہوتی ہیں، مثلاً

اِرشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ﴾ [الجمعة:٩]

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو، جب پکارا جائے نماز کے لئے جمعہ کے دن تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو اور خرید وفروخت چھوڑ دو۔''

مذکورہ بالا آیت میں ذکر ہے کہ جب تمہیں جمعہ کے لئے ندا دی جائے تو اللہ کے ذکر کے لئے دوڑو، جبکہ دوسری طرف صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ

« أنَّ أبا هريرة قال سمعتُ رسول الله ﷺ يقول إذا أُقِيمتِ الصلوةُ فلا تأتوها تسعون وأتوها تمشون، عليكم السكينة فما أدركتم فصلُّوا وما فاتكم فاتمُّوا» [صحيح مسلم:٨٥٧]

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ فرمارہے تھے کہ جب نماز کھڑی ہو جائے تو تم دوڑ کر اس کی طرف نہ آؤ بلکہ چلتے ہوئے آؤ، تم پر اطمینان لازم ہے۔ جو پالو پڑھ لو اور جو رہ جائے اُسے مکمل کرلو۔''

اب بظاہر دو نصوص کے درمیان تعارض کی کیفیت نظر آرہی ہے۔ آیت قرآنی کے مطابق نماز جمعہ کے لئے دوڑ کے آنا چاہئے جبکہ حدیث نبوی نماز کے لئے دوڑ کر آنے سے منع کررہی ہے، اب اگر دیگر قراءات کو سامنے رکھا جائے تو یہ ظاہری تعارض بآسانی دور ہورہا ہے، مثلاً ایک دوسری قراءت میں لفظ 'فاسعوا' جس کے معنی دوڑنے کے ہیں، کی جگہ لفظ 'فَامْضُوْا' ہے جو اطمینان اور سکون سے چل کر آنے کا معنی دیتا ہے، گویا دوسری قراءت نے اس ظاہری تعارض کو یوں رفع کیا کہ حدیث نبوی کا مفہوم اپنی جگہ ٹھیک ہے اور آیت قرآنی میں لفظ 'فَاسْعَوْا' کا مفہوم جمعہ کے لئے انتہائی کوشش اور جستجو سے آنے کا ہے، جو دوسری قراءت کو سامنے رکھتے ہوئے اَخذ کیا گیا ہے۔

یہاں ضمناً اس بات کی وضاحت بھی مناسب معلوم ہوتی ہے کہ کیا ہم نے مشاہدہ نہیں کیا کہ بیمار اَفکار کے حامل، اِعتزالی روش کے عادی اور فتنہ پرور محققین کیسے اَحادیث کو قرآن کریم کے مقابل لاتے ہیں اور پھر قرآن کریم کی اتھارٹی کا بہانہ بنا کر ذخیرہ اَحادیث سے ہاتھ صاف کرنے کا جواز تلاش کرتے ہیں۔ فتنہ اِنکار حدیث ہمیں کیوں سبق نہیں دیتا کہ علم قراءت کو پس پشت ڈالنا گویا کہ مذکورہ محققین کو کھلی چھٹی دینا ہے، تاکہ وہ قراءت کو 'فتنۂ عجم' کا نام دے کر اُسے مشکوک ٹھہرائیں اور پھر نصوص کے باہمی تعارض کو بہانہ بنا کر اَحادیث صحیحہ کا انکار کردیں؟

اَرباب مدارس کو قرآن اور سنت دونوں کے تحفظ کے لئے اس طرف توجہ دینا ہوگی، تاکہ نقب زنوں کی تمام راہیں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسدود کردی جائیں اور فتنہ باز دانشوروں کے فتنوں کو متعدی ہونے سے روکا جائے۔

مختلف فقہی اَحکام کا اِستنباط اور علم قراءات

بسا اَوقات دو مختلف قراءات مختلف مسائل کے استنباط کا فائدہ بھی دیتی ہیں، مثلاً

اِرشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ﴾ [البقرۃ:۲۲۲]

''اور تم ان کے قریب نہ جاؤ یہاں تک کہ وہ پاک صاف ہو جائیں۔''

یعنی بیوی سے اس وقت تک جماع نہ کیا جائے جب تک اُسے حیض آنا بند نہ ہو جائے۔ قراءتِ حفص کے اعتبار سے بیوی سے جماع کے لئے حیض کے بند ہونے کے بعد غسل کی صورت میں طہارت ضروری نہیں، صرف حیض کا بند ہونا ہی کافی ہے جبکہ دوسری قراءت میں لفظ 'يَطْهُرْنَ' ط کے سکون کے بجائے تشدید کے ساتھ يَطَّهَّرْنَ ہے جس کا معنی یہ ہوگا کہ بیوی کے قریب جانے کے لئے حیض کا بند ہونا ہی کافی نہیں بلکہ غسل کرنا بھی ضروری ہے، چنانچہ دو مختلف قراءات سے الگ الگ مسائل کے استنباط سے یہ مترشح ہو رہا ہے کہ اس مسئلے میں تخفیف کا پہلو موجود ہے۔

جس طرح اہل مدارس جمود و اِضمحلال سے تحقیق و اجتہاد کی طرف، عصری علوم کی بیگانگی سے اس کی درس و تدریس کی طرف اور فقہ الواقع کی جہالت سے آشنائی کی طرف مثبت پیش رفت کر رہے ہیں اسی طرح ہم اپنے منتظمین مدارس سے یہ بھی توقع رکھتے ہیں کہ متنوع قراءات کی افادیت کے پیش نظر اس کی بطور نصاب تدریس کے مسئلے میں بھی اپنا کردار ادا کریں گے، تاکہ جہاں ہمارے نونہالان حفاظتِ قرآن کریم کی ایزدی ذمہ داری کی عملی تعبیر بن سکیں وہاں وہ قرآن کریم کے معنی و مفہوم اور تشریح و توضیح کو بھی منہج سلف کے مطابق بآسانی سمجھ سکیں اور اس طرح قراءات قرآنیہ کو 'فتنہ عجم' کہنے والے دانش بازوں کے سامنے مضبوط چٹان کی صورت میں کھڑے ہو جائیں، تاکہ ہوائے نفس کی پیروی کرنے والے، جو خود فتنہ عجم ہیں، اپنے فتنہ کو متعدی نہ کر سکیں۔ اسی طرح ان کے فکری اکابرین جو قرآن کریم کو بھی توراۃ و انجیل کی طرح بازیچۂ اطفال بنانے کا مذموم ارادہ رکھتے ہیں، بھی ناکام و نامراد ہو جائیں اور جان لیں کہ قرآن کریم کی حفاظت کو عملی تعبیر دینے والے بیداری کے ساتھ روئے زمین پر موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے۔

اختلافِ قراءات کے سلسلہ میں کسی اجنبیت کا شکار ہونے کے بجائے اس کے سلسلہ میں سادہ بصیرت کا استعمال بھی شافی اطمینان دے سکتا ہے۔ دیکھیے کہ ایک زبان جب مختلف علاقوں اور قبائل میں پھیلی ہو تو بسا اوقات اس کے بعض الفاظ کے استعمالات اور لہجوں میں اتنا فرق واقع ہو جاتا ہے کہ ایک جگہ کے رہنے والوں کے لیے دوسری جگہ والوں کے لہجوں میں بات کرنا بڑا مشکل محسوس ہوتا ہے، جیسا کہ دہلی اور لکھنؤ کی اُردو کا حال ہے۔ جب قرآن مجید دورِ نبوت کے مشہور قبائل قریش، ہذیل، تمیم، ربیعہ، ہوازن اور سعد بن بکر میں پھیلا تو ان کی عربی میں کئی فرق پائے جاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن کریم کو سات حروف (لغات و لہجات) میں اتارنے کی ایک اہم حکمت یہ بھی تھی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ اس کے پہلے مخاطبین ایک ہی لہجے کے تکلف کا شکار نہ ہوں۔ البتہ جب بعد ازاں لوگوں کے مختلف انداز سے کلام حکیم کو پڑھنے سے مغالطے پیدا ہونے لگے، تو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے تمام حروف کو یکجا جمع کرنے اور محفوظ رکھنے کا سرکاری سطح پر اہتمام فرمایا، اگرچہ رسم الخط میں قریش کے رویے کو ترجیح دی۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ آج بھی مطبوعہ قرآنوں میں کئی لفظوں کو اپنے حروف میں لکھ کر بعض حروف کے اوپر دوسرا حرف بھی ڈال دیا جاتا ہے، جس کا مقصد یہ ہے کہ اس حرف کی جگہ وہ بھی پڑھا جاسکتا ہے جیسے ''سورۂ غاشیہ کی آیت ﴿لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ﴾ میں 'ص' کے اوپر 'س'.....

چونکہ اس زمانہ میں عربی کتابت نقاط وحرکات سے خالی ہوتی تھی، اس لیے ایک ہی نقش میں متنوع قراءتوں کے سمونے کی گنجائش موجود تھی، لیکن بعد میں جب لفظوں اور حرکتوں سے متنوع شکلوں کا فرق واضح ہونے لگا، تو قرآن مجید بھی علیحدہ علیحدہ قراءتوں میں شائع ہونے لگے۔ اسی طرح دنیا کے مختلف خطوں میں مخصوص قراءتیں رائج ہوئیں۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ مشرق (برصغیر پاک وہند، وسط ایشیا اور ایران وعراق سمیت شرق اوسط) میں جس طرح ''قراءات امام عاصم کوفی..... بروایت حفص'' مروج ہے، اسی طرح قرون وسطی کے مغرب (شمالی افریقہ تا اندلس) میں ''قراءات امام نافع مدنی..... بروایت ورش'' عام ہے۔ دنیا بھر میں ان دو قراءتوں کے علاوہ دیگر قراءات میں بھی قرآن مجید مشہور نشریاتی اداروں کی طرف سے مسلمان حکومتوں کے اہتمام میں چھپتے آرہے ہیں۔

یہ بھی واضح رہے کہ قرآن کریم میں کتابت کی بجائے اصل 'تلاوت' ہے، لہٰذا خلیفہ راشد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ماہرین قراءات کے ساتھ 'مصحف امام' کی نقول مختلف جہات میں روانہ فرمائی تھیں اور آج تک انہی قراء کے حوالہ سے متعدد قراءات کی متواتر روایت نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک نہ صرف محفوظ و مامون ہیں، بلکہ ہر زمانہ میں لاکھوں قاری اپنی مخصوص قراءتوں میں ان کی تلاوت کرتے ہیں اور دوسروں کو حفظ کرانے کا اہتمام بھی کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں علمی اور تحقیقی کام بھی بہت وسیع وعریض ہے۔

مغرب کے سیاسی اور فکری غلبے کے نتیجے میں جب مسلمانوں کے دین وایمان سے متعلقہ علوم پر بھی مستشرقین نے یلغار کی، تو انہیں 'محمد صلی اللہ علیہ وسلم' کی سنت وسیرت کا کمال اور قرآن کی حفاظت کا اعجاز بہت کھٹکا، کیونکہ دنیا بھر میں 'قرآن' کے علاوہ کسی الہامی کتاب کی اس طرح انتہائی حفاظت وتلاوت کا تو دعویٰ بھی نہیں کیا جاسکتا تھا، چنانچہ بہت سوں نے سیرت رسول کے بارے میں شبہات پھیلائے تو دوسروں نے قرآن کی قراءتوں کو 'فتنۂ عجم' بتا کر اشکالات پیدا کرنے کی کوشش کی، حالانکہ قراءات کا تنوع قرآن کے اعجاز ہی کا ایک پہلو ہے، اس میں اختلاف کا تضاد ممکن ہی نہیں۔

چونکہ دورِ حاضر مسلمانوں کے علمی انحطاط کے ساتھ ساتھ ایمان وعقیدہ کی کمزوری سے بھی دوچار ہے، لہٰذا بعض نام نہاد اہل علم.....مغرب کے پھیلائے ہوئے شکوک وشبہات سے متاثر ہونے لگے اور انہوں نے ایک طرف جہاں آزادی تحقیق کے نام پر سنت وحدیث کا انکار کردیا یا سنت وحدیث کو الگ الگ کرکے استخفاف حدیث کا رویہ اپنایا، تو دوسری طرف قرآنی علوم کی وسعت سے ناواقفی کی بناء پر اپنے ملک میں رائج قراءت کے علاوہ دوسری متواتر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قراءتوں کا انکار کر دیا، حالانکہ کتنی بڑی بوالعجبی ہے کہ قرآن جیسی عالمگیر کتاب کو اپنے علاقہ تک مخصوص کرلیا جائے، تاہم ان سب کچھ کمزوریوں کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اپنے 'ذکر' کی حفاظت کی ذمہ داری خود لی ہے، چنانچہ ان فتنوں کے ساتھ ساتھ اللہ کے بندوں کی طرف سے اس کی حفاظت کے لیے ادنیٰ سے اعلیٰ مساعی مسلسل ہوتی رہتی ہیں۔ برصغیر پاک و ہند میں تجوید وقراءات کے مدرسے کسی سرکاری سرپرستی کے بغیر تو یہ کام کر ہی رہے ہیں، علاوہ ازیں سرکاری اہتمام میں جامعہ ازھر اور مدینہ یونیورسٹی کے 'تجوید وقراءات' کے شعبے خصوصی طور پر قابل ذکر ہیں۔

'جامعہ لاہور الاسلامیہ' سے منسلک تحقیقی ادارہ 'مجلس التحقیق الاسلامی'، جس کا آرگن مجلّہ 'محدث' ہے، مذکورہ بالا فتنوں کے بارے میں ماضی بعید سے بڑا احساس کردار پیش کرتا آرہا ہے، لہٰذا 'مجلس' جہاں 'محدث' کے ذریعے منکرین حدیث کے شبہات کے اِزالے کے لیے علمی محاسبہ کا فریضہ انجام دیتی رہتی ہے، وہاں اب 'جامعہ' کا ترجمان ماہنامہ 'رشد' بھی عرصہ دو تین سال سے مسلسل قرآنی علوم، جن میں شاہکار متنوع قراءتوں کا معجزہ ہے، کے تعارف وثبوت کے لیے کوشاں ہے۔ اسی سلسلے کی ایک عملی شکل 'جامعہ لاہور الاسلامیہ' کے زیر اہتمام مدینہ یونیورسٹی کی طرز پر تقریباً عرصہ بیس سال سے 'کلّیۃ القرآن الکریم والعلوم الاسلامیۃ' کا اجرا ہے، جہاں کتاب وسنت اور عربی لغت کے مروجہ علوم کے علاوہ علم قراءات سے وابستہ جملہ علوم القرآن کا تخصص کرایا جاتا ہے۔

اِن تمام اَقدامات کے علاوہ ضرورت اس بات کی تھی کہ متنوع قراءات قرآنیہ کی حجیت وثبوت اور دیگر متعلقہ معلومات پر ایک خاص اشاعت کا اہتمام کیا جائے، تاکہ جہاں اردو زبان میں موجود مفید مواد کو یکجا کر دیا جائے، وہاں علم قراءات کے اُن تشنہ پہلوؤں پر، جن پر تاحال اردو زبان میں نہیں لکھا گیا، ضروری مواد کو اُردو قالب میں ڈھال کر پیش کر دیا جائے۔ تحریک 'کلیہ القرآن الکریم' کے وابستگان الحمدللہ عرصہ بیس سال میں اس پوزیشن تک پہنچ چکے تھے کہ وہ مذکورہ ضرورت کی تکمیل کرتے، چنانچہ 'کلیہ' کے ذمہ داران نے اسی احساس کے پیش نظر 'جامعہ لاہور الاسلامیہ' کے ترجمان ماہنامہ 'رشد' کے حالیہ 'خاص نمبر' کی اِشاعت کا اہتمام کیا۔ یاد رہے کہ 'رشد قراءات نمبر' کے سلسلہ میں تاحال ادارہ کو سو (۱۰۰) کے قریب مضامین جمع کرنے میں کامیابی حاصل ہوئی ہے، جن میں سے اکثر مضامین وتراجم فضلاء کلیہ ہی کی طرف سے پیش کردہ ہیں۔ مضامین کی کثرت کی وجہ سے اس خاص نمبر کو دو حصوں میں پیش کیا جا رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ اُن اداروں کو، جو کہ قرآن کریم (بشمول قراءات قرآنیہ) اور سنتِ رسول ﷺ کے دفاع کے لیے مسلسل گامزن ہیں، قائم دائم رکھے اور انہیں دن دگنی رات چوگنی ترقی عطاء فرمائے اور دیگر ادارے، جو تاحال اس ضرورت سے صرف نظر کیے ہوئے ہیں، کو بھی اس کارِ عظیم میں حصہ ڈالنے کی توفیق وہمت عطاء فرمائے۔ آمین

حافظ نعیم الرحمٰن ناصف
[فاضل جامعہ لاہور الاسلامیہ، رکن مجلس التحقیق الاسلامی، لاہور]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قاری صہیب احمد میر محمدی ☆

قرآن کریم کی روشنی میں ثبوتِ قراءات

جناب قاری صہیب اَحمد میر محمدی ﷾ کی زیرِ نظر تحریر ان کی عربی تصنیف جبيرة الجراحات في حجيَّة القراءات کی ایک فصل کا ترجمہ ہے اور ترجمہ کی کاوش قاری محمد صفدر، مدرس کلِّية القرآن الكريم، لوکو ورکشاپ ورکن مجلس التحقیق الاسلامی نے فرمائی ہے۔ [ادارہ]

الحمد لله رب العالمين، والصَّلوة والسلام على أشرف الانبياء والمرسلين ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين . أما بعد !

قال اللّٰه تبارك وتعالى:

﴿اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ﴾ [العلق:۱تا۴]

''پڑھو (اے محمد ﷺ!) اپنے رب کے نام سے، جس نے پیدا کیا، جمے ہوئے خون کے ایک لوتھڑے سے۔ پڑھو اور تمہارا رب بڑا کریم ہے، جس نے قلم کے ذریعے سے علم سکھایا۔''

وقال: ﴿یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَاَنْذِرْ ۝ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ﴾ [المدثر:۱تا۳]

''اے (وحی کی ہیبت سے) کپڑا اوڑھنے والے! اُٹھو اور مکہ والوں کو اللہ کے عذاب سے ڈراؤ اور اپنے مالک کی بڑائی بیان کرو۔''

وقال: ﴿یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ وَاللّٰهُ یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْكٰفِرِیْنَ﴾ [المائدة:٦٧]

''اے پیغمبر ﷺ! آپ کے رب کریم کی طرف سے جو نازل کیا گیا ہے، اسے آگے پہنچایئے۔ اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے حق رسالت ادا نہ کیا اور اللہ آپ کو لوگوں سے بچائے گا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ کافروں کی قوم کو ہدایت نہیں دے گا۔''

گذشتہ آیات میں سے قرآن مجید کی ابتداء اللہ تعالیٰ کے پہلے ارشاد سے ہوتی ہے۔ دوسری و تیسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو ابلاغ قرآن کا حکم دیا ہے۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو سب سے بڑا کام ابلاغ قرآن کا سونپا تھا، چنانچہ ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِیْلًا﴾ [الإسراء:١٠٦]

''ہم نے قرآن کو حصے حصے کر کے اس لئے تقسیم کر دیا تا کہ آپ ﷺ اسے لوگوں پر ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں اور ہم نے اس کو بالکل آہستہ آہستہ نازل کیا ہے۔''

☆ مدیر کلية القرآن الكريم والتّربية الإسلامية، مرکز البدر، بھائی پھیرو، فاضل كلية القرآن الكريم، جامعہ لاہور الاسلامیہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جبریل علیہ السلام نے جیسے آپ ﷺ کو پڑھایا، ویسے آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کو پڑھایا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''جب جبریل علیہ السلام وحی لے کر آتے، تو آپ ﷺ اسے بغور سنتے اور جب وہ واپس چلے جاتے تو آپ ﷺ بالکل جبریل علیہ السلام کے پڑھنے کی طرح پڑھتے تھے۔'' [صحيح البخاري:٥]

نبی کریم ﷺ ہر سال رمضان میں جبریل علیہ السلام سے دور کیا کرتے تھے، جیسا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے سرگوشی کرتے ہوئے فرمایا کہ جبریل علیہ السلام مجھ سے ہر سال ایک مرتبہ دور کیا کرتے تھے، لیکن اس سال دو مرتبہ کیا ہے۔ مجھے لگتا ہے کہ میری موت کا وقت قریب آ گیا ہے۔'' [صحيح البخاري:٣٢٢٤]

دوسری روایت میں آپ ﷺ کی موت کے سال کے الفاظ ہیں۔ [صحيح البخاري:٤٩٩٨]

رسول اللہ ﷺ ڈرے کہ اگر اُمت کو ایک ہی حرف پر قرآن پڑھنے کا پابند کر دیا گیا تو وہ مشکل میں پڑ جائے گی، کیونکہ اہل عرب جن کی طرف قرآن نازل کیا گیا تھا مختلف لہجات، متنوع لغات اور قسما قسم کی بولیاں بولنے والے تھے۔ جب آپ ﷺ نے آسانی کا سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو سات حروف پر نازل فرمایا۔ جن میں سے ہر ہر حرف شافی اور کافی تھا، جیسا کہ احادیث اس بات پر شاہد ہیں۔

اگر قرآن مجید کو اختلافِ لہجات کے بجائے ایک ہی لغت پر اتار دیا جاتا تو اس سے حصولِ ہدایت انتہائی مشکل اَمر ہوتا اور یہ ایسی تکلیف کے قبیل سے ہوتا جو انسانی طاقت کی حدود سے ماوراء ہوتی، کیونکہ انسان کا مادری زبان سے کسی دوسری زبان کی طرف پلٹنا انتہائی مشکل کام ہے، حالانکہ مشکلات پیدا کرنا تو روح اسلام کے منافی ہے۔ اسلام تو دفع حرج و رفع مشقت کا حامی ہے۔ جب ہم قرآن مجید کا بنظر غائر مطالعہ کرتے ہیں تو ہمارے سامنے چند ایسی آیات آتی ہیں جو نہ صرف سبعہ اَحرف کے ساتھ نزولِ قرآن پر دلالت کرتی ہیں، بلکہ اس بات پر بھی دلالت کرتی ہیں کہ ان حروف کی قراءت بھی منزل من اللہ ہے، جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ﴾ [الحجّ:٧٨]

''دین کے معاملہ میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی گئی ہے۔''

یہ آیت اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ نے اپنے مومن بندوں کی سہولت اور آسانی کی خاطر ان سے تنگی اور مشقت کو رفع فرمایا ہے۔ اللہ نے اُمت پر تخفیف کرتے ہوئے مذکورہ آیت کے مصداق کئی اَحکام میں رخصت عنائت فرمائی، جن کی آپ ؐ نے وضاحت فرمائی۔ [التفسير الواضح از ڈاکٹر محمد محمود حجازی:١٧/٧٨]

یہ آسانی اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ لہجاتِ عرب کی مناسبت سے قراءات بھی مختلف ہوتیں، کیونکہ انسان بچپن سے بڑھاپے تک جو زبان بولتا ہے، اسے یکبارگی چھوڑنا یقیناً ایک مشکل کام ہے۔ مذکورہ آیت ہر قسم کے رفع حرج پر دلالت کرتی ہے۔ [أثر القراءات في الفقه الإسلامي از ڈاکٹر صبری:١١٨]

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''یہ آیت اُمتِ محمدیہ کا خاصہ ہونے کے ساتھ ساتھ بہت سارے اَحکام کا بھی اِحاطہ کئے ہوئے ہے۔''

[تفسير قرطبی:٤٤٩٢]

فصیح لہجات کا اختیار اور رفع حرج بھی ان اَحکام میں سے ہیں، جو شریعت اِسلامیہ نے ہمیں عطا کئے ہیں۔ اس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آیت کے تحت لوگوں کے مانوس لہجات کے جائز ہونے میں کوئی چیز مانع نہیں ہے۔

فرمانِ ربانی ہے: ﴿ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ﴾ [الحجر:۹]

اس آیت سے سمجھ آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید نبی ﷺ پر نازل کرنے کے ساتھ اس کی حفاظت کی ذمہ داری بھی اٹھائی اور مالکِ کائنات چیلنج کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿ لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيلٌ مِّنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ ﴾ [حم السجدۃ:۴۲]

''اس قرآن کریم کے آگے یا پیچھے سے کوئی بھی باطل چیز داخل نہیں ہوسکتی۔ یہ تو بزرگی اور حکمت والے رب کی طرف سے نازل شدہ ہے۔''

مطلب یہ کہ اس کو غیر محفوظ بنانے والی کوئی چیز نہیں ہے، کیونکہ یہ تو سب سے سچے مالک کا کلام ہے، جیسا کہ وہ خود اپنے متعلق فرماتا ہے:

﴿ وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللهِ حَدِيثًا ... وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللهِ قِيلًا ﴾ [النساء:۸۷،۱۲۲]

''اللہ سے زیادہ اپنے وعدے، خبر اور بات کے متعلق کون سچا ہوسکتا ہے۔''

آپ ﷺ نے بھی اپنے خطبہ کے اندر اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

«إِنَّ أَصْدَقَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللهِ» [تفسیر ابن کثیر:۱/۵۶۹]

اب اگر کوئی یہ کہے، جیسا کہ بعض غالی قسم کے لوگوں نے کہا ہے کہ قراءات کو قرآن کریم سے کچھ تعلق نہیں بلکہ یہ تو معاذ اللہ محض قراء کی کذب بیانیاں ہیں، تو اس سے اللہ کے قول: ﴿ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ﴾ کا باطل ہونا لازم آتا ہے، کیونکہ قرآن کا محافظ تو خود اللہ تعالیٰ ہے پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ مخلوق میں سے کوئی اُٹھے اور اپنی مرضی سے رطب و یابس کو قرآن کا حصہ بنا دے۔ **والعیاذ باللہ**

قرآن مجید اس بات سے پاک ہے، کیونکہ اس کا مطلب ہوگا کہ مخلوق میں بھی ایسے قادر الکلام لوگ ہیں، جو اللہ کے قول کو رد کرنے یا اس کے مقابل ایسا حکم لانے کی قوت رکھتے ہیں جو اللہ کے حکم کے خلاف ہو۔ اللہ تو ایسے لوگوں کی خود ساختہ باتوں اور نظریات سے مبرا ہے اور وہ ایسے لوگوں کی بہتان طرازیوں سے پاک ہے۔ ہم اللہ سے ایسے گمراہ کن عقیدہ کے خلاف پناہ چاہتے ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ قراءات بدعت اور قراء کی جعل سازیوں کے سوا کچھ نہیں، تو ہم پوچھتے ہیں کہ اللہ نے جو اپنے نبی ﷺ کی بابت فرمایا:

﴿ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ فَمَا مِنكُم مِّنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِينَ ﴾ [الحاقۃ:۴۴تا۴۷]

''اگر اس نبی ﷺ نے کوئی بات خود گھڑ کر ہماری طرف منسوب کی ہوتی تو ہم اس کا دایاں ہاتھ پکڑ لیتے اور اس کی رگ گردن کاٹ ڈالتے۔ پھر تم میں کوئی بھی ہمیں اس کام سے روکنے والا نہ ہوتا۔''

اس آیت کا کیا مطلب ہے؟ اس کا مطلب تو صاف ظاہر ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ بھی قرآن میں نقص و زیادتی کے مجاز نہیں۔ اگر وہ ایسا کرتے تو اللہ تعالیٰ ان کی شہ رگ کاٹ دیتے اور انہیں ایسے عذاب سے دوچار کرتے کہ کوئی چھڑانے والا نہ ہوتا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس آیت میں اللہ نے کہا کہ ہم دائیں ہاتھ سے پکڑ لیتے، یہ اس لیے کہ بیان میں مبالغہ مقصود ہے، کیونکہ بائیں ہاتھ سے پکڑنے میں گرفت مضبوط نہیں ہوتی۔ 'وتین' ثباط القلب، پھیپھڑوں سے نکلنے والی موٹی رگ کو کہا جاتا ہے، جس پر دل معلق ہے، جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے۔ [تفسیر ابن کثیر:۴/۴۴۵]

جب افضل البشر ایسا کام کرنے سے مورد عذاب ٹھہرتے ہیں تو عام آدمی تو بالاولیٰ اس وعید کا مصداق ٹھہرتا ہے۔ قراء یا علماء کے لئے تو ممکن ہی نہیں کہ وہ قرآن میں کمی یا زیادتی کریں اور قراءات کو گھڑ کر قرآن میں داخل کر سکیں۔

خلاصۂ کلام

المختصر قراءات منزل من اللہ ہیں، نہ کہ مفتریاتِ قراء، کیونکہ اگر ہم انہیں قراء کرام کے مفتریات کہیں تو اللہ تعالیٰ کی مذکورہ وعید باطل ٹھہرتی ہے۔ یہ آیات اس بات کا تقاضا کرتی ہیں کہ قرآن کریم میں کسی کے عمل اور رائے کو کوئی دخل نہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو اللہ تعالیٰ ان مفتریات کو قرآن مجید سے محو کر دیتا۔ ان قراءات کا باقی رہنا ہی ان کے منزل من اللہ اور توقیفی ہونے کی علامت ہے۔ [أثر القراءات في الفقه الإسلامي:۱۱۸،۱۱۹]

اگر ہم یہ کہیں کہ قراءات قراء حضرات کی دسیسہ کاریاں ہیں، تو کیا اللہ تعالیٰ اس بات سے غافل تھے۔ غور کیجیے کہ نبی کریم ﷺ کے پاؤں کے نیچے ہلکی سی غلاظت تھی، تو جبریل علیہ السلام کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو فوراً باخبر کیا، لیکن اتنا بڑا معاملہ ہو گیا کہ قراء کرام قرآن کریم میں تحریف کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ باوجود علام الغیوب ہونے کے چپ بیٹھے ہیں؟ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا اہل قراءات پر کسی عذاب کو نازل نہ کرنا اس بات کی دلیل قطعی ہے کہ قراءات منزل من اللہ ہیں، نہ کہ آراء کا شاخسانہ اور مفتریات قراء!

اگر یہ کہا جائے کہ قراءات صحیحہ محکمہ متواترہ نہیں ہیں بلکہ اختراعات قراء ہیں، تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کی بابت جو فرمایا: ﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى، اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى﴾ [النجم:۳،۴] ''نبی کریم ﷺ (دین کے معاملہ میں) خواہش نفس سے نہیں بولتے، بلکہ یہ تو ایک نازل شدہ وحی ہے۔'' کا کیا مطلب ہے؟ اسی نبی ﷺ نے اپنی مقدس زبان سے فرمایا:

«تَرَكْتُ فِيكُمْ أَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَاتَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا كِتَابُ اللهِ وَسُنَّتِيْ» [موطأ:۴/۱۸۷]

''میں تمہارے پاس دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، جب تک ان پر کاربند رہو گے، گمراہ نہیں ہو گے: کتاب اللہ اور میری سنت۔''

ذرا غور کیجیے! کیا نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ کو یہ مذکورہ بات سنا کر دھوکہ دیا۔ ایک طرف تو آپ ﷺ انہیں کامل کامیابی کا راز فراہم کر رہے ہیں اور تا قیامت ان کی حفاظت کی نوید سنا رہے ہیں اور دوسری طرف یہ کہا جائے کہ اس میں شک اور تغیر و تبدل کا امکان بھی موجود ہے، تو یہ کس قدر عجیب بات ہے۔ ذکر کردہ روایت میں وارد لفظ إمساك کا کم از کم مفہوم یہ ہے کہ کسی چیز کے متعلقات کا حسی و معنوی طور پر کمال و سلامتی کی انتہاء کو پہنچنا اور تمام قسم کے شکوک و شبہات سے بالاتر ہونا۔ جب ہم قراءات کو غیر محکمہ کہیں گے تو رسول اللہ ﷺ کے مذکورہ حکم کی کیا حیثیت باقی رہ جائے گی؟

اگر یہ کہا جائے کہ قرآن مجید ان قراءات سے مبرا ہے اور متن قرآن ان قراءات کو کوئی جگہ نہیں دیتا، تو ہم اللہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے درج ذیل ارشادات کو کیا سمجھتے ہیں، جس میں اس نے اپنے نبی ﷺ کی عظمت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا﴾ [سبأ:۲۸]

''ہم نے آپ ﷺ کو تمام لوگوں کی طرف مبشر اور منذر بنا کر بھیجا ہے۔''

﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا﴾ [الأعراف:۱۵۸]

''کہہ دیجیے! اے لوگو! میں تو تم سب کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔''

﴿وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ﴾ [النحل:۴۴]

''ہم نے آپ ﷺ پر قرآن مجید اس لئے نازل کیا، تاکہ آپ لوگوں کے لئے اس کی وضاحت فرمائیں۔''

مذکورہ آیات کا کیا مطلب ہے؟ حالانکہ اللہ نے نجات کو کتاب وسنت کے ساتھ مشروط کیا ہے، لیکن قرآن وسنت کو حوادث زمانہ کے سپرد کر دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ کوئی قرآن کے حروف میں ایک حرف کا اضافہ کر سکا اور نہ ہی کمی، اور یقیناً کبھی کر بھی نہیں سکے گا، کیونکہ فرمان ربانی ہے:

﴿فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ﴾ [البقرة:۲۴]

''نہ تو تم قرآن کا مثل لا سکے تھے اور ہرگز نہ لا سکو گے، تو اس آگ سے ڈر جاؤ جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے اور اس کا ایندھن، لوگ اور پتھر ہیں۔''

الغرض جب ہم قرآن کریم کو بغور پڑھتے ہیں تو کئی ایسی واضح آیات سامنے آتی ہیں، جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ قراءات، قرآن ہیں نہ کہ قراء کی رائے اور اجتہاد، جیسا کہ متجددین اور جہلا نے گمان کر رکھا ہے، کیونکہ قرآن کریم کا محافظ خود اَحفظ الحافظین ہیں۔ یہ قرآن کریم ہی کا خاصہ ہے کہ جب تک زمین و آسمان رہیں گے مالک خود اس کی حفاظت کرتے رہیں گے۔ اسی وجہ سے دنیا میں کسی وقت، کسی زمانے اور کسی جگہ میں بھی قرآن کریم میں تغیر وتبدل دیکھنے میں نہیں آیا، چنانچہ جب تک قرآن کریم محفوظ ہے قراءاتِ قرآنیہ بھی باقی ہیں۔ ہر دو کا کسی ایک سے جدا ہونا ناممکن ہے، کیونکہ قرآن کریم اور قراءتِ قرآنیہ دونوں منزل من اللہ ہیں۔ [التفسیر الواضح:۱۴/۶]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شیخ الحدیث حافظ عبدالستار حماد☆

[فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ]

''جتنا قرآن آسانی سے پڑھ سکو پڑھ لیا کرو۔''

شیخ الحدیث مولانا ابومحمد عبدالستار حماد ﷾ کا 'درس حدیث' صحیح بخاری کی 'کتاب التوحید' سے متعلق ان کی تصنیف سے ماخوذ ہے۔ محترم حافظ صاحب ﷾ کو اللہ تعالیٰ نے اس امتیاز سے نوازا ہے کہ آپ جہاں حدیث وعلوم حدیث پر گہری نظر رکھتے ہیں، وہاں قرآن وعلوم قرآن کے بھی متخصص ہیں، کیونکہ آں جناب ﷾ جامعہ اسلامیہ، مدینہ منورہ کے کلّیۃ القرآن الکریم سے سندِ فضیلت رکھتے ہیں اور آپ نے عالم مصر کے مشائخ اہل فن اور کبار اساتذہ سے قراءات وعلوم قراءات کا درس لیا ہے۔ مدینہ منورہ یونیورسٹی میں آپ نے مولانا حافظ عبدالغفار اعوان ﷾ (مرکزی راہنما جماعۃ الدعوۃ)، مولانا حافظ عبدالرشید خلیق ﷾ (مدرس جامعہ لاہور الاسلامیہ)، شیخ القراء قاری محمد ادریس العاصم ﷾ اور شیخ القراء قاری احمد میاں تھانوی ﷾ وغیرہ کے ہمراہ درس قراءات لیا۔ [ادارہ]

[۷۵۵۰] حدثنا يحيى بن بكير قال حدثنا الليث عن عقيل عن ابن شهاب قال:حدثني عروة أن المسور بن مخرمة وعبد الرحمن بن عبد القاري حدَّثاه أنهما سمعا عمر بن الخطاب يقول: سمعت هشام بن حكيم يقرأ سورة الفرقان في حياة رسول اللهﷺ فاستَمَعْتُ لقراءته فإذا هو يقرأ على حروفٍ كثيرة لم يقرئنيها رسولُ اللهﷺ فكِدْتُ أساوره في الصلاة فتصبَّرتُ حتى سلَّم فلبَبْتُه بردائه فقلت : من أقرأكَ هذه السورة التي سمعتُكَ تَقْرأ؟ قال: أقرأنِيْهَا رسولُ اللهﷺ فقلت:كذبت أقرأنيها على غير ما قرأت فانطلقتُ به أقودُه إلى رسول اللهﷺ فقلت:إنِّي سمعتُ هذا يقرأ سورة الفرقان على حروف لم تقرئنيها فقال: «أرسله ، اقرأ يا هشام» فقرأ القراء ة التي سمعتُه فقال رسولُ اللهﷺ:«كَذَلِكَ أُنْزِلَتْ»ثم قال رَسُوْلُ اللهﷺ «إِقْرَأْ يَا عُمَرُ» فقرأتُ الَّتِيْ أَقْرَأنِيْ فقال:«كَذَلِكَ أُنْزِلَتْ ، إِنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ أُنْزِلَ عَلى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ» [صحيح البخاري:۲۴۱۹]

''حضرت عمر بن خطاب ؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں نے ہشام بن حکیم ؓ کو رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں سورۃ الفرقان پڑھتے سنا، میں نے ان کی قراءت کی طرف کان لگایا تو وہ قرآن مجید بہت سے ایسے طریقوں سے پڑھ رہے تھے جو رسول اللہ ﷺ نے مجھے نہیں پڑھائے تھے، قریب تھا کہ میں نماز ہی میں ان پر حملہ کر دیتا، لیکن میں نے صبر سے کام لیا اور جب انہوں نے سلام پھیرا تو میں نے ان کی گردن میں چادر کا پھندا ڈال دیا اور کہا کہ تمہیں یہ سورت

☆ رئیس مرکز الدراسات الإسلامیۃ، میاں چنوں، خانیوال

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس طرح کس نے پڑھائی ہے انہوں نے کہا مجھے اس طرح رسول اللہ ﷺ نے پڑھائی ہے میں نے کہا تم جھوٹ بولتے ہو، مجھے تو رسول اللہ ﷺ نے یہ سورت اس طرح نہیں پڑھائی چنانچہ میں انہیں کھینچتا ہوا رسول اللہ ﷺ کے پاس لے گیا اور عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! میں نے اس شخص کو سورۃ الفرقان ایسے حروف پر پڑھتے سنا ہے جو آپ ﷺ نے مجھے نہیں پڑھائے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اسے چھوڑ دو، ہشام! تم پڑھ کر سناؤ، تو اس نے وہی قراءت پڑھی جو میں نے اس سے سنی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ سورت اسی طرح نازل ہوئی ہے پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عمر! اب تم پڑھو، میں نے اس قراءت کے مطابق پڑھا جو آپؐ نے مجھے سکھائی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس طرح بھی نازل ہوئی ہے۔ یہ قرآن سات حروف پر نازل ہوا ہے اس لیے تمہیں جس قراءت میں سہولت ہو اس کے مطابق پڑھ لیا کرو۔''

فوائد: امام بخاری رحمہ اللہ نے حدیث کے آخری حصہ سے عنوان ثابت کیا ہے کہ جس قراءت میں سہولت ہو اس کے مطابق پڑھو، رسول اللہ ﷺ نے 'پڑھنے' کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف منسوب کیا ہے یہ اس امر کی دلیل ہے کہ قرآن پڑھنا ان کا فعل ہے، کیونکہ اس میں سہولت کا وصف پایا جاتا ہے، لوگ اس میں مختلف ہوتے ہیں، قراءت میں اختلاف ہوسکتا ہے جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ہشام رضی اللہ عنہ کی قراءت میں ہوا مگر قرآن کریم اختلاف کا محل نہیں ہے، کیونکہ وہ اللہ کا کلام ہے اور قرآن مجید سہولت کے مطابق پڑھنا بندوں کا فعل ہے جو مخلوق ہے۔ یہ بھی مطلب ہوسکتا ہے کہ جہاں سے قرآن یاد ہو وہاں سے قراءت کرسکتے ہو اور جس قدر آسانی سے پڑھا جائے اتنا ہی پڑھنا چاہئے البتہ امام کو ہدایت ہے کہ وہ قراءت کرتے وقت اپنے مقتدیوں کا ضرور خیال رکھے۔

ضروری نوٹ

حروف سبعہ کی تعیین میں بہت اختلاف ہے، بعض لوگوں نے اس سے سات لغات مراد لی ہیں، لیکن یہ صحیح نہیں ہے، کیونکہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور ہشام رضی اللہ عنہ دونوں قریشی تھے، ان کی لغت ایک تھی اس کے باوجود ان کا اختلاف ہوا، یہ کوئی معقول بات نہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک ہی آدمی کو قرآن مجید ایسی لغت میں سکھائیں جو اس کی لغت نہ ہو، بعض نے یہ مؤقف اختیار کیا ہے کہ اس سے مراد ایک معنی کو مختلف حروف و الفاظ سے اَدا کرنا ہے اگرچہ ایک ہی لغت سے ہو، کیونکہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور ہشام رضی اللہ عنہ کی ایک ہی لغت تھی، لیکن اس کے باوجود ان کی قراءت میں اختلاف ہو، اس سلسلہ میں دو باتوں پر اتفاق ہے۔

① قرآن کریم کو سبعہ حروف سے پڑھنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ قرآن کریم کے ہر لفظ کو سات طریقوں سے پڑھنا جائز ہے، کیونکہ چند ایک کلمات کے علاوہ بیشتر کلمات اس اُصول کے تحت نہیں آتے۔

② سبعہ حروف سے مراد ان سات ائمہ کی قراءات ہرگز نہیں ہیں، جو اس سلسلہ میں مشہور ہوئے ہیں، کیونکہ پہلا شخص جس نے ان سات قراءات کو جمع کرنے کا اہتمام کیا وہ ابن مجاہد ہے جس کا تعلق چوتھی صدی سے ہے۔ امام جزری فرماتے ہیں کہ میں اس حدیث کو بہت مشکل خیال کرتا تھا حتیٰ کہ میں نے تیس سے زیادہ سال، اس پر غور و فکر کیا، اب میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ قراءات کا اختلاف سات وجوہ سے باہر نہیں ہے وہ حسب ذیل ہیں:

① معنی اور صورت خطی میں تبدیلی کے بغیر صرف حرکات میں اختلاف ہوگا جیسا کہ بخل کو چار اور کلمہ یحسبُ کو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دو طرح سے پڑھا گیا ہے۔

② صورت خطی میں اختلاف کے بجائے صرف معنی میں اختلاف ہوگا جیسا کہ فتلقی آدم من ربہ کلمات کو دو طرح سے پڑھا گیا ہے:

❶ آدم کی رفعی اور کلمات کی نصبی حالت

❷ آدم کی نصبی اور کلمات کی رفعی حالت۔

③ صورت خطی کے بجائے حروف میں تبدیلی جس سے معنی بھی بدل جائے، جیسا کہ تبلوا کو تتلوا پڑھا گیا ہے۔

④ صورت خطی کے بجائے حروف میں تبدیلی ہوگی، لیکن اس سے معنی نہیں تبدیل ہوگا جیسا کہ بصطة کو بسطة اور الصراط کو السراط پڑھا گیا ہے۔

⑤ صورت خطی اور حروف دونوں کی تبدیلی ہوگی جس سے معنی بھی تبدیل ہوجائے گا أشد منكم کو أشد منهم پڑھا گیا ہے۔

⑥ تقدیم و تاخیر کا اختلاف ہوگا جیسا کہ فیقتلون ویقتلون میں ہے، اس میں پہلا معروف اور دوسرا مجہول ہے اسے یوں پڑھا گیا ہے ویقتلون فیقتلون

⑦ حروف کی کمی وبیشی میں اختلاف ہوگا جیسا کہ وأَوْصٰی کو ووصّٰی پڑھا گیا ہے۔

اس کے علاوہ اظہار و اِدغام، روم واشمام، تفخیم وترقیق، مدوقصر، امالہ و فتح، تخفیف وتسہیل اور ابدال ونقل وغیرہ جسے فن قراءت میں اصول کا نام دیا جاتا ہے، یہ ایسا اختلاف نہیں ہے جس سے معنی یا لفظ میں تبدیلی آتی ہو۔

[النشر:۱/۲۶]

دورِ حاضر میں بعض اہل علم کی طرف سے دعویٰ کیا جاتا ہے کہ قرآن کریم کی ایک ہی قراءت ہے جو ہمارے مصاحف میں ثبت ہے، اس کے علاوہ جو قراءات مدارس میں پڑھی پڑھائی جاتی ہیں یا بعض علاقوں میں لوگوں نے اختیار کر رکھی ہیں وہ سب فتنہ عجم کی باقیات ہیں، ہمارے رجحان کے مطابق مذکورہ دعویٰ بلادلیل ہے، کیونکہ یہ قراءات صحابہ وتابعین سے تواتر کے ساتھ منقول ہیں اور رسم عثمانی کی حدود کے اندر اور اس کے مطابق ہیں نیز یہ اجماع امت سے ثابت ہیں، جس طرح ہمارے ہاں روایت حفص کے مطابق مصاحف لکھے اور تلاوت کئے جاتے ہیں، اسی طرح شمالی افریقہ اور بعض دوسرے ممالک میں روایت ورش وغیرہ کے مطابق مصاحف لکھے اور تلاوت کئے جاتے ہیں اور وہاں کی حکومتیں بھی سرکاری اہتمام کے ساتھ انہیں شائع کرتی ہیں، میری ذاتی لائبریری میں روایت ورش کا مصحف موجود ہے، حال ہی میں سعودی عرب کے مجمّع الملك فهد (مدینہ طیبہ) نے بھی لاکھوں کی تعداد میں روایت ورش، روایت دوری اور روایت قالون کے مطابق مصاحف ان مسلم ممالک کیلئے طبع کئے ہیں جن میں ان کے مطابق قراءت کی جاتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ قرآن کریم کے متن میں تمام قراءات متواترہ کی گنجائش موجود ہے، اہل علم جانتے ہیں کہ موجودہ مصاحف کے قرآنی الفاظ رسم عثمانی کے مطابق لکھے گئے ہیں اس رسم الخط کی خوبی یہ ہے کہ اس میں تمام قراءات متواترہ کے پڑھنے کا اِمکان موجود ہے اور یہ ساری قراءات حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اَطراف عالم میں بھیجے ہوئے نسخوں کے رسم الخط میں سما جاتی ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واضح رہے کہ قرآن کریم میں کسی بھی قراءت کے مستند ہونے کے لیے درج ذیل قاعدہ ہے:

''جو قراءت قواعد عربیہ کے مطابق ہو اگرچہ یہ موافقت بوجہ ہو، مصاحف عثمانیہ میں سے کسی ایک کے مطابق ہو خواہ وہ مطابقت احتمالاً ہو نیز وہ صحیح متواتر سند سے ثابت ہو۔''

اس اُصول کے مطابق جو بھی قراءت ہوگی وہ قراءت صحیحہ اور ان حروف سبعہ میں سے ہے جن پر قرآن نازل ہوا، مسلمانوں پر اس کو قبول کرنا واجب ہے اور اگر تینوں شرائط میں سے کسی ایک شرط میں خلل آ جائے تو وہ قراءت شاذہ، ضعیف یا باطل ہوگی۔ [النشر:۹/۲]

یہ بات کہ تمام قراءات حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مصاحف میں سما جاتی ہیں ہم اس کی وضاحت ایک مثال سے کرتے ہیں، سورۃ الفاتحہ کی آیت ''ملك يوم الدين'' اس آیت میں ملك کو مَلِكِ اور مَالِكِ دونوں طرح پڑھا جاسکتا ہے اور یہ دونوں قراءات، متواترہ ہیں، روایت حفص میں اسے مٰلك میم پر کھڑا زبر اور روایت ورش میں اسے مَلك میم پر زبر کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ حجاز میں یہ دونوں الفاظ ایک ہی مفہوم کے لیے استعمال ہوتے ہیں یعنی روزِ جزا کا مالک یا روز جزا کا بادشاہ، جو کسی علاقے کا بادشاہ ہوتا ہے وہ اس کا مالک بھی ہوتا ہے، لیکن جس مقام میں اختلاف قراءت کے متعلق متواتر سند نہ ہو وہاں رسم الخط میں گنجائش کے باوجود دوسری قراءت پڑھنا ناجائز اور حرام ہے مثلاً سورۃ الناس کی دوسری آیت رسم عثمانی کے مطابق اس طرح ہے، 'ملك الناس' اس مقام پر تمام قراء مَلِكِ الناس ہی پڑھتے ہیں اسے کوئی بھی مالِكِ الناس کھڑے زبر کے ساتھ نہیں پڑھتا، کیونکہ یہاں اختلاف قراءت منقول نہیں ہے دراصل قراءت متواترہ کے اختلاف سے قرآنِ کریم میں کوئی ایسا ردّوبدل نہیں ہوتا جس سے اس کے مفہوم اور معنی تبدیل ہو جائیں یا حلال حرام ہو جائے بلکہ اختلاف قراءت کے باوجود بھی قرآن، قرآن ہی رہتا ہے اور اس کے نفس مضمون میں کسی قسم کا کوئی فرق واقع نہیں ہوتا، بہرحال قراءت متواترہ جنہیں اَحادیث میں احرف سبعہ سے تعبیر کیا گیا ہے وہ آج بھی موجود ہیں اور اسکے انکار کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث و سنّت

ڈاکٹر اَحمد عیسیٰ المَعْصراوي ☆
ترجمہ وانتخاب: عمران حیدر ☆☆

اَحادیث مبارکہ میں واردشدہ قراءات.....ایک جائزہ

اللہ کی ہدایت، جو اُس نے اپنے بندوں کو رسول اللہ ﷺ کے ذریعے بھیجی ہے، دوصورتوں میں اُمت کو ملی ہے۔ اس ہدایت کا ایک پہلو تو اللہ تعالیٰ کی کلام کے الفاظ کی صورت میں موجود ہے، جبکہ دوسرا پہلو مرادِ الٰہی اور سنت رسولؐ کی شکل میں محفوظ ہے۔ اللہ کا یہ درس ہم تک بذریعہ روایت وخبر پہنچا ہے اور دونوں کے استناد کے لیے ایک دوسرے کی تائید سے قطع نظر تحقیق راویت کے مسلمہ ضابطوں کی روشنی میں جو شے ثابت ہوجائے اسے بطورِ دین قبول کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ اس کے باوجود اضافی طور پر ہادیٔ برحق نے سنت (وحی خفی) کے ثبوت کے دلائل قرآن (وحی جلی) میں اور قرآن بشمول قراءات (وحی جلی) کے ثبوت کے دلائل سنت (وحی خفی) میں متنوع ومتفرق طور پر بیان کردیئے ہیں۔ وہ لوگ جو حدیث سبعہ اَحرف کے ثبوت ومفہوم میں تشکیک وانکار کا ذہن رکھتے ہیں، زیرنظر مضمون ایسے لوگوں کے لیے ان شاء اللہ ہدایت کا باعث ہوگا، کیونکہ اس میں حدیث سبعہ اَحرف سے قطع نظر حدیث وسنت کی روشنی میں متنوع نصوص سے ثبوتِ قراءات کو موضوع بنایا گیا ہے۔ اس سلسلہ میں فاضل مترجم نے ڈاکٹر احمد عیسیٰ المعصراوی ﷾ کی کتاب القراء ات الواردة في السنة کی کل ۱۹۶ روایات میں سے ان ۲۶ منتخب اَحادیث کا ترجمہ پیش کیا ہے، جن میں برصغیر پاک و ہند میں مروج روایت حفص سے قراءات کا فرق موجود ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ۴ روایات کا دیگر مصادر سے اضافہ بھی کیا گیا ہے۔ ادارہ مکمل کتاب کو عنقریب شائع کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ اللہ حق قبول کرنے کی توفیق بخشے اور انکارِ قرآن کی جرأت سے محفوظ رکھے۔ آمین [ادارہ]

کتاب اللہ اور سنت رسولؐ کے درمیان ایک گہرا تعلق ہے اور یہ تعلق کئی اقسام پر مشتمل ہے۔ انہی میں سے سنت کا ایک تعلق قرآن اور قراءات قرآنیہ سے بھی ہے، چاہے وہ اَدائیگی کے لحاظ سے ہو، آدابِ تلاوت کے لحاظ سے ہو یا قراءات کی تعلیم وتعلّم کے لحاظ سے ہو۔ اس کی کتب احادیث میں بہت سی مثالیں موجود ہیں، جن میں سے چند ایک مندرجہ ذیل ہیں:

① مسند احمد میں ایسی بہت سی اَحادیث موجود ہیں جن کا تعلق قراءات سے ہے۔ ان احادیث میں سے یہاں اختصار کی غرض سے صرف ایک مثال پیش کی جاتی ہے:

حضرت انس بن مالک ؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ﴿وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ﴾ [المائدۃ:۴۵] میں لفظ 'النفس' کو منصوب اور 'العین' کو مرفوع پڑھا۔

② امام بخاری ؒ نے بھی اپنی الجامع الصحیح میں بہت سی قراءات کا ذکر کیا ہے، جن میں سے ایک حدیث

☆ شیخ عموم القراء والمقاری المصریة، أستاذ الحدیث والفقه بجامعة الأزهر
☆☆ فاضل کلّیة الشریعة، جامعہ لاہور الاسلامیہ ورکن مجلس التحقیق الاسلامی، لاہور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

'کتاب التفسیر' [فتح الباري:۸/۱۵۵، ۷۴۱] اور 'کتاب فضائل القرآن' [فتح الباري:۹/۳۔۱۰۳] میں اس طرح سے مذکور ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ اپنی سند سے حضرت ابراہیم سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھی ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ تم میں سے کون حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی قراءت پڑھتا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ ہم سب ہی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی قراءت پڑھتے ہیں، تو پھر حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ تم میں سے سب سے زیادہ کس کو یاد ہے؟ تو انہوں نے حضرت علقمہ رحمہ اللہ کی طرف اشارہ کیا تو آپ نے ان سے کہا کہ آپ نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو سورہ ﴿وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشٰى﴾ [اللیل:۱] کیسے پڑھتے ہوئے سنا ہے تو حضرت علقمہ رحمہ اللہ نے جواب دیا: ﴿وَالَّيْلِ إِذَا يَغْشٰى، وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلّٰى، وَالذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى﴾ [اللیل:۱۔۳] تو حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ''میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے ہی پڑھتے ہوئے سنا ہے اور لوگ مجھ سے یہ چاہتے ہیں کہ میں ﴿وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى﴾ [اللیل:۳] پڑھوں، لیکن اللہ کی قسم میں ان کی بات نہیں مانوں گا۔

③ امام مسلم رحمہ اللہ نے بھی بہت سی قراءات اپنی کتاب صحیح مسلم میں نقل کی ہیں، جن پر امام نووی رحمہ اللہ نے مندرجہ ذیل ابواب قائم کئے ہیں۔

"باب فضائل القرآن وما يتعلق به"

"باب الأمر بتعهد القرآن و كراهة قول" نسيت آية كذا " وجواز قول" أنسيتها "

"باب استحباب تحسين الصوت بالقرآن"

"باب نزول السكينة لقراءة القرآن"

"باب بيان أن القرآن على سبعة أحرف و بيان معناه"

"باب ترتيل القراءة واجتناب الهذ"

"باب مايتعلق بالقراءات"

ان ابواب میں واردشدہ روایات میں سے ایک روایت یوں ہے، جو کہ امام مسلمؒ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے بیان کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ﴿فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ﴾ [القمر:۱۵] کو دال کے ساتھ پڑھتے تھے۔

④ امام ابوداؤد رحمہ اللہ اپنی سنن میں تقریباً چالیس احادیث قراءات سے متعلقہ لائے ہیں، جن میں سے ایک حدیث یوں ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ﴿إِنِّيْ أَنَا الرَّزَّاقُ ذُوْ الْقُوَّةِ الْمَتِيْنِ﴾ [الذاریات:۵۸] پڑھایا ہے۔

⑤ امام ترمذی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب میں قراءات سے متعلق تقریباً گیارہ ابواب اور ۲۳/احادیث نقل کی ہیں، جن میں سے ایک یہ ہے کہ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایک آیت کرکے پڑھتے تھے، جیسے ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾، پھر رکتے اور پڑھتے: ﴿الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ پھر رکتے اور پڑھتے: ﴿مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ﴾

مذکورہ احادیث سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ مختلف کتب احادیث میں قراءات سے متعلقہ مذکورہ احادیث مندرجہ ذیل اقسام پر مبنی ہیں:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

1. یا تو وہ نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب ہیں یا کسی صحابی کی طرف۔
2. ان اَحادیث میں کچھ صحیح اور کچھ صحت کے لحاظ سے کمزور ہیں۔
3. کتب اَحادیث میں مذکور اَحادیث سند کے اعتبار سے تو صحیح ہیں، لیکن رسم عثمانی کے مخالف ہیں۔
4. ان میں سے کچھ قراءات متواترہ بھی ہیں۔
5. بہت ساری اَحادیث تو آداب تلاوت سے تعلق رکھتی ہیں اور کچھ رسم اور کلمات قرآنیہ کے اختلاف کی ادائیگی سے اور کچھ قرآن اور قراءات کے آپس کے تعلق کے بارے میں ہیں۔
6. یہ کتب سنن ان قراءات کی توجیہہ وغیرہ سے خالی ہیں، کیونکہ ان میں تو صرف اَحادیث کو جمع کرنا مقصود ہوتا ہے۔ان کتب سنن میں مذکور قراءات کو قبول یا ردّ کرنے کی بنیادی تین شرائط ہیں جن کو امام ابن جزری نے اپنی کتاب طیبة النشر (نظم) میں ذکر کیا ہے۔

فكل ما وافق وجه نحو وكان للرسم احتمالا يحوى
وصح إسناد هو القرآن فهذه الثلاثة الاركان
وحيثما يختل ركن أثبت شذوذه لو أنه فى السبعة

''پس ہر وہ قراءت جو کسی نحوی وجہ کے موافق ہو اور رسم عثمانی کے بھی موافق ہو چاہے احتمالاً ہو اور اس کی سند صحیح ہو تو وہ قرآن ہے یہ بنیادی تین شرائط ہیں اور جب بھی ان میں سے ایک شرط بھی زائل ہو جائے گی تو وہ قراءت شاذ ہے اگرچہ قراءات سبعہ میں سے ہی کیوں نہ ہو۔''

مذکورہ اشعار میں امام ابن جزری رحمہ اللہ نے ان تین شرائط کا ذکر کیا ہے، جن کو اُمت سے تلقی بالقبول حاصل ہے، وہ یہ ہیں:

1. متصل السند ہو۔
2. رسم عثمانی کے موافق ہو اگرچہ احتمالاً ہی ہو۔
3. نحوی وجوہ میں سے کسی ایک وجہ کے موافق ہو۔

یہ تین شرائط قراءات عشرہ میں کامل و اکمل طور پر پائی جاتی ہیں، چنانچہ علامہ صفاقسی رحمہ اللہ غیث النفع میں فرماتے ہیں کہ ''شاذ وہ ہے جو متواتر نہ ہو اور آج کے دور میں قراءات عشرہ کے علاوہ تمام قراءات شاذ ہیں۔''

علامہ ابن جزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''ہمارے زمانے میں جن قراءات میں یہ تینوں شرطیں پائی جاتی ہیں، وہ قراءات عشرہ ہیں، جن کو پوری امت سے تلقی بالقبول حاصل ہے اور ان قراءات عشرہ کو روایت کرنے والے دس امام ابوجعفر، نافع، ابن کثیر، ابوعمرو، یعقوب، ابن عامر، عاصم، حمزہ، کسائی اور خلف العاشر ہیں۔'' [منجد المقرئین:ص۱۶]

الدکتور سامی عبدالفتاح ہلال اپنی کتاب ''محاضرات فی القراء ات الشاذة'' کے صفحہ ۳ اور ۴ میں یوں رقم طراز ہیں:

''صدر اوّل سے لے کر آج تک تمام مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ جب تک کوئی قراءۃ نقل تواتر سے ثابت نہیں ہو جاتی اس وقت تک نہ تو اسے مصحف میں لکھا جا سکتا ہے اور نہ ہی بطور قرآن اس کی تلاوت کرنا جائز ہے۔''

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نقلِ تواتر کا معنی یہ ہے کہ اس قراءت کو اتنی زیادہ تعداد روایت کرے کہ جس سے علم یقینی حاصل ہوجائے اور اسی اصول کے پیش نظر صحابہ کرامؓ نے صرف وہی قراءۃ مصحف میں لکھی تھی۔ جس میں یہ شرط بدرجہ اتم موجود تھی۔ اس بات کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ کتب اَحادیث میں ایسے بہت سارے صحابہ کرامؓ کے نام ملتے ہیں جنہوں نے قرآن کریم کو نبی ﷺ کی زندگی میں ہی حفظ کرلیا تھا جن میں مہاجرین صحابہ کرامؓ میں سے: سیدنا ابوبکر صدیق، سیدنا عمر، سیدنا عثمان غنی، سیدنا علی، سیدنا طلحہ بن عبیداللہ، سیدنا سعد بن ابی وقاص، سیدنا عبداللہ بن مسعود، سیدنا حذیفہ بن یمان، سیدنا سالم مولیٰ ابی حذیفہ، سیدنا عبداللہ بن عمر، سیدنا ابوہریرہ، سیدنا عبداللہ بن عباس، سیدنا عمرو بن العاص، سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص، سیدنا عائشہ صدیقہ، حفصہ، خدیجہ اور اُم سلمہ امہات المؤمنین ﷺ میں سے قابل ذکر ہیں اور انصار میں سے سیدنا ابی بن کعب، معاذ بن جبل، سیدنا زید بن ثابت، سیدنا ابوالدرداء، سیدنا انس بن مالک اور سیدنا مجمع بن حارثہ ﷺ وغیرہ کے نام ہیں۔ اس بات کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ بئر معونہ کی لڑائی میں مسلمانوں کے تقریباً ۷۰ کے قریب حفاظ کرام شہید ہوگئے تھے۔

نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد حفاظ کرام کی تعداد میں معتد بہ اضافہ ہوگیا تھا اور وہ لوگ مختلف مفتوح اِسلامی ممالک میں پھیل گئے تھے اور انہوں نے مختلف جگہوں پر تعلیم وتعلم کا سلسلہ شروع کرلیا تھا جن میں عبداللہ بن مسعود، اُبی بن کعب، ابوموسیٰ الاشعری، زید بن ثابت مشہور ہیں۔ ﷺ ان قراء کرام کا فیض اتنا زیادہ ہوگیا تھا کہ ان کے شاگردوں کی تعداد سینکڑوں سے تجاوز کرگئی تھی۔ [إبراز المعاني:۳،۴، النشر:۱/۶]

یہ تمام وہ لوگ ہیں جو ایک راوی کی قراءۃ کو قبول نہیں کرتے تھے، جیسا کہ مصحف لکھواتے وقت آیت رجم میں اختلاف ہوگیا تھا تو اس میں نقلِ تواتر نہ ہونے کی وجہ سے اسے مصحف میں نہیں لکھا گیا۔ [فتح الباري:۱۲/۱۴۳] اور اس کی تصدیق مصاحف عثمانیہ کو دیکھ کر کی جاسکتی ہے۔ صحابہ کرامؓ نے صرف اسی قراءۃ کو مصاحف میں لکھا تھا جو عرضۂ اخیرہ میں ثابت رہی اور نبی کریم ﷺ نے جبریل علیہ السلام سے اسے پڑھا اور پھر اسی طرح صحابہ کرامؓ کو پڑھایا اور اس پر جمہور صحابہ کا اتفاق بھی تھا۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ قرآن صرف اور صرف تواتر سے ثابت ہوتا ہے اور یہ تواتر صرف قراءات عشرہ میں موجود ہے، جو قراءات ان کے علاوہ ہیں وہ شاذ ہیں، ان پر قرآن کا حکم نہیں لگایا جاسکتا اور نہ ہی اس کی تلاوت نماز میں جائز ہے۔ اس لیے وہ قراءات جو احادیث میں آئی ہیں، ان میں اگر اتصال سند اور تواتر کی شرط پائی جاتی ہیں تو اسے قبول کرلیا جائے گا، ورنہ ردّ کردیا جائے گا، اگرچہ وہ ثقہ، عادل، امام، حجت ہی کیوں نہ ہو اور وہ قراءۃ مصاحف عثمانیہ کے بھی موافق ہو اور نحوی وجہ کے موافق بھی ہو۔ یہ کوئی نئی اصطلاح نہیں ہے، بلکہ نبی کریم ﷺ کے زمانے سے لے کر آج تک کے محقق علماء کا اس بات پر اتفاق ہے۔

اب ذیل میں ہم کتب احادیث میں وارد وہ قراءات، جو ثبوت قرآن کے ضابطہ پر ثابت شدہ ہوں، کو نقل کرتے ہیں، اس کے ساتھ ساتھ ان کا مخرج اور قراءِ عشرہ میں وہ قراءات کس امام کی ہے کی توضیح بھی کریں گے۔

سورة الفاتحة

20 ① عن أم سلمة قالت: كان رسول الله ﷺ يَقْطَعُ قِرَاءَتَهُ يَقُوْلُ: ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾ ثُمَّ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يَقِفُ ، ﴿اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ ، ثُمَّ يَقِفُ ، ﴿مَلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ﴾ [الفاتحة:۱،۲،۳]
''اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ ٹھہر ٹھہر کر قراءت کیا کرتے تھے۔ آپ ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾ کہتے پھر ٹھہر جاتے، ﴿اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ کہتے پھر ٹھہر جاتے اور ﴿مَلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ﴾ پڑھا کرتے تھے۔

تخریج الحدیث: مسند احمد[۳۰۶/۲]، سنن ابوداؤد[۴۰۰۱،۲۹۴/۴]، سنن ترمذی[۱۷۰۱۵] کتاب القراءات ،باب فی فاتحة الکتاب [۲۹۲۷]، الشمائل [۳۱۷]، مصنف ابن ابی شیبہ [۵۲۱/۲۔۵۲۰]، سنن دارقطنی [۳۰۷/۱] کتاب الصلاة، باب وجوب قراءة بسملة فی الصلاة [۲۱]، الحاکم [۲۳۲/۱]، الطَّحاوی فی شرح معانی الاثار [۱۹۹/۱]، معجم الکبیر از طبرانی [۲۳/رقم ۶۰۳]، مسند ابویعلی [۶۲۰]، صحیح ابن خزیمہ [۴۹۳]، سنن الکبری للبَیْہَقی [۴۴/۲] خطیب [۳۶۷/۹] ان تمام لوگوں نے ابن جریج عن ابی ملیکہ عن اُم سلمہ کی سند سے بیان کیا ہے جبکہ امام احمد، امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے یحیٰی بن سعید الامری عن ابن جریج عن عبد اللہ بن أبی ملیکة، عن ام سلمہ کی سند سے روایت کیا ہے کہ ان سے رسول اللہ ﷺ کی قراءت کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: آپ ایک ایک آیت کرکے تلاوت کیا کرتے تھے۔ ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ﴾ یہاں پر امام ترمذی رحمہ اللہ نے لیث کی ابن جریج سے مخالفت کی طرف اشارہ کیا ہے۔

ڈاکٹر احمد عیسیٰ المعصراوی فرماتے ہیں کہ ابن جریج کی اس حدیث کی نافع بن عمر الجمحی نے متابعت کی ہے، جسے امام احمد رحمہ اللہ [۲۸۸/۶] نے عن وکیع، عن نافع بن عمر، عن ابن أبی ملیکة عن بعض أزواج النبی ﷺ کے واسطے سے بیان کیا ہے اور امام طحاوی رحمہ اللہ نے عمر بن حفص بن غیاث عن أبیه، عن أبی جریج عن أبی ملیکة عن أم سلمة کی سند سے بیان کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ گھر میں نماز پڑھا کرتے تھے۔ آپ تلاوت اس طرح فرماتے: ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾ اس طرح مکمل سورت بیان کی، جب کہ ابن خزیمہ رحمہ اللہ، دارقطنی رحمہ اللہ، حاکم رحمہ اللہ اور بیہقی رحمہ اللہ نے عمر بن ہارون البلخی عن ابن جریج کی سند سے ان الفاظ کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز میں قراءت کی اور ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ کو ایک آیت شمار کیا، ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾ کو دوسری ﴿اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ کو تیسری، ﴿مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ﴾ کو چوتھی۔ راوی کہتا ہے: اسی طرح ﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ﴾ کو پانچویں آیت شمار کیا اور پانچوں انگلیوں کو جمع کر دیا۔

امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''عمر بن ہارون اس طریقے میں اصل ہیں اور دونوں (احمد اور طحاوی) نے انہیں بیان نہیں کیا، جبکہ میں نے اسے شاہد کے طور پر روایت کیا ہے۔ امام ذہبی رحمہ اللہ نے ان کا تعاقب کرتے ہوئے کہا کہ علما کا اس کے ضعف پر اجماع ہے اور ابن جریج سے اس کے جو توابع بیان ہوئے ہیں، انہوں نے اس خرابی سے براءت کا اظہار کیا ہے۔''

حاکم، دارقطنی، ابن خزیمہ اور ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے۔

قراءات

یہ متواتر قراءت ہے۔ نافع مدنی، ابن کثیر مکی، ابوعمرو بن العلاء، ابن عامر دمشقی، حمزہ بن حبیب زیات اور ابوجعفر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مدنی نے اسی طرح پڑھا ہے۔اس قراءات کی ابوعبید سے یہ توجیہ بیان کی گئی ہے کہ ہر مَلِكِ مالك ہے لیکن ہر مالك مَلِكِ نہیں ہوتا، کیونکہ ایک آدمی بعض اوقات گھر، کپڑے وغیرہ کا مالک ہوتا ہے وہ مالک ہے۔اسے ملك نہیں کہہ سکتے۔ابوعمرو کہا کرتے تھے، مِلك مالك کو جمع کرلیتا ہے اور مالك مِلك کو جمع نہیں کرتا۔دوسری دلیل یہ ہے کہ تعریف کرنے میں مُلك میں مِلك کی نسبت زیادہ مبالغہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ایک اور مقام پر اپنے لیے اس وصف کو یوں بیان فرمایا ہے: ﴿لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ﴾ [غافر:٦٠] اللہ تعالیٰ نے مُلك کے ساتھ اپنی تعریف کی اور قیامت کے دن وہ اکیلا ہی اس وصف سے متصف ہوگا اور اللہ ہی غیر کی نسبت اس تعریف کا زیادہ حقدار ہے۔الملك یہ اسم ملک سے ہے نا کہ مالك سے اگر یہ لفظ مالك سے ہوتا تو (لمن المُلك) میم کی زیر کے ساتھ کہا جاتا۔مَلِك کا مصدر مُلك ہے۔کہا جاتا ہے: (هذا مَلِك صحيح المُلك) یہ بادشاہ ہے اس کی بادشاہی صحیح ہے اور مالک کا مصدر مِلك ہے۔کہا جاتا ہے:(هذا مالك صحيح المِلك) یہ مالک ہے اس کی ملکیت صحیح ہے۔

دیکھئے: الحجة للقراء السبعة لأبی علي الفارسي [١/٧]، إعراب القراء ات السبعة وعللها لابن خالويه [١/٤٧]، حجة القراء ات لابن زنجله [٧٧]،العنوان فی القراء ات السبع لابی طاهر إسماعيل بن خلف المقری الانصاری الاندلسی[٦٧]،اتحاف فضلاء البشر [١/٣٦٣]، البحر المحيط [١/١٣٣]

سورة البقرة

② حدثنا أحمد بن صالح قال ح وحدثنا سليمان بن داؤد المهری أخبرنا ابن وهب انا هشام بن سعد عن زيد بن أسلم عن عطاء بن يسار عن أبی سعيد الخدری قال رسول اللهﷺ قال الله لبنی إسرائيل ﴿وَادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَقُوْلُوْا حِطَّةٌ تُغْفَرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ﴾ [سورة البقرة:٥٨، سنن أبی داؤد:٢/٢٠٠]

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے ارشاد فرمایا: ﴿وَادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَقُوْلُوْا حِطَّةٌ تُغْفَرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ﴾ اور (شہر کے) دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو جاؤ اور کہو حطة (گناہ معاف) تمہاری خطائیں معاف کر دی جائیں گی۔

قراءات

قراء سبعہ میں سے ابن عامر رحمہ اللہ نے تائے مضمومہ اور فاء کے فتحہ کے ساتھ تُغْفَرْ لَكُمْ پڑھا ہے۔نافع اور ابوجعفر نے یاء مضمومہ اور فاء کے فتحہ کے ساتھ يُغْفَرْ لَكُمْ پڑھا ہے، جبکہ باقی قراء نے نون مفتوحہ اور فاء کے کسرہ کے ساتھ "نَغْفِرْ لَكُمْ" پڑھا ہے۔

③ عن زيد بن ثابت، قال أَقْرَأَنِیْ رَسُوْلُ اللهﷺ ﴿فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ﴾ [البقرة:٢٨٣] بغير ألف۔

تخریج الحدیث: مستدرک حاکم [٢/٢٣٥] سند یوں ہے: إسماعيل بن قيس عن نافع بن أبی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نعیم، ثم قال، أقرأني خارجة بن زید بن ثابت وقال أقرأني زید بن ثابت وقال أقرأنی رسول اللہ ﷺ الحدیث. امام حاکم نے اسے صحیح کہا ہے اور ذہبی نے کہا: إسماعیل واہٍ۔

''زید بن ثابت نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے مجھے ﴿فُرُهٰنٌ مَّقْبُوضَةٌ﴾ الف کے بغیر پڑھایا۔''

قراءت

یہ متواتر قراءت ہے۔ ابن کثیر اور ابوعمرو نے (فرهن) را اور ھا کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ ان دونوں کی دلیل ابی عمرو سے مروی روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ اسے (فرهن) پڑھا گیا ہے۔ تاکہ گھوڑوں میں الرهان اور (رهن) کی جمع میں فرق کیا جا سکے۔ گھوڑے کے بارے میں کہا جاتا ہے (راهنته رهناً) اور (الرهن) (رهن) کی جمع ہے اور یہ نادر ہے، جیسا کہ (سقفا وسقف)۔ فراء نے کہا (الرهن) جمع الجمع ہے (رهن، رهان اور رهن) جیسا کہ ثمرة سے ثمار اور ثمر ہوتا ہے۔ باقیوں نے (فرهان) پڑھا ہے ان کی دلیل ہے کہ عربی میں اکثر قیاسی قاعدہ یہ ہے کہ فعل کی جمع فعال ہو۔ مثلاً بحر و بحار، عبد و عباد، فعل و فعال، کلب و کلاب

دیکھیے: البحر المحیط [۳۵۵/۲] التبیان از طوسی [۳۷۹/۲]، السبعة از ابن مجاہد [۱۹۴]، الغیث از صفاقسی [۱۷۱]

سورة آل عمران

④ عن لقیط بن صبرة قال کنت وافدَ بنی المنتفق أوفی وفد بنی المنتفق إلی رسو ل الله ﷺ فذکر الحدیث فقال یعنی النبیُّ ﷺ: لا تَحْسِبَنَّ ولم یقل لا تَحْسَبَنَّ

[سنن ابی داؤد: ۱۹۷/۲]

لقیط بن صبرہ روایت کرتے ہیں کہ میں بنی منتفق کا قاصد بن کر آیا یا ان کے وفد میں شامل ہو کر آیا، انہوں نے حدیث ذکر کی ہے اور اس میں یوں ذکر ہے کہ نبی کریم ﷺ نے لا تحسِبَنَّ کو سین کے کسرہ کے ساتھ پڑھا، لا تحسَبَنَّ سین کے فتح سے نہیں پڑھا۔

قراءت

اس میں ابن ذکوان عاصم، حمزہ اور ابوجعفر سین کے فتحہ کے ساتھ ''لَا تَحْسَبَنَّ'' پڑھتے ہیں، جبکہ باقی قراء سین کے کسرہ کے ساتھ ''لَا تَحْسِبَنَّ'' پڑھتے ہیں۔

سورة النساء

⑤ عن أنس بن مالك قال قال رسول اللهﷺ اللّٰهمَّ إنِّی أعوذبك من البَخَلِ والهَرَمِ

[سنن أبی داؤد: ۱۹۷/۲]

انس بن مالک روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دعا کرتے ہوئے یوں پڑھا: اللّٰهم إنی أعوذبك من البَخَلِ والهرم یعنی ''اے اللہ! میں بخیلی اور بڑھاپے سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔''

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قراءات

اس روایت میں ایک مسنون دعا کا تذکرہ ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے "البَخَلِ" باء اور خاء کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے۔دعا میں یہ پڑھا جانے والا یہ لفظ قرآن مجید میں سورۃ النساء آیت نمبر ۳۷ میں وارد ہوا ہے ﴿اَلَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَأْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ﴾ بِالْبَخَلِ امام حمزہ، کسائی اور خلف نے باء اور خاء کے فتح کے ساتھ پڑھا ہے جبکہ باقی قراء نے باء کے ضمہ اور خاء کے سکون کے ساتھ "بِالْبُخْلِ" پڑھا ہے۔

سورة المائدة

⑥ عن أنس بن مالك أَنَّ النَّبِيَّ قَرَأَ: ﴿أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنُ بِالْعَيْنِ﴾ [المائدة:۴۵]

تخریج الحدیث: سنن الترمذی [۲۹۲۹]، سنن ابوداؤد [۳۹۷۶، ۳۹۷۷]، مسند احمد [۳/۲۱۵]، ابویعلی [۳۵۶۶، ۳۵۶۷]، الاوسط از طبرانی [۱۵۳]، حاکم [۲/۲۳۶] تہذیب الکمال از مزی [۳۴/۱۰۳] حاکم نے اسے صحیح کہا ہے۔احمد نے کہا: اس کے رجال صحیح کے ہیں سوائے ابوعلی بن یزید کے، اور وہ ثقہ ہے۔المعصراوی کہتے ہیں کہ یہ راوی مجہول ہے۔جیسا کہ حافظ نے تقریب میں کہا ہے [ت:۸۲۶۳]، المیزان از ذہبی [۷/۴۰۲] لہٰذا اس کی اِسناد ضعیف ہیں۔

"انس بن مالک روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اس طرح قراءت فرمائی: ﴿أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنُ بِالْعَيْنِ﴾

قراءت

کسائی نے تمام مقامات پر رفع پڑھا ہے۔ان کی دلیل رسول اللہ ﷺ سے مروی یہی حدیث ہے۔آپ نے ﴿...العينُ بالعين والأنفُ بالانف﴾ تمام مقامات پر رفع پڑھا۔زجاج نے کہا کہ ابتداء کی وجہ سے اسے مرفوع پڑھنا جائز ہے۔قراء نے کہا: دونوں صورتوں میں سے، رفع پڑھنا زیادہ بہتر ہے۔اس کی وجہ پہلی خبر کے مکمل ہونے کے بعد دوسرے اسم کا آنا ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے: "إن عبد الله قائم وزيد قاعد" اس آیت ﴿إِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَاءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ﴾ میں تمام قراء کا رفع پر اجماع ہے تو اختلافی چیز کو اتفاقی کے ساتھ ملانا زیادہ بہتر ہے۔

نافع، عاصم، حمزہ، یعقوب الحضرمی اور خلف العاشر نے نصب کے ساتھ پڑھا ہے۔نصب کے ساتھ پڑھنے والے نے یہاں اُن کو محذوف مانا ہے، یہ اخفش اور سیبویہ کا مذہب ہے، انہوں نے ﴿أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ﴾ کے تسلسل کو باقی رکھا ہے۔یزیدی نے ابوعمرو سے بیان کیا ہے کہ 'الجروح' کو مرفوع پڑھنے کی دلیل اس کا مبتدا ہونا ہے۔یعنی (والجروح من بعد ذلك قصاص﴾ [جمة القراءات:ص۲۲۶، ۲۲۷]

⑦ عن معاذ بن جبل أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَرَأَ ﴿هَلْ تَسْتَطِيْعُ رَبَّكَ﴾ [المائدة:۱۱۲]

تخریج الحدیث: سنن ترمذی [۲۹۳۰] الکبیر از طبرانی [۲۰/۶۹، رقم ۱۲۸]، مستدرک حاکم [۲/۲۳۸]

حاکم نے اسے صحیح کہا اور ذہبی نے اس کی موافقت کی ہے۔مسند الشامیّین [۲۲۴۴] ترمذی نے اس مسند کو ضعیف کہا ہے، لیکن اس کی متابعت موجود ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''معاذ بن جبل روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ﴿هَلْ تَسْتَطِيعُ رَبَّكَ﴾ پڑھا ہے۔''

قراءت

قراء سبعہ میں سے یہ کسائی کی قراءت ہے۔ حضرت عائشہ، حضرت علی، ابن عباس، سعید بن جبیر رضی اللہ عنہم نے بھی اس طرح پڑھا۔ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے رسول اللہ ﷺ نے ﴿هَلْ تَسْتَطِيعُ رَبَّكَ﴾ 'تا' کے ساتھ پڑھایا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں: ''حواری اللہ تعالیٰ کو زیادہ جاننے والے تھے اور وہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ ﴿هَلْ يَسْتَطِيعُ رَبُّكَ﴾'' گویا کہ حضرت عائشہؓ نے اس قول کی حواریوں کی طرف نسبت کی نفی کی ہے۔ امام کسائی کی دلیل یہ ہے کہ اس سے پہلے اللہ فرماتے ہیں: ﴿وَإِذْ أَوْحَيْتُ إِلَى الْحَوَارِيِّينَ أَنْ آمِنُوا بِي وَبِرَسُولِي قَالُوا آمَنَّا﴾ [المائدۃ:۱۱۱] اللہ تعالیٰ نے ان کا نام حواری رکھا ہے اور یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ انبیاء کی رسالت کا انکار کریں اور اللہ تعالیٰ ان کا نام حواری رکھیں۔ اہل بصرہ نے اس کا معنی یہ بیان کیا (هل تستطيع سؤال ربك) یہاں سوال حذف کردیا گیا اور اس کا اعراب بعد والے کو دے دیا گیا۔ جیسا کہ فرمان الٰہی ہے ﴿وَسْئَلِ الْقَرْيَةَ﴾ [یوسف :۸۲] یعنی اهل القرية۔

باقی قراء نے یا کے ساتھ (هل يستطيع ربك) پڑھا ہے یعنی اگر تم اس بات کا اللہ سے سوال کرو تو کیا وہ تمہیں جواب دے گا۔ جیسا کہ کوئی شخص دوسرے سے کہتا ہے۔ أتستطيع أن تسعى معنا فى كذا؟ کیا تم ہمارے ساتھ تعاون کرسکتے ہو؟ حالانکہ وہ جانتا ہے کہ یہ شخص اس سے تعاون کرسکتا ہے۔ حواریوں نے بھی یہی چاہا تھا کہ وہ اپنے سچ کے دعویٰ کی دلیل لے کر آئیں۔ ان کی دلیل عیسیٰ علیہ السلام کا یہ قول بھی ہے: ﴿اتَّقُوا اللَّهَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ﴾ جو کہ انہوں نے اپنی قوم کے قول ﴿نُرِيدُ أَنْ نَأْكُلَ مِنْهَا...﴾ [المائدۃ:۱۱۳] کو بڑا سمجھتے ہوئے فرمایا تھا۔

دیکھیے: السبعة از ابن مجاہد [۲۴۹] النشر از ابن جزری [۲۵۶/۲] الحجة از ابن خالویہ [۱۳۵] الاملاء از عکبری [۱۳۵/۱]

سورة الأعراف

⑧ عن زاذان عن البراء قال سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقْرَأُ: ﴿لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ﴾ [الاعراف:۴۰] مخفَّفا

تخریج الحدیث: مستدرک حاکم [۲۳۹/۲] سند یوں ہے۔ هارون بن حاتم المقرئ حدثنا أبو معاوية محمد بن فضيل وعبد الله بن نمير عن الاعمش عن المنهال بن عمرو عن زاذان عن البراء الحديث حاکم نے اسے صحیح کہا ہے اور ذہبی نے تعاقب کرتے ہوئے کہا: ابوزرعہ نے ہارون کو ترک کردیا ہے اور سیوطی نے اسے الدر المنثور [۱۵۵/۳] میں بیان کیا ہے۔

''زاذان براء رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو ﴿لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ﴾ مخفف پڑھتے ہوئے سنا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قراءت

یہ متواتر قراءت ہے۔ ابوعمرو نے تا اور تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔ باقی قراء نے تا اور تشدید کے ساتھ پڑھا ہے۔ ابوعمرو کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے۔ ﴿فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا﴾ [الزمر:۷۱] وہ بہت سارے دروازوں کی طرف گئے۔ حمزہ، کسائی اور خلف کی دلیل یہ ہے کہ جب مونث اور اس کے فعل کے درمیان فاصلہ آ جائے تو یہ فاصل تانیث سے عوض کی مانند ہوتا ہے اور اس صورت میں فعل کا مذکر اور مونث دونوں طرح لانا جائز ہے۔ قرآن مجید میں دونوں کی مثال موجود ہے۔ مذکر فعل کی مثال: ﴿لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا﴾ [الحج:۳۷]، مونث کی مثال: ﴿يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ﴾ [آل عمران:۱۰۶]

تشدید والی قراءت سے ہے۔ یعنی ایک کے بعد ایک۔ یہی مختار ہے، کیونکہ دروازے بہت زیادہ ہیں۔ پھر ان کی دلیل یہ آیت بھی ہے ﴿مُفَتَّحَةً لَّهُمُ الْاَبْوَابُ﴾ [ص:۵۰] یہاں پر مفتوحہ نہیں کہا۔ اسی طرح فرمایا: ﴿وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ﴾ [یوسف:۲۳] اور جس نے تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے اس نے ایک مرتبہ مراد لیا ہے۔ اس صورت میں معنی یہ ہوگا ﴿لا تفتح لهم ابواب السماء﴾ یعنی نہ ان کی دعا قبول کی جائے گی، نہ ان کے لیے آسمان کے دروازے کھولے جائیں گے۔

دیکھیے: اتحاف الفضلاء [۲۲۴]، الاملاء علی [۱۵۸/۱]، السبعة از ابن مجاہد [۲۸۹] النشر از ابن الجزری [۲۰۹/۲]۔

سورة الانفال

⑨ عن ابن سيرين عن أنس أن النبي ﷺ قرأ: ﴿أَنْ تَكُوْنَ لَهُ اَسْرٰى﴾ [الانفال:۶۷]

تخریج الحدیث: مستدرک حاکم [۲۴۰،۲۳۹/۲]، حاکم نے اسے صحیح کہا اور ذہبی نے موافقت کی ہے۔

''ابن سیرین حضرت انس سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے «أن تكون له أسرى» پڑھا ہے۔''

قراءت

یہ متواتر قراءت ہے۔ ابوعمرو، ابوجعفر المدنی اور یعقوب الحضرمی نے اس طرح پڑھا ہے۔ معنی یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے قیدیوں کی جماعت مراد لی ہے، اس لیے تکون مونث ہے۔ اس کی مثال قرآن مجید میں یوں ہے ﴿كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوْحِ الْمُرْسَلِيْنَ﴾ [الشعراء:۱۰۵] باقی قراء نے یا کے ساتھ أن يَكُونَ پڑھا ہے۔ اس صورت میں أسری کی جمع مراد لی گئی ہے۔ اہل بصرہ نے کہا: جب اسم اور فعل کے درمیان فاصلہ آ جائے تو فعل ذکر کیا جاتا ہے کیونکہ فاصلہ عوض کی مانند ہوتا ہے۔

دیکھیے: اللباب فی علوم الکتاب [۵۸۰/۹]، الکشاف [۲۴۰/۲] المحرّر الوجیز [۵۵۷/۲]، البحر المحیط [۵۱۸/۴] الدر المصون [۴۳۸/۳]

سورة التوبة

⑩ وعن مسعود بن يزيد الكندي قال: كَانَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ يُقْرِئُ رَجُلًا فَقَرَأَ الرَّجُلُ: ﴿إِنَّمَا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنَ﴾[التوبة:٦٠] مرسله فقال ابن مسعود: مَا هٰكَذَا أَقْرَانِيْهَا رَسُوْلُ اللهِ قَالَ: كَيْفَ أَقْرَأَكَهَايَا أَبَا عَبْدِالرَّحْمٰنِ؟ قَالَ: أَقْرَأَ نِيْهَا ﴿إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنَ﴾

تخریج الحدیث: مجمع الزوائد [۱۵۸/۷] بحوالہ طبرانی، ہیثمی نے اس کے رجال کو ثقہ کہا ہے۔

''مسعود بن یزید الکندی سے مروی ہے فرمایا: عبداللہ بن مسعود ایک آدمی کو پڑھا رہے تھے تو اس آدمی نے مد کے بغیر پڑھا: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنَ﴾ عبداللہ بن مسعود نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے مجھے تو اس طرح نہیں پڑھایا: انہوں نے کہا: اے ابوعبدالرحمٰن آپ کو نبی کریم ﷺ نے کیسے پڑھایا ہے: انہوں نے فرمایا: مجھے نبی کریم ﷺ نے ایسے پڑھایا ہے: ﴿إنما الصدقت للفقرآء والمسكين﴾ یعنی مد کیساتھ۔

قراءت

اس آیت کی قراءت میں قراء عشرہ کے مابین کوئی اختلاف نہیں ہے۔ عبداللہ بن مسعود کی مراد رسول اللہ ﷺ کی قراءت کی کیفیت بیان کرنا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے ﴿لِلْفُقَرَآءِ﴾ میں لمبی مد کے ساتھ تلاوت فرمائی تھی۔

یہ حدیث اس بات کی واضح دلیل ہے کہ قرآن مجید کو ﴿وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا﴾ [المزمل:۴] کے مصداق احکام تجوید کے مطابق پڑھنا ضروری ہے۔ حضرت علیؓ سے ترتیل کا معنی پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ترتیل حروف کو تجوید کے مطابق پڑھنے اور وقف کی پہچان کا نام ہے۔

یاد رہے کہ قراء عشرہ میں سے للفقراء کو مد طویلہ سے پڑھنے والے امام ورش اور امام حمزہ ہیں۔ وہ مد کو تین الف اور چھ حرکات کی مقدار کے برابر لمبا کر کے پڑھتے ہیں۔ باقی قراء بشمول امام عاصم وحفص، زیادہ لمبا کر کے نہیں پڑھتے۔

سورۃ یونس

⑪ عن عبدالرحمن بن أبزی قال: قال أُبَيٌّ بن كعب:﴿ قُلْ بِفَضْلِ اللهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذٰلِكَ فَلْتَفْرَحُوْا﴾ [یونس:۵۸] قال ابوداؤد: بالتاء

تخریج الحدیث: سنن ابوداؤد [۳۹۸۰]، مستدرک حاکم [۲۴۰/۲، ۲۴۱] حاکم نے اسے صحیح کہا اور ذہبی نے اس کی موافقت کی ہے۔ سیوطی نے اسے در المنثور [۵۵۴/۳] میں بیان کیا ہے اور اسے طیالسی، ابن عمر اور حضرت انس کی طرف منسوب کیا ہے۔

''عبدالرحمٰن بن ابزی سے مروی ہے۔ ابی بن کعب نے فرمایا: ﴿قُلْ بِفَضْلِ اللهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذٰلِكَ فَلْتَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا تَجْمَعُوْنَ﴾ ابوداؤد نے فرمایا: دونوں کلمات تا کے ساتھ مروی ہیں۔''

اس سلسلہ میں ایک اور روایت یوں مروی ہے:

حدثنی عبد الله بن عبد الرحمن بن أبزی عن أبيه عن أُبَيٍّ بن كعب قرأ:﴿ قُلْ بِفَضْلِ اللهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذٰلِكَ فَلْتَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا تَجْمَعُوْنَ﴾ [یونس:۵۸]

تخریج الحدیث: سنن ابوداؤد [۱۹۸/۲]

''حضرت ابی فرماتے ہیں کہ نبی کریم نے ﴿ قُلْ بِفَضْلِ اللهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذٰلِكَ فَلْتَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا تَجْمَعُوْنَ﴾

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دونوں کو بتائے خطاب پڑھا ہے۔

قراءت

یہ متواتر قراءت ہے۔یعقوب نے رویس کی روایت سے اس طرح پڑھا ہے۔اس قراءت کے لیے ان کی دلیل یہی حدیث ہے۔ غائب اور حاضر کے صیغوں سے امر بناتے وقت یہ قاعدہ ہے کہ اس پر لام داخل کیا جائے جو فعل کو جزم دیتا ہے۔جیسا کہ ﴿لِيُنفِقْ ذُو سَعَةٍ﴾ [الطلاق:۷] اسی طرح جب ہم کہتے ہیں: قم واذهب تو یہ اصل میں لتقم اور لتذهب ہے۔اس پر علمائے نحو کا اجماع ہے۔کثرت استعمال کی وجہ سے لام کو حذف کر دیا گیا۔اسی طرح افرحوا ہے جو اصل میں لتفرحوا تھا تو جس نے تاء کے ساتھ پڑھا۔اس نے اس کی اصل کے مطابق پڑھا ہے۔

ابن عامر، ابوجعفر اور رویس عن یعقوب نے تا کے ساتھ ﴿فَلْتَفْرَحُوا﴾ اور ﴿تَجْمَعُونَ﴾ پڑھا ہے، یعنی ''جو تم دنیاوی ساز وسامان اکٹھا کرتے ہو'' باقی قراء نے یا کے ساتھ ﴿فَلْيَفْرَحُوا﴾ اور ﴿يَجْمَعُونَ﴾ پڑھا ہے۔یعنی مومنوں کو اللہ کے فضل (اسلام) اور اس کی رحمت (قرآن) کے ساتھ خوش ہونا چاہئے۔یہ کافروں کے ساز وسامان جمع کرنے سے بہتر ہے۔

دیکھیے: إتحاف فضلاء البشر [۲۵۲] النشر لابن الجزری [۲۸۵/۲]، الاملاء للعکبری [۱۶/۲]، الحجة لأبی زرعہ [۳۳۳]

سورة هود

⑫ عن أم سلمة أَنَّ النَّبِيَّ! كَانَ يَقْرَؤُهَا:﴿إِنَّهُ عَمِلَ غَيْرَ صَٰلِحٍ﴾[هود:۴۶]

تخریج الحدیث: ترمذی [۲۹۳۱]، ابوداؤد [۳۹۸۳]، ابویعلی [۷۰۲۰]، ابونعیم فی الحلیہ [۳۰۱/۸]، الطیالسی [۱۰۳۱]، مسند احمد [۴۵۴/۶، ۴۵۹، ۴۶۰ھ]، ابوداؤد [۳۹۸۲]

''اُم سلمہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ پڑھا کرتے تھے۔﴿إِنَّهُ عَمِلَ غَيْرَ صَٰلِحٍ﴾''

قراءت

علماء قراءات نے اُم سلمہ کی حدیث میں بیان کردہ قراءت کی کیفیت لام اور را کے نصب کے ساتھ بیان کی ہے۔ یہ متواتر قراءت کسائی اور یعقوب کی ہے۔مسند احمد کی روایت کے الفاظ یوں ہیں:قالت ، قلت يا رسول الله كيف اقرأ: ﴿عَمَلٌ غيرُ صالحٍ﴾ أو ﴿عَمِلَ غَيْرَ صَالِحٍ﴾؟ فقال: ﴿عَمِلَ غَيْرَ صَالِحٍ﴾ بالنصب

اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے کہا: یارسول اللہ ﷺ میں کیسے پڑھوں:﴿عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ﴾ یا ﴿عَمِلَ غَيْرَ صالحٍ﴾ آپ نے فرمایا: نصب کے ساتھ: ﴿عَمِلَ غيرَ صالحٍ﴾

اس قراءت میں إنه کی ضمیر نوح علیہ السلام کے بیٹے کی طرف لوٹ رہی ہے، کیونکہ اس سے پہلے اس کا ذکر ہو رہا ہے۔ بعض اہل بصرہ اس قراءت کا انکار کرتے ہیں۔ان کی دلیل یہ ہے کہ عرب (عَمَلٌ غيرُ حسنٍ) نہیں کہتے بلکہ عَمِلَ عَمَلا غَيْرَ حسن کہتے ہیں۔

ڈاکٹر المعصراوی کہتے ہیں کہ اہل بصرہ کی یہ بات درست نہیں ہے، کیونکہ ان کے موقف کے برعکس مثالیں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن مجید میں موجود ہیں۔ ﴿وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا﴾[الفرقان:۷۱] معنی یہ ہے۔ ومن تاب و عمل عملا صالحا، اس طرح فرمایا: ﴿وَاعْمَلُوْا صٰلِحًا﴾ [المومنون:۵۱] یہاں پر (واعملوا عملا صالحا) نہیں کہا۔ ﴿إِلَّا مَنْ تَابَ وءَامَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا﴾[مریم:۶۰] ﴿وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ بھی اسی کی مثالیں ہیں۔ لہٰذا اسی طرح ﴿إِنَّهُ عَمِلَ غير صٰلِحٍ﴾ ہے۔ باقی قراء نے میم کے فتحہ اور لام ورا کے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے۔

دیکھیے: إتحاف فضلاء البشر[۲۵۶]، السبعة لابن مجاہد[۳۳۴]، النشر لابن الجزری[۲۹۲/۲]

اسی آیت کے سلسلہ میں حضرت عائشہ یوں روایت کرتی ہیں:

عن عائشة قالت: قرأها رسول الله ﷺ: ﴿إنه عَمَلٌ غَيْرُ صٰلِحٍ﴾ [هود:۴۶]

تخریج الحدیث: طبرانی بحوالہ مجمع الزوائد[۱۵۸/۷]

سورة الرعد

⑬ عن جابر بن عبد الله قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ لِعَلِيٍّ: يَاعَلِيُّ، النَّاسُ مِنْ شَجَرٍ شَتّٰى، وَأَنَا وَأَنْتَ مِنْ شَجَرَةٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ قَرَأَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ ﴿وَجَنّٰتٌ مِنْ أَعْنٰبٍ وَّزَرْعٍ وَّنَخِيْلٍ صِنْوَانٍ وَغَيْرِ صِنْوَانٍ يُسْقٰى بِمَآءٍ وَّاحِدٍ﴾ [الرعد:۴]

تخریج الحدیث: مستدرک حاکم [۲۴۱/۲] امام حاکم نے اسے صحیح کہا اور ذہبی نے اس کا تعاقب کیا ہے۔ سیوطی فی الدر المنثور[۸۵/۴]

''جابر بن عبداللہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو حضرت علیؓ سے فرماتے ہوئے سنا: اے علیؓ لوگ مختلف درختوں سے ہیں میں اور تم ایک درخت سے ہیں پھر آپؐ نے اس آیت مبارکہ کی تلاوت فرمائی۔ ﴿وَجَنّٰتٌ مِنْ أَعْنٰبٍ وَّزَرْعٍ وَّنَخِيْلٍ صِنْوَانٍ وَغَيْرِ صِنْوَانٍ يُسْقٰى بِمَآءٍ وَّاحِدٍ﴾ اور انگور کے باغ اور کھیت ہیں اور کھجور کے دو شاخ (ایک جڑ) اور الگ الگ جڑ والے سب کو ایک ہی پانی دیا جاتا ہے۔

قراءت

نافع، ابن عامر، شعبہ، حمزہ، کسائی، ابوجعفر اور خلف نے چاروں کلمات (وزرعٍ و نخيلٍ صِنْوان وغيرِ) کو جنّٰتٍ پر عطف ڈالتے ہوئے مجرور پڑھا ہے، جبکہ ابن کثیر، ابوعمرو، یعقوب اور حفص نے ان چاروں کلمات کو قِطَعٌ پر عطف ڈالتے ہوئے مرفوع پڑھا ہے اور یہ دونوں متواتر قراءات ہیں۔

دیکھیے: إتحاف الفضلاء [۲۶۹]، النشر لابن الجزری[۲۹۷/۲]، الحجة لابن خالویہ [۱۹۹، ۲۰۰]، السبعة لابن مجاہد[۳۵۶]

سورة الحجر

⑭ عن أبی موسیٰ عن النبی قال إذا اجتمع أهل النار فی النار ومعهم من أهل القبله ما شاء الله قالوا: ما أغنى عنكم إسلامكم، وقد صرتم معنا فی النار، قالوا: كانت لنا ذنوب

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فأخذنا بها فسمع الله ما قالوا، قال۔فأمر لمن كان فى النار من أهل القبلة، فأخرجوا، فيقول الكفار، يا ليتنا كنا مسلمين، فخرج كما أخرجوا، قال: وقرأ رسول اللهﷺ:﴿الٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ وَقُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ، رُبَّمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ﴾ [الحجر:۱،۲] مثقله

تخریج الحدیث: حاکم فی المستدرک [۲۴۲/۲]،تفسیر طبری[۲۱۰۵۵۵] حاکم نے اسے صحیح کہا اور ذہبی نے اس کی موافقت کی ہے۔ درالمنثور [۱۷۲/۴]

''ابوموسیٰ نبی کریمﷺ سے روایت کرتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: جب جہنمی آگ میں جمع ہوجائیں گے اور ان کے ساتھ اہل القبلہ (مسلمانوں) میں سے جسے اللہ چاہے گا، وہ بھی ساتھ ہوں گے۔ تو وہ کافر کہیں گے، تمہیں تمہارے اسلام نے کیا فائدہ دیا تم بھی ہمارے ساتھ آگ میں ہو، وہ کہیں گے ہم اپنے گناہوں کی وجہ سے یہاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی بات سن لیں گے۔ رسول اللہﷺ نے فرمایا: پھر تمام مسلمانوں کو آگ سے نکالنے کا حکم دیا جائے گا تو کافر پکار اٹھیں گے! کاش ہم بھی مسلمان ہوتے اور ان کی طرح ہمیں بھی آگ میں سے نکال لیا جاتا۔ پھر رسول اللہﷺ نے ان آیات کی تلاوت فرمائی:﴿الٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ وَقُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ، رُبَّمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ﴾ اور ربّما کو مثقل پڑھا۔''

قراءت

یہ متواتر قراءت ابن کثیر، ابوعمرو بن العلاء، ابن عامر، حمزہ، کسائی، یعقوب اور خلف العاشر نے اختیار کی ہے۔ نافع، ابوجعفر مدنی اور عاصم نے تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔

امام کسائی نے فرمایا: یہ دونوں لغات ہیں اور اصل تشدید ہے، کیونکہ اگر آپ اس کی تصغیر بنائیں گے تو کہیں گے (ربیب) اس طرح آپ اس کی اصل کی طرف آجائیں گے۔ اگر کوئی یہ سوال کرے کہ (ربما) میں ما کی کیا حیثیت ہے؟ تو اس کے دو جواب ہیں۔ ایک تو یہ کہ یہ اسم نکرہ کا نائب ہے جو محل جر میں ہے۔ بمعنی شیٔ۔ مصری نے کہا: تقدیر عبارت یوں ہوگی۔ (رب ودّ يود الذين كفروا) دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ کافہ ہے، کیونکہ (إن) اور (رب) اسماء کے ساتھ آتے ہیں۔ اگر آپ انہیں فعل کے ساتھ ملائیں تو پھر انہیں (ما) کے ساتھ ملایا جائے گا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔﴿إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا﴾ [فاطر:۲۸]

دیکھیے: إتحاف الفضلاء[۴۷۴]، السبعة لابن مجاہد[۳۶۶]،النشر لابن الجزری[۳۰۱/۲]،الغیث للصفاقسی[۲۶۷]

سورة الكهف

⑮ عن أبيٍّ بن كعب أن النبىﷺ قرأ: ﴿لِيَغْرَقَ اَهْلُهَا﴾ [الكهف:۷۱] بالياء۔

تخریج الحدیث: ابن مردویہ بحوالہ کنزالعمال [۴۸۷۲]، الدرالمنثور للسیوطی [۴۲۸/۴]

''ابی ابن کعب سے مروی ہے، نبی کریمﷺ نے یوں پڑھا:﴿لِيَغْرَقَ اهلُها﴾ یاء کے ساتھ۔''

قراءت

یہ متواتر قراءت حمزہ، کسائی اور خلف العاشر کی ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ یاء اور رافحہ کے ساتھ اور اَهْلُهَا کو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مرفوع پڑھا جائے گا۔معنی ہوگا کہ کیا تم نے کشتی کو عیب دار کیا تا کہ اس کے مسافر ڈوب جائیں۔

باقی قراء نے تاء کے ساتھ ﴿لِتَغْرَقَ اَهْلَهَا﴾ پڑھا ہے۔ ان کی دلیل قول باری تعالیٰ ہے: ﴿أَخَرَقْتَهَا﴾ انہوں نے دوسرے فعل کو بھی پہلے فعل کی مانند بنایا ہے۔ یہ قول بھی ان کے موقف کو مضبوط کرتا ہے: ﴿لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا إِمْرًا﴾

دیکھیے: السبعة لابن مجاهد [۳۹۵]، الغيث للصفاقسی [۲۸۱]، النشر لابن الجزری [۳۱۳/۲] الحجة لابن خالویہ [۲۷۷]

⑭ عن أبی بن كعب أن النبی قرأ: ﴿لَتَخِذْتَ عليه أجْرًا﴾ [الكهف:۷۷] مدغمه باسقاط الذال

تخریج الحدیث: ابن حبان، حاکم، الماوردی نے اسے بیان کیا ہے۔ بحوالہ کنز العمال [۴۸۶۶]

ڈاکٹر المعصراوی کہتے ہیں: ''یہ حدیث مجھے مطبوع کتابوں میں نہیں ملی۔''

''ابی بن کعب سے مروی ہے کہ نبی کریم نے تلاوت کرتے ہوئے ﴿لتخذت عليه اجرا﴾ یعنی ذال کو گرا کر ادغام کے ساتھ پڑھا۔''

اسی بارے میں ایک دوسری روایت یوں ہے:

عن أبی بن كعب أن النبی ﷺ قرأ: ﴿لو شئت لَتَخِذْتَ عليه اجرا﴾ [الكهف:۷۷] مخففة

تخریج الحدیث: صحیح مسلم [۱۸۵۲/۴]، کتاب الفضائل باب فضائل الخضر [۲۳۸۰/۱۷۳]، ابن حبان [۶۳۲۵]، حاکم نے اس حدیث کو بخاری، مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے اور ذہبی نے اس کی موافقت کی ہے۔

''ابی بن کعب سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے (تخفیف کے ساتھ) ﴿لو شئت لتخذت عليه اجرا﴾ پڑھا۔''

اس بارے میں ایک تیسری حدیث یوں مروی ہے:

عن أبی بن كعب أن النبی قرأ: ﴿لَتَّخَذْتَ عليه اجرا﴾ [الكهف:۷۷]

تخریج الحدیث: صحیح مسلم [۱۸۵۲/۴] کتاب الفضائل باب من فضائل الخضر [۲۳۸۰/۱۷۳]، مسند احمد [۱۰۷۷]، مستدرک حاکم [۲۴۳/۲] حاکم نے اسے بخاری، مسلم کی شرط پر صحیح کہا اور ذہبی نے اس کی موافقت کی ہے۔

''ابی بن کعب سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ﴿لَتَخَذْتَ عليه اجرا﴾ پڑھا۔''

قراءت

پہلی روایت میں وارد شدہ قراءت ابوعمرو بصری اور یعقوب کی ہے، جبکہ دوسری روایت میں مذکور قراءت امام ابن کثیر سے متواترۃ ثابت ہے۔ باقی قراء تیسری روایت میں مذکورہ انداز کے موافق پڑھتے ہیں۔

امام ابن کثیر کی قراءت کی دلیل یہ ہے کہ یہ (تخذ یتخذ تخذا) سے ہے۔ اس میں تا اصل مادے کی ہے۔ جیسا کہ (تبع یتبع) میں ہے۔ تو ابن کثیر نے اس فعل کو کسی اضافے کے بغیر اس کی اصل کے مطابق پڑھا ہے۔ باقی قراء نے تا کے فتحہ کے ساتھ (افتعلت) کے وزن پر ﴿لاتخذت﴾ پڑھا ہے۔ اس صورت کی دو وجوہات ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

① یہ (تخذ ۔ یتخذ) سے ہے اور اس میں پہلی تا اصلی جبکہ دوسری زائدہ ہے۔
② دوسری صورت یہ ہے کہ یہ فعل (أخذ) سے ماخوذ ہے۔اس سے باب افتعال بناتے ہوئے یہ (اتخذ یتخذ) سے ہے۔

دیکھیے: السبعة لابن مجاہد [۳۹۶]، الغیث للصفاقسی [۲۸۱] إتحاف الفضلاء [۲۹۴] الاملاء للعکبری [۹۵۱۲]

سورہ مریم

⑭ عن أبی أمامة أنَّ رسولَ الله قرأ: ﴿تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَنفطرن مِنْهُ﴾ بالیا والنون، ﴿وتخر الجبال﴾ بالتا ﴿أَنْ دَعَوا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا، وَمَا يَنْبَغِي لِلرَّحْمٰنِ أَنْ يَتَّخِذَ وَلَدًا﴾ مفتوحة بعد مفتوحة [مریم:۹۰-۹۲]

تخریج الحدیث: حاکم نے اسے روایت کیا ہے [۲/۲۴۵] حاکم اور ذہبی نے اسے صحیح کہا۔ڈاکٹر عیسیٰ المعصراوی کہتے ہیں کہ انقطاع کی وجہ سے یہ حدیث ضعیف ہے۔مکحول نے ابی امامہ سے سماعت نہیں کی ہے جیسا کہ دارقطنی نے کہا ہے۔[۱/۲۱۸]

''ابوامامہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (یا اور نون کے ساتھ) «تكاد السموٰت ينفطرن منه» (تا کے ساتھ) «وتخر الجبال» اور «أن دعو للرحمن ولدا، وما ينبغي للرحمن أن يتخذ ولدا» (مفتوح) پڑھا ہے۔''

قراءت

حدیث میں بیان کردہ «تکاد» متواتر قراءت ہے۔ابن کثیر، ابوعمرو، ابن عامر، عاصم، حمزہ، ابوجعفر، یعقوب اور خلف العاشر نے اس طرح پڑھا ہے۔السموٰت کی مونث ہونے کی وجہ سے یہ مونث ہے۔نافع اور کسائی نے یاء کے ساتھ (یکاد السموٰت) پڑھا ہے۔کیونکہ یہ جمع قلیل ہے اور عرب مونث کے جمع قلیل ہونے کی صورت میں فعل مذکر لاتے ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَإِذَا انْسَلَخَ الْأَشْهُرُ الْحُرُمُ﴾ [التوبة:۵] یہاں پر فعل مونث (انسلخت) نہیں لائے۔اسی طرح فرمایا: ﴿وقال نسوة﴾ [یوسف:۳۰] یہاں پر (نسوة) کے ساتھ قال کہا ہے قالت نہیں۔

دیکھیے: اتحاف الفضلاء [۳۰۱]، السبعة لابن مجاہد [۴۱۳]، الغیث للصفاقسی [۲۸۶]، النشر لابن الجزری [۲/۳۱۹]

یاء اور نون کے ساتھ (ینفطرن) بھی متواتر قراءت ہے۔ابوعمرو، ابن عامر، حمزہ، ابوبکر، یعقوب اور خلف کی یہ قراءت ہے۔ان کی دلیل ﴿اَلسَّمَاءُ مُنْفَطِرٌ بِهٖ﴾ [المزمل:۱۸] یہ تمام کا اجماع ہے۔یہاں پر منفطرہ نہیں کہا۔

نافع، ابن کثیر، ابوجعفر، کسائی اور حفص نے تاء اور تشدید کے ساتھ (ینفطرن) بمعنی (یتشققن) پڑھا ہے۔جبکہ یہ قول (ینفطرن) مبالغے میں شدت کے لیے ہے۔اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اولاد کی نسبت کی وجہ سے زیادہ غصے کا اظہار کیا ہے۔جیسا کہ آگ کے بارے میں فرمایا: ﴿تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ﴾ [الملك:۸] یہاں پر (تماز) نہیں کہا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیکھئے: النشر لابن الجزری [۳۱۹/۲]، اتحاف الفضلاء [۳۰۱]، السبعة لابن مجاہد [۴۱۳]، الحجة لابن خالویہ [۲۳۹]

سورہ طٰہٰ

⑱ عن عاصم عن زر قال: قرأ رجل على عبد الله ﴿طٰه﴾ [طٰه:۱] مفتوحة فاخذها عليه عبدالله، ﴿طٰه﴾ مكسوره فقال له الرجل إنما يعني: ضع رجلك مفتوحة، فقال عبد الله هكذا قرأها رسول الله، وهكذا أنزلها جبريل

تخریج الحدیث: امام حاکم نے اسے روایت کیا ہے۔ مستدرک حاکم [۲۴۵/۲]، حاکم اور ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے۔ المعصراوی کہتے ہیں کہ مجھے عبید بن عنام بن حفص کے حالات زندگی نہیں مل سکے۔ اس لیے اس کی سند ضعیف ہے۔

''عاصم سے مروی ہے وہ زرّ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے عبداللہ کے سامنے ﴿طٰه﴾ ہاء کے عدم امالہ کے ساتھ پڑھا۔ عبداللہ نے اس کا ردّ کرتے ہوئے ﴿طٰه﴾ کے ہاء میں امالہ کرکے پڑھا، تو اس آدمی نے کہا کہ اس کا معنی ہے اپنا کھلا ہوا پاؤں رکھ دو۔ عبداللہ نے کہا: اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے پڑھا اور اسی طرح جبریل نے اسے نازل کیا ہے۔''

قراءت

یہ متواتر قراءت حمزہ، کسائی اور ابوبکر کی ہے۔ ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔ ابوعمرو نے طا کے فتحہ اور ھا کے کسرہ کے ساتھ ﴿طٰه﴾ پڑھا۔ ابوعمرو سے کہا گیا۔ آپ نے ھا کو کسرہ کیوں دیا؟ تو انہوں نے جواب دیا) تا کے یہ تنبیہ کی ھاء سے ملتبس نہ ہوجائے اور طاء کو مستعلیہ ہونے کی وجہ سے فتح دیا گیا ہے۔

نافع، ابن عامر، ابن کثیر اور حفص نے طاء اور ھاء کے فتحہ کے ساتھ ﴿طٰه﴾ پڑھا ہے۔ یہی اصل ہے البتہ بعض عرب کسرہ بھی دیتے ہیں۔

دیکھئے: اتحاف الفضلاء [۷۰۲] السبعة لابن مجاہد [۴۱۶]، النشر لابن الجزری [۷۱/۲]، الحجة لابی زرعہ [۴۵۰]

سورة المؤمنون

⑲ عن ابن عباس أن رسول الله ﷺ كَانَ يَقْرَأُ: ﴿مُسْتَكْبِرِيْنَ بِهٖ سٰمِراً تُهْجِرُوْنَ﴾ [المؤمنون:٦٧] قال: كان المشركون يتهجرون برسول الله ﷺ

تخریج الحدیث: مستدرک حاکم [۲۴۶/۲]، حاکم نے اسے صحیح اور ذہبی نے ضعیف کہا ہے۔

''عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ تلاوت کرتے ہوئے ﴿مستكبرين به سٰمراً تُهْجِرون﴾ پڑھا کرتے تھے۔ عبداللہ بن عباس نے فرمایا: مشرکین رسول اللہ ﷺ کے بارے میں بے ہودہ بکا کرتے تھے۔''

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قراءت

یہ متواتر قراءت ہے۔ نافع نے (تا کے ضمہ اور جیم کے کسرہ کے ساتھ) (سامرا تهجرون) پڑھا ہے۔ یہ أهجر يهجر سے بمعنی هذی ہے۔ کافر جب رسول اللہ ﷺ کی تلاوت سنتے تو آپ کی شان میں بے ہودہ باتیں کرتے تھے۔ باقی قراء نے تاء کے فتحہ کے ساتھ (تهجرون) پڑھا ہے۔ معنی یہ ہوگا کہ تم نبی کریم ﷺ اور قرآن کو چھوڑ دیتے ہو۔ اس کے مطابق عمل نہیں کرتے۔

دیکھئے: اِتحاف الفضلاء [۳۱۹]، السبعة لابن مجاهد [۴۴۶] الغيث للصفاقسی [۲۹۹]، النشر لابن الجزری [۳۲۹/۲]

سورة الروم

④ عن ابن عمر أنه قرأ على النبی ﷺ: ﴿ خَلَقَكُمْ مِنْ ضَعْفٍ﴾ [الروم:۵۴] فقال: ﴿مِنْ ضُعْفٍ﴾

تخریج الحدیث: سنن ترمذی [۲۹۳۶]، سنن ابوداؤد [۳۹۷۸]، مسند احمد [۵۸/۲]، شرح المشكل از طحاوی [۳۱۳۲]، الضعفاء از عقیلی [۲۳۸/۲]، مستدرک حاکم [۲۴۷/۲]، حاکم نے کہا تفرد به عليه العوفی، ولم يحتج به۔ المعصراوی کہتے ہیں اس کی اسناد ضعیف ہیں۔

''عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ پر تلاوت کرتے ہوئے ﴿خَلَقَكُمْ مِنْ ضَعْفٍ﴾ پڑھا، تو آپ نے فرمایا کہ یوں پڑھو: ﴿مِنْ ضُعف﴾

قراءت

یہ متواتر قراءت ہے۔ عاصم اور حمزہ نے ضاد کے فتحہ کے ساتھ اور باقی قراء نے ضاد کے رفع کے ساتھ پڑھا ہے۔ (القَرْح) اور (القُرْح) کی طرح یہ دونوں لغات ہیں۔

دیکھیے: اتحاف الفضلاء [۳۴۹]، السبعة لابن مجاہد [۵۰۸]، الغيث للصفاقسی [۳۲۱]، النشر لابن الجزری [۳۴۵/۲، ۳۴۶]

سورۂ یسین

⑤ عن أبی هريره أَنَّ النَبِیَّ قَرأَ: ﴿وَلَقَدْ أَضَلَّ مِنْكُمْ جُبُلًا كَثِيرًا﴾ [یٰسین:۶۲] مخففة۔

تخریج الحدیث: مستدرک حاکم [۲۴۸/۲، ۲۴۹] اس کی سند میں اسماعیل بن رافع ضعیف ہے۔

''ابوہریرہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے (تلاوت کرتے ہوئے) ﴿ولقد أضل منكم جُبُلًا كثيرا﴾ پڑھا ہے۔''

قراءت

یہ متواتر قراءت ہے۔ ابن کثیر، حمزہ، کسائی، خلف اور رویس عن یعقوب نے جیم اور باء کے ضمہ کے ساتھ مخفف یعنی ﴿جُبُلًا كثيرا﴾ پڑھا ہے۔ ان کی دلیل یہ آیت ہے جس پر تمام کا اجماع ہے۔ ابوعمرو اور ابن عامر نے (جیم

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ضمہ اور باء کے سکون کے ساتھ) ﴿جُبْلًا﴾ پڑھا ہے۔ دوضموں کے اجتماع کو ثقیل جانتے ہوئے باء کو ساکن کر دیا۔

نافع، ابوجعفر اور عاصم نے جیم اور باء کے کسرہ اور لام مشدد کے ساتھ اور باقی قراء نے دونوں ضموں اور لام مخفف کے ساتھ پڑھا ہے۔ اس لفظ میں یہ تمام لغات ہیں۔

دیکھئے: النشر لابن الجزری [۲/۳۵۵]، الحجة لابن خالویہ، السبعة [۵۴۲]، الاتحاف [۳۶۶]، إبراز المعانی [۶۶۰]، الدر المصون [۴/۵۳۰]

سورہ غافر

㉔ عن أبی مسعود عن النبی قال: مَا اَحْسَنَ مُحْسِنٌ مِنْ مُسْلِمٍ وَلَاكَافِرٍ، إِلَّا أَثَابَهُ اللهُ قَالَ: فَقُلْنَا: يَارَسُوْلَ اللهﷺ، مَا إِثَابَةُ اللهِ الْكَافِرِ؟ قَالَ: إِنْ كَانَ قد وَصَلَ رَحِمًا، أو تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ، أَوْ عَمِلَ حَسَنَةً أَثَابَهُ اللهَ الْمَالَ وَلْوَلَدَ وَالصِّحَةَ وَ أَشْبَاهُ ذَلِكَ، قَالَ فَقُلْنَا: مَا إِثَابَتُهُ فِیْ الْآخِرَةِ؟ فَقَالَ: عَذَابًا دُوْنَ الْعَذَابِ، قَالَ: وَقَرَأَ رَسُوْلُ اللهﷺ: ﴿اَدْخِلُوْا اٰلَ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذَابِ﴾ [غافر:۴۶] هكذا قرا رسول اللهﷺ مقطوعة الألف

تخریج الحدیث: مستدرک حاکم [۲/۴۵۳]، امام حاکم نے اسے صحیح اور ذہبی نے ضعیف کہا ہے۔ امام سیوطی نے در المنثور [۵/۶۰۰] میں بیان کیا اور اس کی نسبت بزار، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ کی طرف کی ہے۔

''عبداللہ بن مسعود، رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: مسلمان یا کافر جو کوئی بھی اچھا کام کرے گا، اللہ تعالیٰ اسے اس کا بدلہ دے گا۔ ابن مسعود نے فرمایا: ہم نے پوچھا: اے اللہ کے رسول ﷺ، اللہ کافر کو کیسے بدلہ دیں گے؟ آپ نے فرمایا: اگر کافر صلہ رحمی کرے، صدقہ کرے، یا کوئی اچھا عمل کرے تو اللہ تعالیٰ اسے بدلے میں مال، اولاد، صحت اور اس طرح کی چیزیں عطا فرمائیں گے۔ ہم نے کہا: اس کا آخرت میں بدلہ کیا ہوگا؟ فرمایا: عذابا دون العذاب (چھوٹا عذاب)۔ پھر آپؐ نے یوں تلاوت فرمائی۔ (ہمزہ قطعی کے ساتھ) ﴿أدخلوا ء ال فرعون أشد العذاب﴾''

قراءت

یہ متواتر قراءت ہے۔ نافع، حمزہ، کسائی اور حفص نے ہمزہ قطعی اور خاء مکسورہ کے ساتھ ﴿الساعَة اَدخِلوا ال فرعون﴾ پڑھا ہے، معنی ہوگا: فرشتوں کو حکم دیا جا رہا ہے کہ وہ انہیں سخت عذاب میں داخل کر دیں۔

باقی قراء نے ﴿الساعةُ ادْخُلُوْا﴾ پڑھا ہے، معنی ہوگا: قیامت کے دن ہم ان سے کہیں گے کہ سخت عذاب میں داخل ہو جاؤ۔ ان کی دلیل یہ ارشاد باری تعالیٰ بھی ہے: ﴿ اُدْخُلُوْا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ﴾ ﴿ اُدْخُلُوْا فِیْ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ﴾

دیکھئے: اتّحاف الفضلاء [۳۷۹] السبعة لابن مجاہد [۵۷۲]، الغیث للصفاقسی [۳۴۱] النشر لابن الجزری [۲/۳۶۵]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سورة الزخرف

㊸ عن علی قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ یَقْرَأُ: ﴿ إِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ یَصِدُّونَ﴾ [الزخرف:۵۷] بالکسر

تخریج الحدیث: ابن مردویہ بحوالہ کنز العمال[۴۸۴۹]، الدر المنثور[۷۲۹/۵]

''حضرت علیؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو تلاوت کرتے ہوئے سنا: ﴿اذا قومك منه یَصِدّون﴾ کسرہ کے ساتھ۔''

قراءت

قراء میں سے ابن کثیر، ابوعمرو، عاصم، حمزہ اور یعقوب نے صاد کے کسرہ کے ساتھ ﴿ یَصِدُّوْنَ﴾ جبکہ نافع، ابن عامر، کسائی، ابوجعفر اور خلف العاشر نے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے۔امام کسائی کہتے ہیں (یشد اور یشد) کی طرح یہ بھی دونوں لغات ہیں۔جن کے معنی ہیں کوئی فرق نہیں۔

دیکھئے: إتحاف الفضلاء[۳۸۶]، الحجة لابن خالویہ [۳۲۲]، السبعة لابن مجاہد[۵۸۷]،النشر لابن الجزری[۳۶۹/۲]

سورة الطور

㊹ عن محمد بن جبیر بن مطعم عن أبیه قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِیَّ یَقْرَأُ فِیْ الْمَغْرِبِ بِالطُّوْرِ، فَلَمَّا بَلَغَ هٰذِهِ الآیَةَ: ﴿ أَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَیْرِ شَیْءٍ أَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَ۝ أَمْ خَلَقُوْا السَّمٰوٰتِ وَالاَرْضَ بَلْ لَّا یُوقِنُوْنَ۝ أَمْ عِنْدَهُمْ خَزَائِنُ رَبِّكَ أَمْ هُمُ الْمُصَیْطِرُوْنَ﴾ (الطور:۳۵-۳۷]

تخریج الحدیث: صحیح بخاری [۵۸۳/۹]، کتاب التفسیر [۴۸۵۴]، صحیح مسلم [۳۳۸/۱]، کتاب الصلاة باب، القراء ة فی الصبح [۴۶۳/۱۷۳]

''محمد بن جبیر بن مطعم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ میں نے نبی کریم ﷺ کو مغرب میں سورہ طور کی تلاوت کرتے ہوئے سنا۔ جب آپ اس آیت پر پہنچے ۔ ﴿ أَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَیْرِ شَیْءٍ أَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَ۝ أَمْ خَلَقُوْا السَّمٰوٰتِ وَالاَرْضَ بَلْ لَّا یُوقِنُوْنَ۝ أَمْ عِنْدَهُمْ خَزَائِنُ رَبِّكَ أَمْ هُمُ الْمُصَیْطِرُوْنَ﴾ جبیرؓ نے فرمایا: قریب تھا کہ میرا دل اُڑ جاتا۔''

قراءت

یہ متواتر قراءت ہے۔ابن کثیر اور حفص نے سین کے ساتھ (أم هم المسیطرون) امام حمزہ نے اشمام کے ساتھ اور باقی قراء نے صاد کے ساتھ پڑھا ہے۔

دیکھئے: اتحاف الفضلاء [۴۰۱]، الغیث للصفاقسی [۳۵۹] النشر لابن الجزری[۳۷۸/۲]، الحجة لابن خالویہ[۳۳۵]

سورة الواقعة

㊺ وعن ابن عمر أَنَّ النَّبِیَّ قَرَأَ: ﴿ فَشَارِبُوْنَ شُرْبَ الْهِیْمِ﴾ [الواقعة:۵۵]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تخریج الحدیث: مستدرک حاکم [۲۵۰/۲]، الطبرانی فی الاوسط [۹۳۷۱]، الفوائد [۲۱۶/۱]، حاکم نے صحیح اور ذہبی نے اسے ضعیف کہا ہے۔

''عبداللہ بن عمر روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے (تلاوت کرتے ہوئے) ﴿فشاربون شَرْبَ الهيم﴾ پڑھا۔''

قراءات

یہ متواتر قراءت ہے۔ نافع، عاصم اور حمزہ نے شین کے ضمہ کے ساتھ ﴿فَشَارِبُوْنَ شُرْبَ الْهِيْمِ﴾ اور باقی قراء نے شین کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ یہ دونوں لغات ہیں۔ عرب کہتے ہیں: أريد شَرْبَ الماء و شُرْبَ الماء.

دیکھئے: اتحاف الفضلاء [۴۰۸]، البحر المحیط [۲۱۰/۸]، السبعة لابن مجاہد [۶۲۳]، الحجہ لابی زرعہ [۶۹۶]

㉙ عن عبد الله بن شقيق عن عائشة اَنَّ النَبِيَّ كَانَ يَقْرَأُ: ﴿فَرُوْحٌ و ريحان﴾ [الواقعة:۸۹]

تخریج الحدیث: ترمذی [۲۹۳۸] سنن ابوداؤد [۳۹۹۱] التاریخ الکبیر [۲۲۳/۸]، مسند احمد [۲۱۳/۶، ۲۶۴]، تفسیر نسائی [۵۸۶]، ابویعلیٰ فی المسند [۴۶۴۴، ۴۵۱۵]، الطبرانی فی الصغیر [۶۱۷]، مستدرک حاکم [۲۵۰/۲، ۲۳۶]، ابونعیم فی الحلیہ [۳۰۲/۸] [۶۳/۳] حاکم اور ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے۔

''عبداللہ بن شقیق حضرت عائشہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ تلاوت کرتے ہوئے یوں پڑھا کرتے تھے: ﴿فَرُوح و ريحان﴾''

اسی آیت اور کلمہ کے بارے میں بعض دیگر روایات میں یوں آتا ہے:

عن ابن عمر اَنَّ النَبِيَّ قَرَأَ ﴿فَرَوح وريحان﴾ [الواقعة:۸۹]

تخریج الحدیث: معجم الصغیر [۲۱۹/۱]، ہیثمی نے المجمع [۱۵۹/۷] میں بیان کیا ہے اور اس کی نسبت طبرانی فی الصغیر والاوسط کی طرف کی ہے اور کہا: اس کے راوی ثقہ ہیں۔ المعصراوی کہتے ہیں۔ اس کی سند میں داؤد بن سلیمان مجہول ہے۔

''عبداللہ بن عمر روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ﴿فَرَوح وريحان﴾ پڑھا ہے۔''

قراءت

﴿فَرُوح﴾ راء کے ضمہ کے ساتھ، یعقوب عن رویس کی قراءت ہے۔ اس کا معنی رحمت اور حیاۃ کیا گیا ہے۔ عبداللہ بن عباس، عائشہ، حسن، قتادہ، نصر بن عاصم اور جحدری کی بھی یہی قراءت ہے۔ باقی قراء نے راء کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ اس کا معنی ہوگا اسی کے لیے روح ہے اور وہ راحت ہے۔ یہ مجاہد کا قول ہے۔

دیکھیے: المحرر الوجیز [۲۵۴/۵]، البحر المحیط [۲۱۵/۸]، الدر المصون [۲۷۰/۶]، إتحاف الفضلاء [۸۱۷/۲]

سورة التكوير

㉚ عن عائشة عن النبی أَنَّهُ كَانَ يَقْرَأُ ﴿وماهو على الغيب بظنين﴾ [التكوير:۲۴] بالظاء

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تخریج الحدیث: مستدرک حاکم [۲۵۲/۲]، حاکم نے اسے صحیح اور ذہبی نے ضعیف کہا ہے۔ امام سیوطی نے درالمنثور [۵۳۱/۶] میں دارقطنی کے حوالہ سے بیان کیا ہے۔

''حضرت عائشہؓ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتی ہیں کہ آپ تلاوت فرماتے ہوئے پڑھا کرتے تھے۔ ﴿وما هو على الغيب بظنين﴾ ظا کے ساتھ۔''

قراءت

یہ متواتر قراءت ہے۔ ابن کثیر، ابوعمرو، کسائی اور رویس عن یعقوب نے اس طرح پڑھا ہے، معنی ہوگا۔ محمد ﷺ نے وحی کے بارے میں تہمت نہیں لگائی۔ باقی قراء نے (بضنين) ضاد کے ساتھ پڑھا ہے۔ اس صورت میں معنی ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو کچھ قرآن اور علم سکھایا ہے۔ آپ اس میں بخیل نہیں ہیں۔

دیکھئے: إتحاف الفضلاء [۴۳۴]، البحر المحيط [۴۳۵/۸]، السبعة لابن مجاہد [۶۷۳]، معاني القراء [۲۴۲/۳]

سورة الإنفطار

۲۸ عن أبي هريرة قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ يَقْرَأُ ﴿فسوّاك فعدّلك﴾ [الانفطار:۷] مثقل

تخریج الحدیث: مستدرک حاکم [۲۵۲/۲]، امام حاکم اور ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے۔

''ابوہریرہ روایت کرتے ہیں، فرمایا: رسول اللہ ﷺ (تلاوت کرتے ہوئے) پڑھا کرتے تھے۔ ﴿فسوّاك فعدّلك﴾ تشدید کے ساتھ۔''

قراءت

یہ متواتر قراءت نافع، ابن کثیر، ابوعمرو، ابن عامر، ابوجعفر اور یعقوب کی ہے، معنی ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اِعتدال کے ساتھ پیدا کیا ہے کوئی بھی ایسی اِضافی چیز نہیں بنائی جس سے فساد لازم آتا۔ انہوں نے اس آیت کو دلیل بنایا ہے ﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ﴾ ایک قوم نے اس کا معنی کیا ہے۔ اللہ نے تمہیں خوبصورت اور حسین وجمیل بنایا ہے۔

عاصم، حمزہ، کسائی اور خلف العاشر نے (تخفیف کے ساتھ) (فعدلك) پڑھا ہے۔ قراء نے کہا: انسان کا چہرہ مراد ہے۔ جس صورت میں اللہ نے چاہا بنا دیا۔ خوبصورت، بدصورت، بڑا یا چھوٹا۔

دیکھئے: اتحاف الفضلاء [۴۳۴]، الاعراب للنماس [۶۴۴/۳]، البحر المحيط [۴۳۷/۸]، السبعة لابن مجاہد [۶۷۴]

سورة الفجر

۲۹ عن أبي سلمة بن عبد الرحمن، عن أبيه، أن النبي كان يقرأ: ﴿كَلَّا بَل لا يكرمون الْيَتِيْمَ، وَلَا يَحُضُّون عَلَى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ، وَيَأْكُلُوْنَ التُّرَاثَ أَكْلًا لَّمًا، وَيُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا﴾

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

[الفجر:۱۷-۲۰] كلها بالياء

تخریج الحدیث: مستدرک حاکم [۲۵۵/۲]، امام حاکم اور ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے۔

''ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ تلاوت کرتے ہوئے فرمایا کرتے تھے۔ ﴿كلا بل لا يكرمون اليتيم، ولا يَحُضُّون على طعام المسكين، ويأكلون التراث اكلا لمّا، ويحبون المال حبا جما﴾ تمام مقامات پر یاء کے ساتھ''

قراءت

یہ تمام متواتر قراءات ہیں۔ ابوعمرو، یعقوب اور خلف عن روح نے یاء کے ساتھ (كلا بل لا يكرمون..... ولا يحاضون ..... و يأكلون ..... ويحبون) پڑھا ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ یہ آیات لوگوں کے بارے میں خبر دینے کے بعد آئیں ہیں۔ کلام کی ترتیب کو مسلسل رکھنے کے لیے ان کے بارے میں خبر دی ہے۔ باقی قراء نے تائے مخاطبہ کے ساتھ پڑھا ہے اور دلیل دی ہے کہ ڈانٹنے کے لیے خطاب کا صیغہ غائب کے صیغے سے زیادہ بلیغ ہے۔

عاصم، حمزہ اور کسائی نے (الف کے ساتھ) (ولا تحاضون) پڑھا ہے، یعنی وہ ایک دوسرے کو اس کی ترغیب نہیں دیتے تھے۔ انہوں نے اس آیت کو دلیل بنایا ہے۔ ﴿وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ﴾ اس کی اصل (تتحاضون) تھی۔ ایک تاء کو حذف کر دیا گیا۔ باقی قراء نے (تحضون) پڑھا ہے یعنی تم مسکینوں کو کھانا کھلانے کا حکم نہیں دیتے تھے۔

دیکھئے: السبعة لابن مجاہد [۶۸۵]، اتحاف الفضلاء [۴۳۸]، البحر المحيط [۴۷۱/۸]، النشر لابن الجزری [۴۰۰/۲]

سورة الهمزة

㉚ عن جابر قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقْرَأُ: ﴿أيحسَب ان ماله أخلده﴾ وفي رواية: أن النبي ﷺ قرأ: ﴿يحسِب ان ماله أخلده﴾ بكسر السين

تخریج الحدیث: سنن ابوداؤد [۳۹۹۵]، مستدرک حاکم [۲۵۶/۲]، اس کی سند ضعیف ہے۔ امام سیوطی نے درالمنثور [۶۷۰/۶] میں ابن حبان اور ابن مردویہ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

''حضرت جابر روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو تلاوت کرتے ہوئے دیکھا: ﴿يحسَب أن ماله أخلده﴾ (فتح السین) ایک اور روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے تلاوت فرمائی: ﴿يحسِب أن ماله أخلده﴾ (سین کے کسرہ کے ساتھ)''

قراءت

یہ قراءت شاذہ ہے۔ البتہ سین کے فتحہ والی قراءۃ متواترہ ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حجیتِ قراءات

حافظ عبدالرحمٰن مدنی ☆

قرآنِ کریم کے متنوع لہجات اوران کی حجیت

زیرِنظر مضمون معروف عالم دین اور ادارہ کلّیۃ القرآن الکریم، جامعہ لاہور الاسلامیہ کے بانی وسرپرست اعلیٰ حافظ عبدالرحمٰن مدنی ﷾ کے اُن ارشادات پر مشتمل ہے، جوانہوں نے کلّیۃ القرآن الکریم کے زیراہتمام منعقد ہونے والی عالمی محفل قراءت ۲۰۰۷ء میں تفصیلی خطاب کی صورت میں پیش فرمائے۔اس خطاب کی خصوصیت یہ تھی کہ حافظ صاحب ﷾ نے نامور صحافیوں اورجلیل القدر علماے حدیث وقراءات کی موجودگی میں علم قراءات کو عوامی انداز میں مثالوں کے ساتھ پیش فرمایا تاکہ ثبوت قراءات کو عقلی وعرفی ذہن سے سمجھایا جاسکے۔[ادارہ]

﴿وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا﴾ [بنی إسرائیل:۱۰۶]

اگر چہ میں آج آپ کے سامنے اِسلامی دنیا کے اندر قرآن مجید پڑھنے کے مختلف اُسلوب اورلب ولہجے کے بارے میں گفتگو کرنا چاہتا ہوں،لیکن چند ایک باتیں جو صحیح بخاری کے متعلق ہیں،میں ان کا ذکر بھی مناسب سمجھتا ہوں۔اللہ تعالیٰ نے مجھے اسلامی دنیا اورعالم عرب کے تقریباً ہر خطے میں پہنچنے کا موقع دیا ہے۔وہاں جاکر میں نے بغوراہل علم کے رجحانات اوران کے اَسالیب کا جائزہ لیا۔

چند سال پہلے مجھے مراکش کے بادشاہ حسن ثانی نے اپنے ہاں لیکچر کے لئے دعوت دی،اسکے علاوہ بھی ان کی خصوصی مجلسوں میں شرکت کا موقع ملا،تو دنیا کے اندر میں نے پہلی دفعہ یہ اہتمام دیکھا کہ جس طرح ہمارے ہاں ستائیسویں رمضان کوقرآن مجید ختم کیاجاتا ہے اورمٹھائی تقسیم ہوتی ہے اسی طرح شاہی محل اور اس کی متابعت میں پورے مراکش میں تقریب ختم بخاری کا بھی اہتمام ہوتا ہے۔ ۲۷ رمضان المبارک کوقرآن مجید کے ختم کے بعد صحیح بخاری شریف کے ختم کی تقریب ہوتی ہے اوراس تقریب کے بعد کافی دیرتمام حاضرین صحیح بخاری شریف کی آخری حدیث میں موجودکلموں سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم کاوردکرتے ہیں۔ میں نے جب یہ فضا دیکھی تو بڑا حیران ہوا کہ صحیح بخاری شریف کوبھی بڑے اہتمام کے ساتھ ۲۷ رمضان کوختم کیا جاتا ہے۔علاوہ ازیں میں نے مجمع ملک فہد کی طرح حدیث کا بڑا ادارہ مراکش میں پایا،اس کا نام دار الحدیث الحسنیۃ ہے۔ اس میں حدیث اورسنت کے موضوعات پرخصوصی لیکچرز کا اہتمام ہوتا ہے اورانہیں موضوعات پرتحقیقات کروائی جاتی ہے۔

امام عاصم ؒ، جوکہ کوفہ سے تعلق رکھتے تھے، کے دوشاگرد امام حفص ؒ اورامام شعبہ ؒ ہیں۔ہماری مشرقی اسلامی دنیا میں امام عاصم ؒ کی قراءت ،جوان کے شاگرد امام حفص ؒ کی روایت سے چلتی ہے، پڑھی جاتی ہے۔ ہمارے ہاں جوقرآن مجید مطبوع ہیں وہ بھی اسی روایت میں ہیں۔ امام عاصم ؒ کے بالمقابل ایک دوسرے امام سیدنا نافع ؒ ہیں،ان کے دوشاگرد امام ورش ؒ اورامام قالون ؒ ہیں۔ اس وقت اسلامی دنیا میں،خصوصاً

☆ رئیس جامعہ لاہور الاسلامیہ ورئیس مجلس التحقیق الاسلامی، لاہور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مراکش اور افریقہ کے وسطی علاقوں میں امام نافع رحمہ اللہ کے شاگرد امام ورش رحمہ اللہ کی روایت اس طرح معروف ہے جس طرح ہمارے ہاں امام حفص رحمہ اللہ کی روایت معروف ہے، بلکہ عام لوگ اس روایت کے علاوہ کسی روایت کو جانتے ہی نہیں، جبکہ امام نافع رحمہ اللہ ہی کے شاگرد امام قالون رحمہ اللہ کی روایت لیبیا اور تیونس میں پڑھی جاتی ہے۔

بعض لوگ جن کو قرآن مجید کی قراءتوں سے اختلاف ہے، وہ عام طور پر یہ اسلوب اختیار کرتے ہیں کہ قرآن مجید قولی تواتر سے ثابت ہے اور قولی تواتر سے ان کی مراد ہوتی ہے کہ یہ سینہ بہ سینہ اور نسلا بعد نسل چلا آ رہا ہے۔ جس طرح قرآن مجید ہمارے علاقوں میں امام عاصم رحمہ اللہ کی قراءت اور امام حفص رحمہ اللہ کی روایت سے سینہ بہ سینہ ہم تک پہنچا، اسی طرح مراکش، لیبیا اور تیونس وغیرہ میں قرآن مجید سینہ بہ سینہ اور نسلا بعد نسل دیگر قراءات سے پہنچا ہے۔ یہاں قالون عن نافع اور ورش عن نافع کی روایات رائج ہیں۔ اسی طرح سوڈان وصومالیہ وغیرہ کی عام مساجد میں امام ابوعمرو بصری رحمہ اللہ اور ان کے شاگرد امام دوری رحمہ اللہ کی قراءت پڑھی جاتی ہے۔ یہاں قرآن کے مصحف بھی دوری عن ابوعمرو بصری کے نام سے طبع ہوتے ہیں۔ آئمہ حضرات نمازوں میں قراءت بھی دوری عن ابوعمرو بصری کی کرتے ہیں۔ مجھے اللہ تعالی نے توفیق بخشی کہ میں نے مذکورہ سارے علاقوں کا سفر کیا اور تلاوت کے یہ تمام اسالیب خود مشاہدہ کیے ہیں۔ اس سارے ماحول کو دیکھ کر قراءات کے حوالے سے ذہن میں موجود تشویش اور وسوسوں کا ازخود علاج ہو جاتا ہے۔

یہ مختلف لب و لہجے دیکھ کر بعض لوگ اشکال کا شکار ہو جاتے ہیں کہ کیا قرآن مجید میں بھی اختلاف ہے، حالانکہ یہ قرآن مجید کا اختلاف نہیں۔ آسان انداز میں بات یوں سمجھئے کہ دنیا کی ہر زبان کے اندر لب ولہجہ کا اختلاف ہے۔ مثال کے طور پر آپ اردو زبان کو ہی لے لیں، اس میں ایک لفظ ہے ناپ تول، بعض لوگ اسے ناپ تول کہتے ہیں جبکہ بعض لوگ ماپ تول۔ اس کے علاوہ ایک لفظ سسر ہے، بعض لوگ اسے سسر اور بعض اسے خسر کہتے ہیں۔ انگریزی زبان کا ایک لفظ ہے شیڈول، بعض انگلش بولنے والے اسے شیڈول اور بعض سیکیجوئل کہتے ہیں۔ کوئی شخص یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ ایک غلط ہے اور دوسرا صحیح۔ نزول قرآن مجید کے متعلق صحیح احادیث میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام سے کہا کہ میری اُمت قرآن مجید کو ایک انداز سے نہیں پڑھ سکتی۔ [صحیح مسلم: ۸۲۱] ایک دوسری روایت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اُمت میں بوڑھے بھی ہیں، لڑکے اور لڑکیاں بھی ہیں، عمروں کا تفاوت اور زبانوں کا فرق ہے۔ اگر ایک لب ولہجہ لازم کر دیا گیا تو امت مشکل میں پڑ جائے گی، کیونکہ عرب کے مشہور قبائل، جن کی لغتیں یا لہجے چلتے تھے وہ سات ہیں: قریش کے علاوہ مشہور قبیلہ تمیم، ہذیل، غز، ربیعہ، ہوازن اور ثقیف وغیرہ۔ [سنن ترمذی: ۲۹۴۴]

اصل میں جس طرح مختلف زبانوں اور لہجوں کا فرق ہوتا ہے، اسی طرح عربی زبان میں بھی لب ولہجے کا فرق موجود ہے۔ اس حوالے سے اردو زبان کی مثالیں مذکورہ سطور میں گزر چکی ہیں۔ صحابہ کرام کے مکالمے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کے بعد ثابت ہوا کہ دنیا بھر کے اسلامی ممالک میں پڑھے جانے والے تمام لب ولہجے اور اُسلوب ایک ہی انداز میں سینہ بہ سینہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتر ثابت ہیں۔ تمام قراء حضرات قرآن مجید کی ہی تلاوت کرتے ہیں، نا کہ غیر قرآن کی۔ جو قراءت سوڈان میں پڑھی جاتی ہے اس میں لفظ 'الناس' کو 'الناس' کی بجائے 'نیس' پڑھا جاتا ہے۔ یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے بچوں کو پڑھاتے وقت 'با، تا، ثا' کو 'بے، تے، ثے' بول دیتے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔یہ صرف لب ولہجے کا فرق ہے، ورنہ اصل میں وہی 'بے،با' ہے وہی 'تے ،تا' ہے اور وہی 'ثے ،ثا' ہے۔یہ تلاوتِ قرآن کے دومختلف انداز ہیں،جنہیں فتح واِمالہ کہتے ہیں۔اِمالہ دوطرح کا ہوتا ہے: امالہ کبری، امالہ صغری۔'با' کو'بے' پڑھنا امالہ کبری ہے۔

پاکستانی اورسعودی علماء جانتے ہیں کہ یہ تمام اسلوب،لب ولہجے اورانداز نبی اکرم ﷺ سے تواتر سے منقول ہیں، لیکن عوام اپنے ہاں مروّج لہجوں کے علاوہ دوسرے اَسالیب سے واقف نہیں ہوتے۔مراکش اورلیبیا سمیت دنیا کے کئی اسلامی ممالک ایسے ہیں، جہاں پر روایت حفص نہیں پڑھی جاتی۔امام عاصم رحمہ اللہ کے شاگرد امام حفص رحمہ اللہ کی قراءت ان ممالک میں نہیں پڑھی جاتی، حالانکہ وہاں بھی قرآن مجید قولی تواتر سے پہنچا ہے اورقولی تواتر کا انداز بھی وہی ہے جوکہ ہمارے ہاں امام عاصم رحمہ اللہ کے شاگرد امام حفص رحمہ اللہ کی قراءت کا ہے۔سوال یہ ہے کہ کیا لوگوں کا قرآن مجید بھی مختلف ہے؟ جواب یہ ہے کہ ایسا نہیں ہے۔یہ بالکل ایسے ہے جیسے لکھنو کا اردو بولنے والا دہلی کی اردو کیسے بولے؟ اور سرائیکی بولنے والا امرتسر کی پنجابی کیسے بولے؟

یہ مشکل اس وقت پیدا ہوتی ہے، جب کوئی چیز ہماری اپنی زبان میں اتری ہو اور ہمیں اپنی زبان کے علاوہ دوسرے لب ولہجے میں پڑھنا پڑ جائے۔یہی مشکل نبی اکرم ﷺ نے حضرت جبریل علیہ السلام کے سامنے پیش کی۔بعض اَحادیث میں اس بات کا ذکر ہے کہ بار بار اس بات کا مشورہ دینے والے حضرت میکائیل علیہ السلام تھے۔نبی اکرم ﷺ بار بار اس بات کا اصرار کرتے رہے کہ میری اُمت میں بوڑھے، بچے اور بچیاں بھی ہیں،مختلف بولیاں بولنے والے بھی ہیں،لب ولہجے مختلف ہیں اور انداز جداجدا ہیں، اس لئے مختلف قراءتوں میں پڑھنے کی اجازت دی جائے۔اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ آسانی بار بار ہوتی رہی یہاں تک کہ یہ آسانی سات تک پہنچی گئی۔اس کے بعد نبی مکرم ﷺ نے حضرت میکائیل علیہ السلام کی طرف دیکھا تو وہ خاموش ہوگئے،لہٰذا جب میکائیل علیہ السلام خاموش ہوگئے تو نبی اکرم ﷺ بھی خاموش ہوگئے۔

لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا جوچاہے، جیسے چاہے قرآن مجید کو اپنے لب ولہجہ میں اوراپنی بولی میں پڑھتا پھرے؟ قرآن مجید کے ہرلفظ میں،مختلف قبائل کے لب ولہجے اور الفاظ کے اختلاف کا لحاظ کرتے ہوئے تبدیلی نہیں ہوسکتی، کیونکہ یہ تبدیلیاں آپ ﷺ نے خود متعین فرمادیں ہیں۔جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کو جمع کیا تو تمام کے تمام الفاظ وانداز پر مشتمل قرآن مجید سات علاقوں کی جانب روانہ کردیے۔ان سات علاقوں میں جوقرآن مجید بھیجے گئے تھے،ان تمام نسخوں میں تمام کے تمام لب ولہجے متعین کردیئے گئے تھے۔ان مصاحف میں لہجوں اورالفاظ کا فرق موجود تھا۔اس طرح دنیا میں اب قراءتِ قرآن میں مختلف لہجوں اور الفاظ کا فرق پایا جاتا ہے، جونسلا بعد نسل قولی تواتر کے ذریعے سے ان علاقوں تک پہنچا ہوا ہے۔قرآن مجید کے ان مختلف لہجوں اورلغتوں کو قاریوں کی اصطلاح میں ''قراءات'' کہا جاتا ہے،لیکن اس وقت دنیا میں جوقراءتیں پڑھی جارہی ہیں یہ عین وہی سات لہجے یا لغتیں نہیں ہیں جوآسمانوں سے اتریں۔نبی اکرم ﷺ نے جوسات قسم کے مختلف تنوعات متعین کردیئے تھے اور جوتواتر سے ثابت بھی ہیں،کو بعد ازاں قراء حضرات نے آپس میں خلط ملط کردیا؟ وہ اس لئے کہ نبی اکرم ﷺ کے زمانہ میں حضرت ہشام رضی اللہ عنہ نے ایک ہی نماز میں قراءت کرتے ہوئے جب مختلف لغتوں اور لہجوں کو، جن کو حدیث میں 'حروف کثیرۃ'

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہا گیا ہے، جمع کر دیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اتنا غصہ آیا کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میرا دل چاہتا تھا کہ میں نماز توڑ کر حالتِ نماز میں ہی ان کے گلے میں کپڑا ڈال لوں۔ جب نماز ختم ہوئی تو انہوں نے ہشام رضی اللہ عنہ کو پوچھا کہ آپ نے قرآن مجید کس طرح پڑھا ہے؟ گویا کہ ہشام رضی اللہ عنہ نے کئی حروف، کئی لہجے اکٹھے کر دیئے تھے، تو انہوں نے جواب دیا کہ مجھے نبی اکرم ﷺ نے اسی طرح پڑھایا ہے۔ تب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بڑی عجیب بات ہے کہ مجھے نبی اکرم ﷺ نے یوں نہیں پڑھایا، چنانچہ دونوں حضرات نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنا اپنا موقف بیان کیا۔ آپ ﷺ نے دونوں کو سننے کے بعد کہا کہ تم نے بھی ٹھیک پڑھا ہے اور تم نے بھی ٹھیک پڑھا ہے، لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طبیعت میں ذرا جوش تھا، اس لئے ان کو تسلی نہ ہوئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے جب دیکھا کہ میری تسلی نہیں ہو رہی تو انہوں نے میرے سینے پر ہاتھ مارا تو میری تسلی ہوگئی اور سمجھ آ گئی۔

الغرض یہ جو سات حروف ہیں بعد میں پڑھنے والوں نے انہیں محفوظ تو رکھا ہے، لیکن یہ حروف آپس میں خلط ملط کر دیے ہیں، کیونکہ مقصود یہ نہیں تھا کہ کسی ایک حرف میں الگ تلاوت کی جائے بلکہ آپ ﷺ نے ہشام رضی اللہ عنہ کو ایک ہی رکعت میں مختلف لب ولہجوں میں تلاوتِ قرآن کرنے کی اجازت دے دی تھی۔ اسی بناء پر اگر یہ حروف کسی ایک تلاوت میں اکٹھے ہو جائیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ اس کی مثال یہ ہے کہ سورہ بقرہ میں ایک لفظ یبصط آتا ہے، جو کہ سین کے ساتھ بھی ہے اور صاد کے ساتھ بھی، اسی طرح 'لست علیھم بمصیطر' سین کے ساتھ بھی ہے اور صاد کے ساتھ بھی، آپ نے دیکھا ہوگا کہ یہ لفظ جہاں پر صاد کے ساتھ لکھا ہوا ہے اس کے ساتھ چھوٹا سین بھی موجود ہے، سوال یہ ہے کہ ایسا کیوں ہوا ؟اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کے جو نسخے تیار کروائے تھے ان میں یہ گنجائش رکھی تھی کہ ان کو اگر دوسرے لب ولہجہ والا پڑھنا چاہے تو پڑھ سکے۔ انہوں نے رسم الخط میں صاد کے ساتھ سین بھی لکھ دیا تا کہ جو سین پڑھنا چاہے وہ سین بھی پڑھ سکے۔ یہ محض آسانی پیدا کرنے کے لئے کیا گیا، اگر کوئی عام آدمی قرآن مجید پڑھ رہا ہو تو وہ عام طور پر صاد اور سین کا فرق نہیں کر سکتا۔ اگر صاد کی جگہ سین پڑھ دے تو غلط نہیں ہوگا بلکہ ہمارے لئے اللہ تعالیٰ نے آسانی پیدا فرما دی ہے۔ لیکن یاد رہے کہ اس کو وہاں پڑھا جا سکتا ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے گنجائش دی ہے، ہر جگہ اجازت نہیں ہے۔

اس لئے ہمیں قرآن کے تلفظ کی اداء و انداز میں زیادہ سے زیادہ محنت کرنا چاہیے۔ سین کی جگہ صاد پڑھنا یہ قاری کی منشاء و مرضی پر منحصر نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو قرآن مجید محض ایک کھیل بن جاتا، جو چاہتا جیسے چاہتا جب چاہتا قرآن مجید کو پڑھتا پھرتا۔ جہاں قرآن مجید کو سین کی جگہ صاد پڑھنا تواتر سے ثابت ہے، صرف وہاں جائز ہے۔ اب جو قراءتیں موجود ہیں یہ ایک ایک حرف نہیں، بلکہ ان قراءتوں میں حروف کا اختلاط ہوا ہے اور اس میں کئی انواع و اقسام اکٹھی ہوگئیں ہیں۔ اس بناء پر روایت حفص کے اندر ہی جائزہ لیا جا سکتا ہے کہ صاد کی جگہ بعض جگہوں پر سین کی گنجائش ہے۔ روایت حفص کے اندر یہ گنجائش بتا رہی ہے کہ یہ صرف ایک روایت والا قرآنی نسخہ نہیں، بلکہ اس کے اندر اور قراءتوں کی بھی گنجائش موجود ہے، لیکن اسے ہم روایت حفص ہی کہیں گے اس لئے کہ روایت حفص میں کئی حرف اکٹھے ہوئے ہیں۔ ویسے نبی اکرم ﷺ پر جو حروف نازل ہوئے تھے وہ الگ الگ تھے، لیکن فاقرء وا ما تیسّر فرما کر بعد ازاں آپ نے ان کو خلط ملط کرنے کی اِجازت دے دی تھی۔ اس لئے اہل علم نے جو قراءتیں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تیارکیں ہیں وہ خلط شدہ سبعہ احرف سے بنی ہیں۔ بڑے بڑے ائمہ نے ذاتی سہولت اور ذوق کے مطابق اُصول اورضوابط متعین کرکے اپنی قراءتوں کو تیار کیا ہے۔ اس لئے جو قراءتیں آج پڑھی جاتی ہیں، وہ اماموں سے منسوب ہیں، چنانچہ ان کو یوں نہیں کہا جاتا کہ یہ فلاں حرف ہے۔ اب جو قراءتیں اماموں کی طرف منسوب ہوتی ہیں ان کی مثال ایسے ہی ہے، جیسے شریعت تو ہماری ایک ہے، لیکن اماموں کی فقہیں زیادہ ہیں، اسی طرح قراءتوں کا معاملہ ہے۔ البتہ قراءات اور فقہ میں بنیادی فرق یہ ہے کہ فقہ کی بنیاد تو رائے وقیاس، جبکہ قراءات میں سبعہ احرف کے اندار اماموں کی طرف سے ہونے والے باہمی تداخل سے قراءتوں کی تعداد سات سے متجاوز کرگئی ہے۔ اب قراءتیں اماموں کی طرف منسوب ہیں حتی کہ ان سے روایت کرنے والے راویوں کی روایت بھی انہی کی طرف منسوب ہوتی ہے۔ اب اہل علم اس بات کا اہتمام وانتظام کرتے ہیں کہ وہ اماموں کی قراءات کو ایک ہی طرح پڑھیں، دوسرے امام کی قراءت کو اس میں خلط ملط نہ کریں، لیکن بہرحال اہل فن کے لیے اس کی اجازت موجود ہے۔ اس لئے کہ اصل احرف سات تھے، جو آپس میں خلط ملط ہوئے ہیں۔ اب وہ سات کے سات احرف ان قراءتوں کے اندر موجود ہیں، لیکن ائمہ کی طرف منسوب قراءتوں کی گنتی سات سے زیادہ ہے۔ مثلا امام عاصم کوفی رحمہ اللہ نے متعدد لہجوں کو اپنی قراءت میں جمع کرلیا ہے۔ ان کے استاد کا نام ابوعبدالرحمٰن السلمی رحمہ اللہ ہے، جو کہ مشہور تابعی ہیں، ان کی روایت امام حفص رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں۔ امام عاصم رحمہ اللہ نے ابوعبدالرحمٰن السلمی رحمہ اللہ کے علاوہ زر بن حبیش رحمہ اللہ سے بھی پڑھا ہے۔ زر بن حبیش رحمہ اللہ کے بارے میں مروی ہے کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ میں موجود لفظ رأی کوکبا کو "رأمے کوکبا" پڑھا ہے اور یہ امام عاصم رحمہ اللہ سے امام شعبہ رحمہ اللہ کی روایت ہے۔

المختصر اگر آپ مراکشی باشندوں کو دیکھیں تو وہ بات کرتے وقت الفاظ کو طوالت ولمبائی سے اَدا کرتے ہیں۔ اس لیے کہ روایت ورش میں حروف کو لمبا لمبا کرکے پڑھا جاتا ہے اور قراء حضرات بھی اس روایت کو پڑھنے کے لئے لمبے سانس کی مشق کرتے رہتے ہیں، کیونکہ روایت ورش کے مدات میں بہت زیادہ طوالت پائی جاتی ہے۔ ایک الف کو تین تین الفوں کے برابر کھینچا جاتا ہے۔ مراکشی باشندوں کے طرزِ تکلم میں بہت زیادہ چاشنی وشیرینی اور مٹھاس وحلاوت پائی جاتی ہے، جبکہ بعض عرب ممالک کے باشندوں کے طرزِ تکلم اور اندازِ گفتگو میں آپس میں لڑائی جھگڑے کی آمیزش اور جھلک پائی جاتی ہے۔ شامیوں کے اندازِ کلام سے احساس ہوتا ہے کہ گویا ان کے تکلم میں قرآن کریم کی سی فصاحت وبلاغت کا پہلو موجود ہے۔

بعض دانشور کہتے ہیں کہ قراءتوں کا اختلاف فصاحت وبلاغت کے منافی ہے؟ ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو مختلف اندازوں اور لغتوں میں اتارا ہی اس لیے ہے کہ مقتضائے حال کی رعائت ہوجائے۔ یہی وجہ ہے کہ سات لغتوں میں لہجوں کے ساتھ ساتھ معانی قرآن میں موجود مشکلات کے حل کے لیے بعض مقامات پر بات کو دوسرے انداز میں سمجھانے کی غرض سے کلمات کی تقدیم وتاخیر، حروف میں کمی وزیادتی اور صیغوں کی تبدیلی وغیرہ کی قبیل کے بعض اختلافات بھی قراءتوں کے ضمن میں اترے۔ یہ تمام لغتیں، طرزیں اور تمام اسالیب بلاغت قولی تواتر کے ساتھ ہم تک پہنچے ہیں اوران سے قرآن کی فصاحت وبلاغت میں اضافہ ہی ہوا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الشیخ علامہ عبدالفتاح القاضی *
فوائد حدیث: قاری صہیب احمد ☆

اَحادیثِ رسول کی روشنی میں ثبوتِ قراءات

زیرنظر مضمون فن قراءات کی عالمی شہرت کی حامل شخصیت امام القراء علامہ عبدالفتاح القاضی رحمہ اللہ کی گراں قدر تصنیف أبحاث فی القرآن الکریم کے ابتدائی صفحات کا ترجمہ ہے، جبکہ فوائد حدیث جناب قاری صہیب اَحمد میر محمدی حفظہ اللہ کی عربی تصنیف جبیرة الجراحات فی حجیّة القراءات سے ماخوذ ہیں اور ترجمہ کی کاوش قاری محمد صفدر، مدرس کلیة القرآن الکریم، لوکو ورکشاپ ورکن مجلس التحقیق الاسلامی نے فرمائی ہے۔[ادارہ]

اس سلسلہ میں نبی کریم ﷺ سے کئی احادیث مروی ہیں، ان میں سے چند اَحادیث کو ذیل میں بعض ضروری وضاحتوں کے ساتھ پیش کیا جارہا ہے۔

❶ عن ابن عباس رضی الله عنهما أنَّ رسولَ الله ﷺ قال:أقرأني جبريل على حرف فراجعْتُهُ، فلم أزل أستزيده ويزيدني حتى انتهى إلى سبعة أحرف[صحيح البخاري:۴۹۹۱]

''حضرت عبداللہ بن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جبرئیلؑ نے مجھے ایک لہجہ پر قرآن مجید کو پڑھنے کا حکم دیا، میں نے زیادہ کا مطالبہ کیا اور مسلسل زیادتی کا سوال کرتا رہا، حتیٰ کہ معاملہ سات لہجات تک جا پہنچا۔''

بعض الفاظِ حدیث کی وضاحت

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے لکھا ہے:

''اس حدیث میں ابن عباس رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے اپنے سماع کی صراحت نہیں کی، گویا انہوں نے یہ حدیث اُبی بن کعبؓ سے سنی ہے۔ امام نسائیؒ نے عکرمة بن خالد عن سعيد بن جبير عن ابن عباس عن أبيٍّ بن كعب..... الخ کی سند سے اس حدیث کو اسی طرح نقل فرمایا ہے۔'' [فتح الباری:۱۱/۲۸، ۲۹]

آپ ﷺ کے قول فَلَمْ أَزَلْ أَسْتَزِيْدُهُ کی وضاحت صحیح مسلم کی حدیث میں ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں:

«فَرددت إليه أن هون على أمتي [وإنَّ أمتي لا تطيق ذلك] » [صحيح مسلم:۸۲۰، ۸۲۱]

''میں بار بار جبریل علیہ السلام سے کہتا رہا کہ میری اُمت پر آسانی کیجئے، ایک روایت میں ہے کہ وہ صرف ایک لہجہ پر قرآن کریم پڑھنے کی طاقت نہیں رکھتی ہے۔''

❷ عن عمر بن خطاب رضی الله عنه قال: سمعت هشام بن حكيم بن حزام يقرأ سورة الفرقان في حياة رسول الله ﷺ فاستمعت لقراءته فإذا هو يقرأُ على حروف كثيرة لم

* سابق رئیس معہد القراءات، مصر و مدرس کلّیة القرآن الکریم، مدینہ یونیورسٹی
☆ فاضل کلّیة القرآن الکریم، جامعہ لاہور الاسلامیہ و مدیر کلّیة القرآن، مرکز البدر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يُقرئنيها رسولُ الله ﷺ فكِدتُّ أُسَاوِرُهُ فى الصّلوة فتَصَبَّرْتُ حتى سلَّم فلَبَّبْتُه بردائه فقلت من أقرأك هذه السورة التى سمعتُك تقرأ؟ قال: أقرأنيها رسول الله ﷺ فقلت كذبتَ فإنَّ رسول الله ﷺ قد أقرأنيها على غير ما قرأتَ، فانطلقتُ به أقودهُ إلى رسول الله ﷺ فقلت إنى سمعت هذا يقرأ سورة الفرقان على حروف لم تُقرِئنيها فقال رسول الله ﷺ أَرْسِلْهُ، اقرأْ يا هشام! فقرأ عليه القراء ة التى سمعته يقرأ فقال رسول الله ﷺ كذلك أنزلت، ثم قال اقرأ يا عمر! فقرأتُ القراء ة التى أقرأنى فقال رسول الله ﷺ كذلك أنزلت، إنَّ هٰذا القرآن أنزل على سبعة أحرف فاقرء وا ما تيسَّر منه.

[صحيح البخاري:٢٤١٩، ٥٠٤١]

''عمر بن خطابؓ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: میں نے آپؐ کی زندگی میں ہشام بن حکیم بن حزامؓ کو سورۃ الفرقان کی تلاوت کرتے ہوئے سنا، تو وہ ایسے لہجات میں پڑھ رہے تھے جو آپؐ نے مجھے نہیں پڑھائے تھے۔ قریب تھا کہ میں نماز میں ہی ان پر لپک پڑتا، پھر میں نے صبر سے کام لیا حتیٰ کہ انہوں نے سلام پھیرا۔ میں نے انہی کی چادر کو ان کے گلے میں ڈال کر کھینچتے ہوئے کہا جو سورت میں نے تمہیں پڑھتے سنا، تمہیں کس نے پڑھائی ہے؟ انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے، میں نے کہا تم جھوٹ بولتے ہو، مجھے تو رسول اللہ ﷺ نے یوں نہیں پڑھائی۔ میں انہیں کھینچتا ہوا آپؐ کے پاس لایا اور کہا کہ میں نے اسے سورہ فرقان ایسے پڑھتے ہوئے سنا، جیسے آپؐ نے مجھے نہیں پڑھائی۔ آپؐ نے فرمایا اے عمرؓ! ہشامؓ کو چھوڑ دو، پھر آپؐ نے ہشامؓ کو پڑھنے کو کہا۔ انہوں نے بالکل ویسے پڑھا جیسے میں نے سنا تھا۔ آپؐ نے فرمایا: كَذٰلِكَ أُنْزِلَتْ یعنی یہ سورت اسی طرح نازل کی گئی ہے۔ پھر آپؐ نے مجھے پڑھنے کو کہا۔ میں نے ویسے پڑھا جیسے آپؐ نے مجھے سکھایا تھا، تو آپؐ نے فرمایا: كَذٰلِكَ أُنْزِلَتْ یعنی یہ سورت اسی طرح نازل کی گئی۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: إِنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ أُنْزِلَ عَلٰى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ یعنی قرآن مجید کو سات لہجات میں نازل کیا گیا ہے، جس طرح آسانی لگے، اس کے مطابق پڑھ لیا کرو۔''

بعض الفاظ حدیث کی وضاحت

آپ ﷺ کے قول: فكِدتُّ أساورهُ فى الصلوٰة کا مطلب ہے: أُوَاثِبُهُ وأُقَاتِلُه أو آخذُ برأسه یعنی میں اس پر حملہ کروں اور اس سے جھگڑا کروں یا میں اس کے بالوں کو نوچ لوں۔ قولہ: فَتَصَبَّرْتُ حَتّٰى سَلَّمَ کا معنی ہے کہ میں نے بمشکل خود کو کنٹرول کیا اور انہیں نماز سے فارغ ہونے تک کی مہلت دی۔ قولہ: فَلَبَّبْتُه بردائه کا معنی ہے کہ ان کے گریبان سے کھینچتے وقت میں نے ان کی چادر کو ان کی گردن پر کس دیا تاکہ وہ بھاگ نہ سکیں۔

امام نووی رحمہ اللہ شرح مسلم میں فرماتے ہیں:

''اس کا معنی ہے: میں نے انہی کی چادر کو ان کے گلے میں ڈالتے ہوئے انہیں پکڑا اور اسی چادر کے ساتھ انہیں کھینچتے ہوئے رسول اللہ ﷺ تک لے آیا۔ یہ لفظ اللَّبَّة لام کے فتح کے ساتھ ماخوذ ہے، جو گلے کے لئے بولا جاتا ہے، کیونکہ چادر وغیرہ اسی جگہ لٹکائی جاتی ہے۔ اس سارے معاملہ میں صحابہؓ کا قرآن مجید کے رسول اللہ ﷺ سے سنے گئے الفاظ کا اہتمام، ان کی حفاظت اور دفاع کا زبردست اہتمام واضح ہوتا ہے۔'' [شرح صحيح مسلم:٦/٣٤٠]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سخت طبیعت کے مالک ہونے کے ساتھ ساتھ أمر بالمعروف ونهى عن المنكر کے معاملہ میں انتہائی شدید تھے۔ انہوں نے سیدنا ہشام رضی اللہ عنہ کے ساتھ جو سلوک کیا اس سے یہ بات واضح ہے۔ انہوں نے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایسا اس لئے کیا کہ ان کے غالب گمان کے مطابق ہشام رضی اللہ عنہ غلط پڑھ رہے تھے اور یہ کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے پڑھنے کے بجائے خود ہی قراءت وضع کر لی تھی، چونکہ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اپنا اجتہاد تھا۔ لہٰذا نبی کریم ﷺ نے سیدنا ہشام رضی اللہ عنہ کے ساتھ درپیش معاملہ پر نہ تو ان کا مواخذہ کیا اور نہ ہی انہیں ڈانٹا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا سیدنا ہشام رضی اللہ عنہ سے کہنا كَذَبْتَ یعنی تو نے جھوٹ بولا ہے، اس بارے میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''انہوں نے ظن غالب کی بنا پر یہ لفظ مطلقا کہا تھا یا كَذَبْتَ سے ان کی مراد أَخْطَأْتَ ہے یعنی تو نے غلط پڑھا۔ اہل حجاز خطا پر جھوٹ کا اطلاق کرتے ہیں۔'' [فتح الباري:۱۱/۳۱]

حضرت عمرؓ کا کہنا کہ آپ ﷺ نے مجھے تو ایسے نہیں پڑھایا، دراصل حضرت عمرؓ نے اپنے ظنِ غالب سے استدلال کرتے ہوئے کہا اور سیدنا ہشامؓ کو اپنے علم کے مطابق کہا کہ وہ غلط پڑھ رہے ہیں۔ وجہ اس کی یہ تھی کہ حضرت عمرؓ کے خیال کے مطابق حضرت ہشامؓ نئے نئے مسلمان ہوئے تھے، تو ہوسکتا تھا کہ انہوں نے جو آپ ﷺ سے سنا ہو اسے صحیح طرح سے یاد نہ رکھ سکے ہوں۔ ان کے برعکس حضرت عمرؓ پہلے اسلام لائے تھے اور جتنا قرآن آپؐ سے سنا، اسے زیادہ اچھی طرح یاد رکھنے والے اور اس میں زیادہ پختہ تھے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت عمرؓ نے تو سورۃ الفرقان آپ ﷺ سے بہت پہلے سن رکھی تھی۔ پھر اس سورہ میں جو کچھ ان کے حفظ کے علاوہ نازل ہوا، وہ اسے نہیں سن سکے تھے۔ حضرت ہشامؓ تو فتح مکہ کے مسلمانوں میں سے تھے، لہٰذا آپ ﷺ نے اس سورت کو بعد میں نازل شدہ کے مطابق پڑھا۔ ان دونوں حضرات میں یہ بات اختلاف کا سبب بنی۔ ابتداءً سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے انکار کو اسی بات پر محمول کیا جانا چاہیے کہ انہیں اس واقعہ سے قبل حدیث أُنزِلَ القرآنُ على سبعةِ أحرفٍ کا علم نہیں تھا، لہٰذا انہوں نے انکار کر دیا۔'' [فتح الباری:۱۱/۳۱]

آپؐ کے قول: أَرْسِلْهُ کا مطلب تھا کہ اے عمر! ہشام کو چھوڑ دیجئے۔ آپ نے ایسا اس لئے کیا تاکہ مدعی علیہ یعنی سیدنا ہشام کی بات سنی جاسکے یا آپ ﷺ نے اس وجہ سے کہا تھا کہ ہشامؓ سے بھینچے جانے کی تکلیف دور ہوجائے اور وہ بآسانی قراءت کرسکیں۔ پھر نبی کریم ﷺ نے سیدنا عمرؓ سے اس لئے سنا کیونکہ امکان تھا کہ غلطی خود عمرؓ کی ہوسکتی ہے۔

آپؐ کے قول: أنزل القرآن على سبعة أحرف میں سیدنا عمرؓ کے دل کے لئے اطمینان، پختگی اور اس پر وارد ہونے والے شبہات کا ازالہ تھا۔ یہ شبہات اس وقت پیدا ہوئے جب آپ نے عمرؓ اور ہشامؓ میں سے ہر دو کی قراءت کو درست قرار دیا۔ اس بات کی طرف معجم طبرانی میں موجود ایک حدیث اشارہ کرتی ہے جس میں ہے کہ عمرؓ نے ایک آدمی کی ایسی قراءت سنی جو ان کی قراءت کے مخالف تھی، جھگڑا آپ ﷺ تک پہنچا تو مذکورہ آدمی نے کہا کہ یارسول اللہ ﷺ! کیا آپؐ نے ہی مجھے یہ قراءات یوں نہیں پڑھائی؟ آپؐ نے فرمایا کیوں نہیں۔ اتنی بات کہنی تھی کہ سیدنا عمرؓ کے دل میں وسوسہ پیدا ہوا، جسے آپؐ بھانپ گئے، تو آپؐ نے عمرؓ کے سینے ہاتھ مارا اور فرمایا: «اللّٰهُمَّ أَبْعِدْ عَنْهُ الشَّيْطَانَ» ''اے اللہ! عمرؓ سے شیطان کو دور فرما۔ پھر فرمایا: أَنزِلَ الْقُرْآنُ عَلى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ كُلُّهنَّ شَافٍ كَافٍ» [النسائی:۹۴۱] ایک روایت میں شَافٍ كَافٍ کی جگہ صواب یعنی یہ سب لہجات حق ہیں کے الفاظ ہیں۔

سبعة أحرف کے معنی کے متعلق باقی بحث اَحادیث کے بعد آئے گی۔ اِن شاء اللہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپؐ کے قول: فاقرؤا ما تیسَّر منه میں قرآن مجید کو سات لہجات میں نازل کرنے کی حکمت کی طرف اشارہ ہے اور وہ یہ ہے کہ اُمت محمد یہ پر آسانی اور تلاوتِ قرآن میں تخفیف ہو، جس کا مطلب یہ ہے کہ تم میں سے ہر ایک کی زبان پر جو لہجہ آسان ہو، قراءت کرتے وقت اس کی ادائیگی مشکل نہ ہو یعنی اسے پڑھتے وقت زبان دوہری ہو یا سمجھ وفہم میں کسی قسم کی مشکل پیش آئے۔

مؤلف (الشیخ العلامہ عبدالفتاح القاضی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں:

''کتب حدیث میں بسیار کوشش کے باوجود ہم عمرؓ اور ہشامؓ کے مابین سورۃ الفرقان میں ہونے والے اختلاف لہجہ پر مطلع نہیں ہو سکے کہ وہ اَحرف سبعہ میں سے کونسا لہجہ تھا۔''

❸ عن أبيّ بن كعب رضى الله عنه أنَّ النَبِيَّ ﷺ كان عند أضاة بنى غفّار ، فأتاه جبريل عليه السلام فقال: إن اللهَ يأمرك أن تُقرئَ أمَّتَك القرآن على حرف فقال: أسأل اللهَ معافاتَه ومغفرتَه وإن أمتى لا تطيق ذلك، ثم أتاه الثانية فقال: إن اللهَ يأمرك أن تُقرئ أمَّتَك القرآنَ على حرفين فقال: أسألُ اللهَ معافاتَه ومغفرتَه وإن أمّتى لا تطيق ذلك ثم جاء ه الثالثة فقال: إن الله يأمرك أن تُقرئَ أمَّتَك القرآن على ثلاثة أحرف فقال: أسأل الله معافاته ومغفرته وإن أمتى لا تطيق ذلك، ثم جاء ه الرابعة فقال: إن الله يأمرك أن تُقرئَ أمتَك القرآن على سبعة أحرف، فأيُّما حرف قرءُ وا عليه فقد أصابوا . [صحيح مسلم:٨٢١]

''حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ بنی غفار کے تالاب کے پاس موجود تھے کہ جبریل علیہ السلام آپؐ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ آپؐ کے لئے حکم خداوندی ہے کہ اپنی اُمت کو ایک لہجہ پر قرآن مجید پڑھائیے۔ آپؐ نے فرمایا: میں اللہ سے معافی ومغفرت کا طلب گار ہوں، میری امت ایک لہجہ پر پڑھنے کی طاقت نہیں رکھتی۔ پھر اللہ کے حکم سے جبریل علیہ السلام دوسری مرتبہ تشریف لائے اور کہا آپ اپنی امت کو دو لہجات پر پڑھائیے۔ آپؐ نے پھر وہی بات دہرائی۔ جبریل علیہ السلام تیسری مرتبہ تشریف لائے اور کہا کہ آپ کے لئے اللہ کا حکم ہے کہ تین لہجات پر پڑھائیے۔ آپؐ نے پھر وہی بات دہرائی۔ جبریل علیہ السلام چوتھی مرتبہ آئے اور کہا کہ آپ اپنی اُمت کو سات لہجات میں پڑھائیے۔ ان میں سے جس کے مطابق پڑھیں گے درستی کو پالیں گے۔''

بعض الفاظ حدیث کی وضاحت

الأَضاہ ہمزہ کے فتحہ اور حرف ضاد کے ساتھ، اسم مقصور ہے۔ یہ لفظ متغیر اللون پانی کے لئے استعمال ہوتا ہے، جو حوض وغیرہ میں جمع ہو۔ اس کی جمع أَضاً آتی ہے، جیسے حصاۃ کی جمع حصاً آتی ہے۔ اگر یہ لفظ ہمزہ کے زیر اور مد کے ساتھ یعنی إضآء ہو تو اس کا معنی ٹیلہ کے ہوتے ہیں۔

أَضاہ یہ مدینہ منورہ کے قریب ایک جگہ کا نام ہے اور بنی غفار کی طرف منسوب اس لئے ہے کہ وہ اس کے پاس رہتے تھے۔

قولہ: أيُّما قرء وا عليه فقد أَصابوا کے حوالے سے امام نووی رحمہ اللہ رقم طراز ہیں:

''آپ ﷺ کی اُمت کے لئے جائز نہیں کہ وہ ان سات لہجات سے تجاوز کرے۔ ان کے لئے انہی سات لہجات میں اختیار ہے۔ انہی حدود میں رہتے ہوئے ان لہجات کو مابعد والوں تک پہنچانا ان کی ذمہ داری اور ان پر واجب ہے۔'' [شرح مسلم:٦/٣٤٤]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

❹ عن أبیّ بن کعب رضی الله عنه قال: کنت فی المسجد فدخل رجل یصلی فقرأ قراءة أنکرتُها علیه، ثم دخل آخر فقرأ قراءة سوی قراءة صاحبِه. فلمَّا قضینا الصلوةَ دخلنا جمیعا علی رسول الله ﷺ فقلت إنَّ هذا قرأ قراءة أنکرْتُها علیه ودخل آخر فقرأ سوی قراءة صاحبِه، فأمرهما رسولُ الله ﷺ فقرءَا فحسَّنَ النبیُّ ﷺ شأنَهما، فسَقَطَ فی نفسی من التکذیب ولا إذ کانت فی الجاهلیة، فلمّا رَأیٰ رسولُ اللهِ ﷺ ما قد غشِینی ضرب فی صدری فَفِضْتُ عَرَقًا، وکأنَّما أنظرُ إلی اللهِ فرقًا فقال لی: یا أبیُّ أُرسلَ إلیّ أن أُقرأَ القرآنَ علی حرف، فرددتُّ إلیه أنْ هوِّنْ علی أمتی فردَّ إلیَّ الثانیة أُقرأه علی حرفین، فرددتُّ إلیه أن هوِّن علی أمّتی فردَّ إلیَّ الثالثة أُقرأه علی سبعة أحرف، ذلك بکلِّ رِدَّةٍ رددتُّکَها مسئلةً تسألنِیها فقلت: اللّٰهمَّ اغفر لأمتی، اللهم اغفر لأمتی، فأخَّرتُ الثالثة لیوم یرغب إلیَّ الخلقُ کلُّهم حتی إبراهیم علیه السلام. [صحیح مسلم:۸۲۰]

وفی بعض طرق هذا الحدیث: واختبَأْتُ الثالثة شفاعة لأمتی یوم القیامة.

''ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ میں مسجد میں تھا۔ ایک آدمی آیا اور اس نے ایسی قراءت کی جس پر میں نے تعجب کیا۔ پھر ایک اور آدمی آیا جس نے اس سے بھی مختلف قراءت کی۔ جب ہم نے نماز ادا کرلی تو آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ میں نے عرض کیا کہ حضور ﷺ اس نے ایسی قراءت کی ہے جو میں نہیں جانتا تھا اور دوسرے نے اس سے بھی مختلف تلاوت کی۔ آپؐ نے دونوں کو پڑھنے کا حکم دیا۔ ان دونوں نے پڑھا تو آپؐ نے ہر ایک کی قراءت کو سراہا۔ میرے دل میں ایسا وسوسہ پیدا ہوا، جو کبھی دورِ جاہلیت میں بھی پیدا نہیں ہوا تھا۔ جب آپ ﷺ نے میری اس کیفیت کو دیکھا تو میرے سینے میں ہاتھ مارا، مارے خوف کے میرے تو پسینے چھوٹ گئے اور مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میں اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہوں۔ پھر آپؐ نے فرمایا: اے ابیؓ! اللہ تعالیٰ نے میرے پاس فرشتے کو بھیجا، تاکہ میں ایک لہجہ پر قرآن پڑھوں، میں نے مطالبہ کیا کہ میری اُمت پر آسانی کیجئے۔ فرشتہ پھر دوسری مرتبہ آیا اور کہا دو لہجات پر اُمت کو پڑھائیے۔ میں نے پھر وہی مطالبہ کیا۔ جب تیسری مرتبہ فرشتہ آیا تو اس نے کہا کہ آپ اپنی امت کو سات لہجات میں قرآن مجید پڑھائیے اور ہر ہر مطالبہ کے عوض آپ کو ایک سوال (دعا) کرنے کی اجازت ہے۔ میں نے کہا کہ اے اللہ! میری اُمت کو معاف فرما دے، اے اللہ میری اُمت کو معاف فرما دے۔ تیسری دعا کو میں نے اس دن کے لئے محفوظ کر رکھا ہے، جب تمام مخلوق بشمول ابراہیم علیہ السلام میری طرف پلٹیں گی۔ اس روایت کو امام مسلمؒ اور امام احمدؒ نے نقل کیا ہے۔ اس حدیث کے بعض طرق میں یہ الفاظ ہیں کہ تیسری دعا کو میں نے اپنی امت کی روزِ قیامت سفارش کے لئے مؤخر کر رکھا ہے۔''

بعض الفاظ حدیث کی وضاحت

حدیث کے بعض طرق میں ہے کہ حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے دونوں آدمیوں سے سوال کیا کہ تمہیں یہ قراءت کس نے پڑھائی ہے؟ تو ہر ایک نے جواب دیا: رسول اللہ ﷺ نے۔ سیدنا ابی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ چلو میرے ساتھ، آپؐ کے پاس چلتے ہیں۔ تینوں آپؐ کے پاس حاضر ہوئے۔ آپؐ نے ہر ایک کی قراءت کی تحسین فرمائی۔ بعض روایات میں ہے کہ آپؐ نے ہر ایک کے لئے أَحْسَنْتَ اور أَصَبْتَ یعنی تو نے اچھا کیا، تو نے سنت طریقہ کو پالیا، کے الفاظ استعمال کئے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مطلب یہ کہ آپ ﷺ نے اختلافِ قراءت کے باوجود ہرایک کی قراءت کو صحیح قرار دیا۔تو میرے دل میں ایسا شبہ پیدا ہوا، جو کبھی جاہلیت کے دور میں بھی پیدا نہ ہوا تھا۔ [سنن النسائی:۹۴۱]

جملہ: سقط فی نفسی من التکذیب.....الخ میں من التکذیب جار مجرور ہو کر متعلق ہے محذوف کلمہ ما کے، اور یہی کلمہ ما، سقط فی نفسی کا فاعل ہے۔مراد یہ ہے کہ ایسا جھوٹ نہ تو ایامِ ایمان میں اور نہ ہی دورِ جاہلیت میں میرے دل میں کبھی پیدا ہوا تھا۔چنانچہ اس جملہ کی اصل عبارت یوں ہے: فسقط فی نفسی من التکذیب ما لم یحصل لی وَقْتًا مَا، ولا وقت کنت فی الجاهلية، تو صحابی کے قول میں ما، سقط کا فاعل ہے، اور من التکذیب یہ جار مجرور مل کر فاعلِ محذوف مَا اور اس کے بیان کے متعلق ہے، اور و لا إذ میں واوٗ عاطفہ ہے۔لا، لم سے حاصل شدہ نفی کی تاکید کے لئے اور إذ ظرف زمان بمعنی فعل ماضی ہے، اور اس کا معطوف علیہ وقتاً مقدر ہے۔

بعض روایات میں ہے:

"فدخل فی نفسی من الشكِّ والتكذيب أشدُّ ممّا كنت فی الجاهلية "

''یعنی ایسی شدت کے ساتھ میرے دل میں شک اور جھوٹ نے جنم لیا جو دور جاہلیت میں بھی نہ تھا۔''

امام نووی رحمہ اللہ اس جملہ کے معنی کے متعلق فرماتے ہیں:

''شیطان نے میرے دل میں آپ ﷺ کی نبوت کے بارے میں اس قدر سخت وسوسہ ڈالا جو کبھی جاہلیت میں بھی نہیں آیا تھا، کیونکہ قبل از اسلام تو محض غفلت یا شک تھا، لیکن اب شیطان نے گویا نبوت کا قطعی طور پر جھوٹا ہونا میرے دل میں بٹھا دیا۔'' [شرح مسلم:۳۴۳/۶]

اس بابت یہ عقیدہ رکھنا بھی ضروری ہے کہ حضرت ابی رضی اللہ عنہ کے دل میں شیطانی وسوسہ اور بہکاوا آیا تھا جو زیادہ دیر نہ چل سکا، کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قوت ایمانی کے سامنے اس قسم کے شبہات اور وساوس کی جتنی بھی آندھیاں آتی تھیں صحابہ کے مضبوط ایمان کے سامنے وہ اپنی شدت کو کھو دیتیں۔یہ بات تو واضح ہے کہ شیطانی کچوکے اور دل میں اٹھنے والے خیالات پر انسان کا مواخذہ اور محاسبہ اس وقت تک نہیں کیا جائے گا، جب تک وہ انہیں تسلیم نہ کرے یا ان شبہات کے مطابق عمل نہ کرلے، بلکہ اسے چاہئے کہ ان خیالات وشبہات کو اپنے دل ودماغ سے نکالنے کی کوشش کرے۔

اس حوالے سے امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو شیطان نے اس لیے بہکانا چاہا تاکہ وہ ان پر ان کی حالتِ ایمانی کو خلط ملط کر سکے اور قراءات کی اہمیت کو دھندلا کر سکے۔جب آپ ؐ نے ان کی یہ حالت دیکھی تو ان کے سینے پر ہاتھ مارا۔اللہ تعالیٰ نے ان کا سینہ روشنی سے منور فرما دیا، یہاں تک کہ وساوس کے تمام بادل چھٹ گئے اور قراءات کے معارف کے متعلق آپ کا سینہ کھل گیا۔جب ان کے لئے اس وسوسہ کی برائی ظاہر ہوئی تو ان پر اللہ کا خوف طاری ہو گیا اور اللہ سے حیاء کی وجہ سے ان کے پسینے چھوٹ گئے۔یہ وسوسہ بھی ان وساوس کے قبیل سے تھا جن کے متعلق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ؐ سے سوال کرتے تھے کہ ان کے دلوں میں ایسے وسوسے اٹھتے ہیں، جنہیں دوسروں سے بیان کرتے ہوئے بھی وہ ڈرتے ہیں، تو آپ ؐ نے پوچھا کہ کیا واقعی ایسے وسوسے پیدا ہوتے ہیں؟ تو صحابہ نے عرض کیا: جی ہاں! آپ ؐ نے فرمایا یہ مضبوط ایمان کی نشانی ہے کہ جہاں ایسا ایمان ہو وہیں دشمن نقب لگانے کی کوشش کرتا ہے۔'' [تفسیر قرطبی:۴۹/۱]

قولہ: فلمَّا رأى رسولُ الله ﷺ ما قد غشيني ففضت عرقاً كأنما أنظر إلى الله فرقاً كے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

متعلق قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''جب آپ ﷺ نے اس مذموم وسوسے کو ابیؓ کے چہرے سے جانچ لیا، تو ان کے سینے پر ہاتھ اسلئے مارا تا کہ وسوسہ دور ہوجائے۔ فَرَقًا، الْفَرَق سے ہے، جس کا معنی ہے: رعب، خوف اور گھبراہٹ۔'' [شرح صحیح مسلم:۳۴۳/۶]

امام طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''حضرت ابیؓ ایمان و یقین میں کامل ترین صحابہ میں سے تھے۔ جب آپؐ نے ان پر یہ شیطانی وسوسہ دیکھا تو آپؐ نے ان کے سینے پر ہاتھ مارا۔ آپ ﷺ کے ہاتھ مبارک کی برکت کی وجہ سے یہ حالت اور کیفیت حضرت ابیؓ کے پسینے چھوٹنے کے ذریعے جاتی رہی، دوبارہ حالتِ ایمان کی طرف پلٹے اور اللہ سے خوف اور شرمندگی اس لئے محسوس کی کہ مذکورہ وسوسہ شیطانی تھا۔''

حضرت ابیؓ سے مروی حدیث کے بعض طرق کے الفاظ مندرجہ ذیل ہیں:

"فوجدتُ فی نفسی وسوسة الشیطان حتی احمرَّ وجهی"

''میرے دل میں ایسا زبردست وسوسہ آیا کہ میرے چہرے کا رنگ سرخ ہوگیا۔''

رسول اللہ ﷺ نے یہ حالت دیکھتے ہوئے میرے سینے میں مارا اور دعا کی:

''اے اللہ! ابیؓ سے شیطان کو دور فرمادے۔''

اور بعض روایات میں یوں الفاظ ہیں: ''اے اللہ! ابیؓ سے شک کو دور فرمادے۔''

قوله: فرددتُّ إليه أن هوِّنْ على أُمَّتي میں سوال دہرانے کی وضاحت ہے، جس کی تفصیل دوسری حدیث میں اس طرح آئی ہے: «أسأل الله معافاته ومغفرته» [صحیح مسلم:۸۲۱]

''میں اللہ سے معافی اور مغفرت کا طلبگار ہوں۔''

اس حدیث میں ہے کہ جبریل علیہ السلام نے تیسری مرتبہ کہا کہ سات لہجات میں پڑھایئے، جبکہ اس سے پہلی حدیث میں ہے کہ یہ بات جبریل علیہ السلام نے چوتھی مرتبہ کہی تھی۔ ان دونوں روایات میں تطبیق کی صورت یہ ہے کہ بعض اوقات اختصار کی غرض سے تکرار حذف کردیا جاتا ہے۔

قوله: وذلك بكل رِدة رددتكها مسالة تسألنيها کے حوالے سے امام نوویؒ شرح مسلم میں فرماتے ہیں:

''اس کا معنی ہے کہ یہ دعائیں تو یقینی طور پر قبول کر لی گئیں ہیں، جبکہ دیگر دعاؤں کی قبولیت کی امید تو کی جاسکتی ہے لیکن ان کی مقبولیت ضروری نہیں۔'' [شرح مسلم:۳۴۴/۶]

واضح رہے کہ حضرت ابیؓ نے اپنے ساتھی کی جس قراءت پر انکار کیا تھا، وہ سورۃ النحل کی آیات تھیں، لیکن بہت کوشش کے باوجود ہمیں علم نہیں ہوسکا کہ وہ کون سی آیات تھیں۔

۵ عن أبيٍّ رضی اللہ عنه قال لقی رسول اللهِ ﷺ جبريلَ فقال: يا جبريلُ! إني بعثت إلى أمّة أميين فيهم العجوز والشيخ الكبير والغلام والجارية والرجل الذی لم يقرأ كتابا قطُّ، قال يا محمَّد ﷺ! إن القرآن أنزل على سبعة أحرف.

[سنن الترمذی:۲۹۴۴ وقال حدیث حسن صحیح]

''حضرت ابیؓ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ کی جبریل علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو آپ نے جبریل علیہ السلام سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہا، میں تو اَن پڑھ لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں، ان میں غلام، لونڈیاں، بوڑھے، کمزور اور ایسے لوگ بھی ہیں جنہوں نے کبھی کتاب پڑھ کے نہیں دیکھی۔ تو جبریل علیہ السلام نے فرمایا: اے محمد ﷺ! قرآن سات لہجات میں نازل کیا گیا ہے۔ امام احمدؒ اور امام ترمذیؒ نے اسے نقل کیا ہے اور امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن، صحیح ہے۔''

بعض اَلفاظ حدیث کی وضاحت

اُمّیین یہ اُمّی کی جمع ہے، اور اُمّی ایسے شخص کو کہتے ہیں جو پڑھ لکھ نہ سکتا ہو۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان عالی شان ہے:

﴿هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ .....﴾[الجمعة:٢]

''اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے کہ جس نے اَن پڑھ لوگوں میں رسول بھیجا، جو ان پر آیات قرآنیہ کی تلاوت کرتا ہے۔''

اسی طرح نبی کریم ﷺ کا فرمانِ مبارک ہے: «إِنَّا أُمَّة أُمِّيَّة لا نكتب ولا نحسب»[صحيح البخاري:١٩١٣]

''ہم ایسی قوم ہیں کہ نہ لکھنا پڑھنا جانتے ہیں اور نہ ہی حساب وکتاب کرنا۔''

مطلب یہ ہے کہ وہ ماؤں کی کوکھ سے ہی لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے (اور اب بھی وہ اپنی اس عادت کے مطابق اَن پڑھ ہیں۔) آپ ﷺ کے فرمان کا مطلب یہ ہے کہ مجھے اس طرح کے اَن پڑھ، ناخواندہ لوگوں کی طرف مبعوث فرمایا گیا ہے۔ اگر انہیں ایک ہی لہجہ و زبان کا پابند کر دیا گیا، تو یہ معاملہ تلاوتِ قرآن میں گراں گزرنے کے ساتھ ساتھ قرآن سے دوری اور اس کی قراءت سے نفرت کا سبب بن جائے گا۔

اس حدیث کے بعض طرق میں یہ الفاظ ہیں:

فمُرْهُمْ فَلْيَقْرَءُوا القرآن علىٰ سبعة أَحرُفٍ . [مسند احمد:١٣٢/٥]

''انہیں حکم دیجئے کہ قرآن مجید سات لہجات میں پڑھ لیں۔''

اس میں اُمت کے لئے رحمت اور آسانی ہے کہ جس کے لئے جو لہجہ آسان ہو اسی کے مطابق پڑھ لیا کرے۔

❷ عن أبي قيسٍ مولى عمرو بن العاص رضي الله عنه أن رجلا قرأ آية من القرآن فقال له عمرو إنّما هي كذا وكذا بغير ما قرأ الرجلُ فقال الرجل هكذا أقرأنيها رسول الله ﷺ فخرجا إلى رسول الله ﷺ ذحتى أتياه فذكرا ذلك له فقال ﷺ: إن هذا القرآن نزل على سبعة أحرف، فأيَّ ذلك قرأتم أصبْتم، فلا تماروا في القرآن فإنَّ المراء فيه كفر.

[مسند أحمد:٢٠٤/٤]

''حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے غلام ابوقیس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے قرآن کریم کی ایک آیت کی تلاوت کی، تو عمرو بن عاصؓ نے فرمایا: یہ اس طرح تو نہیں ہے۔ آدمی نے کہا کہ مجھے تو آپ ﷺ نے اسی طرح پڑھایا ہے۔ دونوں آپ ﷺ کے پاس آئے اور معاملہ گوش گزار کیا، تو آپؐ نے ارشاد فرمایا: یہ قرآن سات لہجات میں نازل کیا گیا ہے۔ ان میں سے جس کے مطابق بھی پڑھو ٹھیک ہے۔ سنو! تم قرآن کریم میں جھگڑا مت کرو، کیونکہ قرآن مجید میں جھگڑا کرنا کفر ہے۔''

امام ابوعبید رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''نتیجہ کے اعتبار سے اس حدیث میں کوئی اختلاف نہیں، بلکہ اختلاف محض لفظی ہے، کیونکہ ایک آدمی نے ایک حرف پر قراءت کی تو دوسرے نے اس کا انکار یا اس سے اختلاف کیا، حالانکہ ان دونوں میں سے ہر قراءت اختلاف کے باوجود

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

متلو اور مقروء ہے۔ تو جب کوئی اپنے ساتھی کی ثابت شدہ اور غیر منسوخہ قراءت کا انکار کرتا ہے، تو اس پر کفر اس لئے لازم آتا ہے کہ اس نے نبی کریمؐ پر نازل شدہ ایک قراءت (لہجہ) کا انکار کر دیا۔''

اس حدیث کے بعض طرق میں الفاظ آئے ہیں: فانَّ مرآءً فیہِ کُفْرٌ، تو ان الفاظ میں 'مراءً' کا نکرہ ہونا اس بات کو باور کروا رہا ہے کہ قرآن میں ہلکے سے ہلکا اور چھوٹے سے چھوٹا یعنی ادنیٰ درجہ کا جھگڑا بھی، خصوصا قراءات قرآنیہ کی قبولیت کے باب میں، کفر ہے۔

۷ عن أبی هريرة رضی الله عنه أن رسول الله ﷺ قال:« نزل القرآن على سبعة أحرف والمراء فی القرآن كفر ـ ثلاث مرات ـ فما عرفتم منه فاعلموا وما جهلتم منه فردّوه إلى عالمه . أی فتعلَّموه ممَّنْ هو أعلم منكم . » [مسند أحمد:۳۰۰/۲]

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قرآن میں جھگڑا کرنا کفر ہے۔ آپ نے یہ بات تین مرتبہ دہرائی۔ لہٰذا اس میں جھگڑا مت کرو۔ اس میں جس بات کا علم ہو اس پر عمل کرلو اور جس کے بارے میں علم نہ ہو اسے اپنے سے بڑے عالم قرآن کے پاس لے جاؤ، تاکہ سمجھ سکو، یعنی جو تم سے زیادہ جانتا ہے اس سے سیکھ لو۔''

۸ عن ابن مسعود رضی الله عنه قال أقرأنی رسولُ الله ﷺ سورةً من آل حم ، فرُحْتُ إلى المسجد فقلت لرجل اقرأها فإذا هو يقرأ حروفا ما أقرأها فقال أقرأنيها رسول الله ﷺ فانطلقنا إلى رسول الله ﷺ فأخبرناه فتغيَّر وجهُه فقال إنَّما أهلك من كان قبلكم الاختلافُ ، ثم أسرَّ إلى عليّ شيئا فقال عليّ إن رسول الله ﷺ يأمركم أن يقرأ كل منكم كما عُلِّمَ ، قال فانطلقْنا وكل رجل منا يقرأ حروفا لا يقرأها صاحبه .

[مستدرك الحاكم:۲۲۳/۲]

''حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے مجھے حم والی سورتوں میں سے کوئی سورت سکھائی، میں مسجد میں گیا اور ایک آدمی سے کہا کہ وہی سورت پڑھو۔ جب اس نے پڑھنا شروع کیا تو وہ ایسے حروف (لہجات) میں پڑھنے لگا جو آپ ﷺ نے مجھے نہیں پڑھائے تھے۔ جب میں نے کہا کہ تو نے یہ کہاں سے پڑھے ہیں تو اس نے جواب دیا کہ مجھے تو رسول اللہ ﷺ نے ہی ایسے پڑھایا ہے۔ ہم اللہ کے رسول ﷺ کے پاس آئے اور معاملہ بیان کیا، تو غصہ کی وجہ سے آپ ﷺ کے چہرہ مبارک کا رنگ متغیر ہوگیا اور فرمایا: تم سے پہلوں کو اسی اختلاف نے ہلاک کیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ سے سرگوشی فرمائی۔ حضرت علیؓ نے لوگوں مخاطب ہوکر کہا کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جیسے تمہیں پڑھایا جاتا ہے، ویسے ہی پڑھو۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر ہم وہاں سے چل دیئے اور ہم میں سے ہر ایک اپنے ساتھی کی قراءت کے علاوہ قراءات میں پڑھتا تھا۔''

۹ عن زيد بن أرقم رضی الله عنه قال جاء رجل إلى رسول الله ﷺ فقال أقرأنی ابن مسعود سورة أقرأنيها زيد وأقرأنيها أبی بن كعب فاختلفَتْ قراءة تُهم فبقراء ة أيِّهم آخذُ؟ فسكتَ رسول الله ﷺ وعليٌّ إلى جنبه فقال عليّ ليقرأ كل إنسان منكم كما عُلِّم فإنه حسن جميل . [معجم الكبير للطبرانی:۴۹۳۸]

''حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! مجھے ایک ہی سورت تین اشخاص یعنی ابن مسعود، ابی بن کعب اور زید رضی اللہ عنہم نے پڑھائی، لیکن ہر ایک کی قراءت مختلف

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ مجھے بتائیے کہ میں کس کی قراءت کے مطابق پڑھوں؟ آپ ﷺ خاموش رہے۔حضرت علیؓ جو آپؐ کے پہلو میں تشریف فرما تھے، نے کہا جیسے ہر انسان کو سکھایا گیا ہے، وہ ویسے ہی پڑھے۔ یہ تمام انداز خوب اور اچھے ہیں۔''

یہ تمام اَحادیث کثرت طرق اور مجموعی لحاظ سے حدیث سبعہ أحرف کے تواتر پر دلالت کرتی ہیں۔

حافظ ابویعلی الموصلی رحمہ اللہ نے 'مسند کبیر' میں نقل کیا ہے:

''ایک روز حضرت عثمان رضی اللہ عنہ منبر رسول ﷺ پر جلوہ افروز ہوئے اور لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا: میں تمہیں اللہ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ ہر وہ شخص کھڑا ہو جائے، جس نے حدیث سبعہ اَحرف رسول اللہ ﷺ سے براہ راست سنی ہو۔ راوی کہتے ہیں کہ مجمع سے اس قدر لوگ کھڑے ہوئے کہ ان کا شمار مشکل تھا۔تب حضرت عثمانؓ فرمانے لگے کہ میں بھی اس بات پر گواہ ہوں کہ واقعتاً آپؐ نے یہی فرمایا تھا: «إن هذا القرآن أنزل على سبعة أحرف كلها شاف كاف» [سنن النسائی:۹۴۱]

راوی کا یہ کہنا: فقاموا حتى لم يحصوا یعنی لوگوں کی اَن گنت تعداد کھڑی ہوگئی،اس حدیث کے متواتر ہونے کی واضح دلیل ہے۔

حفاظِ حدیث کی بہت بڑی جماعت بشمول امام ابوعبید قاسم بن سلام رحمہ اللہ اورامام حاکم رحمہ اللہ وغیرہ نے حدیث سبعة أحرف کو متواتر اَحادیث میں شمار کیا ہے۔

امام سیوطی رحمہ اللہ 'الاتقان' میں فرماتے ہیں:

''حدیث: أنزل القرآن على سبعة أحرف کو صحابہ کی ایک بڑی جماعت، جس میں مندرجہ ذیل ۲۱ صحابہ کرام شامل ہیں، نے نقل کیا ہے:

① حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ	② حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ
③ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ	④ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ
⑤ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ	⑥ حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ
⑦ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ	⑧ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ
⑨ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ	⑩ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ
⑪ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ	⑫ حضرت عمرو بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ
⑬ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ	⑭ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ
⑮ حضرت ہشام بن حکیم رضی اللہ عنہ	⑯ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ
⑰ حضرت ابوجہم رضی اللہ عنہ	⑱ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ
⑲ حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ	⑳ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ
㉑ حضرت اُم ایوب انصاریہ رضی اللہ عنہ	

[الاتقان:۹۲/۱]

مذکورہ اَحادیث کا ماحصل اور فوائد ونتائج

مذکورہ احادیث سے مندرجہ ذیل فوائد حاصل ہوتے ہیں:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

① تمام قراءات حق وصواب ہونے میں برابر ہیں۔جس نے ان میں سے کوئی ایک قراءت بھی پڑھی، اس نے درستگی کو پالیا۔

اس سلسلہ میں آپ ﷺ کے مندرجہ ذیل فرامین گرامی پیش کیے جاسکتے ہیں:

- فأيُّما حرفٍ قرء وا فقد أصابوا . [صحيح مسلم:٨٢١]
- فأيَّ ذلك قرأتم أصبتم . [مسند احمد:٤/٢٠٤]
- أَصَبْتَ .
- أَحْسَنْتَ . [سنن النسائي:٩٤١]
- فَحَسَّنَ الرَّسُوْل ﷺ شأنهما . [صحيح مسلم:٨٢٠]
- عمر رضی اللہ عنہ اور ابی رضی اللہ عنہ نے جب ایک دوسرے کی قراءت کی مخالفت کی تو آپ ﷺ نے ان کی مخالفت کو درست قرار نہیں دیا، جو اس بات کی دلیل ہے کہ ان کا اختلاف قراءت درست اور منزل من اللہ تھا۔اس سلسلہ میں نبی کریم ﷺ کے ابیؓ کے سینہ پر ضرب لگانے سے بھی دلیل لی جاتی ہے، جب ان کے لئے اختلاف قراءات کو ہضم کرنا مشکل ہوا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ تمام واضح اور غیر مبہم دلائل اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ منزل حروف میں سے ہر ہر حرف کی قراءت جائز اور حق ہے۔

② متنوع قراءات اختلافات کے باوجود منزل من اللہ ہیں، رسول اللہ ﷺ سے انہیں بطریق تلقّی ومشافہت حاصل کیا گیا ہے۔اختلاف قراءات کے معاملہ میں انسانوں میں سے کسی کو کچھ دخل نہیں۔کسی بھی شخص کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنی مرضی کے مطابق ایک عبارت کی جگہ دوسری عبارت، ایک لفظ یا اس کا مترادف یا اس کے برابر کا کوئی حرف پڑھے۔اس کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

- آپ ﷺ نے قراءت میں مخالفت کرنے والے ہر شخص کی قراءت کے متعلق فرمایا: كذلك أنزلت .

[صحيح البخاري:٢٤١٩، ٥٠٤١]

- مخالفت کرنے والے کا اپنے ساتھی سے کہنا: أقرأنِيْهَا رسول الله [أيضا]
- آپ ﷺ کا ہر ایک کو اس قراءت پر ثابت رکھنا بھی اس بات کے دلائل میں سے ہے۔

اگر ہر ایک کو اجازت دی جاتی کہ وہ اپنی مرضی کے مطابق جو لفظ چاہے پڑھ لے، تو اس سے قرآن کریم کی قرآنیت باطل ٹھہرتی، کیونکہ قرآن تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ ہے۔اگر ہر ہر فرد کو اپنی خواہش نفس کی اجازت دی جاتی تو قرآن کریم کا اعجاز ختم ہوجاتا۔مزید یہ کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحٰفِظُوْنَ﴾ کا ابطال لازم آتا۔

③ مسلمانوں کے لئے جائز نہیں کہ وہ اختلافِ قراءات کو لڑائی جھگڑے کا موضوع بنائیں یا اس کو بنیاد بنا کر قرآن مجید کے متعلق شور وغوغا کریں۔اسے جھٹلائیں یا اس میں شکوک وشبہات پیدا کرنے کی کوشش کریں، کیونکہ قرآن مجید کو سبعہ احرف پر نازل کرنے کا مقصد اُمت اِسلامیہ پر رحمت، آسانی اور نرمی کرنا تھا، چنانچہ یہ جائز نہیں کہ اس آسانی کو تنگی، اس وسعت کو تنگ دامنی اور اس عطیہ خداوندی کو آزمائش اور مشقت میں تبدیل کیا جائے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

- عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی مذکورہ روایت، جس میں ہے کہ
فلا تماروا فی القرآن فانَّ المراء فیه کفر . [مسند احمد:۲۰۴/۴]
''قرآن میں جھگڑا مت کرو، کیونکہ اس میں جھگڑا کرنا کفر ہے۔''
- اختلافِ قراءات کے موقع پر آپ ؐ نے غصہ کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:
«إنَّمَا أهلك من كان قبلكم الاختلاف»[مستدرك حاكم:۲۲۳/۲]
''تم سے پہلوں کو اسی اختلاف نے تباہ کیا۔''

④ اَحرفِ سبعہ سے مراد اداء اور پڑھنے سے متعلق قرآنی الفاظ کا اختلاف ہے، نہ کہ تفسیر یا معانی کے سات مختلف انداز۔ اس بات کی دلیل آپ ؐ کے مندرجہ ذیل فرامین ہیں:

آپ ﷺ نے فرمایا:«أنزل القرآن على سبعة أحرف» [مسند أحمد:۱۱۴/۵]
''قرآن کریم سات مختلف اَسالیب تلاوت پر نازل کیا گیا ہے۔''
اس حدیث میں حروفِ سبعہ سے مراد سات مختلف پڑھنے کے اَسالیب ہیں۔

* اس حدیث میں لفظ 'احرف' مجاز مرسل کے قبیل سے ہے۔ یہاں جزء (حرف) بول کر کل (کلمات قرآنیہ جو مختلف قراءات پر مشتمل ہیں) مراد لیا گیا ہے۔ ان دونوں میں تعلق، جزئیت وکلیت کا ہے، جیسے رقبہ (گردن) بول کر مکمل غلام، عین (آنکھ) بول کر پورا آدمی (جاسوس) مراد لیا جاتا ہے۔ مزید برآں جیسے سبعہ اَحرف بول کر مراد مختلف فیہ کلمات قرآنیہ ہیں، اسی طرح مختلف فیہ کلمات میں سے مراد حروفِ مختلفہ ہیں، نہ کہ کلمہ کے تمام حروف۔ کلمہ مختلف فیہا کے متعین حروف میں اختلاف بسا اوقات رفع، نصب، جر کا ہوتا ہے اور بعض اوقات غیب وخطاب اور نقص وزیادتی وغیرہ کا ہوتا ہے۔

* حضرت عمرؓ کے قول کے ضمن میں یہ بات قابل توجہ ہے کہ انہوں نے پہلے فرمایا: وهو يقرأ على حروف كثيرة، پھر بعد ازاں اسی اختلافِ حروف کو ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں: فقرأ عليه القراءة التي سمعته يقرأ۔ آپ نے نوٹ فرمایا کہ پہلے آپؓ نے 'على حروفٍ' کہا، پھر انہی حروف کو 'القراءة' سے تعبیر فرمایا؟ جیسا کہ قراءات کی لغوی تعریف میں یہ بحث گزری ہے کہ:
بأن القراءة هي عبارة عن لفظ الاحرف مجموعًا . ''قراءت حروف کے مجموعے پڑھنے کو کہتے ہیں۔''

* اسی طرح حضرت ابیؓ کا بیان ہے:فقرأ قراءة أنكرتُها عليه . [صحيح مسلم:۸۲۰]
''انہوں نے ایسی قراءت کی، جس پر میں نے تعجب کیا۔''

حالانکہ قرآن کریم کے مختلف قراءتوں میں نازل ہونے کے لئے حدیث میں لفظ 'اَحرف' استعمال ہوا ہے، جبکہ ابیؓ نے جب آپ ﷺ کے سامنے معاملہ پیش کیا تو کہا:
" إنَّ هذا قرأ قراءة سوى قراءة صاحبه "[صحيح مسلم:۸۲۰]
''اس نے اپنے ساتھی کی قراءت کے علاوہ کوئی دوسری قراءت پڑھی ہے۔''

اس تقریر اور بحث سے یہ بات واضح ہوئی کہ حدیث میں 'حروف' سے مراد معانی ومطالب کے بجائے قراءۃ اور تلاوت سے متعلقہ پڑھنے کے سات اسالیب مراد ہیں، جو نبی کریمؐ نے جبریل علیہ السلام سے دور کرتے ہوئے اخذ فرمائے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور یہ حروف آئمہ سبعہ یا عشرہ کی قراءات میں موجود ہیں۔

رہا یہ کہ ان آئمہ کی طرف ان قراءات کی نسبت کی کیا وجہ ہے؟ تو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ نسبت تو محض اختیاری ہے، کیونکہ انہوں نے ان حروف کو اختیار کیا، ان میں مہارت حاصل کی، انہی کے پڑھنے پڑھانے میں اپنی زندگیاں کھپادیں، وہ مرجع خلائق بنے، لوگ ان سے قراءات حاصل کرتے تھے، یوں قراءات کی نسبت ان کی طرف ہونے لگی۔ چنانچہ معلوم ہوا کہ ان ائمہ کی طرف قراءات کی نسبت مذکورہ قبیل سے ہے، نہ کہ اس لئے کہ انہوں نے قراءات کو اپنی مرضی سے گھڑ کر لوگوں میں پھیلا دیا۔

⑤ صحابہ کرامؓ نے جو کچھ آپؐ سے اَخذ کیا، وہ اسی تک محدود رہے، نہ کہ ہر وہ وجہ پڑھنے لگے جو عربیت کے موافق تھی۔

اس بات کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

* حضرت ہشام بن حکیمؓ نے فرمایا: "أقرأنيها رسول الله ﷺ" [صحيح البخاري:۲۴۱۹، ۵۰۴۱]
''یہ قراءت مجھے رسول اللہ ﷺ نے پڑھائی تھی۔''

* حضرت عمرؓ کا ارشاد ملاحظہ فرمائیں: "سمعت هذا يقرأ ..... لم تقرأنيها" [صحيح البخاري:۶۹۳۶]
''میں نے ان سے ایسی قراءت سنی ہے، جو آپؐ نے مجھے نہیں پڑھائی۔''

* صحابی رسول کا یہ سوال دیکھیں: مَن أقرأك هذا ؟[صحيح مسلم:۵۰۴۱] ''یہ قراءت تجھے کس نے پڑھائی؟''

* حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے یوں سوال کیا: "أو لم تقرئيني كذا وكذا"
''کیا آپؐ نے مجھے ایسے ایسے نہیں پڑھایا تھا؟''

⑥ اَحرفِ سبعہ کی رخصت مدینہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئی تھی، نہ کہ مکہ مکرمہ میں۔ اس بات کی دلیل یہ ہے کہ ابی بن کعبؓ فرماتے ہیں: لقي جبرئيلُ النبيَّ ﷺ عند أضاة بني غفار . [صحيح مسلم:۸۲۱]
''جبرئیلؑ آپ ﷺ سے بنی غفار کے تالاب کے پاس ملے۔''

أضاة بني غفّار مدینہ میں واقع ایک مقام کا نام ہے۔ اس تالاب کی بنی غفار کی طرف نسبت کی وجہ یہ ہے کہ وہ اس کے قریب رہتے تھے۔ [فتح الباري:۹/۲۸، معجم از بکریؒ:۱/۱۶۴، المشارق از قاضی عیاضؒ:۱/۴۷، وفاء الوفاء از سمہودیؒ:۲/۷۵۷ تا ۷۵۹]

اِمام یاقوتؒ نے اسے قطعیت کے ساتھ بیان کیا ہے۔ [معجم البلدان:۱/۲۱۴]

⑦ سبعہ اَحرف میں سے جس حرف کے مطابق پڑھا جائے ٹھیک ہے، کیونکہ تمام حروف قرآن کریم ہیں۔ اس بات کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

* آپ ﷺ کا فرمانِ عالیشان ہے:
«فأيّما حرف قرءوا عليه فقد أصابوا» [صحيح مسلم:۸۲۱]
"وہ جس حرف کے مطابق بھی پڑھیں گے درستگی کو پالیں گے۔''

* اسی طرح ہشام، عمر، ابی رضی اللہ عنہم اور ان کے مخالفین کی قراءات اس بات کے صریح دلائل میں سے ہیں۔ خصوصاً آپ کا یہ فرمانا: «أنزل القرآن على سبعة أحرف» غور فرمائیں کہ آپ کے مطابق (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) نزولِ قرآن سات انداز پر ہوا ہے۔ ❑

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قاری صہیب احمد میر محمدی ☆
مترجم: قاری محمد صفدر ☆☆

قراءات کا ثبوت.....اجماعِ اُمت کی روشنی میں

زیر نظر مضمون مؤلف کی عربی تصنیف جبيرة الجراحات فی حجية القراء ات کی دو فصلوں کا ترجمہ ہے۔ مجلس التحقیق الاسلامی نے کتاب کی افادیت کے پیش نظر کتاب کا مکمل ترجمہ تیار کیا ہے، جسے عنقریب کتابی صورت میں شائع کر دیا جائے گا۔ قاری محمد صفدر، مدرّس كلية القرآن الكريم، لوکو ورکشاپ ورکن مجلس التحقیق الاسلامی نے کتاب کے ترجمہ کی سعادت حاصل کی ہے۔ [ادارہ]

علوم شرعیہ میں کوئی ایسا علم نہیں کہ جس میں قراءات سے استفادہ اور معاونت حاصل نہ کی گئی ہو۔ برابر ہے یہ علم صرف ونحو اور بلاغت کا ہو یا کتب لغت وغیرہ ہوں ان تمام میں قراءات قرآنیہ بنیادی رکن اور اساسی حیثیت کی حامل ہیں۔ اس بات کی وضاحت کا اہتمام علماء کرام نے کیا، علامہ جیسا کہ علامہ عبدالعال سالم علی نے اپنی کتاب اثر القراء ت فی الدراسة النحوية میں، علامہ عبدالوھاب حمودہ نے القراء ات واللّهجات میں، علامہ عبدہ الراجحی نے القراء ات واللّهجات میں، علامہ محمد عبدالخالق عضیمہ نے دراسات لاسلوب القرآن الكريم میں، ڈاکٹر محمد سالم مُحَيْسن نے القراء ات وأثرها فی علوم العربية میں اور علامہ عبدالصبور شاہین نے القراء ات القرآنية فی ضوء علم اللُّغة والحديث میں اس بات کی وضاحت فرمائی ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا علوم عربیہ کی ترقی قرآن اور علوم قرآن کی وجہ سے ہوئی؟

شیخ سعید افغانی رحمہ اللہ قرآن مجید کے بارہ میں بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''بلاغت، نحو، صرف اور لغت میں قرآن مجید سے استدلال کرنا بالکل صحیح اور مجمع علیہ ہے۔ قرآن مجید کی تمام قراءات ہم تک صحت سند کے ساتھ پہنچی ہیں یہ ایسی دلیل ہیں جس کا کوئی مدمقابل نہیں ہے اور ہاں ان قراءات کے مختلف طریقہ ادائی بھی اسی قبیل سے ہیں، کیونکہ وہ صحابہ اور قراء تابعین سے منقول ہیں یہ تمام حضرات ایسی (معتمد) شخصیات تھیں کہ انہوں نے قراءات کو اپنی بھرپور کوشش کے ساتھ آپ ﷺ سے سنا اور انہیں لکھ کر محفوظ کیا۔ اس باب میں ان کی بات حجت سمجھی جاتی تھی۔ یہ بات بھی یاد رہے کہ ابوعمرو بصری، کسائی اور یعقوب حضرمی نہ صرف قراءت میں امام تھے بلکہ لغت کے بھی امام تھے۔'' [أصول النحو، ۲۸، ۲۹]

شیخ محمد عبدالخالق عضیمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''قرآن مجید خواہ متواتر ہو یا غیر متواتر عربیت میں ویسے ہی حجت ہے جیسے شریعت میں قراءت شاذہ، اگرچہ تواتر کی

☆ مدیر كلية القرآن الكريم، مرکز البدر، بھائی پھیرو، فاضل كلية القرآن الكريم، جامعہ لاہور الاسلامیہ، لاہور
☆☆ فاضل كلية القرآن الكريم، جامعہ لاہور الاسلامیہ ورکن مجلس التحقیق الاسلامی، لاہور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شرط مفقود ہوتی ہے، لیکن چونکہ ثقہ کے واسطے سے ہم تک پہنچی ہیں لہٰذا لغت اور اسلوب لغت میں اس کی حیثیت یا شان میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی کیونکہ علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ لغت میں خبر واحد بھی کفایت کر جاتی ہے۔''

[دراسات لاسلوب القرآن:۲/۱]

سو قرآن مجید قراءات صحیحہ اور سنت نبوی ﷺ عقائد واَحکام کے اَخذ کرنے میں مصدر ومنبع ہیں۔ شریعت اور علوم شریعت میں انہیں نہایت اہم مقام حاصل ہے۔ اس لئے مفسر قرآن کے لئے ضروری ہے کہ وہ قراءات کا علم رکھتا ہو کیونکہ جب کوئی مفسر کسی قرآنی آیت کے معنی کی وضاحت کرتا ہے تو قراءات مختلفہ اس مسئلہ کو کھول کر بیان کرتی ہیں۔ جبکہ ایک قراءت سے معنی اس طرح واضح نہیں ہوتا۔ بسا اوقات کسی ایسی آیت جو ایک سے زائد معانی کا احتمال رکھتی ہو قراءات کے ذریعے ان میں سے راجح معنی کی وضاحت ممکن ہوتی ہے۔ ایسے ہی قرآن مجید کا نطق اور کیفیت ادائی معلوم ہوتی ہے جس میں نہ صرف نظم ومعانی قرآن کا اعجاز حاصل ہوتا ہے بلکہ الفاظ کی ترکیب اور کلمات کے حروف کا اعجاز بھی حاصل ہوتا ہے۔ [الاتقان:۱۸۴/۴، اسرار التعبیر فی القرآن:ص۲۲تا۲۵]

ایک فقیہ آدمی قراءات متنوعہ سے قرآن مجید کا تفقّہ اور احکام شرعیہ کے استنباط میں فائدہ اٹھاتا ہے جیسا کہ امام قسطلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''ہمیشہ سے علماء کا وطیرہ رہا ہے کہ ایسا حرف جسے کوئی قاری پڑھتا ہے، سے ایسے مسائل اخذ کرتے ہیں جو دوسری قراءت میں نہیں پائے جاتے تھے۔ سو قراءات فقہاء کے نزدیک استنباط مسائل کے لئے حجت ہیں، علماء کرام ان قراءات سے حصول صراطِ مستقیم کے لئے رہنمائی حاصل کرتے تھے۔''

[لطائف الاشارات:۱۷۱/۱ کا إتحاف فضلاء البشر کے ساتھ مقارنہ کرتے ہوئے]

جب قراءات کا مرتبہ ومقام اس قدر واضح اور بلند ہے تو اس بارہ میں متبحر ماہرین علماء قراءات کے اقوال نقل کرنے کی ضرورت محسوس کی گئی۔

اُمت اِسلامیہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ اللہ عزوجل نے صحابہ کی آسانی کی غرض سے انہیں کئی لغات پر قرآن مجید پڑھنے کی اجازت دی، لیکن شرط یہ تھی کہ وہ محض آپؐ سے سن لینے کی بناء پر ہو نہ کہ اس کے مطابق پڑھنے کی اجازت تھی جس کا ان کی لغت تقاضا کرتی تھی اور جو ان کا عادۃً محاورہ بن چکا تھا، کیونکہ قراءات میں رائے اور اجتہاد کا کوئی عمل دخل نہیں قراءات سبعہ کے تواتر پر اُمت اسلامیہ کا اجماع ہو چکا ہے، جیسا کہ شیخ زکریا انصاری فرماتے ہیں:

''قراءات سبعہ جو قراء سبعہ سے منقول ہیں نبی ﷺ سے ہم تک بطریق تواتر پہنچی ہیں۔''

[غایة الوصول شرح لب الاصول از زکریا انصاری رحمہ اللہ:ص۳۴]

اسی طرح ابن ابی شریف رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ سروجی حنفی رحمہ اللہ نے اہل سنت والجماعت سے قراءات سبعہ کا تواتر نقل کیا ہے۔ [الدّر اللوامع اَز ابن ابی شریف:ص۸۷]

اسی طرح سید محمد الطباطبی، جو کہ امامیہ شیعہ کے بہت بڑے عالم ہیں، نے لکھا ہے کہ

''علماء نے قراءات سبعہ پر تواتر نقل کیا ہے اور مطلق طور پر قراءات سبعہ کے تواتر کے قائلین میں سے علامہ ابن المطہر، ابن فہد، محدث حرملی اور فاضل جواد وغیرہ ہیں۔'' [مفاتیح الاصول از طباطبی:]

اسی طرح ابن ساعانی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''قراءات سبعہ متواترہ ہیں، ہاں قرآن کا بعض حصہ غیر متواتر ہے، جیسا کہ مالك اور ملِك وغیرہ۔''

[بديع النظام از ابن ساعاتی، ص ۵۶ مخطوطہ]

اسی طرح ابن نُجَیم رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ

''اگر ہم قراءات سبعہ میں غور وخوض کریں تو ہم دیکھتے ہیں کہ ہر قراءت متواترہ، مشہورہ اور (علماء فن کے ہاں) مقبولہ ہے۔ نسل در نسل لوگوں نے ان کو نقل کیا اور یہ قراءات مصحف عثمانی کے موافق ہیں۔ جو قراءات مصحف عثمانی کے مطابق مشہور اور متواتر ہیں ان پر نسل در نسل لوگوں نے اجماع نقل کیا ہے۔'' [فتح الغفار از ابن نجیم: ۱/۸۷]

قاضی عبدالجبار رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''صحابہ نے لوگوں کو مصحف عثمانی پر جمع کیا انہوں نے منزل متواتر قراءات میں سے کچھ بھی ہم تک پہنچنے سے نہیں روکا۔ قراءِ اتمتنوعہ ثبوت کے اعتبار سے متواتر ہیں جس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی اور صحیح ترین قراءات کا علم حاصل کرنا ہم پر واجب ہے۔'' [المغني از قاضی عبدالجبار: ص ۵۹، ۶۰]

احمد الونشر یشی رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

''ہم سب پر واجب ہے کہ منقول قراءات متواترہ پر ایمان لائیں۔ یہ بات دینی اور عقلی طور پر ناممکن ہے کہ ان میں تصحیف (غلطی) یا تحریف ہوئی ہو۔'' (المعیار المعرب: صفحہ ۸۷)

نواب صدیق الحسن خان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

''اہل اصول کا دعویٰ ہے کہ تمام قراءات سبعہ، بلکہ عشرہ متواترہ میں۔''

[حصول المامون از صدیق حسن بہادر رحمہ اللہ: ص ۳۵]

امام زرکشی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

''قراءات عشرہ کے تواتر پر اجماع ہو چکا ہے اور قراءات سنت متبعہ ہیں ان میں اجتہاد کو کوئی عمل دخل نہیں۔''

[البرھان از امام زرکشی رحمہ اللہ: ۱/۳۲۲]

ہاں شیعہ نے اس اجماع سے بیزاری کا اظہار کیا ہے۔ وہ تواتر قراءات کی نفی کرتے ہیں، لیکن اس گمراہ کن فرقہ کا اختلاف اُمت اِسلامیہ کے اجماع کے لئے مضر نہیں ہے۔ امت اِسلامیہ کا قراءات کے متواتر ہونے پر اجماع ہو چکا ہے۔ [أثر القراءات في الفقه الاسلامي: ص ۱۳۰ تا ۱۳۲]

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يَاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۭ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ۭ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ﴾ [المائدۃ: ۶۷]

''اے رسول جو کچھ آپ کی طرف نازل کیا گیا ہے اس کو آگے پہنچایئے اگر آپؐ نے ایسا نہ کیا تو گویا آپ نے حق رسالت ہی ادا نہ کیا۔ اللہ آپ کو کافروں سے بچائے گا اور وہ کافروں کی قوم کو ہدایت نہیں عطا کرے گا۔''

اس آیت میں اللہ نے اپنے نبی ﷺ کو ابلاغ رسالت کا حکم دیا ہے اور اس میں کوتاہی کی صورت میں انجام سے بھی باخبر کیا ہے۔ امام زرکشی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

''اس آیت میں ابلاغ سے مراد تواتر ہے۔'' [البرھان: ۲/۱۲۷]

اسی طرح امیر بادشاہ رحمہ اللہ نے بھی لکھا ہے کہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''قرآن سارے کا سارا متواتر ہے۔'' [تیسیر التحریر فی أصول الفقه از امیر بادشاہ:۱۲/۳]

امام غزالی رحمہ اللہ کتاب اللہ کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''مصحف کے دو گتوں کے مابین مشہور احرف سبعہ پر مشتمل جو چیز تواتر کے ساتھ ہم تک پہنچی ہے، اس کا نام کتاب اللہ ہے۔'' [المستصفی، ص۱۰۱]

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''علماء میں سے کسی نے بھی قراءات عشرہ کا انکار نہیں کیا۔'' [منجد المقرئین، ص۱۲۹]

ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''متواتر کا انکار صحیح نہیں، کیونکہ اس پر امت کا اجماع ہو چکا ہے۔ قراءات کا تواتر ایسے حتمی اُمور میں سے ہے جن کا جاننا واجب ہے۔'' [الفقه الاکبر از ملا علی قاری حنفی، ص۱۶۷]

امام طبری رحمہ اللہ [المتوفی ۳۱۰ھ] فرماتے ہیں:

''آپ نے اللہ کی اجازت کے ساتھ جو قراءات بھی احرف سبعہ میں سے اُمت کو پڑھائیں ہمارے نزدیک صحیح ہیں صحابہ کرام نے ان قراءات کو (عقیدہ) قرآن کے ساتھ پڑھا۔ جب کسی پڑھنے والے کی قراءات رسم مصحف کے موافق ہو تو ہمارے لئے جائز نہیں کہ اسے غلط کہیں۔'' [الابانہ: ص۶۰ بحوالہ کتاب القراءات از طبری]

ابو اسحاق زجاج رحمہ اللہ [المتوفی ۳۲۴ھ] فرماتے ہیں:

''قراءات سنت (متواترہ) ہے۔ کسی قاری کے لئے جائز نہیں کہ وہ ایسی قراءت پڑھے جسے صحابہ، تابعین یا ان قراء نے جو مختلف شہروں میں قراءات کے حوالے سے معروف تھے، نے نہیں پڑھی تھی۔'' [معانی القرآن واعرابه: ۴۸۲/۱]

امام ابن مجاہد رحمہ اللہ [المتوفی ۳۲۴ھ] فرماتے ہیں:

''وہ قراءات جو آج کل مکہ، مدینہ، کوفہ، بصرہ اور شام میں رائج ہیں۔ یہ وہ قراءات ہیں جو انہوں نے اپنے پہلوں سے حاصل کیں۔ انہی قراءات کی اشاعت کے لئے ہر شہر میں ایسے لوگ کھڑے ہوئے جنہوں نے تابعین سے وہ قراءات حاصل کیں جس پر سب عام و خاص جمع ہیں۔''

[الاعلام: ۲۶۱/۱، کتاب السبعة، ص۴۹ تا ۵۲، کچھ اختصار اور تصرف کرتے ہوئے]

ابن خالویہ رحمہ اللہ [المتوفی ۳۷۰ھ] فرماتے ہیں:

''میں نے پانچ معروف شہروں کے ائمہ سبعہ کی قراءات پر ان کی صحت نقل اور پختگی حفظ کے حوالے سے غور و فکر کیا تو ان ائمہ کو الفاظ روایت کی ادائیگی پر امین پایا۔ میں نے ہر ہر امام کو دیکھا جس حرف کے اختیار میں وہ منفرد ہے وہ عربیت کے موافق ہے قیاس کو اس میں کوئی سروکار نہیں۔ ان کا مذہب طریق نقل کے بیان میں لفظ کے موافق ہے اور آثار واجبیہ کے اختیار میں روایت غیر موثر نہیں ہوتی۔'' [کتاب الحجة: ۶۱]

اور اسی طرح فرماتے ہیں: ''اس بات پر لوگوں کا بلا اختلاف اجماع ہے کہ جو لغت قرآن میں پائی جاتی ہے وہ غیر قرآن والی لغت سے زیادہ فصیح ہے۔'' [المزهر: ۲۵۷/۱]

امام خطابی رحمہ اللہ [المتوفی ۳۸۸ھ] فرماتے ہیں:

''حجاز، شام اور عراق کے قراء میں سے ہر ایک کی مختارہ قراءت کسی نہ کسی ایسے صحابی کی طرف منسوب ہے جس نے یہ قراءت رسول اللہ ﷺ سے حاصل کی ہو۔ پورے قرآن مجید میں ایک بھی قراءت اس اصول سے مستثنیٰ قرار نہیں دی گئی۔'' [الاعلام: ۲۷۳/۲]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قاضی ابوالطیب رحمہ اللہ [التوفی ۴۰۳ھ] اپنی کتاب الانتصار میں فرماتے ہیں:

''عثمان کا جمع قرآن کا مقصد محض ابوبکر کی طرح قرآن مجید کو دوگتوں میں جمع کرنا نہیں تھا بلکہ ان کا مقصد تو رسول اللہ ﷺ سے منقولہ متواترہ معروفہ اور ثابتہ قراءات کو جمع کرنا تھا اور جن کی شان یہ نہ تھی، ان سے قرآن کو خالی کرنا تھا۔''

[ابحاث فی قراء ات القرآن الکریم از قاضی عبدالفتاح رحمہ اللہ: ص ۲۵]

مکی بن ابی طالب قیسی رحمہ اللہ [التوفی ۴۳۷ھ] فرماتے ہیں:

''یہ بات جان لینی چاہئے کہ جو قراءات ہمارے ہاں ثابت ہیں وہ ساری کی ساری ایسی سنت سے ثابت ہیں جس کا ردّ کرنے والی کوئی چیز نہیں۔'' [کتاب التبصرۃ: ص ۶۰]

ابوعمرو دانی رحمہ اللہ [التوفی ۴۴۴ھ] فرماتے ہیں:

''ائمہ قراءات کسی بھی فصیح ترین لغت یا عربیت کے زیادہ قرین قیاس وجہ پر قراءت کی بنیاد نہیں رکھتے تھے بلکہ ان کے ہاں جو وجہ نقل و روایت میں زیادہ فصیح ہوتی قراءت ٹھہرتی۔ جب کوئی روایت ان سے صحیح طریقے سے ثابت ہوجائے تو اسے (قوی نحوی وجہ پر) قیاس اور فصیح لغت رد نہیں کرسکتی کیونکہ قراءت سنت متبعہ ہے اس کا قبول ہم پر لازم ہے۔''

[منجد المقرئین، ص ۲۴۳]

ابن حزم رحمہ اللہ [التوفی ۴۵۶ھ] ان نحویوں کے موقف، جو کہ قراء ات کے خلاف ہیں، کے بھونڈے پن کی وضاحت کرتے ہوئے لکھے ہیں کہ

''اس شخص سے زیادہ عجیب (کم عقل) اور کون شخص ہوسکتا ہے جو امرؤ القیس، زہیر، جریر، حطیئہ، طرماح، اعرابی، سلمی، اسعدی، تمیمی یا ان کے علاوہ کسی بھی عرب کی کوئی کچی پکی بات جو اس نے اپنی نظم یا نثر میں کہی ہوتی ہے اس پر پکا ہو جاتا ہے اسے حرف آخر سمجھتا ہے اور اس سے پیچھے ہٹنے کے لئے تیار نہیں ہوتا، لیکن پھر اگر یہی آدمی، اللہ تعالی جو لغات اور اہل لغات کا خالق ہے، کے کلام میں کوئی ایسی بات پاتا ہے تو اس کی طرف توجہ نہیں کرتا اس سے منہ موڑ لیتا ہے۔ اس کلام میں تحریف کرنے کے درپے ہو جاتا ہے اور ایسی دور رس تاویلات کرتا ہے جو اس کے ذہن کی پیداوار ہوتی ہے اور یہی معاملہ رسول اللہ ﷺ کے کلام کے ساتھ کرتا ہے۔ اللہ کی قسم محمد ﷺ بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم قبل از نبوت جب مکہ میں ایک عام نوجوان تھے، اس وقت بھی اپنی قوم کی امت کو سب سے زیادہ جاننے والے اور سب سے زیادہ فصیح ادا والے تھے۔ حمیری، قضاعی، تمیمی، ایادی، ربیعی، قیسی اور خندقی جیسے تمام قبائل (کے ادباء) آپ کی زبان زیادہ حجت تسلیم کرتے تھے تو یہ کیسے ممکن ہے جب اللہ نے آپ کو نبوت و رسالت کے لئے چن لیا، اپنی مخلوق اور اپنے مابین واسطہ بنایا اور آپ کی زبان مبارک پر اپنا کلام جاری کیا پھر آپ کی زبان میں نقص آ گیا ہو۔''

[الفصل فی الملل والنحل: ۱۹۲/۳]

امام قرطبی رحمہ اللہ [التوفی ۴۶۲ھ] فرماتے ہیں:

''تمام مسلمانوں کا اس بات پر پختہ اعتماد اور اجماع ہے کہ جو بھی ان آئمہ نے دیکھا اس کو نقل کیا یا اپنی کتابوں میں لکھا وہ سب ٹھیک ہے اس سے اللہ کے حفظ کتاب کے وعدہ کی بھی تائید ہوتی ہے یہی مذہب قدیم محققین ابن جریر طبری اور قاضی ابوبکر بن طیب رحمہ اللہ وغیرہ کا ہے۔'' [ابحاث فی قراء ات القرآن الکریم: ص ۲۵]

امام قشیری رحمہ اللہ [التوفی ۴۷۵ھ] زجاج، جس نے بعض قراءات پر اعتراض کیا، کا تعاقب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اس طرح کی بات ائمہ دین کے ہاں مردود ہے جیسا کہ اہل فن جانتے ہیں جو قراءات ائمہ قراءات نے نقل کی ہیں آپ ﷺ سے بطریق تواتر ثابت ہیں تو نبیؐ سے ثابت شدہ کسی چیز کی تردید کرنا ایسے ہی ہے جیسے نبی ﷺ کی تردید کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گئی ہے۔جس چیز کی آپ ﷺ نے تلاوت کی اس کو ردّ کرنا بھی اسی قبیل سے ہے۔یہ بہت خطرناک بات ہے اس معاملہ میں ائمہ لغت یا نحو کی پیروی نہیں کی جائے گی۔'' [ابراز المعانی:ص۲۷۵]

اسی طرح امام قشیری رحمہ اللہ [المتوفی ۴۶۵ھ] کا ایک اور قول یوں ہے کہ فرماتے ہیں:

''بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ قبیح اور محال ہے کیونکہ جب کوئی قراءت نبی ﷺ سے ثابت ہوتی ہے تو وہ فصیح ہوتی ہے نہ کہ قبیح۔'' [جامع احکام القرآن:۹۳/۷]

مبرد نے جب قراءات محکمہ پر اعتراض کیا،تو اس کے تعاقب میں امام حریری رحمہ اللہ [المتوفی ۵۱۶ھ] لکھتے ہیں:

''یہ بات بالکل مبرد کا تساہل اور فضول قسم کی بکواس ہے، کیونکہ یہ قراءت تو سبعہ متواترہ میں سے ہے اسی طرح بعض نحوی اس غلط فہمی کا شکار ہوئے ہیں جن کے ہاں قراءات غیر متواترہ ہیں کہ جیسے چاہو اپنی مرضی کے مطابق پڑھ لو تو یہ خیال اور مذہب باطل اور ناقابل التفات ہے۔'' [درۃ الغواص:ص۹۵ کچھ تصرف کے ساتھ]

امام ابن عطیہ رحمہ اللہ [المتوفی ۵۴۳ھ] فرماتے ہیں کہ

''قراءات سبعہ بلکہ عشرہ (کے پڑھنے پڑھانے) پر اعصار (زمانوں کے زمانے) اور امصار (شہروں کے شہر) گزر چکے ہیں۔ان کی نماز میں تلاوت کی جاتی تھی کیونکہ یہ اجماع سے ثابت شدہ ہیں۔''

[ابحاث قراء ات القرآن الکریم:ص۲۵]

امام رازی رحمہ اللہ [المتوفی ۶۰۶ھ] فرماتے ہیں:

''جب ہم مجہول شعر سے لغت کے اثبات کو جواز فراہم کرتے ہیں تو قرآن اس کا زیادہ حق رکھتا ہے ہم اکثر نحویوں کو قرآن مجید میں موجود الفاظ کے بارہ میں حیران وششدر پھرتے دیکھتے ہیں کہ جب کسی غیر معروف شعر کو اس کے استشہاد میں پیش کرتے ہیں تو اس وقت بڑے خوش ہوتے ہیں۔ مجھے ان پر انتہائی تعجب ہوتا ہے اگر وہ قرآن میں وارد لفظ سے اس مجہول شعر کے لئے استدلال کرے تو یہ زیادہ مناسب تھا۔(نہ کہ اس کے برعکس)''

[تفسیر الکبیر للرّازی:۱۹۳/۳]

علامہ ابن منیر رحمہ اللہ [المتوفی ۶۳۳ھ] فرماتے ہیں:

''ہمارا یہ مقصد نہیں کہ قواعد عربیہ کو سامنے رکھتے ہوئے قراءات کو صحیح کریں بلکہ ہمارا مطلوب تو یہ ہے کہ قراءات کو سامنے رکھتے ہوئے قواعد عرب کی تصحیح کی جائے۔'' [الانتصاف علی الکشاف:۴۷۱/۱]

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ [المتوفی ۷۲۸ھ] فرماتے ہیں:

''کسی بھی عالم نے قراءات عشرہ کا انکار نہیں کیا ہاں جس کو قراءات کا علم نہیں یا وہ قراءات اس کے نزدیک ثابت نہیں جیسا کہ بلاد مغرب کی قراءات تو ایسے آدمی کے لئے جائز نہیں کہ وہ اس کی تلاوت کرے، کیونکہ قراءات سنت (متبعہ) ہیں جسے پچھلے اگلوں سے نقل کرتے ہیں۔اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ جس قراءت کا علم نہیں اس کا انکار کر دیا جائے۔'' [منجد المقرئین:ص۱۲۹تا۱۳۰]

اسی طرح امام موصوف رحمہ اللہ کا ایک اور قول ہے۔ فرماتے ہیں:

''تنوع قراءات کا سبب رسم عثمانی میں ان کا احتمال ہے اور یہ احتمال شارع کی مرضی اور صوابدید پر تھا کیونکہ اس رسم کی اصل بھی سنت اور اتباع ہی ہے نہ کہ رائے اور بدعت۔'' [مجموع الفتاویٰ:۴۰۲/۱۳]

امام ابوحیان رحمہ اللہ [المتوفی ۷۴۵ھ] فرماتے ہیں:

''ہم نہ تو بصری نحویوں کے قول کے پجاری ہیں اور نہ ہی ان کے علاوہ کسی اور کے، کیونکہ کتنے ہی ایسے حکم کلام عرب

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں موجود ہیں جو کوفیوں کے ہاں ثابت شدہ ہیں لیکن بصریوں نے ان کو نقل نہیں کیا اور اس کے برعکس بھی ایسی صورتحال ہے۔'' [البحر المحیط:۱۵۶/۳]

علامہ عبدالوہاب سبکی رحمہ اللہ [المتوفی ۷۷۱ھ] فرماتے ہیں:

''قراءات سبعہ جنہیں امام شاطبی رحمہ اللہ نے نقل کیا اور ان کے علاوہ قراءات ثلاثہ جو ابوجعفر رحمہ اللہ، یعقوب رحمہ اللہ اور خلف العاشر رحمہ اللہ کی قراءات ہیں، یہ متواتر اور دین میں اٹل حقیقت ہیں اگر ائمہ عشرہ میں سے کوئی بھی کسی حرف کو نقل کرنے میں منفرد ہوا ہے تو وہ حرف بھی دین کی اٹل حقیقت اور لازمی حصہ ہے، کیونکہ وہ حرف بھی آپ ﷺ پر نازل شدہ حروف میں سے ایک ہے۔ قراءات ثابتہ میں سے کسی ایک کا بھی انکار صرف جاہل آدمی ہی کرسکتا ہے۔ان قراءات کا تو صرف ان کے نقل کرنے والوں کی حد تک نہیں بلکہ ان کا تواتر تو ہر اس شخص کے ہاں مسلم ہے جو أشهد أن لا اله إلا الله وأشهد أن محمداً رسول الله کا اقرار کرتا ہے۔ بھلے وہ کتنا ہی سادہ لوح کیوں نہ ہو اور اس نے قرآن کا ایک حرف بھی یاد نہ کیا ہو۔ ہر مسلمان کی یہ ذمہ داری اور حق ہے کہ وہ اللہ کی تصدیق کرتے ہوئے یہ پختہ عقیدہ رکھے کہ جس تواتر کا ہم نے ذکر کیا ہے وہ یقینی طور پر ثابت ہے۔اسے شک اور ظن کی بناء پر رد نہیں کیا جاسکتا۔''

[أبحاث فی قراء ات القرآن الکریم:ص۲۶]

موصوف رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں:

''قراءت متواترہ قرآن ہے اور تمام کا تمام قرآن قراءات ہے امت اسلامیہ اس بات سے بالکل بے خوف ہے کہ قرآن مجید کو کسی بھی زمانے میں بطریق آحاد نقل کیا گیا ہو۔'' [رفع الحاجب لابن السبکی،ص۱۲۸]

خلاصۂ کلام یہ نکلا کہ ائمہ دین نے قراءات سبعہ عشرہ کو متواتر قرار دیا ہے، جیسا کہ امام بغوی رحمہ اللہ اپنی تفسیر:۳۱۳/۱ میں اور امام جزری رحمہ اللہ نے النشر:۳۸/۱ تا ۴۸ میں کئی ائمہ، جن میں مندرجہ ذیل ائمہ شامل ہیں، کا شمار ان لوگوں میں فرمایا ہے، جو کہ قراءات عشرہ کو قطعی الثبوت سمجھتے ہیں:

محی السنہ ابومحمد حسن بن مسعود بغوی رحمہ اللہ، حافظ مشرق رحمہ اللہ، جن کے علم وفضل پر لوگوں کا اجماع ہے، ابوالعلاء حسن بن احمد ہمدانی رحمہ اللہ، حافظ ومجتہد ابوعمرو بن صلاح رحمہ اللہ، حافظ ومجتہد العصر ابوالعباس احمد بن تیمیہ رحمہ اللہ، تاج الدین سبکی رحمہ اللہ اور ان کے بیٹے اور اس قسم کے کئی ائمہ سے قراءات کو متواتر سمجھتے ہیں۔ اسی طرح امام قسطلانی رحمہ اللہ [متوفی ۹۲۳ھ] نے لطائف الاشارات:۷۴/۱ تا ۷۷ میں اور علامہ دمیاطی رحمہ اللہ [متوفی ۱۱۸۶ھ] نے الاتحاف:۷] میں اس بات کی وضاحت کی ہے۔

امام زرکشی رحمہ اللہ [المتوفی ۷۹۴ھ] فرماتے ہیں:

''اختلاف قراءات توقیفی ہے نہ کہ کسی جماعت کا اپنا اختیار کردہ۔''

[البرهان فی علوم القرآن:۳۲۱/۱]

امام دمامینی رحمہ اللہ [المتوفی ۸۲۷ھ] فرماتے ہیں:

''ناقلین قراءات کی تعداد، اقوال واشعارِ عربی کے ناقلین سے کم نہیں ہے، تو جسے ثقہ لوگ نقل کریں اس کی بابت یہ کہنا کہ یہ اس کے مثل نہیں ہے کیونکر صحیح ہوسکتا ہے؟ اگر ناقلین غیر معروف سے کسی چیز (یعنی شعر وغیرہ) کو نقل کریں تو یہ اسے تو قبول کرلیتے ہیں تو جسے ثقہ لوگ نقل کریں اس کو تو بالاولی قبول کرنا چاہئے۔''

[المواهب الفتحیة:۵۴/۱، عن اللغة والنحو،ص۹۷]

امام ابن ابن جزری رحمہ اللہ [المتوفی ۸۳۳ھ] نحویوں کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''ان لوگوں کا رسول اللہ ﷺ سے بطریق تواتر اور مشہور ثابت شدہ چیز کا انکار ماسوائے تارعنکبوت کے اور کچھ نہیں ہے۔ ان لوگوں پر اعتماد نہیں کیا جائے گا انہوں نے اپنے قیاسات پر قراءات کو محمول کیا اور وہ سمجھ بیٹھے کہ انہوں نے عرب کی تمام فصیح ترین اور فصیح لغات کو جمع کرلیا ہے حتیٰ کہ جب ان پر قرآن مجید میں سے کوئی ایسی چیز پیش کی جاتی ہے جو ان کے ظاہری قیاس کے مطابق ہوتی ہے تو اسے فوراً قبول کرلیتے ہیں۔اور اگر ان سے ایسی قراءت کے بارہ میں پوچھا جائے جو ان کے خیال میں قیاس کے مخالف ہو تو اس کا انکار کردیتے ہیں اور قطعی طور پر اسے شاذ قرار دیتے ہیں۔''

[منجد المقرئین،ص۲۴۱]

اسی طرح امام موصوف رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''ہر وہ قراءت جو کسی عربی (نحوی) وجہ کے موافق ہو، رسم مصحف کے مطابق ہو بھلے یہ مطابقت تقدیری ہو اور اس کی سند صحیح ہو تو وہ قراءت صحیح ہوگی۔اس کو رد کرنا یا اس کا انکار صحیح اور جائز نہیں ہوگا۔'' [النشر:۹/۱]

امام موصوف رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں:

''آج جو قراءات ہم تک پہنچی ہیں وہ صحیح اور متواتر ہیں ان کے بارہ میں یہ بات قطعی طور پر ثابت شدہ ہے کہ وہ ائمہ عشرہ اور ان کے رواۃ کی قراءات ہیں۔یہ بات علماء کے اقوال کا ماحاصل ہے اور یہی مذہب آج کل شام، عراق، مصر اور حجاز کے لوگوں کا ہے۔'' [منجد المقرئین:ص۲۳ تا۲۴]

امام موصوف رحمہ اللہ مزید وضاحت کرتے ہیں:

''ان قراءات میں سے جو بھی نبی ﷺ سے صحیح سند کے ساتھ ثابت ہیں، ان کو قبول کرنا واجب ہے۔کسی بھی امام نے ان کو رد کرنے کی جرأت نہیں کی ہے ان پر ایمان لانا لازم ہے وہ تمام کی تمام منزل من اللہ ہیں۔اس بات کو سامنے رکھتے ہوئے (یوں کہا جائے گا کہ) ہر قراءت دوسری قراءت کے لئے ایسے ہی ہے جیسے ایک آیت دوسری آیت کے ساتھ ان تمام پر ایمان لانا لازم ہے۔یہ قراءات علمی اور عقلی طور پر جن معانی کا احاطہ کئے ہوئے ہیں ان کی اتباع کرنا ضروری ہے۔یہ خیال کرتے ہوئے کہ ایک قراءت دوسری کے متعارض ہے کسی قراءت کو رد کرنا جائز نہیں۔''

[النشر:۱/۵۱،]

امام ابن جزری رحمہ اللہ نے اپنے آخری قول میں امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے مجموع الفتاوی کے صفحہ۳۹۱، ۳۹۲ کے ساتھ بار بار مقارنہ کرکے اپنی بات کو واضح کیا ہے۔

قراءات کے اِنکار اور منکر قراءات کا حکم

یہ بات تو بدیہی طور پر واضح ہے کہ دین اسلام حروف (قراءات) میں طعن سے مکمل طور پر کنارہ کش ہے کیونکہ قراءات دین میں اصل حقیقت ہیں۔جیسا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا قرآن سات حروف پر نازل کیا گیا اس میں جھگڑنا کفر ہے۔ [مجمع الزوائد:۷/۱۵۱ تا۱۵۳]

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے نقل کیا ہے کہ:''قرآن مجید سات حروف پر نازل کیا گیا جس حرف کے مطابق پڑھو گے درستی کو پالو گے قرآن میں جھگڑا مت کرو، کیونکہ اس میں جھگڑا کرنا کفر ہے۔''

[فتح الباری:۹/۲۱، مسند أحمد:۴/۲۰۴،۲۰۵]

ابو جہیم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

''آپ ﷺ کے دور میں دو آدمیوں کا قراءت میں اختلاف ہوا، ہر ایک کا دعویٰ تھا کہ اس نے قراءت رسول اللہ ﷺ سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سیکھی ہے۔ ان دونوں نے آپ ﷺ سے دریافت کیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ قرآن مجید سات حروف پر نازل کیا گیا ہے تم اس میں جھگڑا نہ کرو کیونکہ قراءات میں جھگڑنا کفر ہے۔''

[مسند أحمد:۱۶۹/۴، فضائل قرآن:ص۶۵،۶۶]

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''قرآن سات حروف پر نازل کیا گیا ہے۔ آپ ﷺ نے تین مرتبہ یہ بات کہی کہ اس میں جھگڑنا کفر ہے۔ جس کا علم ہو اس کے مطابق پڑھ لو اور جس کا علم نہ ہو اسے (قراءت کے) عالم کی طرف لوٹاؤ۔''

[مسند أحمد:۳۰۰/۱، صحیح ابن حبان:ص۸۳، ابن کثیر:۱۰۲/۳، فضائل قرآن:ص۶۳]

عبدالرحمٰن بن عابس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ

''عبداللہ کے ہمدانی شاگردوں میں سے کسی نے نام بتائے بغیر ہمیں اطلاع دی کہ جب عبداللہ نے مدینہ آنے کا ارادہ کیا تو اپنے شاگردوں کو جمع کیا اور فرمایا اللہ کی قسم! مجھے اُمید ہے کہ تم میں بھی مسلمانوں کی طرح دین، فقہ اور علوم قرآن میں علم و فضل والے لوگ موجود ہیں۔ قرآن میں نہ اختلاف کیا جائے گا اور نہ ہی اس سے کسی چیز کو مستثنیٰ قرار دیا جائے گا اور نہ ہی کثرت ردّ کی وجہ سے اسے اس کے مقام سے گرایا جائے گا جس نے کوئی ایک حرف پڑھا اسے بے رغبتی کرتے ہوئے نہ چھوڑے جس نے رسول اللہ ﷺ کے سکھائے ہوئے حروف میں سے کسی حرف کے مطابق پڑھا کوئی اس سے اعراض نہ کرے، کیونکہ جس نے اس میں سے کسی ایک آیت کا انکار کیا اس نے سارے قرآن کا انکار کیا۔''

[مجمع الزوائد:۱۵۳/۷]

حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ

''جبریل علیہ السلام کی آپ ﷺ سے 'المریٰ' کے مقام پر ملاقات ہوئی تو جبریل علیہ السلام نے کہا اپنی اُمت کو سات حروف پر پڑھائیے جسے جو حرف سکھا دیا گیا ہے اس سے مت پلٹے۔'' [مجمع الزوائد:۱۵۱/۷]

بعض روایات میں مندرجہ ذیل الفاظ ہیں:

«من قرأ على حرف فلا يتحول إلى غيره رغبة عنه»

''جو جس حرف پر پڑھتا ہے بے رغبتی کرتے ہوئے اسے نہ چھوڑے۔''

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ

''جس نے ایک حرف کا انکار کیا اس نے پورے قرآن کا انکار کیا۔''

[طبری:۵۴/۱، الابحاث:ص۱۸، النکت الانتصار:ص۳۶۴]

جب نزول قرآن علی سبعہ احرف والی روایات متواترہ ہیں، جیسا کہ پہلے معناً یہ بات گزر چکی ہے تو ایسا آدمی جسے ان کے تواتر کا بھی علم ہو لیکن پھر بھی وہ انکار کرے تو بلا شک وشبہ وہ کافر ہے۔ ایسے شخص کے بارے میں کچھ تفصیل ہے۔ جس نے بعض قراءات محکمہ کا انکار کیا ہے، اگر اس نے قطعی قراءات کا علم ہونے اور حجت قائم کر دینے کے بعد انکار کیا ہے تو وہ کافر ہے اور اگر اس نے ظنی قراءات کا انکار کیا تو اس پر کفر کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔

جیسا کہ امام ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جو کچھ قرآن میں سے ہے وہ حق اور ثابت شدہ ہے۔ سو اگر کوئی شخص ان منقولہ محفوظ قراءات جسے تمام لوگوں نے نقل کیا ہے، میں سے کوئی حرف کم یا زیادہ کرتا ہے یا کسی حرف کو کسی حرف سے بدل کر پڑھتا ہے حالانکہ اس پر حجت قائم ہو چکی ہو کہ یہ قرآن ہے لیکن پھر بھی وہ جانتے بوجھتے اس کی مخالفت کرتا ہے تو وہ کافر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔'' [مراتب الاجماع،ص۱۸۴]

ملاعلی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''جس نے کتاب اللہ کی کسی آیت کا انکار کیا، اس میں عیب نکالا یا کسی کلمہ یا قراءت متواترہ کا انکار کیا یا اس نے گمان کیا کہ وہ قرآن نہیں تو وہ کافر ہے، کیونکہ اس نے ایسی چیز کا انکار کیا ہے جس پر اجماع ہو چکا ہے۔''

[الفقہ الاکبر:ص۱۶۷]

اس سلسلہ میں حافظ ابن جزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''جس نے اپنی مرضی سے قرآن مجید میں کوئی ایک حرف یا حرکت کی کمی یا زیادتی کی اور پھر اس پر مصر ہو گیا تو اسے کافر قرار دیا جائے گا۔'' [منجد المقرئین:ص۹۷،۲۴۴]

امام ابوشامہ رحمہ اللہ اس بات کی مزید توضیح یوں فرماتے ہیں کہ

''کیونکہ منزل حروف سبعہ میں سے کسی ایک کا انکار کرنے پر نبی ﷺ نے کفر کا حکم لگایا ہے۔''

[المرشد الوجیز از ابوشامہ،ص۱۴۹]

ہمارے لئے مناسب نہیں کہ ہم گمراہ لوگوں کے طعن کے سامنے سرتسلیم خم کریں اور ان کی باطل آراء کو تسلیم کریں، بلکہ زیادہ مناسب بات تو یہ ہے کہ ہم کتاب اللہ کے دفاع کے لئے مرمٹنے پر تیار ہو جائیں، اس معاملہ میں سستی اور کاہلی کو ہرگز قبول نہ کریں، بلکہ اس سخت تباہی مچانے والی تیز لہر کو مڑنے پر مجبور کر دیں اور اس کے سامنے سینہ سپر ہو جائیں۔

قراءات کا تواتر تو اظہر من الشمس ہے۔ جو اس سورج کی روشنی دیکھنے سے قاصر ہے تو ہم اس کے لئے یہی کہہ سکتے ہیں، جو کسی شاعر نے ایسے شخص کے بارے میں کہا ہے:

ولیس یصحّ فی الأذھان شيء
إذا احتاج النھار إلی دلیل

''(ایسے لوگوں کے ہاں) کوئی بھی چیز صحیح نہیں ٹھہرتی، جو دن کی روشنی پر بھی دلیل کے طالب ہوں۔''

شیخ عبدالرؤف فرماتے ہیں:

''جو لوگ اللہ پر ایمان لے آتے ہیں، پھر انہیں کسی دلیل کی حاجت نہیں رہتی اور جو لوگ اللہ پر ایمان نہیں لاتے، دلائل بھی انہیں کچھ فائدہ نہیں دیتے۔'' [البصیرت:ص۳، The Visom , P113]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تاریخ قراءات

افادات: قاری اظہار احمد تھانوی ☆
ترتیب واضافہ: فاروق احمد حسینوی ☆☆

برصغیر پاک و ہند میں تجوید وقراءت کا آغاز واِرتقاء

زیرنظر مضمون ہمارے شیخ المشائخ، شیخ القراء قاری اظہار احمد تھانوی رحمہ اللہ اور ان کے تلمیذ خاص قاری محمد ادریس العاصم حفظہ اللہ کی تصنیف قیم شجرة الأساتذة فی أسانید القراءات العشر المتواترة سے ماخوذ ہے۔ مجلس التحقیق الاسلامی کے رکن محمد فاروق حسینوی نے اس مضمون کی تلخیص کے ساتھ ساتھ انتہائی عرق ریزی سے شیخ القراء قاری اظہار احمد تھانوی رحمہ اللہ کے ذاتی حالات اور پھر ان کے تلامذہ کے ضمن میں تجوید وقراءات کا ارتقاء یوں پیش کردیا ہے کہ برصغیر پاک و ہند میں اہل حدیث قراء کے تجوید وقراءات کے فروغ وارتقاء میں کردار پر بھی ایک تاریخی دستاویز تیار ہوگئی ہے۔ ہم استاذ القراء الشیخ قاری محمد ادریس العاصم حفظہ اللہ کے انتہائی شکرگزار ہیں کہ جنہوں نے اپنی طبیعت کی انتہائی علالت کے باوجود اس مسودے پر کئی دفعہ نظرثانی فرمائی اور بیشتر مقامات پر گراں قدر اضافہ جات فرماتے ہوئے تاریخی اغلاط کی مکمل تصحیح بھی فرمائی۔ اللہ تعالیٰ قاری صاحب حفظہ اللہ کو صحت کاملہ عاجلہ عطاء فرمائے اور 'رشد' سے علمی تعاون پر اجرِعظیم عطاء فرمائے۔ آمین [ادارہ]

یہ بات ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ برصغیر پاک و ہند میں بسنے والے مسلمان جہادی جذبہ سے سرشار رہے ہیں۔ جس کی مثال ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں انگریزوں کے خلاف ایک عظیم جہادی تحریک کا نمایاں کردار ہے۔ اس جہادی تحریک کی خوبی اور وصف یہ تھا کہ اس تحریک میں شمولیت اختیار کرنے والی عوام نے کالے گورے، عربی وعجمی، رنگ ونسل اور علاقہ ووطن کے تمام اختلافات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اپنے تن من دھن کی بازی لگا دی۔ جس کی بدولت شروع میں یہ تحریک فوز وکامیابی پر گامزن رہی، لیکن یہ بات قرونِ اولی سے چلی آرہی ہے کہ ہر مضبوط ارادہ کی حامل تحریک وتنظیم میں غداروں اور منافقوں کا ٹولہ موجود ہوتا ہے۔ اس تحریک کا بھی یہی حال تھا۔ جس کی بنا پر یہ جہادی تحریک ناکام ٹھہری۔ جس کے بعد مسلمانوں پر مختلف قسم کے مصائب وآلام ڈھائے گئے۔ ان پر تکالیف و مشکلات کے پہاڑ ٹوٹے اور ان کو سزاؤں اور ظلم وستم کا تختہ مشق بنایا گیا۔ مسلمانوں کی عزتوں کو پامال، جائیدادوں کو ضبط اور کالے پانیوں کی سزائیں دی گئیں۔

گویا تہذیبِ مسلم کو غاصبوں اور ظالموں نے مسمار کرکے رکھ دیا۔ ان مظالم کی تاب نہ لاتے ہوئے برصغیر پاک و ہند کے بعض معزز خاندانوں نے ہجرت کا پروگرام بنایا۔ مکہ معظّمہ کو کئی وجوہ کی بنا پر مناسب سمجھا اور اسی کی طرف حضرت مولانا حاجی امداداللہ فاروقی مہاجر مکی رحمہ اللہ نے تھانہ بھون سے اور ردعیسائیت کے پاسبان حضرت مولانا رحمت

☆ سابق پروفیسر کلّیة أصول الدین الجامعة الإسلامیة العالمیة، اسلام آباد
☆☆ فاضل کلّیة الشریعة، جامعہ لاہور الاسلامیہ ورکن مجلس التحقیق الاسلامی، لاہور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ کیرانی مہاجر مکی رحمہ اللہ نے کیرانہ سے اور جناب محمد بشیر خان رحمہ اللہ، ان کے بڑے بھائی اور ان کے خاندان سمیت سترہ افراد نے ہندوستان سے مکہ معظّمہ کی طرف ہجرت فرمائی۔

خاندان محمد بشیر رحمہ اللہ پر مشکلات اور مولانا رحمت اللہ رحمہ اللہ کی سرپرستی

برصغیر پاک و ہند کے سترہ باشندے جب مکہ معظّمہ، رباط اور برما میں جا کر رہائش پذیر ہوگئے، تو ان کو غیر معمولی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ اشیاء خوردونوش کا فقدان اس قدر تھا کہ بسا اوقات آبِ زمزم پر ہی گزارہ کرنا پڑتا اور دوسری طرف رنج والم کا یہ عالم کہ مکہ معظّمہ گئے ہوئے ابھی تین سال ہوئے تھے کہ محمد بشیر خان رحمہ اللہ کے برادر اکبر خالق حقیقی سے جاملے اور پورے خاندان کی معاشی واقتصادی ذمہ داری محمد بشیر خان رحمہ اللہ پر پڑ گئی۔ ایسی بے بسی کے عالم میں محمد بشیر خان رحمہ اللہ کے خاندان کی سرپرستی کی ذمہ داری مولانا رحمت اللہ کیرانی رحمہ اللہ نے سنبھال لی، محمد بشیر خان رحمہ اللہ چونکہ جلد سازی میں مہارت رکھتے تھے، لہٰذا مولانا رحمت اللہ رحمہ اللہ نے ارباب مال وزر سے محمد بشیر خان رحمہ اللہ کا رابطہ کرایا اور محمد بشیر خان رحمہ اللہ ان کے ہاں اپنی ماہرانہ صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے اپنے خاندان کی ساکھ بچانے میں کامیاب ہوئے۔

محمد بشیر خان رحمہ اللہ کے تین صاحبزادے تھے: بڑا بیٹا عبداللہ، اس سے چھوٹا عبدالرحمٰن اور سب سے چھوٹا بیٹا حبیب الرحمٰن تھا۔ محمد بشیر خان رحمہ اللہ نے مذکورہ تینوں صاحبزادوں کو مولانا رحمت اللہ کیرانی رحمہ اللہ کی سرپرستی میں دے دیا۔ چند ماہ بعد محمد بشیر خان رحمہ اللہ کا انتقال ہوگیا تو بچے مکمل طور پر مولانا رحمت اللہ کیرانی رحمہ اللہ کی سرپرستی میں آ گئے۔ انہی ایام میں مولانا رحمت اللہ کیرانی رحمہ اللہ اور مولانا حاجی امداد اللہ رحمہ اللہ نے مل کر ایک درس گاہ کا سنگ بنیاد رکھا۔

قیام مدرسہ صولتیہ اور فروغ علم تجوید وقراءت

۱۲۹۱ھ بمطابق ۱۸۷۶ء میں مولانا حاجی امداداللہ رحمہ اللہ اور مولانا رحمت اللہ رحمہ اللہ نے مل کر مکہ مکرمہ میں ہندوستانی مسلمانوں کی دینی تعلیم وتربیت کو سامنے رکھتے ہوئے ایک مدرسہ قائم کیا، جس کا نام مدرسہ صولتیہ رکھا، جس میں مکمل درس نظامی کے ساتھ ساتھ ہندوستانی بچوں کے لیے قرآن کریم کی تعلیم کا باقاعدہ اہتمام فرمایا۔

مدرسہ صولتیہ کی وجہ تسمیہ

مدرسہ صولتیہ کا نام ایک نہایت نیک صولت النساء نامی خاتون کی طرف نسبت کرتے ہوے رکھا گیا ہے، جس کی وجہ یہ بنی کہ کلکتہ کی یہ نیک اور خوشحال خاتون اپنی بیٹی اور داماد کے ساتھ حج بیت اللہ کے ارادہ سے مکہ مکرمہ تشریف لائی اور وہاں بطور صدقہ جاریہ 'مسافر خانہ' بنانے کا ارادہ فرمایا۔ صولت النساء کے داماد مسجد حرام میں مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمہ اللہ کے درس میں شریک ہوتے تھے۔ ایک دن انہوں نے مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمہ اللہ سے اپنے پاکیزہ ارادہ کا ذکر کیا۔ مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمہ اللہ نے نہایت اہم مشورہ سے نوازتے ہوے فرمایا کہ یہاں مکہ مکرمہ میں مسافر خانے تو بہت ہیں، آپ کو یہاں ایک مدرسہ تعمیر کروانا چاہیے، جس میں ہندستانی طریقہ کے مطابق تعلیم دی جاے، تاکہ ہندستانی بچے یہاں سے خوب استفادہ کرسکیں۔ مولانا کے اس مشورہ سے متفق ہوتے ہوئے صولت النساء نے مدرسہ کی زمین اور تعمیر کے تمام اخراجات اپنے ذمہ لیے اور ۱۲۹۱ھ میں اس کی تعمیر فرمائی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مدرسہ صولتیہ کے قیام سے قبل مکہ معظّمہ میں مدرسہ ہندیہ مولانا رحمت اللہ ؒ کی سرپرستی میں چل رہا تھا، جس میں محدود پیمانے پر قرآن کریم کی علم تجوید کی تعلیم کا انتظام تھا۔ اس مدرسہ میں قرآن کریم کی تعلیم وتدریس کے فرائض مولانا قاری عبدالقادر مدارسی اَزہری ؒ سرانجام دے رہے تھے۔ قاری عبداللہ مہاجر مکی ؒ نے انہی سے قرآن کریم حفظ فرمایا اور تجوید کے بنیادی قواعد سیکھے۔ اس کے بعد قاری عبداللہ مہاجر مکی ؒ نے مدرسہ صولتیہ میں حضرت ابراہیم سعد بن علی الازہری ؒ سے تلمذ اختیار کیا اور علم تجوید وقراءت میں اپنی ماہرانہ صلاحیتوں کو بیدار کیا۔

قاری مقری ابراہیم سعد بن علی ؒ کا مختصر تعارف

پورا نام: ابراہیم سعد بن علی الشافعی مصری الازہری الخلوتی ؒ

سن پیدائش: ۱۲۲۵ھ

اَساتذہ: حسن بن بدیر الجریسی الکبیری ؒ (جو الشیخ محمد متولی ؒ کے تلمیذ رشید تھے)

نامور تلامذہ: ① قاری محمد عبداللہ مکی ؒ

② قاری سبحان اللہ ؒ

سن وفات: ۱۲۹۵ھ بمطابق ۱۸۷۹ء

قاری الشیخ ابراہیم سعد بن علی ؒ کی تدریسی خدمات

قاری ابراہیم سعد بن علی ؒ جو فن تجوید وقراءت کے ماہر تھے، مدرسہ صولتیہ کے آغاز سے قبل ہی مکہ مکرمہ میں تشریف لائے تو قاری عبداللہ مکی ؒ نے الشیخ ابراہیم سعد بن علی ؒ کے وجود کو غنیمت جانتے ہوئے اور اس سنہری موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان سے باقاعدہ فن تجوید وقراءت میں استفادہ فرمایا۔ مدرسہ صولتیہ کے آغاز سے ہی الشیخ قاری ابراہیم سعد بن علی ؒ نے یہاں تدریس علم تجوید وقراءات کا آغاز فرمایا۔ انہی تدریسی کاوشوں اور خدمات کے نتیجے میں ایک نامور تلمیذ اور زندہ جاوید کتاب قاری محمد عبداللہ مکی ؒ کی صورت میں چھوڑی، جن کے ذریعے برصغیر پاک و ہند میں فن وعلم تجوید وقراءات کا اجراء وارتقاء ہوا۔ الشیخ ابراہیم سعد بن علی ؒ مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ میں دوران تدریس ہی وفات پاگئے۔ بعد ازاں الشیخ ابراہیم ؒ کے تلمیذ رشید قاری محمد عبداللہ ؒ ہی آپ کے جانشین مقرر ہوئے، جن کا اب تذکرہ کیا جاتا ہے۔

اِمام القراء قاری عبداللہ مکی ؒ کا تعارف

نام: محمد عبداللہ مکی بن بشیر احمد خان

تاریخ پیدائش وجائے پیدائش: امام القراء ؒ ۱۲۷۲ھ بمطابق ۱۸۵۶ قصبہ قاسم گنج، ضلع فرخ آباد میں پیدا ہوئے۔

اَساتذہ: ① الشیخ القاری عبدالقادر مدارسی الازہری ؒ

② الشیخ ابراہیم سعد بن علی الشافعی الازہری مصری ؒ

امام القراء قاری محمد عبداللہ مکی ؒ کے تعلیمی شب وروز

امام القراء قاری محمد عبداللہ مکی ؒ نے مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ میں الشیخ ابراہیم سعد بن علی ؒ کے سامنے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زانوائے تلمذ اختیار کرلیا اور الشیخ ابراہیم سعد ؒ نے بھی اپنے ہونہار تلمیذ رشید کی علمی پیاس بجھانے کے لیے لیل و نہار کو ایک کئے رکھا۔ اس بارے میں قاری عزیز احمد تھانوی ؒ (مدیر قراءات اکیڈمی) لکھتے ہیں:

''حضرت قاری ابراہیم سعد بن علی ؒ اس زمانہ میں حجاز مقدس میں اپنے فن کے امام شمار ہوتے تھے۔ مدرسہ صولتیہ کے قیام کے بعد قاری ابراہیم سعد ؒ درس و تدریس میں ہمہ تن اور ہمہ وقت مصروف رہتے تھے۔ دن رات چوبیس گھنٹوں میں بمشکل دو تین گھنٹے آرام فرماتے، بقایا اوقات میں تعلیم قرآنی کی عظیم خدمت ہی آپ کا کام تھا۔ تہجد کے وقت اپنے بہت محبوب اور خاص شاگردوں، مثلاً حضرت قاری عبداللہ مکی ؒ اور حضرت قاری سبحان اللہ ؒ، جیسے اجل شاگردوں پر خصوصی توجہ ہوتی۔ حضرت قاری ابراہیم سعد ؒ نے قیام صولتیہ کے دوران ہی بعمر ستر سال انتقال فرمایا۔'' [تذکرہ منبع علوم وفنون: ص ۳۴۹]

الغرض امام القراء قاری محمد عبداللہ مکی ؒ نے پہلے روایت حفص کی تکمیل فرمائی اور بعد ازاں قراءات عشرہ بطریق درہ وطیبہ کی تعلیم حاصل کی۔ حضرت قاری ابراہیم سعد ؒ نے اپنے ہونہار شاگرد پر بے انتہا محنت کی۔ روایت کا نہایت عمدہ حفظ، ان کی ادائیگی بے تکلف، اور عربی لہجوں کی بے حد پختگی نے حضرت قاری عبداللہ مکی ؒ کو امام وقت بنا دیا۔

امام القراء کے بارے مولانا رحمت اللہ کیرانی ؒ اور الشیخ ابراہیم سعد ؒ کا تبصرہ

امام القراء قاری محمد عبداللہ مکی کے دوران تدریس علم وفن تجوید قراءات مولانا رحمت اللہ نے الشیخ ابراہیم سعد سے کہا:

"أظن أن القاری عبد الله صار ماهرا و لا نظير له فی الهند"

''میں سمجھتا ہوں کہ قاری عبداللہ نے بڑی مہارت حاصل کرلی ہے۔ ہندوستان میں ان کی نظیر اور مثال نہیں۔''

تو امام القراء قاری محمد عبداللہ مکی صاحب کے استاد محترم الشیخ ابراہیم سعد نے فوراً فرمایا:

"بل لا نظير له فی العالم"

''نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اس وقت پورے عالم میں اس کی نظیر نہیں ہے۔''

امام القراء قاری محمد عبداللہ مکی ؒ کی تدریسی خدمات اور دیگر مشاغل

امام القراء قاری محمد عبداللہ مکی تحصیل علم وفن تجوید وقراءات کے بعد مدرسہ صولتیہ میں اپنے استاد قابل صد احترام الشیخ ابراہیم سعد کے معاون استاد مقرر ہوئے۔ آغاز تدریس میں ہی آپ کے استاد الشیخ ابراہیم خالق حقیقی سے جا ملے۔ امام القراء قاری محمد عبداللہ مکی مدرسہ صولتیہ میں بطور صدر مدرس مقرر ہوئے۔ امام القراء چوبیس گھنٹوں میں صرف چار گھنٹے آرام فرماتے۔ باقی تمام وقت تدریس قرآن کے لیے وقف تھا۔ امام القراء کے دونوں چھوٹے بھائیوں قاری عبدالرحمٰن مکی ؒ اور قاری حبیب الرحمٰن مکی ؒ نے آپ سے ہی فیض علمی پایا۔ اولاً تو انہوں نے آپ سے روایت حفص میں کمال حاصل کیا اور بعد میں سبعہ وعشرہ بطریق درہ وطیبہ کی تکمیل فرمائی۔ گویا اس طرح پوری دنیا میں آپ کا فیض علمی جاری ہوا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اِمام القراء قاری محمد عبداللہ مکی ؒ کا حرم میں نماز تراویح کی ادائیگی

امام القراء قاری محمد عبداللہ مکی ؒ مدرسہ صولتیہ میں تدریس کے ایام میں حرم میں نماز تراویح پڑھاتے تھے۔ ان کی اقتدا میں خلق خدا کا اژدھام اور ہجوم ہوتا۔ امام القراء کی آواز اتنی پُرسوز تھی کہ مولانا رحمت اللہ کیرانی ؒ، حاجی امداد اللہ ؒ اور استاد القراء الشیخ ابراہیم سعد بن علی ؒ اور دیگر سرداران مکہ امام القراء ؒ کی اقتداء میں نماز تراویح ادا فرماتے۔

امام القراء کے نامور تلامذہ

1. حضرت قاری عبدالرحمٰن مکی الہ آبادی ؒ (فاضل قراءات سبعہ وعشرہ بطریق الشاطبیہ والدرہ والطیبہ)
2. حضرت قاری محمد سلیمان بھوپالی ؒ (فاضل قراءات سبعہ وعشرہ)
3. حضرت قاری مرزا محمود بیگ ؒ (فاضل قراءات سبعہ وعشرہ)
4. حضرت قاری عبدالخالق ؒ (روایت حفص عبداللہ مکیؒ سے اور قراءات سبعہ وعشرہ قاری عبدالرحمٰن مکیؒ سے سیکھیں)
5. حضرت قاری عبدالمالک ؒ (روایت حفص عبداللہ مکیؒ سے اور قراءات سبعہ وعشرہ قاری عبدالرحمٰن مکیؒ سے سیکھیں)
6. قاری حبیب الرحمٰن مکی ؒ (روایت حفص قاری عبداللہ مکی سے اور سبعہ وعشرہ قاری عبدالرحمٰن مکی سے)
7. حضرت قاری عبدالوحید ؒ (سبعہ وعشرہ قاری عبدالرحمٰن مکی ؒ سے، لیکن سفر حج کے بعد قاری عبداللہ مکی ؒ سے توثیقاً دوبارہ پڑھا)

سن وفات: امام القراء قاری عبداللہ مکی ؒ ۲۵ شوال بروز منگل ۱۳۳۷ھ بمطابق ۲۳ جون ۱۹۱۹ء کو اس دار فانی سے رحلت فرما گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

شیخ القراء قاری عبدالرحمٰن مکی ؒ کی سوانح عمری اور علم تجوید وقراءات کا ارتقاء

نام: محمد عبدالرحمٰن مکی الہ آباد بن محمد بشیر احمد خان

سن پیدائش: آپ ۱۲۸۰ھ بمطابق ۱۸۶۴ء میں پیدا ہوئے۔

شیخ القراء قاری عبدالرحمٰن مکی ؒ کا تعلیمی دور

الشیخ ابراہیم سعد بن علی ؒ کی وفات کے بعد امام القراء قاری عبداللہ مہاجر مکی ؒ مدرسہ صولتیہ میں بطورِ صدر مدرس مقرر ہوئے اور ان کے دونوں بھائیوں قاری عبدالرحمٰن مکی ؒ اور قاری حبیب الرحمٰن مکی ؒ نے امام القراء قاری عبداللہ مکی ؒ سے روایت حفص اور سبعہ وعشرہ بطریق درہ وطیبہ میں فیض پایا۔

شیخ القراء قاری عبدالرحمٰن مکی ؒ کی وطن واپسی اور تدریسی خدمات

شیخ القراء قاری عبدالرحمٰن مکی ؒ مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ سے تعلیم مکمل کرنے کے بعد اسی مدرسہ صولتیہ میں کچھ عرصہ تدریسی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ ایک دن مولانا رحمت اللہ کیرانی ؒ اور مولانا حاجی امداد اللہ ؒ نے باہم مشورہ کر کے متعدد علماء وصلحا کی موجودگی میں دونوں بھائیوں قاری عبداللہ مکی ؒ اور قاری عبدالرحمٰن مکی ؒ کو بلوا بھیجا۔ ان کے آنے پر مولانا رحمت اللہ ؒ نے دونوں بھائیوں کو مخاطب کر کے فرمایا:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''عبداللہ تم کو تو میں یہاں مدرسہ صولتیہ کے لیے رکھتا ہوں اور عبدالرحمٰن تم کو حکم دیتا ہوں تم ہندوستان جا کر قرآن کی خدمت کرو اور تجوید وعلوم قراءات کی ترویج کرو نیز مصری اور عربی لہجوں کی بھی تعلیم دو جن سے اہل ہند نابلد ہیں۔''

مولانا رحمت اللہ رحمہ اللہ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے شیخ القراء قاری عبدالرحمٰن رحمہ اللہ ۱۳۰۰ھ بمطابق ۱۸۸۳ء میں ہندوستان واپس تشریف لائے۔

مہر منیر میں مؤلف رقم طراز ہیں:

''قاری عبداللہ مکی رحمہ اللہ کے چھوٹے بھائی عبدالرحمٰن رحمہ اللہ نے بھی مدرسہ صولتیہ میں تعلیم پائی اور وہاں سے واپس آ کر کانپور میں کچھ عرصہ قیام کیا جہاں مولانا احمد حسن کانپوری رحمہ اللہ کے فرزندان و دیگر نامور طلباء نے آپ سے علم تجوید وقراءات حاصل کیا۔'' [ص ۱۲۶]

ایک غلط فہمی کا ازالہ

شیخ القراء قاری عبدالرحمٰن مکی رحمہ اللہ برادر اصغر قاری عبداللہ مکی رحمہ اللہ کے حالات لکھتے ہوئے اکثر تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ قاری عبدالرحمٰن مکی رحمہ اللہ نے مکہ معظّمہ سے واپس ہندوستان آ کر جامع العلوم میں درس نظامی کی تکمیل فرمائی ہے یہ بات سو فیصد غلط ہے۔ درحقیقت قاری عبدالرحمٰن جونپوری رحمہ اللہ نے جامع العلوم میں تحصیل علم کیا ہے اور شیخ القرائقاری عبدالرحمٰن مکی رحمہ اللہ نے جامع العلوم میں تدریس کی ہے، نہ کہ تعلیم حاصل کی ہے۔

جامع العلوم جونپور اور احیاء العلوم الہ آباد میں شیخ القراء کی تدریس

شیخ القراء رحمہ اللہ مدرسہ صولتیہ، مکہ مکرمہ ہی سے تکمیل تعلیم کر کے واپس ہندوستان پلٹے اور ہندوستان میں جامع العلوم کانپور میں تدریسی سرگرمیوں کا آغاز کیا اور کچھ عرصہ ادھر تدریس تجوید وقراءات کرتے رہے۔ یہاں سے آپ سے بہت سے لوگوں نے فیض علمی پایا۔ بعدازاں آپ مدرسہ احیاء العلوم الہ آباد جو ریلوے اسٹیشن سے متصل مسجد عبداللہ میں واقع تھا، میں اپنی حیات و زندگی کا اکثر حصہ تدریسی خدمات سرانجام دیتے ہوئے بسر کیا۔ یہاں سے آپ کے کثیر تعداد میں ماہر علم وفن تلامذہ تیار ہوئے۔

مدرسہ جامع العلوم میں شیخ القراء کے نامور تلامذہ

1. قاری عبدالخالق رحمہ اللہ (فاضل قراءات سبعہ وعشرہ بطریق درہ وطیبہ)
2. قاری عبدالمالک رحمہ اللہ (فاضل قراءات سبعہ وعشرہ بطریق درہ وطیبہ)
3. قاری نثار احمد کانپوری رحمہ اللہ (صاحبزادہ مولانا احمد حسن مدیر التعلیم جامع العلوم کانپور)
4. حضرت مولانا مشتاق احمد کانپوری رحمہ اللہ (ایضاً)
5. قاری ضیاء الدین رحمہ اللہ
6. قاری فضل حق رحمہ اللہ
7. قاری عبدالستار کانپوری رحمہ اللہ

مدرسہ احیاء العلوم میں شیخ القراء کے نامور تلامذہ

1. قاری عبدالوحید رحمہ اللہ (سابق صدر مدرس تجوید وقراءات دارالعلوم دیوبند)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

② قاری محمد صدیق میمن سنگھی رحمہ اللہ (مدرس مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ)

③ قاری عبدالمعبود رحمہ اللہ (مدرس عالیہ فرقانیہ لکھنؤ)

شیخ القراء کی وفات

شیخ القراء قاری عبدالرحمٰن مکی رحمہ اللہ ۶ رجمادی الاوّل بروز منگل ۱۳۴۹ھ بمطابق ۱۹۳۰ء کو دنیا فانی سے رخت سفر باندھتے ہوئے خالق حقیقی سے جا ملے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

شیخ القراء کی تصنیفی خدمات

① فوائد مکیہ (یہ اُردو زبان میں ہے، جو تیرہ فصلوں اور تین ابواب پر مشتمل ہے)

② أفضل الدُّرر المعروف درر العقيلة فی شرح متن عقيلة للشاطبی (یہ کتاب عربی زبان میں ہے)

③ شرح شاطبیہ از ملا علی قاری کی تقریظ بھی شیخ القراء قاری عبدالرحمٰن مکی رحمہ اللہ نے لکھی ہے۔

④ قواعد سبعہ

الشیخ قاری حبیب الرحمٰن رحمہ اللہ کا ارتقاء علم تجوید میں حصہ

الشیخ قاری حبیب الرحمٰن مکی لکھنوی رحمہ اللہ قاری عبداللہ مکی رحمہ اللہ اور قاری عبدالرحمٰن مکی رحمہ اللہ کے چھوٹے بھائی تھے، جو کہ مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔ قاری حبیب الرحمٰن رحمہ اللہ جوں ہی بڑے ہوئے تو علم تجوید وقراءت کے ذوق وشوق نے اضطراب کا شکار کر دیا تو آپ نے مدرسہ صولتیہ میں برادر اکبر قاری عبداللہ مکی رحمہ اللہ سے علم تجوید وقراءت حاصل کیا۔ تکمیل تعلیم کے بعد آپ کے عملی دور کا آغاز ہوا۔ آپ کی صوتِ قرآن اتنی پُرکشش اور سریلی تھی کہ اکثر اوقات قاری عبدالرحمٰن مکی رحمہ اللہ آپ سے قرآن سننے کی فرمائش کرتے۔ جب آپ تلاوت کلام پاک فرماتے تو وہ بہت مسرور ہوتے۔

تدریسی خدمات

الشیخ قاری حبیب الرحمٰن مکی رحمہ اللہ نے تدریسی خدمات کا آغاز مدرسہ صولتیہ میں کیا وہاں کچھ عرصہ تدریس علم و تجوید وقراءات کرتے رہے اور ساتھ ساتھ حرم میں قرآن سناتے رہے۔ بعدازاں وطن واپسی ہوئی تو آپ نے لکھنؤ میں قیام فرمایا اور وہاں مدرسہ عالیہ فرقانیہ میں تدریس کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ آپ چونکہ تپ دق کے مریض تھے۔ اسی عارضہ کی وجہ سے حضرت زیادہ دیر تدریس نہ کر سکے۔ آپ سے اس دور میں قاری محمد حسن رحمہ اللہ نے استفادہ کیا۔ بعد میں آپ کی طبیعت ناساز ہوگئی۔

وفات

الشیخ قاری حبیب الرحمٰن رحمہ اللہ نے ۱۳۴۲ھ بمطابق ۱۹۲۴ء کو مدرسہ عالیہ فرقانیہ میں داعی اجل کو لبیک کہا اور اپنے خالق کو جا ملے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خاندان جیون علی رحمہ اللہ کا سفر حج

علی گڑھ کے معزز باشندے جیون علی رحمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے دو ہونہار اور سعادت مند بیٹوں سے نوازا۔ بڑے بیٹے کا نام عبدالخالق رکھا، جو ۱۲۹۸ء میں پیدا ہوئے اور بعد میں استاد القراء کے نام سے شہرت پائی اور چھوٹے بیٹے ۱۳۰۳ھ میں پیدا ہوئے، جس کا اسم گرامی عبدالمالک رکھا گیا، جو بعد میں برصغیر میں استاد القراء کے نام سے معروف ہوئے۔ جب قاری عبدالمالک رحمہ اللہ پیدا ہوئے تو ان سے باپ کا سایہ سر سے اٹھ چکا تھا۔ قاری عبدالخالق رحمہ اللہ نے ہندوستان میں ہی قرآن کریم حفظ کرلیا، تو ان کی والدہ محترمہ نے دونوں ذہین وفطین بیٹوں کے ساتھ حج کے لیے رخت سفر باندھا۔ فراغت حج کے بعد ان کی والدہ نے مکہ میں طویل مدت قیام فرمایا اور مقصد یہی تھا کہ اپنے جگر گوشوں کو تعلیم قرآنی سے آراستہ کیا جائے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے اپنے دونوں بیٹوں کو مدرسہ صولتیہ میں داخل کرادیا۔ ان دنوں شیخ العرب والعجم قاری عبداللہ مکی رحمہ اللہ مدرسہ صولتیہ میں صدر مدرس اور مدیر التعلیم تھے۔

قاری عبدالخالق رحمہ اللہ اور قاری عبدالمالک رحمہ اللہ صاحبان کا تعلیمی دور

مدرسہ صولتیہ میں داخل ہوتے ہی قاری عبدالمالک رحمہ اللہ نے حفظ قرآن فرمایا اور پھر دونوں بھائیوں نے شیخ العرب والعجم قاری عبداللہ مکی رحمہ اللہ سے علم تجوید وقراءات میں بالخصوص اور دیگر علوم میں بالعموم خوب استفادہ فرمایا۔ دونوں بھائیوں کے تحصیل علم سے قاری عبداللہ مکی رحمہ اللہ بہت خوش تھے۔ دونوں بھائیوں نے کئی سالوں کی بھرپور محنت کے بعد روایت حفص کی تکمیل قاری عبداللہ رحمہ اللہ سے فرمائی اور تکمیل روایتِ حفص کے بعد وطن واپسی کا سوچا۔

ہندوستان واپسی اور علم تجوید وقراءات کا فروغ

استاد القراء قاری عبدالخالق رحمہ اللہ اور قاری عبدالمالک رحمہ اللہ تکمیل روایت حفص کے بعد وطن واپس تشریف لائے۔ دونوں شیوخ القراء کو والہانہ استقبال کے بعد مدرسہ تجوید القرآن سہارنپور میں تدریس کی پیش کش ہوئی، جسے دونوں شیوخ نے بخوشی قبول فرمایا اور تجوید وقراءات کے فروغ واشاعت کے لیے کوشاں ہوگئے۔

اُستاد القراء قاری عبدالخالق رحمہ اللہ کی تدریسی خدمات

استاد القراء قاری عبدالخالق رحمہ اللہ برصغیر سے مکہ مکرمہ کی طرف ہجرت کرکے گئے تو ان کی والدہ محترمہ کو قاری عبدالخالق کے حفظ کے اُستاد مولوی صدیق حسین رحمہ اللہ نے رخصت کرتے وقت یہ وصیت فرمائی کہ مکہ مکرمہ جاکر انہیں علم قراءات ضرور پڑھانا۔ اسی وصیت کو عملی جامہ پہنانے کے بعد برصغیر میں آکر مدرسہ تجوید القرآن، سہارنپور کو اپنی تدریسی سرگرمیوں اور خدمات کا دائمی مرکز ومحور بنایا، جبکہ قاری عبدالمالک رحمہ اللہ اسے خیر باد کہہ گئے۔ یہاں آپ سے بہت سے لوگوں نے علم قراءات میں استفادہ فرمایا۔

نامور تلامذہ قاری عبدالخالق رحمہ اللہ

استاد القراء قاری عبدالخالق رحمہ اللہ سے دوران تدریس مدرسہ تجوید القرآن، سہارنپور میں ایک نامور تلمیذ رشید قاری اظہار احمد تھانوی رحمہ اللہ تیار ہوئے، جن کی شہرت بعد ازاں آفاق میں پھیل گئی۔ شیخ القراء قاری اظہار احمد رحمہ اللہ کی سوانح عمری اور خدمات آئندہ صفحات میں پیش کی جائیں گی۔ قاری عبدالخالق رحمہ اللہ کے دوسرے نامور تلمیذ رشید قاری

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تاج محمود رحمہ اللہ تھے، جن کے شاگرد قاری خدا بخش رحمہ اللہ تھے۔ قاری خدا بخش رحمہ اللہ وہی ہیں، جن سے شیخ الحدیث جامعہ لاہور الاسلامیہ حافظ ثناء اللہ مدنی حفظہ اللہ نے قرآن کریم حفظ کیا۔ قاری عبد الخالق رحمہ اللہ کے ایک اور شاگرد قاری افتخار عثمانی رحمہ اللہ بھی تھے، جنہوں نے دیگر تلامذہ کی طرح اس فن کی نہائت خدمت کی۔

وفات

اُستاد القراء قاری عبدالخالق رحمہ اللہ دوران تدریس مدرسہ تجوید القرآن، سہارنپور میں ۱۱/اپریل ۱۹۵۷ء بروز جمعرات خالق کائنات سے جاملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

استاد القراء قاری عبدالمالک رحمہ اللہ کی تدریسی خدمات

استاد القراء قاری عبدالمالک رحمہ اللہ نے چونکہ ہندوستان اور پاکستان دونوں ملکوں میں تدریسی خدمات سرانجام دی ہیں اور پہلے ہندوستان میں اور پھر پاکستان کی عوام کو علم تجوید وقراءات سے مستفید فرمایا ہے، اسی ترتیب سے ہم استاد القراء کی تدریسی خدمات کا تذکرہ کرتے ہیں۔

استاد القراء کی ہندوستان میں تدریسی خدمات اور بڑی بڑی محافل حسن قراءات میں شرکت

استاد القراء قاری عبدالمالک رحمہ اللہ کی مکہ سے ہندوستان تشریف آوری کے فوراً بعد انہیں مدرسہ تجوید القرآن، سہارنپور میں تدریس علم تجوید وقراءات کی دعوت دی گئی، جسے آپ نے بخوشی قبول فرمایا۔ دورانِ تدریس مدرسہ تجوید القرآن، سہارنپور میں تین روزہ محفل قراءات وجلسہ منعقد ہوا، جس میں بڑی بڑی علمی وفنی شخصیات کو مدعو کیا گیا اور قاری عبدالمالک رحمہ اللہ اور قاری عبدالخالق رحمہ اللہ کو بھی محفل قراءت میں شرکت کی دعوت دی گئی۔ دونوں بھائی بڑے جوش وخروش سے عربی لباس پہنے اس محفل قراءات میں جلوہ افروز ہوئے، لیکن دونوں محفل قراءت میں شریک بڑے بڑے شیوخ اور قراء کو دیکھ کر گھبرائے ہوئے تھے۔ اس محفل قراءت میں مدعو اکثر قراء کرام پانی پتی تھے۔

محفل قراءت میں دعوتِ تلاوت کلام پاک کا ضابطہ یہ تھا کہ پہلے اکابر، پھر اصاغر قراء کرام کو دعوت دی جائے گی۔ جب اکابرین قراء کی تلاوتیں ہوئیں تو ان کے لب ولہجے میں کوئی سوز اور کشش نہ تھی اور آوازوں میں تمکنت اور عربیت کا نکھار مفقود تھا۔ عربی جبہ وعقال میں ملبوس دونوں بھائی پڑھنے کے لیے اپنے اندر ایک نئی اُمنگ محسوس کرنے لگے، جب ان نوجوان عرب قراء کو دعوتِ تلاوت دی گئی تو ایسی پُرسوز اور حجازی لہجوں میں پختہ گرفت کے ساتھ تجوید سے معمور تلاوتیں فرمائیں کہ تمام مجمع حیرت واستعجاب سے دردوسوز میں ڈوب گیا۔ آنسوؤں کی لڑیاں بندھ گئیں۔ ایسی تلاوتیں ہندوستان کے باشندوں نے پہلے کبھی نہ سنی تھیں۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ اس جلسہ میں تشریف فرما تھے۔ آکر قراء کرام سے بڑے خلوص کے ساتھ ملے۔ خوشی کا اظہار کرنے کے بعد استاد القراء قاری عبدالمالک رحمہ اللہ سے درخواست کی کہ آپ میرے ہاں امدادالعلوم، تھانہ بھون میں علم تجوید وقراءات میں خدمات سرانجام دیں۔ آپ کی پانچ یا پندرہ روپے تنخواہ مقرر ہوئی۔ مدرسہ امداد العلوم، تھانہ بھون میں انتہائی محنت سے طلباء کو پڑھایا، جس سے تھانہ بھون میں علم تجوید وقراءات کو کافی حد تک فروغ ملا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

استاد القراء قاری عبدالمالک ؒ کی بریلی میں خدمت قرآن

استاد القراء کو امداد العلوم، تھانہ بھون میں ایک سال ہو چکا تھا، مولانا اشرف علی تھانوی ؒ کے برادر اصغر منشی اکبر علی تھانوی ؒ تھانہ بھون تشریف لائے اور مولانا اشرف علی تھانوی ؒ سے اجازت طلب کی کہ استاد القراء کو میرے ساتھ بریلی جانے کی اجازت دی جائے اور وہاں چونکہ جامع مسجد ہے، اس لیے عوام زیادہ مستفید ہوں گے تو استاد القراء نے بریلی میں خدمت قرآن کا آغاز فرمایا اور ایک سال تک وہاں تدریسی فرائض سرانجام دیے۔ وہاں آپ سے استفادہ کرنے والوں کا اژدھام ہوتا۔

استاد القراء کی آگرہ میں آمد اور تدریس تجوید وقراءات

استاد القراء قاری عبدالمالک ؒ دوستوں کے مدعو کرنے پر بریلی سے آگرہ تشریف لے آئے، آگرہ کی جامع مسجد میں مدرسہ عالیہ کے نام سے تجوید وقراءات کی خدمت سرانجام دیتے رہے۔ یہاں آپ سے قاری حفظ الرحمٰن پرتاپ گڑھی ؒ، صدر شعبہ دارالعلوم، دیوبند نے بالخصوص اور دیگر طلباء نے بالعموم روایت حفص میں فیض پایا۔

قاری عبدالمالک ؒ کا قراءات سبعہ وعشرہ سیکھنا

استاد القراء قاری عبدالمالک ؒ ابھی مدرسہ عالیہ آگرہ میں تدریس فرما تھے کہ چند اصحاب مدرسہ صولتیہ سے آگرہ تشریف لائے اور استاد القراء قاری عبدالمالک ؒ کی تدریس کا اعلیٰ معیار اور پورے ہندوستان میں پھیلی علمی شہرت کا جب اس وفد کو علم ہوا تو انہوں نے بہت زیادہ فرحت وانبساط کا اظہار کیا اور واپس مدرسہ صولتیہ پہنچ کر قاری عبداللہ مکی ؒ کو اس چیز کی خبر دی۔ حضرت الاستاد قاری عبداللہ مکی ؒ اپنے تلمیذ رشید کی حسن کارکردگی سے بے حد خوش ہوئے اور خط لکھ کر قاری عبدالمالک ؒ کو دعائیہ کلمات سے نوازا اور مشورہ تحریر فرمایا کہ میرے بھائی قاری عبدالرحمٰن ؒ کے پاس الہ آباد جاؤ اور قراءات سبعہ وعشرہ کی تکمیل کرلو۔

۱۳۳۴ھ میں قاری عبدالمالک، قاری عبدالخالق اور قاری حفظ الرحمٰن پرتاب گڑھی ؒ امام القراء قاری عبدالرحمٰن مکی ؒ کی خدمت میں احیاء العلوم میں حاضر ہوئے۔ چونکہ قاری عبدالخالق ؒ اور قاری عبدالمالک ؒ قاری عبداللہ مکی ؒ کے خاص تلامذہ میں سے تھے، اس چیز کو پیش نظر رکھتے ہوئے قاری عبدالرحمٰن ؒ نے انہیں بڑی عزت وتکریم سے نوازا اور انہیں مدرسہ میں داخلہ دے دیا اور ہر طرح کی ضرورت کا خیال فرماتے۔ جب قاری عبدالرحمٰن مکی ؒ نے قاری عبدالمالک ؒ کی عمدہ پڑھت اور پُرسوز آواز سنی تو بہت متاثر ہوئے اور کہا کہ آپ یہاں مدرسہ احیاء العلوم میں داخل طلباء کو مشق کرایا کریں، تو قاری عبدالمالک ؒ انہیں مشق کراتے اور کئی رکاوٹوں کی بنا پر بڑے قاری صاحب ؒ سے استفادہ سے رُکے ہوئے طلباء کو قاری عبدالمالک ؒ نے اس قابل بنا دیا کہ وہ بڑے قاری صاحب ؒ سے استفادہ کرنے کے اہل ہوگئے۔ قاری عبدالخالق، قاری عبدالمالک اور قاری حفظ الرحمٰن پرتاپ گڑھی ؒ نے ۱۳۳۷ھ میں سبعہ وعشرہ بطریق درہ وطیبہ کی تکمیل فرمائی۔

قاری عبدالمالک ؒ کی مدرسہ عالیہ فرقانیہ میں تدریسی خدمات

استاد القراء قاری عبدالمالک ؒ تکمیل سبعہ وعشرہ بطریق درہ وطیبہ کے بعد ۱۳۳۷ھ کو مدرسہ عالیہ فرقانیہ،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لکھنؤ میں تشریف لے گئے۔ ان دنوں قاری حبیب الرحمٰن ؒ بطور صدر مدرس اور قاری ضیاء الدین ؒ وہاں تدریس تجوید وقراءات فرما رہے تھے۔ مدرسہ کا ماحول خوبصورت عربی، مصری اور حجازی لہجوں سے گونج اٹھا۔ چند سالوں کے بعد ۱۳۴۲ھ میں استاد القراء قاری حبیب الرحمٰن ؒ وفات پا گئے اور مدرسہ عالیہ فرقانیہ میں مسند صدر مدرس شعبہ تجوید وقراءات خالی ہوگئی، جس کے لیے قاری ضیاء الدین ؒ بہت خواہشمند تھے۔ مہتمم مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ مولانا عین القضاۃ ؒ نے قاری عبدالرحمٰن مکی ؒ سے رابطہ کر کے کہا کہ مسند صدر مدرس کے لیے آپ مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ تشریف لے آئیں۔ انہوں نے بذات خود آنے کی بجائے مشورہ دیا کہ آپ کے ہاں موجود قاری عبدالمالک ؒ اس مسند کے مستحق ہیں اور وہ اس منصب کا صحیح حق ادا کریں گے۔ مولانا عین القضاۃ ؒ نے اسی مشورہ پر عمل کرتے ہوئے قاری عبدالمالک ؒ کو بطور صدر مدرس برائے تجوید وقراءات مقرر فرمایا۔

قاری ضیاء الدین احمد ؒ اور قاری عبدالمالک ؒ میں اختلاف

جب مدرسہ عالیہ فرقانیہ، لکھنؤ میں منصب صدر مدرس قاری عبدالمالک ؒ کے سپرد کر دیا گیا، تو قاری ضیاء الدین ؒ یہ خبر سن کر انتہائی کبیدہ خاطر ہوئے۔ اس لیے کہ وہ قاری عبدالمالک ؒ سے عمر میں بھی بڑے تھے اور مدرسہ عالیہ میں تدریس بھی ان سے پہلے سے کر رہے تھے۔ انہوں نے اور ان کے متعلقین نے کہا کہ قاری عبدالمالک ؒ تو قاری ضیاء الدین ؒ کے سبعہ کے شاگرد ہیں اور استاد کے ہوتے ہوئے شاگرد کا صدر مدرس کے منصب پر فائز ہونا کس طرح درست ہوسکتا ہے؟ حالانکہ قاری عبدالمالک ؒ نے قاری ضیاء الدین ؒ سے ایک لفظ بھی نہیں پڑھا۔ اس مسئلے پر گفت وشنید اور اسے رفع کرنے کے لیے قاری احمد ؒ، قاری ضیاء الدین ؒ کے رہائشی کمرہ میں گئے۔ قاری ضیاء الدین ؒ گھر جانے کی تیاری میں مصروف تھے۔ قاری احمد ؒ نے ابھی ان سے استفسار ہی کیا تھا کہ قاری ضیاء الدین ؒ ان پر اس قدر ناراضگی سے برسے جس کا اندازہ نہیں کیا جاسکتا۔ اس کے فوراً بعد وہ گھر چلے گئے اور دوسرے دن کسی کے ہاتھ استعفیٰ لکھ کر بھیج دیا۔ اسے حقیقت سے ناواقف اور ناآشنا طلباء نے بہت ہوا دی، جس سے مدرسہ کی فضا کافی حد تک خراب ہوگئی۔ قاری عبدالمالک ؒ نے جب یہ صورت حال دیکھی تو مدرسہ عالیہ فرقانیہ، لکھنؤ کو خیرآباد کہہ کر مدرسہ عالیہ، ٹونک تشریف لے گئے اور قاری ضیاء الدین ؒ کو مسند صدر مدرس پر فائز کر دیا گیا۔

مدرسہ عالیہ ٹونک میں قاری عبدالمالک ؒ کی تدریسی خدمات

مولانا حیدر حسن ٹونکوی ؒ عرصہ دراز سے خواہش کر رہے تھے کہ قاری عبدالمالک ؒ علم تجوید وقراءات کے فروغ کے لیے ٹونک تشریف لائیں، تو قاری عبدالمالک ؒ نے مدرسہ عالیہ فرقانیہ، لکھنؤ کو خیرآباد کہنے کے فوراً بعد ان سے رابطہ کیا اور ۱۳۴۲ھ کو مدرسہ عالیہ، ٹونک تشریف لے آئے اور وہاں دو سال تدریسی سرگرمیاں سرانجام دیں، جس سے بے شمار قراء کرام تیار ہوئے۔ دوسری طرف مولانا عین القضاۃ ؒ، مہتمم مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ نے مزید تحقیق و تفتیش اور تسلی کے لیے قاری عبدالرحمٰن مکی ؒ سے رابطہ کیا، مکمل تسلی کے بعد منشی اصغر علی اور دیگر حضرات جو قاری ضیاء الدین ؒ کے موقف کے حاملین تھے، ان کا خروج لگا دیا جو بعد میں مدرسہ سبحانیہ الہ آباد چلے گئے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قاری عبدالمالک ؒ کی دوبارہ مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ میں آمد اور خدمتِ قرآن

مولانا عین القضاۃ ؒ نے استاد القراء قاری عبدالمالک ؒ کو دوبارہ مدرسہ عالیہ فرقانیہ میں رئیس الاساتذہ کے منصب پر فائز ہونے کی التماس کی، لیکن بے سود۔ مولانا عین القضاۃ ؒ نے اپنی تمام کاوشوں کو ناکام دیکھتے ہوئے قاری عبدالرحمٰن مکی ؒ سے عرض کی کہ قاری عبدالمالک ؒ کو حکم فرمائیں کہ وہ یہاں مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ میں علم تجوید وقراءات کی خدمات سرانجام دیں۔ جب قاری عبدالرحمٰن مکی ؒ نے مدرسہ عالیہ فرقانیہ کے حالات کو روبہ زوال ہوتے دیکھا تو قاری عبدالمالک ؒ کے پاس ٹونک تشریف لے گئے، جب وہاں پہنچے اور قاری عبدالمالک ؒ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے آپ کو تشریف فرما ہونے کا کہا، تو امام القراء قاری عبدالرحمٰن ؒ نے فرمایا کہ پہلے ایک وعدہ کرو پھر بیٹھوں گا، ورنہ بغیر بیٹھے واپس چلا جاؤں گا۔ قاری عبدالمالک ؒ نے کہا، جو آپ فرمائیں گے سرتسلیم خم ہوگا اور اس کی قدر کی جائے گی۔ امام القراء تشریف فرما ہوکر فرمانے لگے کہ مدرسہ عالیہ فرقانیہ واپس چلو اور وہاں خدمت قرآن سرانجام دو۔ اس حکم کی تعمیل کرتے ہوئے قاری عبدالمالک ؒ واپس مدرسہ عالیہ فرقانیہ، لکھنؤ تشریف لے گئے اور علم تجوید وقراءات کی اشاعت کے لیے کوشاں ہوگئے۔ ایک سال بعد مولانا عین القضاۃ ؒ کی ۸ر جنوری ۱۹۲۵ء کو عصر اور مغرب کے درمیانی وقت میں روح پرواز کرگئی۔ قاری عبدالرحمٰن مکی ؒ نے نماز جنازہ پڑھائی اور وہ اسی مدرسہ کے احاطہ میں اپنے والد سید وزیر علی ؒ کے پہلو میں سپرد خاک کر دیے گئے۔ مولانا کی وفات کے بعد قاری عبدالرحمٰن مکی ؒ کی سرپرستی میں قاری عبدالمالک ؒ مدرسہ عالیہ فرقانیہ میں علم تجوید وقراءات کی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ پانچ سال بعد ۱۹۳۰ء کو قاری عبدالرحمٰن مکی ؒ وفات پاگئے۔ ان کے بعد مدرسہ عالیہ کے سرپرست رئیس الاساتذہ قاری عبدالمالک ؒ قرار پائے۔ اس دور میں قاری عبدالمالک ؒ نے قاری عبدالرحمٰن مکی ؒ کی تصنیف فوائد مکیہ کے بڑے شاندار انداز حواشی تعلیقات مالکیہ کے نام سے تحریر فرمائے۔ اس حاشیہ کے مقبول ہونے پر قاری ضیاء الدین ؒ کے تلامذہ میں پھر سے حسد کی لہر دوڑ گئی۔ بہرحال استاد القراء قاری عبدالمالک ؒ کو مدرسہ عالیہ فرقانیہ میں تجوید وقراءات کے حوالے سے طویل عرصہ خدمات سرانجام دیتے ہوئے اب تیس برس ہوگئے تھے اور اس وقت پاکستان کو معرض وجود میں آئے تین برس ہوئے تھے کہ مدرسہ عالیہ فرقانیہ کے معاشی و اقتصادی حالات دگرگوں ہوگئے، چنانچہ امام القراء کا وہاں رہنا مشکل ہوگیا تو آپ مدرسہ عالیہ فرقانیہ، لکھنؤ کو خیر باد کہہ کر پاکستان تشریف لے آئے۔

پاکستان آمد اور تدریسی خدمات کا آغاز

تقسیم ہند کے بعد مولانا احتشام الحق تھانوی ؒ، مہتمم دارالعلوم ٹنڈوالہ یار اور مولانا محمد حسن ؒ، مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور و دیگر اکابرین کے پرزور اصرار پر استاد القراء قاری عبدالمالک ؒ نے ۱۳۷۰ھ بمطابق ۱۹۵۰ء کو پاکستان کی سرزمین میں قدم رکھا اور دارالعلوم ٹنڈوالہ یار (سندھ) میں تشریف فرما ہوئے اور دو سال انتھک محنت سے طلباء کو پڑھاتے رہے۔ وہاں آپ سے قاری عبدالوہاب مکی ؒ نے استفادہ کیا۔ دو سال مکمل ہونے پر ۱۳۷۲ھ بمطابق ۱۹۵۲ء، ٹنڈوالہ یار کی معاشی واقتصادی اور انتظامی بے قاعدگیوں کی بنا پر اسے خیر باد کہنے پر مجبور ہوگئے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دارالعلوم اِسلامیہ، لاہور میں تدریسی سرگرمیاں

استاد القراء قاری عبدالمالک رحمہ اللہ ٹنڈو الہ یار (سندھ) سے لاہور مدرسہ دارالعلوم اسلامیہ، پرانی انارکلی میں رونق افروز ہوئے۔ یہاں آنا ایسے ہوا کہ مدرسہ دارالعلوم اسلامیہ، لاہور کے مہتمم قاری سراج احمد رحمہ اللہ، قاری عبدالمالک رحمہ اللہ کی تدریسی سرگرمیاں اور خدمات سے بے حد متاثر تھے اور ہمیشہ سے اس خواہش کو پورا کرنے کو شدت سے بے چین تھے کہ کوئی موقع ملے تو قاری عبدالمالک رحمہ اللہ کی خدمات حاصل کی جائیں۔ انہوں نے بڑی عجلت اور سرعت کے ساتھ استاد القراء سے رابطہ کیا اور تمام قسم کی سہولیات فراہم کرنے کا وعدہ کیا۔ استاد القراء رحمہ اللہ بھی جذبہ خدمت قرآن کے جذبے سے سرشار تھے اور قاری سراج احمد رحمہ اللہ بھی مدرسہ دارالعلوم اسلامیہ کو تجوید وقراءات کا مرکز بنانا چاہتے تھے، چنانچہ استاد القراء قاری عبدالمالک رحمہ اللہ نے مدرسہ ہذا میں تدریس علم تجوید وقراءات کا آغاز فرمایا۔

استاد القراء ۱۹۵۲ء سے ۱۹۵۸ء تک مدرسہ ہذا میں علم تجوید وقراءات کی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ اس قلیل دور میں مدرسہ دارالعلوم اسلامیہ کو تعلیمی حوالے سے انتہا درجہ عروج ملا، مگر کارپردازان ہوا و ہوس نے استاد القراء کو اس مدرسہ میں بھی دلجمعی سے کام کرنے کا موقع فراہم نہ ہونے دیا۔ بعدازاں آپ مدرسہ دارالترتیل منتقل ہوگئے۔ آپ کے بعد کبھی قاری محبّ الدین رحمہ اللہ اور کبھی قاری مستجاب الدین رحمہ اللہ کو بلایا گیا، لیکن عوام استاد القراء کی لحن داؤدی کے اسیر ہو چکے تھے، چنانچہ مذکورہ دونوں حضرات مایوس واپس ہندوستان چلے گئے۔

مدرسہ دارالترتیل میں تدریسی خدمات اور استاد القراء کا داعیٔ اجل کو لبیک کہنا

استاد القراء قاری عبدالمالک رحمہ اللہ نے مدرسہ دارالعلوم اسلامیہ کے کٹھن حالات کی تاب نہ لاتے ہوئے اسے خیرباد کہہ کر لٹن روڈ مسجد دھیان شاہ میں مدرسہ دارالترتیل کا اجراء کیا۔ ان دنوں حالات اتنے خوشحال نہ تھے۔ آغاز میں تو استاد القراء نے اپنے مدرسہ دارالترتیل میں خود پڑھانا شروع فرمایا، لیکن بعدازاں اپنے معاونین قاری محمد شاکر انور رحمہ اللہ (صاحبزادہ قاری عبدالمالک رحمہ اللہ) اور مسجد دھیان شاہ کے امام قاری غلام نبی رحمہ اللہ کو مدرس مقرر کیا۔ استاد القراء سے استفادہ کرنے والے کثیر تعداد میں یہاں بھی جمع ہوئے۔ استاد القراء ایک، سوا سال تدریس بطریق احسن سرانجام دینے کے بعد ۲۹ جمادی الثانی ۱۳۷۹ھ بمطابق ۳۰ دسمبر ۱۹۵۹ء، بروز منگل کو اس عالم فانی سے داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے خالق حقیقی کو جا ملے۔ آپ کی نماز جنازہ شیخ التفسیر مولانا احمد علی رحمہ اللہ نے پڑھائی۔

نامور تلامذہ

ہندوستانی تلامذہ

① قاری محمد یامین رحمہ اللہ

② قاری حفظ الرحمٰن صاحب پرتاپ گڑھی رحمہ اللہ

پاکستانی تلامذہ

① قاری اظہار احمد تھانوی رحمہ اللہ (فاضل سبعہ وعشرہ)

② قاری شریف رحمہ اللہ (فاضل سبعہ وعشرہ)

③ قاری عبدالوھاب مکی رحمہ اللہ (فاضل سبعہ وعشرہ)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

④ قاری محمد افضل رحمہ اللہ (فاضل سبعہ وعشرہ)
⑤ قاری محمد حسن شاہ رحمہ اللہ (فاضل سبعہ وعشرہ)
⑥ قاری عبدالقادر بہاولپوری رحمہ اللہ (فاضل سبعہ وعشرہ)
⑦ قاری محمد اسلم بلوچی رحمہ اللہ (فاضل سبعہ وعشرہ)
⑧ قاری غلام نبی رحمہ اللہ (فاضل سبعہ وعشرہ)
⑨ قاری حبیب اللہ ٹونکوی رحمہ اللہ (فاضل سبعہ وعشرہ)
⑩ قاری محمد انور شاکر (فاضل سبعہ وعشرہ)
⑪ قاری صدیق کیمل (فاضل سبعہ وعشرہ)
⑫ قاری محمد سعید احمد (فاضل سبعہ)
⑬ قاری سرفراز احمد (فاضل سبعہ وعشرہ)

قاری عبدالماجد

اب ہم قاری عبدالمالک رحمہ اللہ کے تلامذہ میں سے قاری اظہار احمد تھانوی رحمہ اللہ کا تذکرہ کرکے واضح کرتے ہیں کہ پاکستان میں علم تجوید وقراءات کو بالعموم اور اہل حدیث حضرات کو بالخصوص مزید کیسے ترقی اور عروج ملا۔

شیخ المشائخ قاری اظہار احمد تھانوی رحمہ اللہ کی سوانح عمری

قاری اظہار احمد رحمہ اللہ کا نام ونسب

تھانہ بھون میں حافظ اعجاز احمد تھانوی بن منشی ابراہیم احمد تھانوی رحمہ اللہ کے ہاں ۹/ ذیقعدہ ۱۳۴۵ھ بروز منگل بمطابق ۱۹۳۰ء، بوقت گیارہ بجے دن ایک لڑکا پیدا ہوا، جس کا نام ان کے والد محترم نے اظہار احمد رکھا، جو تحصیل علم کے بعد ایک شاہکار ستارہ ثابت ہوا۔

شیخ المشائخ قاری اظہار احمد تھانوی رحمہ اللہ کا تعلیمی دور

قاری مقری اظہار احمد تھانوی رحمہ اللہ نے ابتدائی تعلیم یعنی حفظ القرآن اپنے والے قاری اعجاز احمد رحمہ اللہ سے اور ابتدائی عربی و فارسی، سیرت، هداية النحو اور ادب، مولانا محی الدین بنگالی رحمہ اللہ، مولانا شریف رحمہ اللہ اور مولانا امیر احمد رحمہ اللہ سے مدرسہ امداد العلوم تھانہ بھون میں پڑھیں اور اس کے بعد آپ مدرسہ مظاہر العلوم (سہارنپور) میں ۱۳۶۳ھ بمطابق ۱۹۴۴ء کو داخل ہوئے اور ۱۳۶۵ھ بمطابق ۱۹۴۷ء تک وہاں مختلف علوم حاصل کئے۔ اس کے بعد آپ مدرسہ تجوید القرآن سہارنپور تشریف لے گئے اور وہاں امام القراء قاری عبدالخالق رحمہ اللہ سے کئی برس تک تجوید وقراءات کے رموز کا حصول اور مشق کرتے رہے اور ۱۹۵۲ء میں قاری مقری اظہار احمد رحمہ اللہ مدرسہ دارالعلوم اسلامیہ، پرانی انارکلی لاہور میں دوران تدریس استاد القراء قاری عبدالمالک رحمہ اللہ سے استفادہ کیا۔ وہاں استاد القراء سے ۱۹۵۲ء میں روایت حفص اور ۵۶-۱۹۵۵ء میں قراءات سبعہ وعشرہ بطریق درہ وطیبہ کی تکمیل فرمانے کا شرف حاصل ہوا۔ قاری مقری اظہار احمد تھانوی رحمہ اللہ نے حصول تعلیم قراءات سبعہ وعشرہ کے ساتھ ساتھ پنجاب یونیورسٹی لاہور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے ۱۹۵۲ء میں منشی فاضل اور ۵۵-۱۹۵۴ء میں مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ یہ امتحان پاس کرنے سے قبل ہی تدریس تجوید وقراءات اور امامت وخطابت کے فرائض سرانجام دینے شروع کردیئے تھے، جن کا بلافصل تذکرہ کیا جاتا ہے۔

قاری اظہار صاحب کی تدریسی خدمات اور علم تجوید وقراءات کی آبیاری

① جامعہ اشرفیہ (نیلا گنبد لاہور) اور مسجد مقدس میں تدریسی خدمات

قاری مقری اظہار احمد تھانوی رحمہ اللہ ۱۹۵۰ء کے لگ بھگ پاکستان تشریف لائے اور آتے ہی جامعہ اشرفیہ، نیلا گنبد لاہور میں اپنی تدریسی خدمات کا آغاز کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ جامع مسجد مقدس، پرانی انارکلی لاہور میں امامت وخطابت کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ مدرسہ ہذا میں کچھ عرصہ تدریس کے بعد استاد القراء جامعہ دارالعلوم اسلامیہ، لاہور میں تشریف لائے۔

② دارالعلوم اسلامیہ، لاہور میں تدریسی خدمات

قاری مقری اظہار احمد تھانوی رحمہ اللہ، قاری سراج احمد رحمہ اللہ اور استاد القراء قاری عبدالمالک رحمہ اللہ کے کہنے پر دارالعلوم اسلامیہ، لاہور تشریف لے آئے اور وہاں قاری صاحب نے تقریباً ۹/سال خدمت قرآن اور علم تجوید وقراءات کے فروغ واشاعت کے لیے اپنے لیل ونہار کو ایک کئے رکھا اور ساتھ ساتھ استاد القراء قاری عبدالمالک رحمہ اللہ سے سبعہ وعشرہ کی تکمیل بھی فرمائی اور قاری عبدالمالک رحمہ اللہ کی معاونت میں علم تجوید وقراءات کی ترقی میں ایک منبع وستون ثابت ہوئے۔

③ مدرسہ تعلیم القرآن مکھڈ (کیمبل پور) میں تدریسی خدمات

دارالعلوم اسلامیہ، لاہور کے بعد قاری اظہار احمد رحمہ اللہ کی خدمات تجوید وقراءات ایک سال کے لیے مدرسہ تعلیم القرآن، مکھڈ کو حاصل ہوئیں اور ایک سال کے بعد قاری صاحب نے اسے اپنی اہلیہ کی علالت کی بنا پر چھوڑ دیا، لیکن اس کے بعد قاری صاحب کا مستقل تعلق اس مدرسہ سے قائم ہوگیا۔ شیخ القراء اظہار احمد تھانوی رحمہ اللہ ہر سال شوال میں امتحان لینے کے لیے وہاں تشریف لے جاتے اور علم تجوید وقراءات میں طلباء آپ سے استفادہ کرتے۔

④ مدرسہ تجوید القرآن مسجد چینیانوالی اہلحدیث لاہور

قاری مقری اظہار احمد تھانوی رحمہ اللہ مدرسہ تعلیم القرآن، مکھڈ کے بعد مدرسہ تجوید القرآن، مسجد چینیانوالی اہلحدیث، لاہور کے شعبہ تجوید وقراءات سے منسلک ہوگئے۔ قاری صاحب رحمہ اللہ کی خدمات مدرسہ تجوید القرآن مسجد چینیانوالی کو اس طرح حاصل ہوئیں کہ ایک دفعہ حضرت مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ مدرسہ زینت القرآن، پرانی انارکلی میں قاری اظہار احمد تھانوی رحمہ اللہ کے پاس تشریف لائے اور انہیں کہا کہ ہمارے ہاں قائم شعبہ تجوید کے فروغ و اشاعت کے لیے آپ کی خدمات درکار ہیں، تو قاری صاحب رحمہ اللہ نے حضرت مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ کی شخصیت کو عزت بخشتے ہوئے، وہاں تشریف آوری کا وعدہ فرمایا۔

اس وعدہ کو عملی جامہ پہناتے ہوئے قاری صاحب موصوف رحمہ اللہ، مدرسہ تجوید القرآن، مسجد چینیانوالی میں ۱۹۵۹ء میں جلوہ افروز ہوئے۔ ۱۹۶۳ء تک پانچ سال کا عرصہ بڑی دلجمعی سے خدمتِ قرآن فرمائی۔ یہاں آپ کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بے شمار تلامذہ تیار ہوئے، جن میں سے اکثر عصر حاضر میں بھی علم تجوید وقراءات میں ستاروں کی طرح دمک رہے ہیں اور اپنے علم کی کرنوں سے عوام الناس کو مستفید فرما رہے ہیں۔ جن کا تذکرہ خیر آئندہ صفحہ میں کیا جائے گا۔

⑤ مدرسہ تجوید القرآن رنگ محل اور انٹرنیشنل یونیورسٹی (اسلام آباد) میں تدریس

شیخ المشائخ قاری اظہار احمد تھانوی رحمہ اللہ ۱۹۸۰ء میں مدرسہ تجوید القرآن، رنگ محل میں تشریف لائے اور ایک سال میں بیسیوں طلباء نے آپ سے روایت حفص اور سبعہ وعشرہ میں استفادہ کیا۔ ۱۹۸۱ء میں شیخ القراء قاری اظہار احمد تھانوی رحمہ اللہ کی تقرری انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد میں بطور ایسوسی ایٹ پروفیسر کے ہوئی۔ وہاں آپ ۱۹۹۱ء تک علم تجوید وقراءات ماسٹر ڈگری کے سٹوڈنٹس کو پڑھاتے رہے۔

⑥ مدرسہ تجوید القرآن میں تدریسی سرگرمیاں اور خدمات

شیخ القراء قاری اظہار احمد تھانوی رحمہ اللہ اپنے اسلام آباد میں قیام کے دوران مدرسہ تجوید القرآن، سہریانوالہ بازار لاہور میں ہفتہ وار دو دن پڑھانے جایا کرتے تھے۔ مدرسہ تجوید القرآن، سہریانوالہ بازار میں چار سال تک علم تجوید و قراءات کی اشاعت کے لیے شب و روز کوشاں رہنے کے نتیجے میں یہاں سے آپ کے بے شمار تلامذہ تیار ہوئے، جو آپ کے مشن کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے سرگرم عمل ہیں۔

نامور تلامذہ

① قاری محمد یحییٰ رسولنگری حفظہ اللہ (فاضل قراءات سبعہ وعشرہ)
② قاری محمد ادریس العاصم حفظہ اللہ (فاضل قراءات سبعہ وعشرہ وخریج مدینہ یونیورسٹی)
③ قاری اَحمد میاں تھانوی حفظہ اللہ (فاضل قراءات سبعہ وعشرہ)
④ قاری عبدالرحمٰن ڈیروی رحمہ اللہ (فاضل قراءات سبعہ وعشرہ)
⑤ قاری محمد عزیر حفظہ اللہ (فاضل قراءات سبعہ)
⑥ قاری عبدالستار رحمہ اللہ (فاضل قراءات عشرہ)
⑦ قاری عبدالباعث سواتی حفظہ اللہ (فاضل قراءات عشرہ)
⑧ قاری عطاء اللہ ڈیروی رحمہ اللہ (فاضل قراءات سبعہ وعشرہ)
⑨ قاری محمد یوسف سیالوی حفظہ اللہ (فاضل قراءات سبعہ)

تصنیفی خدمات

① جمال القرآن مع حواشی جدیدہ
② تیسیر التجوید مع حواشی مفیدہ
③ اشعار مقدمة الجزرية وتحفة الاطفال کا اردو ترجمہ
④ خلاصة التجويد
⑤ مجموعة نادرة
⑥ الجواهر النقية شرح مقدمة الجزرية

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

⑦ الحواشی المفهمة فی شرح المقدمة
⑧ شرح شاطبیه مفصّلا (اُردو)
⑨ أمانیه شرح شاطبیه (اُردو)
⑩ توضیح المرام فی وقف حمزه و هشام (اُردو)
⑪ تنشیط الطبع فی اجراء السبع محشی (اُردو)
⑫ الدراری شرح الدرة (اُردو)
⑬ إیضاح المقاصد شرح عقیله
⑭ اَخلاق محمدی
⑮ پیغام رمضان (اُردو)
⑯ شجرة الاساتذة فی أسانید القراء ات العشر المتواترة
⑰ تقاریر ابوداؤد شریف (اُردو)
⑱ المرشد فی مسائل التجوید والوقف (اردو)

وفات

استاد الاساتذہ قاری مقری اظہار احمد تھانوی رحمہ اللہ ۱۰ر جمادی الثانی ۱۴۱۲ھ، بمطابق ۱۷ر دسمبر ۱۹۹۱ء بروز منگل کو بوقت فجر اس فانی دنیا سے رحلت فرما گئے۔ آپ کی نماز جنازہ مولانا عبداللہ صاحب، والد محترم مولانا عبدالرشید غازی شہید رحمہ اللہ نے اسلام آباد میں اور قاری محمد رفیع نے چوبرجی کوارٹر پارک، لاہور میں پڑھائی۔ اس جگہ شیخ القراء قاری اظہار احمد تھانوی رحمہ اللہ نماز عید پڑھایا کرتے تھے۔ شیخ القراء قاری محمد ادریس العاصم حفظہ اللہ اور قاری ظہور الحسن حفظہ اللہ نے آپ کا جسد خاکی قبر میں اتارا، نیز قاری محمد ادریس عاصم حفظہ اللہ نے دوسرے دن مسجد لسوڑھیاں والی لاہور میں بعد از نماز جمعہ آپ کی غائبانہ نماز جنازہ سہ بارہ پڑھائی۔

علم تجوید وقراءت کے ارتقاء میں اہلحدیث قراء کا کردار

جس وقت سے اللہ تعالیٰ نے قرآن کو نازل کیا اسی وقت سے اہل حدیث کو اللہ تعالیٰ نے اس کے پڑھنے پڑھانے اور اس کی تجوید وقراءات کی نشر واشاعت، درس وتدریس اور تحریر کے ذریعے خدمت کرنے کی توفیق عطاء فرمائی۔ زیر بحث عنوان کے تحت اب ہم ہند وپاک میں اہل حدیث کی خدمات کا ذکر کرتے ہیں۔

حضرت میاں نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ، جہاں حدیث میں بلند پایا مقام رکھتے تھے، وہاں وہ علم تجوید سے بھی بخوبی واقف تھے۔ اس امر کی دلیل یہ ہے کہ انہوں نے 'فتاوی نذیریہ' میں لفظ 'ضاد' کے تلفظ پر اور اس کی صحیح ادا پر بڑی تحقیقی اور عمدہ بحث کی ہے۔ پھر انہی کے شاگرد اور مفسر قرآن حضرت حافظ محمد لکھوی رحمہ اللہ نے 'ضاد' کے تلفظ پر ایک مفصل رسالہ لکھا، جو اوکاڑہ میں مولانا معین الدین لکھوی حفظہ اللہ کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ اسی طرح ایک رسالہ حضرت مولانا عبدالستار دہلوی رحمہ اللہ نے 'ضاد' پر لکھا۔ ایسے ہی حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ نے بھی اپنے 'فتاوی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ثنائیہ' میں بڑی محقق بحث کی اور مفسر قرآن حضرت مولانا میر سیالکوٹی رحمہ اللہ نے اپنے رسالہ 'حلاوۃ الایمان بتلاوۃ القرآن' میں علم تجوید پر بڑی عمدہ بحث کی۔ نواب سید محمد صدیق حسن خاں رحمہ اللہ جہاں حدیث میں ید طولیٰ رکھتے تھے وہاں علم تجوید میں بھی ماہر تھے اور اس موضوع پر انہوں نے ایک بہترین کتاب 'فصل الخطاب فی فضل الکتاب' کے نام سے تحریر کی۔ اسی طرح امام محدثین حضرت مولانا حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ جہاں احادیث اور دیگر علوم شرعیہ میں اپنا مقام رکھتے تھے، وہاں انہوں نے شاطبیہ اور مقدمہ جزریہ بھی زبانی یاد کر رکھی تھی۔

حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ کا ایک دلچسپ واقعہ

حافظ صاحب رحمہ اللہ کے متعلق ان کے شاگرد رشید حافظ احمد شاکر حفظہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ حافظ صاحب ایک جگہ درس حدیث دینے کے لیے تشریف لے گئے، وہاں کسی قاری صاحب نے روایات میں تلاوت کی۔ جب وہ تلاوت کر کے فارغ ہوئے تو حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ نے مذکورہ قاری صاحب کی قراءات کی غلطیوں کی اصلاح فرمائی۔ نیز آپ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب 'دوام حدیث' میں بھی قراءات کے متعلق مفید بحث فرمائی ہے۔

حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ اگرچہ قرآن مجید سادہ انداز میں پڑھتے تھے، لیکن قواعد تجوید کا بے انتہا خیال رکھتے تھے۔ شیخ القراء قاری محمد ادریس العاصم حفظہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمارے استاد شیخ الحدیث حضرت مولانا ابو البرکات رحمہ اللہ بھی قرآن کریم صحت تجوید کے ساتھ پڑھتے تھے اور اپنے خاص انداز میں تلاوت کیا کرتے تھے۔ آپ جب تفسیر بیضاوی اور جلالین پڑھاتے تو ﴿سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ ءَ أَنذَرْتَهُمْ﴾ اور اس طرح کے دیگر کلمات کی نہ صرف قراءات بتاتے، بلکہ ان کی پڑھ کر وضاحت بھی فرماتے۔ ایسے ہی بہت سے علماء نے حضرت مولانا عطاء اللہ لکھوی رحمہ اللہ کے بارے میں بتایا ہے کہ انہوں نے دہلی میں کسی قاری صاحب سے قرآن مجید پڑھا۔ آپ نہایت خوبصورت انداز میں قواعد تجوید کا لحاظ رکھتے ہوئے تلاوت کلام مجید فرماتے تھے۔ حافظ محمد یحییٰ عزیز میر محمدی رحمہ اللہ قرآن مجید کو تجوید کے ساتھ اور خوش آوازی کے ساتھ پڑھتے تھے، نیز انہوں نے 'ترتیل القرآن' کے نام سے ایک کتاب بھی تحریر فرمائی جو بڑی سہل اور عمدہ ہے۔

حافظ عبدالرحمان مبارکپوری رحمہ اللہ کے والد محترم بہت بڑے قاری تھے۔ ان کا واقعہ کچھ اس طرح ہے کہ حاجی شیخ بہادر رحمہ اللہ کے صاحبزادے حافظ عبدالرحیم رحمہ اللہ تھے، انہیں بھی بارگاہ خداوندی سے ممتاز مقام ودیعت فرمایا گیا تھا۔ وہ 'بڑے حافظ صاحب' کے عرف سے معروف تھے، انہوں نے قرآن مجید کی قراءات وتجوید کا علم قاضی امام الدین جونپوری رحمہ اللہ سے حاصل کیا تھا، جو اپنے عہد اور علاقے میں اس فن کے بہت بڑے عالم تھے۔ پھر اس مرتبہ کمال کو پہنچے کہ جب تک مبارکپور اور اس کے قرب وجوار کا کوئی شخص حفظ قرآن کے بعد حافظ عبدالرحیم رحمہ اللہ کو قرآن نہ سنا لیتا اسے حافظ شمار نہیں کیا جاتا تھا۔ اس اعتبار سے کہنا چاہیے کہ اس عہد میں اس نواح کے تمام حفاظ ان کے شاگرد تھے۔

[دبستان حدیث از مولانا محمد اسحاق بھٹی]

اسی طرح بہت سے اہلحدیث علماء کرام قرآن پاک کو صحیح تجوید کے ساتھ پڑھتے تھے، لیکن تدریس اور تحریر کے میدان میں زیادہ کھل کر خدمات اداء نہ کر سکے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس وقت بہت سارے فتنے تھے، کہیں عیسائیت اور مرزائیت کا فتنہ تو کہیں انکار حدیث کا فتنہ، سو علماء اہلحدیث ان فتنوں اور بدعات کے رد میں حدیث کی اشاعت اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

درس وتدریس میں منہمک ہوگئے، جس کی وجہ سے تجوید وقراءت کی تدریس اور تالیف کا کام نہ ہوسکا۔

پھر ایک دور آیا کہ تقسیم ہند سے پہلے لاہور میں سب سے پہلا تجوید وقراءت کا مدرسہ، جامع مسجد اہلحدیث چینیانوالی میں تھا اور وہ حضرت مولانا محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ نے کھولا۔ اس کے لیے انہوں نے حضرت قاری فضل کریم رحمہ اللہ کی خدمات حاصل کیں اور انہیں امرتسر سے بلوایا۔ اور پھر وہاں انہوں نے حفظ اور تجوید کا کام شروع کیا۔ قاری فضل کریم رحمہ اللہ نے اس میں مزید اضافہ کیا وہ اپنے لائق ترین ساتھی اور ماہر تجوید وقراءات حضرت قاری محمد اسماعیل رحمہ اللہ کو لائے۔ ان دونوں حضرات نے مل کر بڑی محنت سے تجوید وقراءت پر کام کیا۔ اس دور میں وہاں سے بڑے بڑے حفاظ اور قراء نے کسب فیض کیا۔ اس دور میں جامع مسجد چینیانوالی سے فارغ التحصیل ہونے والے چند مشہور قراء کرام کے نام درج ذیل ہیں:

① قاری نور محمد رحمہ اللہ (ریڈیو پاکستان کے معروف قاری)
② قاری احمد دین رحمہ اللہ [اہلحدیث] (مدرس جامعہ محمدیہ گوجرانوالا)
③ قاری احمد دین رحمہ اللہ [دیوبندی] (مدرس تجوید القرآن موتی بازار)
④ قاری عبدالقوی (تلمیذ قاری فضل کریم رحمہ اللہ وقاری محمد اسماعیل رحمہ اللہ)
⑤ قاری مظفر علی (مدرس تجوید القرآن موتی بازار)
⑥ قاری مقبول الٰہی (امریکہ)
⑦ قاری حبیب اللہ میر محمدی (استاد الشیخ المُحَیسَنی)
⑧ قاری محمد یحییٰ بھوجانی
⑨ قاری محمد موسیٰ وغیرہم

پھر حالات کچھ اس طرح ہوئے کہ قاری فضل کریم رحمہ اللہ جامع مسجد چینیانوالی سے موتی بازار تشریف لے گئے، جہاں انہوں نے اپنا مدرسہ تجوید القرآن قائم کیا۔ قاری محمد اسماعیل رحمہ اللہ کافی دیر تک چینیانوالی میں پڑھاتے رہے۔ پھر موصوف نے بھی شاہ عالم چوک میں ایک مدرسہ قائم کرلیا اور وہاں تشریف لے گئے۔ ان حضرات کے جانے کے بعد حضرت مولانا دواؤد غزنوی رحمہ اللہ نے استاذ القراء قاری اظہار احمد تھانوی رحمہ اللہ اور استاذ القراء قاری محمد صدیق لکھنوی رحمہ اللہ کو دعوت دی اور وہ تشریف لائے اور کئی سال تک تجوید وقراءات کا کام کرتے رہے۔ اس عرصہ میں بہت سارے حفاظ اور قراء وہاں سے فارغ ہوکر نکلے۔ سن ۶۳ء میں حضرت مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا تو بعض اَحباب جماعت نے تجوید وقراءت کا مدرسہ بند کردیا۔ چنانچہ حضرت قاری اظہار احمد تھانوی رحمہ اللہ موتی بازار مدرسہ تجوید القرآن میں تشریف لے گئے، لیکن اللہ تعالیٰ نے چند آدمی پیدا کردیئے جو تجوید وقراءات کے ماہر بن گئے اور تجوید وقراءات کی تحریراً وتدریساً خدمت کرنے میں لگ گئے۔ اللہ کے فضل وکرم سے چینیانوالی مسجد سے اہلحدیث کے علاوہ دیوبندی اور بریلوی مکتبہ فکر کے لوگوں نے بھی استفادہ کیا۔ چینیانوالی مسجد میں اہل حدیث قراء جنہوں نے حضرت قاری اظہار احمد تھانوی صاحب سے سند حاصل کی ان کے نام درج ذیل ہیں:

① قاری محمد یوسف میر محمدی رحمہ اللہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

② قاری نور احمد رحمہ اللہ اوکاڑوی آف درس ڈھلیانہ
③ قاری محمد یونس رحمہ اللہ آف سرگودھا
④ قاری محمد یحییٰ رسولنگری حفظہ اللہ
⑤ قاری سیف اللہ حافظ آبادی رحمہ اللہ
⑥ قاری عبدالشکور برق جدہ رحمہ اللہ
⑦ قاری عابد آف پتوکی
⑧ قاری زاہد آف پتوکی
⑨ قاری محمد یوسف لکھوی رحمہ اللہ

عصر حاضر میں علم تجوید وقراءت کی نشر واشاعت کے لئے اقدامات اور ان کی ارتقائی صورت حال کو دیکھنے سے یقیناً یہی معلوم ہوتا ہے کہ پاکستان میں فکر اہلحدیث کے حاملین قراء کرام علم تجوید وقراءت کے فروغ میں نمایاں کردار ادا کررہے ہیں۔شہرت آفاقی کے حاملین اہلحدیث قراء کرام میں سے قاری محمد اسلم رحمہ اللہ، قاری محمد یحییٰ رسولنگری حفظہ اللہ، قاری محمد ادریس العاصم حفظہ اللہ، قاری عزیر احمد حفظہ اللہ اور قاری محمد ابراہیم میر محمدی حفظہ اللہ کے نام قابل ذکر ہیں۔ مذکورہ قراء کرام کی مختصر سوانح عمری اور علم تجوید وقراءت کے ارتقاء میں ان کی خدمات کو قلم بند کیا جاتا ہے۔

استاد القراء قاری محمد اسلم رحمہ اللہ

نام ونسب اور پیدائش

محمد اسلم بن محمد دین ۱۹۳۶ء کو انڈیا کے ضلع گورداس پور کے گاؤں نال پور پنڈوری میں پیدا ہوئے۔آپ کل چار بہن بھائی تھے۔ قاری محمد اسلم کی پیدائش کے تین سال بعد ۱۹۳۹ء کو آپ کے والد محترم خالق حقیقی سے جاملے یوں باپ کا سایۂ عاطفت سر سے اُٹھ گیا۔

ہجرتِ پاکستان اور آغاز تعلیم

۱۹۴۷ء کو جب پاکستان معرض وجود میں آیا قاری محمد اسلم رحمہ اللہ کا سارا خاندان ہجرت کرکے پاکستان آ گیا اور اس خاندان نے فیصل آباد کے نواحی گاؤں چک جھومرہ کے قریب گھنا گوجرہ (مل پورہ گوجرہ) چک نمبر ۱۵۷ میں رہائش رکھی اور قاری محمد اسلم رحمہ اللہ کو اسی گاؤں کے سکول میں داخل کروا دیا۔ جہاں پرانہوں نے پرائمری تک تعلیم حاصل کی۔ پرائمری پاس کرنے کے بعد آپ کو نزدیک ہی دوسرے گاؤں چک لاہوریاں کے مڈل سکول میں داخل کروادیا گیا۔ یہاں پر آپ نے مڈل تک تعلیم مکمل کی۔

ابتلاء وآزمائش کا دور

قاری محمد اسلم رحمہ اللہ مڈل پاس کرنے تک تو بصحت و عافیت رہے، لیکن کچھ عرصہ بعد آپ پر شدید بخار کا حملہ ہوا۔ جس سے آپ کی قوت بصارت ختم ہوگئی۔موصوف کو علاج کے لیے ڈسکہ، معروف ڈاکٹر سلطان احمد چیمہ کے پاس لایا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گیا۔ جنہوں نے چیک اَپ کے بعد یہ افسوسناک خبر سنائی کہ آپ کی آنکھیں صحیح نہیں ہوسکتیں۔ آپ پریشانی کے عالم میں گاؤں واپس چلے آئے، لیکن آپ کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی خدمت کے لیے چن لیا۔ گھر والوں کی مشاورت سے انہیں پروفیسر غلام احمد حریری رحمہ اللہ کے پاس لے جایا گیا (جو ان کے بہنوئی تھے) ان سے مشاورت کے بعد طے پایا کہ انہیں قرآن مجید کی تعلیم دلوائی جائے۔

تعلیمی تسلسل

آنکھوں سے محروم قاری محمد اسلم رحمہ اللہ کو قرآن مجید کی تعلیم کے حصول کے لیے حافظ آباد میں مولانا حکیم ابراہیم صاحب رحمہ اللہ والی مسجد میں داخل کروا دیا گیا۔ ایک دن ایسا ہوا کہ علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمہ اللہ کے والد محترم شیخ ظہور الٰہی رحمہ اللہ اس مسجد میں تشریف لائے، نماز ادا کی، کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بصارت سے محروم لڑکے کا دولڑکے سبق سن رہے ہیں۔ حاجی صاحب رحمہ اللہ نے اس کے شوق اور لگن کو دیکھا تو حکیم ابراہیم صاحب سے اس لڑکے کے بارے میں دریافت کیا۔ انہوں نے قاری محمد اسلم رحمہ اللہ کے سارے حالات حاجی صاحب رحمہ اللہ کے سامنے رکھے اور قاری محمد اسلم رحمہ اللہ کے ذوق وشوق کی تعریف کی۔ حاجی صاحب رحمہ اللہ نے اپنی خواہش کا اظہار کیا کہ اسے میری نگرانی میں دے دو، میں خود اسے تعلیم دلاؤں گا۔ اجازت ملنے پر قاری محمد اسلم رحمہ اللہ نے حاجی ظہور الٰہی رحمہ اللہ کے سائے میں سیالکوٹ کے محلّہ رحمت پورہ میں قدم رکھے اور حاجی ظہور الٰہی نے اس محلّہ میں قائم مدرسہ شہابیہ میں داخل کروا دیا۔ یہاں پر محترم قاری محمد اسلم رحمہ اللہ نے چھ ماہ تعلیم حاصل کی، پھر حاجی صاحب رحمہ اللہ نے حکیم محمد صادق کی مسجد میں داخل کروا دیا۔ یہاں سے موصوف نے مکمل حفظ کیا۔ حفظ کے بعد چند سال درس نظامی پڑھتے رہے، لیکن حاجی ظہور الٰہی رحمہ اللہ نے فیصلہ کیا کہ قاری صاحب رحمہ اللہ کو دیوبندی مدرسہ میں داخل کروا کر بہترین قاری بنایا جائے اور اہلحدیثوں کی اس کمی کو پورا کیا جائے۔ اس مشاورت کے بعد قاری محمد اسلم رحمہ اللہ کو مدرسہ تجوید القرآن، موتی بازار کنڈی گراں لاہور میں داخل کروا دیا۔ یہاں آپ نے دو سال تعلیم حاصل کرنے کے بعد تجوید کی سند حاصل کی اور موصوف کے استاد قاری محمد شریف رحمہ اللہ کے مشورہ پر آپ کو کراچی بھیج دیا گیا۔ وہاں ایک سال حصول تعلیم کے بعد سند فراغت حاصل کی۔ قاری محمد اسلم رحمہ اللہ کی ذہانت وفطانت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ ہر روز سترہ پارے منزل سنایا کرتے تھے۔ بعدازاں موصوف نے ملتان کے ایک مدرسہ خیر المدارس میں مسلکی اختلافات سے بالاتر ہوکر تعلیم حاصل کی، کیونکہ اس مدرسہ میں اہلحدیث طلباء کا داخلہ ممنوع تھا۔ وہاں پر قاری محمد اسلم رحمہ اللہ نے قراءات سبعہ پڑھی اور اس پر عبور حاصل کیا۔ گویا قاری محمد اسلم رحمہ اللہ کی سند اس طرح سے ہے۔ قاری محمد اسلم رحمہ اللہ نے قاری محمد شریف رحمہ اللہ سے پڑھا، انہوں نے خدا بخش مراد آبادی رحمہ اللہ سے، انہوں نے محمد صدیق حنیف رحمہ اللہ سے، انہوں نے قاری مقری عبدالرحمٰن مکی رحمہ اللہ سے، انہوں نے شیخ القراء قاری عبداللہ مکی رحمہ اللہ سے، انہوں نے شیخ ابراہیم سعد بن علی رحمہ اللہ سے پڑھا۔ گویا اس طرح آپ کی سند مدرسہ صولتیہ کے شیوخ تک پہنچتی ہے۔

فراغت تعلیم اور تدریسی دور کا آغاز

قاری محمد اسلم رحمہ اللہ جب مدرسہ خیر المدارس سے فارغ ہوئے تو ان کے استاد مولانا خیر محمد رحمہ اللہ نے انہیں گلے لگا لیا اور کہا، اب تم بیٹا اسلم نہیں ''قاری محمد اسلم'' بن گئے ہو۔ تم اس مدرسہ میں پڑھاؤ، لیکن قاری محمد اسلم رحمہ اللہ نے نہایت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہی سلیقہ سے کہا کہ میں اہلحدیث ہوں اور کسی اہلحدیث مدرسہ میں ہی پڑھاؤں گا۔ یہ بات سنتے ہی ان کے استاد ناراض ہوگئے اور انہوں نے سند دینے سے انکار کردیا۔ قاری صاحب رحمہ اللہ نے کہا کہ بے شک آپ مجھے سند نہ دیں، لیکن میں شاگرد آپ کا ہی کہلاؤں گا اور آپ بھی میرے استاد ہونے سے انکار نہیں کرسکتے۔ اس پر مولانا خیر محمد رحمہ اللہ نے ان کو گلے لگالیا اور کہا! جاؤ بیٹا، اہلحدیث مدرسہ میں ہی پڑھاؤ۔

یہ الفاظ سنتے ہی قاری محمد اسلم رحمہ اللہ کو اس قدر خوشی ہوئی، جیسے ان کی نئی زندگی کا آغاز ہوگیا ہو۔ ۱۹۶۲ء میں قاری محمد اسلم رحمہ اللہ نے جامعہ محمدیہ چوک اہلحدیث میں 'تجوید وقراءات' کی بنیاد رکھ کر تدریس کا آغاز کیا۔ تین سال تک اسی ادارہ کو اپنی خدمات سے نوازا اور سینکڑوں طلباء کو علم تجوید وقراءات میں استفادے کا موقع فراہم کیا۔ اس کے بعد مولانا حکیم محمود آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی درس گاہ میں پڑھانے کی خواہش ظاہر کی تو مولانا حکیم محمود کی خواہش پر قاری محمد اسلم رحمہ اللہ جامعہ اسلامیہ سلفیہ، گوجرانوالہ تشریف لے گئے اور علم تجوید وقراءات کی اشاعت کے لیے مسند تدریس سنبھالی۔ پانچ سال تک اس جامعہ میں پڑھاتے رہے۔ ۱۹۹۷ء میں قاری محمد اسلم رحمہ اللہ نے اپنے ہم سفر مدرسین اور نہایت مشفق مہتمم کے ہمراہ جامعہ اسلامیہ سلفیہ، نصر العلوم عالم چوک، گوجرانوالہ میں قدم رکھے اور تاحیات علم تجوید وقراءات کی اشاعت کے لیے اسی ادارہ میں اپنے علم سے طلباء کے دلوں کو منور کرتے رہے۔

وفات

قاری محمد اسلم رحمہ اللہ جامعہ اسلامیہ سلفیہ نصر العلوم عالم چوک گوجرانوالہ میں دوران تدریس ۱۷ رجب ۱۴۲۴ھ بمطابق ۱۵ ستمبر ۲۰۰۳ء بروز سوموار ملک اجل کو لبیک کہتے ہوئے خالق حقیقی سے جاملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

اُساتذہ

① قاری عبدالرحمٰن رحمہ اللہ
② قاری محمد شریف رحمہ اللہ
③ قاری رحیم بخش پانی پتی رحمہ اللہ
④ قاری محمد علی شکارپوری رحمہ اللہ
⑤ قاری سید حسن شاہ رحمہ اللہ

نامور تلامذہ

قاری محمد اسلم رحمہ اللہ کے تلامذہ ہزاروں کی تعداد میں ہیں ان میں سے نامور تلامذہ کے نام درج ذیل ہیں:

① حافظ عبدالسلام بن محمد بھٹوی حفظہ اللہ (نائب امیر جماعۃ الدعوہ پاکستان)
② میاں محمد جمیل، ایم۔اے حفظہ اللہ (پرنسپل ابوہریرہ شریعہ کالج، لاہور)
③ حافظ احمد شاکر حفظہ اللہ (مکتبہ سلفیہ)
④ حافظ عبدالعظیم اسد حفظہ اللہ (مدیر مکتبہ دارالسلام لاہور)
⑤ قاری احسان اولکھ
⑥ قاری عبدالسلام بنگالی
⑦ حافظ طاہر الاسلام عسکری
⑧ قاری سعد کلیروی
⑨ قاری طیب بھٹوی
⑩ حافظ عبداللہ شیخوپوری

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

⑪ قاری محمد ایوب سیالکوٹی ⑫ قاری قمر الدین
⑬ قاری ابراہیم حافظ آبادی ⑭ قاری محمد یحییٰ
⑮ مولانا محمد شریف سلفی گوجرانوالہ ⑯ قاری نعیم الحق نعیم
⑰ قاری احمد دین ⑱ قاری اقبال گجراتی
⑲ قاری عبدالحفیظ (ستارہ فیکٹری والے) ⑳ قاری فضل الرحمٰن، برطانیہ
㉑ پروفیسر حافظ خالد محمود حیات (اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد)
㉒ قاری عتیق الرحمٰن (زرعی یونیورسٹی فیصل آباد)
㉓ قاری مطیع الرحمٰن، ڈسکہ ㉔ قاری شمس الاسلام بنگالی
㉕ قاری سیف اللہ (صدر مدرس شعبہ تجوید وقراءات جامعہ نصر العلوم گوجرانوالہ)
㉖ قاری عبدالودود ہزاری ㉗ قاری عطاء اللہ، فیصل آباد
㉘ قاری محمد موسیٰ ㉙ قاری محمد عارف، سعودی عرب

تصانیف

قاری محمد اسلم رحمہ اللہ نعمت بصارت سے محروم ہونے کی بنا پر تدریس علم تجوید وقراءات پر زیادہ زور دیتے رہے تاہم مذکورہ کتب اُمت مسلمہ کے لیے صدقہ جاریہ چھوڑ گئے۔

① خلاصہ جمال القرآن ② ترجمة المقدمة الجزرية

نوٹ: قاری محمد اسلم رحمہ اللہ کے بارے میں مذکورہ بالا معلومات قاری محمد ادریس العاصم حفظہ اللہ، قاری سیف اللہ حفظہ اللہ اور قاری سعد امین حفظہ اللہ سے حاصل کی گئی ہیں، اس تعاون پر راقم مذکورہ مشائخ کا شکر گذار ہے۔

استاد القراء قاری محمد یحییٰ رسولنگری حفظہ اللہ

تاریخ پیدائش

قاری محمد یحییٰ رسولنگری حفظہ اللہ ۱۹۴۵ میں کوٹ کپور ضلع فیروز پور انڈیا (بھارت) میں پیدا ہوئے۔

ابتدائی تعلیم

قاری محمد یحییٰ رسولنگری حفظہ اللہ نے ناظرہ قرآن اپنے والد محترم سے پڑھا اور ساتھ ہی شیخ القراء نے اپنے آبائی گاؤں کے سکول میں داخلہ لیا اور وہاں سے پرائمری تک تعلیم حاصل کی۔ ان دنوں چک نمبر ۱۶ میں قاری نور احمد حفظہ اللہ کو قاری اظہار احمد تھانوی رحمہ اللہ عربی لہجہ میں قرآن کریم پڑھاتے۔ ان قراء کرام کی پرسوز آواز میں تلاوتیں سننے سے شیخ القراء کے دل میں بچپن سے قرآن کریم کی اس طرح تلاوت کی تڑپ پیدا ہوئی کہ بچپن کے اس ذوق وشوق نے بعد ازاں قاری محمد یحییٰ رسولنگری حفظہ اللہ کو استاد القراء بنا دیا۔

اسی مقصد کے حصول کے لئے استاد القراء قاری محمد یحییٰ رسولنگری حفظہ اللہ جامعہ عثمانیہ اوکاڑہ میں قاری عبدالرزاق سے حفظ قرآن شروع فرمایا جس کی تکمیل ۱۹۶۱ میں قاری فاروق احمد دیوبندی کے پاس ہوئی۔ یہی وہ وقت تھا جب استاد

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

القراء کو علم تجوید وقراءات میں مہارت حاصل کرنے کا ذوق وشوق پیدا ہوا، جس کے حصول کے لئے استاد القراء قاری محمد یحییٰ حفظہ اللہ مدرسہ تجوید القرآن فاروقی، کراچی میں تشریف لے گئے اور وہاں قاری حبیب اللہ افغانی رحمہ اللہ سے تجوید پڑھی۔ بعدازاں حضرت استاد القراء اوکاڑہ جامعہ عثمانیہ میں تشریف لے آئے اور یہاں رہ کر مشکوۃ پڑھی۔ اس کے بعد جامعہ بحرالعلوم کراچی میں مولانا فاروق داؤد رحمہ اللہ، شیخ الحدیث بحرالعلوم کراچی سے سنن نسائی پڑھی۔ پھر علم قراءت پڑھنے کی دل میں تڑپ پیدا ہوئی۔ اس کے لئے استاد القراء مدرسہ تجوید القرآن فاروقی میں قاری حبیب اللہ افغانی رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے سبعہ وعشرہ کی تکمیل فرمائی۔ اس کے بعد استاد القراء نے لاہور میں اپنی تدریسی سرگرمیوں کے دوران استاد القراء قاری اظہار احمد تھانوی رحمہ اللہ سے دوبارہ ازسرنو تبر کا ۱۹۷۱ء سے ۱۹۷۷ء تک مدرسہ تجوید القرآن، موتی بازار میں سبعہ وعشرہ کی تکمیل فرمائی۔ یادرہے اس سے قبل استاد القراء ۱۹۶۲ سے ۱۹۶۳ کے دورانی عرصہ میں 'روایت حفص' میں قرآن کریم استاد القراء قاری اظہار احمد تھانوی رحمہ اللہ سے پڑھ چکے تھے۔

استاد القراء کے نامور اُساتذہ

① قاری عبدالرزاق رحمہ اللہ
② قاری فاروق احمد رحمہ اللہ
③ قاری اظہار احمد رحمہ اللہ
④ قاری حبیب اللہ افغانی رحمہ اللہ
⑤ شیخ الحدیث مولانا فاروق داؤد رحمہ اللہ

اُستاد القراء کی تدریسی خدمات

مدرسہ بحرالعلوم کراچی

استاد القراء قاری محمد یحیی رسولنگری حفظہ اللہ نے تحصیل علم تجوید وقراءات ودیگر علوم عربیہ واسلامیہ کے بعد تدریسی سرگرمیوں اور تعلیمی خدمات کا آغاز ۱۹۶۸ میں اپنی مادر علمی مدرسہ بحرالعلوم کراچی سے کیا۔ استاد القراء وہاں تقریباً دوسال تجوید وقراءت فرماتے رہے۔ اس کے بعد استاد القراء حفظہ اللہ نے لاہور کا رخ کیا۔

مدرسہ تجوید القرآن مسجد لسوڑھیاں والی

استاد القراء نے مدرسہ بحرالعلوم کراچی کو ۱۹۷۰ میں خیر باد کہا اور لاہور مدرسہ تجوید القرآن مسجد لسوڑیاں والی میں تدریس علم تجوید وقراءت کی ابتداء کی یہاں کافی عرصہ تدریس کرتے رہے اور علم تجوید کی نشرواشاعت کے لئے بھرپور محنت کرتے رہے، یہی وہ دور ہے جس میں آپ دوران تدریس شیخ استاد القراء قاری اظہار احمد تھانوی رحمہ اللہ کے سامنے اپنے زانوئے تلمذ طے کرتے رہے اور استاد القراء رحمہ اللہ سے سبعہ وعشرہ میں بھرپور استفادہ فرماتے رہے۔

الغرض استاد القراء نے مسجد لسوڑیاں والی میں علم تجوید وقراءت کی نشرواشاعت کے لئے انتھک محنت کی جس کے نتیجے میں علم تجوید وقراءت کے روشن ستاروں کی ایک بہت بڑی کھیپ تیار ہوگئی، جن میں سے چند نامور تلامذہ یہ ہیں:

◉ قاری محمد ابراہیم صاحب میر محمدی حفظہ اللہ
◉ قاری صدیق الحسن رحمہ اللہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- قاری خلیل احمد رحمہ اللہ
- قاری محمود الحسن بڈھیمالوی حفظہ اللہ

مدرسہ رحمانیہ (اہلحدیث) میں تدریسی خدمات

استاد القراء قاری محمد یحییٰ رسولنگری حفظہ اللہ نے رجب ۱۹۷۷ء میں مدرسہ تجوید القرآن کو خیر باد کہا اور اپنے استاد حافظ عبدالرحمٰن مدنی حفظہ اللہ کی خواہش پر مدرسہ رحمانیہ، ۹۹/ جے بلاک، ماڈل ٹاؤن، جہاں آج کل مجلس التحقیق الاسلامی اور اسلامک انسٹیٹیوٹ موجود ہیں، میں اوائل شعبان میں تدریس تجوید کا آغاز فرمایا اور کچھ عرصہ یہاں پڑھاتے رہے۔ اس دوران ان سے فیض پانے کے لئے لوگوں کا مدرسہ رحمانیہ میں ہجوم ہوتا۔ مدرسہ رحمانیہ، لاہور میں آپ سے بالخصوص علم تجوید میں قاری عبدالقادر، قاری اسحاق اور قاری عمر نے استفادہ فرمایا۔

جامعہ عزیزیہ میں تدریسی خدمات

استاد القراء قاری محمد یحییٰ رسولنگری حفظہ اللہ ۱۹۷۸ میں لاہور کو چھوڑتے ہوئے ساہیوال میں تشریف لے گئے اور وہاں جامعہ عزیزیہ کے نام سے ایک دینی درسگاہ کا سنگ بنیاد رکھا اور وہاں تدریسی اور انتظامی خدمات سرانجام دینے کا آغاز فرمایا۔ تقوی ورضاالٰہی کی بنیادوں پر قائم اس دینی درسگاہ کو اللہ تعالیٰ نے کامیابی سے سرفراز فرمایا اور آپ ان دنوں بھی جامعہ عزیزیہ ہی میں علم تجوید وقراءت کے فروغ کے لئے خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ وہاں سے استاد القراء حفظہ اللہ کے سیکڑوں تلامذہ فیض یاب ہوکر گئے ہیں اور آج کل بھی بہت سے تلامذہ ان سے علمی وفنی استفادہ فرمارہے ہیں۔

ہم دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ بابائے تجوید، قاری محمد یحییٰ رسولنگری حفظہ اللہ کو صحت والی دراز عمر عطا فرمائے تاکہ زیادہ سے زیادہ طلباء آپ سے مستفید ہوسکیں اور علم تجوید وقراءت کا خوب بول بالا ہوسکے۔ (آمین)

استاد القراء کے نامور تلامذہ

① ڈاکٹر قاری عبدالقادر عبدالکریم حفظہ اللہ (مدرس جامعہ ریاض، انچارج عربی ڈیپارٹمنٹ پاکستانی سفارتخانہ)
② قاری مقری محمد ابراہیم میر محمدی حفظہ اللہ (فاضل مدینہ یونیورسٹی، رئیس کلیۃ القرآن، مرکز البدر بونگہ بلوچاں)
③ قاری محمد ابراہیم البلوشی حفظہ اللہ (مدرس ریاض)
④ قاری عبدالرحمٰن البلوشی حفظہ اللہ (ادارہ جالیات)
⑤ قاری عبدالوحید حفظہ اللہ (مدرس، خریج ام القری مکہ)
⑥ الشیخ سیف اللہ عبدالکریم حفظہ اللہ (مدرس شعبہ تحفیظ القرآن)
⑦ قاری محمد اقبال عزیزی حفظہ اللہ (مدرس شعبہ تحفیظ القرآن)
⑧ قاری محمد سلمان حفظہ اللہ (انچارج ورئیس مکتبہ دارالشباط)
⑨ قاری بشیر احمد عبدالکریم حفظہ اللہ (مدرس شعبہ تحفیظ القرآن)
⑩ قاری عبدالحفیظ حفظہ اللہ (مدرس شعبہ تحفیظ القرآن)
⑪ قاری عبدالمجید حفظہ اللہ (مدرس شعبہ تحفیظ القرآن)

سعودی نامور تلامذہ

① الشیخ عادل سالم الکلبانی حفظہ اللہ (امام وخطیب حرم مکی)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

② الشیخ ابراہیم الجبیرین حفظہ اللہ (امام وخطیب حرم مکی)
③ الشیخ ابراہیم العسیری حفظہ اللہ (تفتیشی افسر)
④ الشیخ عبدالعزیز القرنی حفظہ اللہ (امام، خطیب)
⑤ الشیخ محمد بن عبداللہ حفظہ اللہ (امام، خطیب)
⑥ الشیخ محمد بن راشد حفظہ اللہ (امام، خطیب)
⑦ الشیخ بندر القرنی حفظہ اللہ (امام، خطیب)
⑧ الشیخ محمد ثارف حفظہ اللہ (مدرس اللغۃ العربیۃ)
⑨ الشیخ علی الغامدی حفظہ اللہ (استاد کلیۃ المعلمین، ریاض)
⑩ الشیخ محمد ناصر حفظہ اللہ
⑪ الشیخ سعود المانع حفظہ اللہ
⑫ الشیخ محمد بن عبدالکریم یمنی حفظہ اللہ
⑬ الشیخ عبداللطیف حفظہ اللہ
⑭ الشیخ عبدالعزیز السلیم حفظہ اللہ (قاضی)
⑮ الشیخ محمد سعود المقرن حفظہ اللہ (قاضی)
⑯ الشیخ عبدالعزیز الحسن حفظہ اللہ (قاضی)

اُستاد القراء کی تصنیفی وتالیفی خدمات

① اسهل التجوید (طبع شدہ)
② تحفة القراء (طبع شدہ)
③ جمال القراء فی الوقف والابتداء (زیرطباعت)
④ روضة العلماء فی تراجم القراء (زیرطباعت)
⑤ أنوار عزیزیه فی شرح جزریه (زیرطباعت)

شیخ القراء قاری محمد ادریس العاصم حفظہ اللہ

نام ونسب

محمد ادریس بن محمد یعقوب بن غلام اللہ۔ بعد میں استاذ القراء نے اپنے نام کے ساتھ عاصم کا اضافہ کیا۔

العاصم کی وجہ تسمیہ

شیخ القراء محمد ادریس عاصم حفظہ اللہ سے مکتب الدعوۃ اسلام آباد میں حافظ عبدالرشید اظہر حفظہ اللہ نے سوال کیا کہ عاصم کو اپنے نام کے ساتھ لگانے کی کیا وجہ ہے؟ استاذ القراء نے فرمایا ''میں نے اپنے نام کے ساتھ عاصم امام عاصم کی نسبت سے لگایا، مقصود یہ تھا کہ میں لوگوں کو اغلاط قرآن سے بچاؤں۔'' [ماخوذ از انٹرویو قاری مقری]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تاریخ پیدائش وجائے پیدائش

قاری مقری محمد ادریس حفظہ اللہ ۱۹۴۹ء میں یعنی پاکستان بننے کے ڈیڑھ سال بعد سریاں والا بازار میں پیدا ہوئے۔

ابتدائی تعلیم

استاذ القراء قاری محمد ادریس العاصم حفظہ اللہ کا گھر مسجد چینیا نوالی کے قریب ہی تھا۔اس لئے قاری صاحب حفظہ اللہ کے والدین موصوف کو مسجد چینیا نوالی میں بھیجتے۔قاری صاحب حفظہ اللہ نے مسجد چینیا نوالی میں قاری عبدالغفار سے نورانی قاعدہ پڑھا اور چینیا نوالی مسجد کے قریب ایک سکول میں پرائمری تک سکول پڑھا۔ اس کے بعد قاری صاحب حفظہ اللہ نے مسجد چینیا نوالی میں قاری محمد اسماعیل رحمہ اللہ سے حفظ القرآن شروع کیا۔ استاذ القراء قاری محمد صدیق رحمہ اللہ سے حفظ کرتے رہے۔ان ایام میں استاد القراء قاری اظہار احمد تھانوی رحمہ اللہ مسجد چینیا نوالی میں تجوید پڑھایا کرتے تھے اور شعبہ حفظ کے طلباء کو بعد از نماز ظہر مشق کرایا کرتے تھے۔

بعدازں شیخ موصوف نے استاد القراء قاری اظہار احمد تھانوی رحمہ اللہ مدرسہ تجوید القرآن موتی بازار میں تجوید پڑھتے رہے اور بدیع الزماں رحمہ اللہ سے نحو،صرف ،عربی کتب ،ترجمۃ القرآن اور خطاطی میں استفادہ کرتے رہے۔الغرض قاری محمد ادریس العاصم حفظہ اللہ نے قاری اظہار احمد تھانوی رحمہ اللہ سے مدرسہ تجوید القرآن، موتی بازار میں دوسال تجوید پڑھی۔ ان دوسالوں میں استاد القراء قاری تھانوی رحمہ اللہ نے تجوید کی درج ذیل کتب پڑھائیں:

① جمال القرآن ② تیسیر التجوید ③ فوائد مکیۃ ④ المقدمۃ الجزریۃ

گویا قاری محمد ادریس العاصم حفظہ اللہ نے ۱۹۶۶ء میں قاری اظہار احمد تھانوی رحمہ اللہ سے مدرسہ تجوید القرآن، موتی بازار میں تجوید مکمل کی اور پھر جامعہ محمدیہ، رینالہ خورد اوکاڑہ تشریف لے گئے ،جس کا نیا نام جامعہ ابو ہریرہ ہے۔

جامعہ ابوہریرہ اور جامعہ اسلامیہ میں حصول علم

حضرت قاری صاحب حفظہ اللہ جامعہ ابو ہریرہ، رینالہ خورد اوکاڑہ میں مولانا حبیب الرحمٰن اور حافظ شفیق الرحمٰن سے استفادہ فرمارہے تھے کہ حافظ اسماعیل الذبیح رحمہ اللہ ،جو کہ قاری محمد ادریس العاصم حفظہ اللہ کے والدہ کی طرف سے عزیز تھے، قاری صاحب حفظہ اللہ کے گھر تشریف لائے ، دورانِ گفتگو والدہ سے انہوں نے بچوں کے بارے میں پوچھا کہ آپ کے بچے کیا کررہے ہیں۔قاری ادریس حفظہ اللہ کی والدہ نے آپ کے بارے میں بتایا کہ انہوں نے حفظ کرنے کے بعد تجوید پڑھ لی ہے۔پوچھا کہاں پڑھ رہے ہیں؟ بتایا کہ جامعہ ابوہریرہ۔ حافظ اسماعیل الذبیح رحمہ اللہ کہنے لگے کہ کسی اچھے سے مدرسہ میں بھیجو۔انہوں نے جامعہ اسلامیہ گوجرانوالا میں داخلہ لینے کا مشورہ دیا۔اس مشورہ کو عملی جامہ پہناتے ہوئے شیخ القراء محمد ادریس العاصم حفظہ اللہ نے جامعہ اسلامیہ گوجرانوالا میں داخلہ لیا۔

شیخ القراء محمد ادریس العاصم حفظہ اللہ نے جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ میں مولانا ابوالبرکات رحمہ اللہ سے سنن ابو داؤد، جامع ترمذی ،صحیح مسلم ،صحیح بخاری ،تفسیر بیضاوی اور تفسیر جلالین، سراجی، الاتقان فی علوم القرآن، تاریخ ادب العربی وغیرہ پڑھیں اور ۱۹۷۵ء میں جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ سے سند فراغت حاصل کی۔

جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں داخلہ

شیخ القراء قاری محمد ادریس العاصم حفظہ اللہ نے دورانِ تعلیم جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ میں دیکھا دیکھی مدینہ یونیورسٹی کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لئے کاغذات تیار کئے اور بغیر تصدیق کے ہی انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی مدینہ منورہ کاغذات ارسال کردیئے۔انہوں نے تصدیق کے لئے کاغذات واپس پاکستان روانہ کردیئے۔قاری صاحب رحمہ اللہ نے تصدیق کروا کردوبارہ کاغذات ارسال کئے تو آپ کا داخلہ ہوگیا۔

استاذ القراء محمد اِدریس عاصم حفظہ اللہ ان دنوں مسجدلسوڑیاں والی میں تجوید اور کتب عربیہ پڑھاتے تھے اور استاد القراء قاری اظہار احمد تھانوی رحمہ اللہ سے سبعہ وعشرہ پڑھ رہے تھے۔موصوف مدینہ تشریف لے گئے اور مدینہ یونیورسٹی میں ایک سال شعبہ لغہ اور چار سال کلیہ القرآن میں پڑھتے رہے۔جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے سند فراغت حاصل کرنے کے بعد مکہ مکرمہ میں مرکز تدریب الدعاۃ رابطہ العالم الاسلامی میں ایک سال کا کورس کیا، نیز وہاں پر ایک مسجد میں امامت کرواتے رہے۔اس کے بعد پاکستان میں علم تجوید وقراءت کی اشاعت کے لئے مبعوث ہوئے۔

قاری محمد اِدریس العاصم کے شیوخ

① فضیلۃ الشیخ علامہ عبدالفتاح سید عجمی المرصفی المصری رحمہ اللہ
② فضیلۃ الشیخ المحقّق عبدالرزاق بن علی بن ابراہیم موسی المصری رحمہ اللہ
③ فضیلۃ الشیخ محمود بن سیبویہ البدری المصری رحمہ اللہ
④ فضیلۃ الشیخ محمود بن عبدالخالق جادو المصری رحمہ اللہ
⑤ فضیلۃ الشیخ عبدالرافع بن رضوان الشرقاوی المصری حفظہ اللہ
⑥ فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر محمد سالم المُحَیسن المصری رحمہ اللہ
⑦ شیخ الحدیث مولانا ابوالبرکات احمد رحمہ اللہ
⑧ استاد القراء قاری اظہار احمد تھانوی رحمہ اللہ
⑨ قاری مقری محمد صدیق لکھنوی رحمہ اللہ
⑩ شیخ الحدیث مولانا محمد عبداللہ بڈھیمالوی رحمہ اللہ
⑪ مولانا محمد اعظم حفظہ اللہ
⑫ قاری محمد اسماعیل رحمہ اللہ
⑬ قاری اَحمد دین رحمہ اللہ

استاد القراء قاری محمد ادریس العاصم حفظہ اللہ نے الشیخ عبدالفتاح المرصفی رحمہ اللہ سے قراءات عشرہ صغری اور قراءات عشرہ کبری دونوں میں مکمل قرآن سنا کر اجازت حاصل کی۔قاری صاحب رحمہ اللہ پاکستان کی وہ نمایاں شخصیت ہیں، جنہوں نے مکمل قرآن کریم سنا کر مصری مشائخ سے عشرہ کبری کی تکمیل فرمائی اور موجودہ دور کے عالی ترین سلسلہ روایت کو اخذ فرمایا۔

نامور تلامذہ

① قاری عبدالباسط منشاوی
② قاری عبدالودود عاصم
③ قاری نجم الصبیح تھانوی
④ قاری محمد صفدر
⑤ قاری آصف اقبال (ریاض)
⑥ قاری حبیب الرحمٰن (ریاض)
⑦ قاری محمد نواز (ریاض)
⑧ قاری عنایت اللہ ربانی کشمیری
⑨ قاری ابوبکر عثمانی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

⑩ قاری حبیب اللہ ساقی ⑪ قاری عمران یوسف میر محمدی ⑫ قاری محمد داؤد گوندلوی
⑬ قاری عاصم سلفی ⑭ قاری سعید اللہ بٹ ⑮ قاری نصیر احمد
⑯ قاری ابوبکر عاصم ⑰ قاری محمد صادق ⑱ قاری عبدالواحد
⑲ قاری عبدالرحمٰن محمود (اسلام آباد) ⑳ قاری محمد یعقوب شیخ (مرکزی راہنما جماعۃ الدعوہ پاکستان)
㉑ قاری محمد یعقوب ہزاروی ㉒ قاری شاہد محمود عاصم ㉓ قاری محمد یوسف صدیقی
㉔ قاری ابوبکر منشاوی ㉕ قاری عبدالرحمٰن ہاشمی ㉖ قاری عبدالرحمٰن آدم (مالدیپ)
㉗ قاری ابراہیم رمزی (بنگلہ دیش) ㉘ قاری محمد ریاض (بنگلہ دیش) ㉙ قاری احمد ناشر (بنگلہ دیش)
㉚ قاری ندیم سرفراز (بنگلہ دیش) ㉛ قاری ہشام (بنگلہ دیش) ㉜ قاری غلام رسول
㉝ قاری طارق بالاکوٹی ㉞ قاری خدا بخش بصری ㉟ قاری حفیظ الرحمٰن (ماموں کانجن)
㊱ قاری امان عظیم کورستانی (مدیر التعلیم معہد القراءات، پشاور)
㊲ قاری احسان اللہ ہزاروی (استاد القراءات معہد القراءات، پشاور)
㊳ قاری احسان اللہ ہزاروی (استاد القراءات معہد القراءات، پشاور)
㊴ قاری سلمان احمد میر محمدی (استاد تجوید وقراءات، کلّیۃ القرآن الکریم، مرکز البدر، بونگہ بلوچاں)
㊵ قاری خُبیب احمد میر محمدی
㊶ قاری عثمان انور (استاد مدرسہ تجوید القرآن موتی بازار)
㊷ قاری محمد سعید (استاد مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ)
㊸ قاری احسان اللہ پشاور (استاد تجوید وقراءات)
㊹ قاری ولی اللہ مردان (استاد تجوید وقراءات)
㊺ قاری مظفر بریلوی (استاد تجوید وقراءات)

پاکستان واپسی اور علم تجوید وقراءات کے فروغ میں نمایاں کردار

قاری محمد ادریس العاصم ﷾ ۱۴۰۲ھ میں جامعہ اسلامیہ، مدینہ منورہ سے فارغ ہونے کے کچھ عرصہ بعد پاکستان تشریف لائے اور شیرانوالا گیٹ کے قریب مسجد لسوڑیاں والی اہلحدیث ملحقہ المَدْرسة العالية تجوید القرآن لاہور میں تدریس تجوید کا آغاز فرمایا۔ استاد القراء قاری محمد ادریس عاصم ﷾ کی سب سے بڑی خواہش یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے قرآن کریم اور قراءات قرآنیہ کا خادم بنالے۔

اللہ تعالیٰ نے قاری صاحب ﷾ کی اس عظیم خواہش کو پورا فرمایا۔ آپ کو خدمت قرآن کی توفیق عطاء فرمائی۔ قاری صاحب ﷾ کو ماشاء اللہ تقریباً ۲۸ر سال بیت چکے ہیں کہ آپ مسجد لسوڑیاں والی ہی میں تدریس فرما رہے ہیں۔ راقم الحروف کے مشاہدے کے مطابق کم وبیش ۱۵۰ر طلباء ان دنوں آپ سے علم تجوید میں بھرپور استفادہ کررہے ہیں۔ علاوہ ازیں چار اساتذہ المدرسة العالية، تجوید القرآن میں قاری صاحب ﷾ کی زیرنگرانی تدریس فرمارہے ہیں۔ قاری صاحب ﷾ سے کثیر تعداد میں طلباء علم تجوید وقراءت میں استفادہ کرکے پاکستان کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مختلف شہروں میں علم تجوید وقراءت کی اشاعت اور ارتقاء کے لئے کوشاں ہیں۔

تصانیف

شیخ القراء قاری محمد ادریس العاصم ﷾ نے دوران تدریس المدرسة العالية، تجوید القرآن میں کئی ایک شاندار کتب تصنیف فرمائیں، جن کے اسماء درج ذیل ہیں:

① تحبیر التجوید
② تحفة الاخوان فی تجوید القرآن
③ شرح فوائد مکیہ
④ زینت المصحف
⑤ حق التلاوة
⑥ الفوائد السلفیہ
⑦ الاهتداء فی الوقف والابتداء
⑧ ابلاغ النفع فی القراء ت السبع
⑨ ایضاح المقاصد
⑩ نفائس البیان فی رسم القرآن
⑪ أحسن المقال فی القراء ت الثلاث
⑫ شجرة الاساتذه فی اسانید القراء ت العشر المتواتره کی تکمیل
⑬ تدریب المعلِّمین
⑭ متشابهات القرآن
⑮ متشابهات القرآن المتؤوَّل
⑯ محاسن قرآن
⑰ یومیہ تعلیمی کیفیت
⑱ اللّٰهم
⑲ سبحانی قاعدہ
⑳ المقدمة الجزریه مع تحفة الاطفال
㉑ قرآنی قاعدہ
㉒ اہم مسائل قربانی
㉓ بدعت کیا ہے؟

زیر طبع کتب

① فوائد علمیه شرح المقدمة جزریة
② شرح الدرة المضیئة
③ شرح الوجوه المسفره
④ شرح طیبة النشر
⑤ الکواکب النیرة فی وجوه الشاطبیه والدُّرة والطیبة
⑥ شرح تحفة الاطفال
⑦ الکنز فی حل وقف حمزه وهشام علی الهمز
⑧ حقیقت سبعہ احرف

استاد القراء قاری محمد عزیر ﷾

شیخ القراء قاری محمد عزیر ﷾ ۱۹۳۸ء میں ضلع قصور کے ایک گاؤں میر محمد میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد محترم کا نام مولانا عبدالحق الشہید ؒ ہے، جو عالم باعمل اور اخلاق حسنہ کے مالک تھے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قاری صاحب ﷾ کا تعلیمی دور

شیخ القراء قاری محمد عزیر ﷾ کے والدین نیک طبع اور سلفی مسلک ومنہج کے حامل تھے، یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اپنے لختِ جگر کے لئے دنیا ومافیہا سے بہتر اور رفعت وبلندی کی حامل چیز قرآن کریم کا انتخاب فرمایا اور پھر استادِ محترم قاری محمد عزیر ﷾ نے بھی والدین کی تمنا حسنہ میں رنگ بھرتے ہوئے حافظ نذیر شاہ صاحب سے جامعہ رشیدیہ ساہیوال میں حفظ قرآن کی تکمیل فرمائی۔اور اس کے بعد قرآن وسنت کی تفہیم اور علم تجوید وقراءت کے حصول کے لئے جامعہ علوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی کا رخ کیا۔ وہاں درس نظامی کے علوم کے ساتھ ساتھ قاری عبدالحق سے روایت حفص میں قرآن مکمل کیا اور ۱۹۶۰ میں جامعہ العلوم الاسلامیہ، بنوری ٹاؤن، کراچی سے سند فراغت حاصل کی۔

بعدازاں قاری محمد عزیر ﷾ نے استاد القراء قاری اظہار احمد تھانوی ؒ سے قراءت سبعہ کی تکمیل فرمائی۔انہوں نے ابھی 'ثلاثہ' شروع ہی کی تھی کہ استاد القراء قاری اظہار احمد تھانوی کا انتقال ہوگیا۔

تدریسی خدمات

شیخ القراء قاری محمد عزیر ﷾ نے ۱۹۶۰ء میں تدریسی خدمات کا آغاز فرمایا۔انہوں نے سب سے پہلے مدرسہ تجوید القرآن، تابع مسجد لسوڑھیاں والی میں علم تجوید وقراءت کی تدریس کا آغاز فرمایا اور دورانِ تدریس آپ قاری اظہار ؒ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور قراءت سبعہ کی تعلیم حاصل کرتے۔ الغرض وہ مسجد لسوڑھیاں والی میں طویل عرصہ تک علم تجوید کی تدریس فرماتے رہے۔ جہاں آپ سے بے شمار لوگوں نے علم تجوید میں استفادہ فرمایا، جن میں سے نامور تلامذہ قاری حنیف فیصل آبادی، قاری عارف وغیرہ قابل ذکر ہیں، البتہ شیخ القراء قاری محمد ابراہیم میر محمدی ﷾ نے قاری عزیر ﷾ سے نحو وصرف کی ابتدائی کتب پڑھیں۔ اس کے بعد موصوف نے مدرسہ تجوید القرآن، رحمانیہ، پونچھ روڈ میں تجوید وقراءات کی تدریس کا آغاز فرمایا اور آج کل قاری صاحب ﷾ مسجد اقصیٰ، گلشن راوی میں علم تجوید کی نشر واشاعت میں اپنے لیل ونہار بسر کر رہے ہیں۔

قاری صاحب ﷾ کی تصنیفی وتالیفی خدمات

① المقدمة الجزرية (مختصر شرح وسلیس ترجمہ) (زیر طباعت)

② القواعد النحوية والصرفية (زیر طباعت)

استاد القراء قاری محمد ابراہیم میر محمدی ﷾

تاریخ پیدائش وجائے پیدائش

شیخ القراء قاری محمد ابراہیم میر محمدی ﷾ ۱۹۶۰ء میں قصور کے ایک نواحی گاؤں میر محمد میں پیدا ہوئے۔

نام ونسب

آپ کا نام محمد ابراہیم بن حافظ محمد عبداللہ ہے۔آپ کے والد صاحب ؒ نیک طبع اور فرشتہ سیرت انسان تھے، جبکہ آپ کی والدہ ماجدہ ابھی حیات ہیں۔ وہ ایک نیک سیرت اور دیندار خاتون ہیں۔

دورِ طالب علمی

استاد القراء قاری محمد ابراہیم میر محمدی ﷾ نے ابتدائی قاعدہ اور ایک پارہ ناظرۂ قرآن اپنے والدِ محترم حافظ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محمد عبداللہ رحمہ اللہ سے پڑھا اور باقی قرآن کریم اپنی والدہ محترمہ سے مکمل کیا، جبکہ حفظ قرآن کی تکمیل قاری محمد صدیق الحسن رحمہ اللہ سے فرمائی۔ تکمیل حفظ القرآن کے بعد کچھ عرصہ انہی کے پاس پڑھتے رہے، پھر مدرسہ ضیاء السنہ، راجہ جنگ میں ایک سال پڑھا۔ بعد ازاں آپ کے استاد قاری صدیق الحسن رحمہ اللہ نے آپ کو مسجد لسوڑھیاں والی میں قاری محمد یحییٰ رسولنگری حفظہ اللہ کے پاس داخل کروادیا۔ قاری محمد یحییٰ رسولنگری حفظہ اللہ سے قاری محمد ابراہیم میر محمدی حفظہ اللہ نے دوسال تجوید پڑھی۔ اس کے بعد آپ جامعہ سلفیہ، فیصل آباد تشریف لے گئے۔ تیسرا سال وہاں پڑھنے کے بعد شیخ الحدیث حافظ ثناء اللہ مدنی حفظہ اللہ کے پاس مزمل مسجد، یتیم خانہ، لاہور تشریف لے آئے۔ ایک سال تک یہاں تعلیم حاصل کی، پھر چھٹا اور ساتواں سال جامعہ سلفیہ میں پڑھتے رہے۔ جامعہ سلفیہ، فیصل آباد میں حافظ احمد اللہ رحمہ اللہ، والد محترم شیخ الحدیث مولانا عبدالعزیز علوی حفظہ اللہ سے آپ نے حدیث، تفسیر اور فقہ میں استفادہ کیا۔

بعد ازاں آپ جامعہ اسلامیہ، مدینہ منورہ میں تشریف لے گئے جہاں ایک سال آپ نے ثانویہ میں، چار سال کلّیۃ القرآن اور چار سال ایم، فل میں تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد عشرہ کبریٰ شیخ عبدالرازق رحمہ اللہ سے پڑھی۔

قاری صاحب کے اَساتذہ کرام

قاری محمد ابراہیم میر محمدی حفظہ اللہ کے مشائخ کرام کا تین مختلف طبقات میں ذکر کیا گیا ہے۔

پہلی طبقہ

اس طبقہ میں آپ کے ان اساتذہ کرام کا تذکرہ ہے، جن سے محترم قاری صاحب حفظہ اللہ نے انفرادی طور پر استفادہ فرمایا اور قراءت عشرہ صغریٰ و کبریٰ میں اجازت حاصل کی، وہ یہ ہیں:

① فضیلۃ الشیخ العلامہ عبدالفتاح سید عجمی المرصفی مصری رحمہ اللہ

② فضیلۃ الشیخ المحقّق عبدالرازق بن علی بن ابراہیم موسیٰ مصری رحمہ اللہ

مذکورہ دونوں مشائخ سے شیخ القراء قاری محمد ابراہیم میر محمدی حفظہ اللہ نے عشرہ صغریٰ من طریق الشَّاطبیۃ والدُّرۃ میں اور ثانی الذکر سے عشرہ کبریٰ میں اجازہ حاصل کیا ہے۔ مصری مشائخ عام طور پر مکمل قرآن سنے بغیر اجازہ مرحمت نہیں فرماتے، لیکن محترم قاری صاحب کے ذوق وشوق، ذہانت وفطانت اور محنت شاقہ کے پیش نظر شیخ عبدالرازق مصری رحمہ اللہ نے محترم قاری صاحب حفظہ اللہ کو بغیر مکمل قرآن سنے اجازہ قراءات عشرہ کبریٰ عطا فرمادیا، کیونکہ آپ نے عملاً ان کو سورہ فاتحہ سے سورہ اعراف کے شروع تک قرآن مجید قراءت عشرہ کے ساتھ سنایا تھا۔ جماعت اہل حدیث کے لیے اعزاز کی بات ہے کہ شیخ القراء قاری محمد ادریس العاصم حفظہ اللہ کی مثل شیخ القراء قاری محمد ابراہیم میر محمدی حفظہ اللہ بھی مصری مشائخ سے عالی ترین سند کے ساتھ اجازہ رکھتے ہیں۔

دوسری طبقہ

اس طبقہ میں قاری صاحب حفظہ اللہ کے ان اساتذہ کا تذکرہ ہے، جن سے قاری صاحب حفظہ اللہ نے کلّیۃ القرآن جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں دوران دراسہ فیض حاصل کیا۔ ان شیوخ کرام کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

① فضیلۃ الشیخ عبدالفتاح عجمی المرصفی رحمہ اللہ (مدرس کلیۃ القرآن الکریم)

② فضیلۃ الشیخ عبدالرازق علی موسیٰ رحمہ اللہ (مدرس کلیۃ القرآن الکریم)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

③ فضیلۃ الشیخ ابراہیم الاخضر ؒ (شیخ القراء بالمسجد النبوی وامام مسجد نبوی)

④ فضیلۃ الشیخ محمود بن عبدالخالق جادو ؒ (مدرس کلیۃ القرآن الکریم)

واضح رہے شیخ القراء قاری محمد ابراہیم میر محمدی ﷾ نے روایت حفص من طریق شاطبیۃ کی سند فضیلۃ الشیخ قاری محمد یحییٰ رسولنگری ﷾ سے حاصل کی ہے، جبکہ فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر محمد سالم المحیسن ؒ آپ کے ماجستیر کے مقالے کے مشرف تھے۔

تیسرا طبقہ

تیسرے طبقے میں محترم قاری صاحب ﷾ کے ان اساتذہ کرام کا ذکر ہے، جن سے آپ نے قرآن وعلوم قرآن کے ضمن میں بعض علوم کا استفادہ فرمایا:

① فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر عبدالعزیز بن عبدالفتاح القاری ﷾ (عمید کلیۃ القرآن الکریم، مدینہ یونیورسٹی)

② فضیلۃ الشیخ محمود بن سیبویہ البدوی المصری ؒ (رئیس قسم القراء ت بکلیۃ القرآن)

③ فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر سالم المحیسن المصری ؒ (مدرس کلیۃ القرآن الکریم)

④ فضیلۃ الشیخ احمد عبدالعزیز الزیات المصری ؒ (أعلی القراء سندًا فی العالَم)

⑤ فضیلۃ الشیخ عامر بن سید بن عثمان المصری ؒ (أستاد کبیر وشیخ القراء فی الدیار المصریہ)

⑥ فضیلۃ الشیخ عبدالحکیم بن عبدالسلام خاطر ؒ (مدرس کلیۃ القرآن)

⑦ فضیلۃ الشیخ عبدالرافع بن رضوان الشرقاوی ﷾ (مدرس کلیۃ القرآن)

⑧ فضیلۃ الشیخ مقری اظہار احمد تھانوی ؒ (شیخ کبیر فی التجوید والقراء ات، باکستان)

یاد رہے کہ مذکورہ بالا پہلے تین شیوخ سے قاری صاحب ﷾ نے بالترتیب علم جہت قراءات، علم توجیہ القراءات اور علم الرسم والضبط کا مضمون درساً پڑھا ہے، جبکہ بعد والے چار مشائخ اور دوسرے طبقے میں مذکور بعض مشائخ کی موجودگی میں محترم قاری صاحب ﷾ نے مجمع ملک فہد میں 'روایت ورش' کی ریکارڈنگ کروائی۔ اسی دوران ان مشائخ پر روایت ورش کی قراءت کی۔ جب کہ آخر الذکر سے آپ نے تحسین ادا اور تصحیح تلفظ کے ضمن میں بعض آیات اور سور کی مشق کی۔ یہ دور ۱۹۷۵ء کے لگ بھگ کا ہے۔

نوٹ: محترم قاری صاحب کے کچھ اساتذہ کا مزید تذکرہ اوپر ان کے دور طالب علمی کے بیان میں گزر چکا ہے۔

پاکستان آمد اور عملی وتدریسی سرگرمیاں وخدمات

جب شیخ القراء قاری محمد ابراہیم میر محمدی ﷾ اور شیخ القراء قاری محمد ادریس عاصم ﷾، مدینہ یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کر رہے تھے، تو رئیس جامعہ لاہور الاسلامیہ ومجلس تحقیق الاسلامی، حافظ عبدالرحمٰن مدنی ﷾ اپنے سعودی عرب کے تقریباً ہر دورے کے دوران مذکورہ دونوں شیوخ سے باقاعدہ ملاقات کرتے اور انہیں اپنے علم تجوید وقراءت سے متعلق مستقبل کے پروگرام سے آگاہ فرماتے اور انہیں کہتے کہ آپ نے تکمیل تعلیم کے بعد جامعہ لاہور الاسلامیہ میں علم تجوید وقراءت کے فروغ کے حوالے سے کام کرنا ہے۔ جب شیخ القراء قاری محمد ادریس العاصم ﷾ فارغ ہوئے تو ان کی مجبوری تھی کہ جس ادارے میں دورانِ تدریس ان کا مدینہ یونیورسٹی داخلہ ہوا، واپس اسی ادارہ میں کام کرنے کا وہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وعدہ فرما چکے تھے، جبکہ قاری محمد ابراہیم میر محمدی ﷾ نے محترم حافظ عبدالرحمٰن مدنی ﷾ کی خواہش حسنہ پر لبیک کہا اور جامعہ لاہورالاسلامیہ، کلّیۃ الشریعۃ میں علم تجوید کے تدریسی فرائض سرانجام دینا شروع کر دیئے۔ محترم قاری صاحب کو کلّیۃ الشریعۃ میں پڑھاتے ہوئے ابھی چھ ماہ ہی گزرے تھے کہ محترم قاری صاحب ﷾ نے حافظ عبدالرحمٰن مدنی ﷾ اور جامعہ کے دیگر اَربابِ حل و عقد کو مشورہ دیا کہ کلّیۃ الشریعۃ کی طرح کلّیۃ القرآن الکریم کا بھی باقاعدہ آغاز ہونا چاہیے۔ محترم قاری صاحب ﷾ کے ان مشوروں اور کاوشوں کی بدولت ۲؍رمضان المبارک ۱۴۱۱ھ، بمطابق ۱۹؍مارچ ۱۹۹۱ء بروز منگل حافظ عبدالرحمٰن مدنی ﷾ کی زیرصدارت ایک اعلیٰ سطحی اجلاس منعقد ہوا، جس میں پاکستان کے نامور قراء اور علماء کو مدعو کیا گیا، تاکہ علم تجوید وقراءت کی اشاعت کا عظیم مشن اَساتذہ کرام اور مخلص ساتھیوں کے مشورے و باہمی تعاون سے اِرتقائی مراحل طے کرے۔

اس اجلاس میں درج ذیل باسعادت شخصیات شامل ہوئیں:

① حافظ عبدالرحمٰن مدنی ﷾ ② حافظ ثناء اللہ مدنی ﷾
③ حافظ محمد یحییٰ عزیز میر محمدی ؒ ④ قاری محمد یحییٰ رسولنگری ﷾
⑤ قاری محمد ابراہیم میر محمدی ﷾ ⑥ حافظ عبدالغفار اعوان ﷾
⑦ قاری محمد اَسلم ؒ ⑧ قاری نعیم الحق نعیم ؒ
⑨ حافظ عبدالستار حماد ﷾ ⑩ قاری محمد عزیر ﷾
⑪ قاری محمد ادریس عاصم ﷾ ⑫ ڈاکٹر محمد اکرم ﷾

اس اجلاس میں یہ طے پایا کہ آئندہ تعلیمی سال سے جامعہ لاہورالاسلامیہ کے کلیات میں اضافہ کرتے ہوئے کلیۃ القرآن الکریم والعلوم الاسلامیۃ کا اجراء کر دیا جائے گا، چنانچہ ۱۹۹۲ء میں اس کلیہ کا شاندار آغاز ہوا۔ محترم قاری صاحب ﷾ کی بھرپور محنتوں سے یہ کلیہ ایک تحریک کی شکل اختیار کر گیا، جس کے زیراہتمام جامعہ لاہور الاسلامیہ میں بالترتیب ۱۹۹۱ء، ۱۹۹۲ء، ۱۹۹۴ء، ۱۹۹۶ء، ۲۰۰۰ء، اور ۲۰۰۲ء اور ۲۰۰۷ء میں تاریخ ساز اور بڑی بڑی محافل حسن قراءات منعقد ہوئیں۔ ان محافل حسن قراءات کے انعقاد اور تحریک کلّیۃ القرآن الکریم کے ارتقاء میں محترم قاری صاحب ﷾ روح رواں ثابت ہوئے۔

بعدازاں جامعہ لاہورالاسلامیہ میں کلّیۃ القرآن کے کامیاب قیام اور تجوید وقراءات کے سینکڑوں تلامذہ تیار کرنے کے بعد مزید اعلیٰ مقاصد کی غرض سے عرصہ تین سال قبل ۲۰۰۵ء میں حضرت قاری صاحب ﷾ نے پتوکی میں ایک نئے ادارے کی داغ بیل ڈالی۔ نئے ادارے کی کامیابی کی غرض سے قاری صاحب ﷾ کے 'جامعہ لاہور' سے تشریف لے جانے کے باوجود آج بھی حضرت قاری صاحب ﷾ کی تمام تر ذہنی توجہات اور اعلیٰ ترین جذبات وخواہشات اپنے اَصل ادارے کے لیے باقی ہیں۔ الغرض تحریک کلّیۃ القرآن الکریم شیخ القراء قاری محمد ابراہیم میر محمدی ﷾ کی مرہونِ منت ہے۔

نامور تلامذہ

① قاری سلمان اَحمد میر محمدی ﷾ (وکیل کلّیۃ القرآن، مرکز البدر، بونگہ بلوچاں)
② قاری محمد فیاض ﷾ (مدیر مدرسۃ الازہر، جامعہ لاہورالاسلامیہ)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

③ قاری صہیب احمد میر محمدی حفظہ اللہ (مدیر کلیّة القرآن، مرکز البدر، بونگہ بلوچاں)
④ قاری انس مدنی حفظہ اللہ (مدیر کلیّة الشریعة، جامعہ لاہور الاسلامیہ)
⑤ قاری عبدالولی صومالی رحمہ اللہ (سابق مشرف حلقات تحفیظ القرآن، مؤسسہ الفرقان الخیریہ، پشاور)
⑥ قاری عبیداللہ غازی حفظہ اللہ (انچارج شعبہ علوم القرآن، دارالسلام، لاہور)
⑦ قاری حمزہ مدنی حفظہ اللہ (مدیر کلیّة القرآن، جامعہ لاہور الاسلامیہ)
⑧ قاری نعمان مختار لکھوی حفظہ اللہ (مدیر ادارہ نورالہدیٰ، ٹاؤن شپ، لاہور)
⑨ قاری فہداللہ رسولنگری حفظہ اللہ (معاون مدیر ماہنامہ 'میثاق' وسہ ماہی 'حکمت قرآن'، قرآن اکیڈمی، لاہور)
⑩ قاری عبدالسلام عزیزی حفظہ اللہ (مدیر معہد القرآن، چیمبرلین روڈ ومدرس کلیة القرآن، جامعہ لاہور الاسلامیہ)
⑪ قاری عارف بشیر حفظہ اللہ (مدرس کلیّة القرآن، جامعہ لاہور الاسلامیہ)
⑫ قاری سید محمد علی حفظہ اللہ (رکن ادارہ تحقیق، دارالسلام، لاہور)
⑬ قاری محمد ریاض حفظہ اللہ (انچارج شعبہ قراءت، جامعہ سلفیہ، فیصل آباد)
⑭ قاری محمد عبداللہ رحمہ اللہ (سابق مدرس کلیّة القرآن، جامعہ لاہور الاسلامیہ)

علاوہ ازیں رسالہ رشد 'قراءات نمبر' میں لکھنے والے جمیع فضلاء 'جامعہ لاہور الاسلامیہ' اور کلیّة القرآن کے نمایاں خریجین، جن کی فہرست راقم کے مضمون ادارہ 'کلیّة القرآن..... ایک تعارف' میں بھی ذکر کردی گئی ہے، استاد القراء قاری محمد ابراہیم میر محمدی حفظہ اللہ سے علمی طور پر فیض یافتہ ہیں۔

تالیفات وتصنیفات

① تحفة القاري
② تحفة الصبيان
③ معين القارى فى تجويد كلام الباري
④ المدخل إلى علم الوقف والابتداء
⑤ المدخل إلى الشاطبية
⑥ المدخل إلى الدرة
⑦ المدخل إلى التحريرات
⑧ شفاء المرتجل فى تحقيق الحال والمرتحل
⑨ مكانة القراء ت ونظرية المستشرقين والشبهات حولها
⑩ تسهيل الاهتداء فى الوقف والابتداء
⑪ المقنع فى التكبير عند الختم

محترم قاری صاحب حفظہ اللہ کی اس کے علاوہ بھی بعض تالیفات ہیں، جن کا تذکرہ آئندہ ان کے انٹرویو میں آئیگا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر اَبومجاہد عبدالعزیز القاری☆
مترجم: ڈاکٹر حافظ حسن مدنی☆☆

حدیث سبعہ اَحرف
قسط اوّل

قرآن کی متعدد قراءات کو ثابت کرنے والی

جملہ اَحادیث کی تخریج اور جائزہ

زیرنظر مقالہ مدینہ یونیورسٹی کے شعبہ کلّیۃ القرآن کے سابق سربراہ الشیخ ابومجاہد عبدالعزیز القاری ﷾ کی محنت شاقہ کا ثمر ہے، جس میں قرآن مجید کے سات حروف کے بارے میں وارد احادیث کی تحقیق، سات حروف سے مراد، سات حروف کا مروّجہ قراءات سے تعلق وغیرہ مباحث کو ائمہ ومحدثین کی تائید سے پیش کیا گیا۔ ڈاکٹر عبدالعزیز القاری ﷾ مدینہ منورہ یونیورسٹی کے شعبہ کلّیۃ القرآن الکریم کے کئی سال پرنسپل رہے ہیں۔ موصوف ﷾ کا قراءات قرآنیہ سے تعلق کے ساتھ ساتھ اصل تخصص فقہ واُصول فقہ ہے۔ ان کا زیرنظر مضمون سہ ماہی مجلّہ، مجلّۃ کلّیۃ القرآن الکریم، جامعہ اسلامیہ سے ماخوذ ہے۔ مقالہ کا اصل عنوان تو حدیث 'سبعہ اَحرف' اور اس کے متعلقات ہیں، لیکن ادارہ نے اس کے موضوعات کے پیش نظر اسے چار مستقل حصوں میں تقسیم کردیا ہے، جن کے ترجمہ کی سعادت مختلف اَرکان مجلس التحقیق الاسلامی کے حصہ میں آئی ہے۔ مضمون ہٰذا اسی مقالہ کے پہلے حصہ پر مشتمل ہے۔ [ادارہ]

حدیث 'سبعہ احرف' کا شمار چند اہم اور عظیم احادیث میں ہوتا ہے۔ جملہ حفاظ حدیث اس کے متواتر ہونے پر متفق ہیں۔ آئمہ دین نے اس حدیث کو اپنی کتب میں مسلسل ذکر کیا ہے اور حدیث کی کوئی کتاب بھی اس کے ذکر سے خالی نہیں۔

حدیث ''سبعة أحرف'' کی تخریج کرنے والے محدثین عظام

اس حدیث کی تخریج امام المحدثین امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی اور امام نسائی ؒ نے اپنی سنن نیز عمل الیوم واللیلہ میں، امام ابوداؤد ؒ نے اپنی سنن میں، امام مالک ؒ نے اپنی موطأ میں اور ابن حبان ؒ نے اپنی صحیح میں کی ہے۔ علاوہ ازیں ابوعبیدالقاسم بن سلام ؒ 'فضائل القرآن' میں ابوداؤد الطیالسی ؒ، امام احمد ؒ اور ابویعلی ؒ اپنی اپنی مسانید میں اور عبدالرزاق اپنی 'مصنف' میں اس کو روایت کرتے ہیں۔ امام طبرانی 'الاوسط' اور 'الکبیر' میں جبکہ امام طحاوی ؒ متعدد طرق سے 'مشکل الاثار' میں، ابن جریر ؒ اپنی تفسیر کے مقدمہ میں، بیہقی ؒ اپنی 'سنن' میں اور حاکم ؒ اپنی 'مستدرک' میں اس کو نقل کرتے ہیں۔

اسی طرح حافظ ابن کثیر ؒ نے 'فضائل القرآن' میں اس کے طرق کی تحقیق اور اس بارے میں وارد ہونے والی

☆ سابق پرنسپل کلّیۃ القرآن الکریم، جامعہ اسلامیہ، مدینہ منورہ
☆☆ مدیر التعلیم جامعہ لاہور الاسلامیہ ومدیر ماہنامہ محدث، لاہور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جملہ احادیث کو شمار کیا ہے۔حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے 'فتح الباری' میں اور ابن قتیبہ الدینوری نے 'مشکل القرآن' میں حدیث سبعہ احرف کی مفصل تشریح وتوضیح کی ہے۔

شیخ ابوالفضل عبدالرحمٰن بن احمد بن حسن بن بندار بن ابراہیم الرازی العجلی المقری رحمہ اللہ [متوفی:۴۵۴ھ] [ترجمة فی غایة النهایة:۳۶۱/۱] نے ایک مستقل کتاب میں صرف اسی حدیث کی جملہ روایات جمع کرنے کے ساتھ ساتھ تفصیل سے ان کی شرح کی ہے۔ علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں [ترجمة فی غایة النهایة:۳۶۵/۱] کہ ابومحمد عبدالرحمٰن بن اسماعیل رحمہ اللہ [مجموع الفتاوی لابن قاسم:۳۸۹/۱۳] المعروف 'بابن شامہ' رحمہ اللہ [متوفی:۶۶۵ھ] نے بھی اسی حدیث پر ایک مستقل کتاب تصنیف کی ہے۔ابومجاہد (صاحبِ مضمون) کا کہنا ہے کہ مجھے بھی ۴۰۰ صفحات کے لگ بھگ، دو جلدوں میں حافظ یوسف بن عبدالہادی رحمہ اللہ کی ایک کتاب 'هداية الانسان إلى الاستغناء بالقرآن' ملاحظہ کرنے کا اتفاق ہوا، جس میں ابن شامہ رحمہ اللہ سے بکثرت اَقوال اور تحقیقات مذکور ہیں اور اس کتاب کے مصنف کے بقول 'ابن شامہ کی' 'حدیثِ سبعہ احرف' پر ایک مستقل تصنیف ہے جو 'المرشد' کے نام سے ہے۔

ابن شامہ رحمہ اللہ کی اسی تصنیف کی طرف امام محمد بن جزری مقری رحمہ اللہ (صاحب 'النشر') نے بھی اشارہ کیا ہے، جیسا کہ اپنی کتاب میں حدیث الاحرف السبع روایت کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ''علامہ ابن شامہ رحمہ اللہ نے بھی اس کے بارے میں ایک جامع کتاب تالیف کی ہے۔''(۱)

حدیث الاحرف السبع پر مستقل تصنیف کرنے والوں میں خود ابن جزری رحمہ اللہ کا نام نامی بھی شامل ہے۔ قراءات کی مشہور ترین کتاب 'النشر' میں آپ نے ذکر کیا ہے کہ مجھے بھی اس حدیث کے طرق کے تتبع کی سعادت حاصل ہوئی ہے اور ان طرق کو میں نے ایک مستقل جز میں جمع کر دیا ہے۔[النشر فی القراءات العشر:۱۹/۱]

حدیث کو روایت کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

حدیث 'الاحرف السبع' کو صحابہ کرامؓ میں سے امیر المومنین عمر بن خطاب، عثمان بن عفان، علی بن ابی طالب، ابی بن کعب، عبداللہ بن مسعود، معاذ بن جبل، ہشام بن حکیم بن حزام، عبداللہ بن عباس، عمرو بن عاص، حذیفہ بن یمان، عبادہ بن صامت، سلیمان بن صرد الخزاعی، ابوبکر انصاری، ابوطلحہ انصاری، انس بن مالک، (بواسطہ ابی بن کعب)، سمرہ بن جندب، ابوجہیم انصاری، عبدالرحمٰن بن عوف اور اُم ایوب انصاریہ رضی اللہ عنہم نے روایت کیا ہے۔

اسی طرح عبدالرحمٰن بن عبدالقاری اور مسور بن مخرمہ نے بھی بالواسطہ اس حدیث کو روایت کیا ہے، اس حدیث کو روایت کرنے والے صحابہ کی مجموعی تعداد ۲۲ سے زائد ہے۔

زیرِنظر حدیث کو صحابہ کرام سے بے شمار تابعین اور ائمہ حدیث کی ان گنت تعداد نے متعدد اسانید طرق سے روایت کیا ہے۔ ذیل میں ہر ایک صحابی سے روایت کرنے والے محدثین اور رواۃ کے اجمالی بیان کے ساتھ اس سے نقل ہونے والی روایت کے متن وسند میں اختلاف اور اس کے متعدد طرق کا ایک مختصر جائزہ پیش کیا جاتا ہے تاکہ جملہ واردشدہ اَحادیث، متن اور سند کے اختلافات اور متعدد طرق کو ایک خاص ترتیب سے ذکر کر دیا جائے جس سے قاری کے لیے آئندہ بھی ان سے استفادہ ممکن ہو سکے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث عمر بن خطاب و ہشام بن حکیم بن حزام رضی اللہ عنہما

تین طرق سے کتب احادیث میں مذکور ہے:

① امام محمد بن شہاب زہری رحمہ اللہ کے طریق سے جنہوں نے عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اور عروہ رحمہ اللہ نے عبدالرحمٰن بن عبدالقاری رحمہ اللہ اور مسور بن مخرمہ سے اس حدیث کا سماع کیا۔ جب کہ امام زہری رحمہ اللہ سے مالک بن انس رحمہ اللہ (امام دارالهجرة)[2]، عقیل بن خالد رحمہ اللہ [اخرج روایۃ البخاری و ابوعبیدوالطحاوی]، معمر بن راشد الازدی رحمہ اللہ[3]، یونس بن یزید رحمہ اللہ مولیٰ معاویہ بن سفیان [اخرج روایۃ مسلم والنسائی و ابن جریر و ابوعبید والطحاوی]، عبدالرحمٰن بن عبدالعزیز الانصاری رحمہ اللہ [اخرج روایۃ الطحاوی]، فلیح بن سلیمان الخزاعی رحمہ اللہ [اخرج روایۃ الطیالسی فی مسندہ] اور شعیب بن حمزہ رحمہ اللہ [اخرج روایۃ ابوعبید] نے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

② اسحٰق بن عبداللہ بن ابی طلحہ رحمہ اللہ کے طریق سے: جو کہ اس طرح اسحٰق بن عبداللہ عن ابیہ عن جدہ عن عمرؓ

[أخرج الحديث من طريقه ابن جرير فی تفسيره:۱/۲۵]

③ عبیداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے طریق سے: بروایت عبیداللہ بن عمر عن نافع عن ابن عمر عن عمر بن الخطاب[4]

'ابن شہاب زہری رحمہ اللہ' کے طریق سے متن حدیث

اس حدیث کا متن صحیح بخاری میں مسور بن مخرمہ اور عبدالرحمٰن بن عبدالقاری کی سند سے یوں ہے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کی حیات طیبہ میں ہشام بن حکیم کو سورۂ فرقان پڑھتے ہوئے سنا۔ (عبدالرزاق رحمہ اللہ سے بروایت معمر یہ منقول ہے کہ میں ہشام بن حکیم رضی اللہ عنہ کے قریب سے گزرا جو کہ نبی کریم ﷺ کی حیات میں سورۂ فرقان تلاوت کر رہے تھے۔)

میں نے ہشام رضی اللہ عنہ کی قراءت کو جب غور سے سنا تو معلوم ہوا کہ وہ متعدد الفاظ اس طرح قراءت کر رہے ہیں جو نبی اکرم ﷺ نے مجھے نہیں سکھائے تھے۔ (نسائی سے بروایت معمر یہ الفاظ منقول ہیں کہ انہوں نے ایسے حروف پر پڑھا جو نبی اکرم ﷺ نے مجھے نہیں سکھائے تھے۔)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں ہشام کو نماز میں ہی (جھپٹ کر) روک لینے پر تیار ہوگیا۔ (مالک کی روایت میں ہے: میں قریب ہوا کہ اس کی طرف جلدی کروں)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے بمشکل اپنے آپ کو اس فعل سے روکے رکھا حتی کہ جیسے ہی ہشام نے سلام پھیرا تو میں ان کے لباس سے کھینچتے ہوئے ان کو نبی اکرم ﷺ کی طرف لے چلا۔ (مالک کی روایت میں ہے: میں نے ان کو سلام پھیرنے تک کی مہلت دی اور معمر کے الفاظ میں: میں ان کو دیکھتا رہا حتیٰ کہ انہوں نے سلام پھیر لیا..... ابن عبید کی روایت میں ہے: میں نے انہیں ان کے کپڑوں سے پکڑا)

پھر میں نے ہشام رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ آپ کو یہ سورہ مبارکہ اس طرز پر کس نے سکھائی ہے (جس طرح میں نے ابھی آپ سے سنی ہے) انہوں نے جواب دیا کہ نبی اکرم ﷺ نے مجھے ایسے ہی سکھایا ہے تو میں نے کہا کہ تم غلط بیانی کرتے ہو، کیونکہ مجھے نبی اکرم ﷺ نے یہی سورت اس طریقے پر نہیں پڑھائی جس پر میں نے تمہیں سنا ہے۔

(معمر اور یونس کی روایت میں ہے: 'تم نے غلط کہا ہے.....' اللہ کی قسم نبی اکرم ﷺ نے مجھے بھی یہ سورت سکھائی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے جو ابھی تم تلاوت کر رہے تھے)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں انہیں رسول اللہ ﷺ کی طرف لے چلا۔ (وہاں جا کر رسول اکرم ﷺ سے) میں نے کہا: مجھے اس شخص سے ایسے طریقہ پر سورہ فرقان سننے کا اتفاق ہوا ہے جس پر آپ ﷺ نے مجھے یہ سورت نہیں پڑھائی۔

نبی اکرم ﷺ نے مجھے فرمایا: ہشام کو چھوڑ دو اور ہشام تم پڑھو: تب ہشام نے اسی طرح تلاوت کی جس طرح میں نے ہشام سے سنا تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے کہا: ''یہ سورت اسی طرح نازل کی گئی ہے۔''

(معمر اور یونس کی روایت میں اور مالک سے دو مقام پر یہ الفاظ ہیں: هكذا أنزلت)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ پھر نبی کریم ﷺ نے مجھے پڑھنے کا حکم دیا۔ میں نے اس طرز پر قراءت کی جس پر آپ نے مجھے سکھایا تھا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اسی طرح (بھی) نازل کی گئی ہے۔ یہ قرآن مجید سات حروف پر نازل کیا گیا ہے، لہٰذا جو حرف تمہیں آسان معلوم ہو، اس پر قرآن کی تلاوت کرو۔''

(معمر کی روایت میں ہے: ''تم ان سے پڑھو جو بھی تمہیں میسر ہو'' اور یونس کی روایت میں ''ان سات حروف میں سے اس پر پڑھو جو تمہیں میسر ہو۔'')

ابوعبید نے بروایت عقیل ان الفاظ کو مزید نقل کیا ہے کہ ابن شہاب نے سبعہ احرف کے بارے میں کہا کہ یہ سب قراءات ایک ہی بات اور حکم ثابت کرتی ہیں جس میں ان قراءتوں کے اختلاف کی وجہ سے معنی یا مراد میں کوئی اختلاف واقع نہیں ہوتا۔ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ میں امام مسلم نے بھی ابن شہاب زہری سے یہ اضافہ نقل کیا ہے: ''مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ یہ سات حروف ایک ہی حکم کو ثابت کرتے ہیں اور کسی شے کے حلال و حرام ہونے میں باہم مختلف نہیں ہوتے۔''

'اسحٰق بن عبداللہ بن ابی طلحہ' کے طریق سے متن حدیث

ابن جریر کی روایت میں (جو کہ 'عن اسحٰق بن عبداللہ بن ابی طلحہ عن ابیہ عن جدہ' کے طریق سے ہے) مذکور ہے۔ [تفسیر ابن جریر: ۳۰/۱] کہ ایک شخص نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس قراءت کی تو آپ پر کچھ تغیرات کے ساتھ پڑھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ میں نے جب نبی اکرم ﷺ پر قراءت کی تو آپ ﷺ نے تو مجھے یہ تغیرات نہ بتلائے۔ راوی کہتے ہیں کہ دونوں نبی اکرم ﷺ کے پاس جھگڑا کرتے ہوئے پہنچ گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یارسول اللہ ﷺ کیا آپ ؐ نے مجھے فلاں فلاں آیت نہیں پڑھائی تھی؟ آپ ﷺ نے جواب دیا: ہاں کیوں نہیں۔ راوی کہتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دل میں کچھ کھٹکنے لگا جو نبی اکرم ﷺ نے آپ کے چہرہ سے پہچان لیا لہٰذا آپ کے سینے پر تین مرتبہ ہاتھ مار کر کہا: شیطان کو اپنے سے دور کر۔ پھر فرمایا: قرآن (میں) یہ سب عین صواب ہے، جب تک کہ تو رحمت کو عذاب اور عذاب کو رحمت سے نہ تبدیل کرے۔

اس روایت کی اسناد صحیح ہیں اور یہ بتاتی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی وہی کچھ پیش آیا جو کہ ابی بن کعب کے ساتھ ہوا (جس کی تفصیل آگے ذکر ہوگی) اور اس زیادتی کو ماسوائے اسحٰق کے کسی نے ذکر نہیں کیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

ابومنہال سیار بن سلامہ روایت کرتے ہیں کہ ہمیں یہ بات پہنچی: ایک دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے منبر پر فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اس آدمی کو یہ بات یاد دلائے جس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا کہ آپؐ نے فرمایا: بلاشبہ قرآن کریم سات حروف پر نازل ہوا ہے اور سب کے سب حروف شفا دینے والے اور کفایت کرنے والے ہیں۔''

سامعین میں سے سب حضرات کھڑے ہوگئے، حتیٰ کہ ان کی تعداد گنتی سے باہر ہوگئی۔ ان سب نے گواہی دی کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی الفاظ اپنی زبان مبارک سے اَدا فرمائے تھے تب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ''میں بھی ان کے ساتھ گواہی دیتا ہوں۔'' [مجمع الزوائد:۱۵۲/۷]

- اس روایت کو ابویعلی نے بھی اپنی مسند میں ابومنہال سے روایت کیا ہے جب کہ ہیثمی کا کہنا ہے کہ اس کی سند میں ایک راوی نامعلوم ہے۔
- ابومجاہد (صاحب مضمون) کہتے ہیں کہ یہ نامعلوم شخص ابومنہال اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے مابین ہے، کیونکہ ابومنہال کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ثابت نہیں۔
- ابومنہال سیار بن سلامہ نے ابوبرزہ اسلمی، براء سلیطی، اپنے والد سلامہ، ابوالعالیہ ریاحی اور ابومسلم الجری سے متعدد روایات نقل کی ہیں اور ثقہ ہونے کی وجہ سے اس کی روایات اور احادیث کتب ستہ میں بھی موجود ہیں۔

حدیث علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

آپ رضی اللہ عنہ کی حدیث کو ابوالفضل رازی نے ''عاصم بن ابی النجود، اس نے زر بن حبیش سے، اس نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے طریق سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب نے فرمایا: کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں حکم دیتے ہیں کہ ''ویسے قراءت کرو جیسے تمہیں سکھایا گیا ہے'' [کتاب الرازي فی الأحرف السبعة 'مخطوط' ص۳] ہر چند کہ یہ حدیث سبعہ حروف کے بارے میں صریح نہیں، لیکن آپ رضی اللہ عنہ کے قول ''ان تقرء وا'' کا مفہوم یہ ہے کہ تم پڑھو (یعنی سات حروف سے) جس طرح تمہیں سکھایا گیا ہے کیونکہ وجہ اختلاف ان کے مابین سبعہ حروف کے سلسلے میں ہی تھی۔ یہ حدیث احمد اور ابن جریر نے بھی روایت کی ہے۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی اَحادیث

آپ رضی اللہ عنہ سے تین اَحادیث درج ذیل پانچ طرق سے کتب حدیث میں مروی ہیں:

طریق عبدالرحمٰن بن ابی لیلی، سلیمان بن صرد الخزاعی، عبداللہ بن عباس، انس بن مالک اور زر بن حبیش الاسدی رضی اللہ عنہم۔

حدیث اوّل:

اس حدیث کی تخریج کرنے والے ائمہ حدیث اَن گنت ہیں جن میں سے معروف ائمہ کی اسانید ترتیب سے درج ذیل ہیں:

امام مسلمؒ نے ''اسماعیل ❶ ابن ابی خالد عن عبداللہ بن عیسیٰ بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ عن جدہ'' کی سند سے اس حدیث کو اپنی صحیح میں درج کیا ہے۔ [فی صلاة المسافرین باب فضائل القرآن:۵۶۱/۱] جبکہ امام نسائیؒ نے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''معقل ❷ بن عبیداللہ عن عکرمہ عن سعید بن جبیر عن ابن عباس عن ابی'' اور ''حمید الطّویل ❸ عن انس عن ابی'' کی اسناد سے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ [فی الافتاح باب جامع ماجاء فی القرآن:۱۵۳/۱]

علاوہ ازیں اسی حدیث کو ابن جریر ''عبیداللہ بن عمر ❹ عن سیار ابی الحکم عن عبدالرحمٰن ابن ابی لیلیٰ مرفوعاً''، ''عبیداللہ ❺ بن عمر عن ابن ابی لیلیٰ عن ابی'' اور ''وکیع ❻ عن اسماعیل بن ابی خالد عن عبداللہ بن عیسیٰ'' کی تین مختلف سندوں سے روایت کرتے ہیں۔ اسی طرح ابن جریر نے اپنی روایت سے بھی (جو کہ محمد بن ابی لیلیٰ عن الحکم عن ابن ابی لیلیٰ ❼ کے طریق سے ہے) اس حدیث کو نقل کیا ہے۔[فی مقدمة التفسیر:۴۲/۱]

مزید برآں محمد بن فضیل ❽، ابن نمیر ❾ اور محمد بن یزید الواسطی ❿ میں سے ہر ایک سے بطریق ''اسماعیل بن ابی خالد عن عبداللہ بن عیسیٰ'' اس حدیث کی اپنی کتاب میں تخریج کی ہے۔ اسی طرح ابن ابی عدی ⓫ اور محمد الزعفرانی ⓬ سے بھی بطریق ''حمید الطّویل عن انس عن ابی'' یہ حدیث ابن جریر نے روایت کی ہے۔ امام احمد ⓭ نے بھی حمید سے اس کو نقل کیا ہے۔[۱۲۲/۵]

ابوعبید ⓮ نے یحییٰ بن سعید ⓯ اور یزید بن ہارون عن حمید کی سندوں سے .....ابوعبید اور ابن جریر، دونوں نے بروایت ''ابی اسحٰق السبیعی ⓰ عن صقیر عبدی عن سلیمان بن صرد عن ابی'' [أبو عبید فی فضائل القرآن 'مخطوط' ق۹۵، وابن جریر فی مقدمة التفسیر:۳۲/۱] اور ابن جریر، طیالسی [منحة المعبود:۸/۲،۷] اور بیہقی [السنن الکبریٰ] نے بروایت قتادہ ⓱ عن یحییٰ بن یعمر عن سلیمان کی اسانید سے اس حدیث کی اپنی اپنی کتابوں میں تخریج کی ہے۔

پہلی سند سے حدیث اوّل کا متن

امام مسلمؒ اسکی سند ذکر کرنے کے بعد ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: ''میں مسجد میں موجود تھا'' (بعض روایات میں ''میں مسجد کی طرف گیا'' کے الفاظ ہیں، جبکہ دوسرے مقام میں ہے ''میں مسجد میں داخل ہوا'') کہ ایک آدمی مسجد میں آیا اور نماز شروع کر دی۔ اس نے ایسے طریقے پر قرآن کی تلاوت کی جس کی میں نے تردید کی۔ کچھ وقفے کے بعد ایک دوسرا شخص بھی داخل ہوا اور اس نے پہلے سے بھی مختلف قراءت کی۔

جب ہم نے نماز ختم کر لی تو ہم سب رسول اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے۔ میں نے آپ ﷺ سے کہا کہ اس شخص نے ایسے طریقے پر قراءت کی ہے جس کا میں نے اس پر انکار کیا ہے پھر بعد میں یہ دوسرا شخص بھی مسجد میں داخل ہوا ہے اور اس نے پہلے سے بھی مختلف قراءت کی ہے۔

(ابن جریر اور بیہقی کی روایات میں اس شخص کا نام 'عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ' ذکر ہے جبکہ تیسرے شخص کا کوئی ذکر نہیں۔ اسی طرح امام نسائی کی بروایت ابن عباس اور ابن جریر کی بروایت انس احادیث میں بھی یہی صورت ہے اور ممکن ہے کہ اختصار کے پیش نظر تیسرے شخص کا ذکر نہ کیا گیا ہو۔ جس سورت کے بارے میں اختلاف ہوا، روایات میں صراحت سے اس کا نام سورہ نحل مذکور ہے اور یہ صراحت عبیداللہ بن عمر عن ابن ابی لیلیٰ، وکیع عن اسماعیل اور ابن جریر عن محمد بن ابی لیلیٰ کی روایات میں موجود ہے جیسا کہ ابن جریر میں ہے۔)

حضرت ابی کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ان دونوں کو باری باری پڑھنے کا حکم دیا۔ ان دونوں نے آپ ﷺ کو سنایا اور آپ نے ان کی تحسین بھی کی۔ یہ صورت حال دیکھ کر میرے نفس میں شک اور تکذیب کا گمان گذرا جس کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شدت جاہلیت میں آپ کے بارے میں شک سے زیادہ تھی۔

(وکیع کی روایت میں ہے کہ میرے دل میں جاہلیت سے کہیں بڑھ کر شک اور تکذیب اثر انداز ہوگئی)

(عبیداللہ بن عمر کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: میرے دل میں شیطان نے وسوسہ ڈالا حتیٰ کہ اس کی شدت سے میرا چہرہ سرخ ہوگیا جبکہ ابن جریر والی ابوالحق کی روایت میں ہے کہ ان دونوں سے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تم نے قرآن خوبصورت تلاوت کیا ہے۔ حضرت ابی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے بھی یہ کہا کہ تم نے اچھا کیا، تم نے اچھا کیا ہے۔)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے جب میری کیفیت اور وسوسے کا خیال کیا تو میرے سینے پر ہاتھ مارا جس کی وجہ سے میرا پسینہ بہہ نکلا گویا میں خوف کی وجہ سے اللہ کی طرف دیکھ رہا ہوں۔

(ابن جریر کے الفاظ میں: کہ میرا پسینہ بہہ نکلا اور میرا دل خوف سے بھر گیا.....)

(وکیع کی روایت میں ہے: کہ نبی اکرم ﷺ نے تب میرے لیے دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ تجھ سے شیطان کو نامراد کر کے اس سے اپنی پناہ میں لے لے.....)

(عبیداللہ بن عمر کی روایت میں ہے: یا اللہ! اس سے شیطان کو نامراد فرما.....)

(محمد بن فضیل کی روایت میں ہے کہ میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ تجھے شیطان کے پیدا کردہ شک اور تکذیب سے اپنی پناہ میں داخل کر لے۔)

ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے مجھے فرمایا: اللہ نے میری طرف (جبریلؑ کو) بھیجا تا کہ میں ایک طریقے پر قرآن پڑھوں تو میں نے یہ کہہ کر لوٹا دیا کہ میری اُمت کے لیے آسانی کی جائے پھر جبریلؑ دوبارہ میرے پاس آئے اور مجھے دو طریقوں پر پڑھنے کی اجازت سنائی۔ میں نے انہیں وہی جواب دے کر پھر واپس کر دیا تب وہ تیسری بار میرے پاس تشریف لائے اور مجھے سات حروف تک پڑھنے کی نوید سنائی اور کہا کہ ہر بار مجھے لوٹانے کے عوض آپ کو سوال کی اجازت ہے، جس کو قبول کیا جائے گا۔ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ سے دو مرتبہ دعا مانگی کہ یا اللہ! میری اُمت کی مغفرت فرما اور ان کو بخش دے۔ یا اللہ! میری اُمت کو معاف فرما اور تیسرے سوال کو میں نے اس دن کے لیے محفوظ کر لیا جس دن تمام مخلوق حتیٰ کہ ابراہیم علیہ السلام بھی میری طرف رجوع کریں گے۔

دیگر سندوں سے متن حدیث میں اختلاف

مذکورہ بالا حدیث کے الفاظ صحیح مسلم کے ہیں۔ ابن جریر کے ہاں 'ابن بیان عن اسماعیل بن ابی خالد' کی سند سے بھی یہی الفاظ منقول ہیں جب کہ نسائی کے ہاں ابن معقل سے یہ الفاظ ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابی! یہ قرآن سات حروف پر نازل کیا گیا ہے جو کہ سب شفا دینے والے اور کفایت کرنے والے ہیں۔

ابن جریر کے ہاں عبیداللہ بن عمر کی روایت سے یہ الفاظ ہیں:

''میرے پاس میرے رب کی طرف سے ایک آنے والا آیا اور اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ایک حرف پر قرآن پڑھنے کا حکم دیتے ہیں۔ میں نے کہا کہ یا اللہ! میری اُمت پر تخفیف کیجئے۔ پھر وہ دوبارہ آیا اور کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ایک حرف پر ہی قرآن کی تلاوت کا حکم دیتے ہیں۔ میں نے دعا کی یا اللہ! میری اُمت پر تخفیف فرمایئے اس کے بعد وہ تیسری مرتبہ آیا اور اس نے وہی بات دہرائی میں نے پھر وہی دعا کی۔ بعد ازاں وہ چوتھی بار آیا اور اس نے کہا کہ اللہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعالیٰ آپ کو حکم دیتے ہیں کہ سات حروف پر قرآن پڑھیں اور آپ کے لیے ہر بار لوٹانے پر ایک سوال کی اجازت ہے۔ میں نے کہا: یارب! میری اُمت کو بخش دے، یا اللہ! میری امت کی مغفرت فرما اور تیسرے سوال کو میں نے قیامت کے دن اپنی اُمت کی شفاعت کے لیے محفوظ کرلیا ہے۔'' (۵)

ابن جریر ہی کے ہاں ابن فضیل کی روایت میں یہ الفاظ منقول ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک حرف پر قرآن کی تلاوت کا حکم دیا۔ میں نے رب سے دعا کی کہ میری اُمت کے لیے آسانی کی جائے تو رب تبارک وتعالیٰ نے فرمایا کہ تم دو حرفوں پر پڑھو۔ اس کے بعد مجھے جنت کے سات دروازوں کی طرح سات حروف پر پڑھنے کا حکم ہوا جو کہ سب کافی اور شافی ہیں۔''

دیگر روایات سے اس حدیث کی تفصیل

نسائی نے 'یحییٰ بن سعید عن حمید عن انس عن ابی' کی سند سے یہ الفاظ روایت کئے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میرے پاس جبریل اور میکائیل آئے۔ جبرئیل میرے دائیں جانب اور میکایل بائیں طرف بیٹھ گئے۔ جبریل نے مجھے کہا کہ ایک حرف پر قرآن کی تلاوت کیجئے۔ میکائیل کہنے لگے کہ اس پر اضافہ کا مطالبہ کریں۔ حتیٰ کہ جبریل سات حروف تک جا پہنچے جن میں سے ہر حرف شافی اور کافی ہے۔

ابن جریر نے 'ابن ابی عدی والزعفرانی عن حمید' کے طریق سے اور طحاوی نے بھی عبداللہ بن بکر السہمی کے طریق سے یہی الفاظ نقل کئے ہیں۔ مگر 'سیعی عن صقیر العبدی' کی روایت سے ابن جریر یہ الفاظ نقل کرتے ہیں: میرے پاس دو فرشتے آئے اور ایک نے کہا کہ ''ایک حرف پر قرآن کی تلاوت کریں، دوسرے نے اضافے کا مطالبہ کیا۔ (یعنی یہ روایت فرشتوں کے ناموں کے بغیر منقول ہے)

وکیع رحمہ اللہ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

''میرے پاس جبریل آئے اور انہوں نے مجھے ایک حرف پر قرآن پڑھنے کا حکم دیا میں نے جواب دیا کہ میری امت ایک حرف پر پڑھنے کی طاقت نہیں رکھتی حتیٰ کہ آپ ﷺ نے سات مرتبہ ایسے ہی کہا تب جبرئیل نے مجھے سات حروف پر تلاوت کا حکم دیا اور مجھے ہر بار لوٹانے پر ایک سوال کی اجازت دی۔ انہی سوالوں میں سے ایک سوال کی اجازت کی وجہ سے تمام مخلوق حتیٰ کہ ابراہیم علیہ السلام بھی میرے طرف رجوع کریں گے۔''

ابوداؤد اور ابن جریر نے قتادہ کی سند سے یہ الفاظ روایت کئے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اے ابی! مجھے قرآن پڑھایا گیا، پھر پوچھا: کیا ایک طریقہ پر یا دو طریقوں پر؟ تو جو فرشتہ میرے ساتھ تھا، اس نے کہا کہ 'دو حروف پر کہئے' پھر دوبارہ سوال ہوا کہ کیا دو پر یا تین پر؟ فرشتے نے مجھے کہا کہ کہئے ''تین حروف پر'' حتیٰ کہ وہ سات تک جا پہنچا جن میں سب کے سب شافی کافی ہیں۔ (اگر آپ ﷺ سمیعا کو عزیزا، حکیما کہیں تو جب تک آیت رحمت کو عذاب اور آیت عذاب کو رحمت سے نہ بدلیں گے، آپ کے لیے جائز ہے)

بیہقی کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ آپ غفور رحیم کو علیم حکیم، سمیع علیم یا عزیز حکیم وغیرہ سے (تبدیل کرکے) کہہ سکتے ہیں۔

خلاصۂ بحث

مندرجہ بالا جملہ اختلافات اجمال اور تفصیل کے قبیل سے ہونے کی وجہ سے حدیث کے لیے باعث ضرر نہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

راویوں کے باہم حفظ میں متفاوت ہونے کی وجہ سے کچھ راوی اس بات کو تفصیل سے ذکر کر دیتے ہیں جس کو دوسرے مجمل روایت کر رہے ہوتے ہیں۔ جبکہ یہاں فی الواقع کوئی تناقض نہیں۔ درحقیقت نبی اکرم ﷺ نے کتنی مرتبہ فرشتہ کی طرف رجوع کیا اور کیا سات قراءات تیسری مرتبہ عطا ہوئیں یا چوتھی مرتبہ؟ بعض روایات میں اس کو چوتھی مرتبہ میں ذکر کیا گیا ہے، جب کہ دوسری روایات میں اختصار کے مدنظر تیسری مرتبہ بیان ہوا ہے اور ان سب تغیرات پر یہ اصول حاکم ہے کہ ''ثقہ شخص کی زیادتی قابل قبول ہونے کے ساتھ ساتھ یاد رکھنے والے کی بات نہ یاد رکھنے والے پر مقدم ہے۔''

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی دوسری حدیث

امام مسلم، ابوداؤد اور نسائی نے 'مجاہد عن ابی لیلیٰ' کی روایت سے اس حدیث کی تخریج کی ہے۔[۶] علاوہ ازیں ابن جریر[ابن جریر:۱/۳۹،۴۰] اور احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں متعدد طرق سے حضرت ابی رضی اللہ عنہ سے اس کو روایت کیا ہے۔ [المسند:۵/۱۲۷]

صحیح مسلم سے متن حدیث

امام مسلم رحمہ اللہ اس کی سند ذکر کرنے کے بعد ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ بنی غفار کے تالاب[۷] کے قریب تھے کہ آپ کے پاس جبریل علیہ السلام آئے اور کہا: اللہ تعالیٰ کا حکم یہ ہے کہ آپ کی اُمت ایک حرف پر قرآن تلاوت کرے۔ (ابوداؤد، نسائی اور ابن جریر کی روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ آپ اپنی امت کو ایک حرف پر قرآن سکھایئے)

حضرت ابی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے اللہ سے بخشش اور مغفرت کی دعا کرتے ہوئے فرمایا کہ میری اُمت اس کی استطاعت نہیں رکھتی۔ (ابن جریر کے الفاظ میں ہے: اللہ عزوجل سے میں مغفرت اور عافیت کا طالب ہوں، بے شک وہ اس کی متحمل نہیں اور آپ اللہ سے تخفیف کا مطالبہ کریں)

آپ فرماتے ہیں: حضرت جبریل دوبارہ میرے پاس آئے اور کہا: ''اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ آپ کی امت دو طریقوں پر قرآن تلاوت کر سکتی ہے۔''

نبی کریم ﷺ نے (دوبارہ) اللہ سے عافیت اور مغفرت طلب کرتے ہوئے اپنی اُمت کے طاقت نہ رکھنے کا ذکر کیا۔ پھر وہ تیسری بار تشریف لائے اور کہنے لگے: اللہ آپ کو حکم دیتے ہیں کہ امت محمد یہ تین حروف پر قرآن تلاوت کرے۔ نبی اکرم ﷺ نے پھر کہا: میں اللہ سے بخشش اور معافی کا سوال کرتا ہوں۔ میری اُمت اس کی بھی متحمل نہیں۔ تب جبریل آپ کے پاس چوتھی مرتبہ آئے اور کہا کہ اللہ کا حکم یہ ہے کہ آپ کی امت سات حروف تک قرآن پڑھ سکتی ہے جس حروف پر بھی وہ پڑھے گی، صحیح ہوگا۔

(ابن جریر کی ایک روایت میں ہے کہ جو بھی ان میں سے کسی طریقہ پر قراءت کرے، درست ہے)

حضرت ابی رضی اللہ عنہ کی تیسری حدیث

امام ابوعیسیٰ الترمذی نے 'عاصم بن مہدلہ المقری عن زر بن حبیش عن ابی بن کعب' کی سند سے اس حدیث کو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روایت کیا ہے۔ [سنن الترمذي:۱۹۴۵]، جب کہ طیالسی [منحة المعبود:۸/۲]، ابن جریر [مقدمة التفسیر:۳۵/۱]، طحاوی [فی مشکل الاثار:۱۸۲/۴] اور احمد [فی المسند:۱۳۲/۵] بھی 'عاصم' سے ہی اس کو روایت کرتے ہیں۔

سنن ترمذی سے متن حدیث

سند ذکر کرنے کے بعد ترمذی، ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کی جبریل سے ملاقات ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے جبریل! مجھے ایسی اُمت کی طرف مبعوث کیا گیا ہے، جو اَن پڑھ ہیں، ان میں بوڑھے، عمر رسیدہ، جوان مرد اور عورتیں اور مختلف لوگ ہیں اور ان کی حالت یہ ہے کہ انہوں نے کبھی بھی کوئی لکھی چیز نہیں پڑھی۔''

(طیالسی کے الفاظ میں ہے کہ سخت مزاج لوگ بھی ان میں ہیں۔ طحاوی کے الفاظ ہیں: ان میں عمر رسیدہ، پختہ عمر، نوجوان، خادم اور قریب المرگ لوگ بھی ہیں جنہیں کبھی کوئی لکھی چیز پڑھنے کا اتفاق نہیں ہوا)

چنانچہ جبریل نے جواب دیا! بلا شبہ قرآن سات حروف پر نازل کیا گیا ہے۔

(ابن جریر کی روایت میں ہے کہ انہیں چاہیے کہ یہ سات طریقوں میں کسی ایک پر تلاوت کریں۔ طیالسی کی روایت میں اس مقام کا تذکرہ بھی ہے جہاں نبی اکرم ﷺ کی جبریل سے ملاقات ہوئی وہ مقام 'مراء' کے پتھروں کے قریب تھا۔ 'المریٰ' کا لفظ الف مقصورہ کے ساتھ ہے جبکہ ابن جریر کی روایت میں 'احجاز المراء' یعنی الف ممدودہ کے ساتھ ہے، جو کہ قباء جگہ ہے یا قباء کے قرب و جوار میں کوئی مقام)

[وذكره السمهودی فی دیار بنی عمرو بن عوف، انظر: النهاية لابن الأثير:۳۴۳/۱، [خلاصة الوفاء:۵/۲]

اَحادیث عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے پانچ اَحادیث سات طرق سے مروی ہیں اور وہ سات طرق یہ ہیں:

① نزال بن سبره
② أبو الاحوص
③ فلفله جعفی
④ عمر بن أبی سلمه
⑤ أبو سلمه بن عبد الرحمن بن عوف
⑥ ابووائل شقیق بن سلمه
⑦ زر بن حیش

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی پہلی حدیث

امام بخاریؒ نے نزال بن سبرہ کے طریق سے [فی فضائل القرآن من الجامع الصحیح، باب اقرأوا القرآن ما ائتلفت قلوبکم:۲۴۴/۶] جب کہ امام احمد بھی اسی نزال سے ہی دو وجوہ سے روایت کرتے ہیں۔ [المسند:۳۹۳/۱]

بخاری سے متن حدیث

امام بخاری رحمہ اللہ نزال کی سند سے اس حدیث کی روایت کے بعد لکھتے ہیں کہ انہوں نے کہا: میں نے عبداللہ کو یہ کہتے سنا کہ میں نے ایک شخص کی تلاوت سنی جس نے ایک آیت اس طریقہ کے علاوہ تلاوت کی جس کو میں نے نبی کریم ﷺ سے سیکھا تھا۔ لہٰذا میں اس کے ہاتھ سے اس کو پکڑ کر نبی اکرم ﷺ کی طرف لے چلا۔ نبی اکرم ﷺ سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

استفسار پر آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم دونوں ہی خوب (تلاوت) کرنے والے ہو۔''

شعبہ کہتے ہیں: میرا خیال ہے کہ آپ نے یہ کہا تھا تم اختلاف مت کرو، کیونکہ تم سے پہلے لوگ بھی آپس میں جھگڑنے کی وجہ سے ہلاک ہوئے۔

(امام احمد کے ہاں عفان عن شعبہ کے طریق سے بھی یہی الفاظ مروی ہیں جب کہ آپ سے ہی 'بروایت بہز' ان الفاظ میں معمولی سا فرق وارد ہے کہ تم دونوں نے اچھا (فعل) کیا ہے اور اب اختلاف مت کرو۔)

دوسری حدیث

ابن جریر نے 'عاصم بن ابی النجو دالمقری عن زر بن حبیش' سے دو وجوہ سے یہ حدیث روایت کی ہے۔

[فی مقدمة تفسیرہ:۱/۲۳]

وجہ اوّل

''ابوبکر بن عیاش عن عاصم عن زر بن حبیش عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ'' کی سند سے مروی ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: دو آدمیوں کا ایک سورہ کے بارے میں اختلاف ہوگیا۔ ایک کا کہنا تھا کہ مجھے نبی اکرم ﷺ نے ایسے ہی پڑھایا ہے اور دوسرا کہتا تھا کہ مجھے بھی ایسے ہی سکھایا گیا ہے۔ جب نبی اکرم ﷺ آئے تو آپ کو اس واقعہ کی خبر دی گئی۔ راوی کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کا چہرہ مبارک اس خبر سے متغیر ہوگیا۔ آپ کے قریب ایک شخص تھا، جسے آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم ویسے ہی پڑھا کرو جیسے سکھائے گئے ہو، میں نہیں جانتا کہ کیا انہیں اس جھگڑے کا حکم ہوا تھا یا اس کو انہوں نے اپنے پاس سے گھڑ لیا تھا۔ بلا شبہ تم سے پہلے لوگ بھی اپنے انبیاء کے بارے میں اختلاف کی وجہ سے ہلاک ہوئے۔'' ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ سن کر ہم میں ہر شخص کھڑا ہوگیا اور وہ دوسروں کے طریقے کے علاوہ اپنے ہی طریقے پر تلاوت کر رہا تھا۔

وجہ ثانی

بروایت اعمش عن عاصم! اس میں پچھلی حدیث سے زیادہ تفصیل ہے۔ سورہ کا نام اور آدمی کا نام بھی مذکور ہے۔ ابن مسعود کہتے ہیں: ہمارا سورہ فرقان کے بارے میں اختلاف ہوگیا۔ ہم نے ۳۵۔آیات کہیں یا ۳۶۔ لہٰذا ہم نے حضرت محمد ﷺ کی طرف رجوع کیا، وہاں حضرت علیؓ کو آپ سے مصروف گفتگو پایا۔ راوی کہتے ہیں کہ ہم نے نبی اکرم ﷺ کو اپنے اختلاف کی بابت بتایا۔ نبی اکرم ﷺ کا یہ سن کر چہرہ سرخ ہوگیا اور آپ ﷺ نے کہا کہ اسی اختلاف میں پڑ کر تم سے پہلی اُمتیں ہلاک ہوگئیں۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: پھر نبی اکرم ﷺ نے آہستہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کچھ کہا۔ تب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہمیں بتایا کہ ''رسول اللہ ﷺ تمہیں حکم فرماتے ہیں کہ تم ویسے ہی پڑھو جیسے تمہیں سکھایا گیا ہے۔''

ابومجاہد (صاحب مضمون) کہتے ہیں: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے دو واقعات پیش آئے۔ ایک واقعہ تو ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے ساتھ پیش آیا، جس میں قراءت میں اختلاف کا مسئلہ تھا اور وہ اختلاف سورہ 'النحل' میں تھا۔ نزال بن سبرہ کی حدیث اسی واقعہ کی طرف اشارہ کرتی ہے، اور یہ وہی واقعہ ہے جس کو حضرت ابی بن

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کعب رضی اللہ عنہ نے اپنی مشہور حدیث میں ذکر کیا ہے۔

جہاں تک زیر نظر حدیث کا تعلق ہے، تو ایک اور شخص کے ساتھ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پیش آنے والے واقعہ کی طرف یہ حدیث اشارہ کرتی ہے اور اس حدیث میں محل اختلاف آیات کی تعداد ہے نہ کہ انداز تلاوت اور جس سورت میں یہاں دونوں کا اختلاف واقع ہوا وہ سورۂ فرقان ہے۔

علاوہ ازیں زر بن حبیش سے روایت کردہ عاصم کی حدیث میں ابوبکر بن عیاش اور اعمش کی روایات کے مابین بھی کچھ اختلاف موجود ہے۔ اعمش کی روایت میں یہ ذکر ہے کہ ''تم سے پہلے لوگ باہم اختلاف کی وجہ سے ہلاک ہوگئے۔'' اس قول کے قائل رسول اکرم ﷺ ہیں اور یہ بتانے والے حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں کہ ''رسول اکرم ﷺ تمہیں حکم فرماتے ہیں کہ ویسے ہی پڑھو جیسے تمہیں سکھایا گیا ہے۔'' جب کہ ابوبکر بن عیاش کی روایت میں ان دونوں اقوال کو حضرت علیؓ سے (ان کے نام کے ذکر کے بغیر) منسوب کیا گیا ہے۔ ہماری رائے میں دونوں روایتوں میں اعمش کی روایت زیادہ صحیح ہے، کیونکہ ابوبکر اگرچہ 'صدوق' ہیں لیکن انہیں کبھی غلطی بھی لگ جاتی ہے۔ (۸)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی احادیث میں جو کچھ آپ سے سبعہ احرف کے بارے میں مروی ہے، وہ دراصل اسی حدیث میں پیش آنے والا واقعہ اور اس میں نبی اکرم ﷺ کے حکم کی ترجمانی کے سلسلے میں آپ رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ یہ قول سبعہ احرف کے بارے میں صریح تو نہیں، لیکن بہرحال اس کو متضمن ضرور ہے، کیونکہ آپ کا قول ''نبی اکرم ﷺ تمہیں حکم فرماتے ہیں کہ ویسے ہی پڑھو جیسے تم سکھائے گئے ہو'' اس طرف اشارہ کرتا ہے کہ یہ بات ان سے اختلاف (قراءت) کی نسبت سے کہی گئی اور یہاں یہی اشارہ زیادہ واضح ہے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی تیسری حدیث

ابن حبان نے ابوالاحوص کے طریق سے اس کی تخریج کی ہے۔[موارد الظمآن:ص۴۴۰] اسی سند سے طبرانی [مجمع الزوائد:۱۵۲/۷] اور بزار [مجمع الزوائد:۱۵۲/۷، المطالب العالیة:۲۸۵/۳] بھی روایت کرتے ہیں، جب کہ ابن جریر نے ابوالاحوص سے ہی ایسی دو وجوہ سے اس کی تخریج کی ہے جن دونوں میں ضعف پایا جاتا ہے۔[مقدمة التفسیر:۲۳/۱]

طبرانی کی روایت میں ہے:

''بلاشبہ قرآن میں کوئی بھی 'حرف' نہیں مگر اس کے واسطے 'حد' ہے اور ہر حد کے لیے ابتداء ہے۔''

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی چوتھی حدیث:

آپ رضی اللہ عنہ سے مندرجہ ذیل تین طرق سے مروی ہے:

① طریق ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف

② طریق عمر بن ابی سلمہ اور

③ فلفلہ جعفی کا طریق۔

① طریق ابی سلمہ کی امام حاکم نے ''عن سلمہ بن ابی سلمہ عن ابیہ عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ'' کی صحیح سند سے تخریج کی ہے۔ [المستدرک:۵۵۳/۱] جب کہ امام طحاوی نے دو وجوہ یعنی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(i) بروایت ''عبداللہ بن صالح حدثنی اللیث بن سعد قال حدثنی عقیل بن خالد عن ابن شہاب عن سلمہ'' اور

(ii) جیوہ ابن شریح اخبرنا خالد عن ابن شہاب سے تخریج کی ہے۔ [مشکل الآثار:۱۸۴/۴]

④ فلفلہ جعفی کی روایت امام احمد نے ذکر کی ہے۔[المسند:۴۴۵/۱] ہیثمی کہتے ہیں کہ اس کی اسناد میں عثمان بن حسان العامری ایسا راوی ہے، جس کو ذکر کرنے کے بعد ابن ابی حاتم نے اس پر جرح کی ہے، نہ ہی توثیق جبکہ روایت کے باقی رجال ثقہ ہیں۔[مجمع الزوائد:۱۵۳/۷]

⑤ عمر بن ابی سلمہ کی روایت کو طبرانی نے نقل کیا ہے۔ ہیثمی کہتے ہیں کہ اس میں عمار بن مطر انتہائی ضعیف راوی ہے۔بعض نے اس کی توثیق بھی کی ہے۔ [الجرح والتعدیل:۱۴۸/۶]

بروایت امام حاکم متن حدیث

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: پہلی کتاب ایک طریق پر اور ایک ہی 'حرف' پر نازل ہوئی تھی، جبکہ قرآن کریم سات طرق سے، سات حروف پر اس طرح نازل ہوا ہے کہ اس میں امر و نہی اور حلال و حرام اور محکم و متشابہ اور امثال ہیں۔ لہٰذا تم اس کے حلال کئے ہوئے کو حلال جانو اور اس کے حرام کئے ہوئے کو حرام سمجھو۔ قرآن جو تمہیں حکم دیتا ہے وہی بجالاؤ اور جس سے روکتا ہے اس سے اجتناب کرو اور اس کی دی ہوئی مثالوں سے عبرت پکڑو۔ قرآن کے محکم پر عمل کرو، متشابہ پر ایمان لاؤ اور اس امر کا اقرار کرو کہ سب کچھ ہمارے رب کی طرف سے ہے اور ہم اسی پر ایمان لائے۔ (یہ ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے)

فلفلہ جعفی کی روایت میں یہ ہے کہ مجھے مصاحف کے بارے میں پریشانی اور گھبراہٹ لاحق ہوئی تو میں نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف رجوع کیا، میں دوسرے لوگوں کے ساتھ آپ کے پاس آیا، ہم میں سے ایک نے کہا: اے عبداللہ! ہم آپ کی ملاقات کے لیے آپ کے ہاں نہیں آئے، بلکہ ہمارے آنے کا مقصد یہ ہے کہ آپ ہمیں اس خبر کی وضاحت فرمائیں تو آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ تمہارے نبی پر قرآن سات طرق سے سات حروف پر نازل ہوا ہے، جبکہ پہلی کتابیں ایک طرق سے ایک ہی حرف پر نازل ہوئی تھیں۔ [اخرجہ احمد:انظر: مجمع الزوائد:۱۵۲/۷ ولعل مقصودھم بالخیر الذی راعھم: إحراق عثمان فی المصاحف]

عمر بن ابی سلمہ کے طریق اور ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن کے طریق میں باہم کوئی اختلاف نہیں، ماسوائے اس کے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے آخر حدیث میں ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے کہ بلا شبہ ''یہ سب طریقے اللہ کی طرف سے ہی ہیں اور عقلمند لوگ ہی نصیحت پکڑتے ہیں۔''

ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی پانچویں حدیث

ابن جریر رحمہ اللہ نے دو طرح، شعبہ سے اس کو روایت کیا ہے۔ایک سند میں تو شعبہ، ابی اسحٰق سے روایت کرتے ہیں اور وہ اس شخص سے روایت کرتے ہیں جس نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سنا ہے۔ جبکہ دوسری سند میں شعبہ، عبدالرحمٰن بن عابس سے روایت کرتے ہیں اور اس نے ابن مسعود کے کسی شاگرد سے نقل کیا ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: تم میں سے جو بھی کسی ایک طریقہ پر قراءت کرے تو پھر وہ کسی اور طریقہ پر قراءت کرے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

[تفسیر ابن جریر:۱/۵۱]

اسی سلسلے میں ایک طویل روایت بھی منقول ہے، جس کو امام احمد نے عبدالرحمٰن بن عابس سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: کہ مجھے ہمدان کے ایک شخص نے ایسے شخص سے حدیث بیان کی جو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں سے ہے اور اس کا نام مجھے معلوم نہیں۔ (اسی حدیث کو ابن جریر نے 'زبید الیامی عن علقمہ النخعی عن ابن مسعود' کی سند سے بھی ذکر کیا ہے۔[۹] اور اس حدیث میں ابن مسعود کہتے ہیں کہ:

''یہ قرآن کریم متعدد قراءات پر نازل ہوا ہے۔ اللہ کی قسم دو شخصوں کے مابین ان قراءات کے بارے میں سخت جھگڑا ہوتا رہا ہے۔ (پھر جھگڑے کے واقعہ کی طرف اشارہ فرمایا) کہ جب قرآن پڑھنے والے نے کہا تھا: آپ ﷺ نے مجھے ایسے ہی سکھایا اور (نبی اکرم ﷺ نے بھی) کہا تھا: تو نے اچھا کیا ہے۔ جب دوسرا پڑھتا ہے تو آپ اسے بھی کہتے ہیں کہ تم دونوں درست پڑھتے ہو۔ پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا: ''بلا شبہ یہ قرآن نہ تو (ان حروف سے) مختلف ہوتا ہے اور نہ اس میں کوئی ضعیف ہے اور بار بار لوٹانے سے متغیر بھی نہیں ہوتا۔ لہٰذا جو بھی کسی ایک حرف پر قرآن کی تلاوت کرے تو اس کو بے رغبتی سے ترک نہ کرے اور جو ان جملہ حروف پر تلاوت کرتا ہو جنہیں نبی اکرم ﷺ نے سکھایا ہے تو وہ ان کو بھی بے رغبتی سے نہ چھوڑے، کیونکہ جس نے کسی ایک آیت کا انکار کیا تو گویا اس نے پورے قرآن کا انکار کیا اور ان قراءتوں کا حال ایسے ہی ہے جیسے کوئی شخص 'اعجل' کی جگہ 'حیھل' کہہ دے، کیونکہ یہ دونوں لفظ قریب المعنی ہیں۔ اللہ کی قسم! اگر مجھے کسی ایسے شخص کا علم ہو جائے جو رسول اکرم ﷺ پر نازل ہونے والے قرآن کا مجھ سے زیادہ علم رکھتا ہو، تو میں اس سے تحصیل علم کروں، تاکہ اس کے علم سے میرے علم میں اضافہ ہو جائے۔''

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے مزید فرمایا:

''نبی اکرم ﷺ ہر سال رمضان المبارک میں قرآن کا دور فرماتے، جس سال آپ کی وفات ہوئی، اس سال میں نے دو مرتبہ آپ ﷺ پر قرآن تلاوت کیا اور آپ نے مجھے خوشخبری بھی دی تھی کہ تو ٹھیک پڑھتا ہے اور میں نے نبی اکرم ﷺ کی زبان مبارک سے ۷۰ سورتیں پڑھیں۔'' (جیسا کہ مسند احمد میں ہے) [المسند:۱/۴۰۵]

ابن جریر کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: تم اس قرآن کے بارے میں باہم جھگڑا مت کرو، کیونکہ قرآن کریم میں اختلاف نہیں اور نہ ہی معدوم ہوتا ہے، بار بار لوٹانے سے اور اس میں کوئی تبدیلی بھی لاحق نہیں ہوتی۔ قرآن میں شریعت اسلامی، حدود اور اس کے فرائض مذکور ہیں، لہٰذا نہ ہی شریعت اسلامیہ میں کوئی تبدیلی واقع ہوتی ہے۔ اس روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں:

''مجھے اس بات کا علم تھا کہ نبی اکرم ﷺ پر ہر رمضان میں قرآن تلاوت کیا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ جس سال آپ کی وفات ہوئی تو آپ پر دو مرتبہ پڑھا گیا۔ نبی اکرم ﷺ جب اس سے فارغ ہوتے تو میں آپ کو قرآن سناتا اور آپ ﷺ نے مجھے صحیح پڑھنے کی خوشخبری دی۔ لہٰذا جس نے میرے طریقے پر تلاوت کی تو وہ اس کو بے رغبتی سے ہرگز نہ ترک کرے اور جو شخص ان حروف میں سے کسی حرف پر تلاوت کرتا ہے تو وہ ان سے بے رغبتی برتتے ہوئے ہرگز نہ چھوڑے کیونکہ جس نے ایک آیت کا انکار کیا تو گویا وہ سب آیات کا منکر ہوا۔'' [تفسیر ابن جریر:۱/۵۱]

اَحادیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ:

آپ سے تین اَحادیث مروی ہیں:

حدیث اوّل:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابن حبان نے اپنی صحیح میں ''انس بن عیاض عن ابی سلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف عن ابی ہریرہ'' کے طریق سے اس حدیث کی تخریج کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: قرآن مجید سات حروف پر نازل ہوا ہے اور تین مرتبہ یہ بھی کہا کہ قرآن میں میں جھگڑا کرنا کفر ہے۔قرآن میں سے جس حکم کو تم سمجھ لو، تو اس پر عمل کرو اور جس کو جاننے سے قاصر رہو، اسے اپنے صاحب علم حضرات کی طرف لوٹا دو'' [صحیح ابن حبان:ص۷۳]، ابن جریر [تفسیر ابن جریر:۱۱/۱] نے اور احمد نے بھی اپنی مسند [المسند بتحقیق احمد شاکر:۱۵/۱۴۶] میں اس حدیث کو روایت کیا ہے۔)

حدیث ثانی:

ابن جریر نے ''محمد بن عمرو بن ابی سلمہ بن عبدالرحمٰن عن ابی ہریرہ'' کے طریق سے اس کی تخریج کی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

''قرآن کریم سات حروف پر نازل ہوا ہے۔'' جیسے: عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ کی جگہ غَفُوْرٌ رَحِيْمٌ [تفسیر ابن جریر:۱/۲۲]

امام احمد نے اسی حدیث کو دو سندوں سے محمد بن عمرو سے بیان کیا ہے، مگر ایک سند سے الفاظ ''عَلِيْمًا، حَكِيْمًا... غَفُوْرًا، رَحِيْمًا'' نصب کے ساتھ مروی ہیں۔ [المسند:۲/۳۳۲، ۴۴۰] وذكره الهيثمي وزاد لفظا آخر عَلِيْمًا حَكِيْمًا غَفُوْرًا رَحِيْمًا)ثم قال: رواه كله أحمد بإسنادين ورجال أحدهما رجال الصحيح و رواه البزار بنحوه [مجمع الزوائد:۷/۱۵۱]

حدیث ثالث:

حافظ ابن جریر نے ''محمد بن عجلان عن المقبری عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ'' کے طریق سے اس کو روایت کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''یہ قرآن سات حروف پر نازل کیا گیا ہے'' اور تم ان میں (کسی پر بھی) تلاوت کرلو تو کوئی حرج نہیں، لیکن قرآن میں رحمت کے ذکر کو عذاب سے اور عذاب کے ذکر کو رحمت سے نہ بدلو [تفسیر ابن جریر:۱/۴۶]

امام طحاوی نے محمد بن عجلان سے ایک دوسری وجہ سے بھی یہی حدیث روایت کی ہے۔ [مشکل الآثار:۴/۱۸۱]

حدیث معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ

آپ رضی اللہ عنہ کی حدیث تمیمی نے روایت کی ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں: ''قرآن کریم سات حروف پر نازل کیا گیا ہے جن میں سب کافی اور تسلی بخش ہیں۔اس کو طبرانی نے ثقہ راوۃ سے روایت کیا ہے۔ [مجمع الزوائد:۷/۱۵۴]

حدیث عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ

آپ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث ''عبداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن'' کے طریق سے وارد ہے، جس کو امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں عقیل اور یونس کی روایات سے نقل کیا ہے۔ [صحيح البخاري: كتاب التفسير: ۶/۲۲۷، كتاب بداء الخلق: ۴/۱۳۷ كتاب الخصومات:۳/۱۶۰] یہ دونوں راوی ابن شہاب سے، جبکہ وہ عبیداللہ سے روایت کرتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے انہیں حدیث بیان کی کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''مجھے جبرئیل نے قرآن پاک ایک حرف پر سکھایا، لیکن میں جبریل سے قراءت میں زیادتی کا ہمیشہ طالب رہا، اور آپ بھی (حکم الٰہی سے) اس میں اضافہ فرماتے رہے۔پھر میں نے مزید اضافے کی خواہش کی تو آپ نے پھر اضافہ فرما دیا حتیٰ کہ بالآخر وہ اضافہ سات حروف تک پہنچ گیا۔'' امام مسلم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو یونس کی روایت سے نقل کیا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

[صحیح مسلم:۱۰۱/۶]

ابن جریر اسی روایت کو عقیل سے خفیف لفظی اختلاف سے نقل کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''مجھے جبریل نے ایک حرف پر قرآن سکھایا۔ میں ان سے اس میں اضافہ کا طالب رہا، حتیٰ کہ انہوں نے اس میں اضافہ کر دیا۔ پھر میں نے مزید اضافے کا مطالبہ کیا تو آپ نے اس میں اور زیادتی کر دی۔ حتیٰ کہ وہ زیادتی سات حروف تک جا پہنچی۔'' [تفسیر ابن جریر:۱:۳۱]

عبدالرزاق نے 'مصنف' میں بھی اس حدیث کی تخریج کی ہے۔[المصنف:۲۱۹/۵] اور امام مسلم رحمہ اللہ نے ان سے 'معمر عن ابن شہاب' کی سند سے روایت کیا ہے۔[صحیح مسلم:۱۰۱/۶] کہ ابن شہاب کہتے ہیں: مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ یہ سات قراءات ایسے معاملے کے بارہ میں ہوتی ہیں جو کہ باہم حلال وحرام میں مختلف نہیں ہوتے۔

حدیث عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے ایک ہی حدیث ان کے غلام ''ابوقیس عبدالرحمٰن بن ثابت'' [انظر ترجمة فی تهذیب التهذیب:۲۰۷/۱۲] کے طریق سے مروی ہے۔ امام احمد نے اپنی مسند میں سے دو سندوں کے ساتھ اس کی تخریج کی ہے۔ پہلی روایت میں مخرمی کہتے ہیں۔ (۱۰)

''حدثنا یزید بن عبداللہ بن الهاد عن بسر بن سعید عن ابی قیس مولی عمرو بن العاص عن بن العاص'' آگے ابن العاص رضی اللہ عنہ رسول کریم ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''بلاشبہ قرآن کریم سات حروف پر نازل کیا گیا ہے جس حرف پر بھی تلاوت کرو گے تو صحت کو پاؤ گے۔ خبردار اس میں جھگڑا مت کرنا کیونکہ قرآن میں اختلاف کرنا کفر ہے۔'' [المسند:۲۰۴/۴]

دوسری روایت میں کچھ تفصیل ہے۔ ابوقیس مولی عمرو بن العاص نے کہا کہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو سنا جو قرآن کی ایک آیت تلاوت کر رہا تھا، تو اس سے دریافت کیا کہ تمہیں ایسے کس نے سکھایا؟ اس شخص نے جواب دیا: ''رسول اکرم ﷺ نے'' تو ابوعمرو کہنے لگے: ''مجھے تو اس کے علاوہ دوسرے حرف پر سکھایا گیا ہے'' تب وہ دونوں نبی اکرم ﷺ کے پاس پہنچے۔ ایک نے سوال کیا: ''یارسول اللہ ﷺ فلاں فلاں آیت کیا ایسے ہی ہے۔''، پھر وہ آیت پڑھ کر سنائی۔ نبی اکرم ﷺ نے جواب دیا: ''ہاں ایسے ہی نازل ہوئی ہے۔'' تب دوسرے نے آپ کو وہی آیت دوبارہ مختلف طریقہ پر سنائی اور پوچھا: ''یارسول اللہ ﷺ کیا ایسے نہیں؟'' آپ ﷺ نے کہا: ''ایسے بھی نازل ہوئی ہے۔ پھر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''بلاشبہ قرآن سات حروف پر نازل ہوا ہے۔ تم جس حرف پر تلاوت کرو گے تو بہتر ہی کرو گے اور اس کے بارے میں جھگڑا نہ کرنا، کیونکہ قرآن کے بارے میں جھگڑا کفر ہے یا کفر کی علامت ہے۔'' (۱۱)

حدیث حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ

آپ سے بھی ایک ہی حدیث مروی ہے، جس کو ابوعبید نے ''عاصم بن ابی النجود عن زر بن حبیش عن حذیفہ'' کی سند سے روایت کیا ہے۔ (۱۲) اس کے الفاظ یہ ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''میری جبریل سے 'مراء' پہاڑ کے نزدیک ملاقات ہوئی تو میں نے کہا: ''اے جبریل! مجھے ایک اَن پڑھ اُمت کی طرف مبعوث کیا گیا ہے، جس میں ایسے آدمی، عورتیں، لڑکے، لڑکیاں اور ادھیڑ عمر شخص ہیں جنہوں نے کبھی کوئی کتاب نہیں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پڑھی'' جبریل نے جواب دیا کہ ''قرآن سات حروف پر نازل کیا گیا ہے۔''

اسی حدیث کو امام احمد نے بھی ربعی بن خراش کے طریق سے روایت کیا ہے کہ ربعی نے کہا مجھے اس شخص نے حدیث بیان کی جس نے مجھ سے جھوٹ نہیں بولا (اس سے ان کی مراد 'حذیفہ' تھے) کہ اس شخص نے کہا ''نبی اکرم ﷺ جبریل سے ملے اس حال میں آپ ﷺ 'مراء' کے قریب تھے۔'' تو جبرئیل کہنے لگے: ''آپ ﷺ کی امت سات حروف پر قرآن تلاوت کرسکتی ہے، ان میں سے جس کسی نے کسی ایک حرف پر پڑھا تو اسے ویسے ہی پڑھنا چاہئے جیسے اس کو سکھایا گیا ہے اور اسے چھوڑے نہیں۔''

جبکہ مسند میں ہے کہ ابن مہدی نے کہا: ''تیری اُمت میں ضعیف بھی ہیں تو جو کسی ایک طریقہ پر قرآن پڑھے تو اس طریقہ سے بے رغبتی کرتے ہوئے دوسرے طریقہ کی طرف رجوع نہ کرے۔[المسند:۳۸۵/۵] حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی اس سے ملتے جلتے الفاظ کے ساتھ ذکر ہوچکی ہے۔

حدیث عباس بن الصامت رضی اللہ عنہ

یہ حدیث حماد بن سلمہ رضی اللہ عنہ نے ''عن حمید عن انس عن عبادہ'' کے طریق سے روایت کی ہے۔ مگر ایک مرتبہ حماد اس حدیث کو عبادہ سے 'مرفوع' روایت کرتے ہیں جب کہ دوسری مرتبہ عبادہ کے بعد ابی بن کعب کا واسطہ بھی شامل کرتے ہیں۔

امام طحاوی نے اس حدیث کو ان دو صحیح سندوں سے روایت کیا ہے۔[مشکل الآثار:۱۸۱/۴]

''عن عفان بن مسلم قال حدثنا حماد بن سلمہ اخبرنا حمید عن انس بن مالک عن عبادہ'' اور ابن جریر نے بھی صحیح سند سے اس کو روایت کیا ہے۔[تفسیر ابن جریر:۳۴:۱] جو کہ یہ ہے ''عن ابی الولید، الطیالسی قال حدثنا حماد بن مسلم عن حمید عن انس عن عبادہ عن ابی بن کعب'' (جس میں آپ نے عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا واسطہ زیادہ کردیا ہے)

سند اوّل میں عفان بن مسلم اور دوسری سند میں ابوالولید طیالسی، دونوں حماد بن سلمہ کے شاگرد ہیں اور ثقات ہونے کے ساتھ ساتھ حفظ سے بھی متصف ہیں۔ لہٰذا اس بات میں کوئی شک نہیں کہ سند میں یہ اضطراب حماد بن سلمہ کی طرف سے ہے، کیونکہ حماد بھی اگرچہ ثقہ ہیں، لیکن وہم کا شکار ہونے کے ساتھ ساتھ آخر عمر میں ان کا حافظہ بھی متاثر ہوگیا تھا۔

حدیث سلمان بن صرد الخزاعی رضی اللہ عنہ

ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو (جس کا ابھی ذکر گزرا ہے) انہوں نے بھی روایت کیا ہے لیکن اس کی صورت بھی یہی ہے کہ ایک مرتبہ آپ رضی اللہ عنہ نے روایت کرتے ہوئے ابی بن کعب کا واسطہ شامل کردیا اور دوسری مرتبہ یہ واسطہ ذکر نہیں کیا۔

وضاحت کچھ یوں ہے کہ:

(i) ہمیں بعض ایسی صحیح روایات معلوم ہوئی ہیں جن میں ''عن ابی اسحٰق السبیعی عن سلیمان عن ابی بن کعب'' کی سند بیان کرنے کے بعد ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل کی گئی ہے۔ (۱۳)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(ii) کچھ دوسری اسانید سے بھی یہ سند ثابت ہے: ''عن ہمام بن یحییٰ عن قتادۃ عن یحییٰ بن یعمر عن سلیمان عن ابی'' [عند الطحاوی فی مشکل الآثار]

(iii) اس کے بعد ہم نے ۲ صحیح سندوں کے ساتھ یہ روایت پائی ہے کہ جس میں ''عن شریک عن ابی اسحٰق عن سلیمان'' (بغیر واسطہ ابی بن کعب کے) مذکور ہے۔ [عند الطحاوی وابن جریر]

(iv) پھر ہمیں ایسی روایات کا علم ہوا ہے جس میں عوام بن خوشب (جو ابواسحٰق سبیعی سے روایت کرنے والوں میں سے ایک ہے) پر آ کر سند مختلف ہوتی ہے۔ اس طرح کہ جب اس سے اسحٰق بن یوسف الازرق (اس کا شاگرد) روایت کرتا ہے تو ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا واسطہ نہیں شامل کرتا ہے۔ [اخرجہ النسائی فی عمل الیوم واللیلۃ و ذکرہ ابن کثیر فی فضائل ص۶۱] اور جب یزید بن ہارون (عوام کا دوسرا شاگرد) عوام سے روایت کرتا ہے تو ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا بھی واسطہ ذکر کرتا ہے۔ [اخرجہ ابوعبید فی فضائلہ] جب کہ ازرق بھی ثقہ ہے اور یزید بھی عابد، ثقہ اور مضبوط حافظہ کا مالک ہے۔

خلاصۂ بحث

اس تمام بحث سے جو بات معلوم ہوتی ہے، وہ یہ ہے کہ سلیمان بن صرف رضی اللہ عنہ نے جب حدیث روایت کی تو ایک مرتبہ واسطہ ذکر کیا جب کہ دوسری بار بلا واسطہ حدیث روایت کی اور قاعدہ یہ ہے صحابی کا ارسال کرنا حدیث کے لیے نقصان دہ نہیں۔ لہٰذا آپ رضی اللہ عنہ کے شاگردوں نے دونوں حالتوں میں آپ کی بیان کی ہوئی حدیث کو روایت کر دیا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ

آپ رضی اللہ عنہ نے بھی ابی بن کعبؓ کے واسطے سے حدیث بیان کی ہے۔ آپ کی اس حدیث کو نسائی، ابوعبید، ابن جریر اور احمد.....'تمام' نے حمید طویل کے طریق سے تخریج کیا ہے۔ [سبق ذکرہ عندالکلام علی حدیث ابی بن کعب]

حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ

آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے توسط سے حدیث بیان کی ہے۔ اس بیان کردہ حدیث میں حروف سبعہ کے سلسلے میں صراحت تو نہیں، لیکن وہ حروف سبعہ کے معنی کو متضمن ہے۔ اس حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ہشام رضی اللہ عنہ کے مابین پیش آنے والے واقعہ (جس کی تفصیل ابتدائی احادیث میں گذر چکی ہے) کی طرف اشارہ ہے۔ [ابن جریر: ۲۵/۱، و سبق عندالکلام علی حدیث عمر مع ہشام]

حدیث ابوبکر انصاری رضی اللہ عنہ

اس حدیث کو ابن جریر [ابن جریر: ۴۳/۱]، احمد [المسند: ۵۱/۵]، طبرانی [مجمع الزوائد: ۱۵۱/۷] اور طحاوی [مشکل الآثار: ۱۹۱/۴] نے اس سند سے روایت کیا ہے۔ ''عن علی بن زید بن جدعان عن عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ عن ابیہ'' قال قال رسول اللہ ﷺ: کہ جبریل نے کہا: ''قرآن ایک حرف پر پڑھئے''۔ تو میکائیل کہنے لگے: اے جبریل! اس پر اضافہ کیجئے، جبریل نے دو حرفوں پر تلاوت کی اجازت دے دی۔ حتیٰ کہ وہ چھ یا سات حروف تک جا پہنچے اور کہا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ سب کافی وشافی ہیں، جب تک قاری عذاب کی آیت کو رحمت یا رحمت کی آیت کو عذاب سے تبدیل نہ کرے، جیسے کوئی 'علم' کی جگہ 'تعال' کہہ دے کہ دونوں یکساں معنی رکھتے ہیں یعنی 'ادھر آؤ' (ابن جریر نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے)

جبکہ اس سند میں علی بن زید بن جدعان ضعیف ہے اور مسلم نے اس حدیث کو اپنی کتاب میں متابعت کے طور پر ذکر کیا ہے۔ علامہ بیہقی، ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ احمد اور طبرانی نے بھی اس کو یوں ہی ذکر کیا ہے اور اس میں علی بن زید بن جدعان راوی ہے، جو کہ سيء الحفظ ہے (کمزور حافظے والا ہے) اور اس کی متابعت ثابت ہے اور مسند احمد کے باقی رواۃ 'صحیح' کے ہیں۔ [مجمع الزوائد:۷:۱۵۱]

حدیث ابوجہیم بن الحرث رضی اللہ عنہ

اس حدیث کی ابن جریر [تفسیر ابن جریر:۱/۴۳]، ابوعبید [فضائل القرآن 'مخطوط']، احمد [المسند:۴/۱۶۰] اور طحاوی [مشکل الآثار:۴/۱۸۱] نے اسی طرح تخریج کی ہے کہ سب ''یزید بن خصیفہ عن بسر بن سعید'' کے طریق سے روایت کرتے ہیں، سوائے ابوعبید کے کیونکہ ابوعبید نے ''یزید بن خصیفہ عن مسلم بن سعید مولی ابن الحضرمی'' کی سند سے روایت کیا ہے اور اس سند کے بعد کہا ہے کہ بعض دوسرے محدثین نے ''یزید بن خصیفہ عن بشر بن سعید'' کے طریق سے بھی روایت کی ہے۔ یعنی 'بسر' کی بجائے 'بشر' ذکر کیا ہے۔

مجھے اس سلسلے میں جو بات سمجھ میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ جس شخص نے ابوجہیم رضی اللہ عنہ سے سماع حدیث کیا، وہ تو بسر بن سعید العابد المدنی ہے۔ اس کا شمار عظیم تابعین میں ہوتا ہے اور اس نے متعدد صحابہ (جن میں ابوجہیم بھی ہیں) سے احادیث روایت کی ہیں۔

جہاں تک مسلم بن سعید کا تعلق ہے، تو میں اس کو نہیں جانتا۔ عین ممکن ہے کہ ابوعبید کے شیخ (جن کا نام اسماعیل بن جعفر بن ابی کثیر الانصاری الزرقی ہے) نے اس راوی (یعنی مسلم بن سعید مولی ابن الحضرمی) کے نام میں غلطی کی ہو جب کہ صحیح نام ''بسر بن سعید العابد المدنی مولی ابن الحضرمی'' ہے۔

بروایت ابن جریر..... حدیث ابی جہیم کے الفاظ یہ ہیں کہ

''دو آدمیوں کا قرآن کریم کی ایک آیت کے سلسلے میں اختلاف ہوگیا۔ ایک آدمی نے کہا: میں نے اس آیت کو نبی اکرم ﷺ سے ایسے ہی سیکھا ہے (جس طرح کہ میں پڑھ رہا ہوں) جب کہ دوسرے کا بھی یہی کہنا تھا کہ میں نے نبی اکرم ﷺ سے اس آیت کو ایسے سیکھا ہے۔ لہٰذا ان دونوں نے نبی اکرم ﷺ سے رجوع کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قرآن سات حروف پر نازل ہوا ہے لہٰذا تم قرآن میں جھگڑا مت کرو کیونکہ اس میں جھگڑا کرنا کفر ہے۔''

حدیث سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ

آپ رضی اللہ عنہ سے دو مختلف روایات منقول ہیں، دونوں کے راوی حماد بن سلمہ ہیں۔

امام احمد نے اپنی مسند میں بایں سند آپ کی حدیث روایت کی ہے:

"قال حدثنا بهذا حدثنا حماد بن سلمة أخبرنا قتادة عن الحسن عن سمرة"

(اس سند کے بعد متن حدیث مذکور ہے) [المسند:۵/۱۶]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ھیثمی کہتے ہیں کہ اس حدیث کو احمد، بزار اور طبرانی نے ''اپنی تینوں معاجم میں روایت کیا ہے۔ جب کہ احمد کے رجال اور طبرانی و بزار کی ایک ایک سند کے رجال صحیح کے رواۃ ہیں۔ پھر حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کی کہ انہوں نے کہا: بلاشبہ رسول اکرم ﷺ ہمیں کہا کرتے تھے کہ ویسے تلاوت کیا کرو جس طرح تم پڑھائے گئے ہو۔ پھر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''قرآن کریم بے شک تین حروف پر نازل ہوا ہے۔ تم اس میں اختلاف مت کرو، کیونکہ یہ سب حروف برکت والے ہیں۔ ویسے ہی تلاوت کیا کرو جیسے سکھائے گئے ہو۔''

ھیثمی نے کہا: اس حدیث کو طبرانی اور بزار نے بھی روایت کیا ہے اور 'و لا تحاجوا فیه' کی بجائے 'و لا تجافوا' کے الفاظ ذکر ہیں جب کہ دونوں کی سندیں ضعیف ہیں۔ [مجمع الزوائد: ۱۵۲/۷]

علاوہ ازیں ابوعبید نے بھی حدیث سمرہ ''عن عفان عن حماد'' کے طریق سے روایت کی ہیں لیکن اس میں 'تین حروف' (قراءات) کے الفاظ ہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ اس روایت میں اشکال پایا جاتا ہے اور وہ اس طرح کہ یہ روایت ''بہز عن حماد'' کی روایت سے مختلف ہے۔ جبکہ بہز بن اسد العمی ثقہ اور ثبت راوی ہے، بلکہ عجلی کا تو یہاں تک کہنا ہے کہ ''حماد بن سلمہ سے روایت کرنے والوں میں یہ سب سے زیادہ قوت حافظہ سے متصف تھے۔'' اسی طرح اس روایت کا راوی عفان بن مسلم بھی ثقہ ہے۔

لیکن اس کی یہ روایت شاذ ہے اور بہز کے اوثق ہونے کی بناء پر اس کی حدیث مقدم اور عفان کی یہ حدیث مرجوح قرار پائے گی۔ نیز عفان کی یہ روایت متواتر اور محفوظ اَحادیث کے خلاف ہونے کی بناء پر بھی مرجوح گردانی جائے گی۔ یہی وجہ ہے کہ ذہبی نے بھی اس روایت کو 'حماد' کی 'منکرات' میں شمار کیا ہے۔ (۱۴)

حدیث اُم ایوب الانصاریہ رضی اللہ عنہا

اُم ایوب کی حدیث، سفیان بن عیینہ نے عبید اللہ بن ابی یزید کے واسطے سے روایت کی ہے۔ ابن جریر نے سفیان سے دو صحیح وجوہ پر اس کی تخریج کی ہے۔ [تفسیر ابن جریر: ۳۰/۱] اور امام احمد نے بھی اپنی مسند میں انہی سے صحیح سند کے ساتھ اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ حافظ ابن کثیر، احمد کی روایت ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔ ''یہ حدیث صحیح السند ہے'' لیکن صحاح ستہ والوں نے اسے درج نہیں کیا۔ [فضائل القرآن: ص ۶۱]

حدیث کے الفاظ یہ ہیں کہ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں:

''قرآن سات حروف پر نازل کیا گیا ہے، جس پر بھی تم تلاوت کرو گے تو حق کو پہنچو گے۔'' [تفسیر ابن جریر: ۳۰/۱]

مذکورہ بالا احادیث مقدسہ کے علاوہ نبی اکرم ﷺ کے دوسرے صحابہ سے بھی 'احادیث حروف سبعہ' مروی ہیں، لیکن ان میں اکثر ضعیف اور سند ردی سے متعلق ہیں۔ جیسا کہ ایسی ہی ایک حدیث طبرانی نے ''عن عمر بن ابی سلمہ بن عبدالاسد'' کی سند سے روایت کی ہے۔ جس کے بارے میں ہیثمی کا کہنا یہ ہے کہ اس سند میں عمار بن مطر ایک راوی ہے، جو انتہائی ''ضعیف'' ہے۔ جبکہ بعض نے اس کو ثقہ بھی گردانا ہے۔ (۹۷)

اسی طرح طبرانی نے ہی ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے بھی ایک روایت نقل کی ہے جس کے بارے میں ہیثمی کہتے ہیں کہ اس میں ''میمون بن حمزہ'' ہے جو کہ 'متروک' ہے۔ [مجمع الزوائد: ۱۵۳/۷]

ابن جریر نے یزید بن ارقم سے ضعیف ترین سند سے ایک حدیث روایت کی ہے، لیکن اس سند میں عیسیٰ بن

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرطاس ہے جو کہ 'کذاب' ہے۔ [تفسیر ابن جریر:۱/۲۴]

ابومجاہد (صاحب مضمون) کہتے ہیں: یہ ہے وہ حدیث !!..... جو اہل علم میں 'حدیث حروف سبعہ' کے نام سے معروف ہے۔ تمام ائمہ اعلام (صحابہ، تابعین اور محدثین) کا اس حدیث کی روایت اور امت کے لیے نقل کرنے پر اتفاق و اجماع ہے۔ علاوہ ازیں اس حدیث کی مذکورہ اسانید اور روایت سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ یہ حدیث سنداً 'متواتر' ہے جس کو ہر طبقہ سے جمہور محدثین اور ہر زمانہ سے ایک جم غفیر نے روایت کیا ہے۔ لہٰذا اس حدیث کے تواتر میں نہ کوئی شک ہے اور نہ ہی کوئی اضطراب ہے بلکہ ہم دیکھتے ہیں کہ جملہ روایات (قطع نظر اس سے کہ صحیح ہوں یا ضعیف) 'سبعہ' کے لفظ پر متفق و مجتمع ہیں۔ اسی طرح تمام احادیث آپ ﷺ کے اس فرمان "علی سبعة أحرف" کو بالاتفاق نقل کرتی ہیں، ماسوائے سمرۃ بن جندب کی حدیث کے، جو عفان بن حماد کے طریق سے روایت ہونے والی حدیث ہے۔ جس کی تردید بھی اپنے مقام پر گذر چکی ہے۔

ان تمام حقائق کے باوجود! جب اس سلسلے میں وارد ہونے والی جملہ اَحادیث کا بغور مطالعہ کیا جائے تو ایسی کوئی عبارت ہمیں دستیاب نہیں ہوتی جو 'سبعہ احرف' کی ایسی کامل اور شافی تفسیر کردے جس سے نزاع ختم ہو اور اختلاف کے دروازے بند ہو جائیں۔ لہٰذا مقصد کی تکمیل اور جواب کی تلاش و جستجو کے لیے اب ایسے علماء و محققین کی طرف ہم رجوع کرتے ہیں جو استنباط معانی میں تدبر و تفکر، دقت نظر اور غور و خوض کی اعلیٰ صلاحیتوں سے بہرہ ور ہیں۔

جب معاملہ اس قدر عظیم ہو کہ اس حدیث کو مشکلات اور متشابہات میں بھی شمار کیا گیا ہے حتیٰ کہ ایک جماعت نے اس حدیث کے سمجھنے کو اور اس کے معانی و مفاہیم کے ادراک کے اہم کام کو اللہ تعالیٰ کی طرف تفویض کیا ہے تو مجھ جیسے کمترین کی طرف سے یہ عزم درست معلوم ہوتا ہے کہ اس عظیم حدیث کے معانی و مدلول پر اس قدر غور و فکر کیا جائے کہ عقل و فہم اس کے مشابہ ہونے کا انکار کردے اور قوم مسلم اس کی جامع مانع تفسیر کر کے سرفراز ہو۔ بایں وجہ کہ اس حدیث کا کتاب الٰہی سے گہرا تعلق ہے اور اپنے مدلول کے قابل قدر اور عالیٰ مقام ہونے سے گہرا واسطہ ہے۔

ان جملہ مقاصد کا حصول۔ محل نزاع، اختلاف اور اس کے اسباب کے بارے میں مستقیم رویہ روا رکھے بغیر ناممکن ہے، اس کے لیے محنت شاقہ اور مقصد سے لگن کے ساتھ ساتھ، دقت نظر اور اقوال کے مابین تقابل میں گہرائی تک جانا بھی لازمی اور حتمی ہے۔ کیونکہ 'حدیث حروف سبعہ' اور اس موضوع کے بارے میں فقط بعض پہلوؤں پر روشنی ڈال دینا اور کچھ چھپے ہوئے گوشے اجاگر کر دینا کافی نہیں بلکہ تمام جوانب و اطراف کا احاطہ کر کے ہی اور تمام سوالات کے بارے میں صائب رائے دے کر ہی اس مقصد کو پایا اور مفاہیم کو حل کیا جاسکتا ہے۔ لہٰذا میں اللہ تعالیٰ سے خصوصی ہدایت کا طالب ہوں کہ وہ مجھے اس بحث کو درج ذیل موضوعات اور نقاط پر مرکوز کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

① پہلا نقطہ یہ ہے کہ حدیث سبعہ احرف سے متعلقہ جملہ روایات اور متن میں ثابت شدہ مختلف الفاظ کے درمیان موازنہ کیا جائے۔ (جس کی تفصیل ذکر ہو چکی ہے)

② اس حدیث کے بارے میں تحقیق کرنے والے علماء کرام اور ائمہ عظام کے جملہ اقوال، ان اقوال کا اس حدیث کی روایت اور متن پر انطباق اور ان کا باہمی تقابل اور موازنہ کرنا۔

③ ان تمام اَقوال کو موجودہ قراءات پر پیش کرنا جو کہ متواتر اور ہر لحاظ سے مکمل ہیں اور ان قراءات اور روایات و

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَقوال کے مابین مقارنہ وموازنہ کرنا۔

④ ائمہ کے تمام اختلافات اور استنباطات کی روشنی میں 'سبعہ حروف' سے کیا مراد ہے؟ اس پر تفصیلی بحث! علاوہ ازیں قراءات پر وارد شدہ اعتراضات اور ان سے حاصل ہونے والے نتائج کی نشاندہی کی کوشش کرنا۔

حوالہ جات

① ۱۳۹۵ھ میں یہ کتاب المرشد الوجیز إلی علوم تتعلق بالقرآن العزیز کے نام سے طبع ہوچکی ہے۔ نیز استاد طیار آلتی قولاج نے اس پر تحقیق فرمائی ہے جو کہ تاحال 'مخطوط' ہے۔

② موطا میں صفحہ [۲۰۱/۱] پر۔ علاوہ ازیں مسلم، نسائی اور ابوعبید نے 'فضائل القرآن' میں، جب کہ طحاوی نے 'مشکل الاثار' میں اس کی تخریج کی ہے۔

③ عبدالرزاق نے اپنی 'مصنف' میں اس کی تخریج کی ہے۔ مسلم، نسائی اور ترمذی نے بھی عبدالرزاق سے ہی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

④ ابن جریر نے اپنی تفسیر میں، اس حدیث کو اپنے ہی طریق سے روایت کیا ہے، لیکن اس کی سند میں ضعف پایا جاتا ہے جو کہ راوی عبداللہ بن میمون القدام کے بارے میں ہے کہ وہ 'متروک' ہے۔

⑤ اس روایت میں ابن جریر کے ہاں 'ہشام بن سعد بن عبیداللہ' کی روایت سے یہ الفاظ غلط طور پر منقول ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے پہلی مرتبہ یہ فرمایا تھا: ''اے رب مجھ سے تخفیف فرما!'' جب کہ صحیح الفاظ یہ ہیں: ''اے رب میری اُمت سے تخفیف فرما'' جس طرح کہ معمر بن سلیمان بن عبیداللہ کی روایت اور اسی ہشام کی ایک اور روایت میں اس کی صراحت پائی جاتی ہے۔

⑥ امام مسلم نے مسافروں کی نماز کے سلسلے میں ''باب فضائل القرآن'' [۵۶۲/۱] کے تحت، نسائی نے اپنی سنن [۱۵۲/۱] میں اور ابوداؤد نے بھی اپنی سنن [۷۶/۲] میں اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

⑦ مذکورہ حدیث میں "إضاة بنی غفار" کے الفاظ ہیں، جس میں "إضاة" بروزن "حصاة" ہے۔ "إضاة بنی غفار" مدینہ میں ایک مقام تھا۔ جب کہ بنی غفار کے مکانات بازار مدینہ کے مغربی طرف اور جہینہ کے پہاڑوں سے نازل سمت 'بطحان' کے طرف تھے۔

[نهاية لابن الاثير: ۵۳/۱، مشارق الانوار: ۴۹/۱، خلاصة الوفاء: ۵۱۴]

⑧ ابونعیم نے اس حد تک فرمایا ہے کہ ''ہمارے اَساتذہ میں آپ سے زیادہ غلطی کھانے والا کوئی نہ تھا۔''

[ميزان الاعتدال: ۵۰۰/۴]

⑨ اس سند میں دو علتیں ہیں: اولاً راوی علی بن ابی اللہبی ہے جس کے بارے میں نسائی اور ابوحاتم کا کہنا ہے کہ 'متروک' ہے اور دوسری علت اس کا انقطاع سند ہے، کیونکہ زبید الیامی کی علقمہ سے ملاقات نہیں۔ اس طرح اس سابقہ روایات بھی منقطع ہیں، کیونکہ ان کا مدار عبداللہ کے اصحاب سے کسی ایک پر ہے جس کا نام نامعلوم ہے جب کہ بعض نے 'ہمدان' اس کا وصف بھی ذکر کیا ہے۔ باوجود ان سب کے معنی حدیث کے لیے شواہد موجود ہیں اور متعدد الفاظ کی اصل 'صحیح' میں ملتی ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

⑩ هوعبد الله بن جعفر بن عبد الرحمن بن المسور بن مخرمة، *انظر*:[تقريب التهذيب:۴۰۶/۱]

⑪ المسند:[۲۰۴/۴] وقد أخرج أبوعبيد القاسم بن سلام الحديث فى فضائل القرآن فقال: ثنا عبد الله بن صالح عن الميث عن يزيد بن الهاد عن محمد بن إبراهيم عن بسر ابن سعيد فذكر محمد بن إبراهيم بين يزيد وبسره، ولعله كذلك فيكون إسناد أحمد منقطعين مع أن رجالهما ثقات

⑫ فضائل القرآن (مخطوط) (بالمكتبة الظاهرية بدمشق[رقم:۷۶۱۶] وأخرجه الطحاوى فى مشكل الآثار من وجه آخر عن عاصم [۱۸۱:۴]

⑬ عند أبى عبيد فى فضائل القرآن، ومحمد بن منيع ذكره ابن كثير فى فضائل القرآن

⑭ میزان الاعتدال[۵۹۴/۱] حافظ ابن کثیر نے بہز اور عفان دونوں کی روایت سے 'سبعہ احرف' کے الفاظ بھی ذکر کئے ہیں اور ان الفاظ کو 'مسند' کی طرف منسوب کیا ہے جبکہ مسند میں 'ثلاثہ احرف' کے الفاظ ہیں۔ تو اس کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ عین ممکن ہے ابن کثیر کو مسند کا کوئی اور نسخہ دستیاب ہوا ہو (جس طرح کہ حافظ ہیثمی کو دیکھنے کا اتفاق ہوا تھا) لہٰذا انہوں نے وہاں سے سبعہ احرف کے الفاظ نقل کر کے ان کو 'مسند' کی طرف منسوب کر دیا۔ بہر طور اس روایت کا روایاتِ متواترہ کی موجودگی میں کوئی مقام نہیں۔ نیز اس میں دو علتیں بھی پائی جاتی ہیں:

(i) حماد بن سلمہ اگرچہ ثقہ راوی ہے، لیکن انہیں کبھی وہم بھی لاحق ہوجاتا ہے۔ ممکن ہے کہ یہ حدیث آپ کے وہم کی نذر ہوگئی ہو۔

(ii) روایت میں 'قتادہ' عنعنہ سے روایت کرتے ہیں جب کہ وہ 'مدلس' راوی ہیں اور قاعدہ یہ ہے کہ مدلس راوی کا 'عنعنہ' قابل احتجاج نہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر مفتی عبدالواحد ☆

'سبعہ اَحرف' سے مراد اور قراءاتِ عشرہ کی حجیت

حدیث 'سبعہ اَحرف' کے مفہوم کے متعلق بحث معرکۃ الاراء مسائل میں سے ہے، حتیٰ کہ ان آراء اور تشریحات سے گھبرا کر بعض حضرات نے اس حدیث کے 'متشابہات' میں سے ہونے تک کا دعویٰ کر دیا ہے۔ اس سلسلہ میں ہماری رائے کے مطابق تعدد قراءات یا متنوع اَسالیبِ تلاوت (سبعہ احرف) کے نزول کا تو سلف وخلف میں کوئی اہل علم بھی انکاری نہیں، بحث صرف سبعہ اَسالیبِ تلاوت (سبعہ احرف) کی تعیین کے بارے میں ہے، جو کہ ایک علمی بحث ہے اور متنوع قراءات کے ثبوت سے اس کا تعلق بھی اِضافی ہے۔

اس حدیث کی تشریح وتعبیر میں اہل علم کے متعدد اَقوال موجود ہیں، جن میں ہر صاحب قول کی کوشش یہ ہے کہ ایسی رائے اختیار کی جائے جس پر کم سے کم اِعتراضات وارد ہوں۔ اس ضمن میں ڈاکٹر مفتی عبدالواحد حفظہ اللہ اور مولانا مفتی محمد تقی عثمانی حفظہ اللہ کی آراء کو ادارہ اس شمارہ میں شائع کر رہا ہے، جبکہ دو معروف علمی شخصیات کے مضامین آئندہ شمارہ میں شاملِ اشاعت ہوں گے۔ اسی ضمن میں تمام مضامین کے آخر میں کلّیۃ القرآن الکریم کے اَربابِ دانش کی رائے پر مبنی ایک مستقل مضمون بھی پیش کیا جائے گا، جس میں مذکورہ چاروں مضامین میں پیش کردہ اَفکار کا خلاصہ وموازنہ پیش کرتے ہوئے راجح موقف کی تعیین کی کوشش کی جائے گی۔ [ادارہ]

حروفِ سبعہ سے متعلق حدیثوں کو اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو وہ دو قسم کی ہیں۔ ایک وہ ہیں جن میں قرآن پاک کے حروف سبعہ پر نازل کئے جانے کی تصریح ہے۔ دوسری وہ ہیں جن میں اس بات کا ذکر ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اُمت کی خاطر سات کے عدد تک رعایت کی درخواست فرمائی جو منظور ہوئی اور سات تک مرادفات میں پڑھنے کی اِجازت ہوئی، لیکن یہ مرادفات نازل نہیں ہوئے۔ نزول صرف اصل حرف ولفظ پر ہوا جو قریش کی لغت میں تھا۔

پہلی قسم

أن عثمان قال يوما وهو على المنبر أذكر الله رجلا سمع النبيﷺ قال إن القرآن أنزل على سبعة أحرف كلها شاف كاف لما قام فقاموا حتى لم يحصوا فشهدوا أن رسول اللهﷺ قال أنزل القرآن على سبعة أحرف كلها شاف كاف فقال عثمان رضى الله عنه وأنا أشهد معهم [سنن النسائی:۹۴۱]

''ایک دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جب کہ وہ منبر پر تھے، کہا میں اس شخص کو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں جس نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ قرآن سات حروف پر نازل کیا گیا اور وہ تمام حروف کافی وشافی ہیں کہ وہ کھڑا ہو جائے۔ تو بے شمار لوگ کھڑے ہو گئے اور ان سب نے گواہی دی کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ قرآن سات حروف پر

☆ صدر دارالافتاء جامعہ مدنیہ، لاہور، فاضل قراءات سبعہ وعشرہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نازل کیا گیا ہے اور وہ سب حروف کافی وشافی ہیں تو عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں بھی تمہارے ساتھ اس بات کی گواہی دیتا ہوں۔''

❷ امام بخاری رحمہ اللہ اور امام مسلم رحمہ اللہ دونوں نے روایت کیا ہے، جبکہ الفاظ بخاری شریف کے ہیں:

" أن عمر بن الخطاب رضى الله عنه يقول سمعت هشام ين حكيم يقراء سورة الفرقان فى حياة رسول الله ﷺ فاستمعت لقراء ته فإذا هو يقراء هو على حروف كثيرة لم يقرء نيها رسول الله ﷺ فكدت أساوره فى الصلاة فانتظرته حتى سلم ثم لببته بردائه أو بردائى فقلت من أقرأك هذه السورة فقال اقرء نيها رسول الله ﷺ فقلت له كذبت فو الله أن رسول الله ﷺ أقرانى هذه السورة التى سمعتك تقرء ها فانطلقت أقوده إلى رسول الله ﷺ فقلت يارسول الله إنى سمعت هذا يقراء بسورة الفرقان على حروف لم تقرء نيها وأنت أقرأتنى سورة الفرقان فقال رسول الله ﷺ أرسله يا عمر اقرا يا هشام فقراء هذه القراء ة التى سمعته يقرؤها قال رسول الله ﷺ هكذا أنزلت ثم قال رسول الله ﷺ إن هذاالقرآن أنزل على سبعة أحرف فقرأؤا ما تيسرمنه [صحيح البخارى:۲۴۱۹،۵۰۴۱]

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی حیات میں ہشام بن حکیم (رضی اللہ عنہ) کو سورت فرقان پڑھتے سنا۔ میں نے جب ان کی قراءت کی طرف کان لگائے تو وہ ایسے بہت سے حروف پر پڑھ رہے تھے جو رسول اللہ رضی اللہ عنہ ﷺ نے مجھے نہیں پڑھائے تھے۔قریب تھا کہ میں نماز ہی میں ان پر جھپٹ پڑوں،لیکن میں نے انتظار کیا یہاں تک کہ انہوں نے سلام پھیرلیا۔پھر میں نے ان کو ان کی (یا فرمایا اپنی) چادر سے کھینچا اور پوچھا کہ تمہیں یہ سورت کس نے پڑھائی ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ یہ سورت مجھے رسول اللہ ﷺ نے پڑھائی۔ میں نے ان سے کہا کہ تم غلط کہتے ہو اللہ کی قسم یہ سورت جو میں نے تمہیں پڑھتے ہوئے سنا ہے مجھے رسول اللہ ﷺ نے پڑھائی ہے۔ پھر میں ان کو کھینچتا ہوا رسول اللہ ﷺ کے پاس لے گیا اور کہا کہ یارسول اللہ میں نے ان کو سورۃ الفرقان ان حروف پر پڑھتے ہوئے سنا جو آپ نے مجھے نہیں پڑھائے حالانکہ آپ ہی نے سورۃ الفرقان مجھے پڑھائی ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عمر! ان کو چھوڑ دو۔پھر فرمایا اے ہشام تم پڑھو تو انہوں نے وہی قراءت پڑھی جو میں نے ان کو پڑھتے ہوئے سنا تھا۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (یہ سورت) اسی طرح نازل کی گئی۔پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ قرآن سات حروف پر نازل کیا گیا ہے جو چاہو پڑھو۔''

❸ امام احمد رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں:

"عن أبى قيس مولى عمرو بن العاص عن عمرو أن رجلا قرأ آية من القرآن فقال إن هذا القرآن أنزل على سبعة أحرف فأي ذلك قراء تم أصبتم فلا تماروا" [مسند أحمد:۲۰۴/۴]

''حضرت عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے قرآن کی ایک آیت پڑھی۔اس شخص سے عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا یہ آیت تو اس اس طرح ہے۔پھر اس کا ذکر نبی ﷺ سے کیا تو آپ نے فرمایا یہ قرآن سات حروف پر نازل کیا گیا ہے جو حرف بھی تم پڑھو وہ درست ہے۔لہٰذا آپس میں جھگڑا مت کرو۔''

❹ امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ نقل کرتے ہیں:

"عن أبى هريرة أنه قال قال رسول الله ﷺ:«إن هذا القرآن أنزل على سبعة أحرف فاقرء وا ولاحرج ولكن لا تختموا ذكر رحمة بعذاب ولا ذكر عذاب برحمة» [تفسير الطبرى:۴۲/۱]

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا یہ قرآن سات حروف پر نازل کیا گیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پس (جس حرف پر چاہو) بلا کسی حرج کے پڑھو، البتہ رحمت کے ذکر کو عذاب کے ساتھ اور عذاب کے ذکر کو رحمت کے ساتھ ختم نہ کرو۔''

ان حدیثوں میں ''سبعہ احرف'' سے اختلاف قراءات کی سات مندرجہ ذیل نوعیتیں مراد ہیں۔

① اسماء کا اختلاف جس میں افراد، تثنیہ وجمع اور تذکیر وتانیث دونوں کا اختلاف داخل ہے جیسے 'تمت كلمة ربك اور 'تمت كلمات ربك'۔

② افعال کا اختلاف کہ کسی قراءت میں صیغہ ماضی ہو کسی قراءت میں مضارع اور کسی میں امر مثلاً 'ربنا باعد بين أسفارنا' اور 'ربنا بعد بين أسفارنا'۔

③ وجوہ اعراب کا اختلاف یعنی حرکتیں مختلف ہوں مثلاً 'لايضار كاتب' اور 'ذوالعرش المجيدُ' اور 'ذوالعرش المجيدِ'۔

④ الفاظ کی کمی وبیشی کا اختلاف کہ ایک قراءت میں کوئی لفظ کم اور دوسری قراءت میں زیادہ ہو مثلاً 'وما خلق الذكر والانثى' اور 'ماخلق' کے بغیر صرف 'والذكر والانثى'۔

⑤ تقدیم وتاخیر کا اختلاف کہ ایک قراءت میں ہے 'وجاء ت سكرة الموت بالحق' اور دوسری قراءت میں حق کا لفظ مقدم ہے 'وجاء ت سكرة الحق بالموت'۔

⑥ بدلیت کا اختلاف کہ ایک قراءت میں ایک لفظ ہے اور دوسری قراءت میں اس کی جگہ دوسرا لفظ ہے مثلاً 'ننشرها' اور 'ننشزها' اور 'طلح' اور 'طلع'۔

⑦ لہجے کا اختلاف جس میں تفخیم، ترقیق، امالہ، قصر، اخفاء، اظہار اور ادغام وغیرہ کے اختلاف شامل ہیں مثلاً 'موسى' امالہ کے ساتھ اور امالہ کے بغیر۔

دوسری قسم

وہ حدیثیں جن میں آسانی وتسہیل کی خاطر سات کے عدد کا ذکر ہے:

❶ امام بخاری رحمہ اللہ اور امام مسلم رحمہ اللہ نقل فرماتے ہیں:

عن ابن عباس رضى الله عنهما أنه قال قال رسول الله ﷺ:«اقراء نى جبرئيل على حرف فراجعته فلم أزل استزيده ويزيدنى حتى انتهى إلى سبعة أحرف» [صحيح البخاري:٤٩٩١]

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے جبرئیل نے ایک حرف پر قرآن پڑھایا تو میں نے ان سے مراجعت کی اور میں مزید طلب کرتا رہا اور وہ (قرآن کے حرفوں میں) اضافہ کرتے رہے یہاں تک کہ وہ سات حرفوں تک پہنچ گئے۔''

❷ امام احمد رحمہ اللہ اپنی مسند میں حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

"إن جبرئيل قال يا محمد اقرأ القرآن على حرف قال ميكائيل استزده فاستزاده قال اقرأه على حرفين قال ميكائيل استزده فاستزاده حتى بلغ سبعة أحرف قال كل شاف كاف ما لم تخلط آية عذاب برحمة أو رحمة بعذاب نحو قولك تعال وأقبل وهلم واذهب واسرع وعجل" [مسند احمد:١٩٦٠٩]

''کہ جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ اے محمد قرآن کو ایک حرف پر پڑھیے۔ میکائیل علیہ السلام نے نبی کریم ﷺ سے کہا کہ اس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں اضافہ کروائیے۔ یہاں تک کہ معاملہ سات حروف تک پہنچ گیا۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا ان میں سے ہرایک شافی کافی ہے تاوقتیکہ آپ عذاب کی آیت رحمت سے یا رحمت کو عذاب سے مخلوط نہ کردیں۔ یہ ایسا ہی ہوگا جیسے تعال کے معنی کو اقبل، هلم، اذهب، اسرع اور عجل کے الفاظ سے ادا کریں۔''

❸ صحیح مسلم میں ہے:

''عن أبی بن كعب قال كنت فی المسجد فدخل رجل يصلی فقرأ قراء ة انكرتها عليه ثم دخل آخر ثم فقراء قراء ة سوی قراء ة صاحبه فلما قضينا الصلاة دخلنا جميعا علی رسول اللهﷺ فقلت إن هذا قرأ قراء ة انكرتها عليه ودخل آخر فقراء سوی قراء ة صاحبه فأمرهما رسول اللهﷺ فقراء فحسن النبیﷺ شأنهما فسقط فی نفسی من التكذيب ولا اذ كنت فی الجاهلية فلما رای رسول اللهﷺما قد غشينی ضرب فی صدری ففضت عرقا وكأنما أنظر إلی الله فرقا فقال لی يا أبی أرسل إلی أن أقرأ القرآن علی حرف فرددت إليه أن هوّن علی أمتی فردّ إلی الثانية اقرأ ه علی حرفين فرددت إليه أن هوّن علی أمتی فرد إلی الثالثة اقرأه علی سبعة أحرف ولك بكل ردة رددتها مسألة تسالنيها فقلت اللهم اغفرلأمتی وأخرت الثالثة ليوم يرغب إلی الخلق كلهم حتی إبراهيمﷺ'' [صحيح مسلم:۸۲۰]

''حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں مسجد میں تھا کہ ایک شخص داخل ہوکر نماز پڑھنے لگا۔ اس نے ایک ایسی قراءت پڑھی جو مجھے اجنبی معلوم ہوئی۔ پھر ایک دوسرا شخص آیا اس نے پہلے شخص کی قراءت سے مختلف ایک اور قراءت پڑھی۔ جب ہم نے نماز ختم کرلی تو ہم سب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچے میں نے عرض کیا کہ اس شخص نے ایسی قراءت پڑھی ہے جو مجھے اجنبی معلوم ہوئی۔ پھر ایک دوسرا شخص آیا۔ اس نے پہلے کی قراءت کے سوا ایک دوسری قراءت پڑھی۔ اس پر آپ نے دونوں کو پڑھنے کا حکم دیا۔ ان دونوں نے قراءت کی تو حضور ﷺ نے دونوں کی تحسین فرمائی۔ اس پر میرے دل میں تکذیب کے ایسے وسوسے آنے لگے کہ جاہلیت میں بھی ایسے خیالات نہیں آئے تھے۔ پس جب رسول اللہ نے میری حالت دیکھی تو میرے سینے پر (اپنا ہاتھ) مارا جس سے میں پسینہ میں شرابور ہوگیا اور خوف کی حالت میں مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے اللہ کو دیکھ رہا ہوں۔ پھر آپ نے فرمایا اے ابی پروردگار نے میرے پاس پیغام بھیجا تھا کہ میں قرآن کو ایک حرف پر پڑھوں میں نے جواب میں درخواست کی کہ میری امت پر آسانی فرمائیے تو اللہ تعالیٰ نے مجھے دوبارہ پیغام بھیجا کہ میں دو حرفوں پر پڑھوں۔ میں نے جواب میں درخواست کی کہ میری امت پر آسانی فرمائیے تو اللہ تعالی نے تیسری بار پیغام بھیجا کہ میں اسے سات حرفوں پر پڑھوں۔''

❹ صحیح مسلم میں ہے:

''عن أبی بن كعب أن النبیﷺ كا ن عند أضاة بنی غفار قال فأتاه جبريل عليه السلام فقال إن الله يأمرك أن تقرأ أمتك القرآن علی حرف فقال أسأل الله معافاته ومغفرته وأن أمتی لا تطيق ذلك ثم أتاه الثانية فقال إن الله يأمرك أن تقرأ أمتك القرآن علی حرفين فقال أسأ ل الله معافاته ومغفرته وأن أمتی لا تطيق ذلك ثم جاء ه الثالثة فقال إن الله يأمرك أن تقرأ أمتك القرآن علی ثلاثة أحرف فقال أسأل الله معافاته ومغفرته وأن أمتی لا تطيق ذلك ثم جاء ه الرابعة فقال إن الله يأمرك أن تقرأ أمتك القرآن علی سبعة أحرف فأيما حرف قرء واعليه فقد أصابوا'' [صحيح مسلم:۸۲۱]

''نبی ﷺ بنوغفار کے تالاب کے پاس تھے آپ کے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہا کہ اللہ آپ کو حکم دیتے ہیں کہ آپ کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امت قرآن کو ایک حرف پر پڑھے۔اس پر آپ نے فرمایا کہ میں اللہ سے عافیت اور مغفرت مانگتا ہوں۔میری امت میں اس کی طاقت نہیں ہے۔پھر جبرئیل علیہ السلام دوبارہ آپ کے پاس آئے اور کہا کہ اللہ آپ کو حکم دیتے ہیں کہ آپ کی امت قرآن کو دو حرفوں پر پڑھے۔آپ نے فرمایا میں اللہ سے عافیت اور مغفرت مانگتا ہوں۔میری امت میں اس کی طاقت نہیں ہے پھر وہ تیسری بار آپ کے پاس آئے اور کہا کہ اللہ آپ کو حکم دیتے ہیں کہ آپ کی امت قرآن کو تین حرفوں پر پڑھے۔آپ نے پھر فرمایا میں اللہ سے معافی اور مغفرت مانگتا ہوں میری امت میں اس کی طاقت نہیں ہے۔پھر وہ چوتھی بار آپ کے پاس آئے اور کہا کہ اللہ آپ کو حکم دیتے ہیں کہ آپ کی امت قرآن کو سات حرفوں پر پڑھے۔پس امت کے لوگ جس حرف پر پڑھیں گے ان کی قراءت درست ہوگی۔''

❺ سنن ترمذی میں بھی ہے:

"عن أبی بن کعب قال لقی رسول اللہ ﷺ جبریل عند أحجار المروة قال فقال رسول اللہ ﷺ لجبریل إنی بعثت إلی أمة أمیین فیهم الشیخ الفانی والعجوز الکبیرة والغلام قال فمرهم فلیقرؤا القرآن علی سبعة أحرف" [مسند أحمد:۱۳۲/۵]

''حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ مروہ کے پتھروں کے پاس رسول اللہ ﷺ کی ملاقات حضرت جبرئیل علیہ السلام سے ہوئی تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا مجھے ایک ان پڑھ امت کی طرف بھیجا گیا ہے جن میں بوڑھے بھی ہیں ،بوڑھیاں بھی ہیں اور بچے بھی ہیں۔حضرت جبرئیل نے کہا کہ آپ ان کو حکم دیجئے کہ وہ قرآن کو سات حرفوں پر پڑھیں۔''

❻ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے الفاظ میں یوں ہے:

"فقلت یاجبریل إنی أرسلت إلی أمة أمیة فیهم الرجل والمرأة والغلام والجاریة والرجل الذی لم یقرأ کتابا قط قال إن القرآن أنزل علی سبعة أحرف" [سنن ترمذی:۲۹۴۴]

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے جبرئیل سے کہا کہ میں ایک ان پڑھ امت کی طرف بھیجا گیا ہوں جس میں مرد عورتیں بچے بچیاں اور ایسے لب گور بوڑھے جنہوں نے کبھی کوئی کتاب نہیں پڑھی یہ سب ہی ہیں۔تو جبرئیل علیہ السلام نے جواب میں کہا کہ قرآن سات حروف پر نازل کیا گیا ہے۔''

ان دو قسموں کی حدیثوں پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ دونوں کے مضمون مختلف ہیں۔پہلی قسم کی حدیثوں میں اختلاف قراءت کا ذکر تو ہے،لیکن رسول اللہ ﷺ نے اس بارے میں فقط یہ فرمایا کہ قرآن پاک سبعہ احرف پر نازل کیا گیا ہے۔جبکہ دوسری قسم کی احادیث میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی درخواست ومطالبہ پر یہ فرمایا گیا کہ آپ کی امت سات طریقوں سے پڑھے یا آپ اپنی امت کو سات طریقوں سے پڑھائیے۔پھر وہ سات طریقے کیا ہیں؟ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اس کی وضاحت ہے کہ وہ سات تک مرادفات ہیں۔فرمایا: جیسے تعال ، اقبل هلم اذهب ، اسرع ، عجل ، ان دوسری قسم کی حدیثوں میں ان سات طریقوں کے منزل من اللہ ہونے کی تصریح نہیں ہے سوائے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی روایت کے جس میں ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ فرمانے پر کہ میری امت تو امی ہے اور اس میں ایسے لوگ ہیں جنہوں نے کبھی کچھ پڑھا ہی نہیں یہ کہا کہ إن القرآن أنزل علی سبعة أحرف ، لیکن اس واقعہ سے متعلق جب عبداللہ بن عباس، ابوبکرہ اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہم کی روایتوں کو دیکھیں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ والی روایت بالمعنی ہے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اورراوی کی جانب سے سات حروف یاسات طریقوں سے پڑھنے کی اجازت کو أنزل القرآن علی سبعة أحرف کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے یا پھر مجاز پر محمول ہے۔

عام طور پر علماء وقراء حضرات ان سب حدیثوں کا ایک ہی مضمون مانتے ہیں اس لئے ان کو ایک دوسرے پر محمول کرتے ہیں، لیکن اس صورت میں حروف سبعہ کی جو بھی تفسیر کی جائے وہ ایسی نہیں کہ اس پر کوئی اعتراض واشکال باقی نہ رہتا ہو، مثلاً

① جب دونوں طرح کی حدیثوں میں سبعۂ اَحرف سے مرادسات لغات ہوں

ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے سبعۂ احرف سے قبائل عرب کی سات لغات مراد لی ہیں اور وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور تک قرآن ان سات حروف پر پڑھا جاتا تھا، لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جب اسلام دور دراز ممالک تک پھیلا تو ان حروف سبعہ کی حقیقت نہ جاننے کی وجہ سے لوگوں میں جھگڑے ہونے لگے۔ مختلف لوگ مختلف حروف پر قرآن کریم کی تلاوت کرتے اور ایک دوسرے کی تلاوت کو غلط ٹھہرانے لگے۔ اس فتنہ کے انسداد کے لئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مشورے سے پوری امت کیلئے صرف ایک حرف یعنی لغت قریش کے مطابق سات مصاحف مرتب فرما کر مختلف صوبوں میں بھیج دیئے اور باقی تمام مصاحف کو نذر آتش کرادیا تاکہ کوئی اختلاف پیدا نہ ہوسکے۔ لہٰذا اب صرف لغت قریش کا حرف باقی رہ گیا ہے اور باقی چھ حروف محفوظ نہیں رہے اور قراءتوں کا جو اختلاف آج تک باقی چلا آتا ہے وہ اسی ایک حرف قریش کی ادائیگی کے مختلف طریقے ہیں۔

اس قول پر ایک اعتراض یہ ہے کہ حافظ ابن جریر طبری رحمہ اللہ ایک طرف تو یہ فرماتے ہیں کہ ساتوں حروف منزل من اللہ تھے اور دوسری طرف یہ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مشورے سے چھ حروف کی تلاوت کو ختم فرمادیا تھا حالانکہ یہ باور کرنا مشکل ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کسی دلیل کے بغیر ہی اللہ تعالیٰ کی جانب سے نازل شدہ چھ حروف کو یکسر ختم کردیا ہو۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے چھ حروف تو اختلاف کے ڈر سے ختم فرمادیئے اور قراءتیں جوں کی توں باقی رکھیں۔ افتراق واختلاف کا جو اندیشہ مختلف حروف کو باقی رکھنے میں تھا وہ قراءت میں بھی تو ہے؟

② جب دونوں قسم کی حدیثوں سے مرادسات مرادفات ہوں

امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قرآن پاک صرف قریش کی لغت پر نازل ہوا تھا، لیکن چونکہ اہل عرب مختلف علاقوں اور مختلف قبائل سے تعلق رکھتے تھے اور ہر ایک کے لئے اس ایک لغت پر قرآن کریم کی تلاوت بہت دشوار تھی اس لئے ابتدائے اسلام میں اس بات کی اجازت دے دی گئی تھی کہ وہ اپنی علاقائی زبان کے مطابق مرادف الفاظ کے ساتھ قرآن پاک کی تلاوت کرلیا کریں، چنانچہ جن لوگوں کے لئے قرآن پاک کے اصلی الفاظ سے تلاوت مشکل تھی ان کے لئے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے مرادفات متعین فرمادیئے تھے جن سے وہ تلاوت کرسکیں۔ یہ مرادفات قریش اور غیر قریش دونوں کی لغات سے منتخب کئے گئے تھے۔ لیکن یہ اجازت صرف اسلام کے ابتدائی دور میں تھی۔ پھر جب رفتہ رفتہ اس قرآنی زبان کا دائرہ اثر بڑھتا گیا اور اہل عرب اس کے عادی ہوگئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات سے پہلے رمضان میں حضرت جبرائیل علیہ السلام سے قرآن کا آخری دور کیا جسے عرضہ اخیرہ کہا جاتا ہے۔ اس موقع پر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مرادفات سے پڑھنے کی یہ اجازت ختم کردی گئی اور صرف وہی طریقہ باقی رہ گیا جس پر قرآن نازل ہوا تھا۔
اس قول پر یہ الجھن ہے کہ قرآن پاک کی جو مختلف قراءتیں آج تک متواتر چلی آرہی ہیں اس قول کے مطابق ان کی حیثیت واضح نہیں ہوتی۔

③ جب دونوں قسم کی حدیثوں سے مراد قراءات کے سات قسم کے اختلافات ہوں

اس قول پر یہ اعتراض ہوسکتا ہے کہ قرآن پاک کو سات حروف پر اس لئے نازل کیا گیا تاکہ امت کے لئے تلاوت قرآن پاک میں آسانی پیدا کی جائے۔ یہ بات لب ولہجہ سے تعلق رکھنے والے کلمات تفخیم وترقیق، مدوامالہ وغیرہ میں تو سمجھ میں آتی ہے، لیکن الفاظ کی تقدیم وتاخیر اور حذف واثبات میں سمجھ میں نہیں آتی۔ مثلاً سورہ توبہ میں 'أعدلهم جنت تجری تحتهاالانهار' اور 'تجری من تحتهاالانهار' دوقراءتیں ہیں۔ یہاں صرف من کی ادائیگی میں کون سی دشواری ہے اور اگر ہے تو یہ اختلاف اسی جیسی تمام آیات میں ہونا چاہیے صرف ایک مقام میں کیوں ہے؟ پھر حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں جو مرادفات ذکر ہیں ان کی توجیہ بھی نہیں کی جاسکتی۔
غرض اوپر ذکر کی گئیں دوقسم کی حدیثوں کو ایک دوسرے پر محمول کرتے ہوئے سبعہ احرف کی جو بھی تفسیر کی جائے وہ اعتراض اور الجھن سے خالی نہیں۔

④ ان دوقسم کی حدیثوں کو علیحدہ علیحدہ مضمون پر محمول کریں

البتہ اگر حدیثوں کی مذکورہ بالا دوقسموں کو علیحدہ علیحدہ مضمون پر محمول کیا جائے تو پھر ان شاء اللہ کوئی اعتراض وارد نہ ہوگا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ پہلی قسم کی حدیثیں جن میں یہ مضمون ہے کہ ' أنزل القرآن على سبعة أحرف' تو ان میں سبعہ احرف سے مراد قراءات میں سات قسم کا اختلاف ہے۔ قرآن پاک انہی اختلافات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی جانب سے نازل ہوا۔ یہ اب تک باقی ہیں اور ان کا نسخ نہیں ہوا۔
دوسری قسم کی حدیثوں میں مرادفات کا ذکر ہے۔ یہ مرادفات عرضہ اخیرہ میں منسوخ کردیئے گئے تھے۔ ان کے نسخ کے بارے میں امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''قرآن کریم کا نزول تو صرف قریش کی لغت پر ہوا تھا، لیکن چونکہ اہل عرب مختلف علاقوں اور مختلف قبائل سے تعلق رکھتے تھے اور ہر ایک کیلئے اس ایک لغت پر قرآن کریم کی تلاوت بہت دشوار تھی۔ اس لئے ابتدائے اسلام میں یہ اجازت دے دی گئی تھی کہ وہ اپنی علاقائی زبان کے مطابق مرادف الفاظ کے ساتھ قرآن کریم کی تلاوت کرلیا کریں، چنانچہ جن لوگوں کے لئے قرآن کریم کے اصلی الفاظ سے تلاوت مشکل تھی ان کیلئے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے مرادفات متعین فرمادیئے تھے جن سے وہ تلاوت کرسکیں۔ یہ مرادفات قریش اور غیر قریش دونوں کی لغات سے منتخب کئے گئے تھے اور یہ بالکل ایسے تھے جیسے تعال کی جگہ ہلم یا اقبل یا ادن پڑھ لیا جائے معنی سب کے ایک ہی رہتے ہیں، لیکن یہ اجازت صرف اسلام کے ابتدائی دور میں تھی، جبکہ تمام اہل عرب قرآنی زبان کے پوری طرح عادی نہیں ہوئے تھے۔ پھر رفتہ رفتہ اس قرآنی زبان کا دائرہ اثر بڑھتا گیا۔ اہل عرب اس کے عادی ہوگئے اور ان کے لئے اسی اصل لغت پر قرآن کی تلاوت آسان ہوگئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات سے پہلے رمضان میں حضرت جبرئیل علیہ السلام سے قرآن کریم کا آخری دور کیا جسے عرضہ اخیرہ کہا جاتا ہے۔ اس موقع پر یہ مرادفات سے پڑھنے کی اجازت ختم کردی گئی اور صرف وہی طریقہ باقی رہ گیا جس پر قرآن نازل ہوا تھا۔'' [مشکل الآثار للطحاوی، بحوالہ علوم القرآن مولانا تقی عثمانی: ص۱۰۴]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

◉ محقق ابن جزری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"ولاشك أن القرآن نسخ منه وغير فيه فى العرضة الاخيرة فقد صح النص بذلك عن غير واحد من الصحابة وروينا بإسناد صحيح عن زر بن حبيش قال قال لى ابن عباس أى القراء تين تقرأ قلت الاخيرة قال النبى ﷺ كان يعرض القرآن على جبرئيل عليه السلام فى كل عام مرة قال فعرض عليه القرآن فى العام الذى قبض فيه النبى ﷺ مرتين فشهد عبد الله يعنى ابن مسعود ما نسخ منه ومابدل" [النشر فى القراء ت العشر:۳۲/۱]

''اس میں کوئی شک نہیں کہ عرضۂ اخیرہ کے موقع پر قرآن پاک میں نسخ اور تبدیلی ہوئی۔اس کی تصریح متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول ہے۔ہم تک صحیح سند کے ساتھ زر بن حبیش رحمہ اللہ کا یہ قول پہنچا ہے کہ مجھ سے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے پوچھا تم کونسی قراءت پڑھتے ہو۔میں نے کہا آخری قراءت۔زر بن حبیش رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ وجہ یہ تھی کہ نبی کریم ﷺ ہر سال ایک مرتبہ حضرت جبریل علیہ السلام کو قرآن سنایا کرتے تھے اور جس سال آپ کی وفات ہوئی اس سال آپ ﷺ نے دو مرتبہ حضرت جبریل علیہ السلام کو قرآن سنایا اس موقع پر جو کچھ منسوخ ہوا اور جو تبدیلی کی گئی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس کے شاہد تھے۔''

ابن جزری رحمہ اللہ نے اپنے اس قول میں اگرچہ مرادفات کے عرضہ اخیرہ میں منسوخ ہونے کی تصریح تو نہیں کی، لیکن ابن جزری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول مرادفات کے نسخ پر اس طرح سے دلیل ہے کہ انہوں نے عرضہ اخیرہ میں نسخ کے واقع ہونے کی تصریح کی ہے اور مرادفات ہی اس نسخ کا مصداق ہیں، کیونکہ مرادفات کا وجود حدیث سے ثابت ہے اور ان کی بقاء بالاجماع ثابت نہیں اور کسی اور موقع پر ان کا منسوخ ہونا بھی ثابت نہیں ہے۔لہٰذا قرین قیاس یہی ہے کہ عرضہ اخیرہ میں مرادفات ہی منسوخ ہوئے ہوں گے۔

بعض حضرات کا قول ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں لغت قریش کے علاوہ باقی لغات موقوف کردی گئیں۔یہ قول بلادلیل ہے، کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جب مصاحف لکھنے کے لیے ایک جماعت تشکیل دی تو اس جماعت سے فرمایا:

"إذا اختلفتم أنتم وزيد بن ثابت في شيء من القرآن فاكتبوه بلسان قريش فإنما نزل بلسانهم "[صحيح بخارى]

''جب تمہارے اور زید بن ثابت کے درمیان قرآن کے کسی حصہ میں اختلاف ہو تو اسے قریش کی زبان پر لکھنا، کیونکہ قرآن صرف ان کی زبان پر نازل ہوا ہے۔''

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد سے صاف معلوم ہوا کہ قرآن پاک کا نزول صرف لغت قریش پر ہوا، اگر اور لغات پر بھی ہوتا، جیسا کہ بعض وہ حضرات کہتے ہیں جو حروف سبعہ سے سات لغات مراد لیتے ہیں تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ یوں حصر کے ساتھ کبھی نہ فرماتے کہ إنّما نزل بلسانهم یعنی قرآن پاک محض قریش کی لغت پر نازل ہوا ہے۔

بعض حضرات نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے باقی لغات کو منسوخ نہ کرنے کی یہ دلیل دی ہے کہ روایت حفص کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں لغت قریش کے سوا اور لغات بھی موجود ہیں۔اس دلیل سے خیال ہوسکتا ہے کہ شائد قرآن کا نزول سات لغتوں پر ہوا ہو یا سات نہیں تو بہرحال متعدد لغتوں پر ہوا ہو۔اس خیال کے صحیح نہ ہونے کی یہ وجوہات ہیں:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

① حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مذکورہ بالا ارشاد اس خیال کے منافی ہے۔

② کسی کلام میں چند ایک الفاظ کسی دوسری لغت کے آجانے سے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ کلام دو لغتوں میں وارد ہوا ہے بلکہ وہ ایک ہی لغت پر شمار ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں یہ احتمال بھی ہوسکتا ہے کہ وہ الفاظ اگرچہ اصالۃً دوسری لغت کے ہوں، لیکن اس لغت میں بھی ان کا استعمال ہونے لگا ہو بالکل غیر معروف نہ ہو۔

قرآن کو سبعہ اَحرف (اقسام اِختلاف) پر نازل کئے جانے کی حکمتیں

① اُمت کے لئے خصوصاً اہل عرب کے لئے سہولت وآسانی

② حکم کا بیان

قرآن پاک میں ہے ﴿وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً أَوِ امْرَأَةٌ وَّلَهٗ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ﴾ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی قراءت میں ہے: ﴿وله أخ أو أخت من أم﴾ اس قراءت میں اُم کے زائد ہونے سے ظاہر ہوا کہ مذکورہ حکم میں بھائی بہنوں سے ماں شریک بھائی بہن مراد ہیں۔

③ دو مختلف حکموں کو جمع کرنا:

مثلاً قرآن پاک میں ہے ﴿فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ﴾ یطہرن ایک قراءت میں طاء کے سکون کے ساتھ ہے اور دوسری قراءت میں طاء کی تشدید کے ساتھ ہے۔ مشدد کا صیغہ عورتوں کے حیض سے طہارت میں مبالغہ کا معنی دیتا ہے جس سے یہ بات حاصل ہوئی کہ حیض سے پاک ہونے کے بعد عورت جب غسل کرلے اس وقت اس سے قربت کی جائے۔

④ دو مختلف حالتوں میں دو مختلف شرعی حکموں پر دلالت

قرآن پاک میں ہے: ﴿فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُؤُسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ﴾ اس آیت میں ارجلکم کی لام پر ایک قراءت میں نصب ہے اور دوسری قراءت میں جر ہے۔ نصب کی صورت میں پاؤں دھونے کا حکم ہے جس وقت پاؤں ننگے ہوں اور جر کی صورت میں مسح کرنے کا حکم ہے جبکہ پاؤں پر چمڑے کے موزے پہنے ہوئے ہوں۔ نبی ﷺ نے ان دونوں حکموں کو اسی طرح بتایا ہے۔

⑤ جو مراد نہ ہو اس کے وہم کا دفعیہ

آیت ہے ﴿يٰأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا إِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ﴾ اور دوسری آیت میں ہے فامضوا إلى ذكر الله۔ فاسعوا سے یہ وہم ہوسکتا تھا کہ تیز تیز چلنے کا حکم ہے حالانکہ وہ مراد نہیں ہے۔ اس وہم کا دفعیہ فامضوا کے لفظ سے ہوگیا، کیونکہ اس کے معنی میں سرعت اور تیزی شامل نہیں ہے۔

⑥ ایسے الفاظ کا بیان جو بعض پر مبہم ہوں

﴿وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ﴾ اور ایک اور قراءت میں ہے: كالصوف المنفوش دوسری قراءت سے معلوم ہوا کہ عہن سے مراد صوف (اون) ہے۔

⑦ ایسے عقیدے کی وضاحت جس میں بعض لوگ گمراہ ہوئے

جنت کے بارے میں آیت ہے ﴿وَإِذَا رَأَيْتَ ثَمَّ رَأَيْتَ نَعِيْمًا وَّمُلْكًا كَبِيْرًا﴾ ایک قراءت میں ملکا کی میم

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا ضمہ اور لام کا سکون ہے جبکہ دوسری قراءت میں میم کا فتحہ اور لام کا کسرہ ہے۔دوسری قراءت سے جنت میں مؤمنین کے لیے اللہ تعالیٰ کا دیدار ہونا ثابت ہوا جس کا بعض بدعتی فرقے انکار کرتے ہیں۔

صحت قراءت کیلئے ضابطہ

① قراءت عربیت کے موافق ہو اگرچہ یہ موافقت ہو۔

② مصاحف عثمانیہ میں سے کسی ایک ۲ کے رسم الخط کے مطابق ہو خواہ یہ مطابقت احتمالاً ہو۔

جس قراءت میں یہ تینوں باتیں پائی جاتی ہوں وہ قراءت صحیح اور ان حروف سبعہ میں سے ہے جن پر قرآن نازل ہوا۔

محقق رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''جو قراءۃ اس طرح ثابت ہو یعنی اس ضابطہ پر پوری اترتی ہو اس کا رد وانکار جائز نہیں بلکہ مسلمانوں پر اس کا قبول کرنا واجب ہے۔خواہ ائمہ سبعہ کی قراءت ہوں یا عشرہ کی ہوں یا ان کے علاوہ کی ہوں اور اگر مذکورہ ارکان ثلاثہ میں سے کوئی رکن مختل ہو جائے تو وہ ضعیف ،شاذ یا فاسد و باطل ہے خواہ سبعہ سے ہو یا مافوق سبعہ سے ہو۔تمام محققین ائمہ سلف وخلف اس تعریف کو صحیح کہتے ہیں۔[منجد المقرئین]

حافظ ابوشامہ رحمہ اللہ مرشد الوجیز میں کہتے ہیں:

''''ہر اس قراءت کو جو ائمہ سبعہ کی جانب منسوب ہو اور صحیح کہلاتی ہو اسی وقت منزل من اللہ اور صحیح کہہ سکتے ہیں جب وہ اس ضابطہ میں آجائے اور ضابطہ کے ساتھ مطابقت کی صورت میں کوئی مصنف اس کی نقل میں متفرد نہیں ہو سکتا اور نہ وہ کسی امام سے مختص ہو سکتی ہے۔اصل اعتماد ان اوصاف ثلاثہ پر ہے نہ کہ انتساب پر۔اور بیشک ہر قراءت میں خواہ سبعہ میں سے ہو یا غیر سبعہ سے صحیح اور شاذ دونوں قسم کی وجوہ پائی جاتی ہیں۔البتہ قراءت سبعہ میں شہرت اور متفق علیہ صحیح وجوہ کی کثرت کی وجہ سے طمانیت اور میلان خاطر زیادہ ہوتا ہے۔''

صحت قراءت کیلئے بعض متاخرین کا تواتر کو شرط کہنا صحیح نہیں

ابوشامہ رحمہ اللہ مرشد الوجیز میں کہتے ہیں:

''متاخرین مقریوں اور ان کے مقلدین کی زبان پر چڑھا ہوا ہے کہ قراءت سبعہ بتمام وکمال متواتر ہیں یعنی قراء سبعہ سے جو حرف منقول ہے وہ متواتر من اللہ اور واجب التسلیم ہے۔ہم بھی یہی کہتے ہیں مگر صرف ان حروف کے بارے میں جن کو ائمہ سے نقل کرنے میں تمام طرق اور رواۃ متفق ہیں اور کوئی منکر نہیں۔جبکہ بعض حروف میں تفرقہ واختلاف شائع اور مشہور ہے۔پس اس حال میں کم از کم ان حروف کے اندر تو یہ ضابطہ ماننا پڑے گا جن میں تواتر ثابت نہیں ہوا''۔

محقق ابن جزری رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''بعض متاخرین نے صحت قراءۃ کیلئے رسم وعربیت کی موافقت کیساتھ تواتر کی شرط لگائی ہے اور صحت سند کو کافی نہیں سمجھا۔وہ کہتے ہیں کہ تواتر کے بغیر قرآن ثابت نہیں ہو سکتا۔مگر ان لوگوں نے یہ خیال نہیں کیا کہ جب کوئی حرف تواتر سے ثابت ہو جائے تو اس کیلئے نہ عربیت کی موافقت کی شرط ہے اور نہ رسم کی مطابقت کی بلکہ اس کا قبول کرنا بلاشرط واجب ہے، کیونکہ وہ قطعاً قرآن ہے۔لیکن جب ہم ہر حرف کے لئے تواتر کی شرط لگا دیں تو قراء سبعہ کی بہت سی اختلافی وجوہ مرتفع ہو جائیں گی۔(یعنی ان کے ثبوت کی کوئی بنیاد باقی نہیں رہے گی) پہلے میرا بھی یہی خیال تھا مگر جب مجھے اس کی خرابی معلوم ہوئی تو میں ائمہ سلف کی رائے کی جانب رجوع کر لیا۔''[منجد المقرئین]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت محقق رحمہ اللہ نے متاخرین کی جس رائے کا ذکر کیا ہے وہ چھٹی صدی کے بعد بعض علماء مصر نے قائم کی تھی، جس پر وہ صدیوں قائم رہے، چنانچہ سید الصفاقسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''مذاہب اربعہ کے فقہاء اصولی اور تمام محدثین وقراء کا مذہب ہے کہ صحت قراءۃ کے لئے تواتر شرط ہے۔''اس کے بعد مذکورہ بالا ضابطہ نقل کرکے وہ ان الفاظ سے اس کی تردید کرتے ہیں:''یہ بدعت ہے جس سے غیر قرآن، قرآن کے مساوی ہوجاتا ہے۔اور اختلاف قراءۃ سے تواتر کے ثبوت میں کوئی خرابی نہیں آتی کیونکہ ایک قراءۃ کسی قوم کو متواتراً پہنچی اور دوسری کو نہیں پہنچی۔اسی وجہ سے کسی قاری نے دوسرے کی قراءت نہیں پڑھی، کیونکہ وہ اس کو تواتر کے طریق سے نہیں پہنچتی تھی۔''الخ پھر کہتے ہیں: ''جو متواتر نہیں وہ شاذ ہے اور اس وقت عشرہ کے علاوہ ہر قراءت شاذ ہے۔'' [غیث النفع]

سید الصفاقسی رحمہ اللہ نے شدت سے کام لیا ہے ورنہ مندرجہ ذیل وجوہات کی بناء پر ایسا کہنا صحیح نہیں۔

اوّل: اُصولی فقہاء ومحدثین کہتے ہیں کہ قرآن متواتر ہے، یہ نہیں کہتے کہ اس کی ہر اختلافی وجہ متواتر ہے۔باقی رہے قراءتوں میں سے مشاہیر ائمہ کا مسلک اوپر بیان ہو چکا ہے اور حضرت محقق رحمہ اللہ کی اس تصریح کے بعد کہ جملہ اسلاف کا یہی مذہب ہے اور ان میں سے کوئی اس کے خلاف نہیں سید رحمہ اللہ کا پہلا دعوی ہے جو قابل قبول نہیں۔

دوم: قراءات سبعہ اور عشرہ کی ہر اختلافی وجہ کے متواتر ہونے کا کسی نے دعوی نہیں کیا بلکہ علامہ دانیؒ وغیرہ کی تصریحات اس کے متواتر ہونے کے خلاف موجود ہیں۔

سوم: کسی وجہ کے غیر متواتر ہونے سے یہ لازم تو نہیں آتا کہ وہ ضرور شاذ ہے جبکہ ان کے درمیان صحیح ومشہور کا مرتبہ موجود ہے خود سیدؒ اور دیگر شیوخ مصر نے اپنی کتابوں میں ایسی وجوہ بیان کی ہیں اور سیدؒ کا یہ کہنا کہ کسی قاری نے دوسرے کی قراءت اس لئے نہیں پڑھی کہ وہ اسے تواتر سے نہیں پہنچی بے معنی بات ہے۔شاید وہ رواۃ اور طرق کے اختلاف کے بارہ میں بھی یہی کہیں گے حالانکہ وہاں تو شیخ اور امام ایک ہی ہے اور آیا یہ ممکن ہے کہ جو وجہ عاصمؒ اور ابن کثیرؒ کو تواتر سے پہنچی ہو وہ بصریؒ کو جو ان کے شاگرد ہیں، نہیں پہنچی اور جو حرف حمزہ کو پہنچا وہ کسائی کو نہیں پہنچا حالانکہ یہ امام حمزہ کے شاگرد ہیں، ہرگز نہیں۔حق بات وہی ہے جو ائمہ سلف نے بیان کی اور نتیجہ بحث یہ ہے کہ قرآن میں جو الفاظ پڑھے جاتے ہیں ان کی تین قسمیں ہیں:

① جو سب کے نزدیک بالاتفاق متواتر ہے۔اس میں کوئی اختلاف نہیں ہوسکتا۔

② جو ایک جماعت کے نزدیک متواتر ہو۔جن حضرات کو تواتر سے پہنچی ان کے طرق کا اس پر اجماع و اتفاق ہونا چاہیے۔

ان دونوں قسموں کے الفاظ کیلئے نہ عربیت کی موافقت کی شرط ہے اور نہ رسم کی مطابقت کی، مگر امر واقع میں ناممکن ہے کہ عربیت کی کسی وجہ کے اور رسم کے احتمالاً مطابق نہ ہوں کیونکہ متواتر ہونے کی صورت میں اس کا نبی ﷺ سے منقول ہونا اور اس کا منجانب اللہ ہونا قطعی ہوگا جو عربیت کے مخالف نہیں ہوسکتا۔

③ صحیح ومشہور جس کو حضور نبی ﷺ سے ثقہ وضابط وعادل بسند متصل روایت کریں اور ائمہ فن کے نزدیک مشہور ہو مگر تواتر کی حد کو نہ پہنچی ہو اس کو اسی شرط سے قبول کیا جائے گا کہ وہ اس ضابطہ کے موافق ہو ورنہ ضعیف وشاذ یا باطل ہے۔کما مرَّ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اشکال

جب نبی ﷺ سے صاحب اختیار تک تواتر شرط نہیں ہے صرف صحت نقل کافی ہے تو قراءات کو متواتر کیونکر کہا جاسکتا ہے؟

حل

امام عبدالعظیم زرقانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"إن هذه الأركان الثلاثة تكاد تكون مساوية للتواتر فى إفادة العلم القاطع بالقراء ات المقبولة بيان هذه المساواة أن ما بين دفتى المصحف متواتر ومجمع عليه من الائمة فى أفضل عهودها وهو عهد الصحابة فإذا صح سند القراء اة ووافقت قواعد اللغة ثم جاء ت موافقة لخط هذا المصحف المتواتر كانت هذه الموافقة قرينة على افادة هذه الرواية للعلم القاطع وإن كانت أحادا ولا تنس ما هو مقرر فى علم الاثرمن أن خبرالآحاد يفيد العلم إذا احتفت به قرينة توجب ذلك،فكان التواتر كان يطلب تحصيله فى الاسناد قبل أن يقوم المصحف وثيقة متواترة بالقرآن امابعد وجود هذاالمصحف المجمع عليه فيكفى فى الرواية صحتهاوشهرتها حتى وافقت رسم هذاالمصحف ولسان العرب قال الصاحب الكواكب الدرية نقلا عن المحقق ابن الجزرى مانصه قولنا"وصح سندها"نعنى به ان يروى تلك القراء ة العد ل الضابط عن مثله وهكذا حتى ينتهى وتكون مع ذلك مشهورةعند ائمةهذا الشان الضابطين له غير معدودة عندهم من الغلط اومما شذبه بعضهم

[مناهل العرفان فى علوم القرآن:ص۴۲۰،۴۲۱]

''مقبول قراءات کے بارے میں (ضابطہ کے) یہ تین ارکان علم قطعی کا فائدہ دینے میں تواتر کے مساوی ہیں۔اس مساوات کا بیان یہ ہے کہ مصحف کے اندر (کتابت شدہ صورت میں) جو کچھ ہے اس پر سب سے بہتر زمانہ یعنی صحابہ کے زمانہ کے ائمہ کا تواتر اور اجماع تھا۔پھر جب کسی وجہ کی روایت کی سند صحیح ہو تو قواعد لغت اور مصحف متواتر کی رسم کے ساتھ موافقت روایت کے علم قطعی کا فائدہ پر قرینہ بن جاتی ہے۔اگرچہ روایت آحاد میں سے ہو۔نیز یہ بھی مت بھولو کہ علم حدیث میں یہ بات طے شدہ ہے کہ قرائن کے ہوتے ہوئے خبر واحد علم قطعی کا فائدہ دیتی ہے۔گویا مصحف کے متواتر وثقہ بننے سے پیشتر تو سند میں تواتر کو طلب کیا جاسکتا تھا لیکن متفقہ مصحف کے وجود کے بعد روایت کی صحت وشہرت ہی کافی ہے جبکہ وہ رسم خط اور عربی زبان کے موافق ہو۔''

کواکب دریہ میں محقق ابن جزری رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ روایت کی سند کے صحیح ہونے سے ہماری مراد یہ ہے کہ عادل وضابط اپنے جیسوں سے اس قراءت کو روایت کریں اور اسی طرح یہ سلسلہ آخر تک چلے۔پھر وہ قراءت ماہرین فن کے نزدیک غلط اور شاذ نہ ہو بلکہ مشہور ہو۔

اس کلام کا حاصل یہ ہے کہ مصحف میں جو کچھ ہے وہ اجماعی اور متواتر ہے۔اب صرف اس کی ادائیگی کا مسئلہ رہ گیا؟ تو اس کی ادائیگی کا کوئی طریقہ اگر سند صحیح سے ہو اگرچہ متواتر نہ ہو،تب بھی وہ متواتر کے حکم میں ہے اور اس کا وہی حکم ہوگا جو متواتر کا ہوتا ہے۔غرض حکم کے اعتبار سے وہ متواتر ہے۔اس لئے ان کو قراءات متواترہ کہا جاتا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انکارِ قراءات کا حکم معلوم کرنے کے چند ضابطے

التحقيق الذى يؤيده الدليل هو أن القراء ات العشركلها متواترة وهو رأى المحققين من الاصوليين والقراء كابن السبكى وابن الجزرى والنويرى بل هو رأى أبى شامة فى نقل آخر صححه الناقلون عنه [مناهل العرفان فى علوم القرآن:ص۴۳۴]

''تحقیقی بات جس کی تائید دلیل سے ہوتی ہے یہ ہے کہ قراءات عشرہ سب کی سب متواتر ہیں اور یہی محقق اصولیوں اور قراء مثلاً ابن سبکی رحمہ اللہ، ابن جزری رحمہ اللہ اور نویری رحمہ اللہ کا قول ہے، بلکہ ابوشامہ رحمہ اللہ کا یہ قول بھی منقول ہے اور نقل کرنیوالوں نے اس قول کو صحیح کہا ہے۔''

لیکن قراءات کا جو ضابطہ ذکر ہو چکا ہے اس کی رو سے ان کی سند دو مرحلوں میں ہے۔ ایک مرحلہ وہ ہے جو ہم سے قراء سبعہ وعشرہ تک پہنچتا ہے اور دوسرا مرحلہ وہ ہے جو ان قراء عشرہ سے رسول اللہ تک جاتا ہے۔

پہلا مرحلہ

علامہ سیوطی رحمہ اللہ علامہ ابن جزری رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ قراءات کی دو نوع ہیں:

الاول: المتواتر وهو مارواه جمع من جمع لايمكن تواطئهم على الكذب عن مثلهم مثاله، ماتفقت الطرق فى نقله عن السبعة وهذا هوالفائق فى القراء ات.

الثانى: المشهور هو ماصح سنده بان رواه العدل الضابط عن مثله وهكذا ووافق العربية ووافق احدالمصاحف العثمانيه سواء أكان عن الائمة السبعة أم العشر ة أم غيرهم من الائمة المقبولين واشتهر عنه القر اء فلم يعدوه من الغلط ولامن الشذوذ إلا أنه لم يبلغ درجة المتواتر مثاله ما اختلفت الطرق فى نقله عن السبعة فرواه بعض الرواة عنهم دون بعض وهذان النوعان هما اللذان يقرأ بهما مع وجوب اعتقادهما ولا يجوز انكار شئ منهما. [مناهل العرفان:ص۴۳۴]

پہلی نوع متواتر کی ہے اور وہ یہ ہے کہ جس کو ایک اتنی بڑی جماعت نے اتنی ہی بڑی جماعت سے نقل کیا ہو جس کا جھوٹ پر اتفاق ممکن نہ ہو۔ اس کی مثال قرآن مجید کا وہ حصہ ہے جس میں تمام طرق متفق ہوں اور قراءات میں اکثر حصہ ایسا ہی ہے۔

دوسری نوع مشہور کی ہے اور وہ یہ ہے کہ جس کو عادل وضابط راوی نے اپنے جیسے سے نقل کیا ہو اور یہ سلسلہ ایسے ہی چلا ہو۔ علاوہ ازیں یہ عربیت کے موافق بھی ہو اور مصاحف عثمانیہ میں سے کسی ایک کے مطابق بھی، خواہ وہ قراء سبعہ، عشرہ یا دیگر مقبول ائمہ قراء سے منقول ہو۔ پھر قراء میں اس کی شہرت ہوگئی ہو اور انہوں نے اس کو غلط یا شاذ میں شمار نہ کیا ہو۔ یہ نوع درجہ متواتر کو نہیں پہنچتی اس کی مثال قراءت کا وہ حصہ ہے جس کے نقل میں طرق کا اختلاف ہے۔ یہ دونوں انواع وہ ہیں جن کی قراءت کی جاتی ہے اور جن پر اعتقاد رکھنا واجب ہے۔ ان میں سے کسی شے کا بھی انکار جائز نہیں۔''

علامہ ابن جزری رحمہ اللہ کے اس قول سے یہ معلوم ہوا کہ ائمہ قراءات تک تواتر قراءت صرف اتنے حصے میں ہے جن میں طرق کا اتفاق ہے اور جو مختلف فیہ حصہ ہے اس میں شہرت تو پائی جاتی ہے تواتر نہیں پایا جاتا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرا مرحلہ

قراءات کے بارے میں جو ضابطہ پہلے ذکر ہو چکا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اصحاب اختیار ائمہ نے اَخذ قراءت میں تواتر کو شرط قرار نہیں دیا بلکہ عربیت اور رسم مصحف کی موافقت کے ساتھ صرف صحت سند پر اکتفاء کیا۔ علاوہ ازیں بعض متاخرین نے تواتر کو شرط قرار دیا لیکن ان کے قول کو رد کیا گیا اور علامہ ابن جزری رحمہ اللہ نے بھی تواتر کے شرط ہونے کے قول سے رجوع کیا۔

امام ابومحمد مکی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"ان جميع ماروى من القراء ا ت على أقسام: قسم يقرأ به اليوم وذلك ما اجتمع فيه ثلاث خلال وهن أن ينقل عن الثقات عن النبیﷺ ويكون وجهه فی العربية التی نزل بها القرآن سائغا ويكون موافقا لحظ المصحف"

"نقل کردہ تمام قراءات کی چند قسمیں ہیں۔ ایک قسم وہ ہے جس کی آج کل قراءت کی جاتی ہے اور یہ وہ ہے جس میں تین باتیں جمع ہوں۔ وہ تین باتیں یہ ہیں کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثقہ لوگوں کے واسطے سے منقول ہو۔ دوسرے یہ کہ عربیت جس میں قرآن نازل ہوا ہے اس میں اس کی کوئی وجہ بنتی ہو اور خط مصحف کے موافق بھی ہو۔"

ہم کہتے ہیں کہ اگرچہ یہ ہوسکتا ہے کہ فی نفسہ تواتر پایا گیا ہو لیکن جب ائمہ نے ضابطہ میں تواتر کا التزام نہیں کیا تو تواتر کا قول اختیار کرنا بہرحال ممکن نہیں بلکہ صحت سند پر ہی اکتفاء کیا جائے گا۔

مذکورہ بالا دونوں مرحلوں کو جمع کیا جائے تو حاصل یہ ہوگا کہ قراءات کی نقل میں تواتر ضروری مفقود ہے۔ البتہ بعد کے قرون میں تواتر اور تلقّی بالقبول کے پائے جانے کے باعث یہ چونکہ مفید علم ہے، اس لئے یہ تواتر تقدیری یا تواتر نظری ہے۔

ان تمام باتوں کے ساتھ مندرجہ ذیل باتیں بھی پیش نظر رہیں:

❶ قرآن اور چیز ہے اور قراءات اور چیز ہیں۔ قرآن تو اس چیز کا نام ہے جو مصاحف کے اندر ثبت ہے اور رسول اللہ ﷺ پر نازل کیا گیا اور تواتر سے نقل ہوتا چلا آیا۔ جب کہ قراءات زبان سے اس کی ادائیگی کا نام ہے۔ قرآن ایک ہے اور قراءات متعدد ہیں۔

❷ مناهل العرفان میں عبدالعظیم زرقانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"وتناقش هذا الدليل بانا لا نسلم ان انكار شئ من القراء ات يقتضى التكفير على القول بتواترها وإنما يحكم بالتكفير على من علم تواترها ثم انكره والشئ قد يكون متواترا عند قوم غير متواتر عند آخرين ويمكن مناقشة هذا الدليل أيضا بأن طعن الطاعنين إنما هو فيما اختلف فيه وكا ن من قبيل الاداء أما ما اتفق عليه فليس بموضع طعن ونحن لا نقول الا بتواترما اتفق عليه دون مااختلف فيه"

"بعض بڑے علماء نے قراءات پر طعن کیا ہے حالانکہ قراءات اگر متواتر ہوں تو ان کا طعن موجب تکفیر ہوگا اس کا جواب دیتے ہوئے مناہل العرفان کے مصنف لکھتے ہیں) کہ تواتر کے قول کو لیتے ہوئے کسی قراءت کا انکار ضروری نہیں کہ موجب تکفیر ہو کیونکہ تکفیر اس وقت کی جاتی ہے کہ جب کوئی اس کے تواتر کا علم ہوتے ہوئے انکار کرے جبکہ یہ ہوسکتا ہے کہ ایک شے کے بارے میں کچھ لوگوں کے نزدیک تواتر ثابت ہو اور کچھ لوگوں کے نزدیک تواتر ثابت نہ ہو۔ اور یہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی ہوسکتا ہے کہ ان حضرات کا طعن مختلف فیہ حصہ میں ہو جو ادائیگی کے قبیل سے ہو۔ رہا متفق علیہ حصہ تو وہ طعن کا محل نہیں ہے اور ہم تواتر کا قول صرف متفق علیہ میں کرتے ہیں مختلف فیہ میں نہیں کرتے۔''

❸ نبی ﷺ سے منقول اختلافات کی کوئی ترتیب بعینہ واجب نہیں تھی لہٰذا اصحاب اختیار ائمہ نے شرائط کی پابندی کرتے ہوئے اپنی اپنی ترتیب سے قراءات اختیار کیں۔ اس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

اِنکار قراءات کا حکم

① قرآن یا اس کے کسی جزو کا انکار کفر ہے۔

② کوئی اگر بعض قراءتوں کو تسلیم کرتا ہو مثلاً روایت حفص کو مانتا ہو اور دیگر کا انکار کرتا ہو تو اس میں مندرجہ ذیل شقیں ہیں۔

(الف) کسی محقق کے نزدیک دیگر قراءتوں کا تواتر ثابت نہ ہو اس وجہ سے ان کا انکار کرتا ہو۔ اس پر تکفیر نہ ہوگی۔

(ب) اس کو دیگر قراءتوں کا تواتر سے ثابت ہونا معلوم نہ ہو جیسا کہ عام طور پر عوام کو دیگر قراءتوں کا علم نہیں ہوتا اور صرف ان ہی لوگوں کا ان کو علم ہوتا ہے جو ان کے پڑھنے پڑھانے میں لگے ہوں۔ ایسی لاعلمی کی وجہ سے انکار پر بھی تکفیر نہ کی جائے گی، البتہ ایسے شخص کو حقیقت حال سے باخبر کیا جائے گا۔

(ج) تواتر تسلیم ہونے کے بعد بھی انکار کرے تب بھی تکفیر نہیں کی جائے گی۔ کیونکہ حقیقتاً یہ تواتر ضروری و بدیہی نہیں بلکہ نظری و حکمی ہے جس کے انکار پر تکفیر نہیں کی جاتی۔ البتہ سخت گمراہی کی بات ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا مفتی محمد تقی عثمانی ☆

قرآن کے سات حروف

حدیث سبعہ اَحرف کے مفہوم سے متعلق زیرِ نظر تحریر کو ہم نے مفتی محمد تقی عثمانی ﷾ کی کتاب 'علوم القرآن' کے حصہ اول، جو قرآن کریم کی نص کے بارے میں ہے، کے باب سوم سے اخذ کیا ہے اور مکمل تحریر کو بغیر کسی تبدیلی اور حک واضافہ کے مفتی صاحب ﷾ کی اجازت سے ہدیۂ قارئین کررہے ہیں۔ 'سبعۂ احرف' کی تعیین کے بارے میں عام اہل فن مثلاً امام ابن جزری ﷺ وغیرہ کے موقف کے ضمن میں اردو زبان میں پیش کردہ تحریروں میں سے اس تحریر کو بہترین نمائندہ تحریر قرار دیا جاسکتا ہے، جس میں 'حروفِ سبعہ' سے متعلق کئی امور سے متعلق وضاحت اضافی طور پر آ گئی ہے۔ ادارہ 'رشد' کو اگرچہ اس سلسلہ میں 'روایتی موقف' سے کلی اتفاق نہیں، لیکن جس متانت وسنجیدگی سے حضرت نے اس معرکۃ الاراء اور الجھے ہوئے موضوع کی نقاب کشائی فرمائی ہے، وہ انتہائی قابل قدر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس مضمون پر حلقہ 'اشراق' سے وابستہ دانشور انور عباسی کی کتاب 'انسانیت، ہدایت کی تلاش میں' میں پیش کردہ تفصیلی تنقید کو ہم سراسر غلط سمجھتے ہیں، جس میں موصوف کے دلائل کا جائزہ ہم ان شاء اللہ رشد قراءات نمبر (حصہ دوم) کے آئندہ شمارے میں ایک مستقل مضمون کی صورت میں تفصیلاً پیش کریں گے۔ [ادارہ]

صحیح حدیث میں آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے:

«إِنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ أُنْزِلَ عَلَىٰ سَبْعَةِ أَحْرُفٍ فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ» [صحيح البخاري: ۴۹۹۲]

''یہ قرآن سات حروف پر نازل کیا گیا ہے، پس اُس میں سے جو تمہارے لیے آسان ہو اُس طریقے سے پڑھ لو۔''

اس حدیث میں قرآن کریم کے سات حروف پر نازل ہونے سے کیا مراد ہے؟ یہ بڑی معرکۃ الآرا اور طویل بحث ہے اور بلا شبہ علومِ قرآن کے مشکل ترین مباحث میں سے ہے، یہاں یہ پوری بحث تو نقل کرنا مشکل ہے، لیکن اس کے متعلق ضروری ضروری چند باتیں پیش خدمت ہیں:

جو حدیث اوپر نقل کی گئی ہے وہ معنی کے اعتبار سے متواتر ہے، چنانچہ مشہور محدث امام ابوعبید بن سلام ﷺ نے اُس کے تواتر کی تصریح کی ہے اور حدیث وقراءات کے معروف امام علامہ ابن الجزری ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مستقل کتاب (جزء) میں اس حدیث کے تمام طرق جمع کئے ہیں اور اُن کے مطابق یہ حدیث حضرت عمر بن خطاب، ہشام بن حکیم بن حزام، عبدالرحمٰن بن عوف، اُبی بن کعب، عبداللہ بن مسعود، معاذ بن جبل، ابوہریرہ، عبداللہ ابن عباس، ابوسعید خدری، حذیفہ بن یمان، ابوبکرہ، عمرو بن عاص، زید بن ارقم، انس بن مالک، سمرہ بن جندب، عمر ابن ابی سلمہ، ابوجہم، ابوطلحہ اور اُم ایوب انصاریہ ﷺ سے مروی ہے۔ [النشر في القراء ات العشر: ۲۱/۱] اس کے علاوہ متعدد محدثین نے یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عثمان بن عفان ﷺ نے منبر پر یہ اعلان فرمایا کہ وہ تمام

☆ شیخ الحدیث ونائب صدر دارالعلوم، کراچی ومصنف کتب کثیرہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرات کھڑے ہوجائیں جنہوں نے آنحضرت ﷺ سے یہ حدیث سنی ہو کہ:

''قرآن کریم سات حروف پر نازل کیا گیا ہے جن میں سے ہر ایک شافی اور کافی ہے۔''

چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اتنی بڑی جماعت کھڑی ہوگئی، جسے شمار نہیں کیا جاسکا۔ [سنن النسائی:۹۴۱]

حروفِ سبعہ کا مفہوم

اس حدیث میں سب سے پہلا مسئلہ یہ ہے کہ سات حروف پر قرآن کریم کے نازل ہونے سے کیا مراد ہے؟ اس سلسلے میں آراء ونظریات کا شدید اختلاف ملتا ہے، یہاں تک کہ علامہ ابن عربی رحمہ اللہ وغیرہ نے اس باب میں ۳۵/اقوال شمار کئے ہیں۔ [البرهان في علوم القرآن:۲۱۲/۱] یہاں اُن میں سے چند مشہور اقوال پیش خدمت ہیں:

① بعض حضرات یہ سمجھتے ہیں کہ اس سے مراد سات مشہور قاریوں کی قراءتیں ہیں، لیکن یہ خیال تو بالکل غلط اور باطل ہے، کیونکہ قرآن کریم کی متواتر قراءتیں ان سات قراءتوں میں منحصر نہیں ہیں، بلکہ اور بھی متعدد قراءتیں تواتر کے ساتھ ثابت ہیں، یہ سات قراءتیں تو محض اس لیے مشہور ہوگئیں کہ علامہ ابن مجاہدؒ نے ایک کتاب میں اُن سات مشہور قراء کی قراءتیں جمع کردی تھیں، نہ اُن کا یہ مقصد تھا کہ قراءتیں سات میں منحصر ہیں، اور نہ وہ حروف سبعہ کی تشریح ان سات قراءتوں سے کرنا چاہتے تھے، جیسا کہ اس کی تفصیل اپنے مقام پر آئے گی۔

② اسی بناء پر بعض علماء نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ حروف سے مراد تمام قراءتیں ہیں، لیکن 'سات' کے لفظ سے سات کا مخصوص عدد مراد نہیں ہے، بلکہ اس سے مراد کثرت ہے اور عربی زبان میں سات کا لفظ محض کسی چیز کی کثرت بیان کرنے کے لیے اکثر استعمال ہوجاتا ہے، یہاں بھی حدیث کا مقصد یہ نہیں ہے کہ قرآن کریم جن حروف پر نازل ہوا وہ مخصوص طور پر سات ہی ہیں، بلکہ مقصد یہ ہے کہ قرآن کریم 'بہت سے' طریقوں سے نازل ہوا ہے، علماء متقدمین میں سے قاضی عیاض رحمہ اللہ کا یہی مسلک ہے۔ [أوجز المسالك إلى مؤطا الإمام مالك:۳۵۶/۲] اور آخری دور میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے بھی یہی قول اختیار فرمایا ہے۔ [مصفّى شرح مؤطا:۱۸۷/۱]

لیکن یہ قول اس لیے درست معلوم نہیں ہوتا کہ بخاری اور مسلم کی ایک حدیث میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

«أَقْرَأَنِي جِبْرِيلُ عَلَىٰ حَرْفٍ فَرَاجَعْتُهُ فَلَمْ أَزَلْ أَسْتَزِيدُهُ وَيَزِيدُنِي حَتَّىٰ انْتَهَىٰ إِلَىٰ سَبْعَةِ أَحْرُفٍ» [بحوالہ مناهل العرفان:۱۳۳/۱]

''مجھے جبریل علیہ السلام نے قرآن کریم ایک حرف پر پڑھایا، تو میں نے ان سے مراجعت کی اور میں زیادتی طلب کرتا رہا اور وہ (قرآن کریم کے حروف میں) اضافہ کرتے رہے یہاں تک کہ وہ سات حروف تک پہنچ گئے۔''

اس کی تفصیل صحیح مسلم کی ایک روایت میں حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے اس طرح مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ بنوغفار کے تالاب کے پاس تھے:

«فأتاه جبرئيل عليه السلام فقال إن الله يأمرك أن تقرأ أمتك القرآن على حرف، فقال أسأل الله معافاته ومغفرته وأن أمتي لا تطيق ذلك ثم أتاه الثانية فقال إن الله يأمرك أن تقرأ أمتك القرآن علىٰ حرفين فقال أسأل الله معافاته ومغفرته وأن أمتي لا تطيق ذلك، ثم جاء ته الثالثة

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فقال إن الله يأمرك أن تقرأ أُمتك القرآن علىٰ ثلاثة أحرف فقال أسأل الله معافاته ومغفرته وان أُمتي لاتطيق ذلك ثم جاء ه الرابعة فقال: إن الله يأمرك أن تقرأ أُمتك القرآن على سبعة أحرف فأيما حرف قرء وا عليه فقد أصابوا» [مناهل العرفان:۱۳۳/۱]

''پس حضور ﷺ کے پاس جبریل علیہ السلام آئے اور فرمایا کہ اللہ نے آپ ﷺ کو یہ حکم دیا ہے کہ آپ کی (ساری) اُمت قرآن کریم کو ایک ہی حرف پر پڑھے، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اللہ سے معافی اور مغفرت مانگتا ہوں، میری اُمت میں اس کی طاقت نہیں ہے، پھر جبرئیل علیہ السلام دوبارہ آپ کے پاس آئے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ کی اُمت قرآن کریم کو دو حرفوں پر پڑھے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ سے معافی اور مغفرت مانگتا ہوں، میری اُمت میں اس کی طاقت نہیں ہے، پھر وہ تیسری بار آئے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ کی اُمت قرآن کریم کو تین حروف پر پڑھے، آپ ﷺ نے پھر فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ سے معافی اور مغفرت مانگتا ہوں، میری اُمت میں اس کی طاقت نہیں ہے، پھر وہ چوتھی بار آئے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ آپ کی اُمت قرآن کو سات حروف پر پڑھے، پس وہ جس حرف پر پڑھیں گے اُن کی قراءت درست ہوگی۔''

ان روایات کا سیاق صاف بتا رہا ہے کہ یہاں سات سے مراد محض کثرت نہیں، بلکہ سات کا مخصوص عدد ہے، اس لیے ان احادیث کی روشنی میں یہ قول قابل قبول معلوم نہیں ہوتا، چنانچہ جمہور نے اس کی تردید کی ہے۔

③ بعض دوسرے علماء مثلاً حافظ ابن جریر طبری رحمہ اللہ وغیرہ نے فرمایا کہ مذکورہ حدیث میں سات حروف سے مراد قبائل عرب کی سات لغات ہیں، چونکہ اہل عرب مختلف قبائل سے تعلق رکھتے تھے اور ہر قبیلہ کی زبان عربی ہونے کے باوجود دوسرے قبیلہ سے تھوڑی تھوڑی مختلف تھی اور یہ اختلاف ایسا ہی تھا جیسے ایک بڑی زبان میں علاقائی طور پر تھوڑے تھوڑے اختلافات پیدا ہوجاتے ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان مختلف قبائل کی آسانی کیلئے قرآن کریم سات لغات پر نازل فرمایا، تاکہ ہر قبیلہ اُسے اپنی لغت کے مطابق پڑھ سکے۔ [تفسیر ابن جریر:۱۵/۱] امام ابوحاتم سجستانی رحمہ اللہ نے ان قبائل کے نام بھی معین کرکے بتادیئے ہیں: قریش، ہذیل، تمیم، ازد، ربیعہ، ہوازن اور سعد بن بکر۔ حافظ ابن عبدالبرؒ نے بعض حضرات سے نقل کرکے اُن کی جگہ یہ قبائل بتائے ہیں۔ ہذیل، کنانہ، قیس، ضبہ، تیم الرباب، اسد ابن خزیمہ اور قریش۔ [فتح الباري:۲۲/۹، روح المعاني:۲۱/۱]

لیکن بہت سے محققین مثلاً حافظ ابن عبدالبر، علامہ سیوطی اور علامہ ابن الجزری رحمہم اللہ وغیرہ نے اس قول کی بھی تردید کی ہے۔ اوّل تو اس لیے کہ عرب کے قبائل بہت سے تھے۔ ان میں صرف ان سات کے انتخاب کی کیا وجہ ہوسکتی ہے؟ دوسرے یہ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ہشام بن حکیم رضی اللہ عنہ کے درمیان قرآن کریم کی تلاوت میں اختلاف ہوا، جس کا مفصل واقعہ صحیح بخاری وغیرہ میں مروی ہے، حالانکہ یہ دونوں حضرات قریشی تھے اور آنحضرت ﷺ نے دونوں کی تصدیق فرمائی اور وجہ یہ بتائی کہ قرآن کریم سات حروف پر نازل ہوا ہے، اگر سات حروف سے مراد سات مختلف قبائل کی لغات ہوتیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ہشام رضی اللہ عنہ میں اختلاف کی کوئی وجہ نہیں ہونی چاہئے تھی، کیونکہ دونوں قریشی تھے۔ [النشر في القراء ات العشر:۲۵/۱، فتح الباري:۲۳/۹]

اگرچہ علامہ آلوسی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ ''ہوسکتا ہے کہ ان دونوں میں سے کسی ایک کو آنحضرت ﷺ نے قریش کے علاوہ کسی اور لغت پر قرآن پڑھایا ہو'' [روح المعاني:۲۱/۱] لیکن یہ جواب کمزور ہے، کیونکہ مختلف لغات میں قرآن کریم کے نازل ہونے کا منشاء یہی تو تھا کہ ہر قبیلہ والا اپنی لغت کے مطابق آسانی سے اُس کو پڑھ سکے، اس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیے یہ بات حکمت رسالت ﷺ سے بعید معلوم ہوتی ہے کہ ایک قریشی کو دوسری لغت پر قرآن کریم پڑھایا گیا ہو۔

اس کے علاوہ اس پر امام طحاوی رحمہ اللہ نے بھی یہ اعتراض کیا ہے کہ اگر یہ مان لیا جائے کہ سات حروف سے مراد سات قبائل کی لغات ہیں، تو یہ اس آیت کے خلاف ہوگا جس میں ارشاد ہے:

﴿ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ ﴾[ابراهيم:۴]

''اور ہم نے نہیں بھیجا کوئی رسول مگر اس کی قوم کی زبان میں۔''

اور یہ بات طے شدہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی قوم قریش تھی، اس لیے ظاہر یہی ہے کہ قرآن صرف قریش کی لغت پر نازل ہوا ہے۔[مشكل الآثار:۴/۱۸۵،۱۸۶] امام طحاوی رحمہ اللہ کی اس بات کی تائید یوں بھی ہوتی ہے کہ جس وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن کریم کی جمع ثانی کا ارادہ فرمایا اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کو مصحف تیار کرنے کا حکم دیا، اس وقت انہیں یہ ہدایت فرمائی تھی:

إذا اختلفتم أنتم في شيء من القرآن فاكتبوه بلسان قريش فانما نزل بلسانهم

[صحيح البخاري:۳۵۰۶]

''جب قرآن (کی کتابت) میں تمہارے درمیان کوئی اختلاف ہو تو اُسے قریش کی لغت پر لکھنا، کیونکہ قرآن انہی کی زبان میں نازل ہوا ہے۔''

اس میں حضرت عثمانؓ نے تصریح فرما دی ہے کہ قرآن صرف قریش کی زبان میں نازل ہوا ہے، رہا یہ سوال کہ پھر اختلاف پیش آنے کا کیا مطلب ہے؟ سو اس کا مفصل جواب ان شاء اللہ آگے آئے گا۔

اس کے علاوہ اس قول کے قائلین اس بات پر متفق ہیں کہ 'احرفِ سبعہ' اور 'قراءات' دونوں الگ الگ چیزیں ہیں، قراءات کا اختلاف جو آج تک موجود ہے وہ صرف ایک حرف یعنی لغت قریش کے اندر ہے اور باقی حروف یا منسوخ ہوگئے یا مصلحتاً انہیں ختم کر دیا گیا۔ اس پر دوسرے اشکالات کے علاوہ ایک اشکال یہ بھی ہوتا ہے کہ پورے ذخیرۂ احادیث میں کہیں اس بات کا ثبوت نہیں ملتا کہ قرآن کریم کی تلاوت میں دو قسم کے اختلافات تھے، ایک 'سبعہ احرف' کے اور ایک قراءات کے، بلکہ احادیث میں جہاں کہیں قرآن کریم کے کسی لفظی اختلاف کا ذکر آیا ہے وہاں صرف 'احرف' کا اختلاف ذکر کیا گیا ہے، قراءات کا کوئی جداگانہ اختلاف بیان نہیں کیا گیا، ان وجوہ کی بناء پر یہ قول بھی نہایت کمزور معلوم ہوتا ہے۔

④ چوتھا مشہور قول امام طحاویؒ کا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ قرآن کریم نازل تو صرف قریش کی لغت پر ہوا تھا، لیکن چونکہ اہل عرب مختلف علاقوں اور مختلف قبائل سے تعلق رکھتے تھے اور ہر ایک کے لیے اس ایک لغت پر قرآن کریم کی تلاوت بہت دشوار تھی، اس لیے ابتداء اسلام میں یہ اجازت دے دی گئی تھی کہ وہ اپنی علاقائی زبان کے مطابق قرآن کریم کی تلاوت کر لیا کریں۔ چنانچہ جن لوگوں کے لیے قرآن کریم کے اصلی الفاظ سے تلاوت مشکل تھی، ان کے لیے خود آنحضرت ﷺ نے ایسے مرادفات متعین فرما دیئے تھے جن سے وہ تلاوت کر سکیں، یہ مرادفات قریش اور غیر قریش دونوں کی لغات سے منتخب کئے گئے تھے اور یہ بالکل ایسے تھے جیسے تعال کی جگہ هلم یا اقبل یا ادن پڑھ دیا جائے۔ معنی سب کے ایک ہی رہتے ہیں، لیکن یہ اجازت صرف اسلام کے ابتدائی دور میں تھی، جبکہ تمام اہل عرب قرآنی زبان کے پوری طرح عادی نہیں ہوئے تھے، پھر رفتہ رفتہ اس قرآنی زبان

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا دائرہ اثر بڑھتا گیا۔ اہل عرب اس کے عادی ہوگئے اور ان کے لیے اسی اصلی لغت پر قرآن کی تلاوت آسان ہوگئی تو آنحضرت ﷺ نے وفات سے پہلے رمضان میں حضرت جبریل علیہ السلام سے قرآن کریم کا آخری دور کیا۔ جسے عرضۂ اخیرہ کہا جاتا ہے۔ اس موقع پر یہ مرادفات سے پڑھنے کی اجازت ختم کردی گئی اور صرف وہی طریقہ باقی رہ گیا جس پر قرآن نازل ہوا تھا۔ [مشکل الآثار:۴/۱۸۶ تا ۱۹۱]

اس قول کے مطابق 'سات حروف' والی حدیث کسی مخصوص زمانے سے متعلق ہے، جب تلاوت میں مرادفات استعمال کرنے کی اجازت تھی اور اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ قرآن کریم سات حروف پر نازل ہوا ہے، بلکہ مطلب یہ تھا کہ وہ اس وسعت کے ساتھ نازل ہوا ہے کہ اُسے ایک مخصوص زمانے تک سات حروف پر پڑھا جاسکے گا اور سات حروف سے بھی مراد یہ نہیں ہے کہ قرآن کریم کے ہر کلمہ میں سات مرادفات کی اِجازت ہے، بلکہ مقصد یہ تھا کہ زیادہ سے زیادہ جتنے مرادفات استعمال کئے جاسکتے ہیں اُن کی تعداد سات ہے اور اس اجازت کا مفہوم بھی یہ نہ تھا کہ ہر شخص اپنی مرضی سے جو الفاظ چاہے استعمال کرلے، بلکہ متبادل الفاظ کی تعیین بھی خود آنحضرت ﷺ نے فرما دی تھی اور ہر شخص کو آپؐ نے اس طرح قرآن سکھلایا تھا جو اس کے لیے آسان ہو، لہٰذا صرف اُن مرادفات کی اجازت دی گئی تھی جو حضور ﷺ سے ثابت تھے۔ [فتح الباري:۹/۲۲، ۲۳]

امام طحاویؒ کے علاوہ حضرت سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ، ابن وہب رحمہ اللہ اور حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے بھی یہی قول اختیار کیا ہے بلکہ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے تو اس قول کو اکثر علماء کی طرف منسوب کیا ہے۔

[شرح الموطأ للزرقاني:۴/۱۱]

یہ قول پچھلے تمام اقوال کے مقابلہ میں زیادہ قرین قیاس ہے، اور اس کے قائلین اپنی دلیل میں مسند احمدؒ کی وہ روایت پیش کرتے ہیں جو حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

أن جبريل قال يا محمد اقرأ القرآن على حرف، قال ميكائيكل استزده حتىٰ بلغ سبعة أحرف، قال كل شافٍ كافٍ ما لم تخلط آية عذاب برحمة أو رحمة بعذاب، نحو قولك تعال وأقبل وهلم واذهب واسرع وعجّل [هذا اللفظ رواية احمد وإسناده جيد، أوجز المسالك:۴/۳۵۷]

''جبریل علیہ السلام نے (حضور ﷺ سے) کہا کہ اے محمدؐ! قرآن کریم کو ایک حرف پر پڑھیے، میکائیل علیہ السلام نے (حضور ﷺ سے) کہا اس میں اضافہ کروایئے۔ یہاں تک کہ معاملہ سات حروف تک پہنچ گیا، حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا، ان میں سے ہر ایک شافی کافی ہے۔ تاوقتیکہ آپ عذاب کی آیت کو رحمت سے یا رحمت کو عذاب سے مخلوط نہ کریں، یہ ایسا ہی ہوتا جیسے آپ تعال (آؤ) کے معنی کو أقبل، هلم، اذهب، أسرع اور عجل کے الفاظ سے ادا کریں۔''

اس قول پر اور تو کوئی اشکال نہیں ہے، لیکن ایک الجھن اس میں بھی باقی رہتی ہے اور وہ یہ کہ قرآن کریم کی جو مختلف قراءتیں آج تک متواتر چلی آرہی ہیں، اس قول کے مطابق ان کی حیثیت واضح نہیں ہوتی، اگر ان قراءتوں کو 'سات حروف' سے الگ کوئی چیز قرار دیا جائے تو اس کے لیے دلیل کی ضرورت ہے، احادیث کے وسیع ذخیرے میں 'احرف' کے اختلاف کے علاوہ قرآن کریم کے کسی اور لفظی اختلاف میں 'احرف سبعہ' کے علاوہ ایک اور قسم کا اختلاف

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی تھا، اس الجھن کا کوئی اطمینان بخش حل اس قول کے قائلین کے یہاں مجھے نہیں مل سکا۔

'سبعہ احرف' کی راجح ترین تشریح

ہمارے نزدیک قرآن کریم کے 'سات حروف' کی سب سے بہتر تشریح اور تعبیر یہ ہے کہ حدیث میں 'حروف کے اختلاف' سے مراد 'قراءتوں کا اختلاف' ہے اور سات حروف سے مراد 'اختلاف قراءات' کی سات نوعیتیں ہیں، چنانچہ قراءتیں تو اگرچہ سات سے زائد ہیں، لیکن ان قراءتوں میں جو اختلافات پائے جاتے ہیں، وہ سات اقسام پر منحصر ہیں، (ان سات اقسام کی تشریح آگے آرہی ہے)

ہمارے علم کے مطابق یہ قول متقدمین میں سے سب سے پہلے امام مالک رحمہ اللہ کے یہاں ملتا ہے مشہور مفسر قرآن علامہ نظام الدین قمی نیشاپوری رحمہ اللہ اپنی تفسیر غرائب القرآن میں لکھتے ہیں کہ احرف سبعہ کے بارے میں امام مالک رحمہ اللہ کا یہ مذہب منقول ہے کہ اس سے مراد قراءات میں مندرجہ ذیل سات قسم کے اختلافات ہیں:

① مفرد اور جمع کا اختلاف، کہ ایک قراءت میں لفظ مفرد آیا ہو اور دوسری میں صیغۂ جمع، مثلاً وتمت كلمة ربك، اور كلمات ربك،

② تذکیر وتانیث کا اختلاف، کہ ایک میں لفظ مذکر استعمال ہوا اور دوسری میں مونث جیسے لا يقبل اور لا تقبل۔

③ وجوہ اعراب کا اختلاف، کہ زیر زبر وغیرہ بدل جائیں، مثلاً هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللهِ اور غَيْرِ اللهِ

④ صرفی ہیئت کا اختلاف، جیسے يَعْرِشُوْنَ اور يُعَرِّشُوْنَ

⑤ ادوات (حروف نحویہ) کا اختلاف، جیسے لٰكِنَّ الشَّيَاطِيْنَ اور لٰكِنِ الشَّيَاطِيْنُ

⑥ لفظ کا ایسا اختلاف جس سے حروف بدل جائیں، جیسے تعلمون اور يعلمون اور ننشزها اور ننشرها

⑦ لہجوں کا اختلاف، جیسے تخفیف، تفخیم، امالہ، مد، قصر، اظہار اور ادغام وغیرہ۔

[غرائب القرآن ورغائب الفرقان، هامش ابن جرير: ۲۱/۱]

پھر یہی قول علامہ ابن قتیبہ رحمہ اللہ، امام ابوالفضل رازی رحمہ اللہ، قاضی ابوبکر بن الطیب باقلانی رحمہ اللہ اور محقق ابن الجزری رحمہ اللہ نے اختیار فرمایا ہے۔ ابن قتیبہ رحمہ اللہ، ابوالفضل رازی رحمہ اللہ اور ابن الجزری رحمہ اللہ کے اقوال، [فتح الباري: ۲۶،۲۵/۹]، اور [الاتقان: ۴۷/۱]، میں موجود ہیں اور قاضی ابن الطیب رحمہ اللہ کا قول [تفسير القرطبي: ۴۵/۱] میں دیکھا جاسکتا ہے۔

محقق ابن الجزری رحمہ اللہ جو قراءات کے مشہور امام ہیں اپنا یہ قول بیان کرنے سے قبل تحریر فرماتے ہیں:

''میں اس حدیث کے بارے میں اشکالات میں مبتلا رہا اور اس پر تیس سال سے زیادہ غور وفکر کرتا رہا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر اس کی ایسی تشریح کھول دی جو ان شاء اللہ صحیح ہوگی۔'' [النشر فی القراءات العشر: ۲۶/۱]

یہ سب حضرات اس بات پر تو متفق ہیں کہ حدیث میں ''سات حروف'' سے مراد اختلاف قراءت کی سات نوعیتیں ہیں، لیکن پھر ان نوعیّتوں کی تعیین میں ان حضرات کے اقوال میں تھوڑا تھوڑا فرق ہے، جس کی وجہ یہ ہے کہ ہر ایک نے قراءات کا استقراء اپنے طور پر الگ الگ کیا ہے، ان میں جن صاحب کا استقراء سب سے زیادہ منضبط، مستحکم اور جامع ومانع ہے، وہ امام ابوالفضل رازی رحمہ اللہ ہیں، فرماتے ہیں: کہ قراءات کا اختلاف سات اقسام میں منحصر ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

① **اسماء کا اختلاف**، جس میں افراد، تثنیہ، جمع اور تذکیر و تانیث دونوں کا اختلاف داخل ہے، (اس کی مثال وہی تمت كلمة ربك ہے، جو ایک قراءت میں تمت كلمات ربك بھی پڑھا گیا ہے)

② **افعال کا اختلاف**، کہ کسی قراءت میں صیغۂ ماضی ہو، کسی میں مضارع اور کسی میں امر (اس کی مثال ربنا باعد بين أسفارنا ہے کہ ایک قراءت میں اس کی جگہ ربنا بعد بين أسفارنا بھی آیا ہے)

③ **وجوہ اعراب کا اختلاف**، جس میں اعراب یا حرکات مختلف قراءتوں میں مختلف ہوں (اس کی مثال وَلَا يُضَارَّ كَاتِبٌ اور لَا يُضَارُّ كَاتِبٌ اور ذُوْالْعَرْشِ المَجِيْدُ اور ذُوْالعَرْشِ المَجِيْدِ)

④ **الفاظ کی کمی بیشی کا اختلاف**، کہ ایک قراءت میں کوئی لفظ کم اور دوسری میں زیادہ ہو (مثلاً ایک قراءت میں وما خلق الذكر والانثى ہے اور دوسری میں والذكر والانثىٰ ہے اور اس میں وما خلق کا لفظ نہیں ہے، اسی طرح ایک قراءت میں تجری من تحتها الانهر اور دوسری میں تجری تحتها الانهر)

⑤ **تقدیم وتاخیر کا اختلاف** کہ ایک قراءت میں کوئی لفظ مقدم اور دوسری میں مؤخر ہے۔ (مثلاً وجاء ت سكرة الموت بالحق اور جاء ت سكرة الحق بالموت)

⑥ **بدلیت کا اختلاف**، کہ ایک قراءت میں ایک لفظ ہے اور دوسری قراءت میں اس کی جگہ دوسرا لفظ (مثلاً ننشزها اور ننشرها، نیز فتبينوا یا فتثبتوا اور طلح اور طلع)

⑦ **لہجوں کا اختلاف**، جس میں تفخیم، ترقیق، امالہ، قصر، مد، ہمز، اظہار اور ادغام وغیرہ کے اختلاف شامل ہیں۔ [فتح الباری:۹/۳۴] (مثلاً موسیٰ ایک قراءت امالہ کے ساتھ ہے، اور دوسری میں بغیر امالہ کے ہے)

علامہ ابن الجزری رحمہ اللہ، علامہ ابن قتیبہ رحمہ اللہ اور قاضی ابوطیب رحمہ اللہ کی بیان کردہ وجوہ اختلاف بھی اس سے ملتی جلتی ہیں، البتہ امام ابوالفضل رازی رحمہ اللہ کا استقراء اس لیے زیادہ جامع معلوم ہوتا ہے کہ اس میں کسی قسم کا اختلاف چھوٹا نہیں ہے، اس کے برخلاف باقی تین حضرات کی بیان کردہ وجوہ میں آخری قسم یعنی لہجوں کے اختلاف کا بیان نہیں ہے، اور امام مالک رحمہ اللہ کی بیان کردہ وجوہ میں لہجوں کا اختلاف تو بیان کیا گیا ہے، لیکن الفاظ کی کمی بیشی، تقدیم و تاخیر اور بدلیت کے اختلافات کی پوری وضاحت نہیں ہے، اس کے برخلاف امام ابوالفضل رازی رحمہ اللہ کے استقراء میں یہ تمام اختلافات وضاحت کے ساتھ جمع ہوگئے ہیں، محقق ابن الجزری رحمہ اللہ جنہوں نے تیس سال سے زائد غور وفکر کرنے کے بعد سات احرف کو سات وجوہ اختلاف پر محمول کیا ہے۔ انہوں نے بھی امام ابوالفضل رحمہ اللہ کا قول بڑی وقعت کے ساتھ نقل فرمایا ہے اور اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا بلکہ اُن کے مجموعی کلام سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ انہیں امام ابوالفضل رحمہ اللہ کا استقراء خود اپنے استقراء سے بھی زیادہ پسند آیا ہے۔ [النشر في القراءات العشر:۱/۲۷، ۲۸]

اس کے علاوہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے کلام سے بھی یہ محسوس ہوتا ہے کہ انہوں نے ان تینوں اقوال میں امام ابوالفضل رازیؒ کے استقراء کو ترجیح دی ہے، کیونکہ انہوں نے علامہ ابن قتیبہ رحمہ اللہ کا قول نقل کرکے لکھا ہے کہ هذا وجه حسن (یہ اچھی توجیہ ہے) پھر امام ابوالفضل کی بیان کردہ سات وجوہ بیان کرکے تحریر فرمایا ہے:

"قلت وقد أخذ كلام ابن قتيبة ونقحه" [فتح الباري:۹/۲۴]

"میرا خیال ہے کہ امام ابوالفضل رازیؒ نے ابن قتیبہ کا قول اختیار کرکے اُسے اور نکھار دیا ہے۔"

آخری دور میں شیخ عبدالعظیم الزرقانی رحمہ اللہ نے بھی انہی کے قول کو اختیار کرکے اس کی تائید میں متعلقہ دلائل پیش

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کئے ہیں۔ [مناهل العرفان فی علوم القرآن:۱/۱۵۴ تا ۱۵۶]

بہرکیف! استقراء کی وجوہ میں تو اختلاف ہے، لیکن اس بات پر امام مالک علامہ ابن قتیبہ، امام ابوالفضل رازی، محقق ابن الجزری اور قاضی باقلانی رحمہم اللہ پانچوں حضرات متفق ہیں کہ حدیث میں سات حروف سے مراد قراءت کے وہ اختلاف ہیں جو سات نوعیّتوں میں منحصر ہیں۔

احقر کی ناچیز رائے میں 'سبعہ احرف' کی یہ تشریح سب سے زیادہ بہتر ہے۔ حدیث کا منشاء یہی معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم کے الفاظ کو مختلف طریقوں سے پڑھا جاسکتا ہے اور یہ مختلف طریقے اپنے نوعیّتوں کے لحاظ سے سات ہیں، ان سات نوعیّتوں کی کوئی تعیین چونکہ کسی حدیث میں موجود نہیں ہے اس لیے یقین کے ساتھ تو کسی کے استقراء کے بارے میں نہیں کہا جاسکتا کہ حدیث میں وہی مراد ہے لیکن بظاہر امام ابوالفضل رازیؒ کا استقراء زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے کیونکہ وہ موجودہ قراءات کی تمام انواع کو جامع ہے۔

اس قول کی وجوہ ترجیح

'سبعہ احرف' کی تشریح میں جتنے اقوال حدیث، تفسیر اور علوم قرآن کی کتابوں میں بیان ہوئے ہیں ہمارے نزدیک اُن سب میں یہ قول (کہ سات حروف سے مراد اختلاف قراءت کی سات نوعیتیں ہیں) سب سے زیادہ راجح، قابل اعتماد اور اطمینان بخش ہے اور اس کی مندرجہ ذیل وجوہ ہیں:

① اس قول کے مطابق 'حروف' اور 'قراءات' کو دو الگ الگ چیزیں قرار دینا نہیں پڑتا۔ علامہ ابن جریر رحمہ اللہ اور امام طحاوی رحمہ اللہ کے اقوال میں ایک مشترک الجھن یہ ہے کہ ان میں یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ قرآن کریم کی تلاوت میں دو قسم کے اختلافات تھے، ایک حروف کا اختلاف اور دوسرا قراءات کا اختلاف۔ حروف کا اختلاف اب ختم ہوگیا اور قراءات کا اختلاف باقی ہے، حالانکہ احادیث کے اتنے بڑے ذخیرے میں کوئی ایک ضعیف حدیث بھی ایسی نہیں ملتی جس سے یہ ثابت ہو کہ 'حروف' اور 'قراءات' دو الگ الگ چیزیں ہیں، احادیث میں صرف حروف کے اختلاف کا ذکر ملتا ہے اور اسی کے لیے کثرت سے 'قراءت' کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ اگر 'قراءات' ان 'حروف' سے الگ ہوتیں تو کسی نہ کسی حدیث میں اُن کی طرف کوئی اشارہ تو ہونا چاہئے تھا، آخر کیا وجہ ہے کہ 'حروف' کے اختلاف کی احادیث تو تقریباً تواتر تک پہنچی ہوئی ہیں، اور 'قراءات' کے جداگانہ اختلاف کا ذکر کسی حدیث میں بھی نہیں ہے؟ محض اپنی قیاس سے یہ کہہ دینا کیونکر ممکن ہے کہ اختلاف حروف کے علاوہ قرآن کریم کے الفاظ میں ایک دوسری قسم کا اختلاف بھی تھا؟

مذکورہ بالا قول میں یہ اُلجھن بالکل رفع ہوجاتی ہے، اس لیے کہ اس میں 'حروف' اور 'قراءات' کو ایک ہی چیز قرار دیا گیا ہے۔

② علامہ ابن جریر رحمہ اللہ کے قول پر یہ ماننا پڑتا ہے کہ سات حروف میں سے چھ حروف منسوخ یا متروک ہوگئے اور صرف ایک حرف قریش باقی رہ گیا۔ (موجودہ قراءات اسی حرف قریش کی ادائیگی کے اختلافات ہیں) اور اس نظریہ کی قباحتیں ہم آگے تفصیل کے ساتھ بیان کریں گے، مذکورہ بالا آخری قول میں یہ قباحتیں نہیں ہیں، کیونکہ اس کے مطابق ساتوں حروف آج بھی باقی اور محفوظ ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

③ اس قول کے مطابق 'سات حروف' کے معنی بلا تکلف صحیح ہوجاتے ہیں جبکہ دوسرے اقوال میں یا 'حروف' کے معنی میں تاویل کرنی پڑتی ہے یا 'سات' کے عدد میں۔

④ 'سبعہ احرف' کے باب میں جتنے علماء کے اقوال ہماری نظر سے گذرے ہیں، اُن میں سب سے زیادہ جلیل القدر اور عہد رسالتؐ سے قریب تر ہستی امام مالک رحمہ اللہ کی ہے اور وہ علامہ نیشاپوری رحمہ اللہ کے بیان کے مطابق اسی قول کے قائل ہیں۔

⑤ علامہ ابن قتیبہ رحمہ اللہ اور محقق ابن الجزری رحمہ اللہ دونوں علم قراءات کے مسلم الثبوت امام ہیں، اور دونوں اسی قول کے قائل ہیں اور مؤخر الذکر کا یہ قول پہلے گذر چکا ہے کہ انہوں نے تیس سال سے زائد اس حدیث پر غور کرنے کے بعد اس قول کو اختیار کیا ہے۔

اس قول پر وارد ہونے والے اعتراضات اور اُن کا جواب

اب ایک نظر اُن اعتراضات پر بھی ڈال لیجئے جو اس قول پر وارد ہوسکتے ہیں یا وارد کئے گئے ہیں:

❶ اس پر ایک اعتراض تو یہ کیا گیا ہے کہ اس قول میں جتنی وجوہ اختلاف بیان کی گئی ہیں وہ زیادہ تر صرفی اور نحوی تقسیمات پر مبنی ہیں، حالانکہ آنحضرت ﷺ نے جس وقت یہ حدیث ارشاد فرمائی اس وقت صرف ونحو کی یہ فنی اِصطلاحات اور تقسیمات رائج نہیں ہوئی تھیں، اُس وقت اکثر لوگ لکھنا پڑھنا بھی نہیں جانتے تھے، ایسی صورت میں ان وجوہ اختلاف کو 'سبعہ احرف' قرار دینا مشکل معلوم ہوتا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے یہ اعتراض نقل کرکے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ:

"ولا یلزم من ذلك توهین ما ذهب إلیه ابن قتیبة لاحتمال أن یكون الانحصار المذكور فی ذلك وقع اتفاقاً وإنما اطلع علیه بالاستقراء وفی ذلك من الحكمة البالغة مالا یخفی" [فتح الباری:۹/۲۴]

"اس سے ابن قتیبہؒ کے قول کی کمزوری لازم نہیں آتی، اس لیے کہ یہ ممکن ہے کہ مذکورہ انحصار اتفاقاً ہوگیا ہو اور اس کی اطلاع استقراء کے ذریعہ ہوگئی ہو اور اس میں جو حکمت بالغہ ہے وہ پوشیدہ نہیں۔"

ہماری ناچیز فہم کے مطابق اس جواب کا حاصل یہ ہے کہ یہ درست ہے عہد رسالتؐ میں یہ اصطلاحات رائج نہ تھیں اور شاید یہی وجہ ہو کہ آنحضرت ﷺ نے "سبعۃ احرف" کی تشریح اس دور میں نہیں فرمائی۔ لیکن یہ ظاہر ہے کہ یہ فنی اصطلاحات جن مفاہیم سے عبارت ہیں وہ مفاہیم تو اس دور میں بھی موجود تھے۔ اگر آنحضرت ﷺ نے ان مفاہیم کے لحاظ سے وجوہ اختلاف کو سات میں منحصر قرار دے دیا ہو تو اس میں کیا تعجب ہے؟ ہاں اُس دور میں اگر سات وجوہ اختلاف کی تفصیل بیان کی جاتی، تو شاید عامۃ الناس کی سمجھ سے بالاتر ہوتی۔ اس لیے آپؐ نے اس کی تفصیل بیان فرمانے کے بجائے صرف اتنا واضح فرما دیا کہ یہ وجوہ اختلاف کل سات میں منحصر ہیں بعد میں جب یہ اصطلاحات رائج ہوگئیں تو علماء نے استقراء تام کے ذریعہ ان وجوہ اختلاف کو اصطلاحی الفاظ سے تعبیر کردیا، یہ ہم پہلے عرض کرچکے ہیں کہ کسی خاص شخص کے استقراء کے بارے میں یقین کامل سے یہ کہنا مشکل ہے کہ حضور اقدس ﷺ کی مراد یہی تھی، لیکن جب مختلف لوگوں کا استقراء یہ ثابت کررہا ہے کہ وجوہ اختلاف کل سات ہیں تو اس بات کا قریب قریب یقین ہوجاتا ہے کہ "سبعۃ احرف" سے آپؐ کی مراد سات وجوہ اختلاف تھیں، خواہ ان کی تفصیل بعینہٖ وہ نہ ہو جو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعد میں استقراء کے ذریعے معین کی گئی ہے بالخصوص جبکہ 'سبعہ احرف' کی تشریح میں کوئی اور صورت معقولیت کے ساتھ بنتی ہی نہیں ہے۔

سات حروف کے ذریعہ کیا آسانی پیدا ہوئی؟

❷ اس قول پر دوسرا اعتراض یہ ہوسکتا ہے کہ قرآن کریم کو سات حروف پر اس لیے نازل کیا گیا، تاکہ امت کے لیے تلاوت قرآن میں آسانی پیدا کی جائے۔ یہ آسانی علامہ ابن جریر رحمہ اللہ کے قول پر تو سمجھ میں آتی ہے کیونکہ عرب میں مختلف قبائل کے لوگ تھے اور ایک قبیلے کے لیے دوسرے قبیلے کی لغت پر قرآن پڑھنا مشکل تھا لیکن امام مالک رحمہ اللہ، امام رازی رحمہ اللہ اور ابن الجزری رحمہ اللہ وغیرہ کے اس قول پر تو ساتوں حروف ایک لغت قریش ہی سے متعلق ہیں۔اس میں یہ بات واضح نہیں ہوتی کہ جب قرآن کریم ایک ہی لغت پر نازل کرنا تھا تو اس میں قراءات کا اختلاف باقی رکھنے کی کیا ضرورت تھی؟

اس اعتراض کی بنیاد اس بات پر ہے کہ آنحضرت ﷺ نے تلاوت قرآن میں سات حروف کی جو سہولت اُمت کے لیے مانگی تھی اس میں قبائل عرب کا اختلاف لغت آپؐ کے پیش نظر تھا۔ حافظ ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے اسی بناء پر 'سات حروف' کو 'سات لغات عرب' کے معنی پہنائے ہیں، حالانکہ یہ وہ بات ہے جس کی تائید کسی حدیث سے نہیں ہوتی۔اس کے برعکس ایک حدیث میں سرکار دو عالم ﷺ نے صراحت و وضاحت کے ساتھ یہ بیان فرمادیا ہے کہ سات حروف کی آسانی طلب کرتے ہوئے آپ ﷺ کے پیش نظر کیا بات تھی؟ امام ترمذی رحمہ اللہ نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ:

"لقی رسول اللہ ﷺ جبریل عند احجار المراء فقال رسول اللہ ﷺ لجبریل: إنی بُعثت إلی أُمة أُمیین فیهم الشیخ الفانی والعجوز الکبیرة والغلام، قال فمرهم فلیقرء وا القرآن علیٰ سبعة أحرف" [النشر فی القراء ات العشر:۲۰/۱]

"رسول اللہ ﷺ کی حضرت جبریل علیہ السلام سے مراء کے پتھروں کے قریب ملاقات ہوئی، آپؐ نے حضرت جبریلؑ سے فرمایا: میں ایک اَن پڑھ اُمت کی طرف بھیجا گیا ہوں جس میں لبِ گور بوڑھے بھی ہیں، سن رسیدہ بوڑھیاں بھی اور بچے بھی، حضرت جبریلؑ نے فرمایا کہ اُن کو حکم دیجئے کہ وہ قرآن کو سات حروف پر پڑھیں۔"

ترمذی ہی کی دوسری روایت میں الفاظ یہ ہیں کہ آپؐ نے حضرت جبریلؑ سے فرمایا:

«إنی بعثت إلی أُمة أُمیین منهم العجوز والشیخ والکبیر والغلام والجاریة والرجل الذی لم یقرأ کتابا قط» [سنن الترمذی:۲۹۴۴]

"مجھے ایک اَن پڑھ اُمت کی طرف بھیجا گیا ہے جن میں بوڑھیاں بھی ہیں، بوڑھے بھی، سن رسید بھی، لڑکے بھی اور لڑکیاں بھی اور ایسے لوگ بھی جنہوں نے کبھی کوئی کتاب نہیں پڑھی۔"

اس حدیث کے الفاظ صراحت اور وضاحت کے ساتھ بتلا رہے ہیں کہ اُمت کے لیے سات حروف کی آسانی طلب کرنے میں آنحضرت ﷺ کے پیش نظر یہ بات تھی کہ آپؐ ایک اُمی اور اَن پڑھ قوم کی طرف مبعوث ہوئے ہیں۔جس میں ہر طرح کے افراد ہیں۔ اگر قرآن کریم کی تلاوت کے لیے صرف ایک ہی طریقہ متعین کردیا گیا تو اُمت مشکل میں مبتلا ہوجائے گی۔ اس کے برعکس اگر کئی طریقے رکھے گئے تو یہ ممکن ہوگا کہ کوئی شخص ایک طریقے سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تلاوت پر قادر نہیں ہے تو وہ دوسرے طریقہ سے انہی الفاظ کو ادا کردے۔ اس طرح اس کی نماز اور تلاوت کی عبادات درست ہوجائیں گی۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ بوڑھوں، بوڑھیوں یا اَن پڑھ لوگوں کی زبان پر ایک لفظ ایک طریقہ سے چڑھ جاتا ہے اور اس کے لیے زیر زبر کا معمولی فرق بھی دشوار ہوتا ہے، اس لیے آپؐ نے یہ آسانی طلب فرمائی کہ مثلاً کوئی شخص معروف کا صیغہ ادا نہیں کرسکتا تو اس کی جگہ دوسری قراءت کے مطابق مجہول کا صیغہ ادا کرلے یا کسی کی زبان پر صیغۂ مفرد نہیں چڑھتا تو وہ اسی آیت کو صیغہ جمع سے پڑھ لے، کسی کے لیے لہجہ کا ایک طریقہ مشکل ہے تو دوسرا اختیار کرلے اور اس طرح اس کو پورے قرآن میں سات قسم کی آسانیاں مل جائیں گی۔

آپ نے مذکورہ بالا حدیث میں ملاحظہ فرمایا کہ اس میں آنحضرت ﷺ نے سات حروف کی آسانی طلب کرتے وقت یہ نہیں فرمایا کہ میں جس اُمت کی طرف بھیجا گیا ہوں وہ مختلف قبائل سے تعلق رکھتی ہے اور اُن میں سے ہر ایک کی لغت جدا ہے، اس لیے قرآن کریم کو مختلف لغات پر پڑھنے کی اِجازت دی جائے اس کے برخلاف آپؐ نے قبائلی اختلافات سے قطع نظر ان کی عمروں کا تفاوت اور اُن کے اُمی ہونے کی صفت پر زور دیا یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ سات حروف کی آسانی دینے میں بنیادی عامل قبائل کا لغوی اختلاف نہ تھا بلکہ اُمت کی ناخواندگی کے پیش نظر تلاوت میں ایک عام قسم کی سہولت دینا پیش نظر تھا، جس سے اُمت کے تمام افراد فائدہ اٹھاسکیں۔

❸ اس قول پر تیسرا اعتراض یہ ہوسکتا ہے کہ اختلاف قراءات کی جو سات نوعیتیں بیان کی گئی ہیں وہ خواہ مالکؒ یا ابوالفضل رازیؒ کی بیان کی ہوئی ہوں یا علامہ ابن قتیبہؒ، محقق ابن الجزریؒ اور قاضی ابن الطیبؒ کی، بہرحال ایک قیاس اور تخمینہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اسی وجہ سے ان حضرات میں سے ہر ایک نے ان سات وجوہ اختلاف کی تفصیل الگ الگ بیان کی ہے، اُن کے بارے میں یقین کے ساتھ یہ کیونکر باور کرلیا جائے کہ آنحضرت ﷺ کی مراد یہی تھی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ 'سبعہ احرف' کی کوئی واضح تشریح کسی حدیث یا کسی صحابی کے قول میں نہیں ملتی۔ اس لیے اس باب میں جتنے اقوال ہیں اُن سب میں روایات کو مجموعی طور پر جمع کرکے کوئی نتیجہ نکالا گیا ہے۔ اس لحاظ سے یہ قول زیادہ قرین صحت معلوم ہوتا ہے، کیونکہ اس پر کوئی بنیادی اعتراض واقع نہیں ہوتا۔ روایات کو مجموعی طور پر دیکھنے کے بعد ہمیں اس بات کا تو قریب قریب یقین ہوجاتا ہے کہ حدیث میں سات حروف سے مراد اختلاف قراءت کی سات نوعیتیں ہیں۔ رہی ان نوعیّتوں کی تعیین وتشخیص، سو اس کے بارے میں ہم پہلے بھی یہ عرض کرچکے ہیں کہ اسے معلوم کرنے کا ذریعہ استقراء کے سوا کوئی اور نہیں، امام ابوالفضل رازیؒ کا استقراء ہمیں جامع و مانع ضرور معلوم ہوتا ہے، مگر یقین کے ساتھ ہم کسی کے استقراء کے بارے میں یہ نہیں کہہ سکتے کہ حضور ﷺ کی مراد یہی تھی، لیکن اس سے یہ اصولی حقیقت مجروح نہیں ہوتی کہ 'سبعہ احرف' سے آنحضرت ﷺ کی مراد اختلاف قراءت کی سات نوعیتیں تھیں، جن کی تفصیل کا یقینی علم حاصل کرنے کا نہ ہمارے پاس کوئی راستہ ہے اور نہ اُس کی چنداں ضرورت ہے۔

❹ اس قول پر چوتھا اعتراض یہ ممکن ہے کہ اس قول میں 'حروف سبعہ' سے الفاظ اور ان کی ادائیگی کے طریقوں کا اختلاف مراد لیا گیا ہے، معانی سے اس میں بحث نہیں ہے، حالانکہ ایک روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد سات قسم کے معانی ہیں۔ امام طحاویؒ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت سے آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد نقل فرماتے ہیں:

"کان الکتاب الاول ینزل من باب واحد علی حرف واحد و نزل القرآن من سبعة أبواب علی سبعة أحرف زاجر وامرو حلال و حرام ومحکم ومتشابه وأمثال..... الخ"

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''پہلے کتاب ایک باب سے ایک حرف پر نازل ہوتی تھی اور قرآن کریم سات ابواب سے سات حروف پر نازل ہوا (وہ سات حروف یہ ہیں) زاجر (کسی بات سے روکنے والا) آمر (کسی چیز کا حکم دینے والا) حلال و حرام، محکم (جس کے معنی معلوم ہیں) متشابہ (جس کے یقینی معنی معلوم نہیں) اور امثال''

اسی بناء پر بعض علماء سے منقول ہے کہ انہوں نے سات حروف کی تفسیر سات قسم کے معانی سے کی ہے:

اس کا جواب یہ ہے کہ مذکورہ بالا روایت سند کے اعتبار سے کمزور ہے۔ امام طحاوی رحمہ اللہ اس کی سند پر کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اسے ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، حالانکہ ابوسلمہؓ کی ملاقات حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے نہیں ہوئی۔ [مشکل الآثار:۱۸۵/۴]

اس کے علاوہ قدیم زمانہ کے جن بزرگوں سے اس قسم کے اقوال منقول ہیں، ان کی تشریح کرتے ہوئے حافظ ابن جریر طبریؒ نے لکھا ہے کہ ان کا مقصد 'سبعہ احرف' والی حدیث کی تشریح کرنا نہیں تھا، بلکہ 'سبعہ احرف' کے زیر بحث مسئلہ سے بالکل الگ ہوکر یہ کہنا چاہتے تھے کہ قرآن کریم اس قسم کے مضامین پر مشتمل ہے۔ [تفسیر ابن جریر:۱۵/۱]

رہے وہ لوگ جنہوں نے 'سبعہ احرف' والی حدیث کی تشریح ہی میں اس قسم کی باتیں کہی ہیں، اُن کا قول بالکل بدیہی البطلان ہے۔ اس لیے کہ پیچھے جتنی احادیث نقل کی گئی ہیں، اُن کو سرسری نظر ہی سے دیکھ کر ایک معمولی عقل کا انسان بھی یہ سمجھ سکتا ہے کہ حروف کے اختلاف سے مراد معانی اور مضامین کا نہیں، بلکہ الفاظ کا اختلاف ہے چنانچہ محقق علماء میں سے کسی ایک نے بھی اس قول کا اختیار نہیں کیا، بلکہ اس کی تردید کی ہے۔ [تفصیل تردید کے لیے ملاحظہ ہو، الاتقان:۴۹/۱، نوع ۱۶، اور النشر فی القراء ات العشر لابن الجزری:۲۵/۱]

حروف سبعہ اب بھی محفوظ ہیں یا متروک ہوگئے

'سات حروف' کے معنی متعین ہوجانے کے بعد اہم بحث یہ ہے کہ یہ ساتوں حروف آج بھی باقی ہیں یا نہیں؟ اس مسئلہ میں متقدمین سے تین قول منقول ہیں:

❶ پہلا قول حافظ ابن جریر طبریؒ اور ان کے متبعین کا ہے، پیچھے ہم عرض کرچکے ہیں کہ ان کے نزدیک 'احرف سبعہ' سے مراد قبائل عرب کی سات لغات ہیں۔ اسی بناء پر وہ یہ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ تک قرآن کریم ان ساتوں حروف پر پڑھا جاتا تھا، لیکن حضرت عثمانؓ کے زمانے میں جب اسلام دور دراز ممالک تک پھیلا تو ان حروف سبعہ کی حقیقت نہ جاننے کی وجہ سے لوگوں میں جھگڑے ہونے لگے، مختلف لوگ مختلف حروف پر قرآن کریم کی تلاوت کرتے اور ایک دوسرے کی تلاوت کو غلط ٹھہراتے تھے۔ اس فتنہ کے انسداد کے لیے حضرت عثمانؓ نے صحابہ کرامؓ کے مشورے سے پوری اُمت کو صرف ایک حرف یعنی لغت قریش پر جمع کر دیا اور اسی کے مطابق سات مصاحف مرتب فرما کر مختلف صوبوں میں بھیج دیئے اور باقی تمام مصاحف کو نذر آتش کرا دیا تاکہ کوئی اختلاف پیدا نہ ہوسکے۔ لہٰذا اب صرف لغت قریش کا حرف باقی رہ گیا ہے اور باقی چھ حروف محفوظ نہیں رہے اور قراءتوں کا جو اختلاف آج تک باقی چلا آتا ہے وہ اسی ایک حرف قریش کی ادائیگی کے مختلف طریقے ہیں۔ [تفسیر ابن جریر:۱۵/۱]

حافظ ابن جریر رحمہ اللہ کا نظریہ اور اُس کی قباحتیں

حافظ ابن جریر طبریؒ نے چونکہ اپنا یہ نظریہ اپنی تفسیر کے مقدمہ میں بڑی تفصیل اور جزم و وثوق کے ساتھ بیان فرمایا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔اس لیے یہ قول بہت مشہور ہوگیا اور آج کل حروف سبعہ کی تشریح عموماً اسی کے مطابق کی جاتی ہے۔لیکن حقیقت یہ ہے کہ بیشتر محقق علماء [ان علماء کے اسماء گرامی آگے آرہے ہیں] نے اسے اختیار نہیں کیا بلکہ اس کی سختی کے ساتھ تردید فرمائی ہے۔کیونکہ اس قول پر متعدد الجھنیں ایسی کھڑی ہوجاتی ہیں جن کا کوئی حل نہیں ہے۔

اس نظریہ پر سب سے پہلا اعتراض تو وہی ہوتا ہے جو ہم پہلے ذکر کرچکے ہیں کہ اس میں 'حروف' اور 'قراءات' کو دو الگ الگ چیزیں قرار دیا گیا ہے۔حالانکہ یہ بات کسی حدیث سے ثابت نہیں۔

دوسرا اعتراض یہ ہوتا ہے کہ حافظ ابن جریر طبریؒ ایک طرف تو یہ تسلیم فرماتے ہیں کہ ساتوں حروف منزل من اللہ تھے۔دوسری طرف یہ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے صحابہؓ کے مشورے سے چھ حروف کی تلاوت کو ختم فرمادیا حالانکہ اس بات کو باور کرنا بہت مشکل ہے کہ صحابہ کرامؓ اُن حروف کو یکسر ختم کرنے پر متفق ہوگئے ہوں جو اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی فرمائش پر اُمت کی آسانی کے لیے نازل فرمائے تھے۔صحابہ کرامؓ کا اجماع بیشک دین میں حجت ہے، لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے یہ ممکن نہیں معلوم ہوتا کہ جس چیز کا قرآن ہونا تواتر کے ساتھ ثابت ہو، اُسے وہ صفحۂ ہستی سے مٹادینے پر متفق ہوجائیں۔

حافظ ابن جریرؒ نے اس اعتراض کا یہ جواب دیا ہے کہ دراصل امت کو قرآن کریم کی حفاظت کا حکم ہوا تھا اور اسے ساتھ ہی یہ اختیار بھی دے دیا تھا کہ وہ سات حروف میں سے جس حرف کو چاہے اختیار کرلے، چنانچہ اُمت نے اس اختیار سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک اجتماعی مصلحت کی خاطر چھ حروف کی تلاوت چھوڑ دی اور ایک حرف کی حفاظت پر متفق ہوگئی۔اس اقدام کا منشاء نہ اُن حروف کو منسوخ قرار دینا تھا اور نہ اُن کی تلاوت کو حرام قرار دینا تھا، بلکہ اپنے لیے اجتماعی طور پر ایک حرف کا انتخاب تھا۔

لیکن یہ جواب بھی اس لیے کمزور معلوم ہوتا ہے کہ اگر صورت یہی تھی تو کیا یہ مناسب نہ تھا کہ اُمت اپنے عمل کے لیے خواہ ایک حرف کو اختیار کرلیتی، باقی چھ حروف کا وجود سرے سے ختم کرنے کے بجائے اُسے کم از کم کسی ایک جگہ محفوظ رکھتی، تاکہ اُن کا وجود ختم نہ ہو، قرآن کریم کا یہ ارشاد ہے:

﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ [الحجر:۹]

''بلاشبہ ہم نے قرآن نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔''

جب ساتوں حروف قرآن تھے تو اس آیت کا صاف تقاضا یہ ہے کہ وہ ساتوں حروف قیامت تک محفوظ رہیں گے اور کوئی شخص ان کی تلاوت چھوڑنا بھی چاہے تو وہ ختم نہیں ہوسکیں گے، حافظ ابن جریر طبریؒ نے اس کی نظیر میں یہ مسئلہ پیش کیا ہے کہ قرآن کریم نے جھوٹی قسم کھانے کے کفارے میں انسانوں کو تین باتوں کا اختیار دیا ہے، یا تو وہ ایک غلام آزاد کرے یا دس مسکینوں کو کھانا کھلائے، یا دس مسکینوں کو کپڑے دے، اب اگر اُمت باقی صورتوں کو ناجائز قرار دیئے بغیر اپنے عمل کے لیے ان میں سے کوئی ایک صورت اختیار کرلے تو یہ اُس کے لیے جائز ہے، اسی طرح قرآن کے سات حروف میں سے اُمت نے ایک حرف کو اجتماعی طور پر اختیار کرلیا، لیکن یہ مثال اس لیے درست نہیں کہ اگر امت کفارۂ یمین کی تین صورتوں میں سے ایک صورت اس طرح اختیار کرلے کہ باقی صورتوں کو ناجائز تو نہ کہے لیکن عملاً ان کا وجود بالکل ختم ہوکر رہ جائے اور لوگوں کو صرف اتنا معلوم رہ جائے کہ کفارۂ یمین کی دو صورتیں اور تھیں جن پر اُمت نے عمل ترک کردیا، لیکن وہ صورتیں کیا تھیں؟ اُن کا جاننے والا بھی کوئی باقی نہ رہے تو یقیناً اُمت کے لیے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایسے اقدام کی گنجائش نہیں ہے۔

پھر سوال یہ ہے کہ باقی چھ حروف کو ترک کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی تھی؟ حافظ ابن جریرؒ نے فرمایا کہ مسلمانوں میں ان حروف کے اختلاف کی وجہ سے شدید جھگڑے ہو رہے تھے۔ اس لیے حضرت عثمان نے صحابہؓ کے مشورہ سے یہ مناسب سمجھا کہ ان سب کو ایک حرف پر متحد کر دیا جائے، لیکن یہ بھی ایسی بات ہے جسے باور کرنا بہت مشکل ہے۔ حروف کے اختلاف کی بناء پر مسلمانوں کا اختلاف تو خود سرکار دو عالم ﷺ کے زمانے میں بھی پیش آیا تھا، احادیث میں ایسے متعدد واقعات مروی ہیں کہ ایک صحابی نے دوسرے صحابی کو مختلف طریقے سے قرآن کریم کی تلاوت کرتے سنا تو باہمی اختلاف کی نوبت آ گئی، یہاں تک کہ صحیح بخاری کی روایت کے مطابق حضرت عمر رضی اللہ عنہ تو حضرت ہشام بن حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کے گلے میں چادر ڈال کر انہیں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں لے آئے تھے اور حضرت اُبی بن کعبؓ فرماتے ہیں کہ حروف کا یہ اختلاف سن کر میرے دل میں زبردست شکوک پیدا ہونے لگے تھے، لیکن اس قسم کے واقعات کی بناء پر آنحضرت ﷺ نے حروف سبعہ کو ختم کرنے کے بجائے انہیں حروف کی رخصت سے آگاہ فرمایا، اور اس طرح کوئی فتنہ پیدا نہیں ہو سکا۔ صحابہ کرامؓ سے یہ بعید ہے کہ انہوں نے اس اسوۂ حسنہ پر عمل کرنے کے بجائے چھ حروف ختم کرنے کا فیصلہ کر لیا ہو۔

پھر عجیب بات ہے کہ علامہ ابن جریرؒ کے قول کے مطابق صحابہؓ نے چھ حروف تو اختلاف کے ڈر سے ختم فرما دیئے اور قراءتیں (جو اُن کے قول میں حروف سے الگ ہیں) جوں کی توں باقی رکھیں، چنانچہ وہ آج تک محفوظ چلی آتی ہیں۔ سوال یہ ہے کہ افتراق و اختلاف کا جو اندیشہ مختلف حروف پر قرآن کی تلاوت جاری رکھنے میں تھا کیا وہی اندیشہ قراءات کے اختلاف میں نہیں تھا؟ جبکہ ان قراءتوں کی روشنی میں بعض مرتبہ ایک ایک لفظ بیس بیس مختلف طریقوں سے پڑھا جاتا ہے؟ اگر چھ حروف ختم کرنے کا منشاء یہی تھا کہ مسلمانوں میں اتحاد پیدا ہو اور وہ سب ایک طریقہ سے قرآن کی تلاوت کیا کریں تو قراءتوں کے اختلاف کو آخر کیوں ختم نہیں کیا گیا؟ جب قراءات کے اختلاف کو باوجود مسلمانوں کے انتشار کو روکا جا سکتا تھا اور مسلمانوں کو یہ سمجھایا جا سکتا تھا کہ ان تمام طریقوں سے تلاوت جائز ہے تو یہی تعلیم حروف سبعہ کے باب میں فتنہ کا سبب کیوں سمجھ لی گئی؟ حقیقت یہ ہے کہ حافظ ابن جریرؒ کے قول پر 'حروف سبعہ' اور 'قراءات' کے بارے میں صحابہ کرامؓ کی طرف ایسی حیرت انگیز دو عملی منسوب کرنی پڑتی ہے جس کی کوئی معقول توجیہ سمجھ میں نہیں آتی

پھر حضرت عثمانؓ اور دوسرے صحابہ کرامؓ کی طرف اتنے بڑے اقدام کی نسبت کسی صریح اور صحیح روایت کی بناء پر نہیں بلکہ بعض مجمل الفاظ کی قیاسی تشریح کے ذریعہ کی گئی ہے جن روایات میں حضرت عثمانؓ کے جمع قرآن کا واقعہ بیان ہوا ہے اس میں اس بات کی کوئی صراحت نہیں ہے کہ انہوں نے چھ حروف کو ختم فرما دیا تھا بلکہ اس کے خلاف دلیلیں موجود ہیں جن کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔ اب کسی صحیح اور صریح روایت کے بغیر یہ کہنا کیسے ممکن ہے کہ صحابہ کرامؓ نے اُن چھ حروف کو بالکل بے نشان کر دینا گوارا کر لیا جو آنحضرت ﷺ کی بار بار فرمائش پر بذریعہ وحی نازل ہوئے تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ جن صحابہ کرامؓ کی جمع و ترتیب قرآن کے نیک کام میں محض اس لیے تأمل رہا ہو کہ یہ کام آنحضرت ﷺ نے نہیں کیا، جنہوں نے قرآن کریم کے ایک ایک لفظ کو محفوظ رکھنے میں اپنی عمریں کھپائی ہوں اور جنہوں نے منسوخ التلاوۃ آیات تک کو محفوظ کر کے اُمت تک پہنچایا ہو، اُن سے یہ بات بے انتہا بعید ہے کہ وہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سب کے سب چھ حروف کو ختم کرنے پر اس طرح متفق ہوجائیں کہ آج اُن حروف کا کوئی نام ونشان تک باقی نہ رہے، جن آیات کی تلاوت منسوخ ہوچکی تھی، صحابہ کرامؓ نے انہیں بھی کم از کم تاریخی حیثیت میں باقی رکھ کر ہم تک پہنچایا ہے، لیکن کیا وجہ ہے کہ وہ 'حروف' جن کے بارے میں حافظ ابن جریرؒ بھی تسلیم فرماتے ہیں کہ وہ منسوخ نہیں ہوئے، بلکہ محض مصلحتہً اُن کی قراءت وکتابت ختم کردی گئی، اُن کی کوئی ایک مثال کسی ضعیف روایت میں بھی محفوظ نہ رہ سکی۔

یہی وجہ ہے کہ بیشتر محقق علماء نے حافظ ابن جریر طبریؒ کے اس قول کی تردید فرمائی ہے جن کے اقوال کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

امام طحاویؒ کا قول

❹ دوسرا مسلک امام طحاویؒ نے اختیار فرمایا ہے۔ پیچھے گذر چکا ہے کہ اُن کے نزدیک قرآن کریم نازل تو صرف ایک لغت قریش پر ہوا تھا، لیکن اُمت کی آسانی کے خیال سے یہ اجازت دے دی گئی تھی کہ وہ قرآن کی تلاوت میں سات کی حد تک دوسرے مرادفات استعمال کرسکتے ہیں اور یہ مرادفات بھی آنحضرت ﷺ نے متعین فرما دیئے تھے۔ اسی اجازت کو حدیث میں قرآن کریم کے 'سات حروف' پر نازل ہونے سے تعبیر کیا گیا ہے، لیکن یہ اجازت ابتداء اسلام میں تھی، بعد میں جب لوگ قرآنی لغت کے عادی ہوگئے تو خود آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں یہ اجازت منسوخ ہوگئی اور جب آپ نے اپنی وفات سے پہلے رمضان میں حضرت جبریل سے قرآن کریم کا آخری دور کیا تو اس وقت یہ مرادفات منسوخ کردیئے گئے اور اب صرف وہی حرف باقی ہے جس پر قرآن کریم نازل ہوا تھا، یعنی حرف قریش، باقی چھ مرادفات منسوخ ہوچکے۔

یہ قول حافظ ابن جریرؒ کے قول کے مقابلہ میں اس لحاظ سے بہتر ہے کہ اس میں صحابہ کرامؓ کی طرف یہ بات منسوب نہیں کی گئی کہ چھ حروف انہوں نے ترک کئے، بلکہ نسخ کی نسبت خود عہد رسالتؐ کی طرف کی گئی ہے، لیکن اُس پر ایک اشکال تو یہ ہوتا ہے کہ اس قول کے مطابق چھ حروف منزل من اللہ نہیں تھے، حالانکہ حضرت عمرؓ اور حضرت ہشامؓ کے درمیان جو اختلاف پیش آیا اس میں حضرت ہشامؓ نے حضور ﷺ کے سامنے سورۂ فرقان اپنے طریقہ سے تلاوت فرمائی، تو اُسے سن کر آپؐ نے فرمایا: هكذا أنزلت (یہ سورت اسی طرح نازل ہوئی ہے) اور پھر حضرت عمرؓ نے اپنے طریقہ سے تلاوت فرمائی، اُسے سن کر بھی آپؐ نے فرمایا: هكذا أنزلت [صحيح البخاري:۲۴۱۹] (یہ سورت اسی طرح نازل کی گئی ہے) ان الفاظ کا کھلا ہوا مفہوم یہ معلوم ہوتا ہے کہ دونوں طریقے منزل من اللہ تھے۔

دوسرے جیسا کہ پیچھے عرض کیا گیا اس قول میں بھی قراءات کی حیثیت واضح نہیں ہوتی کہ وہ سات حروف میں داخل تھیں یا نہیں۔ اگر داخل تھیں تو چھ حروف کی طرح اُن کے بارے میں بھی یہ کہنا پڑے گا کہ (معاذ اللہ) وہ منزل من اللہ نہیں ہیں۔ حالانکہ یہ اجماع کے خلاف ہے اور اگر داخل نہیں تھیں تو ان کے علیحدہ وجود پر کوئی دلیل نہیں، اس لیے اس قول پر بھی شرح صدر نہیں ہوتا۔

سب سے بہتر قول

تیسرا قول جو سب سے زیادہ اطمینان بخش اور بے غبار ہے وہ یہی ہے کہ سات اَحرف سے مراد چونکہ اختلاف قراءت ہی کی سات مختلف نوعیتیں ہیں جن کا ذکر پیچھے آچکا ہے، اس لیے یہ ساتوں حروف آج بھی پوری طرح محفوظ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں اور باقی ہیں اور ان کی تلاوت کی جاتی ہے، البتہ اتنا فرق ضرور ہوا ہے کہ ابتدائے اسلام میں قراءتوں کے اختلافات کی تعداد بہت زیادہ تھی اور ان میں مرادف الفاظ کے اختلاف کی کثرت تھی جس کا مقصد یہ تھا کہ جو لوگ لغت قرآن کے پوری طرح عادی نہیں ہوئے انہیں زیادہ سے زیادہ سہولت دی جائے، بعد میں جب اہل عرب لغت قرآن کے عادی ہوگئے تو مرادفات وغیرہ کے بہت سے اختلافات ختم کردیئے گئے، چنانچہ آنحضرت ﷺ نے حضرت جبریل علیہ السلام سے جو آخری دور کیا، (اور جسے اصطلاح میں عرضۂ اخیرہ کہا جاتا ہے) اُس وقت بہت سی قراءتیں منسوخ کردی گئیں جن کی دلیل آگے آرہی ہے، لیکن جتنی قراءتیں اُس وقت باقی رہ گئیں وہ ساری کی ساری آج تواتر کے ساتھ چلی آرہی ہیں اور ان کی تلاوت ہوتی ہے۔

'احرف سبعہ' کی پیچیدہ بحث میں یہ وہ بے غبار راستہ ہے جس پر تمام روایات حدیث بھی اپنی اپنی جگہ صحیح بیٹھ جاتی ہیں۔ نہ اُن میں کوئی تعارض یا اختلاف باقی رہتا ہے اور نہ کوئی اور معقول اشکال پیش آتا ہے، اس سلسلے میں ممکنہ شبہات کا جواب ہم آگے تفصیل کے ساتھ دیں گے، جس سے اُس قول کی حقانیت اچھی طرح واضح ہوسکے گی، لیکن پہلے یہ سن لیجئے کہ اس قول کے قائل کون حضرات ہیں؟ یہاں ہم اُن حضرات کے اسمائے گرامی اور حوالے پیش کرتے ہیں جنہوں نے اس قول کو اختیار کیا یا حافظ ابن جریر طبریؒ کی تردید کی ہے:

اس قول کے قائلین

حافظ ابوالخیر محمد بن الجزری [متوفی ۸۳۳ھ] جو قراءات کے امام اعظم مشہور ہیں اور حدیث وفقہ میں حافظ ابن کثیرؒ کے شاگرد اور حافظ ابن حجرؒ کے استاد ہیں، اپنی مشہور کتاب 'النشر فی القراءات العشر' میں تحریر فرماتے ہیں:

"أمّا كون المصاحف العثمانية مشتملة على جميع الاحرف السبعة فانّ هذه مسئلة كبيرة اختلف العلماء فيها فذهب جماعات من الفقهاء والقراء والمتكلمين الىٰ أنّ المصاحف العثمانيه مشتملة علىٰ جميع الاحرف السبعة وبنوا ذلك علىٰ أنه لا يجوز على الامة أن تهمل نقل شئ من الحروف السبعة التى نزل القرآن بها وقد اجمع الصحابة على نقل المصاحف العثمانية من الصحف التى كتبها ابوبكر وعمر وإرسال كل مصحف منها إلى مصر من أمصار المسلمين وأجمعوا علىٰ ترك ما سوىٰ ذلك، قال هؤلاء ولا يجوز أن ينهىٰ عن القراء ة ببعض الاحرف السبعة ولا أن يجمعوا علىٰ ترك شئ من القرآن، وذهب جماهير العلماء من السلف والخلف وائمة المسلمين إلى أن هذه المصاحف العثمانية مشتملة على ما يحتمله رسمها فقط جامعة للعرضة الاخيرة التى عرضها النبىﷺ على جبريل عليه السلام متضمنة لها لم تترك حرفاً منها، قلت وهذا القول هوالذى يظهر صوابه لانّ الاحاديث الصحيحة والاحاد المشهورة المستفيضة تدل عليه وتشهد له"

[النشر فی القراءات العشر: ۳۱/۱]

''رہا یہ مسئلہ کہ حضرت عثمانؓ نے جو مصاحف تیار فرمائے تھے وہ ساتوں حروف پر مشتمل ہیں یا نہیں؟ سو یہ ایک بڑا مسئلہ ہے جس میں علماء کا اختلاف ہے، چنانچہ فقہاء، قراء اور متکلمین کی جماعتوں کا مذہب یہ ہے کہ عثمانی مصاحف ساتوں حروف پر مشتمل ہیں، اس کی بنیاد اس بات پر ہے کہ اُمت کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ ان سات حروف میں سے کسی حرف کو نقل کرنا ترک کردے جن پر قرآن نازل ہوا، اور صحابہ نے اجماع طور پر یہ عثمانی مصاحف اُن صحیفوں سے نقل

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کئے تھے جو حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ نے لکھے تھے اور اُن میں ہر ایک مصحف عالم اسلام کے مختلف شہروں میں بھیج دیا تھا اور اُن کے ماسوا جتنے صحیفے تھے اُن کو چھوڑنے پر متفق ہو گئے تھے، ان حضرات کا کہنا ہے کہ نہ یہ بات جائز ہے کہ حروف سبعہ میں سے کسی حرف کی قراءت روک دی جائے، اور نہ یہ کہ صحابہؓ قرآن سے کسی حصہ کے چھوڑنے پر متفق ہو جائیں اور سلف وخلف کے علماء کی اکثریت کا قول یہی ہے کہ یہ عثمانی مصاحف اُن حروف پر مشتمل ہیں جو اُن کے رسم الخط میں سما گئے اور حضور اکرم ﷺ نے حضرت جبریل علیہ السلام سے قرآن کریم کا جو آخری دور کیا تھا، اُس کے تمام حروف ان مصاحف میں جمع ہیں، اُن میں سے کوئی حرف ان مصاحف میں نہیں چھوٹا، میرا خیال یہ ہے کہ یہی وہ قول ہے جس کی صحت ظاہر ہے، کیونکہ صحیح احادیث اور مشہور آثار اسی پر دلالت کرتے ہیں اور اسی کی شہادت دیتے ہیں۔''

اور علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ نقل فرماتے ہیں:

"واختلف الأصوليون هل يقرأ اليوم على سبعة أحرف فمنعه الطبرى وغيره وقال إنما يجوز بحرف واحد اليوم وهو حرف زيد ونحى إليه القاضى ابوبكر، وقال ابوالحسن الاشعرى اجمع المسلمون علىٰ أنه لا يجوز حظر ما وسعه الله تعالى من القراء ة بالاحرف التى أنزلها الله تعالى ولا يسوغ للامة أن تمنع ما يطلقه الله تعالىٰ، بل هى موجودة فى قراء تنا مفرقة فى القرآن غير معلومة فيجوز علىٰ هذا وبه قال القاضى ان يقرأ بكل مانقله اهل التواتر من غير تمييز حرف من حرف فيحفظ حرف نافع بحرف الكسائى وحمزة ولا حرج فى ذلك" [عمدة القاری:۱۲/۲۵۸]

''اور اس بارے میں اصولی علماء کا اختلاف ہے کہ قرآن کریم کو آج سات حروف پر پڑھا جاسکتا ہے یا نہیں؟ چنانچہ علامہ (ابن جریر) طبریؒ وغیرہ نے اس سے انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ آج قرآن کی قراءت ایک ہی حرف پر جائز ہے اور وہ حضرت زید بن ثابتؓ کا حرف ہے اور قاضی ابوبکرؒ بھی اسی طرح مائل ہیں لیکن امام ابوالحسن اشعریؒ فرماتے ہیں کہ اس بات پر مسلمانوں کا اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو حروف نازل کر کے اُمت کو سہولت عطا فرمائی تھی اسے روکنا کسی کے لیے جائز نہیں اور اُمت اس بات کی مجاز نہیں ہے کہ جس چیز کی اجازت اللہ نے دی ہو اُسے روک دے، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ ساتوں حروف ہماری موجودہ قراءت میں موجود ہیں، اور قرآن کریم میں متفرق طور پر شامل ہیں، البتہ معین طور سے معلوم نہیں۔ اس لحاظ سے اُن کی قراءت آج بھی جائز ہے اور یہی قول قاضی صاحب [غالباً قاضی عیاضؒ مراد ہیں] کا ہے، جتنے حروف تواتر کے ساتھ منقول ہیں، اُن سب کو پڑھنا جائز ہے اور ایک حرف کو دوسرے حرف سے ممتاز کرنے کی بھی ضرورت نہیں، چنانچہ نافعؒ کی قراءت کو کسائیؒ اور حمزہؒ کی قراءت کے ساتھ (مخلوط کر کے) یاد کر لیا جائے تو اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔'' [اس مسئلہ کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: النشر فی القراءات العشر: ۱/۱۸، ۱۹]

اور علامہ بدرالدین زرکشی رحمہ اللہ قاضی ابوبکر رحمہ اللہ کا قول نقل کرتے ہیں:

"والسابع اختاره القاضى أبوبكر، وقال: الصحيح أن هذه الاحرف السبعة ظهرت واستفاضت عن رسول الله ﷺ وضبطها عنه الائمة واثبتها عثمان والصحابة فى المصحف"

[البرهان فى علوم القرآن:۱/۲۲۳]

''ساتواں قول قاضی ابوبکرؒ [غالباً قاضی ابوبکر باقلانیؒ مراد ہیں] کیونکہ یہی عبارت علامہ نوویؒ نے قاضی باقلانیؒ کے نام سے روایت کی ہے۔ [شرح مسلم للنووی:۱/۲۷۲] نے اختیار کیا ہے اور فرمایا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ یہ ساتوں حروف رسول اللہ ﷺ سے شہرت کے ساتھ منقول ہیں، ائمہ نے انہیں محفوظ رکھا ہے اور حضرت عثمانؓ اور صحابہؓ نے انہیں مصحف میں باقی رکھا ہے۔''

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور علامہ ابن حزمؒ نے بھی حافظ ابن جریرؒ کے قول کی بڑے سخت الفاظ میں تردید کی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ چھ حروف کو ختم کرنے کا قول بالکل غلط ہے، اور اگر حضرت عثمانؓ ایسا کرنا بھی چاہتے تو نہ کر سکتے، کیونکہ عالم اسلام کا چپّہ چپّہ ان حروف سبعہ کے حافظوں سے بھرا ہوا تھا، وہ لکھتے ہیں:

"وأما قول من قال أبطل الأحرف الستة فقد كذب من قال ذلك ولو فعل عثمان ذلك أو أراده لخرج عن الإسلام ولما مطل ساعة بل الاحرف السبعة كلها موجودة عندنا قائمة كما كانت مثبوتة فی القراء ات المشهورة المأثورة"[الفصل فی الملل والاهواء والنحل:۲/۷۷،۷۸]

''رہا یہ قول کہ حضرت عثمانؓ نے چھ حروف کو منسوخ کر دیا تو جس نے یہ بات کہی ہے اس نے بالکل غلط کہا ہے، اگر حضرت عثمانؓ ایسا کرتے یا اس کا ارادہ کرتے تو ایک ساعت کے توقف کے بغیر اسلام سے خارج ہو جاتے۔[علامہ ابن حزمؒ کا یہ قول اس صورت میں ہے جبکہ یوں کہا جائے کہ حضرت عثمانؓ نے (معاذ اللہ) چھ حروف کو منسوخ کر دیا، لیکن واضح رہے کہ حافظ ابن جریرؒ کے قول کے مطابق انہوں نے چھ حروف کو منسوخ نہیں کیا بلکہ ان کی قراءت ترک فرمائی تھی، اس لیے اگرچہ حافظ ابن جریر طبریؒ کا قول درست ہو لیکن وہ اتنے سخت الفاظ کے..... مستحق نہیں ہیں۔] بلکہ واقعہ یہ ہے کہ ساتوں حروف ہمارے پاس بعینہٖ موجود اور مشہور اور قراءتوں میں محفوظ ہیں۔''

اور مشہور شارح مؤطا، علامہ ابوالولید باجی مالکیؒ [متوفی ۴۹۴ھ] 'سبعہ احرف' کی تشریح سات وجوہ قراءت سے کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"فإن قيل هل تقولون أن جميع هذه السبعة الاحرف ثابتة فی المصحف فإن القراء ة بجميعها جائزة قيل لهم كذلك نقول، والدليل على صحة ذلك قوله عزوجل ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ ولا يصح انفصال الذكر المنزل من قراء ته فيمكن حفظه دونها ومما يدل علىٰ صحة ما ذهبنا إليه أنّ ظاهر قول النبیﷺ يدل على أن القرآن أنزل على سبعة أحرف تيسيراً علىٰ من أراد قراء ته ليقرأ كل رجل منهم بما تيسر عليه وبما هو أخف علىٰ طبعه وأقرب إلى لغته لما يلحق من المشقة بذلك المالوف من العادة فی النطق ونحن اليوم مع عجمة ألسنتنا و بعدنا عن فصاحة العرب أحوج" [المنتقىٰ شرح الموطأ:۱/۳۴۷]

''اگر یہ پوچھا جائے کہ کیا آپ کا قول یہ ہے کہ یہ ساتوں حروف مصحف میں (آج بھی) موجود ہیں، اس لیے کہ ان سب کی قراءت (آپ کے نزدیک) جائز ہے، تو ہم یہ کہیں گے کہ جی ہاں، ہمارا قول یہی ہے، اور اس کی صحت کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ (ہم نے ہی قرآن نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں) اور قرآن کریم کو اس کی قراءات سے الگ نہیں کیا جا سکتا کہ قرآن تو محفوظ رہے اور اس کی قراءات ختم ہو جائیں اور ہمارے قول کی صحت پر ایک دلیل یہ بھی ہے کہ آنحضرتﷺ کا ارشاد کھلے طور پر دلالت کرتا ہے کہ قرآن کو سات حروف پر اس لیے نازل کیا گیا تاکہ اس کی قراءت کرنے والے کو آسانی ہو تاکہ ہر شخص اس طریقہ سے تلاوت کر سکے جو اس کے لیے آسان ہو اس کی طبیعت کے لحاظ سے زیادہ سہل اور اس کی لغت سے زیادہ قریب ہو، کیونکہ گفتگو میں جو عادت پڑ جاتی ہے اُسے ترک کرنے میں مشقت ہوتی ہے اور آج ہم لوگ اپنی زبان کی عجمیت اور عربی فصاحت سے دور ہونے کی بناء پر اس سہولت کے زیادہ محتاج ہیں''

اور حضرت امام غزالی رحمہ اللہ اصول فقہ پر اپنی مشہور کتاب 'المستصفی' میں قرآن کریم کی تعریف اس طرح فرماتے ہیں:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"ما نقل إلينا بين دفتي المصحف على الاحرف السبعة المشهورة نقلاً متواترا"[المستصفى:۱/۶۵]
''وہ کلام جو مصحف کے دو گتوں میں مشہور سات حروف کے مطابق متواتر طریقہ پر ہم تک پہنچا ہے۔''
اس سے صاف ظاہر ہے کہ امام غزالی رحمہ اللہ بھی حروف سبعہ کے آج تک باقی رہنے کے قائل ہیں اور ملاّ علی قاری رحمہ اللہ [متوفی ۱۰۱۴ھ] تحریر فرماتے ہیں:
"وكأنّه عليه الصلوٰة والسّلام كشف له أن القراء ة المتواترة تستقر فى أمته علىٰ سبع وهى الموجودة الان المتفق علىٰ تواترها والجمهور علىٰ أنّ ما فوقها شاذّ لا يحل القراء ة به"
''اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ پر یہ منکشف ہوگیا تھا، کہ متواتر قراءتیں آپؐ کی اُمت میں آخر کار سات رہ جائیں گی، چنانچہ وہی آج موجود ہیں اور اُن کے تواتر پر اتفاق ہے اور جمہور کا مسلک یہ ہے کہ اس کے علاوہ جو قراءتیں ہیں وہ شاذ ہیں اور اُن کی تلاوت جائز نہیں۔'' [مرقاة المفاتيح:۵/۱۶]
اس میں ملاّ علی قاریؒ کا یہ فرمانا تو درست نہیں ہے کہ سات حروف قراءتوں کے ماسوا جتنی قراءتیں ہیں وہ سب شاذ ہیں، کیونکہ علماء قراءات نے اس کی سخت تردید کی ہے۔[النشر فى القراء ات العشر :۱/۳۳ ومابعد] لیکن اس سے اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے نزدیک احرف سبعہ آج بھی باقی ہیں اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کا قول پیچھے گذر چکا ہے کہ وہ 'سبعہ احرف' میں سات کے عدد کو کثرت کے معنی پر محمول کرتے ہیں، اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں:
"ودليل برآنكه ذكر سبعه بجهت تكثير است نه برائے تحديد اتفاق ائمه است برقراء ات عشر دهر قراء ة ت را ازيں عشره دو راوى ست دهريكے بار ديگرے مختلف ست پس مرتقى شد عدد قراء ة ت بيست" [المصفّى:ص۶۸۷]
''اور اس بات کی دلیل کہ سات کا عدد حدیث میں تکثیر کے لیے ہے نہ کہ تحدید کے لیے دس قراءتوں پر ائمہ کا اتفاق ہے، اور اُن دس قراءتوں میں سے ہر ایک کے دو راوی ہیں اور ہر ایک دوسرے سے مختلف ہے، پس قراءات کی تعداد بیس تک پہنچ گئی ہے۔''
اس عبارت میں اگرچہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے لفظ 'سبعہ' کو جمہور کے خلاف تکثیر کے لیے قرار دیا ہے، (کیونکہ شاید بیس قراءتوں کو سات وجوہ اختلاف میں منحصر قرار دینا ان پر واضح نہیں ہوسکا) لیکن اس سے یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ جن حروف کا ذکر حدیث میں کیا گیا ہے وہ حضرت شاہ ولی اللہؒ کے نزدیک قراءتیں ہی ہیں اور وہ منسوخ یا متروک نہیں ہوئے بلکہ آج بھی باقی ہیں، آخری دور میں دینی علوم کے امام، محقق عصر، اور حافظ حدیث حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیریؒ نے اس حدیث کی تحقیق کرتے ہوئے مسئلہ کی حقیقت مختصر الفاظ میں اس طرح واضح فرمادی ہے کہ اُسے حرفِ آخر کہنا چاہئے۔ یہاں ہم اُن کی پوری تحقیق نقل کرتے ہیں:
"واعلم أنهم اتفقوا علىٰ أنه ليس المراد من سبعة أحرف القراء ة السبعة المشهورة، بأن يكون كل حرف منها قراء ة من تلك القراء ات، اعنى أنه لا انطباق بين القراء ات السبع والاحرف السبعة كما يذهب إليه الوهم بالنظر إلى لفظ السبعة فى الموضعين، بل بين تلك الاحرف والقراء ة عموم و خصوص وجهى، كيف، وأنّ القراء ات لاتنحصر فى السبعة، كما صرح ابن الجوزى فى رسالة النشر فى قراء ة العشر، وانما اشتهرت السبعة على

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الالسنة لانها التی جمعها الشاطبی ثم اعلم أن بعضهم فهم أن بين تلك الاحرف تغايرا من كل وجه، بحيث لا ربط بينها وليس كذلك، بل قد يكون الفرق بالمجرد والمزيد واخریٰ بالابواب، ومرة باعتبار الصّيغ من الغائب والحاضر، وطورا بتحقيق الهمزة وتسهيلها، فكل هٰذه التغييرات يسيرة أو كانت أو كثيرة حرف برأسه، وغلط من فهم انّ هذه الاحرف متغايرة كلها بحيث يتعذر اجتماعها أما أن كيف عدد السبعة فتوجه إليه ابن الجزری وحقق أن التصرفات كلها ترجع إلى السبعة وراجع القسطلانی والزرقانی، بقی الكلام فی أن تلك الاحرف كلها موجودة أو رفع بعضها وبقی البعض فاعلم أن ما قرأه جبريل عليه السلام فی العرضة الا خيرة علی النبی! كله ثابت فی مصحف عثمان، ولما يتعين معنی الاحرف عند ابن جرير ذهب إلى رفع الاحرف الست منها وبقی واحد فقط" [فيض الباري:۳۲۲،۳۲۱/۳]

''یہ ذہن نشین کر لیجئے کہ تمام علماء اس بات پر تو متفق ہیں کہ سات حروف سے مراد مشہور سات قراءتیں نہیں اور یہ بات نہیں ہے کہ ہر حرف ان سات قراءتوں میں سے ایک قراءت ہو، مطلب یہ ہے کہ سات قراءتیں اور سات حروف ایک چیز نہیں جیسے کہ سات کے لفظ سے پہلی نظر میں وہم ہوتا ہے، بلکہ ان حروف اور سات قراءتوں میں عموم وخصوص من وجہ (مطلب یہ ہے کہ سات قراءتوں میں سے بعض قراءتیں احرف سبعہ میں سے ہیں، جیسے کہ تمام متواتر قراءات اور بعض قراءتیں ایسی ہیں جو احرف سبعہ میں داخل نہیں، مثلاً قراء سبعہ کی شاذ قراءتیں یا وہ قراءتیں جن میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور احرف سبعہ کے بعض اختلافات ایسے ہیں جو قراءات سبعہ میں شامل نہیں، مثلاً امام یعقوبؒ، امام ابوجعفرؒ اور خلفؒ کی متواتر قراءتیں کہ یہ احرف سبعہ میں سے ہیں، مگر معروف قراءات سبعہ میں سے نہیں) کی نسبت ہے اور یہ دونوں ایک کیسے ہوسکتے ہیں جبکہ قراءتیں سات میں منحصر نہیں، جیسا کہ علامہ ابن الجزریؒ نے النشر فی قراءات العشر میں تصریح کی ہے، البتہ سات قراءتوں کا لفظ زبان پر اس لیے مشہور ہوگیا کہ علامہ شاطبیؒ نے انہی سات قراءتوں کو جمع کیا ہے۔ پھر یہ بھی یاد رکھئے کہ بعض لوگ یہ سمجھے ہیں کہ سات حروف کے درمیان کلی تغایر ہے اور ان میں کوئی باہم ربط نہیں ہے، حالانکہ واقعہ ایسا نہیں بلکہ بعض اوقات دو حرفوں میں فرق صرف صیغۂ مجرد اور صیغۂ مزید کا ہوتا ہے اور بعض مرتبہ صرف (صرفی) ابواب کا اور بعض دفعہ غائب وحاضر کے صیغوں کا اور کبھی صرف ہمزہ کو باقی رکھنے اور اس کی تسہیل کرنے کا، پس یہ تمام تغیرات خواہ معمولی ہوں یا بڑے بڑے مستقل حرف ہیں اور جو لوگ یہ سمجھے ہیں کہ حروف کے درمیان کلی تغایر ہے، اور اُن کا (ایک کلمہ میں) جمع ہونا ناممکن ہے اُن سے غلطی ہوئی ہے۔ رہی یہ بات کہ حدیث میں سات کے عدد کا کیا مطلب ہے؟ سو اس کا جواب علامہ ابن الجزریؒ نے دیا ہے اور تحقیق یہ بیان کی ہے کہ یہ سارے تغیرات سات قسم کے ہیں اور اس مسئلہ میں قسطلانیؒ اور زرقانیؒ کی مراجعت بھی کر لیجئے، اب صرف یہ بات رہ گئی کہ یہ تمام حروف موجود ہیں، یا ان میں سے بعض ختم کر دیئے گئے اور بعض باقی ہیں، پس یہ سمجھ لیجئے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے جتنے حروف حضور ﷺ کے ساتھ قرآن کے دور میں پڑھے تھے وہ سب حضرت عثمانؓ کے مصحف میں موجود ہیں، اور چونکہ علامہ ابن جریرؒ پر حروف کے معنی واضح نہیں ہوسکے، اس لیے انہوں نے یہ مذہب اختیار کر لیا کہ چھ حروف ختم ہوگئے اور صرف ایک باقی رہ گیا۔''

اس طرح مصر کے علماء متأخرین میں سے مشہور محقق علامہ زاہد الکوثری رحمہ اللہ [متوفی ۱۳۷۱ھ] تحریر فرماتے ہیں:

"والاوّل رأی القائلين بان الاحرف السبعة كانت فی مبدء الامر ثم نسخت بالعرضة الاخيرة فی عهد النبی ﷺ فلم يبق الاحرف واحد ورأی القائلين بانّ عثمان، جمع النّاس علیٰ حرف واحد ومنع من الستة الباقية مصلحة، وإليه نحا ابن جرير وتهيبه ناس فتابعوه لكن هذا رأی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خطير قام ابن حزم بأشد النكير عليه فى الفصل وفى الاحكام وله الحق فى ذلك والثانى رأى القائلين بأنها هى الاحرف السبعة المحفوظة كما هى فى العرضة الاخيرة، الخ" [مقالات الكوثری:ص۲۰،۲۱]

''پہلی رائے (کہ موجودہ قراءات ایک ہی حرف کی مختلف شکلیں ہیں) اُن حضرات کی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ سات حروف ابتداء اسلام میں تھے، پھر عرضۂ اخیرہ (حضرت جبرئیلؑ سے حضورؐ کے آخری دور) سے حضور ﷺ ہی کے زمانہ میں منسوخ ہوگئے اور اب صرف ایک باقی رہ گیا، نیز یہی رائے اُن حضرات کی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے تمام لوگوں کو ایک حرف پر جمع کر دیا تھا، اور ایک مصلحت کی وجہ سے باقی چھ حروف کی قراءت روک دی تھی، حافظ ابن جریرؒ کا یہی مسلک ہے اور بہت سے لوگ اس معاملہ میں اُن سے مرعوب ہوکر اُن کے پیچھے لگ گئے، لیکن درحقیقت یہ بڑی سنگین اور خطرناک رائے ہے، اور علامہ ابن حزم نے 'الفصل' اور 'الاحکام' میں اس پر سخت ترین نکیر ہے، جس کا انہیں حق تھا اور دوسری رائے (کہ موجودہ قراءات ہے) احرف سبعہ ہیں، اُن حضرات کی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ یہی وہ حروف ہیں جو عرضۂ اخیرہ کے مطابق محفوظ چلے آتے ہیں۔''

ہم نے یہ تمام اَقوال تفصیل کے ساتھ اس لیے پیش کئے ہیں کہ آج کل علامہ ابن جریر طبریؒ کا قول ہی زیادہ مشہور ہوگیا ہے اور علامہ ابن جریرؒ کی جلیل القدر شخصیت کے پیش نظر اسے عموماً ہر شک وشبہ سے بالاتر سمجھا جاتا ہے اس کی بناء پر ابن الجزریؒ کا یہ بے غبار قول یا تو لوگوں کو معلوم نہیں ہے، یا اگر معلوم ہے تو اسے ایک ضعیف قول سمجھا جاتا ہے، حالانکہ گذشتہ بحث کی روشنی میں یہ اچھی طرح واضح ہوجاتا ہے کہ امام مالک، علامہ ابن قتیبہ، علامہ ابوالفضل رازی، قاضی ابوبکر ابن الطیب، امام ابوالحسن اشعری، قاضی عیاض، علامہ ابن حزم، علامہ ابوالولید باجی، امام غزالی اور ملا علی قاری رحمہم اللہ جیسے علماء اس بات پر متفق ہیں کہ ساتوں حروف آج بھی محفوظ اور باقی ہیں۔ آنحضرت ﷺ کے عرضۂ اَخیرہ کے وقت جتنے حروف باقی رہ گئے تھے اُن میں سے کوئی نہ منسوخ ہوا، نہ اُسے ترک کیا گیا، بلکہ محقق ابن الجزریؒ نے اپنے اس قول کو اپنے سے پہلے جمہور علماء کا مسلک قرار دیا ہے، علماء متاخرین میں سے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ، حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیریؒ اور علامہ زاہد کوثریؒ کا بھی یہی قول ہے، نیز مصر کے مشہور علماء علامہ محمد نجیت مطیعی، علامہ خضری دمیاطی اور شیخ عبدالعظیم زرقانی رحمہم اللہ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔[مناهل العرفان :۱۵۱/۱] لہٰذا دلائل سے قطع نظر، محض شخصیات کے لحاظ سے بھی یہ قول بڑا وزنی قول ہے۔

اُس قول کے دلائل

اب وہ دلائل ذیل میں پیش خدمت ہیں جن سے اس قول کی تائید ہوتی ہے، اس کے کچھ دلائل تو مذکورہ بالا اقوال میں آچکے ہیں، مزید مندرجہ ذیل ہیں:

❶ قرآن کریم کی آیت ﴿ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ﴾ ''ہم نے ہی قرآن نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں'' صراحت کے ساتھ اس بات پر دلالت کررہی ہے کہ جو آیات قرآنی خود اللہ تعالیٰ نے منسوخ نہ فرمائی ہوں وہ قیامت تک باقی رہیں گی، دوسری طرف پیچھے وہ احادیث گزر چکی ہیں جن میں یہ تصریح ہے کہ قرآن کے ساتوں حروف منزل من اللہ تھے۔ اس لیے مذکورہ آیت کا واضح تقاضا یہی ہے کہ وہ ساتوں حروف قیامت تک محفوظ رہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

❷ اگر حضرت عثمانؓ نے چھ حروف کو ختم کر کے صرف ایک حرف پر مصحف تیار کیا ہوتا تو اس کی کہیں کوئی صراحت تو ملنی چاہئے تھی، حالانکہ نہ صرف اس کی کوئی صراحت موجود نہیں ہے، بلکہ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ مصحف عثمانی میں ساتوں حروف موجود تھے۔ مثلاً روایات میں یہ تصریح ہے کہ حضرت عثمانؓ نے اپنا مصحف حضرت ابوبکرؓ کے جمع فرمودہ صحیفوں کے مطابق لکھوایا تھا اور لکھنے کے بعد دونوں کا مقابلہ بھی کیا گیا، جس کے بارے میں خود حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں:

"فعرضت المصحف عليها فلم يختلفا فى شئ" [مشكل الآثار:۱۹۳/۴]

''میں نے مصحف کا مقابلہ ان صحیفوں سے کیا تو دونوں میں کوئی اختلاف نہیں تھا۔''

اور ظاہر ہے کہ حافظ ابن جریر طبریؒ بھی تسلیم فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ کے زمانے میں ساتوں حروف موجود تھے اس لیے حضرت ابوبکرؓ کے صحیفوں میں قرآن کریم کو یقیناً ان ساتوں حروف پر لکھا گیا ہوگا، لہٰذا اگر حضرت عثمانؓ نے چھ حروف کو ختم کر دیا ہوتا تو حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد کیسے درست ہوسکتا ہے کہ ''دونوں میں کوئی اختلاف نہیں تھا۔''

❸ علامہ ابن الانباری رحمہ اللہ نے کتاب المصاحف میں حضرت عبیدہ سلمانی رحمہ اللہ کا جو مشہور تابعی ہیں یہ قول نقل فرمایا ہے:

"قراء تنا التى جمع النّاس عثمان عليها هى العرضة الاخرىٰ" [كنز العمّال:ج۱،رقم الحديث۴۸۴۰]

یہی روایت حافظ ابن حجرؒ نے بھی مسند احمدؒ، ابن ابی داؤدؒ اور طبریؒ کے حوالہ سے نقل کی ہے۔ [فتح الباري:۳۶/۹]

''ہماری وہ قراءت جس پر حضرت عثمانؓ نے لوگوں کو جمع فرمایا وہ عرضۂ اخیرہ کی قراءت تھی۔''

حضرت عبیدہؒ کا یہ قول اس بات پر بالکل صریح ہے کہ حضرت عثمانؓ نے اُن حروف میں سے کوئی نہیں چھوڑا، جو عرضۂ اخیرہ (حضرت جبریلؑ کے ساتھ حضور ﷺ کے آخری قرآنی دور) کے وقت باقی تھے، اس پر بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ حضور ﷺ کا آخری دور صرف ایک حرف قریش پر ہوا تھا اور اسی پر حضرت عثمانؓ نے سب کو جمع کر دیا، لیکن یہ بات بہت بعید ہے کہ جو حروف منسوخ نہیں ہوئے تھے وہ اس دور سے خارج رہے ہوں۔

❺ حضرت محمد بن سیرین رحمہ اللہ بھی مشہور تابعی ہیں، علامہ ابن سعد رحمہ اللہ نے اُن کا یہ قول نقل فرمایا ہے:

"كان جبريل يعرض القرآن على النبى ﷺ كل عام مرة فى رمضان فلما كان العام الذى توفى فيه عرضه عليه مرّتين، قال محمد، فأنا أرجو أن تكون قراء تنا العرضة الاخيرة"

[الطبقات الكبرىٰ:۱۹۵/۲]

''حضرت جبریل علیہ السلام ہر سال ایک مرتبہ رمضان میں حضور ﷺ کے سامنے قرآن پیش کیا کرتے تھے، چنانچہ جب وہ سال آیا جس میں آپؐ کی وفات ہوئی تو حضرت جبریل علیہ السلام نے دو مرتبہ قرآن پیش کیا، پس مجھے اُمید ہے کہ ہماری موجودہ قراءت اس عرضۂ اخیرہ کے مطابق ہے۔''

❻ حضرت عامر شعبی رحمہ اللہ بھی مشہور تابعی ہیں اور انہوں نے سات سو صحابہ سے استفادہ کیا ہے۔ علامہ ابن الجزریؒ نے ان سے بھی اسی قسم کا قول نقل کیا ہے۔

یہ تینوں حضرات تابعی ہیں اور حضرت عثمانؓ کے عہد سے نہایت قریب ہیں، اس لیے اُن کا قول اس باب میں قول فیصل کی حیثیت رکھتا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پورے ذخیرۂ احادیث میں ہمیں ایک روایت بھی ایسی نہیں ملی جس سے یہ ثابت ہو کہ قرآن کریم کی تلاوت میں دو قسم کے اختلافات تھے۔ایک سات حروف کا اختلاف اور دوسرا قراءتوں کا اختلاف۔اس کے بجائے بہت سی روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں ایک چیز ہیں، کیونکہ ایک ہی قسم کے اختلاف پر بیک وقت ''اختلاف قراءت'' اور 'اختلاف احرف' دونوں الفاظ کا اطلاق کیا گیا ہے۔مثال کے طور پر حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"کنتُ فی المسجد فدخل رجل یصلّی فقرأ قراء ة انکرتها علیه ودخل آخرقراء ة سوی قراء ة صاحبه فلمّا قضینا الصلوٰة ادخلنا جمیعاً علی رسول اللهﷺ فقلت ان هذا قرأ قراء ة انکرتها علیه ودخل آخر فقرأ سوىٰ قراء ة صاحبه فامرهما رسول اللهﷺ فقرا فحسن النبیﷺ شأنهما فسقط فی نفسی من التکذیب ولااذکنت فی الجاهلیة فلما رأی رسول اللهﷺ ما قد عشینی ضرب فی صدری ففضت عرقا وکأنما انظر إلی الله فرقا فقال لی یا أبی ارسل الی ان اقرء القرآن علی حرف فرددت الیه ان هون علیٰ اُمتی فردّ إلی الثانیة أن اقرأه علی حرفین فرددت الیه ان هون علیٰ اُمتی فردّ الی الثالثة اقرأه علیٰ سبعة احرف"

[صحیح مسلم:۱۹۰۴]

''میں مسجد میں تھا کہ ایک شخص داخل ہوکر نماز پڑھنے لگا۔اس نے ایک ایسی قراءت پڑھی جو مجھے اجنبی معلوم ہوئی، پھر ایک دوسرا شخص آیا اُس نے پہلے شخص کی قراءت کے سوا ایک اور قراءت پڑھی، پس جب ہم نے نماز ختم کرلی تو ہم سب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچے، میں نے عرض کیا کہ اس شخص نے ایک ایسی قراءت پڑھی ہے جو مجھے اجنبی معلوم ہوئی، پھر ایک دوسرا شخص آیا اس نے پہلے شخص کی قراءت کے سوا ایک دوسری قراءت پڑھی۔اس پر آپؐ نے دونوں کو پڑھنے کا حکم دیا، ان دونوں نے قراءت کی تو حضور ﷺ نے دونوں کی تحسین فرمائی۔اس پر میرے دل میں تکذیب کے ایسے ایسے وسوسے آنے لگے کہ جاہلیت میں بھی ایسے خیالات نہیں آتے تھے، پس جب رسول اللہ ﷺ نے میری حالت دیکھی تو میرے سینے پر مارا جس سے میں پسینہ میں شرابور ہوگیا، اور خوف کی حالت میں مجھے ایسے معلوم ہوا جیسے اللہ کو دیکھ رہا ہوں، پھر آپؐ نے فرمایا کہ اے اُبی! میرے پروردگار نے میرے پاس پیغام بھیجا تھا کہ میں قرآن کو ایک حرف پر پڑھوں، میں نے جواب میں درخواست کی کہ میری اُمت پر آسانی فرمائیے تو اللہ تعالیٰ نے مجھے دوبارہ پیغام بھیجا کہ میں قرآن دو حرفوں پر پڑھوں، میں نے جواب میں درخواست کی کہ میری اُمت پر آسانی فرمائیے، تو اللہ تعالیٰ نے تیسری بار پیغام بھیجا کہ میں اُسے سات حرفوں پر پڑھوں۔''

اس روایت میں حضرت اُبی بن کعبؓ دونوں اشخاص کے اختلاف تلاوت کو بار بار اختلاف قراءت سے تعبیر فرما رہے ہیں اور اسی کو آنحضرت ﷺ نے سات حروف کے اختلاف سے تعبیر فرمایا ہے۔اس سے صاف واضح ہے کہ قراءت کے اختلاف اور حروف کے اختلاف کو عہد رسالتؐ میں ایک ہی چیز سمجھا جاتا تھا اور اس کے خلاف کوئی دلیل ایسی نہیں ہے جو دونوں کی جداگانہ حیثیت پر دلالت کرتی ہے، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ دونوں ایک ہی چیز ہیں، اور جب قراءات کا محفوظ ہونا تواتر اور اجماع سے ثابت ہے تو اس کا مطلب یہی ہے کہ احرف سبعہ آج بھی محفوظ ہیں۔

مذکورہ بالا دلائل کی روشنی میں یہ بات بالکل واضح ہوجاتی ہے کہ حروف سبعہ کا جتنا حصہ عرضۂ اخیرہ کے وقت باقی رہ گیا تھا وہ سارے کا سارا عثمانی مصاحف میں محفوظ کرلیا گیا تھا اور وہ آج تک محفوظ چلا آتا ہے، نہ اسے کسی نے منسوخ کیا اور نہ اُس کی قراءت ممنوع قرار دی گئی، لیکن ضروری ہے کہ مکمل وضاحت کے لیے ان ممکنہ سوالات کا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب بھی دیا جائے جو اس قول پر وارد ہو سکتے ہیں۔

اس قول پر وارد ہونے والے سوالات اور اُن کا جواب:

(۱) اس قول پر سب سے پہلا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر حضرت عثمانؓ نے ساتوں حروف کو باقی رکھا ہے تو پھر اُن کا وہ امتیازی کارنامہ کیا تھا جس کی وجہ سے اُن کو ''جامع القرآن'' کہا جاتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ قرآن کریم بے شمار صحابہ کو پورا یاد تھا، لیکن حضرت عثمانؓ کے زمانہ تک قرآن کریم کا معیاری نسخہ ﷺ صرف ایک تھا جو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مرتب فرمایا تھا، یہ نسخہ بھی مصحف کی شکل میں نہیں تھا بلکہ ایک ایک سورت علیحدہ علیحدہ صحیفوں میں لکھی ہوئی تھی، لیکن بعض صحابہؓ نے انفرادی طور پر اپنے اپنے مصاحف الگ الگ تیار کر رکھے تھے اُن میں نہ رسم الخط متحد تھا، نہ سورتوں کی ترتیب یکساں تھی اور نہ ساتوں حروف جمع تھے، بلکہ ہر شخص نے آنحضرت ﷺ سے جن حروف کے مطابق قرآن سیکھا تھا اسی کو اپنے طور پر لکھ لیا تھا۔ اس لیے کسی مصحف میں کوئی آیت کسی حرف کے مطابق لکھی ہوئی تھی اور دوسرے مصحف میں کسی اور حرف کے مطابق، جب تک عہد رسالت قریب تھا اور مسلمانوں کا تعلق مرکز اسلام یعنی مدینہ طیبہ سے مضبوط اور مستحکم تھا۔ مصاحف کے اس اختلاف سے کوئی قابل ذکر خرابی اس لیے پیدا نہ ہو سکی کہ قرآن کریم کی حفاظت میں اصل مدار مصاحف کے بجائے حافظہ پر تھا اور صحابہؓ کی اکثریت اس بات سے باخبر تھی کہ قرآن کریم سات حروف پر نازل ہوا ہے، لیکن جب اسلام دور دراز ممالک تک پھیلا اور نئے نئے لوگ مسلمان ہوئے تو انہوں نے صرف ایک ایک طریقے سے قرآن سیکھا اور یہ بات ان میں عام نہ ہو سکی کہ قرآن کریم سات حروف پر نازل ہوا ہے۔ اس لیے ان میں اختلاف پیش آنے لگا، بعض لوگ اپنی قراءت کو حق اور دوسرے کی قراءت کو باطل سمجھنے لگے۔ ادھر چونکہ انفرادی طور پر تیار کئے ہوئے مصاحف بھی حرف اور رسم الخط کے اعتبار سے مختلف تھے اور ان میں حروف سبعہ یکجا کرنے کا اہتمام نہیں تھا اس لیے کوئی ایسا معیاری نسخہ ان کے پاس موجود نہیں تھا جس کی طرف رجوع کر کے اختلاف رفع کیا جا سکے۔

ان حالات میں حضرت عثمان نے محسوس کیا کہ اگر یہ صورت حال برقرار رہی اور انفرادی مصاحف کو ختم کر کے قرآن کریم کے معیاری نسخے عالم اسلام میں نہ پھیلائے گئے تو زبردست فتنہ رونما ہو جائے گا۔ اس لیے انہوں نے مندرجہ ذیل کام کئے:

① قرآن کریم کے سات معیاری نسخے تیار کرائے اور انہیں مختلف اطراف میں روانہ کر دیا۔

② ان مصاحف کا رسم الخط ایسا رکھا کہ اس میں ساتوں حروف سما جائیں چنانچہ یہ مصاحف نقطوں اور حرکات سے خالی تھے اور انہیں ہر حرف کے مطابق پڑھا جا سکتا ہے۔

③ جتنے انفرادی مصاحف لوگوں نے تیار کر رکھے تھے اُن سب کو نذر آتش کر کے دفن کر دیا۔

④ یہ پابندی عائد کر دی کہ آئندہ جتنے مصاحف لکھے جائیں وہ سب ان سات مصاحف کے مطابق ہونے چاہئے۔

⑤ حضرت ابوبکرؓ کے صحیفے الگ الگ سورتوں کی شکل میں تھے۔ حضرت عثمانؓ نے ان سورتوں کو مرتب کر کے ایک مصحف کی شکل دے دی۔

ان اقدامات سے حضرت عثمانؓ کا مقصد یہ تھا کہ پورے عالم اسلام میں رسم الخط اور سورتوں کی ترتیب کے اعتبار

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے تمام مصاحف یکساں ہوجائیں اوران میں حروف سبعہ اس طرح جمع ہوجائیں کہ بعد میں کسی شخص کو کسی صحیح قراءت سے انکار کرنے یا غلط قراءت پر اصرار کرنے کی گنجائش باقی نہ رہے اور اگر کبھی قراءت میں کوئی اختلاف رونما ہوتو مصحف کی طرف رجوع کرکے اُسے بآسانی رفع کیا جاسکے۔

یہ بات حضرت علیؓ کے ایک ارشاد سے واضح ہے جو امام ابن ابی ابوداؤد نے کتاب المصاحف میں صحیح سند کے ساتھ نقل کی ہے:

"قال علی لا تقولوا فی عثمان إلا خیراً فوالله ما فعل الذی فعل فی المصاحف الا عن ملإٍ منا قال، ما تقولون فی هذه القراء ة فقد بلغنی ان بعضهم یقول أن قراء تی خیر من قراء تك وهذا یکاد أن یکون کفرا، قلنا فما تری؟ قال أری أن نجمع النّاس علی مصحف واحد فلا تکون فرقة ولا اختلاف، قلنا فنعم مارأیت" [کتاب المصاحف ص۲۲، فتح الباري:۱۵/۹]

''حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں کوئی بات اُن کی بھلائی کے سوا نہ کہو، کیونکہ اللہ کی قسم انہوں نے مصاحف کے معاملہ میں جو کام کیا وہ ہم سب کی موجودگی میں کیا، انہوں نے ہم سے مشورہ کرتے ہوئے پوچھا تھا کہ ان قراءتوں کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ کیونکہ مجھے یہ اطلاعات مل رہی ہیں کہ بعض لوگ دوسروں سے کہتے ہیں کہ ''میری قراءت تمہاری قراءت سے بہتر ہے'' حالانکہ یہ ایسی بات ہے جو کفر کے قریب پہنچتی ہے۔ اس پر ہم نے حضرت عثمانؓ سے کہا: ''پھر آپ کی کیا رائے ہے؟'' انہوں نے فرمایا: میری رائے یہ ہے ہم سب لوگوں کو ایک مصحف پر جمع کردیں تاکہ پھر کوئی افتراق واختلاف باقی نہ رہے، ہم سب نے کہا آپ نے بڑی اچھی رائے قائم کی ہے۔''

یہ حدیث حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے کام کے بارے میں واضح ترین حدیث ہے، اس میں آپ دیکھ رہے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے "نجمع النَّاس علی مصحف واحد" فرما کر یہ ارادہ ظاہر فرمایا ہے کہ ہم ایک ایسا مصحف تیار کرنا چاہتے ہیں جو پورے عالم اسلام کے لیے یکساں ہو، اور اس کے ذریعہ باہمی اختلافات کو ختم کیا جاسکے اور اسکے بعد کسی صحیح قراءت کے انکار اور منسوخ یا شاذ قراءت پر اصرار کی گنجائش باقی نہ رہے۔ [الاتقان:۶۱/۱]

نیز ابن اشتہ رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ:

"اختلفوا فی القرآن علی عهد عثمان حتیٰ اقتتل الغلامان والمعلمون فبلغ ذلك عثمان بن عفان فقال عندی تکذبون وتلحنون فیه فمن نأی عنّی کان أشد تکذیباً وأکثر لحنا، یا أصحاب محمد اجتمعوا فاکتبوا للنّاس إماماً"

''حضرت عثمانؓ کے عہد میں قرآن کے بارے میں اختلاف ہوا، یہاں تک کہ بچے اور معلمین لڑنے لگے، یہ اطلاع حضرت عثمانؓ کو پہنچی تو انہوں نے فرمایا کہ تم میرے قریب رہتے ہوئے (صحیح قراءتوں کی) تکذیب کرتے ہو، اور اس میں غلطیاں کرتے ہو، لہٰذا جو لوگ مجھ سے دور ہیں وہ تو اور بھی زیادہ تکذیب اور غلطیاں کرتے ہوں گے، پس اے اصحاب محمدؐ جمع ہوجاؤ اور لوگوں کے لیے ایک ایسا نسخہ تیار کرو جس کی اقتداء کی جائے۔''

اس سے صاف واضح ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مقصد قرآن کے کسی حرف کا ختم کرنا نہیں تھا، بلکہ انہیں تو اس بات کا افسوس تھا کہ بعض لوگ صحیح حروف کا انکار کررہے ہیں اور بعض لوگ غلط طریقہ سے تلاوت پر اصرار کررہے ہیں۔ اس لیے وہ ایک معیاری نسخہ تیار کرنا چاہتے تھے جو پوری دنیائے اسلام کے لیے یکساں ہو۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

[بہت سے علماء نے حضرت عثمانؓ کے عمل کی یہی تشریح فرمائی ہے، ملاحظہ ہو الفصل فی الملل والاھواء والنحل: ص۷۷، البیان فی علوم القرآن، ص۶۲، مناھل العرفان: ۲۴۸/۱ تا ۲۵۶]

لغتِ قریش پر لکھنے کا مطلب

❷ یہاں دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ صحیح بخاری کی روایت کے مطابق جس وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی قیادت میں مصحف قرآنی مرتب کرنے کیلئے صحابہؓ کی ایک جماعت بنائی تو ان سے فرمایا تھا:

"إذا اختلفتم أنتم وزيد بن ثابت فی شئ من القرآن فاكتبوه بلسان قريش فإنما أنزل بلسانهم"

''جب تمہارے اور حضرت زید بن ثابتؓ کے درمیان قرآن کے کسی حصہ میں اختلاف ہو تو اسے قریش کی زبان پر لکھنا، کیونکہ قرآن انہی کی زبان پر نازل ہوا ہے۔'' [صحيح البخاري: ۳۵۰۶]

.....اگر حضرت عثمانؓ نے ساتوں حروف باقی رکھے تھے تو اس ارشاد کا کیا مطلب ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ درحقیقت حضرت عثمانؓ کا یہی وہ جملہ ہے جس سے حافظ ابن جریرؒ اور بعض دوسرے علماء نے یہ سمجھا ہے کہ حضرت عثمانؓ نے چھ حروف ختم کر کے صرف ایک حرف قریش کو مصحف میں باقی رکھا تھا، لیکن درحقیقت اگر حضرت عثمانؓ کے اس ارشاد پر اچھی طرح غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کا یہ مطلب سمجھنا درست نہیں ہے کہ انہوں نے حرفِ قریش کے علاوہ باقی چھ حروف کو ختم فرما دیا تھا بلکہ مجموعی روایات دیکھنے کے بعد یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس ارشاد سے حضرت عثمانؓ کا یہ مطلب تھا کہ اگر قرآن کریم کی کتابت کے دوران رسم الخط کے طریقے میں کوئی اختلاف ہو تو قریش کے رسم الخط کو اختیار کیا جائے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ کی اس ہدایت کے بعد صحابہؓ کی جماعت نے جب کتابتِ قرآن کا کام شروع کیا تو پورے قرآن کریم میں اُن کے درمیان صرف ایک اختلاف پیش آیا، جس کا ذکر امام زہریؒ نے اس طرح فرمایا ہے:

"فاختلفوا يومئذ فی التابوت والتابوه فقال النفر القرشيون التابوت وقال زيد بن ثابت التابوه فرفع اختلافهم الىٰ عثمان فقال اكتبره التابوت فانه بلسان قريش نزل"

[كنز العمال: ۴۷۸۳، فتح الباري: ۱۶/۹]

''چنانچہ اس موقع پر اُن کے درمیان ''تابوت'' اور ''تابوۃ'' میں اختلاف ہوا، قریشی صحابہؓ کہتے تھے کہ تابوت (بڑی تا سے لکھا جائے) اور حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے تھے کہ تابوۃ (گول تاء سے لکھا جائے) پس اس اختلاف کا معاملہ حضرت عثمانؓ کے سامنے پیش ہوا، جس پر انہوں نے فرمایا کہ اسے التابوت لکھو، کیونکہ قرآن قریش کی زبان پر نازل ہوا ہے۔''

اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ اور قریشی صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان جس اختلاف کا ذکر فرمایا اس سے مراد رسم الخط کا اختلاف تھا نہ کہ لغات کا۔

مرادف الفاظ سے تلاوت کا مسئلہ

❸ تیسرا سوال یہ پیدا ہوسکتا ہے کہ حضرت ابوبکرہؓ نے سبعۃ احرف کے اختلاف کی جو تشریح فرمائی ہے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ سات حروف مصاحف عثمانی میں شامل نہیں ہوسکے، کیونکہ وہ فرماتے ہیں:

"أن جبريل قال: يا محمد اقرأ القرآن علىٰ حرف، قال ميكائيل استزده حتى بلغ سبعة

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

أحرف، قال كل شافٍ كافٍ ما لم تخلط آية عذاب برحمة أو رحمة بعذاب نحو قولك تعال واقبل وهلم واذهب و اسرع و عجل" [یہ الفاظ مسند احمد میں صحیح سند کے ساتھ مروی ہیں ،أوجز المسالك:۲/۳۵۷]

''جبریل علیہ السلام نے (حضور ﷺ سے) کہا کہ اے محمدؐ! قرآن کریم کو ایک حرف پر پڑھئے، میکائیل علیہ السلام نے حضور ﷺ سے کہا اس میں اضافہ کروایئے، یہاں تک کہ معاملہ سات حروف تک پہنچ گیا، حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا ان میں سے ہر ایک شافی کافی ہے، تاوقتیکہ آپؐ عذاب کی آیت کو رحمت سے یا رحمت کو عذاب سے مخلوط نہ کردیں، یہ ایسا ہی ہوگا، جیسے آپ تعال (آؤ) کے معنی کو اقبل ، هلم ، اذهب ، اسرع اور عجل کے الفاظ سے ادا کریں۔''

اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سبعۃ احرف کا اختلاف درحقیقت مرادف الفاظ کا اختلاف تھا یعنی ایک حرف میں کوئی ایک لفظ اختیار کیا گیا تھا اور دوسرے حرف میں اسی کا ہم معنی کوئی دوسرا لفظ، حالانکہ عثمانی مصاحف میں جو قراءتیں جمع ہیں اُن کے درمیان مرادفات کا یہ اختلاف بہت کم ہے ان قراءتوں میں جو اختلاف ہے وہ زیادہ تر حرکات، صیغوں، تذکیر وتانیث اور لہجوں کا اختلاف ہے۔

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ ہم نے 'سات حروف' کی جس تشریح کو اختیار کیا ہے اس میں قراءتوں کے درمیان سات قسم کے اختلافات بیان کئے گئے ہیں، اُن سات اقسام میں سے ایک قسم بدلیت مرادفہ کا اختلاف ہے، حضرت ابوبکرؓ نے یہاں سات حروف کے مکمل تشریح نہیں فرمائی، بلکہ اس کی صرف ایک مثال دی ہے، اس لیے اختلاف کی صرف ایک قسم یعنی اختلاف الفاظ بدلیت کا ذکر فرمایا ہے۔

اب اختلاف قراءات کی یہ قسم یعنی اختلاف الفاظ ابتدائے اسلام میں بہت زیادہ تھی، چونکہ تمام اہل عرب لغت قریش کے پوری طرح عادی نہ تھے، اس لیے شروع میں انہیں یہ سہولت زیادہ سے زیادہ دی گئی تھی کہ وہ آنحضرت ﷺ سے سنے ہوئے متبادل الفاظ میں سے جس لفظ کے ساتھ چاہیں تلاوت کرلیا کریں، چنانچہ شروع میں ایسا بکثرت تھا کہ ایک قراءت میں ایک لفظ ہو اور دوسری قراءت میں اس کا ہم معنی دوسرا لفظ، لیکن جب لوگ لغت قرآن سے پوری طرح مانوس ہوگئے تو اختلاف قراءت کی یہ قسم رفتہ رفتہ کم کردی گئی، یہاں تک کہ آنحضرت ﷺ کی وفات سے پہلے رمضان میں حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپؐ سے قرآن کریم دو مرتبہ دور فرمایا، اس وقت بہت سے الفاظ منسوخ کردیئے گئے اور اس طرح الفاظ مرادفہ کا اختلاف بہت کم رہ گیا۔

اب حضرت عثمانؓ نے وہ الفاظ مرادفہ اپنے مصاحف میں جمع نہیں فرمائے جو اس آخری دور میں منسوخ ہوچکے تھے، کیونکہ اُن کی حیثیت اب منسوخ التلاوۃ آیات کی سی تھی، البتہ قراءتوں کا جو اختلاف آخری دور میں بھی باقی رکھا گیا تھا، اُسے حضرت عثمانؓ نے جوں کا توں باقی رکھا، لہٰذا حضرت ابوبکرؓ نے حروف کے اختلاف کی جو قسم مذکورہ حدیث میں بطورِ مثال مذکور فرمائی ہے، وہ قسم ہی جس کی بیشتر جزئیات عرضۂ اخیرہ کے وقت منسوخ ہوچکی تھیں، چنانچہ وہ مصاحف عثمانی میں شامل نہیں ہوسکیں اور نہ موجودہ قراءات اُن پر مشتمل ہیں۔

مذکورہ بالا نتائج تین مقدمات سے مستنبط ہوتے ہیں:

① عرضۂ اخیرہ (حضرت جبریل علیہ السلام کے ساتھ حضور ﷺ کے آخری قرآنی دور) کے وقت قرآن کریم کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

متعدد قراءتیں منسوخ کی گئی تھیں۔

④ حضرت عثمانؓ نے مصاحف عثمانی کو عرضۂ اخیرہ کے مطابق ترتیب دیا۔

⑤ حضرت عثمانؓ کے مصحف میں مرادف الفاظ کا وہ اختلاف موجود نہیں ہے جو حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا ہے۔

جہاں تک تیسرے مقدمے کا تعلق ہے وہ تو بالکل ظاہر ہے اور دوسرے مقدمہ کے دلائل ہم پیچھے بیان کر چکے ہیں، جن میں سے صریح ترین دلیل حضرت عبیدہ سلمانی رحمہ اللہ کا یہ ارشاد ہے کہ ''حضرت عثمانؓ نے ہمیں جس قراءت پر جمع کیا وہ عرضۂ اخیرہ کے مطابق تھی۔ [کنز العمال:۲۸۶/۱، حدیث:۴۸۴]

اب پہلا مقدمہ باقی رہ جاتا ہے اور وہ یہ کہ عرضۂ اخیرہ کے وقت متعدد قراءتیں منسوخ ہوگئی تھیں، اس کی دلیل محقق ابن الجزریؒ کا یہ ارشاد ہے:

"ولا شك أن القرآن نسخ منه وغير فيه فى العرضة الاخيرة فقد صح النص بذلك عن غير واحد من الصحابة وروينا بإسناد صحيح عن زرّ بن حبيش قال قال لى ابن عباس أى القراء تين تقرأ قلت الاخيرة قال فان النبىﷺ كان يعرض القرآن على جبريل عليه السلام فى كل عام مرة قال فعرض عليه القرآن فى العام الذى قبض فيه النبىﷺ مرتين فشهد عبدالله يعنى ابن مسعود ما نسخ منه ومابدل" [النشر فى القراء ات العشر:۳۲/۱]

''اور اس میں کوئی شک نہیں کہ عرضۂ اخیرہ کے موقع پر قرآن کریم میں بہت کچھ منسوخ کیا گیا اور بدلا گیا ہے کیونکہ اس کی تصریح متعدد صحابہؓ سے منقول ہے۔ ہم تک صحیح سند کے ساتھ حضرت زر بن حبیشؒ کا یہ قول پہنچا ہے کہ مجھ سے ابن عباسؓ نے پوچھا تم کون سی قراءت پڑھتے ہو؟ میں نے کہا کہ آخری قراءت، انہوں نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ ہر سال ایک مرتبہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو قرآن سنایا کرتے تھے، پس جس سال آپؐ کی وفات ہوئی اُس سال آپؐ نے دو مرتبہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو قرآن سنایا، اس موقع پر جو کچھ منسوخ ہوا اور جس قدر تبدیلی کی گئی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اس کے شاہد تھے۔''

[حافظ ابن حجرؒ نے بھی اس مضمون کی متعدد روایات مختلف محدثین کے حوالوں سے نقل کی ہیں: فتح الباري:۳۶/۹]

اس سے صاف ظاہر ہے کہ عرضۂ اخیرہ کے وقت بہت سی قراءتیں خود اللہ تعالیٰ کی جانب سے منسوخ قرار دے دی گئی تھیں۔ حضرت ابوبکرہؓ نے مرادف الفاظ کے جس اختلاف کا ذکر فرمایا ہے اُس کی بہت سی جزئیات بھی یقیناً اسی وقت منسوخ ہوگئی ہوں گے، کیونکہ حضرت عثمانؓ نے عرضۂ اخیرہ کے مطابق مصحف تیار کرائے ہیں، ان میں الفاظ مرادفہ کا اختلاف بہت شاذ و نادر ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور اُن کا مصحف

⑥ مذکورہ بالا تحقیق پر چوتھا اشکال یہ ہوسکتا ہے کہ متعدد روایات سے ثابت ہے کہ حضرت عثمانؓ نے جمع قرآن کا جو کارنامہ انجام دیا، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس سے خوش نہیں تھے اور انہوں نے اپنا مصحف بھی نذر آتش نہیں ہونے دیا۔ اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے چھ حروف ختم نہیں فرمائے تھے تو پھر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی وجہ اعتراض کیا تھی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ درحقیقت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے کام پر دو اعتراض تھے، ایک یہ کہ کتابت قرآن کے کام میں انہیں کیوں شریک نہیں کیا گیا۔ دوسرے یہ کہ دوسرے مصاحف کو نذرِ آتش کیوں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا گیا؟

پہلے اعتراض کا ذکر صحیح ترمذی کی ایک روایت میں امام زہریؒ نے فرمایا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو یہ شکایت تھی کہ کتابت قرآن کا کام اُن کے حوالے کیوں نہیں کیا گیا، جبکہ انہوں نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں زیادہ طویل عرصہ تک آنحضرت ﷺ کی صحبت سے استفادہ کیا تھا۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس اعتراض کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس معاملہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا عذر یہ تھا کہ انہوں نے یہ کام مدینہ طیبہ میں شروع کیا تھا اور حضرت ابن مسعودؓ اس وقت کوفہ میں تھے اور حضرت عثمانؓ اُن کے انتظار میں یہ کارِ خیر مؤخر فرمانا نہیں چاہتے تھے اس کے علاوہ حضرت ابوبکرؓ نے بھی حضرت زید بن ثابتؓ ہی کو یہ کام سونپا تھا۔ اس لیے انہوں نے یہ مناسب سمجھا کہ جمع وترتیب قرآن کا یہ مرحلہ بھی انہی کے ہاتھوں انجام پائے۔[فتح الباري:۱۶/۹]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو دوسرا اعتراض یہ تھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ نئے مصاحف تیار کرنے کے بعد باقی تمام انفرادی مصاحف کو نذرِ آتش کرنے کا حکم دے دیا تھا اور وہ اپنا مصحف نذرِ آتش کرنے کے لیے تیار نہیں تھے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ انہیں سمجھانے کے لیے تشریف لے گئے، لیکن انہوں نے فرمایا کہ:

"والله لا أدفعه إليهم، اقرأني رسول الله ﷺ بضعا وسبعين سورة ثم ادفعه إليهم، والله لا أدفعه اليهم" [مستدرک حاکم:۲۲۸/۲، قال الحاکم: "هذا حديث صحيح الاسناد وأقره الذهبی]

''خدا کی قسم میں یہ مصحف ان کے حوالے نہیں کروں گا، مجھے رسول اللہ ﷺ نے ستر سے زیادہ سورتیں سکھائیں ہیں، پھر میں یہ مصحف انہیں دے دوں؟ خدا کی قسم میں انہیں نہیں دوں گا۔''

جن حضرات نے کوفہ میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے مصحف کے مطابق اپنے مصاحف لکھ رکھے تھے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے انہیں بھی یہی ترغیب دی کہ وہ اپنے مصاحف حوالہ نہ کریں، حضرت خمیر بن مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"أمر بالمصاحف أن تغير قال قال ابن مسعود من استطاع منكم ان يغُل مصحفه فليغله..... ثم قال قرأت من فم رسول الله ﷺ سبعين سورة، أفأترك ما اخذت من فی رسول الله ﷺ وعلىٰ و صحبه وسلم" [الفتح الرباني تبويب مسند احمد:۳۵/۱۸]

''مصاحف میں تبدیلی کا حکم دیا گیا تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے (لوگوں سے) فرمایا کہ تم میں سے جو شخص اپنے مصحف کو چھپا سکے وہ ضرور چھپالے..... پھر فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے ستر سورتیں پڑھی ہیں تو کیا میں وہ چیز چھوڑ دوں جو میں نے براہ راست آنحضرت ﷺ کے دہن مبارک سے حاصل کی ہے۔''

اس سے یہ تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا مصحف عثمانی مصاحف سے کچھ مختلف تھا اور آپ اسے محفوظ رکھنا چاہتے تھے، لیکن اس میں کیا چیزیں عثمانی مصاحف سے مختلف تھیں؟ اس کی صراحت صحیح روایات میں نہیں ملتی، بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے مصحف میں بنیادی فرق سورتوں کی ترتیب کا تھا، یہ بات پہلے بتائی جا چکی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جن صحف میں قرآن کریم کو جمع فرمایا تھا ان میں سورتیں الگ الگ لکھی ہوئی تھیں اور ان میں ترتیب نہیں تھی اور حضرت عثمانؓ نے جو مصاحف لکھوائے اُن میں سورتوں کو ایک خاص ترتیب سے جمع کر دیا گیا تھا۔

امام حاکم رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"إن جمع القرآن لم يكن مرة واحدة فقد جمع بعضه بحضرة رسول اللهﷺ ثم جمع بعضه بحضرة أبي بكر الصديق، والجمع الثالث هو في ترتيب السورة، كان في خلافة أمير المؤمنين عثمان بن عفان" [المستدرك للحاكم:۲۲۹/۲]

''جمع قرآن کا کام ایک ہی مرتبہ میں مکمل نہیں ہوا، بلکہ قرآن کا کچھ حصہ رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں جمع ہو گیا تھا، پھر کچھ حصہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانے میں ہوا اور جمع قرآن کا تیسرا مرحلہ وہ تھا جن میں سورتوں کو مرتب کیا گیا، یہ کام امیر المؤمنین حضرت عثمان بن عفانؓ کے عہد خلافت میں ہوا۔''

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا مصحف حضرت عثمانؓ کے مصاحف سے ترتیب میں بہت مختلف تھا، مثلاً اس میں سورۂ نساء پہلے اور سورہ آل عمران بعد میں تھی۔ [علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے ابن اشتر رحمہ اللہ کے حوالہ سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے مصحف کی پوری ترتیب نقل کی ہے جو مصاحف عثمانی سے بہت مختلف ہے۔(الاتقان:۶۶/۱)] اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے شاید اسی ترتیب کے ساتھ آنحضرت ﷺ سے قرآن کریم سیکھا ہوگا۔ اس لیے اُن کی خواہش تھی کہ یہ مصحف اسی ترتیب پر باقی رہے اس کی تائید صحیح بخاری کی ایک روایت سے ہوتی ہے کہ عراق کا ایک باشندہ ایک دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا اور کہا:

"يا أُم المؤمنين أريني مصحفك، قالت لم؟ قال لعلّي أؤلّف القرآن عليه، فإنه يُقرأ غير مؤلف، قالت وما يضُرك آية قرأت قبل" [صحيح البخاري:۴۹۹۳]

''اس نے کہا کہ اُم المؤمنین! مجھے اپنا مصحف دکھایئے، حضرت عائشہؓ نے پوچھا کیوں؟ کہنے لگا تاکہ میں (اپنے) قرآنی مصحف کو اس کے مطابق ترتیب دے لوں، اس لیے کہ وہ (ہمارے علاقہ میں) غیر مرتب طریقہ سے پڑھا جاتا ہے۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ قرآن کا جو حصہ بھی تم پہلے پڑھ لو تمہارے لیے مضر نہیں۔''

اس حدیث کی شرح میں حافظ ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ یہ عراقی شخص حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی قراءت پر کاربند تھا اور چونکہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اپنا مصحف نہ بدلا تھا اور نہ اُسے نابود کیا تھا، اس لیے اس کی ترتیب عثمانی مصاحف سے مختلف تھی اور ظاہر ہے کہ عثمانی مصاحف کی ترتیب میں مناسبتوں کی رعایت دوسرے مصاحف کے مقابلہ میں زیادہ تھی اس لیے اس عراقی شخص نے اپنے مصحف کو عثمانی مصحف کے مقابلہ میں غیر مرتب قرار دیا۔

[فتح الباري:۳۲/۹]

اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مصحف میں بنیادی فرق سورتوں کی ترتیب کا تھا، اس کے علاوہ ہوسکتا ہے کہ رسم الخط کا فرق بھی ہو اور اس میں ایسا رسم الخط اختیار کیا گیا ہو جس میں عثمانی مصاحف کی طرح تمام قراءتوں کی گنجائش نہ ہو، ورنہ اگر حافظ ابن جریر رحمہ اللہ کے بیان کے مطابق یہ کہا جائے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے چھ حروف کو ختم کر کے صرف ایک حرف پر قرآن لکھوایا تھا اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا مصحف انہی متروک حروف میں سے کسی حرف لکھا ہوا تھا، تو اس پر مندرجہ ذیل اعتراضات واقع ہوتے ہیں:

① صحیح بخاری کی مذکورہ بالا حدیث میں عراقی باشندے نے صرف سورتوں کی ترتیب کا اختلاف کا ذکر کیا ہے، ورنہ اگر حرف کا اختلاف بھی ہوتا تو وہ زیادہ اہم تھا، اسے زیادہ اہتمام سے ذکر کیا جاتا۔

② حافظ ابن جریرؒ وغیرہ کے قول کے مطابق سات حروف سے مراد سات مختلف قبائل کی لغات ہیں، اگر یہ بات صحیح ہوتی تو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے مصحف میں اور عثمانی مصاحف میں کوئی فرق نہ ہونا چاہئے تھا، کیونکہ اس قول

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے مطابق حضرت عثمانؓ نے سب کو حرفِ قریش پر جمع کر کے اسی کے مطابق مصاحف لکھوائے تھے اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بھی قریشی تھے۔

③ حافظ ابن جریرؒ اور اُن کے متبعین نے چھ حروف کو ختم کرنے پر سب سے بڑی دلیل اجماع صحابہؓ پیش کی ہے، لیکن اگر حضرت ابن مسعودؓ کسی اور حرف پر پڑھتے اور اس کی کتابت کو جائز سمجھتے تھے تو یہ اجماع کیسے متحقق ہوسکتا ہے، جس اجماع میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جیسے فقیہ صحابی شامل نہ ہوں وہ اجماع کہلانے کا مستحق ہی کہاں ہے۔ بعض حضرات نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ نے بعد میں حضرت عثمانؓ کی رائے کو قبول کرلیا تھا، لیکن اس بارے میں کوئی صریح روایت موجود نہیں ہے۔

حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں:

''ابن ابی داوٗدؒ نے ایک باب اس عنوان سے قائم کیا ہے کہ ''ابن مسعودؓ کا بعد میں حضرت عثمانؓ کے عمل پر راضی ہوجانا'' لیکن اس باب کے تحت کوئی ایسی صریح روایت نہیں لاسکے جو اس عنوان کے مطابق ہو۔'' [فتح الباري:۹/۴۰]

حافظ ابن جریرؒ وغیرہ کے قول پر ان اعتراضات کا کوئی جواب نہیں ملتا، لہٰذا صحیح یہی ہے کہ حضرت عثمانؓ نے ساتوں حروف عثمانی مصاحف میں باقی رکھے ہیں اور حضرت ابن مسعودؓ کا اعتراض یہ نہیں تھا کہ چھ حروف کیوں ختم کردیئے گئے؟ [صرف ایک روایت مسند احمد میں ایسی ملتی ہے جس سے بظاہر یہ مترشح ہوتا ہے کہ حضرت عثمانؓ نے چھ حروف ختم فرما دیئے تھے اور حضرت ابن مسعودؓ کو اسی پر اعتراض تھا۔ [دیکھئے: (الفتح الرباني:۱۸/۳۶) لیکن وہ ایک مجہول شخص سے مروی ہے، اس لیے مستند نہیں ہے، کیونکہ فی الواقع ایسا ہوا ہی نہیں تھا، بلکہ اعتراض یہ تھا کہ جو مصاحف پہلے سے لکھے ہوئے موجود ہیں اور جن کی ترتیب اور رسم الخط عثمانی مصاحف کے مطابق نہیں ہے اُنہیں ضائع کیوں کیا جارہا ہے جبکہ وہ بھی درست ہیں۔

نتائج بحث

'حروف سبعہ' کی یہ بحث اندازے سے طویل ہوگئی، اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس سے حاصل ہونے والے نتائج کا خلاصہ آخر میں پیش کردیا جائے، تاکہ اسے یاد رکھنا آسان ہو:

① اُمت کی آسانی کی خاطر آنحضرت ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے یہ فرمائش کی کہ قرآن کریم کی تلاوت کو صرف ایک ہی طبقے میں منحصر نہ رکھا جائے، بلکہ اُسے مختلف طریقوں سے پڑھنے کی اجازت دی جائے، چنانچہ قرآن کریم سات حروف پر نازل کردیا گیا۔

② سات حروف پر نازل کرنے کا راجح ترین مطلب یہ ہے کہ اس کی قراءت میں سات نوعیّتوں کے اختلافات رکھے گئے، جن کے تحت بہت سی قراءتیں وجود میں آگئیں۔

③ شروع شروع میں ان سات وجوہ اختلاف میں سے اختلاف الفاظ و مرادفات کی قسم بہت عام تھی، یعنی ایسا بکثرت تھا کہ ایک قراءت میں ایک لفظ ہوتا تھا اور دوسری قراءت میں اس کا ہم معنی کوئی دوسرا لفظ، لیکن رفتہ رفتہ جب اہل عرب قرآنی زبان سے پوری طرح مانوس ہوگئے تو یہ قسم کم ہوتی گئی یہاں تک کہ جب آنحضرت ﷺ نے اپنی وفات سے پہلے رمضان میں حضرت جبریل علیہ السلام کے ساتھ قرآن کریم کا آخری دور کیا (جسے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اصطلاح میں عرضۂ اخیرہ کہتے ہیں) تو اس میں اس قسم کے اختلافات دور کر دیئے گئے اور زیادہ تر صیغوں کی بناوٹ، تذکیر و تانیث، افراد و جمع، معروف و مجہول اور لہجوں کے اختلافات باقی رہے۔

④ جتنے اختلافات عرضۂ اخیرہ کے وقت باقی رہ گئے تھے، حضرت عثمانؓ نے ان سب کو اپنے مصاحف میں اس طرح جمع فرما دیا کہ ان کو نقطوں اور حرکات سے خالی رکھا، لہٰذا قراءتوں کے بیشتر اختلافات اس میں سما گئے، اور جو قراءتیں اس طرح ایک مصحف میں نہیں سما سکیں انہیں دوسرے مصاحف میں ظاہر کر دیا، اسی بناء پر عثمانی مصاحف میں کہیں کہیں ایک ایک دو دو لفظ کا اختلاف پیدا ہوا۔

⑤ حضرت عثمانؓ نے اس طرح سات مصاحف لکھوائے اور ان میں سورتوں کو بھی مرتب فرما دیا جبکہ حضرت ابوبکرؓ کے صحیفوں میں سورتیں غیر مرتب تھیں، نیز قرآن کریم کے لیے ایک رسم الخط متعین کر دیا اور جو مصاحف اس ترتیب اور اس رسم الخط کے خلاف تھے انہیں نذر آتش کر دیا۔

⑥ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے مصحف کی ترتیب عثمانی مصاحف سے مختلف تھی اور وہ اس ترتیب کو باقی رکھنا چاہتے تھے، اس لیے انہوں نے اپنا مصحف نذر آتش کرنے کے لیے حضرت عثمانؓ کے حوالے نہیں کیا۔

سات حروف کے بارے میں اختلافِ آراء کی حقیقت ایک غلط فہمی کا اِزالہ

آخر میں ایک اور بنیادی غلط فہمی کا ازالہ کر دینا ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ 'سبعہ احرف' کی مذکورہ بحث کو پڑھنے والا سرسری طور پر اس شبہ میں مبتلا ہو سکتا ہے کہ قرآن کریم جیسی بنیادی کتاب کے بارے میں جو حفاظتِ خداوندی کے تحت آج تک بغیر کسی ادنیٰ تغیّر کے محفوظ چلی آ رہی ہے مسلمانوں میں اتنا زبردست اختلاف آراء کیسے پیدا ہو گیا؟

لیکن 'سبعہ احرف' کی بحث میں جو اقوال ہم نے پیچھے نقل کئے ہیں اگر ان کا غور سے مطالعہ کیا جائے تو اس شبہ کا جواب بآسانی معلوم ہو جاتا ہے، جو شخص بھی اس اختلاف آراء کی حقیقت پر غور کرے گا اس پر یہ بات واضح ہو جائے گی کہ یہ سارا اختلاف محض نظریاتی نوعیت کا ہے اور عملی اعتبار سے قرآن کریم کی حقانیت و صداقت اور اس کے بعینہٖ محفوظ رہنے پر اس اختلاف کا کوئی ادنیٰ اثر بھی مرتب نہیں ہوتا، کیونکہ اس بات پر دلالت کا بلا استثناء اتفاق ہے کہ قرآن کریم جس شکل میں آج ہمارے پاس موجود ہے وہ تواتر کے ساتھ چلا آ رہا ہے، اس میں کوئی ادنیٰ تغیر نہیں ہوا، اس بات پر بھی تمام اہل علم متفق ہیں کہ قرآن کریم کی جتنی قراءتیں تواتر کے ساتھ ہم تک پہنچی ہیں وہ سب صحیح ہیں اور قرآن کریم کی تلاوت اُن میں سے ہر ایک کے مطابق کی جا سکتی ہے۔

اس بات پر بھی پوری اُمت کا اجماع ہے کہ متواتر قراءتوں کے علاوہ جو شاذ قراءتیں مروی ہیں انہیں قرآن کریم کا جزء قرار نہیں دیا جا سکتا، یہ بات بھی متفق علیہ ہے کہ 'عرضۂ اخیرہ' یا اس سے پہلے جو قراءتیں منسوخ کر دی گئیں، وہ خود آنحضرت ﷺ کے ارشاد کے بموجب قرآن کا جزء نہیں رہیں، یہ بات بھی سب کے نزدیک ہر شک و شبہ سے بالاتر ہے کہ قرآن کے سات حروف میں جو اختلاف تھا وہ صرف لفظی تھا، مفہوم کے اعتبار سے تمام حروف بالکل متحد تھے، لہٰذا اگر کسی شخص نے قرآن کریم صرف ایک قراءت یا حرف کے مطابق پڑھا ہو تو اسے قرآنی مضامین حاصل ہو جائیں گے اور قرآن کی ہدایات حاصل کرنے کے لیے اسے کسی دوسرے حرف کو معلوم کرنے کی احتیاج نہیں ہوگی، اس میں بھی کوئی ادنیٰ اختلاف نہیں ہے کہ حضرت عثمانؓ نے جو مصاحف تیار کرائے وہ کامل احتیاط، سینکڑوں صحابہ کرامؓ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی گواہی اور پوری اُمت مسلمہ کی تصدیق کے ساتھ تیار ہوئے تھے اور ان میں قرآن کریم ٹھیک اس طرح لکھ دیا گیا تھا جس طرح وہ رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوا اور اس میں کسی ایک متنفس کو بھی اختلاف نہیں ہوا۔ [حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اپنے مصحف کو باقی رکھنے پر تو مصر رہے، لیکن مصاحف عثمانی کی کسی بات پر انہوں نے ادنیٰ اختلاف نہیں فرمایا]

لہٰذا جس اختلاف کا ذکر گذشتہ صفحات میں کیا گیا ہے وہ صرف اتنی بات میں ہے کہ حدیث میں 'سات حروف' سے کیا مراد تھی؟ اب جتنی متواتر قراءتیں موجود ہیں، وہ 'سات حروف' پر مشتمل ہیں یا صرف ایک حرف پر؟ یہ محض ایک علمی نظریاتی اختلاف ہے، جس سے کوئی علمی فرق واقع نہیں ہوتا، اس لیے اس سے یہ سمجھنا بالکل غلط ہے کہ ان اختلافات کی بناء پر قرآن کریم معاذ اللہ مختلف فیہ ہوگیا ہے، اس کی مثال کچھ ایسی ہے جیسے ایک کتاب کے بارے میں ساری دنیا اس بات پر متفق ہو کہ یہ فلاں مصنف کی لکھی ہوئی ہے، اس مصنف کی طرف اس کی نسبت قابل اعتماد ہے اور خود اُس نے اُسے چھاپ کر تصدیق کردی کہ یہ میری لکھی ہوئی کتاب ہے اور اس نسخے کے مطابق قیامت تک اسے شائع کیا جاسکتا ہے، لیکن بعد میں لوگوں کے درمیان یہ اختلاف پیدا ہوجائے کہ مصنف نے اپنے مسودے میں طباعت سے قبل کوئی لفظی ترمیم کی تھی یا جیسا شروع میں لکھا تھا ویسا ہی شائع کردیا، ظاہر ہے کہ محض اتنے سے نظری اختلاف کی بنا پر وہ روشن حقیقت مختلف فیہ نہیں بن جاتی جس پر سب کا اتفاق ہے، یعنی یہ کہ وہ کتاب اُسی مصنف نے اپنی ذمہ داری پر طبع کی ہے، اُسے اپنی طرف منسوب کیا ہے، اور قیامت تک اپنی طرف منسوب کرکے شائع کرنے کی اجازت دی ہے، اسی طرح جب پوری اُمت اس بات پر متفق ہے کہ قرآن کریم کو مصاحف عثمانی میں ٹھیک اُسی طرح لکھا گیا ہے جس طرح وہ نازل ہوا تھا، اور اس کی تمام متواتر قراءتیں صحیح اور منزل من اللہ ہیں، تو یہ حقائق اُن نظری اختلافات کی بناء پر مختلف فیہ نہیں بن سکتے، جو حروف سبعہ کی تشریح میں پیش آئے ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مباحثِ قراءات

قاری صہیب اَحمد میر محمدی☆
قاری نجم الصبیح تھانوی☆☆

قراءاتِ عشرۃ کی اَسانید اوران کا تواتر

زیرِنظر مضمون علم قراءات کی دونوجوان فاضل شخصیات کی تحریروں کا امتزاجی انتخاب ہے، جنہیں اللہ تعالیٰ نے متعدد خصوصی صلاحیتوں سے نوازا ہے۔فنِ قراءات کے مستقبل کو ان دونوں حضرات سے خصوصی امیدیں وابستہ ہیں۔جناب قاری صہیب احمد ﷾ کو جہاں اللہ تعالیٰ نے بولنے کا اعلیٰ سلیقہ عطا فرمایا ہے، وہیں محترم قاری نجم الصبیح تھانوی ﷾ کو لکھنے میں یدطولیٰ عطا فرمایا ہے۔دونوں حضرات کا تعلق ماہرین فن کے علمی خانوادوں سے ہے، جناب قاری نجم الصبیح تھانوی ﷾ شیخ المشائخ قاری اظہار اَحمد تھانوی ﷺ کے فرزند اَرجمند ہیں تو محترم قاری صہیب احمد میر محمدی ﷾ شیخ القراء قاری محمد ابراہیم میر محمدی ﷾ کے برادر خورد ہیں۔دونوں حضرات علم قراءات کی داخلی باریکیوں کی مہارت کاملہ رکھنے کے ساتھ ساتھ فن سے متعلقہ علمی وفنی مباحث کا اعلیٰ ذوق بھی رکھتے ہیں۔مجلس التحقیق الاسلامی کے رکن جناب قاری محمد مصطفیٰ راسخ ﷾ نے قاری صہیب اَحمد میر محمدی ﷾ کی عربی تصنیف جبیرۃ الجراحات فی حجیّۃ القراءات اور قاری نجم الصبیح تھانوی ﷾ کی کتاب 'تاریخ تجوید وقراءات' سے اس تحریر کو بغیر حک واضافہ کے یوں ترتیب دیا ہے کہ ایک مربوط مضمون کی صورت بن گئی ہے۔یاد رہے کہ مضمون کا ابتدائی حصہ 'جبیرۃ الجراحات' سے اور آخری حصہ 'تاریخ تجوید وقراءات' سے ماخوذ ہے، اگرچہ بعض جگہ کچھ عبارتیں آگے پیچھے کی گئی ہیں۔[ادارہ]

لغوی تعریف

اسناد أُسند إليه سے مصدر ہے، جس کا معنی ہے: منسوب کرنا۔ ہروہ چیز جس کی طرف نسبت کی گئی ہو اور اس پر اعتماد کیا جائے اس کو 'سند' کہتے ہیں۔اسی لیے دیوار وغیرہ کو بھی سند اور اسناد کہا جاتا ہے، کیونکہ عمارت کی بناء اسی پر ہوتی ہے۔اسی وجہ سے دین کی معتمد علیہ چیز کو سند کہا جاتا ہے۔سند کی جمع اَسانید آتی ہے۔

[المعجم الوسیط:۱/۲/۴۵۴]

اِصطلاحی تعریف

اسناد کا مطلب ہے متن حدیث کے طریق کو بیان کرنا، چنانچہ سند متنِ حدیث کے طریق کو کہتے ہیں۔علم المصطلح کے مطابق سند راویوں کا وہ سلسلہ ہے، جس کے ذریعہ متنِ حدیث تک رسائی حاصل کی جائے، جیسے امام بخاری ﷺ کی یہ عبارت دیکھیں:

☆ مدیر کلّیۃ القرآن الکریم، مرکز البدر، بونگہ بلوچاں، لاہور
☆☆ صدر مدرس مدرسہ تجوید القرآن، رنگ محل، لاہور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدَّثنا مكى بن إبراهيم قال حدثنا يزيد بن أبى عبد الله وهو مولى سلمة بن الأكوع عن سلمة قال سمعت النبى ﷺ يقول:« من يقل علىَّ ما لم أقل فليتبوأ مقعده من النار»

مذکورہ تعریف کے مطابق امام بخاری رحمہ اللہ کا قول حدَّثنا فلان حدَّثنا فلان حدَّثنا فلانٌ اسناد ہے اور سند اس کے وہ رواۃ ہیں، جن کا ذکر متنِ حدیث سے پہلے ہوا ہے، اور متنِ حدیث آپ ﷺ کا فرمان: مَن يقل علىَّ ..... الخ ہے۔ محدثین کرام اسناد وسند دونوں کو ایک معنی میں استعمال کرتے ہیں، البتہ مراد قرائن سے سمجھ آتی ہے۔

[شرح صحيح مسلم مع النووى:۱/۲۵، ۲۷]

دین میں سند کی اہمیت

اسناد اُمت محمدیہ کا خاصہ ہے۔ ان سے پہلے کسی اُمت کو یہ خاصہ عطاء نہیں ہوا۔ دین میں اس کا انتہائی اہم مقام ہے۔ امام حاکم نیسابوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"قال عبد الله بن مبارك: الإسناد من الدِّين، لو لا الإسناد لقال من شاء ما شاء"

''عبداللہ بن مبارکؒ نے فرمایا کہ اسناد کا اہتمام دینی اُمور میں سے ہے۔ اگر اسناد نہ ہوتیں تو جس کے جی میں جو آتا وہ کہہ دیتا۔'' [معرفة علوم الحديث:٦]

❁ امام ابن مبارک رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں:

"مثل الذى يطلب أمر دينه بلا إسناد كمثل الذى يرتقى السطح بلا سلّم"

''جو شخص دین کا کوئی حکم بغیر سند کے طلب کرتا ہے، اس کی مثال اس شخص جیسی ہے جو چھت پر بغیر سیڑھی کے چڑھنا چاہتا ہے۔''

❁ امام سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"الاسناد سلاح المؤمن فإذا لم يكن معه سلاح فبأىّ شئ يقاتل"[الإسناد من الدين للشيخ أبو غدة)

''اسناد تو مومن کا ہتھیار ہے۔ اگر اس کے پاس اسلحہ نہیں ہوگا تو وہ لڑائی کس چیز کیساتھ کرے گا۔''

❁ اسی طرح امام سفیان ثوری رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں:

"الإسناد زين الحديث ممن اعتنى به فهو السعيد" [أيضا]

''اسناد تو حدیث کی زینت ہے، جس نے اس کا اہتمام کیا وہ بامراد ہوا۔''

❁ امام شعبہ بن حجاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

كلّ حديث ليس فيه حدثنا أو أخبرنا فهو خلّ وبقل

[المحدّث الفاصل بين الراوى والواعى:ص۵۱۷]

''ہر وہ حدیث جس میں حدثنا یا أخبرنا کے الفاظ نہیں ہیں، وہ ردّی اور بے وقعت ہے۔ اسناد کے فقدان کی وجہ سے وہ ناقابل التفات ہوگی۔''

❁ امام محمد بن ادریس الشافعی رحمہ اللہ نے فرمایا:

"مثل الذى يطلب الحديث بلا إسناد كمثل حاطب ليل، يحمل حزمة حطب وفيه أفعى وهو لا يدرى" [الإسناد من الدين]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''جو شخص بغیر سند کے حدیث طلب کرتا ہے اس کی مثال یوں ہے جیسے کوئی آدمی رات کے اندھیرے میں لکڑیاں اکٹھی کرتا ہے اور پھر وہ اپنا گٹھا اٹھاتا ہے، لیکن اسے علم نہیں ہوتا کہ اس کی لکڑیوں میں خطرناک ترین سانپ موجود ہے۔''

❁ امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''امام زہریؒ نے ایک دن حدیث بیان فرمائی، میں نے کہا کہ بلاسند بیان کر دیں، تو انہوں نے فرمایا کیا آپ چھت پر بغیر سیڑھی کے چڑھنا چاہتے ہیں۔'' [أیضا]

بعض اہل علم نے انہی کی مثال کہتے ہوئے ذکر کیا ہے کہ

''وہ شخص جو بغیر سند کے حدیث طلب کرتا ہے تو اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جو چھت پر بغیر سیڑھی کے چڑھنا چاہتا ہے، بھلا وہ آسمان پر کیسے چڑھ سکتا ہے؟''

❁ امام اوزاعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ما ذهاب العلم إلا ذهاب الاسناد" ''علم کا خاتمہ اسناد کے خاتمہ پر منحصر ہے۔''

❁ حافظ یزید بن زریع رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"لكلّ دين فرسان وفرسان هذا الدّين أصحاب الأسانيد"

''ہر دین کی حفاظت کرنے کیلئے کچھ شاہسوار ہوتے ہیں۔ دین اسلام کے شاہسوار اصحاب اسانید یعنی محدثین کرام ہیں۔''

❁ حافظ الجوال ابوسعد سمعانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''نبی کریم ﷺ کے الفاظ (احادیث) کا مدار نقل پر ہے۔ ان الفاظ کی صحت، صحتِ سند پر منحصر ہے۔ اور صحتِ سند کی بنیاد ثقہ اور عادل راوی کے بغیر ناممکن ہے۔''

پھر اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''میں نے بہز بن اسعد العمی بصریؒ (متوفی بعد از ۲۰۰ھ) کو کہتے ہوئے سنا کہ جب ان کے سامنے کوئی صحیح حدیث بیان کی جاتی تو فرماتے یہ تو عادل لوگوں کی ایک دوسرے کے لئے گواہیاں ہیں، اور جب ان کے سامنے کوئی کمزور سند بیان کی جاتی تو فرماتے کہ یہ تو ناقابل التفات ہے، اور ساتھ یہ بھی فرماتے اگر کوئی مقروض جس کے ذمہ دس روپے کا قرض ہے وہ اس کی ادائیگی سے انکار کر دے تو قرض لینے والا جب تک دو عادل لوگوں کو گواہ بنا کر پیش نہ کرے وہ قرضہ واپس لینے سے قاصر ہوتا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا دین تو اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ اس کی باتیں عادل لوگوں سے قبول کی جائیں۔'' [أدب الإملاء والاستملاء:۳،۵۵]

❁ امام ابوحاتم رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" لم يكن في أمة من الأمم منذ خلق الله آدم، أمناء يحفظون آثار نبيهم وأنساب سلفهم إلا في هذه الأمة" [شرح مواهب اللدنية للزرقاني:۵/۴۵۴]

''جب سے اللہ تعالیٰ نے کائنات کی تخلیق فرمائی، اس اُمت سے بڑھ کر کوئی ایسی اُمت نہیں گزری جو اس قدر امین، اپنے انبیاء کی باتوں اور اسلاف کے انساب کی حفاظت کرنے والی ہو۔''

امام ابوالعباس محمد بن عبدالرحمٰن سرخسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''میں نے محمد بن مظفر کو کہتے ہوئے سنا کہ اللہ نے اس اُمت کو عزت و شرف سے نوازا اور علم الاسناد کے ساتھ اس کو پہلی اُمتوں سے ممتاز کیا، کیونکہ اُن کے پاس جو کتابیں موجود ہیں انہوں نے ان میں کئی اپنی باتیں بھی داخل کر دیں۔ اب

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کے پاس کوئی ایسا پیمانہ نہیں جس سے وہ اپنے انبیاء سے منقول کتب اور غیر معتبر آدمیوں کی رخنہ اندازیوں کے مابین فرق کرسکیں۔''

❁ جہاندیدہ شخصیت، حافظ ابوبکر محمد بن احمد ثقفی اصبہانی رحمہ اللہ [متوفی ۳۰۹ھ] فرماتے ہیں:

''مجھ تک یہ بات پہنچی ہے کہ اللہ نے اس اُمت کو تین ایسے خصائص عطا فرمائے ہیں جو ان سے ماقبل کا نصیب نہ بن سکے: ① سند واسناد ② اِعراب ③ انساب

[شرح مواهب اللدنية للزرقاني:۵/۴۵۴،الأجوبة الفاضلة لعبد الحيّ اللّكنوي:ص۲۴]

اسی وجہ سے کسی شاعر نے ایسی قوم کو، جو سند کا اہتمام نہیں کرتی، مخاطب کرتے ہوئے سند کی اہمیت اجاگر کرتے ہوئے کہا ہے:

ومن بطون كراريس روايتهم ... لو نـاظروا باقـلاً لَمَـا غلبوا
والعلم إن فاته إسناد مسنده ... كالبيت ليس له سقفٌ ولا طنب

[الكفاية للخطيب البغدادي:ص۱۶۳]

''ان کی روایات کا مدار سراسر اوراق اور کتب پر ہے، اگر کبھی کسی ردّی چیز سے ان کا پالا پڑ جائے تو انہیں جان چھڑانا مشکل ہوجاتا ہے۔ اگر علم کی سند ختم ہوجائے تو وہ ایسے گھر کی مانند ہے جس کی چھت ہے، نہ درودیوار۔''

یہ بات تو حدیث کی سند کے متعلقہ تھی، رہی بات اللہ تعالیٰ کے کلام کی، جو کہ نسل درنسل تلقّی، سماع اور بالمشافہ اخذ و اَداء کے ذریعے ہم تک ہے، تو اس کی کیا شان ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن کریم کی ایسی حفاظت پر ہم اللہ تعالیٰ کا کیسے شکریہ ادا کرسکتے ہیں۔ جو فرض ہم مسلمانوں پر حفاظتِ قرآن کے سلسلہ میں عائد ہوتا ہے تو اس امانت کی اَدائیگی کے سلسلہ میں ہم اپنے سات سالہ بچے کو قرآن مجید کا حافظ بنا کر عہد نبویؐ سے پورا کر رہے ہیں۔ ایسے لوگوں پر اللہ کی رحمتوں اور خوشنودیوں کا نزول ہو۔ واللہ المستعان

قراءات عشرہ کی اَسانید کی تفصیل

یہ بات تو واضح ہے کہ ہر قاری کے دو راوی ہیں۔ ان میں سے کچھ راوی تو ایسے ہیں جنہوں نے اپنے شیخ سے بلاواسطہ نقل کیا ہے، جیسا کہ سیدنا قالون رحمہ اللہ اور سیدنا ورش رحمہ اللہ نے امام نافع رحمہ اللہ سے، سیدنا شعبہ رحمہ اللہ اور سیدنا حفص رحمہ اللہ نے امام عاصم رحمہ اللہ سے، سیدنا ابوالحارث رحمہ اللہ اور سیدنا دوری علی رحمہ اللہ نے امام کسائی رحمہ اللہ سے۔ بعض رواۃ ایسے بھی ہیں جنہوں نے اپنی روایت امام سے واسطہ کے ساتھ نقل کی ہے۔ پھر ان میں سے کچھ نے ایک واسطہ سے، جیسے سیدنا دوری رحمہ اللہ اور سیدنا سوسی رحمہ اللہ میں سے ہر دو نے شیخ یزیدی رحمہ اللہ کے واسطے سے اپنے استاد ابوعمرو بصری رحمہ اللہ سے اور سیدنا خلف رحمہ اللہ و سیدنا خلاد رحمہ اللہ نے امام حمزہ رحمہ اللہ سے ایک واسطہ یعنی سیدنا سلیم رحمہ اللہ کے ساتھ اپنی روایات کو اخذ کرکے آگے نقل کیا ہے۔ نیز بعض راوی ایسے بھی ہیں جنہوں نے اپنے شیخ سے ایک سے زائد واسطوں سے نقل کیا ہے، جیسے سیدنا بزی رحمہ اللہ اور سیدنا قنبل رحمہ اللہ نے امام مکی رحمہ اللہ سے، سیدنا ہشام رحمہ اللہ اور سیدنا ابن ذکوان رحمہ اللہ نے امام ابن عامر شامی رحمہ اللہ سے ایک سے زائد واسطوں سے نقل کیا ہے۔

❶ اِمام نافع رحمہ اللہ کی سند

یہ بات تو واضح ہے کہ امام نافع رحمہ اللہ کے دو راوی ہیں: ① سیدنا قالون رحمہ اللہ ② سیدنا ورش رحمہ اللہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام قالون رحمہ اللہ اور امام ورش رحمہ اللہ دونوں حضرات نے امام نافع رحمہ اللہ سے قراءت حاصل کی۔ امام نافع رحمہ اللہ نے تابعین کی ایک جماعت، جن میں ابوجعفر یزید بن قعقاع رحمہ اللہ، عبدالرحمٰن بن ھرمز الاعرج رحمہ اللہ، شیبہ بن نصاح رحمہ اللہ، مسلم بن جندب رحمہ اللہ اور یزید بن رومان رحمہ اللہ زیادہ معروف ہیں، سے قراءت حاصل کی۔ امام ابوجعفر رحمہ اللہ نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قراءت حاصل کی۔

❷ امام ابن کثیر مکی رحمہ اللہ کی سند

ان کے بھی دو مشہور راوی ہیں: ① سیدنا بزّی رحمہ اللہ ② سیدنا قنبل رحمہ اللہ

ذیل میں ہر ہر راوی کی مکی رحمہ اللہ تک سند درج ہے:

① **بزّی:** احمد بن محمد بن عبداللہ بن ابوالقاسم بن نافع بن ابوبزہ بزی رحمہ اللہ نے عکرمہ بن سلیمان بن کثیر بن عامر مکی رحمہ اللہ سے، انہوں نے شبل بن عباد رحمہ اللہ سے، انہوں نے عبداللہ بن کثیر مکی رحمہ اللہ سے پڑھا۔

② **قنبل:** ابوعمر محمد بن عبدالرحمٰن بن خالد بن محمد بن سعید قنبل مخزومی رحمہ اللہ نے ابوالحسن احمد بن محمد بن عون قواس البکّار رحمہ اللہ سے، انہوں نے ابوالاخریط رحمہ اللہ سے، انہوں نے اسماعیل بن عبداللہ قسط رحمہ اللہ سے، انہوں نے شِبل بن عباد رحمہ اللہ سے، انہوں نے عبداللہ بن کثیر مکی رحمہ اللہ سے پڑھا۔

امام عبداللہ بن کثیر مکی رحمہ اللہ نے سیدنا ابن جبیر رحمہ اللہ سے، انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قراءت حاصل کی۔

❸ امام ابوعمرو بصری رحمہ اللہ کی سند

ان کے دو مشہور راوی ہیں: ① سیدنا دوری رحمہ اللہ ② سیدنا سوسی رحمہ اللہ

سیدنا دوری رحمہ اللہ اور سیدنا سوسی رحمہ اللہ دونوں نے امام یحییٰ بن مبارک یزیدی رحمہ اللہ سے، انہوں نے امام ابوعمرو بصری رحمہ اللہ سے قراءت حاصل کی۔ امام ابوعمرو بصری رحمہ اللہ نے مجاہد بن جبر رحمہ اللہ اور سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے، ان دونوں نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قراءت حاصل کی۔

❹ امام ابن عامر شامی رحمہ اللہ کی سند

ان کے بھی دو مشہور راوی ہیں: ① سیدنا ہشام رحمہ اللہ ② سیدنا ابن ذکوان رحمہ اللہ

سیدنا ہشام بن عمار رحمہ اللہ اور سیدنا محمد بن احمد ابن ذکوان رحمہ اللہ دونوں نے ایوب بن تمیم تمیمی رحمہ اللہ سے، انہوں نے یحییٰ بن حارث ذماری رحمہ اللہ سے، انہوں نے عبداللہ بن عامر شامی رحمہ اللہ سے، انہوں نے مغیرہ بن ابوالہاشم مخزومی رحمہ اللہ سے، انہوں نے ابوعبداللہ عمران رضی اللہ عنہ اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قراءت حاصل کی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ابن عامر رحمہ اللہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے براہ راست قراءت بھی حاصل کی ہے۔

❺ امام عاصم کوفی رحمہ اللہ کی سند

ان کے بھی دو راوی ہیں: ① سیدنا شعبہ رحمہ اللہ ② سیدنا حفص رحمہ اللہ

ابوبکر شعبہ بن عیاش اسدی رحمہ اللہ اور ابوعمر حفص بن سلیمان بن مغیرہ اسدی رحمہ اللہ نے امام عاصم کوفی رحمہ اللہ سے، انہوں نے عبدالرحمٰن سلمی رحمہ اللہ سے، انہوں نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے اوران تینوں حضرات نے آپ ﷺ سے قراءت حاصل کی۔

❻ امام حمزہ کوفی رحمہ اللہ کی سند

ان کے بھی دو مشہور راوی ہیں: ① سیدنا خلف رحمہ اللہ ② سیدنا خلاد رحمہ اللہ

ابو محمد خلف بن ہشام رحمہ اللہ اور خلاد بن عیسیٰ رحمہ اللہ دونوں نے ابوعیسیٰ سلیم بن عیسیٰ بن سلیم بن عامر بن غالب بن سعید بن سلیم رحمہ اللہ سے قراءت حاصل کی، انہوں نے امام حمزہ بن عمارہ رحمہ اللہ سے، انہوں نے سلیمان بن مہران رحمہ اللہ سے، انہوں نے یحییٰ بن وثاب رحمہ اللہ سے، انہوں نے عبیدہ سلمانی رحمہ اللہ، علقمہ رحمہ اللہ، اسود رحمہ اللہ اور مسروق رحمہ اللہ سے، انہوں نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے آنحضرت ﷺ سے قراءت حاصل کی۔

❼ امام علی بن حمزہ کسائی کوفی رحمہ اللہ کی سند

ان کے بھی دو مشہور راوی ہیں: ① سیدنا ابوالحارث رحمہ اللہ ② سیدنا دوری رحمہ اللہ

ابوعمر وحفص بن عمر بن عبدالعزیز بن صہبان ازدی دوری رحمہ اللہ اور ابوالحارث لیث بن خالد رحمہ اللہ دونوں نے امام کسائی رحمہ اللہ سے براہ راست قراءت حاصل کی، انہوں نے ابوعمارہ حمزہ بن حبیب زیات رحمہ اللہ سے، انہوں نے سلیمان بن مہران رحمہ اللہ سے، انہوں نے یحییٰ بن وثاب رحمہ اللہ سے، انہوں نے ابو مریم زر بن حبیش رحمہ اللہ سے، انہوں نے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اور ان دونوں حضرات نے آپ ﷺ سے قراءت حاصل کی۔

❽ امام ابوجعفر یزید بن قعقاع رحمہ اللہ کی سند

ان کے بھی دو مشہور راوی ہیں: ① سیدنا ابن وردان رحمہ اللہ ② سیدنا ابن جماز رحمہ اللہ

ابوالحارث عیسیٰ بن وردان مدنی رحمہ اللہ اور ابوربیع سلمان ابن سالم بن جماز رحمہ اللہ دونوں نے امام ابوجعفر رحمہ اللہ سے، انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے آنحضرت ﷺ سے قراءت حاصل کی۔

❾ امام یعقوب بصری رحمہ اللہ کی سند

ان کے بھی دو مشہور راوی ہیں: ① سیدنا رُویس رحمہ اللہ ② سیدنا رَوح رحمہ اللہ

ابوعبداللہ محمد بن متوکل لؤلؤی بصری المعروف رویس رحمہ اللہ اور ابوالحسن روح بن عبدالمومن ہذلی رحمہ اللہ نے امام یعقوب بن اسحاق بصری رحمہ اللہ سے، انہوں نے ابوعمرو بصری رحمہ اللہ سے، انہوں نے مجاہد بن جبر رحمہ اللہ اور سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے، انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے آنحضرت ﷺ سے قراءت حاصل کی۔

❿ امام خلف العاشر رحمہ اللہ کی سند

ان کے بھی دو مشہور راوی ہیں: ① سیدنا اسحاق رحمہ اللہ ② سیدنا ادریس رحمہ اللہ

ابو یعقوب اسحاق بن ابراہیم بن عثمان بغدادی رحمہ اللہ اور ابوالحسن ادریس بن عبدالکریم حداد رحمہ اللہ نے امام خلف بن ہشام بزار رحمہ اللہ سے، انہوں نے یحییٰ بن سلیم رحمہ اللہ سے، انہوں نے حمزہ بن عمارہ بن اسماعیل رحمہ اللہ سے، انہوں نے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ رحمہ اللہ سے، انہوں نے منہال بن عمرو رحمہ اللہ سے، انہوں نے سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے، انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے، انہوں نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے آنحضرت ﷺ سے قراءت حاصل کی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسانید کے ذکر کرنے کے بعد ہم دوسری طرف چلتے ہیں۔ وہ ہے سند عالی اور نازل کی معرفت، کیونکہ عالی سند کا حصول سنت ہونے کے ساتھ ساتھ اللہ کے قرب کے حصول کا بھی ذریعہ ہے۔

امام سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اصحاب حدیث نے عالی اور نازل سند کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا ہے:

① ایسی سند صحیح جو ضعف سے محفوظ ہو، اور اس میں عدد کے اعتبار سے رسول اللہ ﷺ سے قرب ہو، یہ علو کی سب سے بہتر قسم ہے۔ موجودہ دور میں سند عالی کی اس قسم میں ۱۴ واسطے موجود ہیں۔ اس کی نظیر قراءات میں، سیدنا ابن ذکوان رحمہ اللہ کی امام ابن عامر رحمہ اللہ سے روایت ہے۔ یا ۱۵ واسطے موجود ہیں، قراءات میں اس کی مثال قراءت عاصم بروایت حفص اور قراءت یعقوب بروایت رویس ہیں۔

② محدثین کے ہاں علو کی دوسری قسم ائمہ حدیث میں سے کسی امام کی طرف قرب ہے، جیسے أعمش رحمہ اللہ، ھشیم رحمہ اللہ، ابن جریج رحمہ اللہ، اوزاعی رحمہ اللہ اور مالک رحمہ اللہ ہیں۔ علم قراءت میں اس کی مثال امام نافع رحمہ اللہ اور امام ابن عامر شامی رحمہ اللہ کی قراءت ہے، جس میں ان آئمہ تک ۱۲ رواسطے ہیں۔

③ محدثین کے ہاں تیسری قسم ہے کتب ستہ میں سے کسی ایک کی روایت کرنے کی نسبت کا علو۔ وہ یوں کہ اگر ایک محدث کسی حدیث کو کتب ستہ کے طریق سے بیان کرتا ہے تو وہ نازل ہو اور اگر ان کے علاوہ کسی طریق سے بیان کرے تو وہ عالی ہو۔ قراءات میں اس کی مثال کتب معروفہ: تیسیر اور شاطبیہ وغیرہ میں۔

موافقات، ابدال، مساوات اور مصافحات علو کی اس قسم کے قبیل سے ہیں:

موافقت: یہ ہے کہ اصحاب کتب میں سے کسی ایک کے ساتھ کسی دوسرے طریق سے (جو نسبتاً کم واسطوں والا ہو) سے اس کے شیخ پر اکٹھا ہونا۔ صاحب کتاب اگر اسے اپنے طریق سے بیان کرتا، تو وہ سند عالی نہ بنتی۔ کبھی اس فن میں اس کی مثال نہیں بھی ملتی۔ علم قراءات میں سیدنا بزی رحمہ اللہ نے جو مکی رحمہ اللہ سے بطریق ابن نبان بواسطہ ابو ربیعہ روایت کیا ہے، اس کو حافظ ابن جزری رحمہ اللہ نے بواسطہ کتاب المفتاح از ابو منصور محمد بن عبدالملک بن خیرون رحمہ اللہ سے اور کتاب المصباح از ابوالکرم شہرزوری رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے۔ ان دونوں حضرات یعنی ابو منصور رحمہ اللہ اور شہرزوری رحمہ اللہ نے یہ قراءت عبدالسعید بن عتاب رحمہ اللہ سے پڑھی۔ امام جزری رحمہ اللہ کا ان دونوں طریقوں میں سے کسی ایک طریق کے مطابق نقل کرنا، اصول حدیث کی روشنی میں 'موافقت' کہلائے گا۔

بدل: یہ ہے کہ کسی مصنف کے استاد کے ایک یا زیادہ اساتذہ تک اس مصنف کی سند کے علاوہ کسی ایسی سند کے ساتھ پہنچنا جس میں واسطے کم ہوں۔ یہ صورت کبھی عالی نہیں ہوئی یا بالفاظ دیگر اس کی مثال نہیں ملی۔ یہاں ہم اس کی مثال میں امام ابوعمرو رحمہ اللہ کی قراءت، جو دوری رحمہ اللہ نے ابن مجاہد بواسطہ ابوالزعراء نقل کی، پیش کرتے ہیں۔

اس قراءت کو امام دانی رحمہ اللہ نے ابوالقاسم عبدالعزیز بن جعفر بغدادی رحمہ اللہ سے، انہوں نے ابوطاہر رحمہ اللہ سے بواسطہ ابن مجاہد نقل کیا ہے۔ اور کتاب المصباح سے اس طرح نقل کیا ہے کہ اس قراءت کو ابوالکرم رحمہ اللہ نے ابوالقاسم یحییٰ بن احمد البستی رحمہ اللہ سے، انہوں نے ابوالحسن حمامی رحمہ اللہ سے، انہوں نے ابوطاہر رحمہ اللہ سے حاصل کی۔ امام جزری رحمہ اللہ کا اس قراءت کو بطریق مصباح نقل کرنا امام دانی رحمہ اللہ کے استاد کے استاد کے لئے بدل کہلائے گا۔

مساوات: اکثر طور پر روایت کے رواۃ عدد میں برابر ہوں تو اسے مساوات کہتے ہیں، گویا کہ وہ راوی صاحب

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتاب سے ملے ہیں، اس سے مصافحہ کیا اور یہ روایت نقل کی ہے۔ اس کی مثال امام نافع رحمہ اللہ کی قراءت ہے، جسے امام شاطبی رحمہ اللہ نے ابوعبداللہ محمد بن علی نفری رحمہ اللہ سے، انہوں نے ابوعبداللہ بن غلام رحمہ اللہ سے، انہوں نے سلیمان بن نجاح رحمہ اللہ وغیرہ سے، انہوں نے ابوعمرو دانی رحمہ اللہ سے، انہوں نے ابوالفتح فارس بن احمد رحمہ اللہ سے، انہوں نے عبدالباقی رحمہ اللہ سے، انہوں نے ابوالحسن بن بویان بن حسن رحمہ اللہ سے، انہوں ابراہیم بن عمر مقری رحمہ اللہ سے، انہوں نے أبو الحیض بن بویان رحمہ اللہ سے، انہوں نے ابوبکر بن اشعث رحمہ اللہ سے، انہوں نے ابوجعفر الریعی المعروف ابونشیط رحمہ اللہ سے، انہوں نے سیدنا قالون رحمہ اللہ سے اور انہوں نے امام نافع رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے۔

اسی قراءت کو امام جزری رحمہ اللہ نے ابوبکر خیاط رحمہ اللہ سے، انہوں نے ابومحمد بغدادی رحمہ اللہ وغیرہ سے، انہوں نے صائغ رحمہ اللہ سے، انہوں نے کمال بن فارس رحمہ اللہ سے، انہوں نے ابوالیمن کندی رحمہ اللہ سے، انہوں نے ابوالقاسم ہبۃ اللہ بن احمد حریری رحمہ اللہ سے، انہوں نے ابوبکر خیاط رحمہ اللہ سے، انہوں نے غرضی رحمہ اللہ سے، انہوں نے ابن بویان رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے۔ یہ امام ابن جزری رحمہ اللہ کے لئے مساوات ہے، کیونکہ ابن جزری رحمہ اللہ اور ابن بویان رحمہ اللہ کے مابین سات واسطے ہیں۔ امام شاطبی رحمہ اللہ اور امام جزری رحمہ اللہ کے مابین بھی اتنے ہی واسطے ہیں، تو جس نے امام جزری رحمہ اللہ سے قراءت حاصل کی، گویا اس نے امام شاطبی رحمہ اللہ سے مصافحہ کیا۔

باعتبار سند قراء کی تقسیم اور اس طرح کے دیگر مسائل

مذکورہ تقسیم تو علماء حدیث کے ہاں تھی۔ قراء کرام کے ہاں اسناد کی تقسیم، قراءات، روایت، طریق اور وجہ کو سامنے رکھ کر کی جاتی ہے۔

قراءت: اگر اختلاف ائمہ سبعہ یا عشرہ میں سے کسی ایک سے منقول ہو اور تمام طرق و روایات اس اختلاف کو نقل کرنے میں متفق ہوں، تو اسے اصطلاحاً 'قراءت' کہا جائے گا۔

روایت: اگر اختلاف کی نسبت امام کے راوی کی طرف ہو تو اسے 'روایت' کہا جائے گا۔

طریق: اگر اختلاف کی نسبت راوی کے شاگرد یا اس کے شاگردوں میں سے نیچے تک کسی ایک کی طرف منسوب ہو تو اسے 'طریق' کہا جائے گا۔

وجہ: اگر اختلاف کی نسبت شاگرد کے استاد کی طرف اس طرح ہو کہ وہ اختلاف اس کے لئے اختیاری ہو تو اسے 'وجہ' کہتے ہیں۔

علو کی چوتھی قسم: شیخ کی وفات کا اپنے ساتھی، جس سے راوی نے اخذ کیا ہے، مقدم ہونا۔ مثلاً تاج بن مکتوم رحمہ اللہ سے اخذ کرنا، ابوالمعالی بن اللُّبان رحمہ اللہ سے اخذ کرنے میں اعلیٰ ہے، اور ابن اللبان رحمہ اللہ سے نقل کرنا برہان شامی رحمہ اللہ سے نقل کرنے سے اعلیٰ ہے، اگرچہ یہ تینوں ابوحیان رحمہ اللہ سے نقل میں برابر ہیں، لیکن پہلے کی وفات دوسرے سے اور دوسرے کی وفات تیسرے سے مقدم ہے۔

علو کی پانچویں قسم: علو شیخ کی موت کی وجہ سے ہو، نہ کہ کسی اور امر یا دوسرے استاد کی طرف متوجہ ہونے کی وجہ سے۔ یہ علو کب حاصل ہوتا ہے؟ بعض محدثین کا خیال ہے کہ مسند کو علو کا یہ درجہ اس وقت حاصل ہوگا، جب اس سند سے روایت کرتے ہوئے شیخ کی موت کو پچاس برس بیت چکے ہوں۔ امام ابن مندہ رحمہ اللہ کے قول کے مطابق پچاس کے بجائے تیس سال گزر چکے ہوں۔ اس قول کی بناء پر ابن جزری رحمہ اللہ کے وہ شاگرد، جن کا تعلق ۸۶۳ھ سے ہے، کا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نقل کرنا عالی ہے، کیونکہ ابن جزری رحمہ اللہ آخری شخص ہیں، جن کی سند عالی ہے اور ۸۶۳ھ تک ان کی موت کو تیس سال گزر چکے ہیں۔ [الاتقان: ۱/۲۰۷تا۲۱۰، گیارہویں نوع، کچھ اختصار اور تصرف کے ساتھ]

قراء کی اسانید کے تسلسل کو سامنے رکھتے ہوئے علماء نے کہا ہے کہ قراءات تو قیفی ہیں۔ [البرھان للزرکشی: ۱/۳۲۱] علامہ ابن عبدالشکور رحمہ اللہ مسلم الثبوت میں اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اسانید قراءات بالاجماع صحیح ہیں اور علماء بلکہ اُمت کے ہاں انہیں تلقّی بالقبول حاصل ہے۔ مزید لکھتے ہیں اگر ان اسانید کے معارض کوئی سند آجائے تو وہ ناقابل التفات ہے۔ قراءعشر کی اسانید صحیح ترین ہونے کے ساتھ ساتھ انہیں امت کے ہاں شرف قبولیت بھی حاصل ہے۔'' [فواتح الرحموت: ۲/۱]

علماء نے قراءات کے توقیفی ہونے اور ان کے متعلق عدم تواتر والے شبہات کو دور کرنے کے لئے سندوں کا اہتمام کیا تھا۔ جو بھی قراءات کے معاملہ میں تتبع اور تحقیق کرے گا، اس پر یہ بات واضح ہوجائے گی کہ قراء کرام اپنی قراءات کی نسبت صحت سند کی بنیاد پر آپ ﷺ کی طرف کرتے ہیں۔

اَسانید قراءاتِ عشرہ کا تواتر

جو قرآن کریم آپ ﷺ نے صحابہ کو سنایا وہی سکھایا آسمانوں سے نازل ہوا تھا اور اسی کی تبلیغ کا حکم دیا، جیسا کہ عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''اگر تمہیں میری طرف سے ایک آیت بھی پہنچے تو اس کو آگے پہنچاؤ۔ ہاں بنی اسرائیل سے نقل کرنے میں کوئی حرج نہیں یہ بات بھی یاد رکھو کہ جس نے مجھ پر جھوٹ بولا اس نے اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالیا۔'' [صحیح البخاري: ۳۴۶۲]

امام ابن کثیر رحمہ اللہ (متوفی ۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

''اس کا مطلب ہے کہ اگر تمہارے پاس صرف ایک ہی روایت کا علم ہو تو تمہاری ذمہ داری بنتی ہے کہ اسے آگے پہنچاؤ۔ آنحضرت ﷺ کے صحابہ نے اسی حکم کو بجالاتے ہوئے قرآن مجید کو لوگوں تک بلاکم وکاست پہنچایا۔ اس لئے یہ جاننا ضروری ہے کہ صحابہ تک جو بات آپ ؐ کی پہنچی انہوں نے اللہ کے فضل وکرم سے اس بات کو ہماری طرف نقل کردیا۔'' [فضائل القرآن: ۱۹]

صحابہ کرام ؓ نے آپ ﷺ سے نہ صرف قرآن مجید حاصل کیا بلکہ ان میں سے ایک جماعت نے اس میں مہارت تامہ بھی حاصل کی اور وہ قرآن مجید پڑھتے پڑھاتے تھے۔ آپ ؐ انہی لوگوں کو قرآن کی تعلیم کے لئے مختلف اَطراف میں روانہ فرمایا کرتے تھے۔ ان لوگوں کو آپ ﷺ کے زمانہ میں 'القراء' کہا جاتا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رعل، ذکوان، عصیہ اور بنولحیان نے رسول اللہ ﷺ سے اپنے دشمنوں کے خلاف مدد مانگی تو آپ ؐ نے ستر (۷۰) انصار صحابہ کرام، جنہیں آپ ؐ کے زمانہ میں 'قراء' کہا جاتا تھا، کو ان کے ساتھ روانہ کردیا۔ یہ قراء صحابہ دن کو لکڑیاں اکٹھی کرتے تھے اور رات کو نماز میں مشغول رہا کرتے تھے۔

عہد نبی میں بہت سارے صحابہ کرام ؓ نے قرآن مجید حفظ کیا ہوا تھا، جن میں سے بعض تک قراءات کی اَسانید بھی پہنچتی ہیں۔ امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''جن صحابہ نے قرآن مجید حفظ کر کے آپ کو سنایا ان میں سے مندرجہ ذیل صحابہ کرام زیادہ معروف ہیں:
عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ (متوفی ۳۵ھ)، علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ (متوفی ۴۰ھ)، ابی بن کعب رضی اللہ عنہ (متوفی ۳۲ھ)، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (متوفی ۳۲ھ)، زید بن ثابت رضی اللہ عنہ (متوفی ۴۵ھ)، ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ (متوفی ۵۰ھ)، ابودرداء رضی اللہ عنہ (خلافت عثمان رضی اللہ عنہ کے آخر میں انہوں نے وفات پائی)۔ یہ تو وہ صحابہ کرامؓ ہیں، جن کے متعلق ہم تک یہ بات پہنچی ہے کہ انہوں نے حیاۃ رسول میں ہی قرآن کریم حفظ کیا اور یاد کر کے آپ کو سنایا۔ یہی وہ مکرم ہستیاں ہیں جن کے گرد ائمہ عشرہ کی اَسانید قراءات گھومتی ہیں۔ [الإعلام: ۳۲۶/۵] ان کے علاوہ بھی دیگر صحابہ کرام نے قرآن مجید یاد کیا تھا۔ ان میں سے سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ (المتوفی ۱۸ھ) ابوزید رضی اللہ عنہ، سالم مولی ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ (المتوفی ۷۳ھ) اور عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ قابل ذکر ہیں، لیکن ان کی قراءات ہم تک نہیں پہنچیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ متعدد صحابہ کرامؓ نے قرآن مجید پڑھنے پڑھانے کے ساتھ ساتھ زبانی بھی یاد کر رکھا تھا۔''

[معرفة القراء الكبار: ۲۴ تا ۴۲، کچھ تصرف واختصار کے ساتھ]

حفظِ قرآن کا خاصہ ہے کہ اس کے ساتھ اللہ نے قرآن کو ماقبل کتب سے ممتاز کیا، جیسا کہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (المتوفی ۷۲۸ھ) نے فرمایا ہے:

''نقل قرآن میں اصل اعتماد حفظ پر ہے، نہ کہ مصاحف پر، جیسا کہ ایک صحیح حدیث میں بھی ہے:
''میرے رب نے مجھے کہا: تجھ پر ایسی کتاب نازل کی گئی ہے جسے پانی بھی نہیں مٹا سکتا۔ آپ ﷺ اس کو سوتے جاگتے تلاوت کرتے ہیں۔'' [صحيح مسلم:۲۸۶۵]

اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ قرآن مجید اپنی حفاظت میں ایسی کتابتِ صحائف کا محتاج نہیں ہے، جس کتابت کو پانی کے ساتھ مٹایا جاسکے، بلکہ صحابہ کرام نے ہر حال میں قرآن مجید کی تلاوت کی، جیسا کہ اُمت محمدیہ کے وصف کو بیان کرتے ہوئے کہا گیا کہ ﴿بَلْ هُوَ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ فِي صُدُورِ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ﴾ یعنی ان کی اَناجیل (قرآنی سورتیں) ان کے سینوں میں محفوظ ہیں، برخلاف اہل کتاب کے کہ ان کی کتب کی حفاظت کا واحد ذریعہ صرف کتابت تھا، وہ صرف دیکھ کر تلاوت کر سکتے تھے، زبانی تلاوت پر اُنہیں قدرت حاصل نہ تھی۔''

[مجموع الفتاوى:۴۰۰/۱۳]

حفظ قرآن مجید کے ضمن میں صرف تلاوت یا زبانی یاد کرنے پر ہی اکتفاء نہ کیا گیا، بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اس کی کتابت کا بھی اہتمام کیا گیا تھا۔ تو یہ دونوں صورتیں (حفاظت کے حوالہ) سے ایک دوسرے کو تقویت بخشتی ہیں۔ جب ایک صورت میں غلطی کا اندیشہ ہوتا ہے تو دوسری صورت اس کی تصحیح کر دیتی ہے۔ اسی وجہ سے جب بھی آپ ﷺ پر وحی اتاری جاتی تو آپ ﷺ حاضرین کو سنانے کے ساتھ ساتھ فی الفور کاتبین وحی میں سے کسی کو بلوا کر وہ وحی لکھوا دیا کرتے تھے۔ [مدخل إلى علم القرآن الكريم:ص۳۴]

امام ابن جزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اس کتاب کے لئے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے خاص کر دیتا ہے۔ اس نے ایسے ثقہ ائمہ کو اس کام پر مامور کیا، جنہوں نے اس کی تصحیح کی انتہاء کے حصول کی خاطر اپنی تمام تر توانائیاں صرف کر دیں۔ انہوں نے قرآن مجید کو حرف بحرف آپ سے نقل کیا۔ ان لوگوں نے نہ تو کسی حذف واثبات اور حرکت وسکون کو چھوڑا اور نہ ہی انہیں کسی شک وشبہ کا سامنا کرنا پڑا۔ ان میں سے بعض نے مکمل بعض نے اکثر اور متعدد نے قرآن کا بعض حصہ آپ کی زندگی میں ہی یاد کر لیا تھا۔'' [النشر فی القراءات العشر:۶/۱]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قراء صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

امام سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''صحابہ کرامؓ کے جم غفیر نے آپ ﷺ کے دور میں قرآن مجید حفظ کرلیا تھا۔ان میں سے چند صحابہ کرام کے اسماء یہ ہیں:

''خلفاء راشدین، سالم مولی ابوحذیفہ، ابن مسعود، ابوہریرہ، ابن عباس، ابن زبیر، ابن عمر، ابن عمرو بن عاص، عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم ۔اسی طرح انصار میں سے ابی بن کعب، زید بن ثابت، معاذ بن جبل، ابودرداء اور ابوزید رضی اللہ عنہم حافظ قرآن تھے۔حقیقت یہی ہے کہ آپ ﷺ کے دور میں کثیر تعداد میں صحابہ کرامؓ نے قرآن مجید حفظ کرلیا تھا اور یہ بات بھی منقول ہے کہ واقعۂ بئر معونہ میں شہید ہونے والے ستر (۷۰) صحابہ کرام سب کے سب حفاظ اور قراء قرآن تھے۔[الاتقان]

حفظ قرآن صرف مرد صحابہ کرامؓ کا خاصہ نہ تھا، بلکہ اس میدان میں صحابیات بھی پیچھے نہ تھیں، چنانچہ امام سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''کئی صحابیات نے بھی یہ میدان سر کیا۔حفظ صحابیات کے ضمن میں ابن سعد رحمہ اللہ نے 'طبقات' میں اپنی سند کے ساتھ نقل کیا ہے کہ آپ اُم ورقہ بنت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہا، جو کہ حافظ قرآن تھیں، کے پاس جاتے تھے۔آپ ﷺ نے انہیں 'شہیدۃ' کا لقب عطا فرمایا۔جب آپ ﷺ نے غزوہ بدر کا ارادہ فرمایا تو انہوں نے بھی ساتھ چلنے کی اجازت طلب کی تاکہ وہ زخمیوں کی مرہم پٹی اور بیماروں کی نگرانی کریں اور انہوں نے آپ ﷺ سے یوں عرض کیا تھا کہ یا رسول اللہ ﷺ! مجھے بھی ساتھ لے چلیں، ہوسکتا ہے اللہ مجھے شہادت سے سرفراز کرے۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ آپ کو شہادت کے درجہ پر فائز فرمائیں گے، اور ساتھ ہی فرمایا کہ آپ اپنی اہل خانہ (خواتین) کی امامت کروائیں اور آپ ﷺ نے ان کے لئے ایک مؤذن مقرر فرما دیا۔ان کا ایک غلام اور لونڈی تھی، جنہیں انہوں نے مدبر بنا رکھا تھا۔خلافت عمر میں غلام اور لونڈی نے ان کو دبوچ لیا، حتیٰ کہ قتل کردیا، جب عمر رضی اللہ عنہ کو ان کے قتل کی اطلاع ملی، تو فرمانے لگے، سچ فرمایا، رسول اللہ ﷺ نے آپؓ ہم سے کہا کرتے تھے چلو بھئی شہیدہ کی ملاقات کے لئے چلتے ہیں۔آپ ﷺ نے ایک مسلمہ حافظہ کو کس قدر عزت سے نوازا کہ آپ ﷺ خود ان سے ملاقات کے لئے تشریف لے جاتے۔'' [الاتقان:۱/۷۱]

جب آپ ﷺ فوت ہوئے اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو حالات نے گھمبیر شکل اختیار کرلی۔مرتدین سے لڑائیاں عروج پر تھیں، جس کے سبب قراء صحابہ کرام بکثرت شہید ہونے لگے۔قراء کی بکثرت شہادت کی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خطرہ محسوس کیا کہ کہیں قرآن ضائع نہ ہوجائے۔انہوں نے اس خطرہ سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو آگاہ فرمایا اور قرآن مجید کو ایک صحیفے میں جمع کرنے کا مشورہ دیا۔حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں وہ مصحف جمع کیا گیا اور تاحیات ان کے پاس رہا۔ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس رہا اور ان کی وفات کے بعد یہی مصحف حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی تحویل میں چلا گیا۔خلافت عثمانیہ میں جب سلطنت اِسلامیہ کا دائرہ وسیع ہوا تو صحابہ کرامؓ اطراف عالم میں پھیل گئے، تاکہ لوگوں کو قرآن کی تعلیم دیں۔چنانچہ ۲۴ھ کے شروع یا اواخر کی بات ہے کہ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ آذربائیجان کے علاقہ آرمینیہ میں ایک جنگ میں شریک ہوئے، وہاں انہیں اس وقت خطرناک صورت حال کا سامنا کرنا پڑا، جب انہوں نے لوگوں کو قرآن کے بارہ میں اختلاف کرتے دیکھا۔اختلاف یہ تھا کہ ایک آدمی دوسرے سے کہہ رہا تھا کہ میری قراءت تیری قراءت سے بہتر ہے۔حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ معاملہ کی نزاکت کو بھانپ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گئے سیدھے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ اس اختلاف کا سدباب کیا جائے اس سے پہلے کہ یہ اختلاف یہود ونصاریٰ کے افتراق کی طرح پھیل جائے۔ آنجناب رضی اللہ عنہ نے اس معاملہ میں بارہ ہزار صحابہ سے مشورہ کیا۔ آپ نے چار مہاجر کاتبین، زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، سعید بن عاص رضی اللہ عنہ اور عبدالرحمٰن بن حارث رضی اللہ عنہ پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دی اور انہیں حکم دیا کہ وہ بڑے بڑے اسلامی شہروں کی تعداد کے مطابق قرآن مجید کے نسخے تیار کریں۔ بعض لوگوں نے کہا کہ ان کی تعداد چار تھی، جیسا کہ امام حمزہ زیات رحمہ اللہ اور امام دانی رحمہ اللہ کا مؤقف ہے۔ [المقنع:۱۹] بعض نے کہا پانچ تھی۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (المتوفی ۵۸۲ھ) اور امام سیوطی رحمہ اللہ (المتوفی ۹۱۱ھ) کا یہی مؤقف ہے۔ بعض کے نزدیک ان کی تعداد چھ تھی۔ امام ابوحاتم رحمہ اللہ کی رائے کے مطابق سات تھی، جبکہ امام جزری رحمہ اللہ کی رائے کے مطابق مصاحف کی تعداد آٹھ تھی۔ [کتاب المصاحف:۴۳]

بصرہ، کوفہ، شام، یمن، مکہ اور بحرین کی جانب ایک ایک مصحف روانہ کیا گیا۔ ایک مصحف مدینہ میں رکھا گیا اور ایک مصحف، جسے امام کہا جاتا ہے حضرت عثمان نے اپنے لئے خاص کر رکھا تھا۔ اسی طرح طبقہ صحابہ کے بعد بے شمار تابعین عظام نے قرآن مجید اور قراءت کی تعلیم حاصل کی۔

تابعی قراء کرام رحمہم اللہ

ہر شہر والے اپنے اپنے مصحف کے مطابق صحابہ کرام سے سیکھ کر قرآن مجید پڑھا کرتے تھے۔ صحابہ کرام نے قرآن مجید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا تھا۔ ان کے بعد تابعین عظام نے لوگوں کو قرآن کی تعلیم دینا شروع کی۔ صحابہ کے شاگرد بکثرت ہوئے اور مختلف دیار واَمصار میں پھیل گئے۔ [جمال القراء:۴۲۵/۲، النشر:۸/۱]

مدینہ کے معروف قراء تابعین

- سعید بن مسیّب رحمہ اللہ (المتوفی بعد از ۹۰ھ)
- عروہ بن زبیر رحمہ اللہ (المتوفی ۹۴ھ)
- سالم بن عبداللہ رحمہ اللہ (المتوفی ۱۰۶ھ)
- ابن شہاب زہری رحمہ اللہ (المتوفی ۱۲۴ھ)
- عبدالرحمٰن بن ہرمز المعروف اعرج رحمہ اللہ (المتوفی ۱۱۷ھ)

مکہ کے معروف قراء تابعین

- عبداللہ بن عمیر اللیثی رحمہ اللہ (المتوفی ۱۱۳ھ)
- عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ (المتوفی ۱۱۴ھ)
- طاؤس رحمہ اللہ (المتوفی ۱۰۶ھ)
- ابن عباس کے غلام عکرمہ رحمہ اللہ (المتوفی ۱۰۵ھ)
- عبداللہ بن ابی ملیکہ رحمہ اللہ (المتوفی ۱۱۷ھ)

کوفہ کے معروف قراء تابعین

- علقمہ بن قیس رحمہ اللہ (المتوفی بعد از ۷۰ھ)
- اسود بن یزید رحمہ اللہ (المتوفی ۷۵ھ)
- مسروق بن اجدع رحمہ اللہ (المتوفی ۶۳ھ)
- عبیدہ سلمانی رحمہ اللہ (المتوفی ۷۲ھ)
- عمر بن شرجیل رحمہ اللہ (المتوفی ۶۳ھ)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بصرہ کے معروف قراء تابعین

- عامر بن عبداللہ رحمہ اللہ (المتوفی ۹۳ھ)
- ابوالعالیہ الریاحی رحمہ اللہ (المتوفی ۹۳ھ)
- ابورجاء العطاردی رحمہ اللہ (المتوفی ۱۰۵ھ)
- نصر بن عاصم اللیثی رحمہ اللہ (المتوفی ۹۰ھ)
- یحییٰ بن یعمر رحمہ اللہ (المتوفی قبل از ۹۰ھ)

شام کے معروف قراء تابعین

مغیرہ بن ابوشہاب المخزومی رحمہ اللہ (المتوفی ۹۱ھ) خلید بن سعد۔

تبع تابعین میں سے قراء کرام رحمہم اللہ

ابوعبید قاسم بن سلام رحمہ اللہ مذکورہ لوگوں کا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

''ان کے جانشین حامل قرآن لوگوں میں ان جیسی ہمت اور طاقت نہ تھی۔ انہوں نے صرف قراءات کو اپنا مرکز ومحور بنا کر تمام تر توجہ قراءات میں صرف کی۔ لوگ ان سے قراءات نقل کرنے لگے، حتیٰ کہ وہ اس فن کے امام ومقتدا بن گئے۔ چنانچہ مدینہ میں درج ذیل حضرات پر قراءات کی بنیاد منتہی ہوئی:

- ابوجعفر یزید بن قعقاع رحمہ اللہ (المتوفی ۱۳۰)
- شیبہ بن نصاح رحمہ اللہ (المتوفی ۱۳۰ یا ۱۶۰ھ)
- نافع بن ابی نعیم رحمہ اللہ (المتوفی ۱۶۰ھ یا ۱۷۰ھ)

مکہ مکرمہ میں درج ذیل حضرات پر قراءات کی بنیاد منتہی ہوئی:

- عبداللہ بن کثیر مکی رحمہ اللہ (المتوفی ۱۳۰ھ)
- حمید بن قیس الاعرج رحمہ اللہ (المتوفی ۱۲۰ھ)
- محمد بن محصن رحمہ اللہ (المتوفی ۱۲۳ھ)

کوفہ میں درج ذیل حضرات پر قراءات کی بنیاد منتہی ہوئی:

- یحییٰ بن وثاب رحمہ اللہ (المتوفی ۱۰۳ھ)
- عاصم بن ابی النجود رحمہ اللہ (المتوفی ۱۲۷ھ)
- سلیمان بن اعمش رحمہ اللہ (المتوفی ۱۴۸ھ)
- حمزہ بن حبیب رحمہ اللہ (المتوفی ۱۵۶ھ)
- علی کسائی رحمہ اللہ (المتوفی ۱۸۹ھ)

بصرہ میں درج ذیل حضرات پر قراءات کی بنیاد منتہی ہوئی:

- عبداللہ بن ابواسحاق حضرمی رحمہ اللہ (المتوفی ۱۱۷ھ)
- عیسیٰ بن عمر ثقفی رحمہ اللہ (المتوفی ۱۴۹ھ)
- ابوعمرو بن العلاء رحمہ اللہ (المتوفی ۱۵۴ھ)
- عاصم جحدری رحمہ اللہ (المتوفی ۱۳۰ھ)
- یعقوب حضرمی رحمہ اللہ (المتوفی ۲۰۵ھ)

شام میں درج ذیل حضرات پر قراءات کی بنیاد منتہی ہوئی:

- عبداللہ بن عامر رحمہ اللہ (المتوفی ۱۱۸ھ)
- عطیہ بن قیس الکلابی رحمہ اللہ (المتوفی ۱۲۱ھ)
- یحییٰ بن حارث ذماری رحمہ اللہ (المتوفی ۱۴۵ھ)
- شریح بن یزید الحضرمی رحمہ اللہ (المتوفی ۲۰۳ھ)''

[جمال القراء: ۴۲۸/۲ نقلا عن کتاب القراءات لإبی عبید]

صحابہ کرام، تابعین عظام اور حضرات تبع تابعین میں سے بعض دیگر شیوخ قراءات کا تذکرہ

امام ابوعبید قاسم بن سلامی رحمہ اللہ ان معلّمین قراءات کے مبارک ناموں میں کچھ نئے نام بھی لائے ہیں۔ وہ اپنی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتاب، کتاب القراء ات میں قراء صحابہ وتابعین کے نام ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''مہاجرین میں سے حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت سعد، حضرت عبداللہ ابن مسعود، حضرت حذیفہ، حضرت ابوموسیٰ، حضرت سالم، حضرت ابوہریرہ، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت عمرو بن العاص، حضرت عبداللہ بن عمرو، حضرت معاویہ، حضرت عبداللہ بن سائب، اُمہات المؤمنین میں سے حضرت عائشہ، حضرت حفصہ، حضرت اُم سلمہ، اور انصار میں سے حضرت ابی، حضرت معاذ، حضرت ابوالدرداء، حضرت انس بن مالک رضوان اللہ علیہم اجمعین سے وجوہ قراء ات منقول ہیں۔ اسی گروہ میں سے حضرت عیاش رضی اللہ عنہ اور آپ کے فرزند حضرت ابوالحارث عبداللہ بن عیاش قرشی رضی اللہ عنہ، حضرت فضالہ بن عبید انصاری رضی اللہ عنہ اور حضرت واثلہ بن اسقع لیثی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں۔

ان میں سے اکثر حضرات نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست اور بعض نے دوسرے صحابہؓ کے واسطہ سے قرآن پڑھا تھا اور تمام جماعت روزانہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنتی رہتی تھی۔ اس برگزیدہ جماعت نے ہر حرکت و اسکان اور حذف و اثبات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ضبط کیا تھا اور جس طرح پڑھا تھا اسی طرح تابعین کو پڑھا دیا۔ صحابہ کرامؓ کے بعد قرآن پڑھانے والے تابعین عظام ہیں، جو اسلامی دنیا کے ہر گوشہ میں موجود تھے۔ ان میں سے پانچوں اسلامی مرکزوں میں حسب ذیل حضرات خصوصیت کے ساتھ قراء ات کے معلم تھے۔

مدینہ طیبہ میں حضرت امام زین العابدین، سیّد التابعین حضرت سعید بن المسیّب، حضرت عروہ بن زبیر، حضرت سالم بن عبداللہ، حضرت عمر بن عبدالعزیز، حضرت سلیمان بن یسار، حضرت عطاء بن یسار، حضرت معاذ بن الحارث معروف معروف بمعاذ قاری، حضرت امام محمد باقر، حضرت عبدالرحمٰن بن ہرمز الاعرج، حضرت محمد بن شہاب الزہری، حضرت مسلم بن جندب ہذلی، حضرت زید بن اسلم، حضرت یزید بن رومان، حضرت صالح بن خوات، حضرت عکرمہ بربری مولی حضرت ابن عباس، حضرت امام جعفر صادق رحمہم اللہ وغیرہ۔

مکہ معظّمہ میں حضرت عبید بن عمیر، حضرت عطاء بن ابی رباح، حضرت طاؤس، حضرت مجاہد جبیر، حضرت عکرمہ بن خالد، حضرت ابن ابی ملیکہ، حضرت درباس رحمہم اللہ مولی حضرت ابن عباسؓ وغیرہ۔

کوفہ میں حضرت علقمہ بن قیس، حضرت اسود بن یزید، حضرت عبیدہ بن عمرو، حضرت عمرو بن شرجیل، حضرت مسروق بن اجدع، حضرت عاصم بن ضمرہ سلولی، حضرت زید بن وہب، حضرت حارث بن قیس، حضرت حارث بن عبداللہ الاعور ہمدانی، حضرت ربیع بن خثیم، حضرت عمرو بن میمون، حضرت ابوعبدالرحمٰن سلمی، حضرت زر بن حبیش، حضرت سعد بن الیاس، حضرت عبید بن نضیلہ، حضرت ابوزرعہ بن عمرو بن جریر، حضرت سعید جبیر والبی، حضرت ابراہیم بن یزید بن قیس، حضرت عامر شعبی، حضرت حمران بن اعین، حضرت ابواسحٰق سبیعی، حضرت طلحہ بن مصرف، حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ، حضرت محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ، حضرت منصور بن معتمر بن مقسم ضبی ضریر، حضرت زائدہ بن قدامہ، حضرت منہال بن عمر واسدی رحمہم اللہ وغیرہ۔

بصرہ میں حضرت عامر بن عبدقیس، حضرت ابوالعالیہ، حضرت ابوالرجاء، حضرت نصر ابن عاصم، حضرت قتادہ، حضرت ابوالاسود دولی، حضرت عطان بن عبداللہ رقاشی رحمہم اللہ وغیرہ۔

دمشق میں حضرت مغیرہ بن ابی شہاب رحمہ اللہ اور حضرت خلید بن سعد رحمہ اللہ وغیرہ۔

ان میں سے بعض نے حضرات صحابہ کرامؓ سے براہ راست اور بعض نے تابعین کے واسطہ سے قرآن پڑھا تھا اور ہر حرف کو ضبط کیا تھا پھر بعض نے اپنا تمام وقت اور بعض نے اکثر اور بعض نے ایک حصہ خدمت قرآن کے لئے وقف کر رکھا تھا۔'' [کتاب القراء ات لإبی عبید]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صاحب اختیار ائمہ قراءات

امام جزری رحمہ اللہ (متوفی ۸۳۳ھ) فرماتے ہیں:

''پھر ان مذکورین کے بعد بکثرت قراء کرام پیدا ہوئے جو مختلف شہروں اور علاقوں میں پھیل گئے، پھر ان کے جانشین نسل در نسل چلتے رہے، جن کے طبقات کو جانا گیا تو ان کی صفات مختلف ٹھہریں۔ ان میں سے کچھ تو ایسے تھے جو روایت و درایت کے اعتبار سے مشہور و متقن (پختہ) ثابت ہوئے اور کچھ متوسط درجہ کے لوگ تھے، جن میں ان (پہلوؤں) کی سی صفات کا فقدان تھا، جس کی وجہ سے ان کے مابین بکثرت اختلاف رونما ہوا ضبط و مہارت میں کمی واقع ہوئی۔ قریب تھا کہ حق و باطل خلط ملط ہو جائیں تو علماء کی ایک جماعت اٹھ کھڑی ہوئی، جنہوں نے زبردست کوشش کر کے حق کو واضح کیا۔ انہوں نے نہ صرف حروف و قراءات کو جمع کیا، بلکہ وجوہ و روایات (جن پر قراءات کا مدار تھا) کی نسبتوں کی بھی وضاحت فرمائی۔ انہوں نے ایسے اصول و ارکان وضع کئے جن کی بنا پر انہوں نے صحیح، مشہور اور شاذ روایات کو الگ الگ کر دیا۔'' [النشر: ۱/۹]

انہیں تابعین اور تبع تابعین میں سے وہ حضرات ہیں، جنہوں نے سب کچھ چھوڑ کر اپنے آپ کو خدمت قرآن کے لئے وقف کر دیا۔ حصول قراءات اور ان کے ضبط و حفظ میں انتہائی جدوجہد کی حتیٰ کہ مقتدائے روزگار ائمہ بن گئے۔ ان میں سے بعض نے کئی کئی صحابہ کرامؓ سے اور بعض نے صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ سے اور بعض نے صرف تابعینؒ سے اور بعض نے تابعین اور تبع تابعینؒ سے قرآن پڑھا۔ ان ائمہ میں سے ہر ایک نے اپنے اساتذہ کی تعلیم کردہ وجوہ قراءات میں سے عربیت میں اقویٰ اور موافق رسم وجوہ سے اپنے لئے جدا جدا قراءات اختیار کر لیں اور عمر بھر انہی کو پڑھتے پڑھاتے رہے۔ تمام مفسرین و محدثین اور جملہ فقہاء و مجتہدین ان کی اختیار کردہ قراءتوں کو بلا عذر قبول کرتے تھے اور مذکورہ بالا اسلامی مرکزوں میں سے کوئی شخص ان کے ایک حرف کا بھی انکار نہیں کرتا تھا بلکہ دوسری صدی سے دنیائے اسلام میں وہی پڑھی اور پڑھائی جانے لگیں۔ اسلامی ممالک کے بعید ترین علاقوں سے اور ہر شہر و قصبہ سے طلباء سفر کر کے ان سے پڑھنے آتے تھے اور ان قراءتوں کو ان کے نام سے منسوب کرتے تھے جو آج تک انہی کے نام سے معنون چلی آتی ہیں۔ ان صاحب اختیار حضرات میں سے مختلف علاقوں میں درج ذیل اشخاص نمایاں ہو کر سامنے آئے:

مدینہ منورہ میں امام ابوجعفر یزید بن القعقاع قاری رحمہ اللہ، امام شیبہ بن النصاح قاضی رحمہ اللہ اور ان کے بعد امام نافع بن عبدالرحمٰن رحمہ اللہ تھے۔

مکہ معظّمہ میں امام عبداللہ بن کثیر رحمہ اللہ، امام حمید بن قیس الاعرج رحمہ اللہ اور امام محمد بن عبدالرحمٰن بن محیصن سہمی رحمہ اللہ نمایاں شخصیتیں تھیں۔

کوفہ میں امام یحییٰ بن وثاب اسدی رحمہ اللہ، امام عاصم بن ابی النجود رحمہ اللہ، امام سلیمان بن مہران الاعمش رحمہ اللہ اور ان کے بعد امام حمزہ بن حبیب الزیات رحمہ اللہ، پھر امام ابوالحسن علی الکسائی رحمہ اللہ، پھر امام خلف بن ہشام رحمہ اللہ نمایاں تھے۔

بصرہ میں امام عبداللہ بن ابی اسحٰق حضرمی رحمہ اللہ، امام عیسیٰ بن عمر و ہمدانی ضریر رحمہ اللہ، امام ابوعمرو بن العلاء رحمہ اللہ اور ان کے بعد امام عاصم بن حجاج جحدری رحمہ اللہ تھے اور پھر امام یعقوب بن اسحٰق حضرمی رحمہ اللہ تھے۔

دمشق میں امام عبداللہ بن عامر رحمہ اللہ، امام عطیہ بن قیس کلابی رحمہ اللہ، امام اسماعیل بن عبداللہ بن مہاجر رحمہ اللہ اور ان

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے بعد امام یحییٰ بن حارث ذماری رحمہ اللہ اور امام شریح بن زید حضرمی رحمہ اللہ مشہور صاحب اختیار ائمہ تھے۔

اختیار قراءات کا یہ سلسلہ بے حد وسیع تھا جو صدیوں جاری رہا اور اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ کتنے صاحب اختیار ائمہ پیدا ہوئے۔ امام ابو محمد مکی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''کتابوں میں ان ستر صاحب اختیار ائمہ کی قراءات مذکور ہیں جو قراء سبعہ سے مقدم تھے۔'' اس سے قیاس کریں کہ ان کے ہم مرتبہ اور ان سے کم اور کم تر کتنے ائمہ ہوں گے۔ ائمہ کے تلامذہ اور رواۃ ان گنت تھے اور پھر ان میں سے ہر ایک کی جانشین ایک قوم بنی جن کی تعداد اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور نہ کسی مصنف کی یہ طاقت ہے کہ ان کا پورا شمار کر سکے۔'' [النشر: ۱/۳۷]

کلام مذکور سے معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ قراء عشرہ کی تمام اسناد میں تواتر موجود نہیں ہے، بلکہ بعض اخبار آحاد بھی ہیں، لیکن صحابہ کرام، تابعین عظام اور تبع تابعین کے دور میں قراءت پڑھنے پڑھانے والوں کی اتنی کثیر تعداد موجود تھی جو قراءات کے تواتر کے لئے کافی ہے۔ گویا کہ تمام قراءات قرآنیہ کے ہر طبقہ میں تواتر موجود ہے۔

کیا علم قراءات خبر واحد کے قبیل سے ہے؟

اعتراض: بعض حضرات کا یہ فرمانا کہ علم قراءت خبر واحد کے قبیل سے ہے لہٰذا اس میں تواتر نہیں ہے۔

جواب: اس سلسلہ میں ہم محقق فن علامہ ابن جزری رحمہ اللہ کے اس جواب پر ہی اکتفا کریں گے جو انہوں اس ضمن میں تفصیلاً اپنی کتاب منجد المقرئین و مرشد الطالبین میں پیش فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں کہ اس اعتراض کو میں نے اپنے شیخ شمس الدین محمد بن احمد خطیب بیرود شافعی رحمہ اللہ، جو اپنے زمانہ کے یگانۂ روزگار امام تھے، کے سامنے پیش کیا تو انہوں نے فرمایا:

''اعتراض کرنے والے حضرات نے قراءات کی تخریج کو احادیث کی تخریج کی طرح سمجھ لیا اور یہ خیال کر لیا کہ جس طرح احادیث میں جب کسی حدیث کا مدار ایک ناقل پر ہو، تو اس کو خبر واحد کہتے ہیں اور ان کے خیال کے مطابق اسی طرح قراءات میں بھی جب کسی قراءت و روایت کی نسبت ایک ہی امام کی طرف ہو تو اس کو بھی خبر واحد ہی کہیں گے، نا کہ متواتر! اور ان حضرات پر یہ بات مخفی رہی کہ خاص اُس ایک امام کی طرف قراءات و روایت کی نسبت فقط اصطلاح وعرف کی بناء پر ہے، ورنہ ہر زمانہ میں پورے شہر والے اس قراءات و روایت کو پڑھتے پڑھاتے، جس کو انہوں نے جماعت در جماعت پہلے لوگوں سے حاصل کیا تھا اور اگر اس قراءت و روایت کا ناقل ایک ہی ہوتا اور دوسرے اہل شہر میں اس کا چرچا و شہرہ اور رواج نہ ہوتا تو اس پر کوئی بھی اس ایک امام کی موافقت نہ کرتا۔ سب کے سب اس قراءت و روایت سے بچتے اور دوسرے کو بھی اس سے بچنے کا حکم کر دیتے، حالانکہ ایسا نہیں۔''

علامہ ابن جزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں شیخ نے سچ فرمایا، چنانچہ مندرجہ ذیل اقوال و ارشادات اس کی صداقت کی واضح دلیل ہیں:

① ابن مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ مجھے قنبل رحمہ اللہ نے بتایا کہ ۲۳۷ھ میں مجھ سے قواس رحمہ اللہ نے فرمایا:

''اِس آدمی یعنی بزی رحمہ اللہ سے ملو اور ان سے کہو کہ یہ حرف یعنی وما ھو بمیت (مخفف) ہماری قراءت میں سے نہیں ہے اور روایت کی رو سے میِّت کا وہی لفظ تخفیفِ یاء سے پڑھا جاتا ہے، جو مصداق کی رُو سے مر چکا ہو اور جو ابھی مرا نہ ہو وہ مشدد ہی ہے۔ پس میں سیدنا بزی رحمہ اللہ سے ملا اور انہیں اس بات کی خبر دی تو انہوں نے فرمایا: قد رجعت عنه یعنی میں نے اس سے رجوع کر لیا۔''

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

② محمد بن صالح رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک آدمی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں امام ابوعمرو بصری رحمہ اللہ سے ملا اور ان سے کہا:

''آپ فیومئذ لا یُعَذِّب عذابه أحد ولا یوثِق و ثاقه أحد کو کس طرح پڑھتے ہیں؟ امام ابوعمرو بصری رحمہ اللہ نے فرمایا: ''لا یعذب ولا یوثق'' کسرہ سے۔ اس شخص نے کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو «لا یعذَّب ولا یوثَق» فتحہ سے پڑھتے تھے، پھر آپ کسرہ کیوں پڑھتے ہیں؟ امام ابوعمرو بصری رحمہ اللہ نے فرمایا:

''لو سمعت الرجل الذی قال سمعت النبی ﷺ ما أخذته عنه ودری ما ذاك لأنی أنهم الواحد الشاذ إذا كان علی خلاف ما جاء ت به العامة''

''یعنی میں اگر خود بھی کسی سے کوئی ایسی قراءت سن لوں جس کو اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بلاواسطہ سنا ہو اور وہ قراءت عام و متواتر قراءت کے خلاف ہو۔ تب بھی اس شخص سے اس قراءت کو اخذ نہیں کروں گا کیونکہ میں کسی واحد شاذ روایت کو متہم جانتا ہوں جب کہ وہ اکثر ناقلین کی روایت کے خلاف ہو۔''

شیخ ابوالحسن سخاوی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ

''فتحہ والی قراءت بھی تواتر سے ثابت ہے۔''

علامہ جزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''میں کہتا ہوں کہ سچ فرمایا کیونکہ یہ امام کسائی رحمہ اللہ اور امام یعقوب رحمہ اللہ کی بھی قراءت ہے۔ پھر فرماتے ہیں کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک روایت ایک قوم کے یہاں تو متواتر ہوتی ہے اور دوسری جماعت کی رائے پر غیر متواتر اور امام ابوعمرو بصری رحمہ اللہ نے فتحہ والی قراءت کا انکار اسی بنا پر کیا ہے کہ وہ آپ کو تواتر کے طریق پر نہیں پہنچی تھی۔''

علامہ ابن جزری رحمہ اللہ مزید فرماتے کہ

''میں کہتا ہوں کہ متقدمین حضرات کی یہی عادت تھی کہ جو قراءت ان کے یہاں بطریق تواتر ثابت نہیں ہوتی تھی اس کا انکار فرما دیتے تھے اور خاص خاص قراء و رواۃ کی طرف منسوب ہونے کے باوجود قراءات و روایات متواترا اس بنا پر ہیں کہ ان قراء کی تعیین و تخصیص لازم نہیں، بلکہ اگر ان کے بجائے دوسرے قراء معین و مخصوص کر لئے جائیں تو اس میں بھی کچھ حرج نہیں اور خاص ان قراء کی تعیین کا سبب یہ ہے کہ یہ نسبت دوسرے لوگوں کے یہ حضرات قراءات کے پڑھنے پڑھانے کی طرف خصوصی توجہ دیتے تھے یا یہ کہ یہ حضرات تعیین و انتخاب کا کام سرانجام دینے والے لوگوں کے مشائخ و اساتذہ ہیں۔ اسی بناء پر انہوں نے اپنے اساتذہ ہی کو خاص کر لیا، یہی وجہ ہے کہ اسلاف و متقدمین میں سے کئی حضرات نے قراءت و روایت کے خاص ایک امام کی طرف منسوب کرنے کو مکروہ جانا ہے، چنانچہ ابن ابی داؤد رحمہ اللہ نے ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ متقدمین 'فلاں کی سند'، 'فلاں کی قراءت' کہنے کو ناپسند سمجھتے تھے۔''

علامہ جزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

''میں کہتا ہوں کہ یہ اسی بات سے اندیشہ کرنے کی بنا پر تھا کہ ابوشامہ رحمہ اللہ کی طرح کوئی شخص یہ وہم نہ کر لے کہ قراءت جب ایک خاص شخص کی طرف منسوب ہو تو 'آحاد' کے قبیل سے ہوتی ہے اور یہ لوگ اس بات سے ناواقف ہیں کہ ان قراء میں سے ہر ہر قاری کی طرف جو جو قراءت منسوب ہے۔ اس کی تلاوت کرنے والے ہمارے اس زمانہ کی بہ نسبت خود اس قاری کے اور اسی طرح اس سے پہلے کے زمانہ میں کئی گنا زیادہ تھے۔ اگر ہر ہر قراءت متواتر نہ ہو تو لازم آئے گا کہ قرآن کا بعض حصہ غیر متواتر ہو۔ اس لئے کہ ہم قرآن مجید میں بہت سے حروف و کلمات ایسے پاتے ہیں کہ ان میں قراء کا اختلاف ہے، اس طرح کہ ان قراء کرام میں سے ہر ایک کی قراءت دوسرے قاری کی قراءت سے مختلف اور جدا ہے، مثلاً أَرْجِهْ (شعبہ بالخلف، حفص، حمزہ)، أَرْجِهِ (ورش، کسائی، خلف، ابن جماز، ابن وردان

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بالخلف)، أَرْجِهِ (قالون، ابن وردان کی وجہ ثانی)، أَرْجِئْهُ (مکی، ہشام بالخلاف)، أَرْجِئْهُ (ابوعمرو، یعقوب، ہشام اور شعبہ دونوں کی دو وجہ ثانی) أَرْجِئْهِ (ابن ذکوان)۔ اسی طرح مٰلِكِ (عاصم کسائی، خلف، یعقوب)، مَلِكِ (نافع، ابوجعفر، مکی، ابوعمرو، شامی، حمزہ) اور وَمَا يَخْدِعُوْنَ (نافع، ابن کثیر، ابوعمرو)، وَمَا يَخْدَعُوْنَ (شامی، عاصم، حمزہ، خلف، ابوجعفر، یعقوب) وغیرہ وغیرہ۔

پس مندرجہ بالا قول کی رُو سے ان میں سے کوئی قراءت بھی متواتر نہیں اور اس کی خرابی ظاہر ہے، کیونکہ اس سے لازم آتا ہے کہ قرآن کا بہت سا حصہ غیر متواتر ہو، اس لئے کہ دو یا تین سے تواتر ثابت نہیں ہوتا اور یہ صحیح نہیں۔''

چنانچہ امام جعبری رحمہ اللہ اپنے رسالہ میں فرماتے ہیں:

''اس کلمہ کی اختلافی وجوہ میں سے ہر ہر وجہ اسی طرح متواتر ہے، مگر یہ وجوہ اس کلمہ کے اجزاء میں سے بعض ہیں نہ کہ کل، کیونکہ کل تو پورا کلمہ ہے نہ کہ محض یہ وجوہ۔''

امام جزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''پس اس سے اس شخص کے قول کا فساد ظاہر ہو گیا جو یہ کہتا ہے کہ اختلافی کلمات تو متواتر ہیں لیکن اس کی اختلافی وجوہ متواتر نہیں، اور اس قول کے فساد کی وجہ یہ ہے کہ اختلافی کلمہ انہی اختلافی وجوہ کے مجموعہ کا نام ہے، ان سے الگ اور مستقل کوئی چیز نہیں۔ لہٰذا جب آپ الصراط پڑھتے ہیں تو اس کا تلفظ صاد یا سین یا اشمام بالزای یا ان تین میں سے کسی ایک وجہ کے مطابق کرتے ہیں، ان سے الگ اور جدا اس کلمہ کا کوئی اور مزید تلفظ نہیں کر سکتے۔ پس ان وجوہ کے عدم تواتر سے خود اس کلمہ کا عدم تواتر لازم آئے گا، جو باطل ہے۔ میں کہتا ہوں کہ جعبری رحمہ اللہ کا مقصود ابوشامہ رحمہ اللہ کے قول کا رد ہے۔ واللہ اعلم''

③ امام شافعی رحمہ اللہ نے اپنے شیخ امام مالک رحمہ اللہ سے تو یہ روایت بیان کی ہے کہ بسم اللہ قرآن کا جز و نہیں، لیکن ان کا مذہب اس کے برعکس یہ ہے کہ بسم اللہ قرآن بلکہ ہر ہر سورت کا جزو ہے، کیونکہ امام شافعی رحمہ اللہ اہل مکہ میں سے ہیں، جو دو سورتوں کے درمیان بسملہ کو ثابت رکھتے ہیں اور اسے فاتحہ کی اور اسی طرح ہر ہر سورت کی ایک مستقل آیت شمار کرتے ہیں، نیز امام شافعی رحمہ اللہ نے اسماعیل قسط رحمہ اللہ سے قراءت ابن کثیر رحمہ اللہ پڑھی ہے، پس شافعی رحمہ اللہ نے عدم بسملہ والی اُس روایت پر تو اعتماد نہیں کیا، جو امام مالک رحمہ اللہ سے ہے، اس لئے کہ وہ آحاد میں سے ہے اور ابن کثیر رحمہ اللہ کی قراءت پر اعتماد کر لیا، کیونکہ وہ متواتر ہے۔ یہ ایک لطیف اور انتہائی دقیق بات ہے جو قابل غور ہے اور میں اپنے اصحاب کی کتب میں یہ لکھا ہوا دیکھتا تھا کہ شافعی رحمہ اللہ نے عدم بسملہ والی حدیث امام مالک رحمہ اللہ سے روایت کی ہے، لیکن اس پر اعتماد نہیں کیا۔ پس معلوم ہوا کہ اس بارہ میں امام شافعی رحمہ اللہ کے لئے کوئی علت وسبب ظاہر ہوا ہوگا، ورنہ بلاوجہ وہ اس حدیث کی اتباع کو ترک نہ کرتے۔''

علامہ جزری رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں کہ

''ہمارے اصحاب میں سے کسی نے بھی اس کی وجہ بیان نہیں کی اور میں ایک رات اس میں غور وفکر کر رہا تھا کہ اچانک اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہ بات دل میں ڈالی کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ کی روایت آحاد میں سے ہے اور قراءت ابن کثیر متواتر ہے، شائد اسی بنا پر امام شافعی رحمہ اللہ نے آحاد کو چھوڑ کر متواتر پر عمل کر لیا، واللہ اعلم

اسی طرح مزید ذکر فرماتے ہیں کہ میں نے قراءت ابن کثیر رحمہ اللہ امام شافعی رحمہ اللہ کی روایت سے بھی پڑھی ہے، جو بعینہٖ سیدنا بزی رحمہ اللہ اور سیدنا قنبل رحمہ اللہ کی روایت کی طرح ہے، اور جب شافعیہ کے اکابر ائمہ میں سے ہمارے بعض اصحاب کو اس کا علم ہوا تو انہوں نے مجھ سے قراءات ابن کثیر بروایت امام شافعی رحمہ اللہ پڑھنے کے خیال کا اظہار فرمایا۔ پس اس تفصیل سے بھی اس بات کی تائید ہوگئی کہ ہر شہر والوں کی قراءت ان کے اعتبار سے متواتر ہے۔''

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

④ امام ابوحاتم سجستانی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ

''بصرہ میں سب سے پہلے جس نے قراءت کی وجوہ کو تلاش کیا اور انہیں ایک تالیف میں جمع کر دیا اور شاذ و مشہور اور متواتر قراءتوں کی تحقیق کی، وہ ہارون بن موسیٰ اعور رحمہ اللہ ہیں جو قراء میں سے تھے۔ پس لوگوں نے ان کے اس عمل کو ناپسند کیا اور یہ کہا کہ انہوں نے قراءتوں کو ایک تالیف میں جمع کر کے نامناسب کام کیا ہے، جس سے فنِ قراءت کی اہمیت و عظمت ختم ہو جاتی ہے۔ اس لئے کہ قراءات کی شان تو یہ ہے کہ انہیں ہر قرن و زمانہ والے جماعت در جماعت بالمشافہ ایک دوسرے سے حاصل کرتے ہیں۔''

اس قول سے بھی قراءات کے متواتر ہونے کی مزید تائید ہو جاتی ہے۔

⑤ حافظ علامہ ابوسعید خلیل کیکلائی علائی رحمہ اللہ اپنی کتاب المجموع المذهب میں فرماتے ہیں:

''شیخ شہاب الدین ابوشامہ رحمہ اللہ نے کتاب المُرشد الوجیز وغیرہ میں ایسا کلام فرمایا ہے جس سے قراءات سبعہ اور ان کے علاوہ دوسری اختلافی قراءات میں فرق معلوم ہوتا ہے اور ابوشامہ رحمہ اللہ کے سوا دوسرے قراء متقدمین کے کلام سے یہ وہم ہوتا ہے کہ قراءات سبعہ کی وجوہ متواتر نہیں بلکہ ان میں سے اکثر وجوہ صرف ایسی ہیں کہ ان میں صحت سند، اتباع رسم، موافقت عربیت ولغت فصیحہ یہ تینوں رکن موجود ہیں اور ان میں فقط استفاضہ و شہرت کافی ہے تواتر کی شرط کی ضرورت نہیں حالانکہ معاملہ ایسا نہیں جیسا کہ ان لوگوں نے بیان کیا ہے۔ بلکہ قراءات عشرہ کی سبھی وجوہ متواتر ہیں اور ان لوگوں کو یہ شبہ اس سے ہو گیا کہ قراءات سبعہ کی سندیں صرف مشہور و معروف قراء و روات و رجال میں منحصر ہیں جو متواتر کی حد تک نہیں پہنچتے اس بنا پر انہوں نے یہ خیال کر لیا کہ یہ قراءتیں اخبار آحاد کے قبیل سے ہیں۔''

⑥ علامہ جزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے شیخ امام الائمہ ابوالمعالی رحمہ اللہ سے اس بارہ میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا:

''ان سندوں کے خاص ایک جماعت میں منحصر ہو جانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ قراءتیں ان کے علاوہ دوسرے لوگوں سے ثابت و منقول ہی نہیں، بلکہ اصل یہ ہے کہ یہ قراءتیں ہر زمانہ اور ہر شہر میں اور ہمیشہ سے جماعت در جماعت اور طبقہ در طبقہ متواتر چلی آ رہی ہیں اور خاص ان حضرات کی طرف نسبت کی وجہ یہ ہے کہ یہ حضرات اختلافی وجوہ کے ضبط و نشر کی اور اپنے شیوخ سند کے حفظ و ضبط کی طرف خصوصی توجہ دیتے تھے، دیکھو حجۃ الوداع وغیرہ کے بارہ میں جو اخبار و اَحادیث وارد و منقول ہیں وہ نہایت واضح مگر آحاد کے قبیل سے ہیں اس کے باوجود حجۃ الوداع وغیرہ کا واقعہ متواترہ ہے کہ اسے ہر زمانہ اور ہر شہر میں ایک طبقہ اور ایک بہت بڑی جماعت دوسرے طبقہ اور جماعت سے نقل کرتی چلی آئی ہے پس قراءات کا حال بھی یہی ہے اور یہ ایک ایسا مسئلہ ہے کہ اس پر تنبیہ کرنا نہایت ضروری و مناسب ہے۔''

[كلُّه مأخوذ من منجد المقرئين ومرشد الطالبين للامام المحقق محمد ابن الجزري]

ضروری محسوس ہوتا ہے کہ ہم ذیل میں آئمہ عشرہ کے ہزاروں تلامذہ میں سے معروف دو دو تلامذہ ذکر کر دیں اور پھر ہر راوی کے مزید آگے چند معروف شاگردوں کا تذکرہ کر دیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ قراء کے ہاں موجود قراءات عشرہ صغریٰ یا عشرہ کبریٰ سے مراد کون کون سے طرق ہیں، جو عملاً درسگاہوں میں بطور تعلیم و تعلّم جاری ہیں۔

صاحب اختیار ائمہ قراءات عشرہ کے دو دو شاگرد، جو زیادہ معروف ہوئے، اصطلاح قراء میں راوی کہلاتے ہیں اور پھر راویوں سے مثلاً علامہ جزری رحمہ اللہ تک جن واسطوں سے قراءات پہنچیں، ان کو طرق کہتے ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آئمہ عشرہ، ان کے مشہور رواۃ اور طرق کا تعارف

نوٹ: طرق میں پہلے چوکور نمبر سے مراد استاذ اور گول نمبر سے مراد ان کے شاگرد ہیں:

نمبر شمار	امام	راوی	طرق
❶	امام نافع مدنی رحمہ اللہ [۷۰ھ-۱۶۹ھ]	❶ سیدنا قالون رحمہ اللہ [۱۲۰ھ-۲۰۰ھ]	[۱] ابوشیط رحمہ اللہ ① ابن بویان رحمہ اللہ ② قزاز رحمہ اللہ [۲] حلوانی رحمہ اللہ ① ابن ابی مہران رحمہ اللہ ② جعفر بن محمد رحمہ اللہ
		❷ سیدنا ورش رحمہ اللہ [۱۰۰ھ-۱۹۷ھ]	[۱] ازرق رحمہ اللہ ① نحاس رحمہ اللہ ② ابن سیف رحمہ اللہ [۲] اصبہانی رحمہ اللہ ① ابن جعفر رحمہ اللہ ② مطوعی رحمہ اللہ
❷	امام ابن کثیر رحمہ اللہ [۴۵ھ-۱۲۰ھ]	❶ سیدنا بزی رحمہ اللہ [۱۷۰ھ-۲۵۰ھ]	[۱] ابوربیعہ رحمہ اللہ ① نقاش رحمہ اللہ ② ابن بنان رحمہ اللہ [۲] ابن حباب رحمہ اللہ ① ابن صالح رحمہ اللہ ② ابن عمر رحمہ اللہ
		❷ سیدنا قنبل رحمہ اللہ [۱۹۵ھ-۲۹۱ھ]	[۱] ابن مجاہد رحمہ اللہ ① ابواحمد سامری رحمہ اللہ ② صالح رحمہ اللہ [۲] ابن شنبوذ رحمہ اللہ ① ابوالفرج رحمہ اللہ ② شطوی رحمہ اللہ
❸	امام ابوعمرو بصری رحمہ اللہ [۷۰ھ-۱۵۴ھ]	❶ دوری بصری رحمہ اللہ [۱۵۰ھ-۲۴۶ھ]	[۱] ابوالزعراء رحمہ اللہ ① ابن مجاہد رحمہ اللہ ② معدل رحمہ اللہ [۲] ابن فرح رحمہ اللہ ① ابن ابی بلال رحمہ اللہ ② مطوعی رحمہ اللہ
		❷ سیدنا سوسی رحمہ اللہ [۱۷۳ھ-۲۶۱ھ]	[۱] ابن جریر رحمہ اللہ ① عبداللہ بن حسین رحمہ اللہ ② ابن حبش رحمہ اللہ [۲] ابن جمہور رحمہ اللہ ① شذائی رحمہ اللہ ② شنبوذی رحمہ اللہ
❹	امام ابن عامر شامی رحمہ اللہ [۸ھ-۱۱۸ھ]	❶ سیدنا ہشام رحمہ اللہ [۱۵۳ھ-۲۴۶ھ]	[۱] حلوانی رحمہ اللہ ① ابن عبدان رحمہ اللہ ② جمال رحمہ اللہ [۲] داجونی رحمہ اللہ ① زید بن علی رحمہ اللہ ② شذائی رحمہ اللہ
		❷ ابن ذکوان رحمہ اللہ [۲۴۲ھ]	[۱] اخفش رحمہ اللہ ① نقاش رحمہ اللہ ② ابن اخرم رحمہ اللہ [۲] صوری رحمہ اللہ ① رملی رحمہ اللہ ② مطوعی رحمہ اللہ
❺	امام عاصم کوفی رحمہ اللہ [۱۲۷ھ]	❶ سیدنا شعبہ رحمہ اللہ [۹۵ھ-۱۹۳ھ]	[۱] یحییٰ بن آدم رحمہ اللہ ① شعیب رحمہ اللہ ② ابوحمدون رحمہ اللہ [۲] علیمی رحمہ اللہ ① ابن خلیع رحمہ اللہ ② رزاز رحمہ اللہ
		❷ سیدنا حفص رحمہ اللہ [۹۰ھ-۱۸۰ھ]	[۱] عبید رحمہ اللہ ① ہاشمی رحمہ اللہ ② ابن ابوہاشم رحمہ اللہ [۲] عمرو بن صباح رحمہ اللہ ① فیل رحمہ اللہ ② زرعان رحمہ اللہ
❻	امام حمزہ کوفی رحمہ اللہ [۸۵ھ-۱۵۶ھ]	❶ سیدنا خلف رحمہ اللہ [۲۲۹ھ]	[۱] حداد رحمہ اللہ ① ابن عثمان رحمہ اللہ ② ابن مقسم رحمہ اللہ ① ابن صالح رحمہ اللہ ② مطوعی رحمہ اللہ
		❷ سیدنا خلاد رحمہ اللہ [۲۲۰ھ]	① ابن شاذان رحمہ اللہ ② ابن الہیثم رحمہ اللہ ③ وذان رحمہ اللہ ④ طلحی رحمہ اللہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۷	امام کسائی کوفی رحمہ اللہ [۱۱۹ھ-۱۸۹ھ]	❶ ابوالحارث رحمہ اللہ [۲۴۰ھ]	[۱] محمد بن یحییٰ رحمہ اللہ ① بطی رحمہ اللہ ② قنطری رحمہ اللہ [۲] سلمہ بن عاصم رحمہ اللہ ① ثعلب رحمہ اللہ ② ابن فرج رحمہ اللہ
		❷ دوری کسائی رحمہ اللہ [۲۴۶ھ]	[۱] نصیبینی رحمہ اللہ ① ابن جلندا رحمہ اللہ ② ابن دیزویہ رحمہ اللہ [۲] ابوعثمان رحمہ اللہ ① ابن ابی ہاشم رحمہ اللہ ② شذائی رحمہ اللہ
۸	امام ابوجعفر مدنی رحمہ اللہ [۱۳۰ھ]	❶ ابن وردان رحمہ اللہ [۱۶۰ھ]	[۱] شاذان رحمہ اللہ ① ابن شعیب رحمہ اللہ ② ابن ہارون رحمہ اللہ [۲] ہبۃ اللہ رحمہ اللہ ① حنبلی رحمہ اللہ ② حمامی رحمہ اللہ
		❷ ابن جماز رحمہ اللہ [۱۷۰ھ]	[۱] ابوایوب ہاشمی رحمہ اللہ ① رزین رحمہ اللہ ② ازرق جمال رحمہ اللہ [۲] دوری رحمہ اللہ ① ابن نفاخ رحمہ اللہ ② ابن نہشل رحمہ اللہ
۹	امام یعقوب حضرمی رحمہ اللہ [۱۱۷ھ-۲۰۵ھ]	❶ سیدنا رویس رحمہ اللہ [۲۳۸ھ]	① ابوالطیب رحمہ اللہ ② نخاس رحمہ اللہ ③ ابن مقسم رحمہ اللہ ④ جوہری رحمہ اللہ
		❷ سیدنا روح رحمہ اللہ [۲۳۴ھ]	[۱] ابن وہب رحمہ اللہ ① معدل رحمہ اللہ ② حمزہ بن علی رحمہ اللہ [۲] زبیری رحمہ اللہ ① غلام بن شنبوذ رحمہ اللہ ② ابن حبشان رحمہ اللہ
۱۰	امام خلف العاشر رحمہ اللہ [۱۵۰ھ-۲۲۹ھ]	❶ سیدنا اسحٰق رحمہ اللہ [۲۸۶ھ]	① محمد بن اسحٰق رحمہ اللہ ② برصاطی رحمہ اللہ ③ سوسنجردی رحمہ اللہ ④ ابن شاذان رحمہ اللہ
		❷ سیدنا ادریس رحمہ اللہ [۱۸۹ھ-۲۹۲ھ]	① شطی رحمہ اللہ ② مطوعی رحمہ اللہ ③ ابن بویان رحمہ اللہ ④ قطیعی رحمہ اللہ

قراءت، روایت اور طریق

اگر کسی قراءت کے تمام راوی اس پر متفق ہیں تو یہ قراءت کہلاتی ہے اور اگر کسی قراءت کے رواۃ میں اختلاف ہے مگر روایت کے طرق متحد ہیں تو یہ روایت کہلاتی ہے اور اگر راوی کے شاگردوں میں اختلاف ہے خواہ کسی طبقہ میں ہو تو یہ طریق کہلاتا ہے۔

مثلاً امام عاصم رحمہ اللہ سے جب ان کے دونوں شاگرد سیدنا حفص رحمہ اللہ اور سیدنا شعبہ رحمہ اللہ ان کی کسی اختیار کردہ قراءت پر متفق ہوں تو وہ 'قراءت' کہلاتی ہے اور اگر ان کی کسی اور اختیار کردہ قراءت کو نقل کرنے میں ان کے شاگردوں کا اختلاف ہو، مثلاً سیدنا حفص رحمہ اللہ اس کو روایت کرتے ہوں اور سیدنا شعبہ رحمہ اللہ روایت نہ کرتے ہوں، تو یہ امام عاصم رحمہ اللہ کی سیدنا حفص رحمہ اللہ سے 'روایت' کہلائے گی۔ اسی طرح امام شعبہ رحمہ اللہ امام عاصم رحمہ اللہ کی کسی اختیار کردہ قراءت کو نقل کرتے ہوں، جس کو امام حفص رحمہ اللہ نقل نہ کرتے ہوں، تو وہ امام عاصم رحمہ اللہ کی امام شعبہ رحمہ اللہ سے روایت کہلائے گی۔ پھر مثلاً امام حفص رحمہ اللہ کی روایت بھی اس وقت کہلائے گی، جب امام حفص رحمہ اللہ کے تمام شاگرد اس کو نقل کرنے میں متفق ہوں۔ اگر ان کے شاگرد ان سے کوئی اور قراءت نقل کرنے میں مختلف ہوں، جیسے سیدنا عبید رحمہ اللہ ایک طرح سے پڑھتے ہوں اور دیگر شاگرد دوسرے طریقے سے پڑھتے ہوں، تو ان میں سے ہر ایک کے نقل کردہ روایت کو اصطلاح قراء میں 'طریق' کہتے ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا محمد صدیق ارکانی☆

برصغیر پاک وہند کے قراء کرام کی سندات

مسلمانوں کی یہ وہ واحد خصوصیت ہے کہ وہ قرآن کریم اور حدیث نبوی کی مسلسل سند اپنے سے حضور ﷺ تک پہنچا سکتے ہیں، ورنہ تورات، زبور اور انجیل وغیرہ کو ماننے والے تسلسل کے ساتھ سند اپنے اپنے نبی تک نہیں پہنچا سکتے۔ اس لئے قرآن وحدیث قیامت تک غیر متبدل رہیں گے اور دیگر آسمانی کتابوں کی طرح تحریف شدہ نہیں ہوں گے۔ سلسلۂ سند حدیث پر کئی کتابیں آچکی ہیں، جن میں تسلسل کے ساتھ احادیث کی سندیں مکتوب ہیں۔ سلسلۂ حدیث کی طرح سندِ قرآن پر بھی متعدد کتابیں ہیں، جیسے شیخ المشائخ قاری محی الاسلام پانی پتی رحمہ اللہ کی تالیف 'شجرۂ قراءات سبعہ' یعنی قرائے سبعہ کی اَسانید، شیخ المشائخ قاری اظہار احمد تھانوی رحمہ اللہ کی 'شجرۃ الاساتذہ' اور مرزا بسم اللہ بیگ رحمہ اللہ کی تالیف 'تذکرہ قاریان ہند' وغیرہ ہیں۔ فاضل مضمون نگار نے ان کتابوں کو جمع کیا اور متعدد قراء کرام کی سندیں بھی حاصل کیں، نیز جملہ کتابوں اور سندوں کو سامنے رکھ برصغیر پاک وہند کے قراء کرام کی تین سندیں تیار کیں ہیں اور آخر میں چند مشہور مشائخ قراءات کے تلامذہ کی فہرست بھی دے دی ہے، تاکہ موجودہ دور کے ہر قاری قرآن کے لئے اپنا سلسلہ متعین کرنا آسان ہو۔

برصغیر پاک وہند کے مشائخ کی سندات کی طرح ضرورت اس امر کی ہے کہ عالم اسلام کے تمام ممالک کے اساتذہ قراء کرام کی سندوں کو بھی جمع کر کے منظر عام پر لایا جائے۔ اس سلسلہ میں ہماری کوشش ہوگی کہ آئندہ شمارہ رشد 'قراءات نمبر (حصہ دوم) میں اس نوعیت کی تحقیق سامنے لائی جائے، تاکہ جمیع اسانید قرآن کو سامنے رکھ کر اندازہ کیا جاسکے کہ قرآن کریم اور قراءاتِ قرآنیہ جہاں خبر واسناد سے ثابت ہیں، وہاں ان کے ثبوت میں کثرت روایات سے ثبوت میں کس طرح 'قطعی علم' کا حصول ممکن ہوتا ہے۔ [ادارہ]

❶ سند القراءة والتجويد للقرآن الكريم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَوْرَثَنَا كِتَابَهٗ، وَحَافَظَ عَلَيْنَا حُرُوْفَهٗ وَحُدُوْدَهٗ وَاٰدَابَهٗ، وَخَصَّنَا بِالرِّوَايَةِ وَالْاِسْنَادِ مِنْ بَيْنِ الْعِبَادِ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ محمد صلى الله عليه وسلم مَهْبَطِ الْوَحْيِ وَالتَّنْزِيْلِ، مُؤَسِّسُ قَوَاعِدِ التَّجْوِيْدِ وَالتَّرْتِيْلِ، وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهِ الَّذِيْنَ حَمَلُوْا الْقُرْاٰنَ فَوَعُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ حِفْظِهٖ وَرِوَايَتِهٖ فَرَوَوْا حَقَّ الرِّوَايَةِ۔

☆ مدیر منتظم ماہنامہ حق نوائے احتشام، کراچی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَمَّا بَعْدُ فَيَقُوْلُ العبدُ الرَّاجِیْ الی رَحْمَةِ الْحَقِّ "محفوظُ الحق حقی" بن المولوی الحاج القاری منظورُ الحق علیکدھی، اَنَّ الْمُوَفَّقَ مِنَ اللّٰهِ الْحَمِيْدِ الحافظ القاری ..... زَادَهُ اللّٰهُ حِرْصًا وشَغْفًا فِیْ كِتَابِهِ المجید قَدْ قَرَأَ عَلَیَّ القرآن الکریمَ كُلَّهُ حَرْفًا حَرْفًا، وَسَمِعَ مِنِّیْ طَرْفًا طَرْفًا وَتَعَلَّمَ مِنّی التَّجْوِيْدَ بِالتَّكْرِيْرِ وَالتَّسْدِيْدِ علی رِوَايَتَیْ ابی بکر شعبه بن عَيَّاشٍ وَاَبِیْ عمرو حفص بن سلیمان عن الامام عاصم الکوفی بطریق الشاطبی۔ فَاسْتَجَازَنِیْ وَطَلَبَ مِنِّیْ الْاِسْنَادَ فَاَجَزْتُهُ اَنْ يَّقْرَأَ وَيُقْرِئَ بِالشُّرُوْطِ المعتبرةِ عِنْدَ العلماً والقرأ كَمَا اَجَازَنِیْ الشیخ القاری محمد حبیب اللّٰه بن المولوی الحکیم غلام حیدر الناصر الافغانی المولود ۱۳۱۷ھـ/ ۱۸۹۹ء (المتوفی ۱۹۷۶ء غالبًا) وَاَنَّهُ قَرَأَ علی۔

③ الشیخ القاری عبدالمالك بن الشیخ جیون استاذ التجوید لدارالعلوم الاسلامیة تندواله یار حیدر اٰباد سندھ، المولود ۱۳۰۳ھـ/ ۱۸۸۵ء المتوفی ۱۳۷۹ھـ/ ۳۰/ دسمبر ۱۹۵۹ء۔ وَهُوَ قَرَأَ علی

④ الشیخ القاری (محمد) عبداللّٰه بن (محمد) بشیر خان، المتوفی ۱۳۳۷ھ/ ۱۹۱۸ء، استاذ مدرسة صولتیة مکة المکرمة (و عبدالرحمن مکی بن بشیر خان، المولود ۱۲۸۰ھـ/ ۱۸۶۳ء، المتوفی ۲/ رجب المرجب ۱۳۴۹ھـ/ ۸/ جنوری ۱۹۲۵ء بمقام لکھنؤ) وَهُوَ قَرَأَ عَلی

⑤ الشیخ القاری ابراهیم سعد بن علی شافعی خلوتی مصری۔وَهُوَ قَرَأَ عَلی

⑥ الشیخ القاری حسن بدیر شافعی خلوتی مصری جریسی۔وَهُوَ قَرَأَ عَلی

⑦ الشیخ القاری محمد بن احمد المتولی۔وَهُوَ قَرَأَ عَلی

⑧ الشیخ القاری سید احمد الدُّرّی معروف به التهامی۔وَهُوَ قَرَأَ عَلی

⑨ الشیخ القاری احمد بن محمد معروف به سلمونه۔وَهُوَ قَرَأَ عَلی

⑩ الشیخ القاری سید ابراهیم عبیدی۔وَهُوَ قَرَأَ عَلی

⑪ الشیخ القاری عبدالرحمٰن بن حسن بن عمر الاجهودی المالکی ازهری شاذلی، مصری(وعن الشیخ القاری سید علی بدری ازهری شاذلی وعن الشیخ القاری مصطفی عزیزی)وَهُوَ قَرَأَ عَلی

⑫ الشیخ القاری احمد البقری(وعن الشیخ القاری احمد اسقاطی وعن الشیخ القاری یوسف آفندی زاده وعن الشیخ القاری عبدة سجاعی)وَهُوَ قَرَأَ عَلی

⑬ الشیخ القاری محمد البقری (وعن الشیخ القاری ابن السَّمَاح)وَهُوَ قَرَأَ عَلی

⑭ الشیخ القاری عبدالرحمٰن یمنی۔ وَهُوَ قَرَأَ عَلی

⑮ الشیخ القاری شحاذه یمنی۔وَهُوَ قَرَأَ عَلی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

⑰ الشیخ القاری عبدالحق سنباطی (وعن الشیخ القاری علی شیر املیسی)وَهُوَ قَرَأَ عَلی
⑱ الشیخ القاری شیخ الاسلام ابو یحیی زکریا بن محمد انصاری الشافعی المصری۔ وَهُوَ قَرَأَ عَلی
⑲ الشیخ القاری رضوان عقبی۔وَهُوَ قَرَأَ عَلی
⑳ الشیخ القاری محمد نویری شارح شاطبیه۔وَهُوَ قَرَأَ عَلی
㉑ الشیخ القاری محمد بن محمد جزری الشافعی۔وَهُوَ قَرَأَ عَلی
㉒ الشیخ القاری ابوالمعالی محمد بن احمد بن علی ابن الحسن بن اللبان امام الازهر الدمشقی۔وَهُوَ قَرَأَ عَلی
㉓ الشیخ القاری احمد (صهر الشاطبی)وَهُوَ قَرَأَ عَلی
㉔ الشیخ القاری ابوالحسن علی بن محمد بن هذیل الاندلسی۔وَهُوَ قَرَأَ عَلی
㉕ الشیخ القاری ابو داؤد سلیمان بن نجاح الاندلسی ۔وَهُوَ قَرَأَ عَلی
㉖ الشیخ القاری الحافظ ابو عمرو عثمان بن سعید الدانی مؤلف 'التیسیر" الاندلسی۔وَهُوَ قَرَأَ عَلی
㉗ الشیخ القاری ابوالحسن طاهر بن غلبون۔ وَهُوَ قَرَأَ عَلی
㉘ الشیخ القاری ابوالحسن علی بن محمد بن صالح الهاشمی البصری۔ وَهُوَ قَرَأَ عَلی
㉙ الشیخ القاری ابوالعباس احمد بن سهل الاشنانی الفیروزانی۔ وَهُوَ قَرَأَ عَلی
㉚ الشیخ القاری ابو محمد عبید بن الصباح بن صبیح النّهشلی الکوفی ثم البغدادی۔ وَهُوَ قَرَأَ عَلی
㉛ الامام ابو عمرو حفص بن سلیمان بن المغیرة الاسدی الکوفی۔ وَهُوَ قَرَأَ عَلی
㉜ الامام ابو بکر عاصم بن ابی النجود بن عبدالله بن بهدله الاسدی الکوفی۔ وَهُوَ قَرَأَ عَلی
㉝ الامام ابو عبدالرحمٰن عبدالله بن حبیب سلمٰی۔ وَهُوَ قَرَأَ عَلی (الامام ابی مریم زر بن حبیش بن حباشه الاسدی وعن الامام ابی عمرو سعد بن الیاس الشیبانی) وَهُوَ قَرَأَ عَلی

㉞ حضرت عثمان غنی بن عفان رضی اللہ عنہ
(ب) حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ
(ج) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہما
(د) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ
(ھ) حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ وَهُمْ قَرَأُوْا عَلی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

㉝ محمد بن عبداللّٰہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم، المولود ۹/ ربیع الاول عام الفیل ۵۷۱ء/ ۲۰/ نیسان (ابریل) یکم جیٹھ بکرمی یوم الاثنین صباحاً قبل طلوع الشمس، المتوفی ۱۲/ ربیع الاول ۱۱ھ/ ۲۵/ مئی ۶۳۲ء۔ وَھُوَقَرَأَ عَلی

㉞ ابوالفتوح جبریل امین روح الامین علیہ السلام۔ وَھُوتَلَقّٰی عَنْ

㉟ الحق وحدہ، لاضدَّلہ وَلَا نِدَّ لہ، لا مثل لہ ولا مثیل لہ، لا شریك لہ ولا نظیر لہ، لا وزیر لہ، ولا مشیر لہ۔ (ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خان۔ مؤلف محمد وکیل احمد، ناشر عبدالوحید مصطفوی مجددی، سن اشاعت ۱۴۲۱ھ/۲۰۰۰ء بمقام کراچی۔ مطبوعہ سند برائے قاری محفوظ الحق رحمہ اللہ سن اجازت شعبان ۱۳۸۵ھ/دسمبر ۱۹۶۵ء۔ تذکرۂ قاریان ہند، از: مرزا بسم اللہ بیگ وغیرہ)

❷ السند المتصل منّا إلی الحق سبحانه وتعالی للقرآن المجید

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ وَقَالَ "وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا" وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ علی محمدہٖ الَّذِیْ اُنْزِلَ عَلَیْهِ الْقُرْاٰنُ عَلٰی سَبْعَةِ اَحْرُفٍ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ الَّذِیْنَ تَلَوْا وَقَرَأُوْا الْقُرْاٰنَ لَیْلًا وَنَهَارًا۔ اَمَّا بَعْدُ فَیَقُوْلُ اَلْعَبْدُ الْعَاصِیْ تنویر الحق التهانوی بن خطیب عام لباکستان الشیخ القاری احتشام الحق التهانوی (احدٌ من مؤسسی وفاق المدارس العربیة باکستان) اَنّ الاخ فی اللّٰہ القاری ..... قَدْ تَلَقّٰی القرآن الکریم والفرقان العظیم مِنّی علی رِوایَةِ ابی عمرو حفص بن سلیمان عن الامام عاصی الکوفی بطریق الشاطبی فالاٰن اِسْتَجَازَنِیْ وَطَلَبَ مِنّی اَلْاِسْنَادَ فَاَجَزْتُهٗ اَنْ یَّقْرَأَ وَیُقْرِئَ بالشُّرُوْطِ المعتبرةِ عندالقرأ والائمة کَمَا اَجَازَنِیْ الشیخ القاری وِقَاءُ اللّٰہِ پانی پتی وَاَنَّهٗ تَلَقّٰی عن

㉛ المولوی الشیخ القاری أبو محمد محی الاسلام بن حاجی محمد مفتاح الاسلام بن مولانا بدرالاسلام بن شیخ محمد فخرالدین معروف بہ غلام مجدد عثمانی پانی پتی المولود ۱۳۰۰ھ/ ۱۸۸۲ء، المتوفی ۱۳۷۳ھ/ ۱۹۵۳ء۔ وَھُوَ تَلَقّٰی عَنْ

㉜ الشیخ القاری عبدالرحمٰن اعمی بن عبدالصمد خان حنفی نقشبندی، المتوفی ۱۳۲۴ھ/ ۱۹۰۶ء۔ وَھُوَ تَلَقّٰی عَنْ

㉝ المولوی الشیخ القاری عبدالرحمٰن محدث انصاری قادری بن مولانا قاری شاہ محمد بن خواجہ خدا بخش المولود ۱۲۲۷ھ/ ۱۸۱۲ء، المتوفی ۵/ ربیع الاول ۱۳۱۴ھ/ ۳۱/ دسمبر ۱۸۹۶ء۔ (وعن الشیخ القاری سید عبدالستار معروف بحافظ سردار کُلاچوی، المولود ۱۳۱۳ھ/ ۱۸۹۵ء، المتوفی ۱۳۷۶ھ/ ۱۹۵۶ء) وَھُوَ تَلَقّٰی عَنْ

㉞ المولوی الشیخ القاری عبدالعلی بن المولوی الشیخ القاری محمد ہاشم دھلوی۔ وَھُوَ تَلَقّٰی عَنْ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

⑦ المولوی الشیخ القاری محمد هاشم دهلوی المولود ۱۲۱۰ھ/ ۱۷۹۵ء، المتوفی ۱۲۸۰ھ/ ۱۸۶۳ء۔ وَهُوَ تَلَقّٰی عَنْ

⑧ المولوی الشیخ القاری مرزا محمد بیگ دهلوی المولود ۱۱۷۰ھ/ ۱۷۵۶ء، المتوفی ۱۲۴۰ھ/ ۱۸۲۴ء۔ وَهُوَ تَلَقّٰی عَنْ

⑨ المولوی الشیخ القاری کرم اللّٰه دهلوی المتوفی ۱۲۵۸ھ/ ۱۸۴۲ء۔ وَهُوَ تَلَقّٰی عَنْ

⑩ المولوی حاجی الشیخ القاری شاه عبد المجید دهلوی معروف به صوبۂ هند المولود ۱۱۴۰ھ/ ۱۷۲۷ء، المتوفی ۱۲۱۰ھ/ ۱۷۹۵ء۔ وَهُوَ تَلَقّٰی عَنْ

⑪ حاجی الشیخ القاری غلام مصطفی بن شیخ محمد أکبر تهانیسری المولود ۱۱۰۰ھ/ ۱۶۸۸ء، المتوفی ۱۱۶۰ھ/ ۱۷۴۷ء ثم دهلوی۔ وَهُوَ تَلَقّٰی عَنْ

⑫ الشیخ القاری حافظ غلام محمد گجراتی ثم دهلوی ۔ وَهُوَ تَلَقّٰی عَنْ

⑬ الشیخ القاری حافظ عبدالغفور دهلوی المولود ۱۰۴۰ھ/ ۱۶۳۰ء، المتوفی ۱۱۲۰ھ/ ۱۷۰۸ء۔ وَهُوَ تَلَقّٰی عَنْ

⑭ الشیخ القاری عبدالخالق مَنُوْفی۔ وَهُوَ تَلَقّٰی عَنْ

⑮ الشیخ القاری شمس الدین محمد بن اسماعیل ازهری مصری بقری شافعی اعمی۔ وَهُوَ تَلَقّٰی عَنْ

⑯ المولوی الشیخ القاری عبدالرحمٰن بن شیخ شَحَّاذه شافعی یمنی مصری۔ وَهُوَ تَلَقّٰی عَنْ

⑰ الشیخ القاری شهاب الدین احمد بن عبدالحق سنباطی۔ وَهُوَ تَلَقّٰی عَنْ

⑱ الشیخ القاری شحَّاذه یمنی شافعی مصری۔ وَهُوَ تَلَقّٰی عَنْ

⑲ المولوی الشیخ القاری ابو نصر طبلاوی۔ وَهُوَ تَلَقّٰی عَنْ

⑳ الشیخ القاری شیخ الاسلام زین الدین المولوی القاضی زکریا انصاری خزرجی سُنَیْکی شافعی ازهری مصری۔ وَهُوَ تَلَقّٰی عَنْ

㉑ المولوی الشیخ القاری برهان الدین قلقیلی و المولوی رضوان الدین ابو نعیم بن احمد عقبی۔ وَهُوَ تَلَقّٰی عَنْ

㉒ الامام شمس الدین ابوالخیر محمد بن محمد بن محمد جزری شافعی المولود ۷۵۱ھ/ ۱۳۵۰ء، المتوفی ۵/ ربیع الاول ۸۳۳ھ/ ۱۴۲۹ء۔ وَهُوَ تَلَقّٰی عَنْ

㉓ المولوی الشیخ القاری شرف الدین قاضی ابوالعباس احمد حنفی دمشقی۔ وَهُوَ تَلَقّٰی عَنْ

㉔ المولوی الشیخ القاری شهاب الدین قاضی ابو عبداللّٰه الحسین بن سلیمان بن فُزاره

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حنفی کَفْرَلیْ دمشقی۔ وَهُوَ تَلَقّٰی عَنْ

㉕ الشیخ القاری علم الدین ابو محمد قاسم بن احمد بن موفق لَوْرقی اندلسی۔ وَهُوَ تَلَقّٰی عَنْ

㉖ الشیخ القاری أبو جعفر أحمد بن علی بی یحیی بن عون الله حصاروانی اندلسی (وعن شیخ ابو عبدالله محمد بن سعید محمد مرادی اندلسی و ابو عبد الله محمد بن أیوب بن محمد بن نوح غافقی أندلسی) وَهُوَ تَلَقّٰی عَنْ

㉗ الشیخ القاری ابو الحسن علی بن محمد بن علی هُذیل بِلنسی اندلسی۔وَهُوَ تَلَقّٰی عَنْ

㉘ الشیخ القاری أبو داؤد سلیمان بن نجاح أموی اندلسی۔ وَهُوَ تَلَقّٰی عَنْ

㉙ الامام ابو عمرو عثمان بن سعید بن عثمان بن سعید اموی مالکی دانی اندلسی۔ وَهُوَ تَلَقّٰی عَنْ

㉚ الشیخ القاری أحمد بن عمر بن محمد جیزی۔ وَهُوَ تَلَقّٰی عَنْ

㉛ الشیخ القاری محمد بن أحمد بن مینز۔ وَهُوَ تَلَقّٰی عَنْ

㉜ الشیخ القاری عبد الله بن عیسی قرشی مدنی۔ وَهُوَ تَلَقّٰی عَنْ

㉝ الامام أبو موسی عیسی بن میناء بن وردان بن عیسی بن عبدالرحمٰن بن عمر بن عبد الله مدنی زرقی معروف به امام قالون، المولود ۱۲۰ھـ/ ۷۳۷ء، المتوفی ۲۲۰ھ/ ۸۳۵ء۔ وَهُوَ تَلَقّٰی عَنْ

㉞ الامام ابو رویم نافع بن عبدالرحمٰن بن ابو نعیم اصفهانی مدنی المولد ۷۰ھـ/ ۶۸۹ء، المتوفی ۱۶۹ھـ/ ۷۸۵ء بمقام جنت البقیع۔ وَهُوَ تَلَقّٰی عَنْ

㉟ الامام ابوالعالیه رفیع بن مهران ریاحی بولا۔ وَهُوَ تَلَقّٰی عَنْ

㊱ حضرت عمر رضی اللہ عنہ

(ا) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ

(ب) حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ

㊲ عن محمد بن عبد الله رسول الله ﷺ، المولود ۹/ ربیع الاول عام الفیل ۵۷۱ء / ۲۰/ نیسان (اپریل) یکم جیٹھ بکرمی یوم الاثنین صباحاً قبل طلوع الشمس، المتوفی ۱۲/ ربیع الاول ۱۱ھ/ ۲۵/ مئی ۶۳۲ء ۔ وَهُوَ تَلَقّٰی عَنْ

㊳ عن ابوالفتوح جبریل امین روح الامین علیه السلام ۔ وَهُوَ تَلَقّٰی عَنْ

㊴ عن الحق وحده، لاضدَّله وَلَا نِدَّله، لا مثل له ولا مثیل له، لا شریك له ولا نظیر له، لا وزیر له ، ولا مشیر له۔

(ماخوذ از: شجرۂ قراءات سبعہ یعنی سند قراءات سبعہ، مرتب شیخ القراء مولانا قاری ابومحمد محی الاسلام بن حاجی محمد مفتاح الاسلام عثمانی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اموی قرشی پانی پتی رحمہ اللہ۔ سن تالیف رمضان ۱۳۴۷ھ/فروری ۱۹۲۹ء۔صفحات ۳۱۔ ناشر الرحیم اکیڈمی۔اے ۷/۷ اعظم نگر پوسٹ آفس لیاقت آباد کراچی۔وتذکرۂ قاریان ہند وغیرہ)

❸ سندُ اجازةِ القرآن الکریم والفرقان العظیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَنْزَلَ الْقُرْاٰنَ الْکَرِیْمَ عَلٰی نَبِیِّهٖ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ، وَلَمْ یَجْعَلْ لَهٗ عِوَجًا، وَجَعَلَ لِمَنْ تَمَسَّکَ بِهٖ مِنْ کُلِّ هَمٍّ فَرَجًا وَخَصَّ مَنْ شَاءَ مِنْ عِبَادِهٖ بِحِفْظِ کِتَابِهٖ وَوَفَّقَهُمْ لِتِلَاوَتِهٖ حَسْبَ شُرُوْطِهٖ وَاٰدَابِهٖ۔

وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الَّذِیْ قَالَ "اِقْرَءُ وْا الْقُرْاٰنَ بِلُحُوْنِ الْعَرَبِ وَاَصْوَاتِهَا وَاِیَّاکُمْ وَلُحُوْنَ اَهْلِ الْکِتَابَیْنِ وَاَهْلِ الْفِسْقِ" وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ وَعَلٰی حَمَلَةِ الْقُرْاٰنِ وَالنَّاقِلِیْنَ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ۔

اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ الشیخ القاری احترام الحق التهانوی بن خطیب عام لباکستان الشیخ احتشام الحق التهانوی (احدٌ من مؤسسیّ وفاق المدارس العربیة باکستان) تَلَقّٰی القرآن حفظًا وتجویدًا عَنْ

② الشیخ القاری رحیم بخش بن چوهدری فتح محمد حافظ رحم علی، المتوفی ۱۲/ ذوالحجه ۱٤۰۲ه/ ۳۰/ دسمبر ۱۹۸۲ء۔ وَهُوَ تَلَقّٰی عَنْ

③ الشیخ القاری فتح محمد بن الشیخ محمد اسماعیل پانی پتی رحمہ اللہ المتوفی ۱۸/ شعبان المعظم ۱٤۰۷هـ/ اپریل ۱۹۸۷ء۔ وَهُوَ تَلَقّٰی عَنْ

④ الشیخ القاری ابو محمد محی الاسلام بن حاجی محمد مفتاح الاسلام پانی پتی رحمہ اللہ العثمانی المولود ۱۳۰۰هـ/ ۱۸۸۲ء، المتوفی ۱۳۷۳هـ/ ۱۹۵۳ء وَهُوَ تَلَقّٰی عن

⑤ الشیخ القاری عبدالرحمن الاعمی بن عبدالصمد خان حنفی نقشبندی المتوفی ۱۳۲٤هـ/ ۱۹۰٦ء۔ وَهُوَ تَلَقّٰی عَنْ

⑥ الشیخ القاری عبدالرحمن المحدّث انصاری قادری بن القاری محمدی المولود ۱۲۲۷هـ/ ۱۸۱۲ء، المتوفی ۵/ ربیع الاول ۱۳۱٤هـ/ ۳۱/ دسمبر۱۸۹٦ء۔(وعن الشیخ القاری نجیب اللّٰه و الشیخ القاری کبیرالدین والشیخ القاری سید عبدالستار معروف به حافظ سردار کُلاچوی المولود ۱۳۱۳هـ/ ۱۸۹۵ء، المتوفی ۱۳۷٦هـ/ ۱۹۵٦ء) وَهُوَ تَلَقّٰی عَنْ

⑦ الشیخ القاری امام الدین الامروهی المولود ۱۱۹۳هـ/ ۱۷۷۹ء، المتوفی ۱۲۵٦هـ/ ۱۸٤۰ء۔ وَهُوَ تَلَقّٰی عَنْ

⑧ الشیخ القاری محمد معروف به کرم اللّٰه دهلوی المتوفی ۱۲۵۸هـ/ ۱۸٤۲ء(وعن الشیخ القاری قادر بخش و الشیخ القاری محمدی) وَهُوَ تَلَقّٰی عَنْ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

⑨ الشیخ القاری شاہ عبد المجید دھلوی المولود ۱۱۴۰ھ/ ۱۷۲۷ء، المتوفی ۱۲۱۰ھ/ ۱۷۹۵ء۔ وَھُوَ تَلَقّٰی عَنْ

⑩ الشیخ القاری غلام مصطفی بن محمد اکبر تھانیسری ثم دھلوی المولود ۱۱۰۰ھ/ ۱۶۸۸ء المتوفی ۱۱۶۰ھ/ ۱۷۴۷ء۔ وَھُوَ تَلَقّٰی عَنْ

⑪ الشیخ القاری غلام محمد گجراتی دھلوی ۔ وَھُوَ تَلَقّٰی عَنْ

⑫ الشیخ القاری عبدالغفور دھلوی المولود ۱۰۴۰ھ/ ۱۶۳۰ء، المتوفی ۱۱۲۰ھ/ ۱۷۰۸ء۔ وَھُوَ تَلَقّٰی عَنْ

⑬ الشیخ القاری عبدالخالق مَنُوْفی ، وَھُوَ تَلَقّٰی عَنْ

⑭ الشیخ القاری شمس الدین محمد محمد بن اسماعیل ازھری مصری بقری شافعی الاعمی ۔ وَھُوَ تَلَقّٰی عَنْ

⑮ الشیخ القاری عبدالرحمٰن بن شیخ شحاذہ یمنی (والشیخ سیف الدین عطاء اللّٰہ فضالی المتوفی ۱۰۲۰ھ/ ۱۶۱۱ء)۔ وَھُوَ تَلَقّٰی عَنْ

⑯ الشیخ القاری شحاذہ یمنی (وعن الشیخ القاری شھاب الدین احمد بن عبدالحق سنباطی) وَھُوَ تَلَقّٰی عَنْ

⑰ الشیخ القاری ابو نصر طبلاوی (وعن الشیخ القاری جمال یوسف) وَھُوَ تَلَقّٰی عَنْ

⑱ الشیخ القاری شیخ الاسلام زین الدین القاضی ذکریا انصاری ۔ وَھُوَ تَلَقّٰی عَنْ

⑲ الشیخ القاری رضوان الدین ابو نعیم و الشیخ برھان الدین قلقیلی (والشیخ محمد بن علی نویری)۔ وَھُوَ تَلَقّٰی عَنْ

⑳ الشیخ القاری شمس الدین ابوالخیر محمد بن محمد الجزری المولود ۷۵۱ھ/ ۱۳۵۰ء، المتوفی ۵/ ربیع الاول ۸۳۳ھ/ ۱۴۲۹ء۔ وَھُوَ تَلَقّٰی عَنْ

㉑ الشیخ القاری ابو محمد عبدالرحمن بغدادی۔ وَھُوَ تَلَقّٰی عَنْ

㉒ الشیخ القاری ابو عبداللّٰہ عبدالخالق صائغ ۔ وَھُوَ تَلَقّٰی عَنْ

㉓ الشیخ القاری ابوالحسن علی بن محمد بن عبدالصمدالسخاوی المصری، المولود ۵۵۹ھ/ ۱۱۶۳ء(والشیخ علی بن شجاع العباسی)۔ وَھُوَ تَلَقّٰی عَنْ

㉔ الامام ابوالقاسم علی بن عثمان الراعینی الشاطبی، المولود ۵۳۸ھ/ ۱۱۴۳ء، المتوفی ۲۸/ جمادی الثانی ۵۹۰ھ/ ۱۱۹۳ء ۔ وَھُوَ تَلَقّٰی عَنْ

㉕ الشیخ القاری ابوالحسن علی بن ھذیل البلنسی۔ وَھُوَ تَلَقّٰی عَنْ

㉖ الشیخ القاری ابو دائود سلیمان بن نجاح اندلسی۔ وَھُوَ تَلَقّٰی عَنْ

㉗ الشیخ القاری ابو عمر و بن سعید الدانی، المولود ۳۷۱ھ/ ۹۸۱ء، المتوفی شوال

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

٤٤٤ھـ/ ١٠٥٢ء ۔ وَهُوَ تَلَقّٰی عَنْ

㉘ الشیخ القاری ابوالحسن طاهر بن غلبون ۔ وَهُوَ تَلَقّٰی عَنْ

㉙ الشیخ القاری ابوالحسن علی بن محمد الهاشمی الاعمی ۔ وَهُوَ تَلَقّٰی عَنْ

㉚ الشیخ القاری ابوالعباس احمد بن سهل اشنانی ۔ وَهُوَ تَلَقّٰی عَنْ

㉛ الشیخ القاری علی بن محمد عبداللّٰه بن صباح ۔ وَهُوَ تَلَقّٰی عَنْ

㉜ الشیخ القاری سید الطائفه ابی عمرو حفص بن سلیمان کوفی، المتوفی ١٨٠ھـ/ ٧٧٢ء ۔ وَهُوَ تَلَقّٰی عَنْ

㉝ الشیخ القاری الامام ابو بکر عاصم بن ابی النجود کوفی، المتوفی ١٢٧ھـ/ ٤٧٧ء۔ وَهُوَ تَلَقّٰی عَنْ

㉞ الشیخ القاری ابو مریم زرّ بن حبیش، والشیخ القاری ابو عبدالرحمٰن عبداللّٰه بن حبیب سلمی، والشیخ القاری سعد بن الیاس الشیبانی۔ وَهم تَلَقَّوا عَنْ

㉟ سیدنا عثمان غنی، سیدنا علی، سیدنا عبد الله بن مسعود، سیدنا أبی بن کعب، سیدنا زید بن ثابت۔ وَهُوَ تَلَقّٰی عَنْ

㊱ عن محمد بن عبد الله رسول الله ﷺ، المولود ٩/ ربیع الاول عام الفیل ٥٧١ء / ٢٠/ نیسان (اپریل) یکم جیٹھ بکرمی یوم الاثنین صباحاً قبل طلوع الشمس، المتوفی ١٢/ ربیع الاول ١١ھـ/ ٢٥/ مئی ٦٣٢ء ۔ وَهُوَ تَلَقّٰی عَنْ

㊲ عن ابوالفتوح جبریل امین روح الامین علیه السلام ۔ وَهُوَ تَلَقّٰی عَنْ

㊳ عن الحق وحده، لاضدَّله وَلَا نِدَّله، لا مثل له ولا مثیل له، لا شریك له ولا نظیر له، لا وزیر له ، ولا مشیر له۔

ماهو القرآن الکریم

اختلف العلماء الکرام والائمة العظام فی تعریف القرآن الکریم، فقال امام الائمة، سراج الأمة أبو حنیفة رحمہ اللہ المتوفی ١٥٠ھـ / ٧٦٧ء "اَنَّ القرآن فی المصاحف مکتوبٌ و فی القلوب محفوظٌ و علی الالسنة مقرؤ، و علی الرسول ﷺ منزلٌ وتلفظُنا به وکتابتُنا وقراء تُنالهٗ مخلوقهٌ والقرآنُ غیرُ مخلوقٍ

وقیل" القرآنُ هو ما نُقلَ الینا بین دفتی المصاحفِ تواترًا" و قال ابن الحاجب رحمہ اللہ: "الکتابُ هوالکلامُ المنزل للاعجاز بسورةٍ منه" و قیل "القرآن هوالمنزل علی الرسول ﷺ ، المکتوبُ فی المصاحفِ، المنقولُ عنه نقلاً متواترًا بلا شبهةٍ" و عند أهل الحق "القرآن هو العلم اللدنی فی الاجمالی الجامع للحقائق کلها۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فضيلة السند المتّصل

لا شك فی أنَّ السند المتصل للقرآن المجيد والفرقان الحميد والأحاديث النبوية مختص بالأمة المحمدية فلذا قال الامام محمد بن سيرين المتوفی ۱۱۰ھـ / ۷۲۸ء "ان هٰذا العلم دين فانظروا عمّن تاخذون دينكم" رواه المسلم، وقال الامام سعد بن ابراهيم "لا يحدث عن رسول الله ﷺ اِلّا الثقات"وقال المحدث عبد اللّٰه بن المبارك رحمہ اللہ المتوفی ۱۸۱ھـ / ۷۹۹ء "الاسناد من الدين، لولا الاسناد لقال من شاء ما شاء" كما فی العجالة النافعة، وقال الامام ابو علی جبائی المتوفی ۲۹۲ھـ / ۹۰۵ء، "خصّ اللّٰه هٰذه الامة بثلاثة اشيأ لم يعطها من قبلها، الاسناد، والانساب، والاعراب"۔

❶ تلامذہ قاری عبدالرحمٰن مکی رحمہ اللہ

مولانا قاری عبدالرحمٰن مکی بن بشیر خان رحمہ اللہ مولود ۱۲۸۰ھ/۱۸۶۳ء، متوفی ۲/رجب المرجب ۱۳۴۹ھ/۸/جنوری ۱۹۲۵ء بمقام لکھنؤ قاری ابراہیم سعد بن علی شافعی خلوتی مصری رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں اور ان کے چند مشہور تلامذہ یہ ہیں:

① مولانا قاری ضیاء الدین احمد بن منشی عبدالرزاق الٰہ آبادی رحمہ اللہ، استاذ التجوید مسلم یونیورسٹی علی گڑھ۔ مولود ۲۹/ جمادی الاولی ۱۲۹۰ھ/۲۵/جولائی ۱۸۷۳ء، متوفی ۷/ربیع الثانی ۱۳۷۱ھ/۱۹۵۱ء۔

② قاری عبدالمالک بن شیخ جیون رحمہ اللہ، استاذ التجوید دارالعلوم الاسلامیہ ٹنڈوالہ یار حیدرآباد متوفی ۱۳۷۹ھ/۳۰/دسمبر ۱۹۵۹ء۔

③ قاری حفظ الرحمٰن پرتاب گڑھی رحمہ اللہ، استاذ التجوید دارالعلوم دیوبند۔ مولود ۱۳۱۷ھ/۱۸۹۹ء۔

④ قاری عبدالوحید الٰہ آبادی رحمہ اللہ، استاذ التجوید دارالعلوم دیوبند۔ مولود ۱۲۹۶ھ/۱۸۷۸ء، متوفی ۱۳۶۵ھ/۱۹۴۵ء۔

⑤ قاری عبدالخالق صاحب سہارنپوری رحمہ اللہ۔ مولود ۱۲۹۸ھ/۱۸۸۰ء، متوفی ۱۱/اپریل ۱۹۵۷ء۔

⑥ قاری عبدالمعبود صاحب ناروی بن منشی عبدالرزاق رحمہ اللہ۔ مولود ۱۳۰۷ھ/۱۸۸۹ء۔

⑦ قاری مفتی نصیرالدین نعمانی رحمہ اللہ

⑧ نواب حبیب الرحمٰن خاں شروانی رحمہ اللہ

⑨ قاری محمد حسین الٰہ آبادی بن ولایت حسین رحمہ اللہ، مولود ۱۳۱۷ھ/۱۸۹۹ء خلیفۂ مجاز حضرت حاجی امداد اللہ رحمہ اللہ۔

⑩ قاری محمد سراج الحق رحمہ اللہ، پروفیسر فارسی الٰہ آباد یونیورسٹی، بن حافظ فضل الحق مولود ۱۳۱۹ھ/۱۹۰۱ء۔

⑪ قاری منّت اللہ رحمہ اللہ سجادہ نشین مونگیر۔

⑫ قاری مولانا عبدالحئ رحمہ اللہ ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ والد بزرگوار مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ مولود ۱۸/رمضان ۱۲۸۶ھ/۱۸۶۹ء، متوفی ۱۳۴۱ھ/۱۹۲۲ء۔

⑬ قاری محمد نظر رحمہ اللہ، استاد مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ۔

⑭ قاری محمد صدیق رحمہ اللہ، استاد مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ متوفی ۱۳۴۹ھ/۱۹۳۰ء۔

⑮ حافظ محمد سابق لکھنوی رحمہ اللہ۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

⑯ قاری محمد سلیمان سورتی رحمہ اللہ۔
⑰ قاری عبداللطیف الٰہ آبادی بن حاجی خدا بخش رحمہ اللہ۔مولود ۱۳۰۶ھ/۱۸۸۸ء۔
⑱ قاری محبوب علی الٰہ آبادی رحمہ اللہ۔مولود ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء۔
⑲ قاری رجب علی الٰہ آبادی بن عبدالغفور رحمہ اللہ۔مولود ۱۳۱۵ھ/۱۸۹۷ء۔
⑳ قاری یوسف حسن خان بہاری بن الٰہی بخش خاں رحمہ اللہ۔مولود ۱۳۱۲ھ/۱۸۹۴ء۔
㉑ قاری قطب الدین سنبھلی بن مولانا منیر الدین رحمہ اللہ۔مولود ۱۲۸۷ھ/۱۸۷۰ء، متوفی ۱۳/ذوالحجہ ۱۳۷۷ھ/۱۹۵۷ء
㉒ قاری عبدالستار کانپوری بن عبدالکریم رحمہ اللہ۔مولود ۱۳۰۳ھ/۱۸۸۵ء، متوفی ۱۳۷۶ھ/۱۹۵۶ء۔
㉓ قاری شیخ محمد رحمہ اللہ، ناظم دارالعلوم میئو۔متوفی ۱۳۷۲ھ/۱۹۵۲ء۔
㉔ قاری احمد سعید الٰہ آبادی رحمہ اللہ۔متوفی ۱۳۶۵ھ/۱۹۴۵ء۔
㉕ مولانا قاری حیدر حسن ٹونکی بن احمد حسن رحمہ اللہ۔مولود ۱۲۹۰ھ/۱۸۷۳ء، متوفی ۱۳۶۴ھ/۱۹۴۴ء۔
㉖ قاری فضل مچھلی شہری بن عبدالحق رحمہ اللہ۔مولود ۱۲۸۰ھ/۱۸۶۳ء، متوفی ۱۳۴۵ھ/۱۹۲۶ء۔
㉗ مولانا قاری راغب علی رحمہ اللہ۔مولود ۱۲۱۹ھ/۱۸۰۴ء، متوفی ۱۳۱۴ھ/۱۸۹۶ء۔

❷ تلامذہ قاری محی الاسلام عثمانی رحمہ اللہ

شیخ القراء مولانا قاری ابومحمد محی الاسلام بن حاجی محمد مفتاح الاسلام عثمانی اموی قرشی پانی پتی رحمہ اللہ مولود ۱۳۰۰ھ/۱۸۸۲ء، متوفی ۱۳۷۳ھ/۱۹۵۳ء قاری عبدالرحمٰن بن عبدالصمد خان اور مولانا قاری عبدالرحمٰن محدث انصاری قادری بن مولانا قاری محمدی بن خواجہ خدا بخش رحمہ اللہ کے شاگرد رشید ہیں، اُن کے بے شمار تلامذہ ہیں جن میں سے چند معروف یہ ہیں:

① قاری فتح محمد بن محمد اسماعیل پانی پتی رحمہ اللہ۔متوفی ۱۸/شعبان المعظم ۱۴۰۷ھ/اپریل ۱۹۸۷ء۔
② قاری وقاء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ۔مدرس مدرسہ اسلامیہ اشرفیہ جیکب لائن کراچی، متوفی ۱۳۹۳ھ/۳/۱اکتوبر ۱۹۷۳ء۔
③ مولانا قاری سیف اللہ نیازی، فاضل دارالعلوم دیوبند، پیش امام پیر الٰہی بخش کالونی، کراچی۔
④ قاری شیر محمد۔
⑤ قاری محمد مدنی برادر مولانا قاری سیف اللہ۔
⑥ قاری ملا بیگی۔[ماہنامہ الحقانیہ اکوڑہ خٹک)

❸ تلامذہ قاری عبدالمالک رحمہ اللہ

قاری عبدالمالک بن شیخ جیون رحمہ اللہ۔ مولود ۱۳۰۳ھ/۱۸۸۵ء بمقام علی گڑھ، متوفی ۹ ۱۳۷ھ/۳۰/دسمبر ۱۹۵۹ء
قاری محمد عبداللہ مکی بن محمد بشیر خان رحمہ اللہ اور قاری عبدالرحمٰن مکی بن محمد بشیر خان رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں۔ انہوں نے ۱۹۵۰ء تک مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ وغیرہ میں تجوید کی خدمت کی پھر ۱۹۵۱ء سے تاحیات پاکستان میں شعبۂ تجوید کی خدمات سرانجام دیں اور بے شمار طلبہ کو فیض پہنچایا۔قاری صاحب رحمہ اللہ کے چند معروف تلامذہ یہ ہیں:

① قاری محمد شریف امرتسری رحمہ اللہ، جو متحدہ ہندوستان میں لکھنؤ سے تجوید وقراءت حاصل کرنے کے لئے تشریف

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لائے تھے، انہوں نے دوبارہ قاری عبدالمالک رحمہ اللہ سے استفادہ کیا۔

② مولانا قاری اظہار احمد تھانوی رحمہ اللہ لاہور۔ مولود ۹/ ذی قعدہ ۱۳۴۹ھ/۱۹۳۰ء، متوفی ۱۰/ جمادی الثانی ۱۴۱۲ھ/ ۱۷/ دسمبر ۱۹۹۱ء۔

③ مولانا قاری حسن شاہ مہاجر مدنی رحمہ اللہ لاہور۔ مولود اکتوبر ۱۹۲۷ء، متوفی ذی قعدہ ۱۴۱۴ھ/۲۴/ اپریل ۱۹۹۴ء۔

④ مولانا قاری غلام نبی رحمہ اللہ، کوئٹہ۔

⑤ قاری محمد صدیق صاحب لکھنوی رحمہ اللہ، لاہور۔

⑥ قاری عبدالماجد ذاکر رحمہ اللہ خلف الصدق قاری عبدالمالک رحمہ اللہ۔

⑦ قاری شاکر انور رحمہ اللہ، خلف الرشید قاری عبدالمالک صاحب رحمہ اللہ۔

⑧ مولانا قاری عبدالوہاب گونڈوی رحمہ اللہ، متوفی ۱۳۷۱ھ/۱۹۵۱ء۔

⑨ قاری حبیب اللہ صاحب ٹونکی رحمہ اللہ۔ مولود ۱۳۱۷ھ/۱۸۹۹ء، متوفی ۱۹۷۶ء بمقام کراچی (غالباً)

⑩ مولانا قاری سعید الرحمان، راولپنڈی۔

⑪ قاری محمد افضل، راولپنڈی۔

⑫ قاری عبدالقادر، بہاولنگری۔

⑬ قاری غلام رسول، لاہور۔

⑭ قاری سید علی کشمیری

⑮ قاری منظور الحق، بہاولپوری۔

⑯ قاری افتخار احمد، بلوچستانی۔

⑰ قاری سرفراز احمد صدیقی تھانوی، برادر خورد قاری اظہار احمد تھانوی رحمہ اللہ۔

⑱ قاری غلام فرید کیملپوری۔ (تذکرۂ قراءِ کرام، ص: ۱۵)

⑲ قاری عبدالعزیز بن نور محمد اکبر الہ آبادی رحمہ اللہ۔ مولود ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۱ء۔

⑳ قاری عبدالخالق لکھنوی۔ مولود ۱۳۵۶ھ/۱۹۳۷ء۔

㉑ قاری محمد ادریس بخاری رحمہ اللہ۔ مولود ۱۳۳۱ھ/۱۹۱۲ء۔

㉒ مولانا قاری ریاست علی لکھنوی رحمہ اللہ۔ مولود ۱۳۳۶ھ/۱۹۱۷ء۔

㉓ قاری صبغۃ اللہ محمد اسد اللہ خان ٹونکی رحمہ اللہ۔ مولود ۱۳۳۴ھ/۱۹۱۵ء۔

㉔ قاری حافظ محمد نعمان بن مولانا محمد ابراہیم بلیاوی رحمہ اللہ۔ مولود ۱۳۳۲ھ/۱۹۱۳ء۔

㉕ قاری محمد اسلم لکھنوی بن واجد علی رحمہ اللہ۔ مولود ۱۳۳۱ھ/۱۹۱۲ء۔

㉖ قاری نسیم الدین عظیم آبادی رحمہ اللہ۔ مولود ۱۳۲۷ھ/۱۹۰۹ء۔

㉗ قاری محمد شریف الدین گیاوی بن مولانا خیر الدین رحمہ اللہ۔ مولود ۱۲۴۴ھ/ ۱۸۲۸ء۔

㉘ قاری فخر الدین بن مولانا خیر الدین رحمہ اللہ۔ مولود ۱۳۱۷ھ/۱۸۹۹ء۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

㉙ قاری جلیل اشرف مونگھیری رحمہ اللہ۔ مولود ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۱ء۔
㉚ قاری مہدی حسن بخاری بن ایشان دامله رحمہ اللہ۔ مولود ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء۔
㉛ قاری مولانا سعد اللہ بخاری بن مولانا محمد سعید رحمہ اللہ۔ مولود ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء۔
㉜ قاری مولا بخش ٹونکی رحمہ اللہ۔ مولود ۱۳۰۰ھ/۱۸۸۲ء۔
㉝ قاری محمد قاسم لکھنوی رحمہ اللہ۔ متوفی ۱۳۵۰ھ/۱۹۳۱ء۔
㉞ قاری غلام نبی گیاوی رحمہ اللہ۔ مولود ۱۳۳۷ھ/۱۹۱۸ء، متوفی ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء۔ (تذکرۂ قاریان ہند)

④ تلامذہ قاری فتح محمد رحمہ اللہ

قاری فتح محمد بن محمد اسماعیل پانی پتی رحمہ اللہ، متوفی ۱۸/شعبان المعظم ۱۴۰۷ھ/اپریل ۱۹۸۷ء شیخ القراء مولانا قاری محی الاسلام بن حاجی محمد مفتاح الاسلام عثمانی، اموی قرشی پانی پتی رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں، ان کے بے شمار تلامذہ میں سے چند مشہور یہ ہیں:

① قاری رحیم بخش بن چوہدری فتح محمد حافظ رحم علی رحمہ اللہ، استاد مدرسہ خیر المدارس ملتان پاکستان۔ متوفی ۱۲/ذوالحجہ ۱۴۰۲ھ/۳۰/دسمبر ۱۹۸۲ء۔
② قاری محمد سلیمان بن کالے خان میواتی رحمہ اللہ۔ مولود ۱۳۳۵ھ/۱۸۹۷ء۔
③ قاری محفوظ الحق حقی بن مولانا منظور الحق رحمہ اللہ، مدرس مدرسہ اسلامیہ اشرفیہ جیکب لائن کراچی۔ متوفی ۱۵/صفر المظفر ۱۴۲۴ھ/۱۸/اپریل ۲۰۰۳ء۔ قاری صاحب رحمہ اللہ نے راقم (محمد صدیق ارکانی) کو دوران انٹرویو فرمایا کہ میں قاری فتح محمد رحمہ اللہ کا باقاعدہ شاگرد نہیں ہوں بلکہ مجھے انہوں نے صرف اجازت دی ہے۔
④ قاری ضیاء الاسلام اکبر آبادی بن قاضی سراج الاسلام رحمہ اللہ متوفی ۱۳۷۵ھ/۱۹۵۵ء۔
⑤ مولانا قاری احترام الحق تھانوی بن خطیب پاکستان حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی رحمہ اللہ۔ موصوف نے مجھے دوران انٹرویو بتایا کہ میں نے قاری فتح محمد رحمہ اللہ سے قرآن پاک کا کچھ حصہ پڑھا ہے۔

⑤ قاری سراج احمد مظفر نگری رحمہ اللہ

قاری سراج احمد صاحب مدرسہ سبحانیہ الٰہ آباد کے فاضل اور قاری عبدالرحمٰن مکی رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں۔ قاری الرحمٰن مکی رحمہ اللہ کی سند منضبط ہے۔ قاری سراج رحمہ اللہ نے ۱۹۵۰ء سے تاحیات پاکستان میں شعبۂ تجوید کی خدمات انجام دیں۔

⑥ قاری عبدالعزیز شوقی رحمہ اللہ

قاری عبدالعزیز شوقی رحمہ اللہ، متوفی ۹/شعبان ۱۳۹۱ھ/۲۰/ستمبر ۱۹۷۱ء دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور قاری حفظ الرحمٰن استاد دارالعلوم دیوبند کے شاگرد ہیں۔ قاری حفظ الرحمٰن رحمہ اللہ، قاری عبدالرحمٰن مکی رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں۔ قاری عبدالرحمٰن مکی رحمہ اللہ کی سند منضبط ہے۔ قاری عبدالعزیز رحمہ اللہ نے بھی تاحیات پاکستان میں تجوید پڑھائی۔

قاری صاحب رحمہ اللہ کے چند معروف تلامذہ یہ ہیں:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

① قاری عبدالقیوم صاحب، لاہور۔
② قاری حاجی محمد اسماعیل صاحب (نقشبندی) ملتان۔
③ قاری محمد یعقوب صاحب نقشبندی، ملتان۔
④ قاری بشیر احمد صاحب مہاجر مدنی۔
⑤ قاری عبدالرحمان صاحب تونسوی مہاجر مدنی۔
⑥ قاری عبدالرشید صاحب، شیخ التجوید دارالعلوم کراچی۔
⑦ قاری عبدالرحمان ڈیروی رحمہ اللہ، لاہور۔ مولود ۱۹۴۰ء، متوفی ۲۳/ اکتوبر ۲۰۰۳ء۔
⑧ قاری حبیب الرحمان صاحب، راولپنڈی۔
⑨ قاری احمد میاں تھانوی حفظہ اللہ، لاہور۔
⑩ مولانا قاری مشرف علی تھانوی حفظہ اللہ، لاہور۔ [تذکرۂ قراءِ کرام ص:۱۶]

⑦ قاری محمد شریف امرتسری رحمہ اللہ

قاری محمد شریف امرتسری رحمہ اللہ قاری عبدالمالک رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں۔ یہ قیام پاکستان کے بعد پاکستان آئے اور تاحیات شعبۂ تجوید کی خدمت کی۔

ان کے چند معروف تلامذہ یہ ہیں:

① قاری فضل ربی، مانسہرہ۔
② قاری فیاض الرحمان صاحب، پشاور۔
③ قاری اکبر شاہ صاحب، راولپنڈی۔
④ قاری محمد عمر صاحب، لاہور۔
⑤ قاری عبدالرب صاحب، ملتان۔
⑥ قاری تقی الاسلام صاحب، لاہور۔
⑦ بریگیڈیئر (ر) قاری فیوض الرحمان صاحب، راولپنڈی۔
⑧ قاری نورالحق صاحب، ہری پور۔
⑨ قاری محمد صدیق صاحب، فیصل آباد۔
⑩ قاری محمد امیر صاحب۔
⑪ قاری محمد اقبال صاحب۔ [تذکرۂ قراء کرام ص:۱۶]

⑧ تلامذہ قاری وقاء اللہ رحمہ اللہ

قاری وقاء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ، متوفی ۱۳۹۳ھ/ ۳/ اکتوبر ۱۹۷۳ء قاری محی الاسلام عثمانی رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں اور انہوں نے لگ بھگ ۱۹۶۴ء سے تا وفات مدرسہ اشرفیہ جیکب لائن کراچی میں شعبۂ حفظ و تجوید کی خدمت سرانجام دی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کے بے شمار تلامذہ میں سے چند مشہور یہ ہیں:

① مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی ﷾، صدر دارالعلوم کراچی۔
② مولانا مفتی محمد تقی عثمانی ﷾، شیخ الحدیث دارالعلوم کراچی۔
③ مولانا قاری احترام الحق تھانوی ﷾ بن خطیب پاکستان حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی ؒ۔
④ مولانا قاری تنویر الحق تھانوی ﷾ بن مولانا احتشام الحق تھانوی ؒ۔
⑤ حضرت مولانا فضل الرحیم ﷾ بن مولانا مفتی محمد حسن ؒ امرتسری، ناظم تعلیمات جامعہ اشرفیہ، لاہور۔
⑥ مولانا قاری احسان الرحمٰن ﷾، فاضل جامعہ فاروقیہ شاہ فیصل کالونی مقیم حال جرمنی۔
⑦ مولانا قاری اسماعیل میرٹھی ﷾، مقیم حال کورنگی کراچی۔

نوٹ: مقدم الذکر دونوں حضرات اِصالۃ قاری نذیر صاحب کے شاگرد ہیں۔

⑨ تلامذہ قاری رحیم بخش ؒ

مولانا قاری رحیم بخش پانی پتی ؒ بن چوہدری فتح محمد حافظ رحم علی ؒ۔ مولود رجب ۱۳۴۱ھ/فروری ۱۹۲۳ء، متوفی ۱۲/ ذوالحجہ ۱۴۰۲ھ/۳۰/ دسمبر ۱۹۸۲ء قاری فتح محمد پانی پتی ؒ کے شاگرد ہیں۔ قاری رحیم بخش ؒ نے قیام پاکستان (۱۹۴۷ء) سے تاحیات جامعہ خیر المدارس ملتان پاکستان میں شعبۂ تجوید کی تدریس کی۔

ہزاروں طلبہ نے ان سے فیض حاصل کیا ہے جن میں چند مشہور تلامذہ یہ ہیں:۔

① مولانا خان محمد صاحب، خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف۔
② مولانا مفتی عبداللہ ملتانی ؒ متوفی ۳/ جمادی الاولی ۱۴۰۵ھ/۲۵/ جنوری ۱۹۸۵ء۔
③ مولانا قاری احترام الحق تھانوی۔
④ مولانا سید ابوذر بخاری ؒ۔ متوفی ۲۸/ جمادی الاولی ۱۴۱۶ھ/۲۴/ اکتوبر ۱۹۹۵ء۔
⑤ مولانا صوفی محمد سرور ؒ۔
⑥ مولانا سید عطاء المحسن بخاری ؒ۔ متوفی ۱۲/ نومبر ۱۹۹۹ء۔
⑦ مولانا قاری عبداللہ مدنی ؒ۔
⑧ مولانا قاری محمد حنیف جالندھری ﷾ جیسے ممتاز علماء شامل ہیں۔

⑩ تلامذہ قاری محفوظ الحق ؒ

جناب قاری محفوظ الحق حقی ؒ بن الحاج مولانا قاری منظور الحق علی گڑھی ؒ، مولود ۱۹۲۷ء، متوفی ۱۵/ صفر ۱۴۲۴ھ/ ۱۸/ اپریل ۲۰۰۳ء قاری محمد حبیب اللہ ؒ بن مولانا حکیم غلام حیدر الناصر الافغانی ؒ مولود ۱۳۱۷ھ/ ۱۸۹۹ء، متوفی ۱۹۷۶ء (غالباً) کے شاگرد ہیں اور حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی ؒ کے خلیفہ مولانا شاہ ابرار الحق ہردوئی ؒ کے خلیفہ مجاز ہیں۔ قاری محفوظ الحق ؒ نے اپنے شیخ قاری محمد حبیب اللہ ؒ سے بروایت ابی بکر شعبہ بن عیّاش ؒ اور امام ابی عمر حفص بن سلیمان ؒ عن الامام عاصم کوفی ؒ تجوید پڑھی اور قاری محمد حبیب اللہ ؒ نے اپنے شیخ قاری عبدالمالک ؒ بن شیخ جیون علی گڑھی ؒ سے تجوید پڑھی اور قاری محفوظ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الحق رحمہ اللہ نے مدرسہ اشرفیہ جیکب لائن کراچی میں شعبۂ حفظ اور تجوید کی خدمت یکم ذیقعدہ ۱۳۸۳ھ/۱۶/ مارچ ۱۹۶۴ء سے تا حیات کی۔ اس دوران ہزاروں تلامذہ نے قاری صاحب رحمہ اللہ سے استفادہ کیا، جن میں چند مشہور یہ ہیں:

① مولانا قاری محمود الحق حقی حفظہ اللہ بن قاری محفوظ الحق حقی، پیش امام جامع مسجد جہانگیری جہانگیر روڈ و استاذ مدرسہ اشرفیہ جیکب لائن، کراچی۔

② حضرت مولانا تنویر الحق تھانوی حفظہ اللہ بن خطیب پاکستان حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی رحمہ اللہ۔

③ مولانا قاری محمد عمران حفظہ اللہ بن مولانا محمد عرفان رحمہ اللہ، مہتمم دار العلوم تعلیم القرآن بانڈہ منیر خاں ہری پور صوبہ سرحد۔

④ مولانا قاری مفتی محمد یحییٰ عاصم بن محمد اقبال حفظہ اللہ، استاذ دار العلوم کراچی۔

⑤ ڈاکٹر محمود احمد غازی حفظہ اللہ، ریکٹر اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد و سابق وفاقی وزیر مذہبی امور۔

⑥ حافظ محمد شکیل حفظہ اللہ۔

نوٹ: ادارہ نے ۲۵۰ صفحات پر مشتمل 'قراءات نمبر' کی اشاعت کا ارادہ کیا تھا جو اللہ تعالیٰ کی توفیق، علماء کرام وقراء کرام کی معاونت اور ادارہ 'رشد' کے اراکین کی محنت سے بجائے ۲۵۰ کے ۱۶۰۰ صفحات پر جا پہنچا ہے۔ چنانچہ ادارہ نے فیصلہ کیا ہے کہ مذکورہ خصوصی اشاعت کو دو برابر حصوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ بنا بریں حالیہ شمارہ، جو ۷۲۰ صفحات پر مشتمل ہے تین ماہ اپریل تا جون ۲۰۰۹ء اور آئندہ شمارہ جو 'قراءات نمبر' ہی کا دوسرا حصہ ہوگا بھی اسی ضخامت میں جولائی تا ستمبر ۲۰۰۹ء پر مشتمل ہوگا۔ قارئین نوٹ فرمالیں۔ [ادارہ]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قاری محمد مصطفیٰ راسخ☆

مروجہ قراءات قرآنیہ اور مطبوع مصاحف کا جائزہ

قرآن کریم میں رب ذوالجلال کا ارشاد ہے کہ ''قرآن کریم کی حفاظت ہماری ذمہ داری ہے۔'' [الحجر:۹] اسی طرح فرمایا کہ قرآن کریم میں کسی بھی طریقہ سے باطل کو داخل کرنے کی کوئی کوشش کبھی کامیاب نہیں ہوسکے گی، [حم السجدۃ:۴۲] حتیٰ کہ اس ضمن میں اِتمام حجت کے لیے انتہائی انداز اختیار کرتے ہوئے فرمایا کہ اے محمد ﷺ! اگر آپ بھی اس طرح کی کوئی کوشش کریں گے تو ہم آپ کی شہ رگ کاٹ ڈالیں گے۔[الحاقۃ:۴۶] ان نصوص سے قطع نظر ﴿اَوَ لَمۡ یَکۡفِ بِرَبِّکَ اَنَّہٗ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ شَہِیۡدٌ﴾[حم السجدۃ:۵۳] اور اللہ تعالیٰ کی صفت ﴿اَلۡمُؤمن﴾ [الحشر:۲۳] اس بات کی دلیل قاطع ہے کہ چودہ صدیوں سے اُمت کا قراءاتِ قرآنیہ کو قبول کرنے کا متفقہ تعامل اللہ تعالیٰ کی تکوینی تقدیر اور تائید غیبی کے ساتھ ہی ممکن ہوا ہے، جس کی سادہ عقلی دلیل یہ ہے کہ آپ مشرق کے ایک کونے سے مغرب کے دوسرے کونے تک اور شمال سے جنوب کی انتہاؤں پر چلے جائیں، جن لوگوں کی کبھی ملاقات ممکن نہ تھی، ان کی تلاوتوں میں بھی معمولی سا معمولی اختلاف نظر نہیں آتا۔ روایت ورشؒ، روایت قالونؒ، روایت دوریؒ وغیرہ جس طرح ہزاروں میل دور رہنے والے مغربی ممالک کے لوگ پڑھتے ہیں، ہمارے مشرقی علاقوں کے دیہات کے رہنے والے طلبائے علم کے تعلیم وتعلّم میں اَخذ کردہ روایت ورشؒ، روایت قالونؒ اور روایت دوریؒ میں ذرہ برابر اداء یا لہجے کا فرق نظر نہیں آتا، لیکن کنویں کے مینڈک کے مصداق، تنگ نظر دانشوروں کا خیال یہ ہے کہ قراء کرام قراءتوں کو خود ہی وضع کرکے چودہ صدیوں سے اللہ تعالیٰ کی گرفت سے آزاد پھر رہے ہیں۔مجلس التحقیق الاسلامی کے فاضل رکن قاری محمد مصطفیٰ راسخ ﷾ نے انتہائی کدوکاوش کے ساتھ متعدد اِسلامی ممالک کے طبع شدہ روایت ورشؒ کے ۱۲، روایت قالونؒ کے ۷ اور روایت دوریؒ کے ۴ مصاحف کو جمع کیا ہے اور عقل ونظر کے ان نابیناؤں کے لیے چشم کشا حقیقت کو آشکارا کرنے کیلئے زیرنظر مضمون کو ہدیہ قارئین کیا ہے۔ [ادارہ]

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو سبعہ احرف پر نازل کیا ہے۔یہی وجہ ہے کہ عہد نبوی میں خود نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ سبعہ احرف پر ہی پڑھتے اور پڑھاتے رہے۔جیسے ہی قرآن مجید کا کوئی حصہ نازل ہوتا تو نبی کریم ﷺ کاتبین وحی کو بلوا کر فوراً لکھوا دیا کرتے اور حفظ وحی کے مشتاق صحابہ اسے یاد کرلیا کرتے تھے۔ نبی کریم ﷺ کے دور میں کتابت کے باوجود حفظ قرآن کا بنیادی ذریعہ حفظ وضبط ہی تھا۔اس حفظ کی تاکید کے لیے حضرت جبریل علیہ السلام ہر رمضان المبارک میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ قرآن مجید کا دور کیا کرتے تھے۔ یاد رہے کہ آپ ﷺ کی زندگی کے آخری رمضان المبارک میں دومرتبہ دور کیا گیا، جسے عرضۂ اخیرہ کہا جاتا ہے۔

☆ فاضل کلّیۃ القرآن، جامعہ لاہور الاسلامیہ ورکن مجلس التحقیق الاسلامی، لاہور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عہد نبوی ﷺ

نبی کریم ﷺ کے دور میں قرآن مجید مکمل لکھا جاچکا تھا مگر ایک جگہ جمع نہ تھا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اصل اعتماد حضور ﷺ کی تعلیم اور حفظ پر تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے بعض کو تمام، بعض کو نصف، بعض کو رُبع اور بعض کو اس سے کم وبیش قرآن مجید زبانی یاد تھا۔ متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایسے بھی تھے جو مکمل قرآن مجید کے حافظ اور قاری تھے اور لوگوں کو اس کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ [شرح سبعہ قراء ات :۱/۷۱] ان میں سے چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اسماء گرامی یہ ہیں:

سیدنا ابوبکر صدیق، سیدنا عمر بن خطاب، سیدنا عثمان بن عفان، سیدنا علی، سیدنا عبداللہ بن مسعود، سیدنا معصب بن عمیر، سیدنا ابوالدرداء، سیدنا ابی بن کعب، سیدنا زید بن ثابت، سیدنا معاذ بن جبل اور سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضوان اللہ علیہم اجمعین وغیرہ۔ [شرح سبعہ قراء ات:۱/۷۳]

عہد صدیقی

امیر المؤمنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں جنگ یمامہ واقع ہوئی جس میں متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شہید ہوگئے۔ اس نازک صورت حال کا اِدراک کرتے ہوئے کہ کہیں حفاظ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شہادت سے قرآن مجید معدوم نہ ہوجائے، سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے امیر المؤمنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جمع قرآن کا مشورہ دیا۔ پہلے تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ کہہ کر انکار کردیا کہ جو کام نبی کریم ﷺ نے نہیں کیا وہ کام میں کیوں کر کرسکتا ہوں؟ لیکن سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے مسلسل اصرار اور توجہ دلانے پر اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا سینہ کھول دیا اور وہ اس کام کو کرنے کے لیے آمادہ ہوگئے۔

امیر المؤمنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کاتب وحی سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی نگرانی میں ایک کمیٹی تشکیل دی جس میں ان کے ساتھ سیدنا عبداللہ بن زبیر اسدی رضی اللہ عنہ، عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام مخزومی رضی اللہ عنہ اور سیدنا سعید بن عاص اُموی رضی اللہ عنہ شامل تھے۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''اگر مجھے پہاڑ اٹھانے کا حکم دیا جاتا تو میرے لیے اس کام سے آسان ہوتا۔''

سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حافظ ہونے کے باوجود ایک ایک آیت صحابہ کرامؓ کی گواہی سے لکھی اور تمام قرآن مجید کو ایک جگہ جمع کردیا، مگر وہ متفرق صحیفے تھے جو تاحیات امیر المؤمنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس رہے۔ ان کی وفات کے بعد سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس محفوظ رہے اور آپ کی شہادت کے بعد ان کی بیٹی اُم المؤمنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس موجود رہے۔ [شرح سبعہ قراء ات:۱/۷۲]

عہد عثمانی

امیر المؤمنین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت (۳۰ھ) میں آرمینیا اور آذربائیجان کی جنگیں ہوئیں، جن میں سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بھی شریک ہوئے۔ جس میں انہوں نے دیکھا کہ مسلمان قراءاتِ قرآنیہ کے بارے میں اختلاف کررہے ہیں اور ہر شخص اپنی قراءت کو دیگر کی قراءت پر افضل قرار دے رہا ہے۔ اس گھمبیر صورت حال کو دیکھ کر سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ انتہائی رنجیدہ ہوئے اور مدینہ منورہ پہنچ کر امیر المؤمنین سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو اس نازک صورت حال سے آگاہ کیا اور مشورہ دیا: اے امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ! قرآن مجید کے متعلق اُمت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا تفرقہ مٹایئے اور اس سے قبل کہ ان میں یہود و نصاریٰ کی مانند اختلاف پیدا ہو جائے ان کی دست گیری کیجئے۔ امیر المؤمنین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس موجود صحیفے منگوائے اور سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، جو عہد صدیقی میں بھی یہ خدمت سرانجام دے چکے تھے، کو یہ کام سرانجام دینے کا حکم دیا کہ وہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے جمع شدہ کام کو حکومتی نگرانی میں دوبارہ فائنل کر دیں تا کہ لوگوں میں کچھ مصدقہ و مستند مصاحف بھیج دیے جائیں، تا کہ آئندہ سے قرآن کریم کے ضمن میں پیدا ہونے والے اختلافات میں صحیح وغلط کے مابین امتیاز کرنے کے لیے علیحدہ سے کوئی معیار مقرر کیا جا سکے۔

انہوں نے ان متفرق صحیفوں کو یکجا کیا اور ان کے کئی نسخے تیار کئے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے یہ حکم دیا کہ اگر کسی کلمہ میں سیدنا زید اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کا اختلاف ہو جائے تو اسے لغت قریش کے رسم کے موافق لکھیں، کیونکہ قرآن مجید ابتداء لغت قریش ہی میں نازل ہوا تھا، اس لیے لغت قریش کو دیگر عربی لغات پر یک گونہ فضیلت حاصل ہونے کی وجہ سے ترجیح دی گئی۔ جب قرآن مجید کے کم وبیش آٹھ عدد نقول تیار کر لی گئیں تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے بارہ صحابہ کے سامنے اس کام کو پیش کیا، تمام نے اس کے جائزہ کے بعد اس مہر تصدیق پیش فرمائی، اس طرح سے تاریخ اسلامی میں پہلی دفعہ حکومتی نگرانی میں ایک معیاری رسم الخط کا تعین ہو گیا، جس پر بارہ ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم کا اتفاق بھی کرا لیا گیا۔ اب دنیا کے تمام کونوں میں مصاحف کی ایک ایک نقل بھیجنے کا انتظام کیا گیا۔ مدینہ منورہ، مکہ مکرمہ، کوفہ، بصرہ، دمشق، یمن اور بحرین کے علاقوں میں ایک ایک مصحف معلّمین کے ساتھ روانہ کیا گیا اور ان علاقوں کے لوگوں کو حکم دیا گیا کہ اب وہ انہی مصاحف کے مطابق قرآن مجید کی تلاوت کیا کریں اور اپنے اختلافات کے ضمن میں اس کو معیار بنا کر اپنے اختلاف کو حل کریں، نیز اپنے پاس موجود غیر مصدقہ مصاحف کو جلا ڈالیں۔ ایک نسخہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے پاس حکومتی نگرانی میں رکھ لیا، جسے مصحف امام کہا جاتا ہے۔

قرآن مجید کے ان نسخوں پر تقریباً بارہ ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہو گیا ہے کہ جو کچھ ان مصاحف عثمانیہ کے رسم کے مطابق نہیں ہے، وہ قرآن کا حصہ نہیں ہے۔ امیر المؤمنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''مصاحف کے بارے جو کچھ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے کیا ہے، اگر مجھے موقع ملتا تو میں بھی وہی کرتا۔''

علاوہ ازیں ان تمام مصاحف کو نقاط و اعراب سے خالی رکھا گیا تھا تا کہ جملہ قراءات کے حامل ہو سکیں نیز نقص و زیادت کی ان وجوہ صحیحہ کی بعض مصاحف میں رعایت رکھی گئی تھی جو عرضۂ اخیرہ تک منسوخ نہیں ہوئی تھیں اور اصل اعتماد اب بھی حفظ وضبط پر تھا اور ہر شہر میں صحیح تلفظ سکھانے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رحمہم اللہ قراء موجود تھے۔

[شرح سبعہ قراءات:۱/۷۳]

قراء صحابہ رضی اللہ عنہم

جملہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قاری، بعض حافظ اور بعض خصوصیت کے ساتھ قراءات کے امام تھے۔ مہاجرین میں سے سیدنا ابو بکر صدیق، سیدنا عمر بن خطاب، سیدنا عثمان بن عفان، سیدنا علی، سیدنا طلحہ، سیدنا ابن مسعود، سیدنا حذیفہ بن یمان، سیدنا ابو موسیٰ اشعری، سیدنا سالم، سیدنا ابو ہریرہ، سیدنا ابن عمر، سیدنا ابن عباس، سیدنا ابن زبیر، سیدنا عمرو بن عاص، سیدنا ابن عمرو، سیدنا معاویہ، سیدنا عبداللہ بن سائب، سیدہ عائشہ اور سیدہ حفصہ اور انصار میں سے سیدنا ابی بن

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کعب، سیدنا معاذ بن جبل، سیدنا ابوالدرداء، سیدنا زید، سیدنا مجمع بن جاریہ اور سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہم سے وجوہ قراءات منقول ہیں۔ [شرح سبعہ قراءات:۱/۷۳]

ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے اکثر نے براہِ راست اور بعض نے بالواسطہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن مجید پڑھا تھا اور تمام جماعت روزانہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے قرآن مجید سنتی تھی۔ اس برگزیدہ جماعت نے ہر حرکت و اسکان اور حذف و اثبات کو آپؐ سے ضبط کیا اور جس طرح پڑھا تھا اسی طرح آگے تابعین عظامؒ کو پڑھا دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی یہ برگزیدہ جماعت ہر قسم کے وہم و شک سے پاک تھی۔

قراء تابعین رحمہم اللہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد قرآن مجید پڑھانے والے تابعین عظام رحمہم اللہ ہیں جو اسلامی دنیا کے ہر گوشے میں موجود تھے۔ وہ پانچ معروف اسلامی مراکز میں خصوصیت کے ساتھ قراءات قرآنیہ کے استاد رہے۔ تفصیل درج ذیل ہے:

مدینہ منورہ

مدینہ منورہ میں قراءات پڑھانے والے متعدد تابعین عظام میں سے چند کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

امام زین العابدین، سعید بن مسیّب، عروۃ بن زبیر، سالم بن عبداللہ، عمر بن عبدالعزیز، سلیمان و عطاء ابن یسار، معاذ بن حبیب، زید بن اسلم، عبدالرحمٰن بن ہرمز الأعرج، عکرمہ اور محمد بن شہاب زہری رحمہم اللہ وغیرہ وغیرہ۔

مکہ مکرمہ

مکہ مکرمہ میں قراءات پڑھانے والے متعدد تابعین عظام میں سے چند کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

عبید بن عمر، عطاء بن ابی رباح، طاؤس، مجاہد بن جبیر، عکرمہ بن خالد، ابن ابی ملیکہ رحمہم اللہ وغیرہ وغیرہ۔

کوفہ

کوفہ میں قراءات پڑھانے والے متعدد تابعین عظام میں سے چند کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

علقمہ بن قیس، اسود بن زید، عبیدہ بن عمرو، عمرو بن شرجیل، مسروق بن اجدع، ابوعبدالرحمٰن سلمی، زر بن جیش، سعید بن جبیر، عامر شعبی، عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ اور طلحہ بن مصرف رحمہم اللہ وغیرہ وغیرہ۔

بصرہ

بصرہ میں قراءات پڑھانے والے متعدد تابعین عظام میں سے چند کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

عامر بن عبد قیس، ابوالعالیہ، نصر بن عاصم، یحییٰ بن یعمر، جابر بن زید، معاذ، ابن سیرین اور ابوالاسود الدؤلی رحمہم اللہ وغیرہ وغیرہ۔

دمشق

دمشق میں علم قراءات پڑھانے والے قراء کرام، مغیرہ بن ابوشہاب مخزومی رحمہ اللہ اور خلید بن سعید رحمہ اللہ ہیں۔

[شرح سبعہ قراءات:۱/۷۴، ۷۵]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان تمام حضرات میں سے بعض نے براہ راست اور بعض نے بالواسطہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے قرآن مجید پڑھا تھا اور ہر ہر حرف کو ضبط کیا تھا۔ ان میں سے بعض نے اپنا تمام وقت، بعض نے اکثر اور بعض نے ایک حصہ خدمت قرآن کے لیے وقف کر رکھا تھا۔

کچھ لوگوں نے تو اپنی مکمل زندگی خدمت قرآن کے لیے وقف کر دی۔ حصول قراءات اور ان کے ضبط و حفظ میں اتنی محنت اور جدوجہد کی کہ جس سے زیادہ ممکن نہ تھی۔ حتیٰ کہ قراءات میں مقتدائے روزگار ائمہ بن گئے۔

ان ائمہ میں سے بعض نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین عظام اور تبع تابعین رحمہم اللہ سے پڑھی ہوئی جملہ قراءات میں سے آحاد، غیر مشہور اور شاذ وجوہ کو چھوڑ کر عربیت میں اقویٰ اور موافق رسم وجوہ سے اپنے لیے جدا جدا قراءات اختیار کر لیں اور عمر بھر انہی کو پڑھتے اور پڑھاتے رہے۔ تمام محدثین و مفسرین اور فقہاء و مجتہدین ان کی اختیار کردہ قراءتوں کو بلا عذر قبول کرتے تھے اور کوئی اہل علم بھی ان کے کسی ایک حرف کا بھی انکار نہیں کرتا تھا۔ [شرح سبعہ قراءات: ۱/۷۶]

دوسری صدی ہجری سے انہی ائمہ کی اختیار کردہ قراءات پڑھی اور پڑھائی جانے لگیں۔ اسلامی ممالک کے دور دراز علاقوں، شہروں اور قصبوں سے تشنگان علم سفر کر کے ان ائمہ سے پڑھنے آتے اور ان قراءاتوں کو ان کے نام سے منسوب کرتے تھے، جو آج تک انہی کے نام سے معنون چلی آ رہی ہیں۔

اختیار قراءات کا یہ سلسلہ بے حد وسیع تھا جو صدیوں جاری رہا اور بے شمار صاحب اختیار ائمہ پیدا ہوئے۔ امام ابو محمد مکیؒ فرماتے ہیں: کتابوں میں ان ۷۰ صاحب اختیار ائمہ کی قراءات مذکور ہیں جو قراء سبعہ سے مقدم تھے۔ اس سے اندازہ لگائیں کہ ان کے ہم مرتبہ اور ان سے کم مرتبہ کتنے ہی ائمہ ہوں گے۔ امام ابو جعفر ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے اپنی کتابوں میں قراء سبعہ سے مقدم وہ پندرہ قراءات نقل کی ہیں جو صحابہ کرامؓ کے عہد میں پڑھی جاتی تھیں۔ اور جن کی وہ نماز میں قراءت کیا کرتے تھے۔ [شرح سبعہ قراءات: ۱/۷۸]

ان صاحب اختیار ائمہ کے تلامذہ اور رواۃ بہت زیادہ تعداد میں تھے اور پھر ان میں سے ہر ایک کی جانشین ایک پوری قوم تھی جن کو احاطہ شمار میں لانا محال ہے، لیکن بعض ائمہ اور رواۃ کی قراءات کو اُمت کی طرف سے وہ مقبولیت حاصل ہوئی کہ آج دنیا میں انہی کی قراءات کو پڑھا اور پڑھایا جا رہا ہے۔ مقبولیت کا شرف حاصل کرنے والی قراءات دس ہیں، جن کو ''قراءات عشرہ'' کہا جاتا ہے اور یہ قراءات متواترہ ہیں، جن میں سے سات اہل فن کے ہاں تصنیف و تالیف میں بہت زیادہ مشہور ہوئیں اور پھر ان سات میں سے بھی چار روایات کو عالم اسلام کے عام مسلمانوں میں قبول عام حاصل رہا۔ ان قراءات عشرہ کے ائمہ اور رواۃ کا تذکرہ راقم کے مضمون ''قراء عشرہ اور ان کے رواۃ کا مختصر تعارف'' میں تفصیل سے گذر چکا ہے۔ تعارف کے لیے مذکورہ مضمون کا مطالعہ فرمائیں۔

قراءات متداولہ

چونکہ علم قراءات مشائخ اور قراء کے درمیان مخصوص رہا اور علوم حدیث و فقہ کی مانند اس کی طرف لوگوں کی توجہ کم رہی کیونکہ اس کا تعلق عام زندگی کے مسائل سے بالعموم کم ہے، چنانچہ شاید اللہ تعالیٰ کی یہی مرضی تھی کہ علم کم ہو جائے اور اہل علم اٹھائے جائیں، چنانچہ قرآن اور قرآءات قرآنیہ کی طرف طلبہ کی توجہ کم ہو گئی تو مشائخ نے جب لوگوں میں سستی دیکھی اور ہمتوں میں فتور و قصور آ گیا تو وہ پہلے قراءات سبعہ اور پھر اس سے بھی کم پر قانع ہو گئے۔ عصر حاضر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں بھی قراءات سبعہ کی تدریس زیادہ مقبول عام ہے، باقی تین قراءات کی تدریس نسبۃً کم موجود ہے۔ جبکہ عشرہ کبری متواترہ کی تدریس تو انگلیوں پر گنے چنے لوگ ہی کروا رہے ہیں۔ عام لوگ تو صرف مروج ومتداول قراءات ہی کی تعلیم پر اکتفاء کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو قراءات کی حفاظت اور خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

[تاریخ القراءات فی المشرق والمغرب:۱۴،۱۵]

اگرچہ تمام قراءات عشرہ متواترہ کو عوامی طور پر قبول عام حاصل نہیں ہوسکا، لیکن اس وقت بھی دنیا میں چار روایات کو مقبولیت عامہ حاصل ہے اور وہ مختلف ممالک اِسلامیہ میں عام تلاوت کے طور پر پڑھی جارہی ہیں۔ وہ چاروں روایاتِ متداولہ درج ذیل ہیں:

① روایت حفص عن الامام عاصم الکوفی
② روایت ورش عن الامام نافع مدنی
③ روایت قالون عن الامام نافع مدنی
④ روایت دوری عن ابی عمرو بصری

اب ہم ان چاروں روایات کا مختصر تعارف اور ان میں مطبوع مصاحف کا تذکرہ کرتے ہیں:

✷ روایت حفص عن عاصم

یہ روایت امام عاصم کوفی رحمہ اللہ کے شاگرد امام حفص رحمہ اللہ کی طرف منسوب ہے اور اسے امت کی طرف سے مقبولیت عامہ حاصل ہے۔ روایت حفص دنیا میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی روایت ہے، جو برصغیر پاک و ہند، مشرق وسطیٰ اور سعودی عرب سمیت اسلامی دنیا کے اکثر ممالک میں پڑھی اور پڑھائی جارہی ہے۔ اس روایت کی تلاوت کرنے والے مسلمانوں کی تعداد کروڑوں تک جا پہنچتی ہے، جن کو احاطہ شمار میں نہیں لایا جاسکتا۔ حرمین شریفین مسجد حرام اور مسجد نبوی میں بھی اسی روایت کی تلاوت کی جاتی ہے۔ ان ممالک میں موجود لاتعداد طباعتی ادارے اس روایت کی نشرواشاعت کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔ مجمّع ملك فهد لطباعة القرآن الكريم سعودی عرب کے زیراہتمام کروڑوں کی تعداد میں روایت حفص عن الامام عاصم کو طبع کرکے دنیا کے متعدد ممالک میں مفت تقسیم کرنے کا سلسلہ برس ہا برس سے جاری وساری ہے۔ مجمع ملك فهد لطباعة القرآن الكريم کے زیرنگرانی روایت حفص میں مطبوع مصحف میں آیات کی تعداد ۶۲۳۶ ہے۔

تلاوت میں روایت حفص عن عاصم کا عمومی منہج

چند اُصولی اور نمایاں اختلافات، جن کی بنیاد پر روایت حفص عن عاصم کا دیگر روایات وقراءات سے فرق واضح ہوتا ہوتی ہے، درج ذیل ہیں:

① امام حفص رحمہ اللہ بین السورتین بسم اللہ پڑھتے ہیں اور بین الانفال والتوبۃ ان کے لیے تین وجوہ ''وقف، سکتہ اور وصل بغیر بسم اللہ'' ہیں۔
② مدمتصل اور مدمنفصل پر چار حرکتی توسط کرتے ہیں:
③ چار مقامات پر سکتہ معنوی کرتے ہیں:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

① عِوَجًا ☆ قَيِّمًا [الکہف:۱/۲]
② مَّرْقَدِنَا هٰذَا [یٰس:۵۲]
③ مَنْ رَاقٍ [القیامۃ:۲۷]
④ بَلْ رَانَ [المطففین:۱۴]

[تاریخ القراء العشرۃ ورواتھم و منھج کل فی القراءۃ از عبدالفتاح القاضی:ص۲۸]

✷ روایت قالون عن نافع

یہ روایت امام نافع رحمہ اللہ کے شاگرد امام قالون رحمہ اللہ کی طرف منسوب ہے اور اسے اُمت کی طرف سے مقبولیت عامہ حاصل ہے۔ روایت قالون دنیا میں بکثرت پڑھی و پڑھائی جانے والی روایات میں سے ہے، جو لیبیا کے ساتھ ساتھ تیونس، الجزائر، موریطانیہ اور افریقہ کے کئی ممالک میں مروج ہے۔ اس روایت کی تلاوت کرنے والے مسلمانوں کی تعداد بھی لامحدود ہے، مذکورہ ممالک میں موجود طباعتی ادارے اس روایت کی طباعت کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہیں۔ مجمّع الملك فهد لطباعة القرآن الكريم نے بھی روایت قالون عن نافع میں مصحف طبع کر کے متعلقہ ممالک میں کثیر تعداد میں مفت تقسیم کیا ہے اور کر رہا ہے۔ مجمع الملك فهد لطباعة القرآن الكريم کے زیرنگرانی روایت قالون عن نافع میں مطبوع مصحف میں آیات کی تعداد ۶۲۱۴ ہے۔

تلاوت میں روایت قالون عن نافع کا عمومی منہج

چند اُصولی اختلاف، جن کی بنیاد پر روایت قالون عن نافع دیگر روایات سے ممتاز ہوتی ہے، درج ذیل ہیں:

① امام قالون رحمہ اللہ دو سورتوں کے درمیان بسم اللہ پڑھتے ہیں، جبکہ بین الانفال والتوبۃ بسم اللہ، سکتہ اور وصل کرتے ہیں۔
② اگر میم جمع کے بعد کوئی متحرک حرف آ جائے تو میم جمع میں صلہ وعدم صلہ کرتے ہیں۔
③ مدّ متصل میں توسط اور مدّ منفصل میں قصر اور توسط کرتے ہیں۔
④ اگر ایک کلمہ میں دو ہمزے واقع ہوں تو دوسرے ہمزہ میں تسہیل مع الادخال کرتے ہیں۔
⑤ اگر دو ہمزے دو کلموں میں متفق الحرکت ہوں تو پہلے ہمزہ میں تسہیل کرتے ہیں اور مختلف الحرکت ہو تو دوسرے ہمزہ میں قاعدے کے موافق تغیر بصورت تسہیل یا ابدال کرتے ہیں۔

[تاریخ القراء العشرۃ ورواتھم و منھج کل فی القراءۃ:۹،۱۰]

✷ روایت ورش عن نافع

یہ روایت امام نافع مدنی رحمہ اللہ کے تلمیذ رشید امام ورش رحمہ اللہ کی طرف منسوب ہے اور اسے امت کی طرف سے مقبولیت عامہ حاصل ہے۔ روایت ورش دنیا میں روایت حفص کے بعد سب سے زیادہ پڑھی جانے والی دوسری بڑی روایت ہے، جو مراکش، الجزائر، تیونس، موریطانیہ، سینیگال، چاڈ اور نائجیر یا سمیت متعدد مغربی اور براعظم افریقہ کے تمام ممالک میں متداول ہے۔ اس روایت کی تلاوت کرنے والے مسلمانوں کی تعداد بھی روایت حفص کی طرح

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کروڑوں میں ہے۔ مذکورہ ممالک میں موجود طباعتی ادارے روایت ورش کی طباعت کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔ مجمّع الملك فهد لطباعة القرآن الكريم (سعودی عرب) نے بھی روایت ورش عن نافع میں مصحف طبع کر کے متعلقہ ممالک میں کروڑوں کی تعداد میں مفت تقسیم کیا ہے اور کر رہا ہے۔ مجمّع الملك فهد لطباعة القرآن الكريم کے زیر اہتمام روایت ورش عن نافع میں مطبوع مصحف میں آیات کی تعداد ۶۲۱۴ ہے۔

تلاوت میں روایت ورش عن نافع کا عمومی منہج

چند نمایاں اختلافات، جن کی بنیاد پر روایت ورش عن نافع دیگر روایات سے ممتاز ہوتی ہے، درج ذیل ہیں:

① اِمام ورش رحمہ اللہ دو سورتوں کے درمیان تین وجوہ: 'بسم اللہ، سکتہ اور وصل بغیر بسم اللہ' کرتے ہیں، جبکہ بین الانفال والتوبة امام قالون رحمہ اللہ کی مانند فصل، سکتہ اور وصل کرتے ہیں۔

② مد متصل اور مد منفصل پر چھ حرکتی طول کرتے ہیں۔

③ مد بدل پر قصر، توسط، طول اور مدلین پر توسط اور طول کرتے ہیں۔

④ اگر ہم دو ہمزے ایک کلمہ میں جمع ہوں اور دونوں مفتوح ہوں تو تسہیل بلا اِدخال اور اِبدال دو وجوہ کرتے ہیں اور اگر دوسرا ہمزہ مضموم یا مکسور ہو تو دوسرے ہمزہ میں تسہیل بغیر ادخال کرتے ہیں۔

⑤ اگر دو ہمزے دو کلموں میں متفق الحرکت واقع ہوں، تو دوسرے ہمزہ میں تسہیل اور اِبدال کرتے ہیں اور اگر مختلف الحرکت ہوں تو سیدنا قالون رحمہ اللہ کی مانند پڑھتے ہیں۔

⑥ اگر میم جمع کے بعد ہمزہ قطعی آجائے تو میم جمع میں صلہ کرتے ہیں۔

⑦ اگر فا کلمہ میں ہمزہ ساکنہ آجائے تو اسے ماقبل حرف کی حرکت کے موافق حرف مدہ سے بدل دیتے ہیں۔

⑧ ذوات الياء میں فتح و تقلیل اور ذوات الالف وذوات الراء میں صرف تقلیل کرتے ہیں۔

[تاريخ القراء العشرة ورواتهم و منهج كل فى القراءة:۱۰،۱۱]

✷ روایت دوری عن ابی عمرو بصری

یہ روایت امام ابوعمرو بصری رحمہ اللہ کے شاگرد امام دوری رحمہ اللہ کی طرف منسوب ہے اور اسے امت کی طرف سے مقبولیت عامہ حاصل ہے۔ روایت دوری دنیا میں بکثرت پڑھی جانے والی روایات میں سے ہے، جو مصر، شام اور سوڈان سمیت اکثر افریقی ممالک میں پڑھی اور پڑھائی جارہی ہے۔ مذکورہ ممالک میں موجود طباعتی ادارے اس روایت کی طباعت کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔ مجمّع الملك فهد لطباعة القرآن الكريم روایت دوری عن ابی عمرو بصری میں مصحف طبع کر کے متعلقہ ممالک میں کثیر تعداد میں فری تقسیم کر رہا ہے۔ مجمع ملک فہد کی طرف سے روایت دوری عن ابی عمرو بصری میں مطبوع مصحف میں آیات کی تعداد ۶۲۱۴ ہے۔

تلاوت میں روایت دوری عن ابی عمرو بصری کا عمومی منہج

چند نمایاں اختلافات، جن کی بنیاد پر روایت دوری عن ابی عمرو دیگر روایات سے ممتاز ہوتی ہے، درج ذیل ہیں:

① امام دوری رحمہ اللہ دو سورتوں کے درمیان بسم اللہ، سکتہ اور وصل بغیر بسم اللہ کرتے ہیں، جبکہ بین الانفال والتوبة

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فصل، سکتہ اور وصل بلا بسم اللہ پڑھتے ہیں۔

② مد متصل پر توسط اور مد منفصل پر قصر اور توسط کرتے ہیں۔

③ ایک کلمہ میں واقع دو ہمزوں میں سے دوسرے ہمزہ میں تسہیل مع الادخال کرتے ہیں۔

④ اگر دو ہمزے دو کلموں میں متفق الحرکت واقع ہوں تو پہلے کو ساقط کر دیتے ہیں اور اگر مختلف الحرکت ہوں تو دوسرے ہمزہ میں امام قالون رحمہ اللہ اور امام ورش رحمہ اللہ کی مثل تغییر کرتے ہیں۔

⑤ فَعْلیٰ، فِعْلیٰ اور فُعْلیٰ کے وزن پر آنے والی ذوات الیاء میں تقلیل کرتے ہیں اور ذوات الالف و ذوات الراء میں امالہ کرتے ہیں۔ [تاریخ القراء العشرة ورواتهم و منهج كل فی القراءة: ۱۹، ۲۰]

چونکہ مذکورہ چاروں روایات مختلف بلاد اِسلامیہ میں متداول ہیں، چنانچہ ان ممالک میں قرآن مجید کی طباعت بھی انہی روایات میں ہوتی ہے۔ مجمّع ملك فهد لطباعة القرآن الكريم سعودی عرب کے زیر اہتمام ان چاروں متداول روایات کی طباعت جاری ہے۔ اس وقت ہمارے ہاں مکتبہ كلية القرآن الكريم میں ان چاروں متداول روایات میں مختلف مطابع کے مطبوعہ مصاحف کافی تعداد میں موجود ہیں، جو با آسانی ہمیں دستیاب ہوگئے ہیں۔ اگر مزید کچھ تگ و دو کر لی جائے تو ان شاء اللہ سینکڑوں مطابع کے مصاحف کو اکٹھا کیا جا سکتا ہے۔ مشرق وسطیٰ اور افریقہ کے بعض ممالک میں، جہاں روایت حفص کے علاوہ دیگر قراءات متواترہ پڑھی اور پڑھائی جا رہی ہیں، وہاں ہماری قراءت یعنی روایت حفص کو عامۃ الناس بالکل نہیں جانتے، یعنہٖ اسی طرح ہمارے ہاں کے عوام الناس اُن ممالک میں پڑھی اور پڑھائی جانے والی متداول روایات سے لاعلم ہیں۔

بطورِ دلیل مختلف طباعتی اداروں کے زیر اہتمام ان متداول روایات میں مطبوعہ مصاحف کے ابتدائی صفحات کے عکس پیش خدمت ہیں، جن میں سے روایت قالون عن نافع کے پانچ [۵]، روایت ورش عن نافع کے بارہ [۱۲]، روایت دوری عن ابی عمرو بصری کے چار [۴] اور روایت حفص عن عاصم میں دو معیاری [۲] مصاحف کا انتخاب کیا گیا ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ روایات کس طرح اللہ کی حفاظتِ قرآن کے وعدے کے طور پر مسلسل طبع ہو رہی ہیں اور بیسیوں طباعت خانے اس سلسلے میں کڑوروں، اربوں کی تعداد میں ان روایات کو زیور طباعت سے آراستہ کر رہے ہیں۔ یہاں ہم پروفیسر حافظ احمد یار رحمہ اللہ اور ان کے فرزند ارجمند جناب ڈاکٹر نعم العبد حفظہ اللہ کا تذکرہ خصوصیت سے کرنا ضروری سمجھتے ہیں، جن کی محنتوں سے ہم ان مصاحف کو حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے۔ اللہ تعالیٰ پروفیسر صاحب رحمہ اللہ کی قرآن مجید کے سلسلے میں کی گئی محنتوں کو شرف قبولیت سے نوازے اور ان کے لئے باعث نجات بنائے۔ آمین

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

التعريف بهذا الرسم المرسوم المنير

كتب هذا المصحف وضبط على ما يأتي رواية أبي سعيد عثمان بن سعيد المقرئ المصري المطيب بورش المتوفى بمصر سنة ثلاث، سبع وتسعين ومائة هجرية، بقراءة نافع بن عبد الرحمن بن أبي نعيم المدني المتوفى بالمدينة سنة ثلاث، تسع وستين ومائة، عن عبد الرحمن بن هرمز الأعرج، وشيبة بن نصاح القاضي، ومسلم بن جندب الهذلي مولاهم، وزيد بن رومان، وأبي جعفر يزيد بن القعقاع القارئ، عن أبي هريرة وابن عباس وعبد الله بن عياش بن أبي ربيعة عن أبي بن كعب عن النبي صلى الله عليه وسلم.

وعلى ما قرأ به أبو عمرو عثمان بن سعيد الداني على شيخه أبي القاسم خلف بن إبراهيم ابن محمد بن حاقان المقرئ بمصر، عن شيخه أبي جعفر أحمد بن نصامة الجبيري، عن إسماعيل بن عبد الله القسط، عن أبي يعقوب يوسف بن عمرو بن يسار الأزرق، عن ورش، عن نافع (كما في كتاب التيسير) وعد عدد السكت بين السورتين.

وقد جعلناه [illegible] دالة الرسم عن المصاحف التي بعث بها عثمان بن عفان إلى المدينة والكوفة والشام ومكة، والمصحف الذي جعله لأهل الدينة، والمصحف الذي احتفظ به لنفسه. ومن المصاحف المنتسخة منها

أما الأحرف التي رمزنا إلى أهمية تلك المصاحف واتبع فيها الطريقة المذكورة مع مراعاة قواعد الرسم الذي يحكي المصحف فبيان ذلك مع قواعد وأصول الفوائد التي استنبطها لمادة الرسم من الأهمية المذكورة على حسب ما رواه الشيخ أبو عمرو الداني وأبو داود سليمان بن نجاح مع ترجيح الثاني عند الاختلاف. وعلى الصلة كل حرف من حروف هذا المصحف موافق للتقدير ومخالف من المصاحف الستة التي ذكرها والفائدة في بيان كل ذلك على ما حققه الأستاذ عبد الحميد بن باديس الشهير بالجزائري في منظومته "مورد الظمآن" وعلى رموزه شارحها المحقق

الشيخ عبد الواحد بن عاشر الأنصاري الأندلسي.

وأثبت طريقة ضبطه على حسب مادة "الفريد في الحروف على مورد الظمآن" في فني الرسم والضبط للأستاذ إبراهيم بن أحمد المارغني التونسي، مع إبدال علامات الأندلسيين والمغاربة بعلامات الخليل بن أحمد وأتباعه من المشارقة.

وألحقت في عدة أماكن طريقة الكوفيين عن أبي عبد الرحمن عبد الله بن حبيب السلمي عن علي بن أبي طالب عن جنب ما ورد في كتاب "غاية الإحسان في الإحسان" للشيخ عبد الكافي وكتاب "تهذيب البيان" للأستاذ الشيخ محمد المتولي شيخ القراء بالديار المصرية سابقا. وأتى الذكر على طريقتهم [illegible] سنة ١٣٢٦ هـ.

وألحقنا بيان أوائل أسماء الثلاثين وأسماء السبعين وأسمائها وأرباعها، من كتاب "غيث النفع" للعلامة الصفاقسي، وناظمة الزهر وشارحها. و"إرشاد القراء والكاتبين" لأبي عبيد رضوان المخللاتي.

وألحقنا بيان مكيه ومدنيه من الكتب المذكورة.

وألحقنا بيان وقوفه وعلاماته بما اختاره الشيخ محمد بن يوسف المنطوق المتوفى بفاس سنة ٩٣٠ هجرية. وسميناها وقوف حسنة وافية وكافية.

وألحقنا بيان مواضع السجدات من كتب الفقه المعتمدة.

اصطلاحات الضبط

إن الصلة تامة إذا حركة الوقف ألف الوصل، سواء كانت الحركة لازمة أو عارضة، فإن كانت فتحة جعلت حمزة الصلة فوق الألف، وإن كانت كسرة جعلت تحتها، وإن كانت ضمة جعلت في وسطها.

والقطعة المستعملة للدلالة على أن الكلمة بألف الوصل، فإن وضعت فوق الألف استدل بها مفتوحة نحو: ﴿ٱقْتُلُوٓاْ يُوسُفَ﴾ وإن وضعت

وزارۃ الشؤون الدینیۃ (الجزائر) کے زیر اہتمام روایت ورش عن نافع میں مطبوعہ مصحف کے صفحہ آخر کا عکس۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

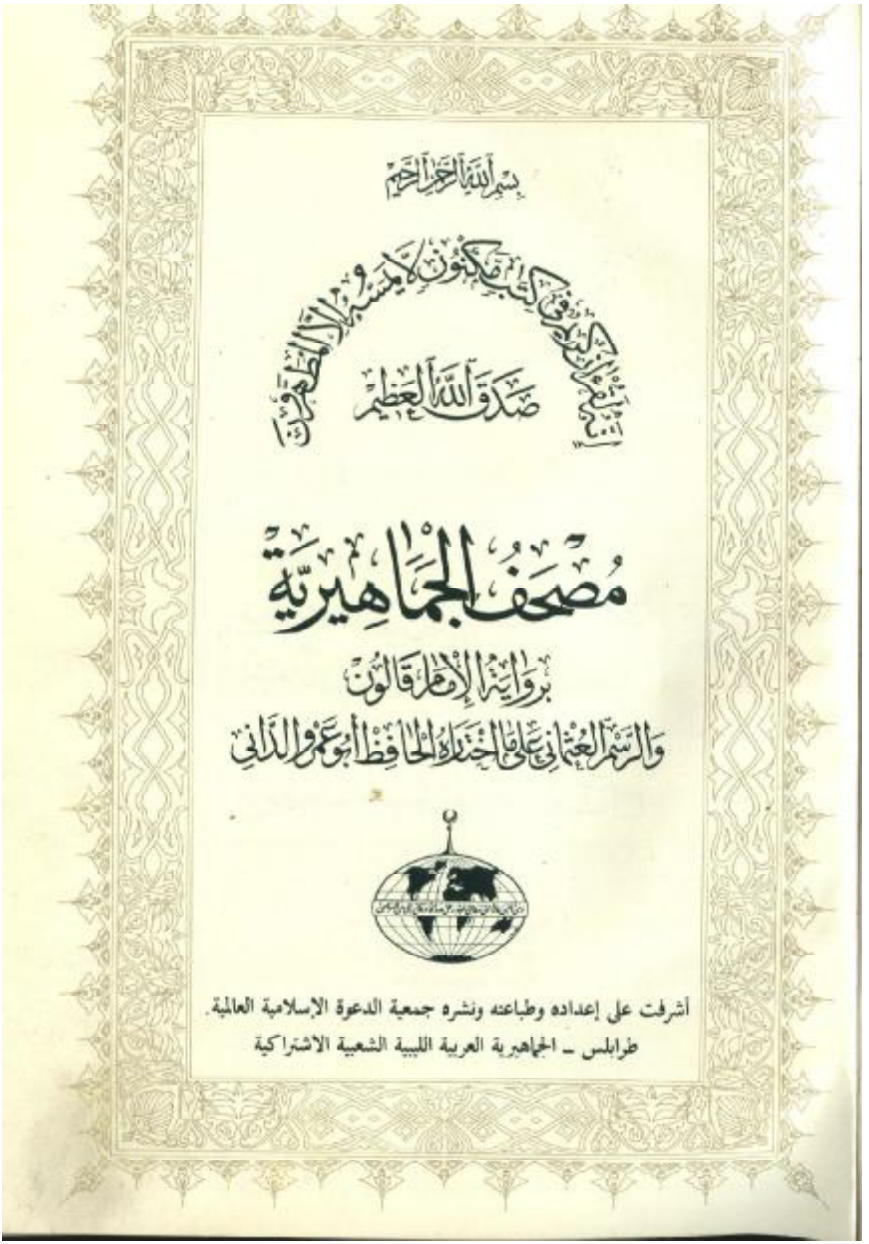
بسم الله الرحمن الرحيم

إنه لقرآن كريم في كتاب مكنون لا يمسه إلا المطهرون

صدق الله العظيم

مُصحف الجماهيرية

برواية الإمام قالون

والرسم العثماني على ما اختاره الحافظ أبو عمرو الداني

أشرفت على إعداده وطباعته ونشره جمعية الدعوة الإسلامية العالمية.

طرابلس ـ الجماهيرية العربية الليبية الشعبية الاشتراكية

جمعیۃ الدعوۃ الإسلامیۃ العالمیۃ (لیبیا) کے زیراہتمام روایۃ قالون عن نافع میں مطبوعہ مصحف کے صفحہ اوّل کا عکس۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

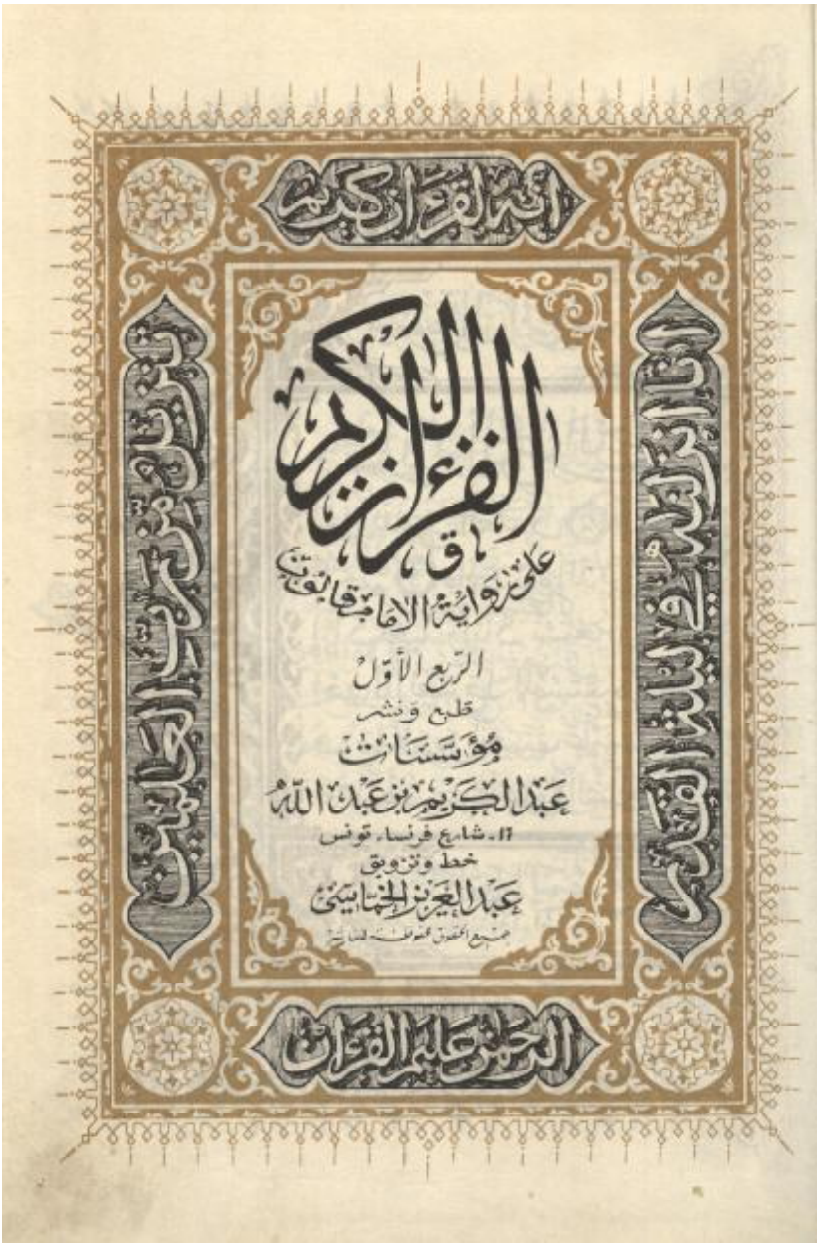

مؤسسات عبد الکریم بن عبد اللہ (تیونس) کے زیر اہتمام روایت قالون عن نافع میں مطبوعہ مصحف کے صفحہ اوّل کا عکس۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

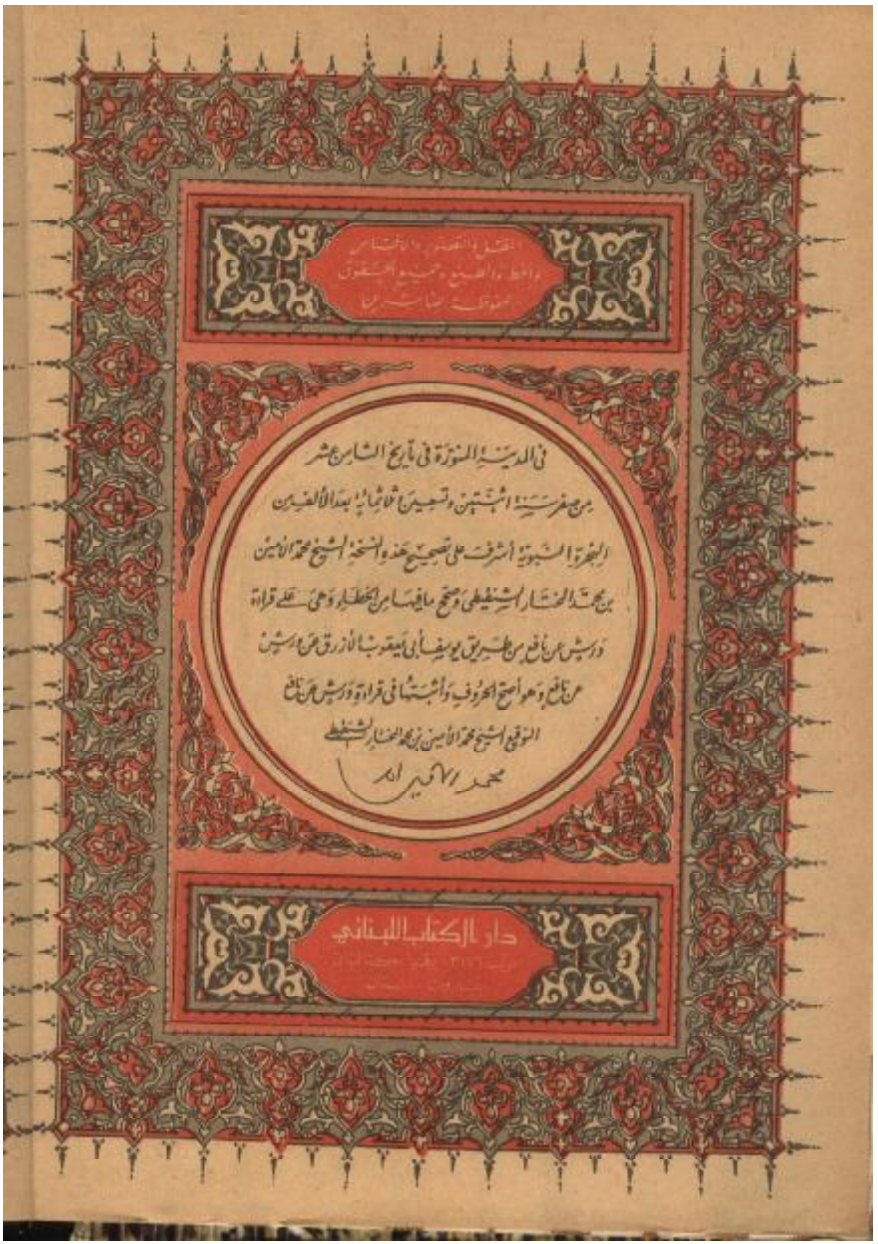

دار الکتب اللبنانی (لبنان) کے زیر اہتمام روایت ورش عن نافع میں مطبوعہ مصحف کے صفحہ اوّل کا عکس۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

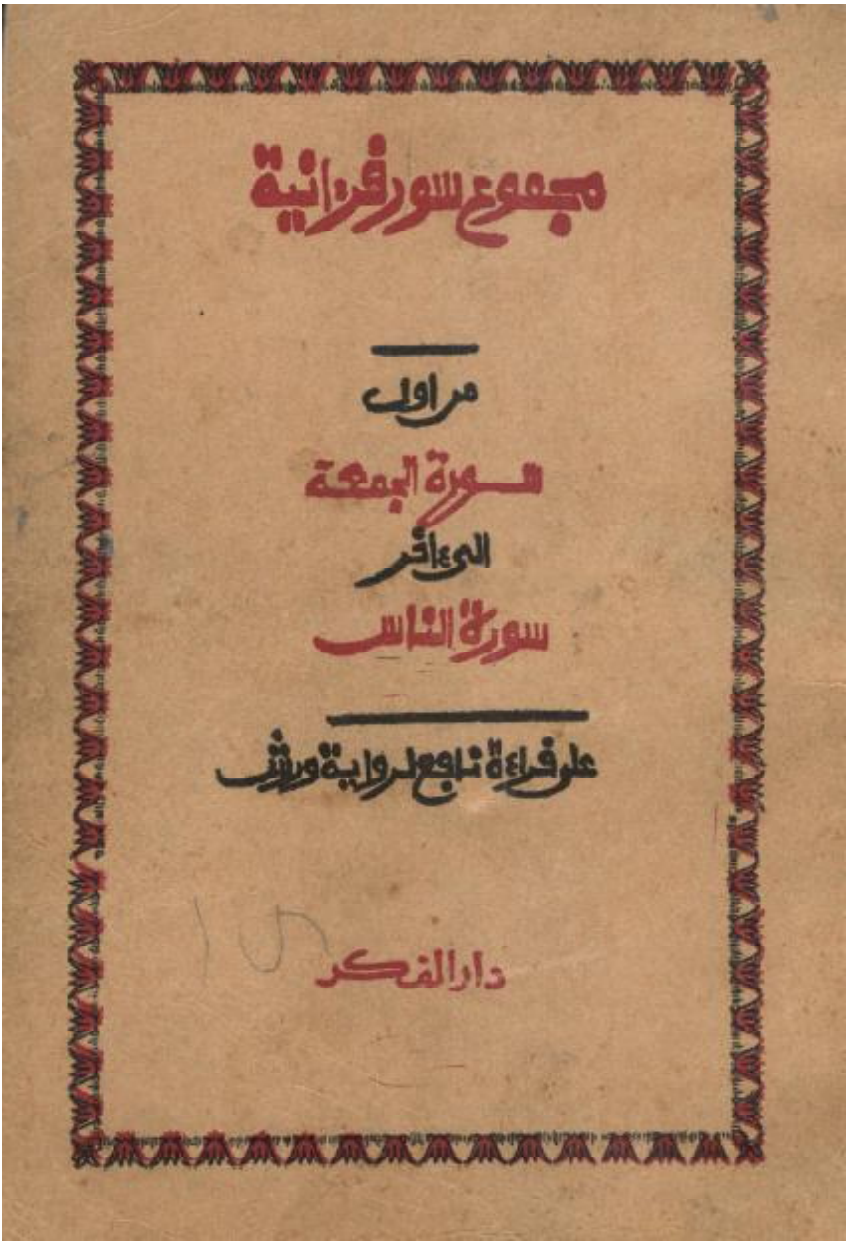

دار الفکر ( ) کے زیر اہتمام روایت ورش عن نافع میں مطبوعہ مصحف کے صفحہ اوّل کا عکس۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مؤسسة الحسن الثانی للمغاربة (مراکش) کے زیر اہتمام روایت ورش عن نافع میں مطبوعہ مصحف کے صفحہ اوّل کا عکس۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مطبعة المنار (تیونس) کے زیر اہتمام روایت ورش عن نافع میں مطبوعہ مصحف کے صفحہ اوّل کا عکس۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

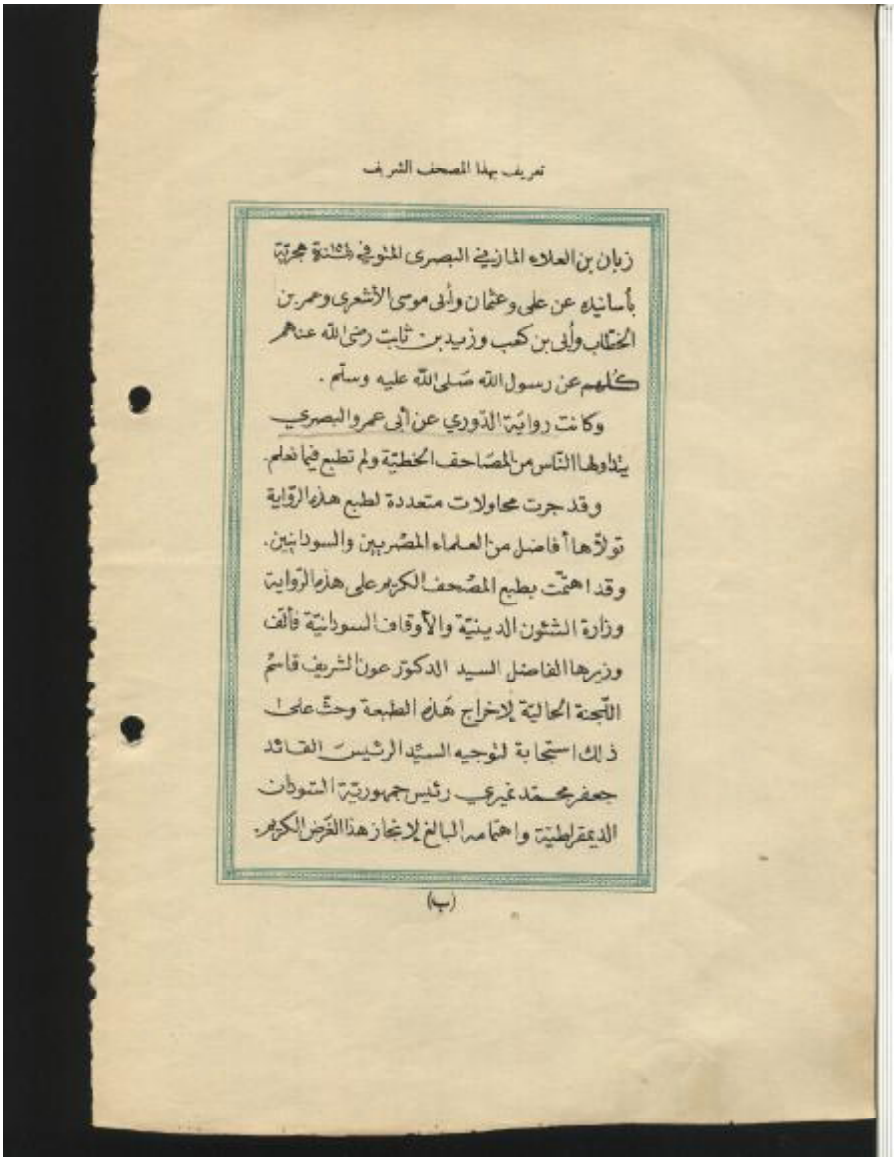

تعريف بهذا المصحف الشريف

زبان بن العلاء المازني البصري المتوفى سنة مجرية
بأسانيده عن علي وعثمان وأبي موسى الأشعري وعمر بن
الخطاب وأبي بن كعب وزيد بن ثابت رضي الله عنهم
كلهم عن رسول الله صلى الله عليه وسلم.

وكانت رواية الدوري عن أبي عمرو البصري
يتداولها الناس من المصاحف الخطية ولم تطبع فيما نعلم.

وقد جرت محاولات متعددة لطبع هذه الرواية
تولاها أفاضل من العلماء المصريين والسودانيين.

وقد اهتمت بطبع المصحف الكريم على هذه الرواية
وزارة الشئون الدينية والأوقاف السودانية فألف
وزيرها الفاضل السيد الدكتور عون الشريف قاسم
اللجنة العالية لإخراج هذه الطبعة وحث على
ذلك استجابة لتوجيه السيد الرئيس القائد
جعفر محمد نميري رئيس جمهورية السودان
الديمقراطية واهتمامه البالغ لإنجاز هذا الغرض الكريم.

(ب)

وزارة الشؤون الدينيه والاوقاف (سوڈان) کے زیر اہتمام روایت دوری عن ابی عمرو بصری میں مطبوعہ مصحف کے صفحہ آخر کا عکس۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

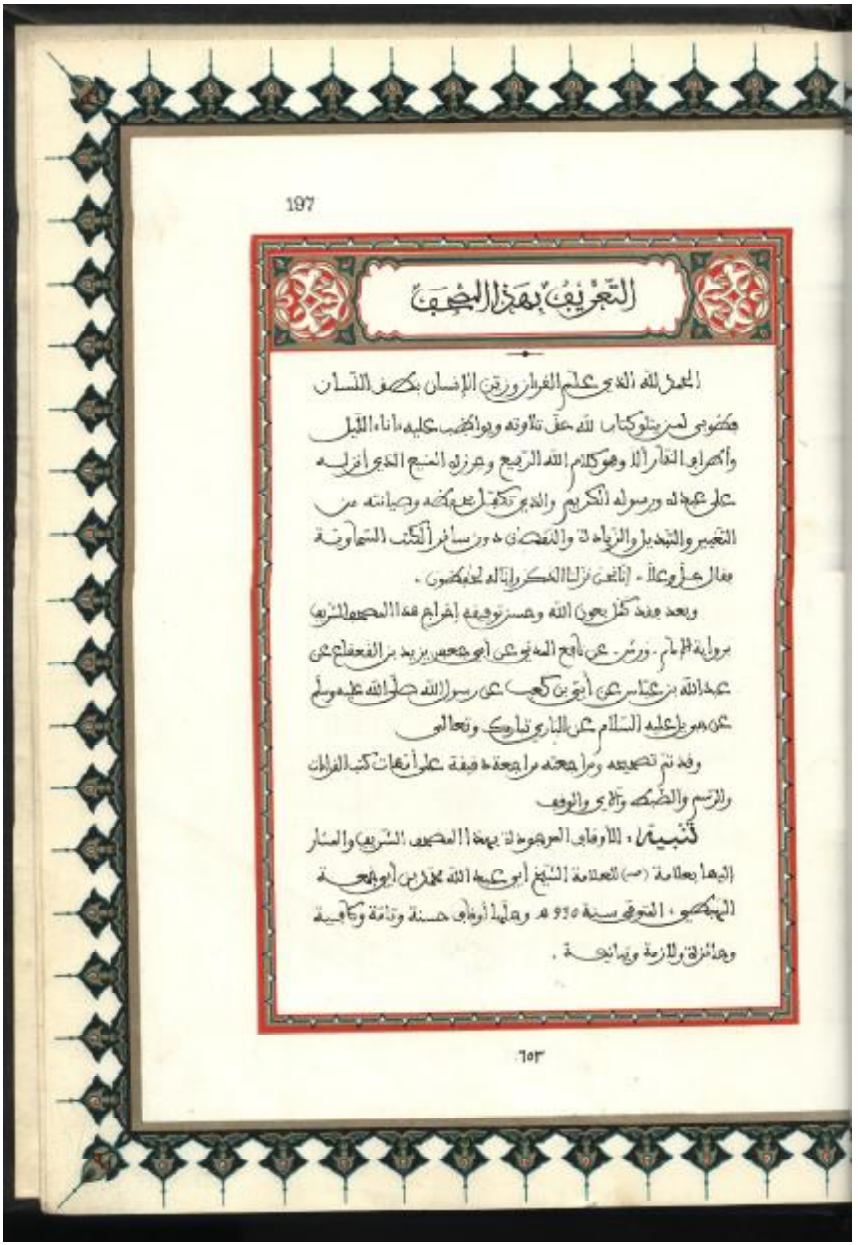

197

التعريف بهذا المصحف

الحمد لله الذي علم القرآن وزين الإنسان بطق اللسان
فطوبى لمن يتلو كتاب الله حق تلاوته ويواظب عليه آناء الليل
وأطراف النهار ألا وهو كلام الله الرفيع وحرزه المنيع الذي أنزله
على عبده ورسوله الكريم والذي تكفل بحفظه وصيانته من
التغيير والتبديل والزيادة والنقصان دون سائر الكتب السماوية
فقال جل وعلا - إنا نحن نزلنا الذكر وإنا له لحافظون .

وبعد فقد كمل بعون الله وحسن توفيقه إخراج هذا المصحف الشريف
برواية الإمام - ورش - عن نافع المدني عن أبي جعفر يزيد بن القعقاع عن
عبد الله بن عباس عن أبي بن كعب عن رسول الله صلى الله عليه وسلم
عن جبريل عليه السلام عن الباري تبارك وتعالى

وقد تم تصحيحه ومراجعته مراجعة دقيقة على أمهات كتب القراءات
والرسم والضبط والآي والوقف

تنبيه : الأوقاف الموجودة بهذا المصحف الشريف والمشار
إليها بعلامة (ص) للعلامة الشيخ أبي عبد الله محمد بن أبي جمعة
الهبطي المتوفى سنة ٩٥٥ هـ وجلها أوقاف حسنة وتامة وكافية
وجائزة ولازمة وبيانية .

٦٥٣

روایت ورش عن نافع میں مطبوعہ مصحف کے صفحہ آخر کا عکس۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

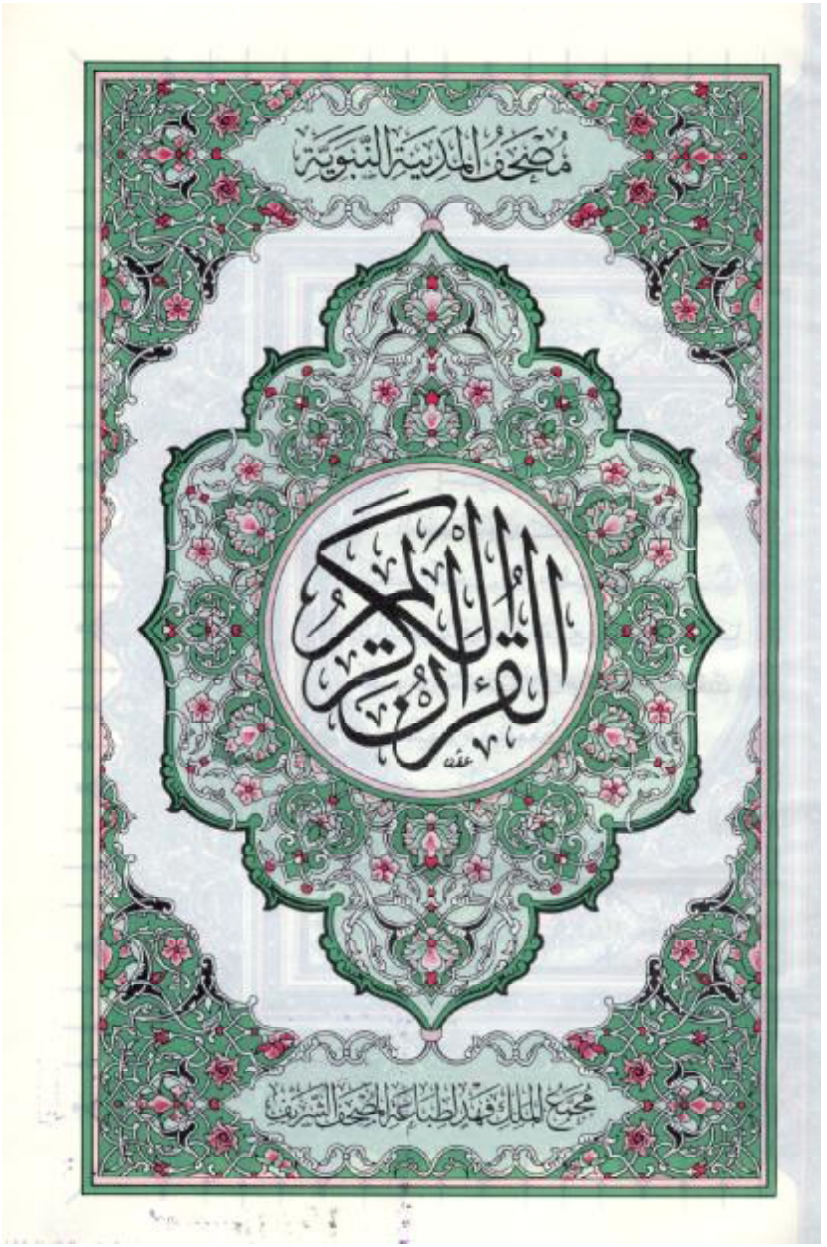

مجمع الملك فهد لطباعة المصحف الشريف (سعودی عرب) کے زیراہتمام روایت حفص عن عاصم میں مطبوعہ مصحف کے صفحہ اوّل کا عکس۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

التعريف بالمصحف

الحمد لله ربّ العالمين والصّلاة والسّلام على سيّد المرسلين محمّدٍ وعلى آله وصحبه أجمعين وبعد : فقد يسّر الله سبحانه وتعالى بمنه وفضله إخراج طبعة للقرآن الكريم برواية الدّوري عن أبي عمر والبصري وقد قام بإخراج هذا المصحف الشريف على أمهات كتب القراءات والرسم والضبط والفواصل والوقف والتفاسير فضيلة شيخ القرّاء في الديار الشاميّة محمّد كريم راجح والشيخ محمّد فهد خاروف القارئان الجامعان للقراءات العشر من طريقي الشاطبيّة والدّرة والطيبة وكان ذلك بناءً على طلب السّيد الشريف علوي بن محمّد بن أحمد بلفقيه الحسيني حفظه الله .

وقد أذن القارئان الجامعان بعد التدقيق والمراجعة للمصحف المذكور بطبعه وتناوله لدى الأمة الإسلامية ونسأل الله المولى العزيز أن ينفع به وأن يجعل هذا العمل خالصاً لوجهه الكريم والحمد لله ربّ العالمين .

الشيخ محمد فهد خاروف — شيخ القراء بالديار الشامية محمد كريم راجح

المكتبة الجامعية
15932

دار المهاجر للنشر والتوزیع (لبنان) کے زیر اہتمام روایت دوری عن أبی عمرو بصری میں مطبوعہ مصحف کے صفحہ اوّل کا عکس۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

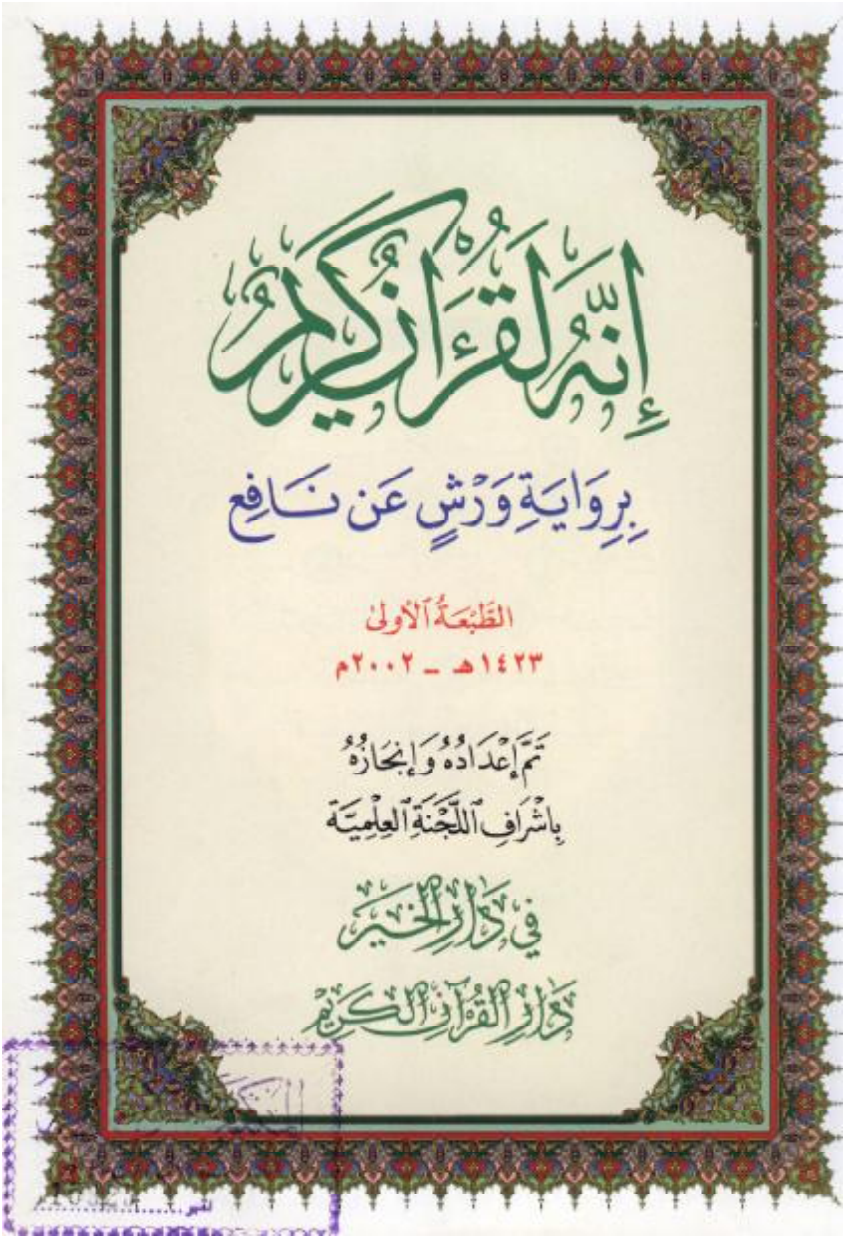

دارالخیر (سوریا) کے زیراہتمام روایت ورش عن نافع میں مطبوعہ مصحف کے صفحہ اوّل کا عکس۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

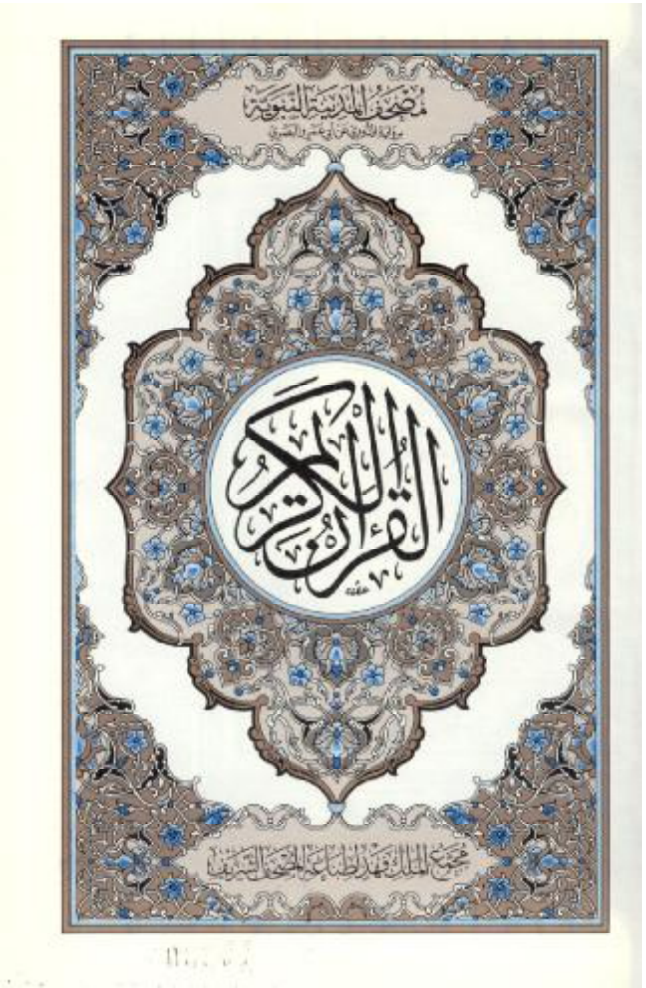

مکتبہ دارالسّلام (پاکستان) کے زیراہتمام روایت حفص عن عاصم میں مطبوعہ مصحف کے صفحہ اوّل کا عکس۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

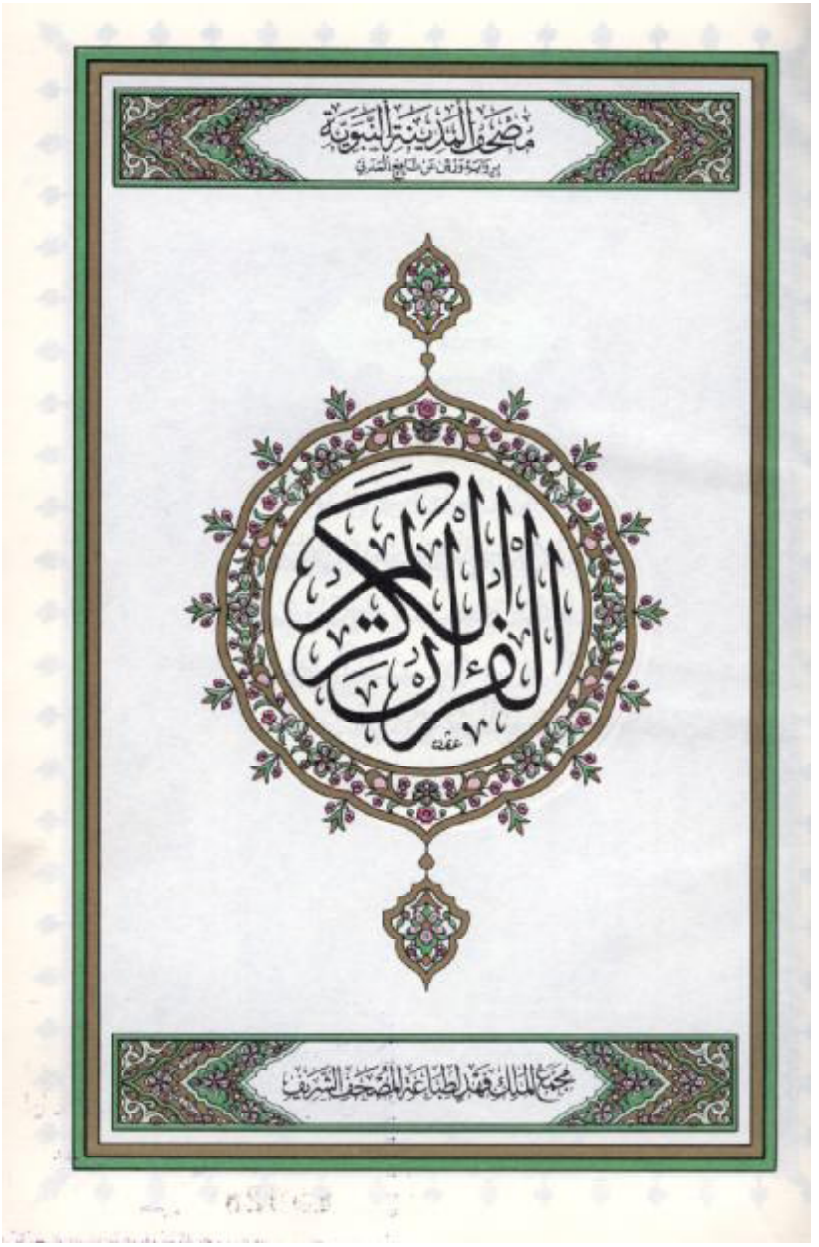

مجمع الملك فهد لطباعة المصحف الشريف (سعودی عرب) کے زیر اہتمام روایت ورش عن نافع میں مطبوعہ مصحف کے صفحہ اوّل کا عکس۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

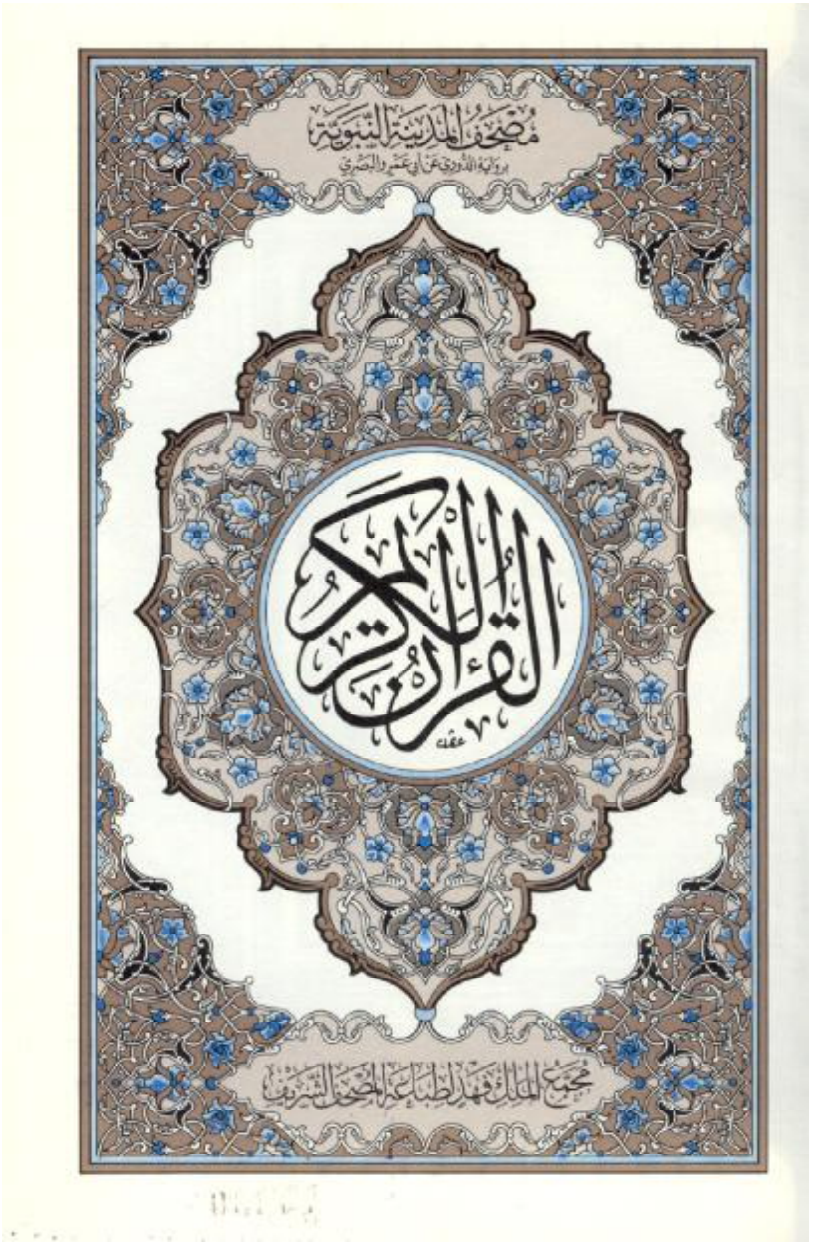

مجمّع الملك فهد لطباعة المصحف الشريف (سعودی عرب) ہی کے زیر اہتمام روایت دوری عن ابی عمرو بصری میں مطبوعہ مصحف کے صفحہ اوّل کا عکس۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

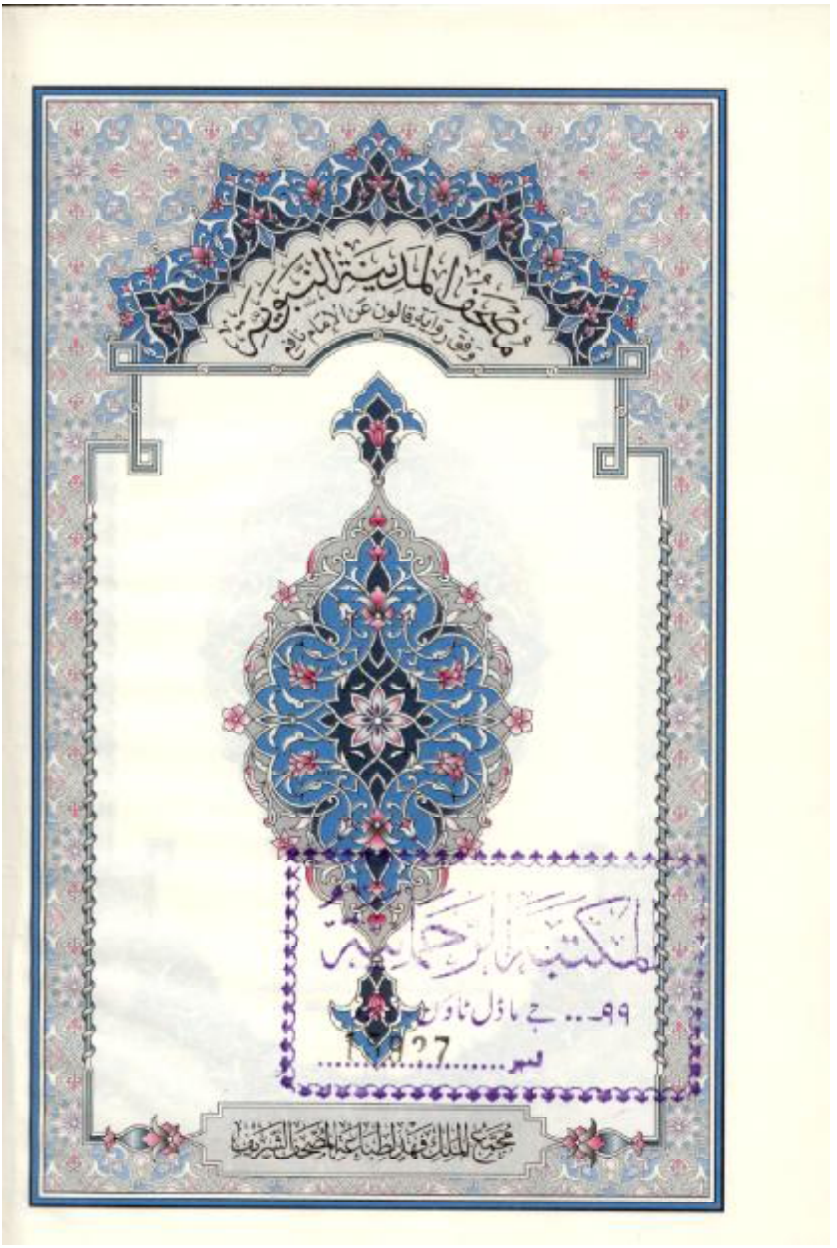

مجمّع الملك فهد لطباعة المصحف الشريف (سعودی عرب) ہی کے زیر اہتمام روایت قالون عن نافع میں مطبوعہ مصحف کے صفحہ اوّل کا عکس۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جمیع حقوق الطبع محفوظة
للدار التونسية للنشر
جمادی الثانیة 1401ھ . أفریل 1981ھ

الدار التونسية للنشر (تیونس) کے زیر اہتمام روایت قالون عن نافع میں مطبوعہ مصحف کے صفحہ اوّل کا عکس۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن کریم

بروایۃ الامام ورش

مکتبۃ الرشاد

مکتبہ الرشاد ( ) کے زیر اہتمام روایت ورش عن نافع میں مطبوعہ مصحف کے صفحہ اوّل کا عکس۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دار مصحف افریقیا (سوڈان) کے زیراہتمام روایت دوری عن ابی عمرو بصری میں مطبوعہ مصحف کے صفحہ اوّل کا عکس۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مؤسسة الحسن الثانی (مراکش) کے زیراہتمام روایت ورش عن نافع میں مطبوعہ مصحف کے صفحہ اوّل کا عکس۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

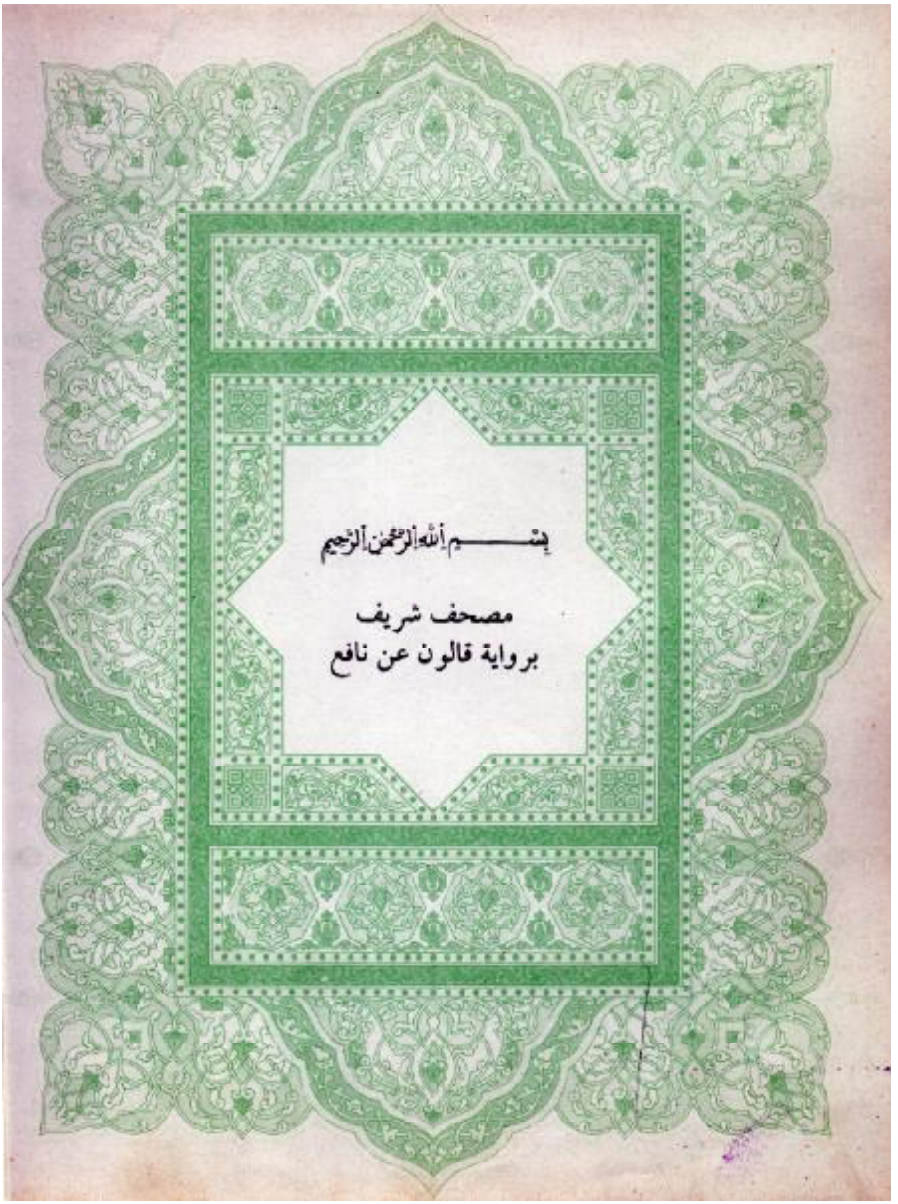

جمعية الدعوة الإسلامية (لیبیا) کے زیر اہتمام روایت قالون عن نافع میں مطبوعہ مصحف کے صفحہ اوّل کا عکس۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

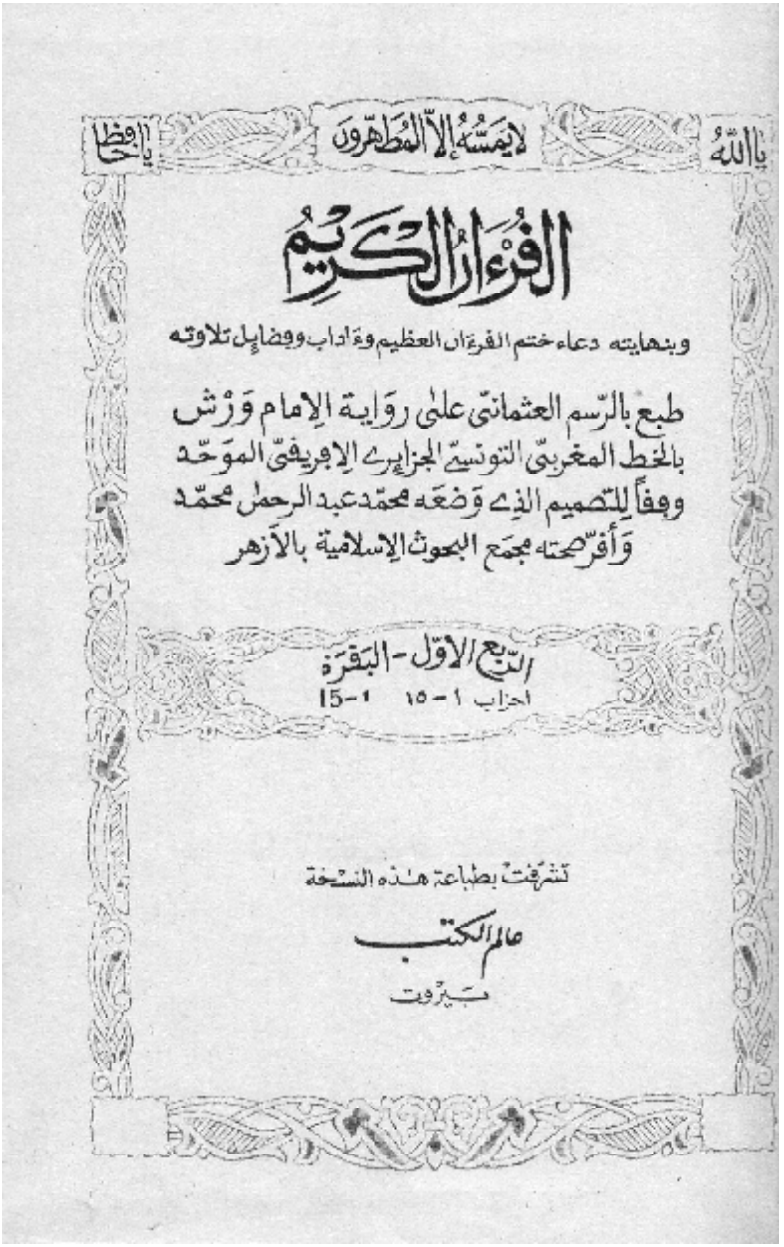

يا الله — لا يمسه إلا المطهرون — يا حافظ

الفرءان الكريم

وبنهايته دعاء ختم الفرءان العظيم وءاداب وفضائل تلاوته

طبع بالرسم العثمانى على رواية الإمام ورش
بالخط المغربى التونسى الجزائرى الإفريقى الموحد
وفقاً للتصميم الذى وضعه محمد عبد الرحمن محمد
وأقر صحته مجمع البحوث الإسلامية بالأزهر

الربع الاول - البقرة
احزاب ١ - ١٥ 1-15

تشرفت بطباعة هذه النسخة

عالم الكتب

بيروت

مکتبہ عالم الکتب (بیروت) کے زیر اہتمام روایت ورش عن نافع میں مطبوعہ مصحف کے صفحہ اوّل کا عکس۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روایت ورش عن نافع میں مطبوعہ مصحف کے صفحہ اوّل کا عکس۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہ جس طرح روایت حفص عن عاصم قراءت متواترہ اور قرآن ہے، بعینہٖ اسی
ر متداولہ بھی قراءات متواترہ اور قرآن ہیں اور ان کے قرآن ہونے میں
جب ہے کہ وہ ان تمام قراءات متواترہ پر ایمان لائے اور ان کو قرآن تسلیم
ں مبتلا نہ ہو، کیونکہ قراءات قرآنیہ کے بارے میں شک وشبہ کا اظہار کرنا یا
ہ اسلام سے خارج کردینے والا عمل ہے۔ نیز سبعہ اَحرف میں سے کسی اَ
ہے۔ منکرین قراءات کی گمراہی اور ضلالت پر دلالت کرنے والے متعدد

رماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

عة أحرف، على أي حرف قرأتم فقد أصبتم، فلا تتماروا
ح الباري:۹/۲۱، مسند احمد:۴/۲۰۴، ۲۰۵]

پر نازل کیا گیا ہے، جس حرف کے مطابق بھی پڑھو گے درستگی کو پالو گے، قرآن
کرنا کفر ہے۔''

ی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

ہ أحرف و المراء في القرآن كفر» [مجمع الزوائد:۷/۱۵۱، ۱۵۳]

نازل کیا گیا ہے، اور اس میں جھگڑنا کفر ہے۔''

ہ سے منقول ہے، فرماتے ہیں:

فقد كفر به كله''

:۱/۵۴، الابحاث فی القراءات:ص۱۸، النکت الانتصار للباقلانی:۳۶۴

کیا اس نے پورے قرآن کا انکار کیا۔''

ں:

الله وعاب شيئاً من القرآن أو أنكر كلمة أو قراءة متواترة أو ز
يم كفر، إذ كان كونه من القرآن مجمعاً عليه" [الفقه الأكبر:

کسی آیت کا انکار کیا، اس میں عیب نکالا، یا کسی کلمہ یا قراءت متواترہ کا انکار کیا

لائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائ

www.KitaboSunnat.com

حافظ حمزہ مدنی☆

قسط اوّل

تعارُف علم قراءات.....اہم سوالات وجوابات

زیرِنظر مضمون قاری محمد ابراہیم میر محمدی ﷾ کے تلمیذ رشید، مدیر کلّیۃ القرآن الکریم، جامعہ لاہور الاسلامیہ اور مجلس التحقیق الاسلامی کے انچارج ڈاکٹر قاری حمزہ مدنی ﷾ کی ان علمی نگارشات پر مشتمل ہے، جو متعدد نشستوں میں طلبہ وفضلاء کلّیۃ القرآن الکریم کی طرف سے اٹھائے گئے سوالات وشبہات کا علمی جواب ہے۔ قاری صاحب کو جہاں اللہ تعالیٰ نے خوش الحانی کی دولت اور عالمی تعارف سے نوازا ہے، وہاں علم تجوید وقراءات کی علمی مباحث کے ساتھ ساتھ دینی علوم کی اَساسات اُصول الدین (عقیدہ)، اُصول فقہ، اُصول حدیث اور اُصول تفسیر کے فنی مباحث کا بھی اعلیٰ ذوق ودیعت فرمایا ہے۔ یاد رہے کہ مضمون ہذا فضلائے قراءات کے صرف علمی شبہات کے جوابات پر مشتمل ہے، چنانچہ اس میں عام سوالات کے بجائے صرف الجھے ہوئے فنی مسائل ہی پر بحث پیش کی جائے گی۔ [ادارہ]

سوال نمبر ۱: اختلافِ قراءات کا شرعی مقام کیا ہے اور کیا قرآن کریم میں ثبوتِ قراءات کی کوئی بنیاد موجود ہے؟

جواب: بنیادی بات جو ہر مسلمان کے پیشِ نظر رہنی چاہئے اور جو اسلام کا بنیادی تقاضا ہے، وہ وحی کی پابندی ہے۔ جو مسلمان وحی کو نہیں مانتا وہ گویا وحی بھیجنے والی ہستی یعنی اللہ کو نہیں مانتا اور جو اللہ تعالیٰ کو مانتا ہے وہ یہ بھی ضرور مانے گا کہ اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو بلا مقصد پیدا نہیں فرمایا، بلکہ کسی مقصد کے لئے پیدا کیا ہے۔ اس مقصد کے بیان کی اب دو ہی شکلیں ہوسکتی ہیں: ایک یہ کہ خالق خود آ کر مخلوق کو مقصدِ تخلیق بتائے، دوسرا یہ کہ وہ کسی کو نمائندہ بنا کر بھیج دے۔ ہر دو صورت میں اس نے جو بات کہنی ہے وہ اس کا مطالبہ کہلائے گا۔ اللہ رب العزت اگر اپنا مطالبہ براہ راست بیان کرنے کے بجائے کسی واسطہ سے مخلوق سے کریں تو عموماً وحی اس کو کہا جاتا ہے اور یہ بات متعین ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی بات وحی کے ذریعے سے مخلوق کو بیان کی ہے، چنانچہ عقائدِ اہل سنت میں یہ بنیادی بات ہے کہ ثابت شدہ وحی میں اگر ایک بات آ جائے تو مسلمان کو اس سے بہرحال انکار نہیں ہوسکتا۔

وحی کے دو ماخذ ہیں: قرآن اور سنت۔ دونوں قسموں کی وحی کی بنیاد رسول ہوتا ہے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ سے اگر ایک بات ثابت ہو جائے تو کسی شے کے شرعی ہونے کے لیے یہی کافی ہے، اگرچہ وہ قرآن کریم میں بظاہر بیان نہ بھی ہوئی ہو۔ اس کے باوجود ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ثبوتِ قراءات کا مسئلہ دونوں قسموں کی وحی سے ثابت ہے۔

قرآن مجید میں قراءات کی حقیقت کے بارے میں جو بحث موجود ہے، میرے مطابق وہ قرآن مجید کی اُن آیات میں ہے، جن میں اُمت کے ساتھ آسانی اور مشقت کے خاتمے کی بات کی گئی ہے۔ ایسی آیات کافی ساری ہیں۔ چند آیات یوں ہیں، فرمایا: ﴿ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ ﴾[الحج:۷۸] اور ﴿يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ

☆ مدیر کلیۃ القرآن الکریم، جامعہ لاہور الاسلامیہ وانچارج مجلس التحقیق الاسلامی، لاہور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الْيُسْرَ﴾[البقرۃ:۱۸۵] اور اس طرح کی دیگر آیات۔ اب دین میں 'یسر' کے حوالے سے اور مشقت کے خاتمے کے سلسلہ میں بے شمار قسم کے احکامات موجود ہیں، وہ سارے 'یسر' ہی کی تشریحات کے ذیل میں آتے ہیں۔ اس پہلو سے دیکھیں تو ہمارے کاروبار میں 'یسر' کی رعایت کی گئی ہے، ہمارے معاملات میں 'یسر' کی سہولت ہے، نکاح و بیاہ کے معاملات میں 'یسر' کو مدنظر رکھا گیا ہے، تمام امور دین میں 'یسر' کی بحث موجود ہے۔ اسی طرح ہمارے دین کے اندر اگر کوئی چیز پڑھنے سے متعلق ہے اس میں بھی 'یسر' ہے۔ دین کا کوئی ایسا عضو نہیں ہے جس میں 'یسر' نہ ہو۔ تلاوتِ قرآن بھی دین کا ایک حصہ ہے، لہٰذا اس میں بھی 'یسر' کا پہلو ملحوظ رہنا چاہئے۔ اس پہلو سے اگرچہ متن قرآن میں بظاہر قراءات کا وجود موجود نہیں ہے، لیکن 'یسر' کے عمومات کے تحت لازما موجود ہے۔ اس کو آپ یوں سمجھ سکتے ہیں کہ جیسے أقيموا الصلوٰة میں 'صلوۃ' کے عموم میں صلوۃ (دعا) کے ہر قسم کے افراد داخل ہیں۔ صلوۃ (دعا) کی ہزاروں شکلیں ہوسکتی ہیں، آپ لیٹ کر بھی دعا کرتے ہیں، بیٹھ کر بھی دعا کرتے ہیں، کھڑے ہوکر بھی دعا کرتے ہیں، اسی طرح دس منٹ کھڑے ہوکر دعا کرنا، دو منٹ کھڑے ہوکر دعا کرنا، رکوع وسجدہ میں دعا کرنا، تشہد میں دعا کرنا وغیرہ یہ سارے دعا کے ہی افراد ہیں۔ شرعی صلوۃ کی جو بھی کیفیت ہو، وہ بھی دعا ہی ہے، چنانچہ ﴿أقيموا الصلوٰة﴾ [الانعام۷۲] سے مراد اللہ تعالیٰ کی مخصوص قسم کی صلوۃ ہے جس کا ذکر کتب حدیث میں کتاب الصلوۃ کے ضمن میں ملتا ہے۔ صلوۃ کا سنت سے کوئی ایسا معنی متعین کرنا جو بظاہر قرآن کی عبارت سے سامنے نہ آرہا ہو، تو وہ معنی چونکہ قرآن ہی سے اَخذ شدہ ہوگا، کیونکہ بقول امام شافعیؒ آپ ﷺ نے کچھ بیان کیا ہے وہ قرآن مجید ہی سے اخذ کرکے بیان فرمایا ہے، چنانچہ اسے خارج از قرآن قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اگر اللہ کے رسول ﴿ أقيموا الصلوٰة ﴾[الانعام:۷۲] کہہ کر دعا کا کوئی فرد متعین کردیں (جیسا کہ پرویز اور دیگر منکرین حدیث بھی صلوۃ کا کوئی معنی اس کے عمومات میں سے متعین کرتے ہیں) تو وہ قرآن کے خلاف نہیں ہوگا۔ اس پہلو سے میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ﴿يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ﴾[البقرۃ:۱۸۵] کہہ کر اللہ کے رسول ﷺ نے اگر 'یسر' کا کوئی عملی نظام ہمیں دیا ہے تو وہ قرآن مجید سے خارج نہیں ہے۔ جیسے اللہ کے رسول ﷺ کی بتائی ہوئی نماز ﴿ أقيموا الصلوٰة ﴾[الانعام:۷۲] کے اندر داخل ہے، اسی طرح یسر کے ذیل میں رسول اللہ نے جو قراءتیں ذکر فرمائی ہیں وہ بھی عمومات قرآن میں ہی داخل ہیں۔ میرے خیال میں بحث کا ارتکاز اس نکتہ پر رہنا چاہیے کہ سنت کا کوئی حکم قرآن سے باہر نہیں ہے۔ اگر سنت کا کوئی حکم قرآن سے باہر نہیں ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ قراءات کے بارے میں واردشدہ آپ کا فرمان « أنزل القرآن على سبعة أحرف» [صحيح البخاري:۴۹۹۲] بھی قرآن مجید ہی میں کسی آیت کے عموم میں موجود ہے۔ میری ناقص رائے کے مطابق وہ ﴿يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ﴾[الانعام:۷۲] کے عموم میں داخل ہے، جیسے نماز کا یہ نظام أقيموا الصلوٰة کے عموم میں نظر آتا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص مجھ سے پوچھے کہ إسبال الازار (ٹخنوں سے نیچے شلوار لٹکانا) کی ممانعت قرآن میں کہاں وارد ہوئی ہے؟ تو میں اسے کہوں گا کہ قرآن مجید میں تکبر کی ممانعت کی گئی ہے اور اسبال ازار بھی تکبر کے قبیل سے ہے۔

لغوی اعتبار سے تکبر کے متعدد افراد ہوسکتے تھے، اس کا ایک فرد اللہ کے رسول ﷺ نے متعین کردیا ہے۔ تو رسول

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ کا ارشاد «من جرَّ ثوبه خيلاء لا ينظر الله إليه يوم القيٰمة» [صحيح البخاري:٥٣٣٨] قرآن مجید کی تکبر والی آیات کی تشریح وتبیین کے ضمن میں وارد ہوا ہے۔ چنانچہ یہ حکم بھی قرآن کریم سے خارج نہ ہوا، بلکہ اس کے عموم میں داخل ہے۔

ان تمام باتوں سے قطع نظر اگر قراءات صرف صحیح حدیثوں سے ثابت ہوجائیں، تو چونکہ حدیث بھی مثل قرآن وحی ہے، چنانچہ تعدد قراءات کے شرعی استناد کے لیے صرف یہی کافی ہے۔ «أنزل القرآن على سبعة أحرف» [صحيح البخاري:٤٩٩٢] اور اس قسم کی دیگر حدیثیں بتاتیں ہیں کہ قرآنِ مجید کی تلاوت میں متنوع اَسالیب تلاوت موجود ہیں۔ یہاں اتنا ذکر کرکے بات ختم کرتے ہیں کہ جب میں نے قراءات کے بارے میں روایات کے حوالے سے تحقیق کی تو قراءات کے بارے میں کمپیوٹر پر صرف ایک دفعہ کلک کرنے سے ساڑھے سات سو روایات سامنے آگئیں۔ جس مسئلے کے بارے میں ایک سطحی جائزے میں کم از کم ساڑھے سات سو روایات سامنے آگئیں تو اس مسئلہ کے شرعی ہونے کے بارے میں دورائے کیسے ہوسکتی ہیں؟

سوال نمبر ۲: قرآن تمام زمانوں اور تمام اقوام کے لیے ہدایت ہے، تو قراءتوں میں صرف اہل عرب کی رعایت کیوں؟

جواب: یہ بات اُصولی طور پر ٹھیک ہے کہ دین کی آسانیاں قیامت تک کے لوگوں کو سامنے رکھ کر دی گئی ہیں، لیکن جو آسانی قراءت (پڑھنے) سے متعلقہ ہے، وہ عربوں کے ساتھ مخصوص اس لئے ہے کیونکہ قرآن مجید کی تلاوت فارسی، اُردو یا انگریزی وغیرہ میں نہیں ہوسکتی، لہٰذا تلاوت میں اقوام عالم کے بجائے اہل عرب کی لسانی مشکلات کی رعایت رکھی گئی ہے۔

تمام اقوامِ عالم کی زبانوں کا ایک عالمی قاعدہ ہے کہ ہر ۳۰ میل بعد زبان کا لہجہ بدل جاتا ہے اور اسی طرح بسا اوقات لہجہ کے ساتھ ساتھ ایک بڑی لغت میں متعدد چھوٹی چھوٹی لغات معرض وجود میں آجاتی ہیں۔ یہ ارتقاء تقریبا ہر زبان میں موجود ہے، مثلا اُردو زبان لے لیں یا پنجابی، فارسی لے لیں یا عربی، ہر زبان میں ۳۰ میل بعد لہجہ بدل جاتا ہے۔ اور اس حقیقت کا کوئی آدمی انکار نہیں کرسکتا۔ ابتداءاً نزولِ قرآن لغت قریش میں ہوا تھا، دیگر زبانوں کی طرح اس وقت عربی زبان بولنے والوں کی مشکل بھی یہی تھی کہ جس طرح آج کی عربی جدید میں ہر ۳۰ میل بعد عربوں کے لہجے بدلتے ہیں اُس دور میں بھی بدلتے تھے۔

الغرض عربی زبان ہی کے حوالے سے لوگوں کو یہ مشکل پیدا ہوئی تھی اور یہ مشکل تا قیامت اہل عرب کے لیے ہی باقی ہے۔ اب میرے اور آپ جیسے لوگوں کے لیے تو عربی کا کوئی بھی لہجہ ہو تو وہ ہم نے غیر فطری طور پر ہی سیکھنا ہے۔ اگر عرب شروع سے ہمزہ قطعی میں تسہیل کرتے ہوتے، تو ہم بھی تسہیل سیکھ لیتے، اور اگر وہ شروع میں امالہ صغری کرتے تو ہم بھی امالہ ہی سیکھتے، چنانچہ ہمارے لیے تو کوئی لہجہ بھی مشکل یا آسان نہیں ہے، بلکہ تمام لہجے برابر ہیں۔

سوال نمبر ۳: شریعت میں آسانی جب بھی دی گئی ہے تو اشیاء میں کمی کرکے دی گئی ہے، جبکہ قراءتوں کے باب میں اضافہ کرکے آسانی کیسے ہوسکتی ہے۔ اس سے تو بظاہر مزید مشکل پیدا ہوئی ہے؟

جواب: اس کی دلیل کیا ہے کہ آسانی کسی چیز میں کمی کے ساتھ ہی ہوتی ہے۔ دین میں جن مسائل میں آسانی کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر کے دی گئی ہے وہاں آسانی اسی طرح سے ہوسکتی تھی، مثلاً مسافر کے لیے نماز کو قصر کر دیا، لیکن جہاں کمی کرنے سے مشکل پیدا ہوتی تھی وہاں آسانی زیادتی کر کے پیدا کی گئی ہے، مثلاً قرآن مختصر تھا اس کی توضیح کی ضرورت تھی تو آسانی کی خاطر اس کا تفصیلی بیان بھی وحی کی صورت میں بصورت سنت مزید اُتار دیا گیا، حالانکہ آسانی تو یہ تھی کہ قرآن کو اس سے بھی مختصر کر دیا جاتا۔ علم بلاغت میں بحث ہے کہ کلام میں اختصار اور تفصیل مخاطب کے لحاظ سے کی جاتی ہے، بسا اَوقات مختصر کلام بلیغ ہوتا ہے اور بسا اَوقات تفصیل کے ساتھ بیان بلیغ ہوتا ہے۔

اہل عرب کا مسئلہ یہ تھا کہ ان کے لیے ایک ہی لہجہ میں پڑھنا مشکل تھا اور ان کی آسانی یہ تھی کہ وہ مزید اجازت چاہتے تھے کہ دیگر لہجوں میں پڑھنے کی گنجائش دی جائے، چنانچہ آنحضور ﷺ نے دعائیں کر کر کے ان لہجوں کی اجازت طلب فرمائی تو قرآن کریم سات لغات میں اتر آیا۔ آسانی کے سلسلہ میں کمی وزیادتی کا تعین نوعیت معاملہ کو دیکھ کر ہوگا کہ جہاں آسانی زیادتی کرنے میں ہو وہاں آسانی زیادتی کر کے دی جائے گی اور جہاں آسانی کمی کرنے میں ہو وہاں کم کر کے دی جائے گی۔

رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ سے آسانی کی غرض سے قرآن مجید کو ایک سے زائد حرفوں پر پڑھنے کی اجازت مانگ رہے ہیں، جیسا کہ روایات میں آتا ہے کہ آپ نے فرمایا: ''إن أمتي لا تطيق ذلك'' [صحيح مسلم:٨٢١]

''میری اُمت ایک حرف پر پڑھنے کی طاقت نہیں رکھتی۔''

بعض لوگ کہتے ہیں کہ قراءات نازل نہ ہوتیں تو آسانی رہتی تھی۔ اصل میں مغالطہ اس لیے پیدا ہوا ہے کہ ہم نے عرب اور غیر عرب کو سامنے رکھا ہوا ہے۔ غیر عرب کے لیے تو ایک ہی حرف کافی تھا۔ یہاں اصل میں بات اہل عرب کی ہے۔ آپ کہہ سکتے ہیں کہ اس پہلو سے عرب کو اہمیت دی گئی ہے کہ قرآن ان کی زبان میں اترا ہے۔ اب جو عربی سے متعلقہ پیچیدگیاں ہیں ان میں تو اہل عرب کی رعایت ہے، ہماری کوئی رعایت نہیں۔ اور بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ بعض خاص افراد کے اعتبار سے خاص لحاظ رکھ لیے جاتے ہیں، اور ان کو سہولت دے دی جاتی ہے، مثلاً جب بیماروں کی بات آئے گی تو اس وقت بیماروں کے طبقے کو سہولت دی جائے گی، یہ تو نہیں کہ ہر ایک مکلّف کو سہولت مل جائے، جو بیمار ہوگا اسے ہی سہولت ملے گی۔

اگر آپ یہ کہیں کہ آسانی ایسی ہونی چاہئے جو جمیع طبقات کو شامل ہو تو کچھ آسانیاں ایسی بھی ہیں جو جمیع طبقات کو شامل ہیں۔ جبکہ کچھ آسانیاں ایسی ہیں جو جمیع طبقات کے بجائے مختلف طبقات کی مشکلات کے لحاظ سے منقسم ہیں۔ المختصر اہل عرب کے لیے آسانی اسی میں ہے کہ ان کو متعدد ومتنوع لہجوں میں پڑھنے کی اجازت دی جائے اور ہمارے لیے یہ گنجائش ہے کہ ہم کوئی ایک حرف پڑھ لیا کریں، ہمیں کون سا پابند کیا گیا ہے کہ ہم ساری ہی قراءات پڑھیں۔ اگر آپ ایک حرف ولہجہ بھی پڑھ لیں تو ''كلهن شافٍ كافٍ'' [سنن النسائي:٩٤١] کے بمصداق تلاوت قرآن مجید کا حق ادا ہو گیا اور قرآن مجید کا اجر پورا مل گیا، نیز تلاوت کا مقصد بھی پورا ہو گیا۔

سوال نمبر ۴: قراءات سات نازل ہوئیں، جبکہ قراء کرام کے مطابق دس یا سترہ قراءات کیسے بن گئیں؟

جواب: قراءات سات نازل ہوئیں، اصطلاحِ قراء کی رو سے یہ جملہ صحیح نہیں ہے، کیونکہ اصطلاح قراء میں قراءات اپنی لغوی معنی میں مستعمل نہیں۔ یہ بڑا اہم نقطہ ہے اس پر غور کرنا چاہیے۔ جیسے لغت میں فقہ کا مطلب ہے گہری سمجھ بوجھ، لیکن اصطلاح فقہاء میں صرف گہری سمجھ بوجھ کو فقہ نہیں کہتے، بلکہ عمل سے متعلقہ احکامات شرعیہ کی گہری

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سمجھ بوجھ کو فقہ کہتے ہیں۔ اگر قراءت اور قرآن کا فرق سمجھ لیا جائے تو سوال اور پیش کردہ اشکال پیدا ہی نہیں ہوتا۔ اصل سوال یہ ہے کہ قراءات اور قرآن میں کیا فرق ہے؟

قراء کے ہاں قراءات اور قرآن میں وہی فرق ہے جو محدثین کے ہاں حدیث اور سنت میں ہے۔ محدثینکے ہاں سنت کہتے ہیں قرآن کے علاوہ منزل من اللہ وحی کو، جو کہ امت کو آپ سے اقوال، اعمال اور تقریرات کی صورت میں ملی ہے، جبکہ حدیث سنت کی خبر کو کہتے ہیں، جو صحابہ بیان کرتے ہیں۔ اسی لیے محدثین نے حدیث کی تعریف یوں کی ہے: هو ما أضيف إلى رسول الله ''حدیث وہ شے ہے جو رسول اللہ کی طرف منسوب کی جائے۔'' اس سنت کو بطورِ خبر بیان کرنے والا صحابی ہوتا ہے اور جس چیز کو وہ آگے بیان کرے گا وہ سنت ہوگی۔ ایک مثال سے بات کھولتے ہیں۔ رسول اللہ کا ارشاد ہے: «إنما الأعمال بالنيات»[بخاری:۱] جس وقت آپ ﷺ نے یہ اِرشاد فرمایا اس وقت یہ قولی سنت تھی، لیکن جب صحابہؓ نے اس کو آگے بیان کیا اس وقت یہ حدیث بن گئی۔ صحابہ کرام جس بات کو بیان کرتے ہیں، اور اللہ کے رسول ﷺ کی وہ چیز جس کو بیان کیا جارہا ہے دو علیحدہ چیزیں نہیں ہوتیں۔ اس اعتبار سے محدثین کے ہاں سنت اور حدیث دونوں مترادف ہیں یعنی قریب المعنی ہیں۔ اسی طرح قرآن وقراءات میں فرق ہے۔ قرآن کہتے ہیں ان الفاظ وحی کو جو منزل من اللہ ہے اور قراءات اسی قرآن کی خبر کو کہتے ہیں، جب اس کو آگے روایت کیا جاتا ہے۔ اب «إنما الاعمال بالنييات» [بخاری:۱] رسول اللہ ﷺ کی ایک قولی سنت ہے، لیکن اس کی مرویات زیادہ ہوسکتی ہیں۔ بعض محدثین نے اس سنت کی روایات ۷۰۰ تک نقل کی ہیں۔ اسی لیے محدثین جب کہتے ہیں کہ مجھے ایک لاکھ صحیح اور دو لاکھ ضعیف حدیثیں یاد ہیں تو اس سے مراد یہ نہیں ہے کہ اللہ کے رسولؐ کے ارشادات یا افعال یا تقریرات سے متعلقہ مجھے اتنی نصوص یاد ہیں، کیونکہ محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ نفس سنن یہ ۳۵، ۴۰ ہزار سے زیادہ نہیں ہیں، تو پھر یہ لاکھوں حدیثیں کیسے بن گئیں؟ دراصل یہ روایات کی زیادتی ہوئی ہے۔ اور یاد رہے کہ روایات کے زیادہ ہونے سے ثبوتِ روایت میں قوت زیادہ آتی ہے۔ جتنی روایتیں اور سندیں زیادہ ہوں گی اتنی ہی روایت میں قطعیت پیدا ہوگی۔ حتی کہ اس ضمن میں اگر دو لاکھ ضعیف روایتیں بھی ہوں تو بھی متابعات اور شواہد میں کام دے جاتی ہیں، چنانچہ قوت بڑھانے میں ان کا بھی کردار ہوتا ہے۔ منکرین حدیث کی یہ بات فنِ حدیث سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ صحیح بخاری کا انتخاب تین لاکھ حدیثوں سے ہوا، اگر ان میں سے ایک لاکھ صحیح احادیث بھی شمار کریں، تو ساڑھے سات ہزار کا انتخاب یہ بتاتا ہے (جو کہ بارہواں یا تیرھواں حصہ بنتا ہے) کہ حدیث میں ۱۲، ۱۳ حصے ظن کا امکان ہوتا ہے اور صرف ایک حصہ امکان صحت کا ہوتا ہے۔ تو ہم جواب میں کہا کرتے ہیں کہ انہیں اتنا بھی نہیں علم کہ روایت اور سنت میں کیا فرق ہے؟

اسی طرح جو قرآن مجید آسمانوں سے اترا ہے وہ صرف سات لہجات میں اترا ہے۔ جیسا کہ آپ کا ارشاد گرامی ہے: «أنزل القرآن على سبعة أحرف» [بخاری: ۴۹۹۲] ان سات اسالیب کو آگے نقل کیا گیا تو آگے نقل کرنیوالے اگر ایک لاکھ تھے تو اب ایک لاکھ قراءتیں بنیں گی۔ واضح رہے کہ روایات کی اتنی کثرت دیکھ کر گھبرانے کے بجائے مطمئن ہونے کی ضرورت ہے، کیونکہ تواتر کے لیے روایات کی اتنی کثرت کم از کم ضرور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہونی چاہئے، کیونکہ متواتر وہی ہوتا ہے، جسے عدد کثیر نقل کرے۔ المختصر اصطلاح قراء میں قراءات، روایت قرآن کو کہتے ہیں، جیسے حدیث روایت سنت کو کہتے ہیں، چنانچہ آپ اگر قراءات کی جگہ اخبار لگا دیں تب بھی لفظ صحیح ہے اور اگر قراءات کی جگہ روایات لگا دیں تب بھی لفظ صحیح ہے۔ ہم عام طور پر بولتے ہیں کہ قراءات متواترہ، اور خبر کی دو قسمیں ہیں: خبر متواتر اور خبر آحاد۔ تو اسی طرح قراءات کی بھی دو قسمیں ہیں: قراءات آحادہ اور قراءات متواترہ۔ اسی طرح شذوذ اور عدم شذوذ یہ سب خبر کی بحثیں ہیں اور قراءات بھی تو خبر ہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قراء کے ہاں رائج ایک اور استعمال کے مطابق اگر وہ روایت امام کی ہو تو اس کو قراءات کہتے ہیں اور اگر وہی روایت امام کے شاگرد کی ہو تو اس کو روایت کہتے ہیں اور اگر امام کے شاگرد کے شاگرد کی ہو تو اس کو طریق کہتے ہیں۔ اب طریق ہو یا روایت ہو یا قراءات ہو تو تینوں میں خبر کا معنی موجود ہے، چنانچہ ہم معنی لفظ ہیں۔ اسی وجہ سے روایت حفص کو بسا اوقات قراءات حفص بھی کہہ دیتے ہیں اور امام نافع کی بات، اگرچہ قراءات نافع ہے، لیکن اس کے باوجود وہ روایتِ نافع ہے۔ اس پہلو سے قراءات سات نازل ہوئی ہیں اور روائتیں کرنے والے ہزاروں تھے۔ ان ہزاروں میں سے جو معروف لوگ ہوئے ہیں تو وہ دس ہیں یا دس کے آگے ان کے شاگردوں میں بیس ہیں اور پھر ان بیس کے آگے ان کے ۸۰ شاگرد ہیں۔ اب آپ ان کو ۸۰ قراءاتیں کہہ لیں تو سبعہ احرف سے ان کا تضاد نہیں ہوگا، کیونکہ روایت اور مروی میں اس قسم کا فرق فطری ہے۔

سوال نمبر ۵: قرآن مجید میں سبعہ احرف کا اختلاف آپ کے بقول روایات میں موجود ہے، سوال یہ ہے کہ یہ اختلاف روایات میں کہاں موجود ہے؟

جواب: اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے: «أنزل القرآن على سبعة أحرف» [بخاری: ۴۹۹۲] مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم سات حروف پر اترا ہے اور ان میں سے کوئی ایک پڑھ لیں یا ساروں کو ملا کر پڑھ لیں سب طریقے کافی شافی ہیں، کیونکہ مقصد آسانی ہے۔ اسی لیے اس روایت کے بعض طرق میں مزید یوں ہے کہ: "فاقرءوا ما تیسر" کہ آپ کو جو آسان لگے پڑھ لیں، کیونکہ مقصد تیسیر ہے۔ اب تیسیر کا تقاضا یہ ہے کہ جس کو جو آسان لگتا ہے وہ پڑھ لے۔ اگر یوں کہا جاتا ہے کہ بندے کو صرف اتنی گنجائش ہے کہ سات میں سے وہ کسی ایک کو پڑھ لے تو یہ تیسیر کا کامل مفہوم نہ ہوتا، کمالِ تیسیر یہ ہے کہ پڑھنے والے کو ساتوں حروف میں سے ہر طرح سے پڑھنے کی اجازت دی جائے، برابر ہے کہ ساتوں میں سے کوئی ایک پڑھے یا ساتوں ہی میں سے کچھ یہاں سے اور کچھ وہاں سے اختیار کر کے پڑھے۔ فاقرءوا ما تیسر کے متعلق ہماری رائے یہی ہے کہ تیسیر کا مطلب یہ ہے کہ وہ ساتوں میں سے جو آسان سمجھتا ہے پڑھ لے یعنی ایک حرف یہاں سے آسان سمجھتا ہے یہاں سے پڑھ لے، دوسرا وہاں سے، تیسرا وہاں سے پڑھ لے۔ اس طرح قاری قرآن ایک نشست میں اس شکل پر اگر آدھا پارہ پڑھ لے تو قاری کی تلاوت تمام سبعہ احرف سے اپنے اختیار کردہ ایک نئی ترتیب پر مشتمل ہوگی۔ اس طرح مختلف حروف کو ملا جلا کر ایک نیا ترتیب تلاوت بنا لیا جائے تو بھی کوئی حرج کی بات نہیں، کیونکہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "فاقرءوا ما تیسَّر" [مؤطا: ۴۶۷]۔ یہ بات صرف ہماری تشریح نہیں بلکہ باقاعدہ روایات میں اس کی وضاحت بھی آئی ہے، چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ کی الجامع الصحیح میں ہشام

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابن حکیم بن حزام والی روایت میں یوں ذکر آتا ہے کہ

"یقرأ سورة الفرقان علی حروف کثیرة"[بخاری:۴۹۹۲]

''یعنی ہشام بن حکیم کے پڑھنے کے اسلوب میں سبعہ احرف کے کافی سارے حروف شامل تھے۔''

اس بات کی بنیاد پر ہم کہتے ہیں کہ صحابہ اور تابعین نے تلاوتِ قرآن میں ان سات حروف کو آپس میں ملا جلا کر پڑھا۔اس ملانے جلانے سے مختلف افراد نے اپنے مختلف انداز تلاوت اختیار کر لیے۔اب اگر آپ اس طرح کر کے اپنے اپنے ذوق کے موافق پڑھنا شروع کریں تو کتنے ہی سیٹ بن سکتے ہیں۔اسی طرح بے شمار صحابہ کرام ﷺ نے سینکڑوں، ہزاروں، بلکہ لاکھوں اندازوں میں سبعہ اَحرف کی تلاوت کی۔الغرض اس میں ذرہ برابر شک نہیں کہ سبعہ احرف میں یہ اختلاط ہوا ہے۔

معروف بات ہے کہ جب لوگوں کی ہمتیں کم ہو جاتی ہیں اور ممتاز لوگ تھوڑے ہو جاتے ہیں تو کم علم لوگ اساتذہ، اہل علم اور آئمہ پر اعتماد کر کے ان کی طرف علوم کی نسبت کرنا شروع کر دیتے ہیں۔مثلا آج ہم قراءات میں نسبت کرتے ہیں تو اپنے مشائخ قاری محمد ابراہیم میر محمدی، قاری ادریس العاصم اور قاری احمد میاں تھانوی کی طرف نسبت کرتے ہیں۔ یہ نسبت اس لیے کرتے ہیں کہ ہم ان کو جلیل القدر سمجھتے ہیں، تو اسی طرح قراءات سمیت تمام علوم وفنون میں لوگوں کی ہمتیں جب کم ہو گئیں تو نئے اسالیب تلاوت کی روایت کا خاتمہ ہو گیا۔یہ تبع تابعین اور ان کے اتباع کے دور کی بات ہے۔لوگوں نے عموما اس کے بعد جرأت ہی نہیں کی کہ تلاوت قرآن میں نئے ترتیباتِ تلاوت تشکیل دیتے۔نہ کوئی اپنے آپ کو اس قدر فائق سمجھتا تھا کہ ان آئمہ کے اندازوں کی طرح ایک نیا انداز بناتا، بلکہ ان کے اندازوں پر ہی تلاوت کرنے کو سعادت کا باعث سمجھا گیا۔بعض اہل معرفت نے اگرچہ نئے انداز اختیار کیے بھی، لیکن امت میں آئمہ عشرہ کے علاوہ ان اہل علم کے اختیارات کو پذیرائی حاصل نہیں ہو سکی۔اکثر کو تو محفوظ نہیں کیا گیا اور جو محفوظ کیے گئے وہ قبولیتِ عامہ حاصل نہیں کر سکے۔تیرہ صدیوں سے اُمت کے علماء وعوام اب آئمہ عشرہ اور ان کے بیس رواۃ کی قراءات پر بالاتفاق عمل کرتے چلے آرہے ہیں۔جب لوگوں میں اس قسم کا زمانہ آجاتا ہے تو معروف بات ہے کہ مکاتب فکر اور مدارس فکر وجود میں آجاتے ہیں، مثلا کوفہ میں فقہ کا مدرسہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تھے۔ مدرسہ کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ بلڈنگ بنائی ہوئی ہے، بلکہ مطلب یہ ہوتا ہے کہ ایک شخصیت کے گرد اکٹھ ہوا اور پھر وہی مرکز بن گیا۔اس طرح سے قراءات میں بھی مدارس فکر وجود میں آگئے۔اُس وقت جو شخصیات اس سلسلہ میں نمایاں تھیں وہ دس تھیں۔ بعد میں لوگوں نے ان کے ساتھ ہی التزام کر لیا۔پھر لوگوں نے انہیں کے طے شدہ اندازوں کو اختیار کر لیا جو اب اُمت میں آپ کے سامنے موجود ہیں۔یہاں دس ائمہ ہیں، ان کے بھی اختیارات مختلف تھے اور ان کے شاگردوں نے بھی اختیارات میں فرق کیا تھا، لہٰذا شاگردوں میں دو، دو اختیار بن گئے یا اماموں نے دو دو طرح پڑھایا۔اس کے بعد شاگردوں نے آگے پڑھایا تو چار چار شاگردوں کے اختیارات نیچے بن گئے یا معاملہ یوں تھا کہ اماموں نے آٹھ آٹھ اندازوں سے پڑھایا تھا۔خلاصہ یہ ہے کہ یہ دس آئمہ، ان کے بیس تلامذہ اور پھر ان کے اسی شاگردوں کے اعتبار سے ۱۰ سیٹ (قراءات)، ۲۰ سیٹ (روایات) اور ۸۰ سیٹ (طرق)، جو قراءات عشرہ صغری وکبری کے نام سے موسوم ہیں وجود میں آگئے۔بعض اَزاں بعض آئمہ نے انہی قراءات کے بیان میں کتب لکھی، جن کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وجہ سے بعض نئی تقسیمات رونما ہوئیں۔ مثلاً امام دانی رحمہ اللہ اور امام شاطبی رحمہ اللہ نے مذکورہ شخصیات میں سے سات آئمہ اور ان کے چودہ تلامذہ اور پھر ان کے ۴،۴ شاگردوں میں سے ایک ایک شاگرد لے کر اپنی کتب تصنیف فرمائیں، چنانچہ التیسیر للدانی اور الشاطبیۃ میں سات قراء کی سات متواتر قراءتیں، چودہ روایات اور چودہ طرق موجود ہیں۔ بعد ازاں باقی تین بڑے آئمہ اور چھ رواۃ کی تکمیل دانی وشاطبی کے ہی اسلوب پر کرتے ہوئے حافظ ابن جزری نے التحبیر اور الدرۃ تصنیف فرمائی، جس میں قراء ثلاثہ، ان کے چھ رواۃ اور پھر تیسیر و شاطبیۃ کی طرز پر ایک ایک شاگرد لیا گیا۔ اس انداز سے کتب تصنیف پانے سے ایک نیا رنگ پیدا ہوا۔ وہ یہ کہ شاطبیہ اور درّہ وغیرہ میں موجود اختلافات چونکہ تمام معروف ائمہ اور ان کے تلامذہ کی مرویات پر مشتمل ہیں اس لیے عشرہ قراءات تو پوری ہوگئیں، لیکن چونکہ ۸۰ طرق میں سے تقریباً ۶۰ باقی تھے اس لیے انہیں عشرہ صغریٰ کہا گیا۔ بعدازاں امام جزری وغیرہ نے عشرہ قراء اور بیس رواۃ کے ۲۰ سمیت باقی ماندہ ۶۰ روایات پر مشتمل کتب لکھیں۔ ان کتب میں بیان کردہ قراءات عشرہ کو پہلی کتب میں بیان کردہ قراءات عشرہ کے بالمقابل عشرہ کبریٰ کہتے ہیں۔

المختصر یہ ۱۰، ۲۰ یا ۸۰ تمام قراءات ''سبعہ احرف'' سے ماخوذ ہیں یا منزل من اللہ سات اَسالیب تلاوت (سبعہ احرف) خلط ملط ہوکر منتشر انداز میں ۸۰ سیٹوں کی صورت میں موجود ہیں، لیکن ایک بات طے ہے کہ یہ سیٹ سبعہ احرف کے منافی نہیں ہیں، ان اسی اندازوں میں جو بھی چیز لی گئی ہے وہ سبعہ احرف سے لی گئی ہے، البتہ جو سیٹ بنے ہیں وہ نئے بنے ہیں۔ شاید ہی کسی سیٹ کے بارے میں دعویٰ کیا جاسکے کہ کسی ایک سیٹ میں سبعہ احرف میں سے ایک حرف پورا لیا گیا ہو۔ خلاصہ یہ ہے کہ موجودہ قراءات میں تمام سبعہ اَحرف خلط ملط صورت میں موجود ہیں۔

سوال نمبر ۲ کیا یہ دینی رخصت صرف خیر القرون کے ساتھ خاص ہے یا مابعد لوگوں کے لیے بھی اس کی گنجائش ہے؟

جواب: قرآن وسنت کے احکام وتسہیلات قیامت تک کے لوگوں کے لیے ہیں اور کسی دینی معاملہ کو بغیر دینی خصوصیت کے کسی بھی زمانہ یا شخصیت کے ساتھ خاص نہیں کیا جاسکتا۔ یہ بات ٹھیک ہے کہ اس مشقت کے حوالے سے آسانی کی وجہ صحابہ رضی اللہ عنہم بنے، لیکن اب وہ آسانی صرف صحابہ رضی اللہ عنہم کے لیے نہیں ہے بلکہ قیامت تک کے تمام لوگوں کے لیے ہے۔ دینی مسائل میں سہولت دینے کی نوعیت یہ ہوتی ہے کہ بسا اوقات بیمار ایک بندہ ہوتا ہے، وہ اپنا مسئلہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر آتا ہے۔ اس کی وجہ سے دین کا ایک حکم آجاتا ہے اور اب وہ حکم اس بیمار کے علاوہ قیامت تک کے تمام بیماروں کے لیے ہوتا ہے۔ اسی پہلو کی طرف علمائے اصول نے اس ضابطے کے ساتھ اشارہ کیا ہے کہ العبرۃ لعموم اللفظ لا بخصوص السبب اسی طرح قراءتوں کے نزول کی وجہ اہل عرب بنے ہیں، ان کی زبان کی پیچیدگیاں تھیں، لیکن اب قراءات کے نزول کے بعد یہ رخصت قیامت تک کے لوگوں کے لیے باقی ہے۔ اس پہلو سے اگر دیکھا جائے تو ہشام بن حکیم رضی اللہ عنہ کا سورۃ الفرقان کو 'حروفِ کثیرۂ کے ساتھ پڑھنا ہو یا فاقرء وا ماتیسّر کی روشنی میں صحابہ اور تابعین کا مختلف حروف سبعہ کو باہم خلط کرکے پڑھنا، جس طرح متقدمین کے لیے اس کی گنجائش تھی اسی طرح متاخرین کے لیے یہ گنجائش بھی تا قیامت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موجود ہے۔علمائے اُصول کا قاعدہ ہے کہ عذر الماضین حُجَّة للباقین۔اس مسئلہ پر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں بڑی نفیس بحث فرمائی ہے۔حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اہل قراءات کے حوالے سے دوٹوک فرماتے ہیں کہ اہل قراءات نے خواہ مخواہ ہی ایک بحث کو پیدا کردیا ہے کہ خلط جائز ہے یا ناجائز؟ حلال وحرام قراء کا میدان بحث نہیں، بلکہ فقہاء کا موضوع ہے، چنانچہ قراء کو اس مسئلہ میں حساسیت کی زیادہ ضرورت نہیں ہونی چاہیے۔فقہاء کی رائے میں اختلاط قراءات بالکل جائز ہے اور اس کے ناجائز ہونے کی کوئی بنیاد نہیں ہے، کیونکہ جس بنیاد پر صحابہ کے لیے اختلاط جائز تھا، مابعد والوں کے لیے بھی اسی بنیاد پر یہ جائز ہے۔

اب مسئلہ تو یوں ہی ہے لیکن اس میں کچھ باتیں ملحوظ خاطر رکھ لی جائیں:

① **پہلی بات** یہ ہے کہ خلط کی اجازت ان قراءات میں ہیں، جہاں اختلاط سے عبارت کی غلطی اور معنوی خرابی لازم نہیں آتی۔ اس قسم کے اختلاط کی حرمت پر تمام علماء متفق ہیں۔ مثلا فتلقی اٰدم من ربه کلمات[البقرہ:۳۷] میں ایک قراءت میں اٰدم فاعل، دوسری میں مفعول ہے اور کلمات اسی ترتیب سے ایک قراءات میں فاعل، دوسری میں مفعول ہے۔اب دونوں کو فاعل یا دونوں کو مفعول بنا دینا ناجائز ہے۔

② **دوسری بات** یہ کہ اگر آپ نے کسی روایت کا التزام کیا ہے کہ میں اس روایت کے ساتھ پڑھوں گا تو آپ کو خلط نہیں کرنا چاہئے، کیونکہ ورشؒ یا حفصؒ کا نام لے کر دیگر روایات کو پڑھنا غلط ہوگا۔اس کو اہل فن کے ہاں کذب في الرواية کہتے ہیں اور یہ چیز بشمول حدیث کے ہر فن میں ناجائز ہے۔اہل قراءات میں سے بھی جن حضرات نے یہ فرمایا ہے کہ خلط علی سبیل الروایہ ناجائز ہے تو وہ ایسی صورت ہی کے بارے میں ہے کہ جب آپ نے کسی روایت کا التزام کیا ہو۔مثلا اگر آپ کہیں کہ میں سنن ابوداؤد کی روایت بیان کرنے لگا ہوں اور بیان آپ بخاری کی روایت کردیں یا کئی مجموعہ ہائے احادیث میں ایک واقعہ سے متعلق متفرق احادیث کو جمع کرکے بیان کردیں۔اب ایسی روایت اللہ کے رسول کا ارشاد تو ہوگا، لیکن اسے امام ابوداؤد رحمہ اللہ کی نسبت سے بیان کرنا غلط ہوگا۔عین اسی طرح اگر آپ نے کہا کہ میں امام قالون رحمہ اللہ کی روایت سے ابونشیط رحمہ اللہ کا طریق پڑھوں گا تو آپ کے لیے جائز نہیں ہوگا کہ آپ اس کے اندر کوئی دوسرا طریق داخل کریں۔

اس بات کو ایک اور مثال سے یوں سمجھیں کہ امام شاطبی رحمہ اللہ اور امام جزری رحمہ اللہ دونوں نے ائمہ سبعہ اور ان کے چودہ تلامذہ کی مرویات اپنی کتب میں بیان کی ہیں، لیکن ان کی روایت میں فرق یہ ہے کہ جن طرق کا التزام امام شاطبی رحمہ اللہ نے کیا ہے، امام جزری رحمہ اللہ نے اس کے علاوہ بھی بعض طرق کا التزام کیا ہے۔اب اگر آپ نے کہا کہ میں طریق شاطبی سے پڑھوں گا تو طریق شاطبی میں طریق جزری کا اختلاط جائز نہیں ہوگا، البتہ طریق جزری کے التزام کے صورت میں طریق شاطبی کو اس میں خلط کرکے پڑھ سکتے ہیں، کیونکہ طریق شاطبی خود طریق جزری کا ایک حصہ ہے۔واضح ہوا کہ جب آپ نے کہا کہ میں روایت ورش پڑھوں گا تو روایت کے ورش کے نیچے جو طرق ہیں ان کو آپ خلط ملط کرسکتے ہیں کیونکہ آپ نے ان کی پابندی کا دعوی نہیں کیا۔

③ قراءات اور حدیث کا دارومدار استاد سے پڑھنے پر ہے اور حدثنا ، أخبرنا کتابوں سے نہیں ہوتا۔ ہمارا دین حدثنا ، أخبرنا کے بغیر مقبول نہیں اور حدثنا ، أخبرنا صرف استاد سے ہوتا ہے۔قرآن کی طرح

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث کے بارے میں بھی یہی بات ہے۔ اسی لیے محدثین کرام کا مشہور مقولہ ہے: لا تأخذوا الحديث عن الصُّحفِيِّ ولا تاخذوا المصحف عن المُصْحَفِيِّ یعنی مصحف مصحفی سے نہ لو یعنی جو مصحف سے پڑھ کر قاری بنا بیٹھا ہو اور حدیث اس سے نہ لو جس نے صحیفوں سے پڑھ کر اخذ کر لی ہو۔ ایسے آدمی کا علم اس لیے مقبول نہیں، کیونکہ اس کا علم محدثین کے ہاں منقطع السند ہے۔

قراءات اور قرآن کے اندر ایک خاص چیز جو حدیث سے زیادہ ہے وہ یہ ہے کہ قراءات کی ادا بالاولیٰ بدون استاد مصحف سے اخذ نہیں کی جاسکتی۔ اس کے لیے تلقّی بڑی ضروری ہے۔ الغرض خلط قراءات کے ضمن میں دوسری ضروری بات یہ ہے کہ خلط قراءات عالم کے لیے جائز ہے، جاہل کے لیے نہیں۔ جاہل کے لیے اس وجہ سے ناجائز نہیں کہ وہ خلط کر رہا ہے بلکہ اس لیے کہ اس نے پڑھا ہی نہیں۔

ان باتوں کے ساتھ خلط کے خواہشمند حضرات کے سامنے یہ حقیقت بھی رہنی چاہیے کہ قدیم وجدید علماء کے اختلاط قراءات کو جائز کہنے کے باوجود عملاً تمام لوگوں کے ہاں نیا اختیار بنانے کا حوصلہ افزا رویہ نہیں ملتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب ہمتیں کم ہوگئی اور لوگوں نے علوم کی نسبت آئمہ کی طرف کر دی تو بڑوں کے ہی اسالیب تلاوت پر اکتفا کر لیا گیا۔ نیا اختیار بنانے کی ان کو نہ ضرورت پیش آئی اور نہ انہوں بالعموم اس کی حوصلہ افزائی کی بلکہ اسے ایک طرح کی جرأت سمجھا۔ مسئلہ کا ایک رخ یہ بھی ہے کہ آپ دیکھتے ہیں کہ فقہ میں آئمہ اربعہ سے نسبت کے بعد روایتی فکر میں تقلید کی پابندی اور نئے اجتہادات کو انتہائی قبیح سمجھا جاتا ہے۔ بڑے بڑے اصحاب علم تقلید آئمہ ہی پر اکتفا کیے بیٹھے ہیں۔ بہت تھوڑے لوگ ہیں جو فقہ کی نسبت آئمہ کی طرف کر دینے کے باوجود نئے ادوار اور نئی ضروریات کے تحت نئے اجتہادات فرماتے ہیں، لیکن آئمہ کے ساتھ تمسک کے سلسلہ میں احتیاط ان کے ہاں بھی ہے۔ اب اپنے اسلاف سے ایسی وابستگی کے حاملین قراءات کے اندر نیا اختیار بنانے کی حوصلہ افزائی بالعموم کس طرح کریں گے؟ خلاصہ یہ ہے کہ شرعاً خلط قراءات میں کوئی قباحت نہیں ہے اور اس میں کوئی گناہ والی بات بھی نہیں ہے، اس کے باوجود بارہ صدیوں سے عملاً ایسا کیا نہیں جا رہا، کیونکہ جس کے سامنے اکابرین کی بات کی کوئی عظمت ہوتی ہے، وہ عام طور پر بڑوں کے ساتھ التزام کر لینے میں زیادہ خیر سمجھتے ہیں۔ قرآن مجید کے حوالے سے نئے اختیارات اور سیٹ متعین کرنا کرنا پر اعتماد آدمی کا کام ہے، لیکن اپنے اسلاف کے بالمقابل ایسا اعتماد بڑے بڑے اساتذہ نہیں رکھتے۔ اس کی وجہ علم میں پختگی اور اہل علم کی عقیدت ہے، لیکن چونکہ جاہل میں یہ اعتماد زیادہ ہوتا ہے، اس لیے بالعموم ایسے مسائل کی حساسیت ان میں زیادہ ہے۔

سوال نمبر ۵: قرآن اور قراءت میں کیا مناسبت ہے اور کیا یہ ایک ہی چیز کے دو نام ہیں یا دو مختلف چیزیں ہیں؟

جواب: لغوی اعتبار سے قرآن اور قراءت میں کوئی فرق نہیں ہے، کیونکہ قرأ یقرأ کا مصدر قرآنا بھی آتا ہے اور قراءۃ بھی۔ اسی لیے اہل عقیدہ نے مسئلہ 'خلق قرآن' کے ضمن میں واضح کیا ہے کہ قرآن کا لفظ بول کر بسا اوقات قراءتِ قرآن مراد ہوتی ہے اور بسا اوقات نفس قرآن مراد ہوتا ہے۔ قرآن بول کر مراد تلاوت قرآن کی مثالوں میں امام ابن ابی العز حنفیؒ نے شرح عقیدہ طحاویہ میں قرآن مجید سے آیت: ﴿اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ اللَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا﴾[الاسراء:۷۸] اور احادیث

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں وارد آپ کے ارشاد: «أنزل القرآن على سبعة أحرف» [بخاری: ۴۹۹۲] کو ذکر کیا ہے۔

اس پہلو سے قرآن اور قراءت میں کوئی فرق نہیں ہے، لیکن جب فنون تدوین پا جاتے ہیں تو بعد میں لفظ اپنے لغوی معنی کے بجائے اصطلاحی معنوں میں رواج پذیر ہوتے ہیں۔ اسی طرح قراءات کا لفظ بعد از تدوین فن بعض مخصوص معانی میں بولا جانے لگا۔ اس ضمن میں متاخرین کے ہاں قراءات کی تین تعریفیں بیان کی جاتی ہیں:

① بعض اہل فن علم قراءت کی تعریف یوں کرتے ہیں کہ قرآن کے اختلافی کلمات کا وہ اختلاف، جو اللہ کے رسول ﷺ کی نسبت سے منقول ہو اور عقل و رائے کا اس میں دخل نہ ہو تو ایسا علم، جس میں ان مختلف فیھا کلمات کے بارے میں بحث کی جائے، کو قراءات کا علم کہا جاتا ہے۔

اس تعریف کی رو سے قراءات سے مراد قرآنِ کریم کے تمام کلمات کے بجائے صرف وہ مختلف فیہ کلمات مراد ہیں، جن میں ایک سے زیادہ پڑھنے کے اسالیب و انداز ہیں۔ چنانچہ اس تعریف کی رو سے الحمدُ لله ربِّ العالمين، الرحمن الرحيم [الفاتحہ: ۱، ۲] کا تعلق قرآن کریم سے تو ہے، لیکن علم القراءات سے نہیں، لیکن مٰلك کا تعلق قرآن کے ساتھ ساتھ قراءات سے بھی ہوگا۔ اس تعریف کی رو سے ہر قراءت کے ہر کلمہ کا تعلق قرآن سے ضرور ہے، لیکن ہر کلمۂ قرآنی کا تعلق علم القراءات سے نہیں۔ علم القراءت کی وہ کتابیں، جن میں قراءات کے متعلق بحث کی گئی ہے، ان میں قراءات کی یہی تعریف زیر بحث ہے۔ مثلاً قراءت کی مشہور کتب شاطبیہ، درہ، طیبہ یا التیسیر وغیرہ ہیں اور ان کتابوں کے اندر وہ چیزیں، جن میں قراءعشرہ کے مابین اختلاف نہیں ہے، زیر بحث نہیں آتے، بلکہ صرف وہ موضوعات زیر بحث آتے ہیں جس میں قراء کے مابین اختلاف ہوا ہے۔

② قراءعشرہ کے اختیارات کے قرار پا جانے کے بعد علم القراءات کی جو تعریفیں سامنے آتی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ قراءات کا تعلق منقولات و خبر کے قبیل سے ہے یعنی قرآن مجید اور قراءت میں وہی فرق ہے، جو سنت اور حدیث میں فرق کیا جاتا ہے۔ قرآن مجید وہ شئے ہے جو قراءت کے اندر روایت کی جاتی ہے، جبکہ قراءات قرآن کریم کی روایات کا نام ہیں۔ جیسے قرآن کریم الحمدلله رب العالمين کو کہا جائے گا، لیکن جب اس کو آگے نقل کیا جائے تو جس علم میں اس کو بطور روایت نقل کیا جائے گا تو اس علم کو علم قراءات کہیں گے۔ اسی تعریف کی رو سے عام استعمالات میں قرآن مجید کے حوالے سے متفق کلمات ہوں مختلف فیہ کلمات، ناقلین سے جو کچھ روایت کیا گیا ہے اسے علم القراءات کہا جاتا ہے۔ مروج قراءات عشرہ، جن میں قرآن کریم کو آئمہ عشر نے متفق فیہ اور مختلف فیہ کلمات ہر دو اعتبار سے بیان کیا ہے، کو عام طور قراءات عشرہ متواترہ کے نام سے بیان کیا جاتا ہے اور یہ بات ہم جانتے ہیں کہ تواتر کا تعلق علم خبر اور علم روایت سے ہے، چنانچہ قراءت عشرہ متواترہ کا مطلب ہے: روایاتِ عشرہ متواترہ۔ الغرض اس تعریف کی رو سے قراءت، روایتِ قرآن کو کہتے ہیں اور قرآن مروی (نفس قرآن) کو کہتے ہیں، جو اس روایت کے اندر نقل ہو رہا ہوتا ہے۔

③ دوسری اور تیسری تعریف ایک ہی ہے، لیکن تیسری تعریف میں کچھ مزید تفصیل بھی ہے اور وہ یہ کہ اس تعریف کی رو سے اہل فن کے ہاں قراءت کا تعلق روایت کی ایک خاص قسم سے ہے۔ علمائے قراءات کے ہاں قرآن کی روایات تین قسموں پر مشتمل ہیں۔ اگر وہ روایت آئمہ عشر کی نسبت سے بیان کی جائے تو اسے 'قراءت'، ان آئمہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے بیس رواۃ کی نسبت سے بیان کی جائے تو 'روایت' اور اگر ان کے ذیلی اسی طرق کی نسبت سے بیان کی جائے تو 'طریق' کہتے ہیں، جیسے کہ امام نافعؒ یا امام عاصمؒ کی مرویات کی بات ہو تو 'قراءت' کہلائے گی اور اگر امام ورشؒ یا امام حفصؒ کی بات ہو تو 'روایت' کہلائے گی اور جب ان کے شاگرد مثلاً ازرق یا اصبہانی کی طرف اختلاف کی نسبت ہو تو اس کو 'طریق' کہیں گے۔ قراءت، روایت اور طریق اگرچہ تینوں لغوی اعتبار سے روایت کے ہم معنی ہیں، لیکن اہل فن کی اصطلاحات میں ورشؒ کی روایت کو قراءت ورش نہیں کہا جائے گا بلکہ روایتِ ورش کہا جائے گا اور قالونؒ کی روایت کو قراءتِ قالون نہیں، بلکہ روایت قالون کہا جائے گا، جبکہ امام نافع کی روایت کو قراءتِ نافع کہا جائے گا۔ اسی طرح سیدنا قالونؒ وغیرہ کے نیچے جو طرق ہوں گے اس میں سیدنا ابونشیطؒ کے طریق کو قراءتِ ابن نشیط یا روایتِ ابی نشیط نہیں کہا جائے گا بلکہ طریق ابن نشیط کہا جائے گا۔

سوال نمبر ۸: آپ کے بقول قراءات 'اختیاراتِ ائمہ' ہیں، اس ضمن میں کچھ مزید وضاحت کر دیں؟

جواب: سب سے پہلے ضروری ہے کہ ہم اختیارات کا مفہوم واضح کر لیں۔ اختیار کا لغوی معنی کسی شے کو چننا اور پسند کر کے اپنے لیے طے کر لینے کے ہیں ہے۔ جیسے کسی آدمی کو اگر دس کھانے والی چیزیں پیش کی جائیں اور وہ اپنے لیے کسی ایک چیز کو پسند کر کے اٹھا لے تو یہ اس کا ماکولات میں اختیار ہوگا۔ اسی طرح محدثین کرام نے بھی اختیارات فرمائے ہیں، جیسے امام بخاریؒ نے صحیح احادیث کے اندر قبولیت حدیث کے معیار سے قطع نظر جو ایک اضافی معیارِ قبولیت اپنی پسند وذوق کے حوالے طے کیا اور اس معیار کے حوالے سے ایک لاکھ صحیح احادیث میں سے تقریباً ساڑھے سات ہزار احادیث پر مشتمل ایک ذخیرہ تیار کر لیا، تو عام بات کے مطابق اس کو اختیارِ بخاری قرار دیا جائے گا۔ مثلاً امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں قبولیت حدیث کے ضمن میں رواۃ کی ثقاہت کے حوالے سے عام معیارِ ثقاہت سے بڑھ کر اہتمام کیا یا اتصال سند کے حوالے سے صرف دو افراد، جو آپس میں استاد شاگرد ہوں، ان کی معاصرت کو کافی نہ سمجھنا، بلکہ ملاقات کے تحقُّق کو شرط کے طور پر پیش کرنا، جبکہ صحت روایت کے عام معیار میں یہ شرط موجود نہیں ہے۔ تو اس قسم کی خصوصی شرائط کو ملحوظ رکھ کر امام صاحبؒ نے ایک مخصوص ذخیرہ حدیث اپنے اختیار سے ترتیب دیا۔ اسی طرح امام مسلمؒ نے بھی اپنا ایک اختیار ترتیب دیا ہے، مثلاً امام مسلمؒ نے اپنی صحیح کے لیے جو شرط ذاتی طور پر اختیار کی اور جو محدثین کے معیارِ صحت سے بالعموم اضافی ہے، وہ یہ ہے کہ وہ اپنے مجموعہ احادیث میں صرف ان صحیح حدیثوں کو نقل نہیں فرمائیں گے جو ان کے ہاں صحیح ہوں یا دیگر آئمہ کے ہاں صحیح ہوں، بلکہ امام مسلمؒ نے اپنے ذوق کے مطابق ایسا ذخیرہ احادیث تیار کرنے کی خواہش ظاہر کی کہ وہ تمام حدیثیں جو تمام محدثین کے ہاں بالاتفاق صحیح تھیں، امام مسلمؒ نے یہ پسند کیا کہ ایسا ذخیرہ حدیث ترتیب دیا جائے جس میں تمام متفق علی الصحة اَحادیث کو اکٹھا کر دیا جائے، چنانچہ امام مسلمؒ نے اس طرح سے جو ذخیرہ اَحادیث ترتیب دیا اور بعض دیگر شرطیں بھی انہوں نے اپنے پسند اور اختیار سے اپنے مجموعے میں ابتدا ہی سے ملحوظ خاطر رکھیں ان کی روشنی میں جو ذخیرہ حدیث سامنے آتا ہے وہ امام مسلمؒ کا صحیح احادیث میں انکا ذاتی اختیار ہے۔ اس کی ایک مثال اور لے لیں، مثلاً آج بھی مصنّفین نئے طے کردہ ایسی شرائط جو صحت حدیث کی شرائط سے متعارض نہ ہوں، متعین کر کے بعض نئے ذخیرہ اَحادیث بھی مرتب کر سکتے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں، مثلاً امام ابن حجرؒ نے جو متاخرین کے زمانے سے تعلق رکھتے ہیں انہوں نے اَحکام کی حدیثوں کو موضوع بنا کر اپنا ایک اختیار بلوغ المرام کی صورت میں اُمت کے سامنے پیش کیا ہے۔ اسی طرح امام نوویؒ نے فضائل اعمال یا سلف صالحین کے ہاں زہد وتقویٰ کے حوالے سے جو ایک شوق پایا جاتا تھا، اس کے حوالے سے ایک خاص اختیار ترتیب دے کر ریاض الصالحین کی صورت میں پیش کیا ہے۔ آج کے دور میں بعض لوگ ایک سوچ اور رکھتے ہیں کہ تمام ذخیرہ حدیث میں سے تمام صحیح احادیث اور تمام ضعیف روایات پر ایک ذخیرہ ترتیب دے دیا جائے تاکہ قرآن کی مثل حدیث سے بھی استفادہ عام آدمی کے لیے آسان ہو۔ اس ضمن میں شیخ البانیؒ کا سلسلہ احادیث صحیحہ اور سلسلہ اَحادیث ضعیفہ ایک مثال کے طور پر موجود ہے۔ اسی طرح ایک سوچ ایک نئے مجموعہ حدیث کی یہ ہوسکتی ہے کہ امام مسلمؒ کے اہتمام کی مثال سنن اربعہ، موطا، دارقطنی، بیہقی وغیرہ معروف کتب حدیث سے ان اَحادیث کو نکال کر ایک نیا ذخیرہ (اختیار) پیش کرنا چاہیے جو کہ بالاتفاق محدثین ہو۔ امام حاکم کی المستدرك شروطِ بخاری ومسلم کے معیار پر رہ جانے والی احادیث کا نیا مرتب مجموعہ حدیث ہے۔

بالکل اسی طرح قراءات کے اندر اختیارات کی بحث ہے۔ آئمہ قراءات نے اللہ کے رسول ﷺ کے ارشاد: «أنزل القرآن على سبعة أحرف كلُّها شاف كاف فا قرء وا ما تيسَّر» [بخاری:۴۹۹۲] ے پیش نظر اِن منزَّل من اللہ قراءات میں سے جس چیز کو آسان سمجھا اور اپنی ذات کے لیے پسند کیا، انہوں نے قرآن مجید کی تلاوت کے لیے اپنے متعین اَسالیب اختیار کر رکھے تھے، اس وجہ سے ائمہ سے قبل صحابہ کی طرف بھی قراءات کی نسبت ہوئی، چنانچہ قراءت عبداللہ بن مسعودؓ سے مراد، عبداللہ بن مسعودؓ کا وہ اختیار ہے جو انہوں نے سبعہ احرف کو باہم ملا جلا کر فاقرؤا ماتیسَّر کی روشنی میں شرعی تسہیل کے مطابق اپنی پسند کے مطابق ترتیب دیا اور اس کے مطابق وہ پڑھا، پڑھایا کرتے تھے۔ اسی طرح قراءاتِ اُبی بن کعب سے مراد ابی بن کعب کا اختیار ہے۔ اسی طرح بعض دیگر صحابہ کے اختیارات سامنے آتے ہیں اور وہ ہمیں حدیث کی کتابوں میں ان کی قراءات کے نام سے ملتے ہیں۔ بالکل اسی طرح بعد کے ادوار میں آئمہ عشرہ نے اپنے اختیارات ترتیب دیئے۔

آئمہ میں اپنے ذوق تلاوت کے موافق اختیار کی دو صورتیں رائج رہی ہیں:

ایک صورت ان اختیارات کی یہ تھی کہ موجود روایات جو چلتی آرہی ہیں ان میں سے ہو بہو کسی ایک روایت کو بطورِ طبعی ذوق کے اختیار کر لیا جائے، جیسا کہ قراءات عشرہ میں جو بیس رواۃ موجود ہیں، بعض آئمہ فقہاء نے کسی ایک مکمل روایت کو اپنے اختیار کا حصہ بنا لیا، مثلاً امام مالکؒ کا میلان قراءتِ نافع کی طرف تھا، کیونکہ انہوں نے مدینہ میں امام نافعؒ سے براہ راست ان کے اختیار کو اخذ کیا تھا، چنانچہ مغربی وافریقی ممالک، جہاں فقہ مالکی کا رواج ہے، وہاں سیدنا ورشؒ یا سیدنا قالونؒ کا اختیار مقروء ہے۔ کوفہ میں امام ابوحنیفہؒ کو امام عاصم سے تلمذ حاصل رہا چنانچہ برصغیر وغیرہ میں ان کی فقہ کے رائج ہونے کے ساتھ ساتھ امام حفصؒ کا اختیار مقبول ومعمول بہ ہے۔ اسی طرح امام احمد بن حنبلؒ کے حوالے سے ذکر کیا جاتا ہے کہ وہ سیدنا حمزہ زیات الکوفیؒ کے اختیار کو مدود اور وقفی وجوہ وغیرہ کی وجہ سے اپنی ذاتی پسند کے اعتبار سے زیادہ پسند نہیں فرماتے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھے، جبکہ دیگر بعض روایات کی طرف ان کا ذوق ذاتی زیادہ تھا۔ بعض لوگ امام احمد رحمہ اللہ کے حوالے سے اس قسم کی باتوں کو قراءات کے انکار کی بنیاد بنا کر پیش کرتے ہیں، حالانکہ وہ ذاتی اختیار کے اعتبار قراءت حمزہ کی طرف میلان نہیں رکھتے تھے۔ یہ اسی طرح ہے کہ آج کے زمانے میں کوئی بندہ روایت خلف عن حمزہ کو اپنا معمول تلاوت بنالیتا ہے، تو گویا کہ یہ اس کا اختیار ہے۔ اسی طرح آج کل ماہرین قراءات، جو تمام قراءات اور روایات کو ہی جانتے ہیں، ان کے ہاں بسا اوقات اپنی تلاوتوں کے اندر بعض لہجات زیادہ پسندیدہ ہوتے ہیں، مثلاً مروجہ محافل قراءات میں عام قراء روایت خلف، جبکہ بعض روایت ورش کو زیادہ پڑھتے ہیں۔

اختیار کا دوسرا مفہوم یہ ہے کہ آپ مختلف روایات کو ملا جلا اور جمع کر کے ایک نیا اختیار ترتیب دے دیں۔ آئمہ عشرہ نے عام طور پر دوسری قسم کے اسالیب تلاوت اختیار فرمائے ہیں، البتہ امام ورش رحمہ اللہ جب امام نافع رحمہ اللہ کے پاس مدینہ تشریف لائے تو انہوں نے جو قراءات پہلے سے اپنے وطن مصر میں پڑھ رکھی تھی، وہ امام نافع رحمہ اللہ پر پیش فرمائی۔ چونکہ امام نافع رحمہ اللہ نے اپنے بعض مشائخ سے یہ اختیار پہلے ہی پڑھا ہوا تھا، چنانچہ ان کو اجازت دے دی۔ المختصر امام ورش رحمہ اللہ کی جو روایت ہے وہ امام نافع کا نیا ترتیب شدہ اختیار نہیں تھا بلکہ پہلی قسم کا اختیار تھا، جبکہ امام قالون رحمہ اللہ نے امام نافع رحمہ اللہ کا نیا ترتیب شدہ اختیار نقل فرمایا ہے۔

اختیارات کی تعریف واضح ہوجانے کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس موضوع پر بحث کر لی جائے کہ ان آئمہ کو یہ حق اختیار کس نے دیا اور کیا ہم بھی آئمہ متقدمین کی طرح کوئی نیا اختیار بنا سکتے ہیں؟

پہلے سوال کا سادہ جواب یہ ہے کہ یہ حق اختیار ان کو قرآن مجید اور احادیث رسول نے دیا۔ قرآن مجید کے حوالے سے میں نے یہ بات اس لیے کی کہ پہلے گذر چکا ہے کہ آیت: یرید اللہ بکم الیسر کے ضمن میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی مختلف قراءات نازل فرمائیں، چنانچہ احادیث نبویہ میں اسی پس منظر میں آپ نے ارشاد فرمایا: أنزل القرآن على سبعة أحرف كلُّها شاف كاف فاقروا ماتيسَّر [بخاری: ۴۹۹۲]۔ اللہ کے رسول ﷺ کا اپنے صحابہ کو اجازت دی تھی کہ منزل من اللہ حروف وقراءات میں سے جو صحابی جس طرح چاہئے اپنے سہولت اور ذوق وپسند کے مطابق انداز تلاوت اختیار کرسکتا ہے، یہی وجہ ہے کہ صحابہ کے زمانے میں سینکڑوں ترتیباتِ تلاوت (اختیارات) وجود میں آچکے تھے۔ تابعین کے دور میں بھی اسی طرح نئے نئے سیٹ (اختیارات) وجود میں آتے رہے، حتیٰ کہ آئمہ عشرہ اور تبع تابعین کا دور آ گیا۔ آئمہ عشرہ کے زمانہ میں بھی بے شمار انداز تلاوت موجود تھے، لیکن اس دور میں ہمتیں جب کم ہوگئیں اور لوگوں نے دیگر علوم کی طرح علم قراءات کو بھی بعض اشخاص کی نسبت سے ہی اخذ کرنا اور پڑھنا شروع کردیا تو بعد ازاں آئمہ عشرہ کے اختیارات ہی امت میں رائج ہوگئے اور اب پچھلی بارہ صدیوں سے امت میں یہی اسالیب تلاوت رائج ہیں۔

اب سوال کے تیسرے حصے پر بحث کرتے ہیں کہ ہماری رائے کے مطابق یہ بات ٹھیک ہے کہ اگر آئمہ قراءات کو حق اختیار نصوص شریعت نے دیا تھا تو نصوص شریعت چونکہ ابدی ہیں، اس لیے بعد کے زمانوں میں بھی خلط قراءات کرتے ہوئے نیا اختیارِ قراءات بنانے کی بہرطور گنجائش ہے، جسے سلفِ امت سے کسی صورت خاص نہیں کیا جاسکتا، لیکن اس اجازت کے باوجود ہم عرض کریں گے کہ یہ بات تو روز اَزل سے طے تھی کہ شرعی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تسہیلات کو کسی زمانہ سے خاص نہیں کیا جاسکتا، لیکن اس سوال کے سامنے کی کیا وجوہات ہیں۔ دراصل اس قسم کے سوالات کے پیدا ہونے کا ایک پس منظر ہے اور وہ یہ کہ آئمہ عشرہ کے بعد لوگوں نے بالعموم قراءات کے اندر وابستگی اور توجہ نہیں رکھی، بلکہ تساہل اور طبعی کسولت کی بنا پر آئمہ قراءات کی قراءات پر ہی اکتفاء کرلیا اور یہی وجہ ہے کہ بعد ازاں اللہ نے قرآن سے وابستگی کے انعام کے طور پر انہی آئمہ کو مقام امامت پر فائز فرماتے ہوئے ان کے اختیارات اور طے کردہ ترتیباتِ تلاوت کو امت میں جاری فرمایا کہ امت پچھلے کئی سو سال سالوں سے بالاتفاق انہی اختیارات پر اکتفا کیے بیٹھی ہے، چنانچہ اگر کوئی آدمی ان آئمہ عشرہ کی طرح قرآن کریم میں کمال پیدا کرتا ہے اور علم قراءات کے ساتھ انتہائی وابستگی اختیار کرتا ہے تو اس کے لیے کوئی ایسی ممانعت نہیں ہے کہ وہ اپنا نیا اختیار ترتیب نہ دے، لیکن یہ بات قطعاً مناسب نہیں ہوگی کہ وہ لوگ جو قرآن مجید کے ساتھ ادنیٰ تعلق رکھتے ہوں اور اس کے علوم کے ساتھ ان کی وابستگی انتہائی محدود ہو اور قرآن مجید کی تلاوت واداء اور درس و تدریس میں انہوں نے معمولی حصہ صرف کیا ہو تو انہیں بہرحال نیا اختیار بنانے سے بچنا چاہئے، کیونکہ انہیں قرآن مجید کی تلاوت واَداء میں وہ کمال حاصل نہیں کہ جو اس قسم کی تسہیلات سے مستفید ہونے کے لیے بہرحال ایک ضروری امر ہے۔ اس قسم کے لوگوں کے لیے مناسب یہی ہے کہ وہ پہلے سے اختیار شدہ اختیارات کو معمول بنائیں۔

اس بات کی مثال یوں سمجھیں کہ فقہ میں تقلیدِ آئمہ کے معمول بن جانے کا ایک پس منظر ہے۔ اجتہاد کے حوالے سے یہ بحث کہ کیا اجتہاد کا دروازہ آج بھی کھلا ہوا ہے؟ یہ سوال اس لیے پیدا ہوا کہ متاخرین نے بالعموم متقدمین کے طرح شریعت اور اس کے علوم سے جب وابستگی اختیار نہیں کی تو جمہور اہل علم نے اجتہاد کے دروازے کے بند ہونے کا فتوی جاری کردیا، لیکن اس کا قطعاً یہ مطلب نہیں تھا کہ نبوت کی طرح منصب اجتہاد کا خاتمہ بھی ان آئمہ فقہاء پر ہوگیا۔ یہ علوم چونکہ کسبی ہیں اور ان کا ایک نصاب موجود ہے، چنانچہ جس شے کا نصاب ہو تو کسب کی کمی کا اِزالہ کرتے ہوئے اگر محنت ولگن کے ساتھ متقدمین کی طرح علم میں کمال حاصل کرلیا جائے تو تمام آئمہ کے اجتہاد کرنے کی اجازت ہے۔ بس یہی معاملہ قراءات کے سلسلہ میں سمجھنا چاہیے۔ نیا اختیار بنانا جائز ہے یا نہیں اس پر نظر کرنے کے بجائے اس پر توجہ ہونی چاہیے کہ ہمارا علم قراءات سے تعلق اور وابستگی کس قدر مضبوط ہے؟

سوال نمبر ۹: آپ ﷺ اور صحابہ کی قراءات (اختیارات) کون کون سی تھیں؟ مثلاً عبداللہ بن مسعود، اُبی بن کعب، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم صحابہ میں بہت بڑے قاری تھے، لیکن یہ کون سی قراءات پڑھا کرتے تھے؟

جواب: صحابہ کی قراءات، بنیادی طور پر صحابہ کے اختیارات ہیں۔ جس صحابی اور جس امام نے اپنی سہولت اور ذوق کے مطابق جس انداز کو اپنی تلاوت کے لیے اختیار فرمایا، بعد میں اس کی نسبت اسی کی طرف ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ عبداللہ بن مسعود، ابی بن کعب، سعد بن ابی وقاص یا حضرت عائشہ اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہم وغیرہ صحابہ کے ہاں جو جو اندازِ تلاوت رائج تھا، بعد ازاں وہ انہی کی نسبت سے قراءۃ عبداللہ بن مسعود، قراءۃ ابی بن کعب، قراءۃ سعد بن ابی وقاص، قراءۃ عائشہ اور قراءۃ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہم کے نام سے معروف ہوا۔ صحابہ کے ان اختیارات کو معلوم کرنے کا ہمارے پاس ذریعہ وہ اَحادیث اور بعض کتب قراءات ہیں، جن میں بعض صحابہ کی نسبت سے بعض حروف وقراءات منقول ہیں۔ اُمت میں جو قراءات متواترہ چلی آرہی ہیں، وہ آئمہ عشرہ کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قراءات ہی ہیں۔ آئمہ عشرہ کے اختیارات تو درس و تدریس کے اندر معمول بھی ہیں اور معروف بھی ہیں، جبکہ صحابہ، تابعین اور بعض دیگر اصحابِ اختیار کے اختیارات آج بھی ان کتب میں موجود ہیں جو صرف لائبریریوں کی زینت ہیں۔ ان میں کافی ساری تصنیفات ایسی بھی ہیں، جو برسہا برس سے توجہ نہ ملنے کی وجہ سے مخطوطات کی صورت میں محفوظ ہیں۔ ان مخطوطات کی حفاظت کا اہتمام بھی عام مکتبات میں موجود نہیں، بلکہ صرف بعض انٹرنیشنل لائبریریوں اور ماہرینِ فن کے ذاتی کتب خانوں میں ملتا ہے۔ ان مخطوطات میں نبی کریم ﷺ اور بعض قراء صحابہ رضی اللہ عنہم کے ذاتی اختیار کے بارے میں بھی بعض کتب موجود ہیں۔ قراءات کے مشہور امام ابو عمر حفص الدوری رحمہ اللہ، جن کی روایت سوڈان، صومالیہ وغیرہ میں آج کل بھی رائج ہے، کی تصنیفِ خاص، جو حال ہی میں مطبوع ہو کر منظر عام پر آئی ہے، میں مؤلف موصوف نے رسول اللہ ﷺ کے اندازِ تلاوت کو موضوعِ بحث بنا کر آپ کے مجموعہ ہائے اختلافاتِ تلاوت کو حتی المقدور جمع کرنے کی سعی فرمائی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام دوری رحمہ اللہ نے اس کتاب کا نام جزء فيه قراءات النبي ﷺ تجویز فرمایا ہے۔ امام دوری رحمہ اللہ نے اس تصنیفِ انیق میں وہ تمام قراءات جمع فرمائی ہیں، جو انہوں نے اپنی ذاتی سند کے ساتھ، اپنے اساتذہ سے اَخذ کی ہیں۔

سوال نمبر ۱۵: نبی اکرم ﷺ کے ارشاد «اقروا كما عُلِّمتم »[ابن حبان:۷۴۳] کا مطلب تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا حکم یہ تھا کہ ہر صحابی اسی طرح پڑھے جس طرح اس کا استاد پڑھائے، تو قراءات اختیارات کیسے ہوئیں؟

جواب: نبی کریم ﷺ کے ارشاد اقرؤا كما عُلِّمتم[ابن حبان:۷۴۳] کا جب تک پس منظر سامنے نہ رہے، تب تک اس کی تفسیر اور وضاحت کے اندر اختلاف ہوتا رہے گا۔ جو بات ہم اس فرمان سے سمجھتے ہیں وہ یہ بات ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے اس ارشادِ مبارک کا ایک پس منظر ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ متعدد روایات میں صحابہ کے مابین مختلف قراءات کی قبولیت کے سلسلہ میں جو اختلاف سامنے آیا تو اس سلسلہ میں آپ ﷺ نے دیگر ارشادات کے ہمراہ جو ایک اُصولی راہنما ارشاد فرمایا وہ یہ تھا کہ ہر آدمی بجائے اس کے کہ اس بحث میں پڑے کہ کون سی قراءۃ زیادہ بہتر ہے اور کون سی کم بہتر ہے یا کونسی قراءت صحیح ہے اور کون سی غلط، وہ اس بحث میں پڑنے کے بجائے اپنے استاد سے جس طرح پڑھا ہے اسی کے مطابق تلاوت کرتا رہے۔ چنانچہ اقروا كما عُلِّمتم[ابن حبان:۷۴۳] سے بنیادی طور اللہ کے رسول ﷺ کی مراد یہ تھی کہ لوگ ایک دوسرے کے اندازِ تلاوت میں پڑنے کے بجائے اپنے اساتذہ سے اَخذ شدہ اسلوب کے مطابق پڑھیں۔ اس کی روشنی میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ بعد ازاں علم قراءات کے آئمہ کبار نے اپنے بے شمار اساتذہ سے جو کچھ پڑھا اسی کے پابندی کرتے ہوئے اپنے انداز تلاوت ترتیب دیئے۔ مثلاً امام نافع رحمہ اللہ کے قراءات میں ستر اساتذہ تھے اور امام نافع نے اقرء وا كما عُلِّمتم [ابن حبان:۷۴۳] کی رعایت کرتے ہوئے اپنے ستر کے ستر اَساتذہ سے جو کچھ پڑھا، اسی میں سے تمام کو لیتے ہوئے اپنا ایک اندازِ تلاوت متعین کیا اور وہ اس انداز کے مطابق ہی اپنے تلامذہ کو پڑھایا کرتے تھے۔ ان کا جو انداز تلاوت تھا اس میں کسی بھی جگہ اپنے اساتذہ اور مشائخ سے حاصل کردہ قراءات سے انحراف نہیں تھا، ماسوائے اس کے تمام کو ملا کر ایک نیا اختیار وجود میں آیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مزید برآں واضح رہے کہ قرآنِ مجید کے حوالے سے یہ سوال جو کیا گیا ہے کہ اگر قراءات میں عملاً خلط ہوا ہے تو کیا قرآن مجید اپنی اصلی شکل میں موجود ہے؟ تو اس کا جواب ہماری پیچھے گزری گفتگو کی روشنی میں یہ ہے کہ قرآن مجید رسول اللہ ﷺ پر اُترا تھا اور آپ نے اپنے صحابہ تک اسے پہنچایا، صحابہ نے اپنے شاگردوں اور پھر ان کے تلامذہ نے اسے آگے پہنچایا۔ قرآن مجید تو حتمی طور پر اس ساری روایت کے اندر موجود ہے۔ البتہ ہمارے علم کی حد تک یہ بات متعین کرنا مشکل ہے کہ نزول کے وقت قرآن کریم کے جو سات اسلوب سبعہ احرف کی صورت میں موجود تھے، بدون اختلاط وہ اپنی اصلی صورت میں کہاں ہیں؟ لیکن چونکہ ان سات اندازوں کی بعینہٖ حفاظت مقصود بھی نہ تھی، کیونکہ تمام حروفِ سبعہ محفوظ صورت میں قراءات میں موجود ہیں اور شرعی سہولت کے موافق آپ جس طرح آسانی خیال کریں پڑھ لیں، بھی موجود ہے، چنانچہ ان حروفِ سبعہ کو تو محفوظ کیا گیا ہے لیکن ان کی داخلی تعیین کی حفاظت کا اہتمام نہیں کیا جا سکا۔ بلکہ جس طرح رسول اللہ پر نازل شدہ سبعہ اسالیب قراءات کا علم نہیں، اسی طرح بعد ازاں صحابہ وتابعین اور آئمہ عشرہ کے اساتذہ تبع تابعین کے ترتیبات تلاوت کو بھی متعین کرنا شائد بہت مشکل ہو، کیونکہ جب تک امت میں نئے اختیارات کا سلسلہ جاری رہا، تب تک ہر نئے آنے والے نے اپنا نئے انداز کو جب ترتیب دیا تو پچھلے کو محفوظ نہیں کیا۔ البتہ جب ان اَئمہ عشرہ کے اختیارات کو اُمت نے قبول کرلیا اور پھر متاخرین میں ان کا متفقہ تعامل جاری ہوگیا، تو اب صرف ان ائمہ عشرہ کے اختیارات کی تعیین ممکن ہے۔ بہرحال ہم خلاصۃً کہہ سکتے ہیں کہ منزل من اللہ قرآن مجید کے تمام اسالیب تو بنیادی طور پر ان موجودہ قراءات عشرہ میں مکمل طور پر محفوظ ہیں اور کوئی ایک حرف یا حصہ بھی حذف یا آگے پیچھے نہیں ہوا، البتہ یہ بات ٹھیک ہے کہ سبعہ احرف کا ہر ہر حرف مفصل اور متعین طور پر بیان نہیں کیا جا سکتا۔

سوال نمبر ⑪: تحریرات کیا ہیں؟ قراءاتِ عشرہ سے ان کی مناسبت کیا ہے؟ نیز فن قراءات میں ان کا مقام کیا ہے؟

جواب: قراءات عشرہ کے بارے میں یہ بات معلوم ہے کہ یہ قراءات آئمہ عشرہ کے اختیارات ہیں، جو بارہ صدیوں سے اُمت میں بطورِ تلاوت متفقہ طور رائج ہیں، نیز بطورِ تلاوت ان کو قبولیت عامہ حاصل ہوجانے کے سبب بعد ازیں نئے اختیارات کا سلسلہ انتہائی محدود ہوگیا۔ یہ قراءات بعد کے زمانوں میں پچھلے ایک ہزار سالوں سے بدون اختلاط روایت کے ذریعے منتقل ہورہی ہیں۔ علم تحریرات اس چیز کا نام ہے کہ آئمہ عشرہ کی نسبت سے جو چیزیں آج قراءات کی کتابوں میں بیان کی جاتی ہیں، ان کے متعلق یہ نکھار اور وضاحت کی جائے کہ روایات میں کہاں کہاں اختلاطِ طرق ہوگیا ہے، چنانچہ تحریرات کے ضمن میں تقریبا تمام محررین اس بات پر متفق ہیں کہ تحریرات بنیادی طور پر روایات وطرق میں ترکیب واختلاط کے نکھار کا نام ہے۔ خلطِ قراءات کے حوالے سے بعض اہل علم نے یہاں یہ بحث پیدا کی ہے کہ اگر تحریرات بنیادی طور پر قراءاتِ آئمہ میں اختلاط کے حوالے سے نکھار کے اوپر بحث کرتی ہیں تو پھر اس کو کوئی علم قرار دینا قطعی طور پر صحیح نہیں ہونا چاہیے، کیونکہ دین میں خلط قراءات کی صراحۃً اجازت ہے۔ ہماری رائے میں اس حوالے سے دونوں رویوں میں افراط وتفریط موجود ہے۔ وہ اہل علم جو اختیاراتِ قراء کے ضمن میں خلطِ قراءات کو جائز قرار دیتے ہیں اور اس کی روشنی میں نئے اختیارات بنانے کی گنجائش دیتے ہیں، ان کی نظر میں علم تحریرات میں بنیادی طور پر خلط قراءات سے منع کرنا محل نظر ہوا ہے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور انہوں نے کہا کہ اس پہلو سے علم تحریرات کا موضوع بالکل غیر صحیح ہے، کیونکہ تا قیامت نیا اختیار بنانا اور مختلف قراءتوں کو ملا جلا کر پڑھنا جائز ہے۔ان لوگوں کے بقول علم تحریرات کو ایک مقام دینا تو کجا، تحریرات بذات خود اختیارات ہی کے قبیل کی ایک چیز ہے۔ان لوگوں کے دعوے کے مطابق مدارس میں قراءات کے سلسلہ میں جو معروف کتابیں یعنی شاطبیہ، درہ اور طیبہ وغیرہ کو بغیر تحریرات کے پڑھانا چاہئے۔اس کے بالمقابل وہ حضرات، جن کے ہاں اختیارات قراء کی بحث سے قطع نظر مسئلہ خلطِ قراءۃ کے سلسلہ میں شدت پسندانہ موقف پایا جاتا ہے، وہ علم تحریرات کے بارے میں شدید رائے رکھتے ہیں۔ ہماری رائے میں مسئلہ خلطِ قراءات کی وضاحت مثبت طور پر ہونا ضروری ہے۔خلط قراءات کے مسئلہ کی دو جہتیں ہیں۔ایک جہت کا تعلق مسئلہ اختیارات سے ہے اور دوسری جہت کا تعلق مسئلہ علم تحریرات سے ہے۔مسئلہ اختیارات کی حد تک تو خلط قراءات میں کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ جب تک خلط قراءات کی گنجائش نہیں دی جائے گی تب تک نئے اختیار کی اجازت دی ہی نہیں جاسکتی، چنانچہ اگر کوئی آدمی نئے اختیارات بنانے کے حوالے سے مختلف قراءتوں کو خلط کر کے ایک نیا اختیار ترتیب دیتا ہے تو اس میں کسی قسم کے حرج کی بات نہیں ہے، البتہ اس بارے میں ہم نے پیچھے اپنا رجحان یہ پیش کیا تھا کہ نیا اختیار بنانے کی عوام الناس کے لیے تو قطعاً کوئی گنجائش نہیں، جبکہ اہل فن کے لیے بھی نئے اختیار کی ہم حوصلہ افزائی نہیں کرتے، لیکن خلط کے جواز میں بلا شک وشبہ کوئی کلام نہیں۔ رہا علم تحریرات کے اندر خلط قراءات کا مسئلہ، تو یہاں خلط انتہائی غیر مناسب ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ علم تحریرات کا اختیارات قراء کی بحث سے کوئی تعلق نہیں، کیونکہ قراء عشر کے بعد بالعموم اختیارات کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے۔اب لوگ انہی قراء عشر کی مرویات کو بالاتفاق نقل کر رہے ہیں۔علم تحریرات بنیادی طور پر ان قراء عشرہ کی مرویات میں طرق کے نکھار کا نام ہے، چنانچہ اگر کوئی آدمی ان قراء عشر کی قراءات وروایات کا التزام کر کے پڑھ رہا ہے، مثلاً وہ روایت ورش یا روایت حفص یا روایت قالون کا التزام کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں امام حفص رحمہ اللہ کی روایت پڑھوں گا، اب اگر وہ امام حفص رحمہ اللہ کی روایت میں کسی ایسی شے کو داخل کر کے پڑھے جو ان سے ثابت نہ ہو تو یہ کذب فی الروایہ کی وجہ سے ناجائز ہے۔اس مسئلے میں اگر زیادہ بے احتیاطی ہو تو اس کو اہل علم انتہائی معیوب قرار دیتے ہیں، لیکن اگر یہ زیادہ اساسی چیزوں پر مبنی نہ ہو، بلکہ تفصیلات میں جا کر ذیلی چیزوں میں جا کر اختلاط کیا جائے اہل فن کے ہاں یہ چیز بھی بہرحال عیب کی بات ہے کہ وہ ایک مسئلے کے اندر بغیر تحقیق کے کوئی روایت پڑھیں، البتہ عوام الناس یا مبتدی طلبہ کے لیے اس کی گنجائش ہے۔خلاصہ ہم دوبارہ ذکر کیے دیتے ہیں کہ مسئلہ اختیارات کے ضمن میں تو عوام الناس کے لیے نیا اختیار بنانے یا خلط قراءات کرنے کی سرے سے کوئی گنجائش موجود نہیں ہے، البتہ اہل علم کے لیے نیا اختیار بنانا جائز ہے اور اس پہلو سے خلط کرنے کی کوئی قباحت نہیں ہے۔ رہا مسئلہ علم تحریرات کا تو اس بارے میں خلط قراءات کی وضاحت یہ ہے کہ ائمہ عشرہ کی روایات یا ان کے ذیلی طرق کے حوالے سے ہم کوئی چیز اگر پڑھنا چاہیں تو بغیر اختلاط کے پڑھنا اہل علم اور محققین کے لیے ایک زیور کے مانند ہے اور ان کا اُن لوگوں سے جو اس علم کے اندر تحقیقی مقام نہیں رکھتے سے امتیاز ہونا چاہیے، جبکہ جو لوگ اس فن میں مبتدی ہیں ان کے لیے بہرحال یہ چیز عیب دار نہیں ہے۔ ماہنامہ 'رشد' کے زیر نظر شمارے میں اس موضوع پر ایک مستقل مضمون بعنوان 'مسئلہ خلط قراءات اور علم

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تحریرات کا فی مقام، شامل اشاعت ہے، تفصیل کے شائقین اس طرف رجوع کر سکتے ہیں۔

سوال نمبر ۱۲: کیا کلام الٰہی میں اختلاف ہوسکتا ہے؟ اگر نہیں تو قراءاتِ قرآنیہ میں اختلاف کیوں ہے؟

جواب: قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافاً كَثِيْرًا﴾[النساء:۸۲] اس اختلاف سے مراد تضاد کا اختلاف ہے، جو منزل من اللہ میں ہو نہیں سکتا اور جو اختلاف منزل من اللہ ہوتا ہے وہ تو وحی پر مبنی ہوتا ہے۔ اس کی بہت سی مثالیں ہیں۔ فقہ واُصول فقہ میں محکوم فیہ کے تعین کے اعتبار سے واجب کی اقسام یعنی واجب معین اور واجب مخیّر کے تحت دی جانے والی تمام امثلہ اسی قبیل سے تعلق رکھتی ہیں۔ واجب مخیّر یا واجب غیر معین کی صورت یہ ہوتی ہے کہ اللہ کی طرف سے مکلّف کو دو دو، تین تین اختیارات دیئے گئے ہوتے ہیں، مثلاً کہا جاتا ہے کہ قسم کے کفارہ میں تین چیزوں میں سے کوئی کرلی جائے تو اس کا اختیار ہے۔ اب اس قسم کا اختلاف تو اللہ تعالیٰ نے خود دین میں رکھا ہے، چنانچہ یہ اختلاف وہ والا اختلاف نہیں جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ﴿ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافاً كَثِيْرًا﴾[النساء:۸۲] بلکہ اسے تو اختلاف کہنا ہی نہیں چاہیے، کیونکہ اس اختلاف کو تو اللہ تعالیٰ نے آسمانوں سے وحی کی صورت میں اتارا ہے اور ایسا اختیار تو شارع عام طور پر سہولت کے لیے دیتا ہے۔

اس آیت سے مراد وہ اختلاف ہے جو کہ ایک عاقل آدمی کی کلام میں تضاد کے قبیل سے تعلق رکھتا ہے، رہا ایک متکلم اگر اپنی بات کو مختلف اَسالیب اور الفاظ کے متعدد چناؤ کے ساتھ ذکر کرتا ہے اور ان تمام اَسالیب والفاظ میں اختلاف محض لفظی ہے تو اسے عقلاء قطعاً اختلاف نہیں کہتے۔ ایسا اختلاف کلام کرنے والوں کی زبانوں میں عام ہے۔ علم الروایہ میں عام طور پر اس قسم کی روایت بالمعنی شمار ہوتی ہے، جس کے الفاظ میں تھوڑا بہت اختلاف فطری طور موجود ہوتا ہے۔ خود اللہ تعالیٰ نے اپنی مبارک کلام میں متعدد مقامات پر الفاظ کے فرق کے ساتھ کلام کی ہے، لیکن تمام اَسالیب والفاظ کے اختلاف باوجود معنی میں کوئی فرق نہیں، جیسے قصہ موسیٰ۔

اللہ تعالیٰ کی کلام یعنی قرآن اور قراءات قرآنیہ میں اختلاف تضاد ممکن نہیں اور یہی اس کلام کی حقانیت کی اعلیٰ دلیل ہے۔ البتہ انسانوں کے کلام میں بسا اوقات تضاد ہوتا ہے، جسے انسان اپنی کمزوری کے باعث محسوس نہیں کر پاتا۔ یہی وجہ ہے کہ جب منزل من اللہ حروف وقراءات میں لوگوں نے بحث ومباحث اور اختلاف کیا تو امام بخاری کی عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق آپ ﷺ سخت ناراض ہوئے اور غصے سے آپ ﷺ کا چہرہ مبارک سرخ ہوگیا، آپ نے فرمایا: « فإنما هلك من كان قبلكم بالاختلاف » [مسند احمد:۱/۴۰۱] ''یعنی اختلاف مت کرو، کیونکہ تم سے پہلے لوگ اسی اختلاف کی وجہ سے تباہ ہوئے۔''

صحابہ میں قراءتوں کے ضمن میں جو اختلاف ہوا وہ ایسا تھا کہ جس کی نسبت سے اللہ تعالیٰ نے پچھلی قوموں کی تباہی کی بنیادیوں بیان فرمائی: ﴿أَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ﴾[البقرہ:۸۵] کہ جو چیز اللہ تعالیٰ نازل کرتے تو بنی اسرائیل ان کے ماننے میں اختلاف کر بیٹھتے۔ ایسا اختلاف گناہ کبیرہ ہے، بلکہ اگر شعور کے ساتھ ہو تو کفر ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے اسی لیے قراءتوں کی قبولیت کے سلسلہ میں فرمایا: «فإن المُرَاءَ فيه القرآن كفر»[مسند احمد:۴/۲۰۴،۲۰۵] یعنی اگر تم ایسا اختلاف کرو گے تو یہ کفر اکبر ہے۔ عبداللہ بن

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مَنْ كَفَرَ بِحَرْفٍ منه فَقَدْ كَفَرَ بِهٖ كُلِّهٖ[تفسیر الطبری:۱/۵۴] یعنی جس نے حروف سبعہ میں اختلاف کرتے ہوئے ایک بھی حرف کا انکار کیا اس نے تمام کا انکار کیا۔یہی وجہ ہے کہ حضرت عثمان کے زمانہ میں جب لوگوں میں قراءات قرآنیہ میں اس قسم کا اختلاف ظہور پذیر ہوا تو حضرت عثمان نے اسی اختلاف کو ختم کرنے کے لیے مصاحف حکومتی نگرانی میں لکھوا کر مختلف علاقوں میں بھجوائے تاکہ اختلافِ منزل کا درست تعین ہو سکے اور لوگوں میں مذکورہ قبیل کے اختلاف کا خاتمہ ہو سکے، چنانچہ عثمانی مصاحف سبعہ احروف کے تمام اختلاف کو شامل تھے اور ان مصاحف کے سامنے آنے کے بعد امت میں بالاتفاق قرآن یا قراءات قرآنیہ کے ثابت ہونے کے ضابطہ میں طے ہوگیا کہ جو اختلافِ قراءات رسم عثمانی کے مطابق نہ ہو وہ غیر نازل شدہ ہے، جس سے احتراز واجب ہے۔الغرض قراءات قرآنیہ کا اختلاف تیسیر کی غرض سے اللہ تعالیٰ نے آسمانوں سے اتارا۔اسی فقہی اصطلاح میں واجب مخیّر کی طرح اختلاف مخیّر بھی کہا جاسکتا ہے۔

واجب مخیّر یا اختلاف مخیّر کے قبیل کے احکام کے بارے میں بعض لوگوں نے ایک بڑی عجیب بات اٹھائی ہوئی ہے کہ اللہ کی طرف سے جو چیز بطور سہولت نازل ہوئی ہے ان میں اصل حکم ایک ہی ہوتا ہے، باقی رخصت ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اصل قرآن کریم ایک ہی تھا باقی چھ اسالیب تلاوت کی اجازت دراصل بطور رخصت دی گئی تھی، چونکہ یہ رخصت تھی اس لیے اب مشکل باقی نہیں رہی چنانچہ یہ رخصت بھی ختم ہوگئی۔

یہ بات کئی وجوہ سے غلط ہے، مثلا پہلی بات تو یہ ہے کہ حدیث سبعہ احرف میں صراحت ہے کہ «أنزل القرآن» یعنی قرآن مجید میں یہ ساتوں اَسالیب منزل من اللہ ہیں۔اسی طرح صحابہ میں قراءتوں کے ضمن میں پیش آنے والے اختلافات کو آپ نے هكذا أنزلت ، هكذا أنزلت [بخاری:۴۹۹۲] کے الفاظ ارشاد فرما کر اسے نازل شدہ بھی قرار دیا اور بطور دین قبول کرلیا۔دوسری بات یہ کہ اب چونکہ مشکل ختم ہوگئی ہے، چنانچہ اب چھ رخصتوں کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ختم کر دیا یا ہمیں ختم کر دینا چاہیے۔یہ بات اس لیے غلط ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو رخصت بطورِ قرآن اتری ہے، اس کو قیامت تک کوئی ختم نہیں کرسکتا، جب تک کہ اللہ تعالیٰ اس کو ختم نہ کرے۔اس بات کی دلیل کے لیے واجب مخیّر کو بطور مثال سمجھ لیں کہ اگر قسم کے کفارہ میں تین باتوں کی رخصت اللہ کی طرف سے دی گئی ہے تو اگر ساری اُمت بالاتفاق کہے کہ اب ہمیں دو رخصتوں کی ضرورت نہیں ہے، اس لیے ہم قرآن وحدیث سے دو کو ختم کر دیتے ہیں یا دین سے نکال دیتے ہیں، تو کیا خیال ہے کہ اس کی کوئی گنجائش ہے؟ تو جب اس کی گنجائش نہیں ہے تو سات حروف جو اللہ کی طرف سے اترے ہیں، اگر یہ اختلاف منزل من اللہ ہے اور ﴿وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ﴾[النساء:۸۲] کے قبیل سے نہیں ہے تو پھر اس اختلاف میں سے تو ایک لفظ ختم کرنا اُمت کے کسی آدمی کے بس کی بات نہیں ہے۔پوری امت بھی اس رخصت کو ختم نہیں کرسکتی، جو دین نے باقی رکھی ہے۔نسخ تو اللہ کے رسول بھی خود نہیں کرسکتے بلکہ جو شریعت بھیجنے والا ہے اسی کی طرف سے آپ نسخ کا حکم لاتے ہیں۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى﴾[النجم:۳] اگر رسول اللہ ﷺ ایک چیز کا نسخ نہیں کرسکتے تو سارے صحابہؓ بھی مل کر کیسے کر سکتے ہیں۔ اس سلسلہ میں ہمیں سمجھانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے انتہائی انداز اختیار کرتے ہوئے اپنے رسول کی زبان

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے کھلوایا:﴿وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلَ، لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ، ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ، فَمَا مِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِيْنَ﴾[الحاقه:۴۴]

مزید برآں یاد رہے کہ نسخ کے بارے میں علمائے اصول کا اتفاق ہے کہ رسول اللہ کی وفات کے بعد نسخ نہیں ہوسکتا، کیونکہ نسخ کا تعلق وحی سے ہے اور آپ کے اس دنیا سے رحلت فرمانے کے بعد وحی کا انقطاع ہو چکا ہے۔ کتب اُصول میں صراحت ہے کہ والاجماع لیس بناسخ یعنی ساری اُمت بھی مل جائے تو کسی شرعی حکم کا نسخ نہیں کرسکتی۔ البتہ کسی حدیث کے مفہوم کے خلاف اجماع اُمت اگر ثابت ہو جائے تو اُصولیوں کے ہاں اس کی توجیہ یوں کی جاتی ہے کہ اجماع کسی ناسخ نص کی موجودگی کا قرینہ ہوتا ہے، جو بظاہر ہمارے سامنے نہیں ہوتی، لیکن اجماع خود ناسخ بہرحال کبھی نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عثمان یا صحابہ کرام کے بارے میں اس قسم کا عقیدہ رکھنا کہ منزل من اللہ اختلاف قراءات قرآنیہ کو انہوں نے ختم کر دیا تھا، انتہائی بدعقیدتی پر مبنی ہے، بلکہ اس پہلو سے تو یہ نظریہ کفر پر مبنی ہے کہ اللہ تعالیٰ حفاظت قرآن کے مدعی ہیں اور ان کی صفت 'شہید' اور صفت 'المومن' کے باوجود ہمارے یہ کرم فرما ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ سب کچھ ہوگیا اور نعوذ باللہ، اللہ تعالیٰ کو علم بھی نہ ہوسکا۔ یاد رہنا چاہیے کہ یہی الزام تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں نے ان پر لگا کر ان کو شہید کیا تھا۔

المختصر اختلافِ قراءات سے مراد تنوع اور کا اختلاف ہے، تضاد کا نہیں ہے اور اگر کہیں نصوص شرعیہ بشمول قراءات قرآنیہ میں آپ کو اختلاف تضاد محسوس ہو تو بشرطِ صحت ایسا اختلاف ہمارے نقص فہم کی وجہ سے ہوگا، کیونکہ دین میں حدیث، قرآن یا قراءات قرآنیہ کا باہمی اختلاف تضاد کا ہو ہی نہیں سکتا۔ دلیل اس کی ہے:﴿وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا﴾[النساء:۸۲] چنانچہ ایسی صورت میں ہمارا انکار کرنا یا قبولیت میں پس وپیش کرنا انتہائی خطرناک ہے کیونکہ اس قسم کے اختلاف سے رسول اللہ نے اُمت کو ڈرایا ہے۔

سوال نمبر ۱۳: کیا نبی کریم ﷺ کی تعلیم میں بھی اختلاف ہوسکتا ہے کہ مختلف لوگوں کو آپ نے مختلف طرح سے ایک چیز بتائی ہو؟

جواب: نبی کریم ﷺ کی تعلیمات خود اپنی ذات کی طرف سے کبھی بھی مختلف نہیں ہوتیں۔ آسمان سے جیسے آپ ﷺ کو وحی کی جائے گی ویسے ہی آپ ﷺ نے بتانا ہے۔ آپ رسول ہیں، آپ کا کام اپنی طرف سے اِضافہ کرنا نہیں ہے، بلکہ آپ ﷺ کو جو بتایا جاتا ہے وہی کام آپ نے آگے کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى﴾[النجم:۳] اگر آسمان سے ایک چیز میں رخصت اترے اور آپ کو کہا جائے کہ آپ کی اُمت کے لیے اس کو سات طرح پڑھنا جائز ہے تو رسول اللہ ﷺ اپنی اُمت کو سات چیزیں پہنچانے کے پابند ہیں، نہ کہ ہر بات ہر آدمی کو پہنچانے کے پابند ہیں۔ یہ نکتہ ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ آپ ﷺ نے ہر حکم ہر آدمی کو نہیں پہنچایا، بلکہ صورتِ حال یہ درپیش رہی کہ جس کو جو مسئلہ درپیش ہوا اس کو بتا دیا۔ بعض لوگوں کو کئی اہم چیزوں کا علم نہیں ہوسکا، حتیٰ کہ آپ ﷺ کی وفات ہوگئی تو لوگوں کو بعد ازاں کئی احکامات کا علم ہوا۔ آپ کی ذمہ داری قرآن کے الفاظ میں یوں تھی:﴿يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ﴾[المائدہ:۶۷] آپ ﷺ نے اپنا حق رسالت اَدا فرما دیا۔ آپ کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعلیمات میں اگر اللہ کی طرف سے کوئی اختلاف (اختلاف سے مراد اختلاف مخیّر ہے) کی گنجائش تھی تو آپ ﷺ نے اس کی گنجائش بھی لوگوں تک پہنچائی ہے۔ چنانچہ قراءات قرآنیہ کی گنجائش میں اگر آپ ﷺ نے ایک صحابی کو ایک انداز، دوسرے کو دوسرا، تیسرے کو تیسرا اور چوتھے کو چوتھا انداز سکھایا تو اس میں حرج کی کیا بات ہے؟

یہاں تو افضل و غیر افضل کی بحث بھی نہیں ہے۔ قراءتوں کے اختلاف کے ضمن فرمایا: «كلهن شافٍ كافٍ» [نسائی:۹۴۱] یعنی جو مرضی پڑھ لو، بطورِ قرآن کفایت کر جائے گا۔ الغرض آپ نے مختلف لوگوں کو مختلف اندازوں سے پڑھایا۔ اگر آپ تمام کو ایک طرح پڑھاتے تب قراءتوں کا اختلاف اُمت تک منتقل نہ ہو پاتا اور اگر ساروں کو سارے اندازوں سے پڑھاتے تو حرج واقع ہوتا۔ البتہ آپ نے جس طرح بھی پڑھایا دیگر لوگوں کے لیے بمصداق «فاقرء وا ما تيسَّر» اِجازت موجود تھی کہ وہ منزل من اللہ اَسالیب میں سے کسی طرح بھی پڑھ سکتے ہیں۔ الغرض یہ سارے پہنچانے کے مختلف انداز ہیں اور آپ نے حقِ رسالت اَدا فرما دیا۔ دین کے آگے منتقل کرنے اور پہنچانے میں آپ ﷺ نے کون سا انداز اختیار کرنا ہے اس میں آپ اللہ کی طرف سے مکلّف نہیں تھے کہ آپ نے کس کو کیا سکھانا اور کسی دوسرے کو کیا۔ آپ نے بس پہنچا دیا، کیونکہ اصل کام آپ کا پہنچانا تھا۔ باقی رہا معاملہ یہ کہ عمر اور ہشام بن حکیم دونوں قریشی تھے اور دونوں کو دو مختلف انداز کیوں سکھائے، جبکہ نزول قراءات کا بنیادی مقصد قبائل کے لہجے کے مطابق گنجائش دینا تھا تو اس میں کوئی حکمت ہو سکتی ہے، لیکن اگر کوئی حکمت نہ بھی ہو تو بھی کوئی حرج کی بات نہیں۔ آپ ﷺ کا کام صرف پہنچانا ہے جو آپ نے بدرجۂ اتم پورا کیا ہے۔

اس قسم کے اعتراضات کے کئی جواب ہو سکتے ہیں مثلاً اس اشکال کی وضاحت بعض لوگوں نے یوں بھی کی ہے کہ سبعہ اَحرف یعنی سبعہ لغات کے ضمن میں مرادفاتِ لغات، جیسے حَتّٰی وَعَتّٰی، متنوع لہجات جیسے امالہ، ابدال، تسہیل وغیرہ اور بلاغت کے متعدد اَسالیب ووجوہ، جیسے اختلافاتِ غیب وخطاب وغیرہ تمام شامل ہیں اور روایت میں الفاظ یوں ہیں کہ ہشام بن حکیم بن حزام سورۃ الفرقان کو "حروفٍ كثيرة" میں پڑھ رہے تھے تو اس کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ متعدد حروف پر مشتمل ان کی تلاوت سبعہ احرف میں موجود بلاغت کے متعدد اسالیب کے اختلاف پر مشتمل ہو کہ آپ ﷺ نے کچھ وجوہ ہشام رضی اللہ عنہ کو سکھا دی ہوں اور کچھ عمر رضی اللہ عنہ کو سکھا دی ہوں، چنانچہ کوئی تعارض باقی نہ رہا۔ وہ حضرات جو قراءات قرآنیہ کے داخلی اختلافات کی متنوع نوعیّتوں سے واقف نہیں ہیں انہیں اس بات کو سمجھنے کے لیے سورۃ الفرقان میں موجود 'فرشی اختلافات' کا مطالعہ کرنا چاہیے، جس سے اس اختلاف کی نوعیت سمجھنا ممکن ہو سکے گا۔

سوال نمبر ۱۴: سبعہ اَحرف سے کیا مراد ہے؟ نیز بتائیں کہ دین تو واضح ہے تو یہ مسئلہ اس قدر معرکۃ الاراء کیوں ہے؟

جواب: اللہ کے رسول ﷺ جب دُنیا سے تشریف لے گئے تو اس سے قبل دین وہدایت سے متعلقہ ہر بات کی مکمل وضاحت پیش فرما کر ہی گئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے جس دین کو آپ ﷺ کے ذریعے صحابہ رضی اللہ عنہم کے لیے بھیجا اس کی کیفیت قرآن کے الفاظ میں یہ تھی: ﴿كِتَابٌ أُحْكِمَتْ آيَاتُهُ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَدُنْ حَكِيمٍ خَبِيرٍ﴾ [ھود:۱] یعنی اللہ نے جو دستور اتارا اس کی صفت یہ ہے کہ وہ بالکل دوٹوک ہے، ثم فصلت کا مطلب یہ ہے کہ وہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صرف دوٹوک ہی نہیں ہے، بلکہ مفصل بھی ہے۔ دوٹوک کا مطلب ہے: Clearcut اور مفصل کا مطلب ہے کہ اس میں وضاحت کا کوئی پہلو باقی نہیں رہا۔ نیز 'من لدن حکیم خبیر' میں غور کریں تو واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مِنْ نہیں فرمایا، بلکہ من لدن کہا۔ لدُن میں من کی بہ نسبت اختصاص کا مفہوم پایا جاتا ہے۔

اس دین میں ایسا دوٹوک بیان اور تفصیلی وضاحت اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ تھا کہ اپنے بندوں کو جس چیز کا مکلّف کرنا چاہتے ہیں وہ بندوں تک ایسی نوعیت اور کیفیت کے ساتھ پہنچے کہ اتمام حجت ہو جائے۔ ﴿لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ﴾[النساء:۱۶۵] تو حجت رسول کے بجائے اللہ تعالیٰ کی لوگوں پر قائم ہونی ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذمہ داری کو بہت خوب پیش فرمایا کہ رسول کو جو شریعت بطورِ دین دے کر بھیجی وہ أحكمت اٰيٰته ثم فصِّلت سے متصف ہے۔ پھر کلام میں مزید زور دیتے ہوئے اپنی ذات کی ذمہ داری کے پہلو کے بیان کے لیے فرمایا: من لَّدن حكيمٍ خبيرٍ کہ اس شریعت میں اَحکام وتفصیل میں کمال اس لیے ہے کہ جس خالق کی طرف سے اپنی مخلوق کی ہدایت کے لیے اسے بھیجا گیا ہے وہ خالق اپنی صفت خبیر کی وجہ سے مخلوق کے شخصی، طبعی، نفسیاتی ہر قسم کے تقاضوں سے روزِ ازل سے بھی واقف ہے اور اپنی صفت حکیم کی وجہ سے حالات کی تبدیلی کے اعتبار سے بھی بات کس طرح بیان کی جانی چاہیے کہ مخاطب کو بات سمجھ آئے سے بھی باخبر ہے۔ ہر بندے کے طبیعت وعادت کے الجھاؤ اللہ تعالیٰ کے سامنے تھے اور اس الجھاؤ کا اللہ نے اپنا دین بھیجنے سے پہلے ہی اپنے علم کے اعتبار سے لحاظ کرلیا۔ اور یہ سارا کام کیوں تھا، اس کے حوالے سے فرمایا: ألا تعبدوا إلا الله، کیونکہ اگر یہ دین ان صفات سے متصف نہ ہوتا تو پھر اِتمام حجت نہ ہوتی۔ اگر یہ دین واضح نہ ہوتا تو مقصد تو عبادت کروانا ہے، جس بات پر بندگی بجالانے کا تقاضا ہے اگر وہ واضح ہی نہ ہو، تو اللہ کی حجت کیسے قائم ہوگی۔

اس تناظر میں اب « أنزل القرآن على سبعة أحرف »[بخاری:۴۹۹۲] کا مفہوم سمجھتے ہیں۔ رسول اللہ کے بجائے اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری تھی کہ جب اس بات کو اپنے رسولؐ کی زبان سے اپنی مخلوق تک پہنچایا تو اس کا مفہوم بھی واضح کرے۔ صحابہ میں اس حدیث کا مفہوم اتنا واضح تھا کہ کبھی یہ اشکال پیدا نہیں ہوا کہ سبعہ احرف کا مفہوم کیا ہے، حتیٰ کہ آپ روایات دیکھ لیں کہ صحابہ کا حروف وقراءات کے ضمن میں باہمی اختلاف ہوا اور وہ اللہ کے رسول ﷺ کے پاس تصفیہ نزاع کے لیے آئے تو آپؐ نے فرمایا: « أنزل القرآن على سبعة أحرف»[بخاری:۴۹۹۲] آپ ﷺ نے تلاوت کے اس اختلاف کی بابت« هكذا أنزلت، هكذا أنزلت » [بخاری:۴۹۹۲] فرما کر اس سب کو 'سبعہ احرف' میں شامل کردیا اور صحابہ کو سمجھ آ گیا کہ سبعہ احرف سے مراد قراءتوں اور تلاوت کے متعدد اَسالیب کا اختلاف ہے اور یہ منزل من اللہ ہے۔ اس قسم کی تمام روایات میں ایک شے بالکل قطعی ہے کہ سبعہ اَحرف میں زیر بحث اختلاف کا تعلق اداء وتلاوت سے ہے، نا کہ معانی ومفاہیم دین سے متعلق اور صحابہ کو اس بارے میں کوئی اِشکال نہیں تھا۔ آج ہم بھی جب حدیثیں پڑھتے ہیں تو کبھی دل میں اشکال پیدا نہیں ہوتا کہ « أنزل القرآن على سبعة أحرف »[بخاری:۴۹۹۲] کا مفہوم قراءتوں کے اختلاف کے علاوہ کچھ اور ہے۔ ان روایتوں کے سیاق وسباق اور پس منظر سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معانی قرآن اور بیانِ دین سے قطع نظر تلاوتِ قرآن کے ضمن میں یہ اختلافات سامنے آئے، یہی وجہ ہے کہ جب آپ صحابہ کو وضاحت فرماتے کہ « أنزل القرآن على سبعة أحرف » [بخاری:۲۹۹۴] تو ساتھ ہی یہ فرماتے: « كلّهن شافٍ كافٍ، فاقرء وا ما تيسَّر »[نسائی:۹۴۱]۔ فاقرؤا کا مطلب ہے کہ پیچھے بحث قراءات کے اختلاف کی چل رہی تھی اور اس ضمن میں آپ کا قرآن کو سبعہ اَحرف پر نازل ہونے کی اطلاع دینے کا تعلق بھی قراءات کا بیان ہی تھا۔

دراصل سبعہ احرف کے الفاظ مختلف النوع مسائل کے ضمن میں مختلف اَحادیث سے وارد ہوئے ہیں، جن میں سے بعض روایات میں سبعہ أحرف کے ذکر کے بعد سات قسم کے معانی کا بھی ذکر ہے، لیکن ان روایات کا کوئی تعلق قراءتوں کے ضمن میں وارد شدہ سبعہ اَحرف سے نہیں۔ سبعہ اَحرف بمراد سبعہ معانی کے اعتبار سے بعض لوگوں نے سبعہ اَحرف کا مفہوم بیان کیا ہے، لیکن جب بعض متاخرین نے سبعہ احرف کی تشریحات کو اکٹھا کیا تو تمام اَنواع کی اَحادیث میں وارد شدہ سبعہ احرف کی جمیع تشریحات کو ایک مسئلہ کے ضمن میں پیش کر دیا، جس سے یوں محسوس ہوتا ہے کہ سبعہ اَحرف کی تفسیر میں علماء کے مابین بہت اختلاف ہے، حالانکہ امر واقعہ میں ایسا نہیں۔ اس لیے سبعہ احرف سے متعلقہ احادیث کی تشریح سے قبل اس بات کو ضرور جان لینا چاہیے کہ سبعہ اَحرف کے ضمن میں وارد شدہ روایات پانچ مختلف النوع مسائل سے متعلق ہیں، جن کو پانی پتی سلسلہ کے مایہ ناز قاری وعالم شیخ القراء مولانا قاری طاہر رحیمی ﷾ نے علیحدہ علیحدہ نکھار کر اپنی تصانیف میں بیان کر دیا ہے، چنانچہ جن سبعہ اَحرف کا تعلق سبعہ معانی سے ہے، وہ ان سبعہ احرف سے الگ ہیں جن کا تعلق اختلافِ قراءات سے ہے۔ وہ احادیث علیحدہ ہیں اور یہ علیحدہ ہیں۔ پھر واضح رہے کہ سبعہ احرف بمراد سبعہ معانی سے متعلق روایات استنادی اعتبار سے پایۂ ثبوت کو بھی نہیں پہنچتیں، اس لیے قراء کرام یا محدثین عظام کو کبھی بھی سبعہ اَحرف بمعنی قراءات کو سمجھنے میں اشکال نہیں ہوا۔ انہوں نے اپنی کتابوں میں جب بھی سبعہ احرف کے ابواب قائم کیے تو سبعہ احرف بمراد سبعہ قراءات جیسی احادیث ہی لے کر آئے ہیں۔

یہ مسئلہ الجھاؤ کا باعث کیوں بنا؟

سبعہ اَحرف موجودہ قراءات کے اندر موجود ہیں تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ قراءات میں کہاں موجود ہیں؟ اس موضوع پر پیچھے مفصل بحث ہو چکی ہے کہ آپ کے ارشاد: « فاقرؤا ماتيسر » کے مطابق اور ہشام بن حکیم بن حزام ﷺ وغیرہ صحابہ کا اسی اجازت کی روشنی میں قرآن کریم کو "حروف كثيرة" پر پڑھنا کی روشنی میں بعد ازاں سبعہ احرف آپس میں خلط ملط ہو کر اب نئے سینکڑوں اندازِ تلاوتوں (sets) میں ڈھل گئے ہیں، البتہ یہ تمام سیٹ منزل من اللہ سات اَسالیبِ تلاوت سے باہر نہیں اور اب سبعہ احرف کو صرف انہی اَسالیب میں تلاش کیا جا سکتا ہے۔ اختلاف اس میں نہیں ہے کہ حروف کی تفسیر قراءات سے کی جائے یا معانی سے، بلکہ اہل علم کے ہاں سبعہ اَحرف میں صرف سات اَسالیب کے تعین میں اختلاف ہے کہ وہ سبعہ اَسالیب کون کون سے ہیں؟ سبعہ اَحرف جب مروجہ قراءات میں ڈھلے ہیں تو اب سینکڑوں سیٹ بن گئے ہیں، اب جو مابعد اختلاط موجود قراءتوں کو سامنے رکھ کر سبعہ احرف کی تشریح کرنے کی کوشش کر رہے ہیں انہیں اس کا مفہوم سمجھنے و سمجھانے میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بڑی دشواری پیش آتی ہے۔سینکڑوں ترتیبات تلاوت میں موجود بنیادی سبعہ احرف کے سات اَسالیب سے قطع نظر غور ہو رہا ہے کہ سبعہ احرف کون کون سے ہیں، حالانکہ مشکل یہ ہے کہ بہرحال مروجہ قراءات قرآنیہ متواترہ سات اَسالیب سے زیادہ ہیں۔ متاخرین میں یہ اختلاف بہت ہی پھیلا ہے۔ اس سلسلہ میں امام الفن ابن جزریؒ کا ایک معروف قول یوں ہے کہ میں تیس سال اس حدیث میں غور کرتا رہا، حتی کہ ان اَحادیث کا ایک معنی مجھ پر اللہ تعالیٰ نے منکشف فرمادیا۔ امام جزریؒ، جو قراء حضرات کے مسلمہ امام ہیں، ان کے اس قسم کے انداز سے یہ عام طور پر بہت ہی الجھی کہ حدیث سبعہ احرف اتنی 'مشکل' ہے کہ امام ابن جزریؒ تیس سال کے عرصہ کے بعد ایک مناسب توجیہ سمجھ جان پائے۔ ہماری رائے میں امام ابن جزریؒ سمیت عام اہل فن کی طرف سے دی گئی وضاحت دراصل بنیادی سبعہ احرف کے بجائے ان قراءتوں کے تناظر میں سبعہ احرف کی تشریح ہے، جو خیر القرون ہی میں خلط ملط ہوکر سینکڑوں قراءاتوں میں ڈھل گئیں تھیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ سبعہ احرف کی تعریف میں یہ الجھاؤ دین وشریعت کا نہیں ہے، بلکہ یہ الجھاؤ سبعہ احرف کو خلط ملط کرنے سے پیدا ہوا ہے۔

امام ابن جزریؒ کہتے ہیں کہ تیس سال تک میرے غور کے نتیجہ جو معنی مجھ پر منکشف ہوا وہ یہ ہے کہ سبعہ احرف سے مراد اختلافِ قراءات کی سات وجوہ ہیں۔ ان کے مطابق مروّجہ قراءات کے مجموعہ اختلاف میں غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ تمام قراءات سات وجوہ اختلافات سے باہر نہیں۔ پھر انہوں نے اپنے تیس سال کے حاصل استقراء کو پیش کرتے لغات ولہجات کو ایک حرف اور چھ قسم کے مزید اختلافات کو چھ حروف قرار دیا ہے۔ امام ابن جزریؒ کی طرح جو لوگ سبعہ احرف سے مراد سبعہ اوجہ لیتے ہیں، ان میں سے بعض لوگوں کا حافظ ابن جزریؒ کی سات وجوہ قراءات سے اگرچہ تعبیر کا کچھ فرق ہے، لیکن اس معمولی اختلاف سے قطع نظر اپنے موقف کے اعتبار سے یہ تمام لوگ ایک ہی تشریح پر متفق ہیں۔

دیگر کئی اہل علم کو اس تشریح سے اتفاق نہیں، لیکن ان کا یہ اختلاف تضاد کا نہیں، بلکہ محض تعبیر بیان کا ہے، کیونکہ موجودہ قراءات عشرہ کے بارے میں سارے ہی اس بات پر متفق ہیں کہ سبعہ احرف کا مصداق یہ قراءتیں ہیں، اختلاف صرف سبعہ اَحرف کے تعین میں ہے۔ جبکہ ابن جزریؒ اور دیگر اہل علم کی خدمات اپنی جگہ پر، لیکن یہ سارے لوگ سبعہ احرف کے حوالے سے بعد میں جو کہانی بنی ہے اس کو دیکھ رہے ہیں، حالانکہ سبعہ احرف کی تشریح کا یہ الجھاؤ تو پیدا ہی بعد میں ہوا اور اگر شروع میں خلط قراءات ہوا ہی نہ ہوتا تو یہ الجھاؤ یا سوال بھی کبھی نہ ہوتا کہ سبعہ احرف سے مراد کیا ہے؟ اب بھی اگر اس الجھاؤ کو ختم کرنا ہے، تو بالکل ابتداء میں چلے جائیں، حل مل جائیگا۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ میں اس سلسلہ میں کبھی الجھاؤ پیدا نہیں ہوا کہ سبعہ احرف کی تعیین کی جائے۔

اب ہم سبعہ احرف کی تعیین اَساس سے کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جو رائے ہم بیان کریں گے وہ بھی غیر معروف نہیں اور اس کے قائلین کو اہل علم واہل فن کے ہاں نمایاں ترین مقام حاصل ہے، بلکہ اس رائے کا امتیاز ہی یہ ہے کہ اس کے قائلین مثلاً ابومحمد مکی ابن طالب القیسی، امام ابوعمرو دانی، امام طبریؒ وغیرہ بالعموم ابتدائی دور کے لوگ ہیں۔ البتہ پہلے قول کی طرح ان لوگوں کی آراء میں بھی ذیلی طور پر معمولی اختلاف ہے، لیکن بالعموم یہ تمام لوگ اس بات پر متفق ہیں کہ سبعہ احرف سے مراد سبعہ لغات ہیں۔ ہماری رائے میں بھی یہ توجیہ ورائے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہی قوی ہے۔اس کے دلائل ہم ذیل میں ذکر کیے دیتے ہیں:

① اقوام عالم کی تمام زبانوں کا مسلمہ قاعدہ ہے کہ ہر تیس میل کے بعد زبان کا لہجہ بدل جاتا ہے۔اسی طرح عربوں میں بے شمار قبائل تھے اور ان میں لہجوں کا فرق موجود تھا۔ان قبائل کے اعتبار سے ان کے لہجے ایک نہیں تھے تو اللہ کے رسولؐ نے اللہ تعالیٰ سے فریاد کی کہ « إن أمَّتی لا تطیق ذلك » [مسلم:۸۲۱]یعنی میری امت ایک لہجے وحرف پر پڑھنے کی طاقت نہیں رکھتی۔سبعہ وجوہ کے قائلین کے متعین کردہ لہجات ولغات کے ایک حرف کے ماسوا باقی چھ حروف ،مثلاً حذف وزیارت، تقدیم وتاخیر،غیب وخطاب، تذکیر وتانیث،حرکات وسکنات وغیرہ کے اختلاف میں تو ایسی کوئی مشکل نہیں کہ ان کو پڑھنے میں اہل عرب کو کئی مشکل ہوتی۔عربوں کو سَارِعُوْا کو وَسَارِعُوْا اور فَیَقْتُلُوْنَ وَیُقْتَلُوْنَ کو وَیُقْتَلُوْنَ فَیَقْتُلُوْنَ یا یَعْلَمُوْنَ کو تَعْلَمُوْنَ وغیرہ پڑھنے میں کونسی دشواری ہوسکتی ہے،جس کے لیے رسول اللہ ﷺ، اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرکر کے حروف وقراءات کے اختلاف کو مانگ رہے ہیں۔اُمت اس چیز کی کسی طرح طاقت نہیں رکھتی کہ ایک حرف کو مؤخر اور دوسرے کو مقدم کرکے پڑھے۔آپؐ نے فرمایا کہ میری امت میں بچے،عورتیں اور بوڑھے لوگ ہیں،یہ تمام لوگ اپنی متعدد مشکلات کے باعث ایک حرف یعنی ایک لہجہ پر تو قرآن کو پڑھ نہیں سکتے، حالانکہ یہ لوگ مذکورہ قسموں کے اختلاف کو تو بغیر کسی دشواری کے پڑھ سکتے تھے۔

میں کہنا یہ چاہتا ہوں کہ اصل مسئلہ لغتوں اور لہجوں کا تھا۔اصل میں مشکل یہ تھی جیسے دیہاتی شہر آتے ہیں تو اردو والا لہجہ بڑی مشکل سے اختیار کرنا ممکن ہوتا ہے،اسی طرح اردو دان طبقہ کے لیے انگریزی سٹائل میں انگریزی بولنا بہت محنت کا متقاضی ہوتا ہے۔اور پھر لہجے کے اسلوب کو اگر ۱۰۰ فیصد لحونِ عرب کے مطابق ادا کرنا بھی شرط ہو تو یہ اور بھی مشکل ہے۔سات حرفوں کے نازل ہونے کی اصل وجہ یہی تھی کہ بچے اس لیے نہیں پڑھ سکتے کہ وہ ابھی چھوٹے ہیں۔ماں کی گود سے جو انہوں نے لہجہ سیکھا ہے وہ لہجہ ان کے لیے آسان ہے۔بوڑھے اس لیے نہیں کہ وہ ساری زندگی گزار چکے ہیں،اب وہ کیسے صحیح کریں۔عورتیں اس لیے نہیں کہ عورتوں نے گھروں میں رہنا ہے،انہیں اس سارے معاملہ کے لیے وقت درکار نہیں۔یہی وجہ ہے کہ فرمایا:« إنَّ أمَّتی لا تطیق ذلك » [مسلم:۸۲۱]واضح ہوا کہ جس بنیادی وجہ سے سبعہ احرف اترے،اس کا اصل تعلق لغات یا لہجات سے ہے۔

② سبعہ احرف کی جو تشریح سبعہ اوجہ والے لوگ کرتے ہیں اس پر بنیادی اعتراض یہ لازم آتا ہے کہ سبعہ احرف بمراد سبعہ اوجہ کی تعبیر کے مطابق ہر ہر حرف اختلافِ قراءات کے ایک ایک جوڑے پر مشتمل ہے اور کوئی ایک حرف بھی ایسا نہیں جس کو اگر پڑھا جائے تو تلاوت قرآن کا ایک انداز مکمل ہو۔یعنی اس تعبیر میں مخصوص کلمات کو متعدد طرح پڑھنے کا تذکرہ تو ہے لیکن کوئی ایک حرف بھی تلاوتِ قرآن کا مکمل سیٹ نہیں بن سکتا، بلکہ ہم تو کہیں گے کہ تمام حروف بھی ملا لیے جائیں تو بھی قرآن کی تلاوت کا ایک مکمل انداز سامنے نہیں آتا۔مثلاً ہم سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کرنا چاہتے ہیں تو کسی ایک حرف یا تمام حروف کو بھی ملا لیں تو ان میں سورۃ الفاتحہ کے مختلف فیہ مقامات کا ذکر تو آجاتا ہے،لیکن سورۃ کے متفق فیہ کلمات کا تذکرہ ہی نہیں آتا۔جب ہم اس بات کو اس تناظر میں دیکھتے ہیں کہ قرآن مجید کا نزول تو مکہ میں ہوا اور عام شہرت کے مطابق اس وقت قرآن لغت قریش کے مطابق

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھا، جبکہ قراءتوں کا اختلاف مدینہ میں اترا ہے، کیونکہ حدیث جبریل ومیکائیل اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کا ان سے مکالمہ بنی غفار کے تالاب کے پاس ہوا تھا اور بنی غفار مدینہ میں بسنے والے ایک قبیلہ کا نام ہے۔اسی طرح قراءتوں کے ضمن میں صحابہ میں جو اختلاف ہوا وہ مسجد میں ہوا تھا، جبکہ مسجدیں مکہ میں نہیں تھیں۔ مکہ مکرمہ میں صحابہ کرام تیرہ سال قرآن کریم پڑھتے رہے، تو وہ قرآن کے کسی نہ کسی حرف کی تلاوت تو تھی، سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر حروف کی تفسیر سبعہ احوجہ سے کی جائے تو امام ابن جزری رحمہ اللہ وغیرہ کے مطابق کوئی ایک حرف بھی لے لیں تو ثابت ہوتا ہے کہ مکہ میں ابتدائے نزولِ قرآن ہی سے صحابہ متعدد قراءتوں میں پڑھتے تھے۔ مکہ میں قرآن کریم کے پڑھنے کا انداز کوئی ایک حرف لے لیں تو وہ یا تو تقدیم وتاخیر کا حرف بنتا ہے یا حذف واثبات کا حرف بنتا ہے یا تبدیلی حرکات کا حرف بنتا ہے یا متعدد لہجوں کا حرف بنتا ہے، قرآن کریم کا کوئی ایک سیٹ بہرحال نہیں بنتا۔ مکہ میں قرآن کریم تو اس طرح سے پڑھا جاتا تھا کہ جب قرآن پڑھیں تو وہ قرآن کی پوری سورت بنی چاہئے، مثلاً سورۃ الفرقان مکی ہے تو مکہ میں سورۃ الفرقان پڑھی جاتی تھی تو اس وقت یہ ایک حرف پر پڑھی جاتی تھی۔ وہ ایک حرف کون سا تھا؟ اگر آپ ان سات میں سے کوئی ایک حرف لے لیں تو سورۃ الفرقان نہیں بنتی، کیونکہ سات حرفوں میں سے کوئی حرف پورے قرآن کے اعتبار سے حرف کی تشریح نہیں ہے۔ اس ضمن میں حدیث سبعہ احرف میں وارد الفاظ « کلّهن شاف کاف »[نسائی:۹۴۱] بھی بڑی اہمیت کے حامل ہیں، کیونکہ ان سے مقصود یہ ہے کہ حروف سبعہ میں سے ہر حرف تلاوتِ قرآن سے کفائت کرتا ہے۔ جب ہم حروف کی تفسیر ایک مکمل سیٹ کے اعتبار سے نہیں کرتے تو اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ « کلهن شاف کاف » [نسائی:۹۴۱] کا معنی کیا ہوگا؟ بات کو سمجھانے کے لیے عملی اعتبار سے کچھ مزید وضاحت کرتا ہوں کہ مثلا اگر سبعہ احوجہ والا قول سبعہ احرف کی تشریح مانیں تو مکہ میں تو بہرحال ایک حرف پر قرآن پڑھا جاتا تھا۔ اب اگر آپ وہ حرف غیب وخطاب والا لے لیں تو یہ بات بہرحال قطعی ہے کہ یعلمون، تعلمون دونوں مکہ کے اندر نہیں تھے، مکہ میں تو صرف ایک تھا۔ اسی طرح اگر آپ حرکات وسکنات کے اختلاف کا حرف لے لیں تو یَکْذِبون، یُکَذِّبُون دونوں میں سے کوئی ایک مکہ میں مقروء تھی دوسری نہیں۔اسی طرح اگر آپ متعدد لہجات والا ایک حرف مراد لہجات لیتے ہیں، تو لہجات میں تسہیل وتحقیق، امالہ وعدم امالہ، ادغام واظہار وغیرہ لہجات شامل ہیں۔اب مکہ میں پڑھے جانے والے قرآن میں یہ سارے لہجات قطعی طور پر مقروء نہیں تھے۔

سبعہ احرف بمراد سبعہ دراصل سبعہ احرف کی تشریح نہیں بلکہ پورے قرآن کے اندر استقصاء واستقراء کے بعد اضافی طور پر متنوع اختلافات کی ایک توجیہہ ہے۔

صحیح بات یہ ہے کہ حروفِ سبعہ سے اصل مراد لغات ولہجات کا اختلاف تھا، جن میں ضمنی طور پر لغات ہی کے قبیل سے بلاغت سے متعلق بعض دیگر اختلافات بھی آ گئے تھے اور مکہ میں جس حرف کے مطابق قریشی ودیگر قرآن کی تلاوت کرتے تھے وہ لغت قریش تھا، نا کہ سبعہ احوجہ میں سے کوئی وجہ اختلاف۔

③ اہل علم جانتے ہیں کہ ابتداء قرآن کریم میں اختلاف قراءت موجود نہیں تھا بلکہ بعد ازاں آپ ﷺ کی دعاؤں سے نازل کیا گیا۔ اس سلسلہ میں معروف روایت حدیث جبریل ومکائیل ہے کہ وہ دونوں آپ ﷺ کے پاس بنی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غفار کے تالاب کے پاس تشریف لائے۔ حضرت میکائیل نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ اللہ تعالیٰ سے اپنی اُمت کی آسانی کے لیے ایک حرف سے زائد پر قرآن کریم کو پڑھنے کی دعا کیجیے۔ تو اللہ کے رسولؐ نے باقاعدہ دعا کر کے ان حروف کو لیا۔ اب دوسرا حرف آیا، پھر تیسرا آیا اور چوتھا آیا، پھر پانچواں، پھر چھٹا اور پھر ساتواں حرف آیا۔ اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ یہ سات حروف جو ایک ایک کر کے اترے ہیں، یہ ایک ایک مکمل قرآن کے حروف تھے یا سات حروف ان شکلوں پر اترے، جو سبعہ اوجہ کے قائلین بیان کرتے ہیں۔ اگر یہاں مراد یہ سات اوجہ والی تفسیر لی جائے تو غیر مناسب معلوم ہوتی ہے، کیونکہ یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ حدیث جبریل ومکائیل تقاضا کرتی ہے کہ ہر ایک حرف آسمانوں سے منفصل نازل ہوا ہے۔ منفصل کا مطلب یہ ہے کہ آپ کی دعا پر پہلے ایک حرف پر پورا قرآن اترا، پھر دوسرا اترا، پھر تیسرا اترا۔ یہ نہیں ہوا کہ پہلی بار دعا کی: «إن أمتي لا تطيق ذلك» [مسلم:۸۲۱] تو حذف و زیادت کا حرف اتر آیا۔ آپ نے پھر کہا کہ امت ابھی بھی طاقت نہیں رکھتی تو اس کے بعد تقدیم وتاخیر کا حرف اتر آیا، مزید کہا کہ طاقت نہیں رکھتی تو حرکات کے اختلاف کا حرف اتر آیا۔ اگر روایات کو دیکھیں تو وہ بیان کرتیں ہیں کہ سبعہ احرف کا ہر حرف مکمل قرآن کی تلاوت کا ایک کامل سیٹ ہے اور ہر ایک حرف دوسرے سے منفصل حالت میں اترا ہے اور آپ کی بار بار دعا کے نتیجہ میں ایک ایک کر کے حروف کی بالآخر سات تک پہنچ گئی تو آپ نے مزید دعا نہیں کی۔ یہ سات انداز تلاوت قرآن مجید کے سات مستقل اسلوبِ تلاوت تھے، یہ نہیں کہ تمام کو ملا کر ایک اندازِ تلاوت بنتا تھا یا تمام کو ملا کر دو اندازِ تلاوت بنتے تھے وغیرہ۔ سبعہ احرف بمراد سبعہ اوجہ کی تعبیر کے مطابق بنیادی حرج ہی یہ واقع ہوتا ہے کہ جب تک تمام وجوہ سبعہ کو ملایا نہ جائے، قرآن کا ایک مکمل سیٹ بھی نہیں بن پاتا۔ قراءات عشرہ متواترہ کی بیس کی بیس روایات ہوں یا ان کے ذیلی اسی طرق، ان تمام اوجہ کو یک مشت ملائے بغیر کوئی ایک کامل حرف بھی تلاوت قرآن کا ایک مکمل سیٹ نہیں بنتا۔ یہی وجہ ہے کہ ہم کہتے ہیں کہ جن لوگوں نے سبعہ احرف سے سبعہ اوجہ کو مراد لیا ہے انہوں نے دراصل اختلاط کے بعد وجود میں آنے والی روایات کا تجزیہ کرتے ہوئے مجموعہ روایات کے اختلاف کا استقراء کرتے ہوئے سات قسم کی وجوہ قراءات کی توجیہ کی، جبکہ قبل از اختلاط نازل ہونے والے سبعہ اَحرف میں سے ہر ایک حرف تلاوت قرآن کا ایک مکمل سیٹ تھا۔

لوگ جب ہم سے سوال کرتے ہیں تو پوچھتے ہیں کہ سبعہ احرف کہاں ہیں؟ ہم کہتے ہیں کہ وہ موجودہ قراءات عشرہ متواترہ میں ہیں۔ دوبارہ سوال ہوتا ہے کہ قراءات تو سات سے زیادہ ہیں تو سبعہ احرف قراءات میں کیسے ہیں؟ ہم کہتے ہیں کہ وہ تو خلط ملط حالت میں قراءات میں موجود ہیں، ایک ایک منفصل حالت میں موجود نہیں اور اب وہ سات حروف سات نہیں رہے، بلکہ خلط ملط ہو کر کئی بن گئے ہیں اور وہ خلط ملط ہونے سے قبل سات تھے اور وہ آسمانوں سے اسی طرح منفصلاً کامل قرآن کی صورت میں اترے تھے کہ ان میں سے ایک حرف مکہ میں پڑھا جاتا رہا، جبکہ باقی مزید چھ حروف مدینہ میں آ کر نازل ہوئے۔

④ سبعہ احرف بمراد سبعہ لغات یا سبعہ لہجات کی تفسیر سبعہ اَحرف کے شان نزول سے ثابت ہے، جبکہ سبعہ احرف بمراد سبعہ اوجہ استقرائی تشریح ہے۔ اُصول تفسیر پڑھنے پڑھانے والے جانتے ہیں کہ شان نزول سے آیت کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تشریح تفسیر کا ایک مسلمہ اُسلوب ہے۔اسی بنیاد پر سلف کے ہاں تفسیر صحابہ تفسیر بالماثور میں داخل ہوتی ہے، کیونکہ شان نزول اگرچہ حدیث نہیں ہوتا،لیکن نزول قرآن کا عرف ہوتا ہے جو فہم قرآن یا فہم حدیث میں انتہائی مؤثر کردار ادا کرتا ہے۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنے مقدمہ اصول تفسیر میں واضح کیا ہے کہ علمائے اصول کا اتفاق ہے کہ جب کسی آیت کی تشریح میں دو مختلف باتوں کا امکان ہو تو شان نزول کے ذریعے جو معنی متعین ہوگا اسے بہرحال ترجیح ہوگی۔امام صاحب رحمہ اللہ نے مثال پیش کی ہے کہ اگر کسی جگہ قسم کے بارے میں کوئی اختلاف ہوجائے اور قسم کی نوعیت کا تعین نہ ہو رہا ہو کہ قسم کھانے والے نے کس نوعیت سے قسم کھائی ہے اور قاضی کے سامنے اس کا فیصلہ چلا جائے تو قاضی اس نوعیت کا فیصلہ اس سے کرے گا کہ قسم کھانے کی تحریک کس وجہ سے واقع ہوئی تھی اور جس وجہ سے قسم کھانے کی تحریک واقع ہوگی اس تناظر میں قسم کی نوعیت کا تعین کیا جائے گا اور اس کی روشنی میں قاضی فیصلہ کرے گا۔سبعہ احرف یا قراءتوں کے شان نزول کے سلسلہ میں اہل علم اس بات پر متفق ہیں کہ نزول سبعہ احرف کا سبب مختلف قبائل عرب کے بولنے کے متنوع اَسالیب کا فرق بنا تھا۔اسی طرح یہ بات بھی واضح ہے کہ سبعہ احرف کی تشریح میں موجود مختلف اقوال سبعہ احرف کی مراد کے سلسلہ میں معنوی احتمالات کے قبیل سے تعلق رکھتے ہیں، چنانچہ جس تشریح کو شان نزول کی تائید حاصل ہے اسے ہی بہرحال ترجیح ہونی چاہیے۔

اہل علم نے قبائل عرب میں سے ان بڑے قبائل کا تعین کرنے کی کوشش بھی کی ہے، جن کی رعائت رکھتے ہوئے سات لغات اتریں۔اسی طرح موجودہ قراءات عشرہ میں موجود لہجوں سے متعلق اختلافات، جنہیں اہل فن اختلاف قراءات کے اصولی اختلافات کا نام دیتے ہیں، کے بارے میں محنت کی ہے کہ واضح کریں کہ کونسا کونسا اختلاف کس کس قبیلہ کی لغت سے تعلق رکھتا تھا۔

المختصر سبعہ احرف کا مصداق موجودہ قراءات عشرہ ہیں، کیونکہ سبعہ احرف انہی قراءات و روایات میں ڈھل کر ہم تک پہنچے ہیں۔امام ابو محمد مکی رحمہ اللہ اور امام دانی رحمہ اللہ وغیرہ کا قول عام فہم اور سمجھنے کے اعتبار سے زیادہ سہل ہے اور اس میں الحمدللہ بے جا تکلف بھی نہیں ہے۔

کیا سبعہ احرف میں صرف لہجات سے متعلق اختلاف ہی ہے؟

عام اہل فن کی طرف سے سبعہ احرف بمعنی سبعہ لغات پر بنیادی اعتراض یہ ہے کہ موجودہ قراءات عشرہ میں لہجات کے علاوہ اور بھی کئی نوعیّتوں کے اختلافات ہیں۔سبعہ احرف کے قائلین کے ہاں بھی ان دیگر اختلافات کو چھ حروف کی صورت میں پیش کیا جاتا ہے، جبکہ لہجات ان کے صرف ایک حرف میں شامل ہیں۔

اس اشکال کا بڑا سادہ جواب یہ ہے کہ نزول قراءات کا اصل سبب تو عربی زبان میں لہجوں کا اختلاف تھا،لیکن دین وشریعت میں یہ اُسلوب عام ہے کہ ایک مشکل لوگوں کو درپیش ہوتی ہے،لیکن اللہ تعالیٰ جب اس کے حل کے لیے وحی بھیجتے ہیں تو اس مشکل کے ضمن میں بعض ایسی دیگر مشاکل بھی حل کردیتے ہیں جو لوگوں نے مانگی نہیں ہوتی اور اللہ کا اپنے بندوں سے یہ معاملہ احسان، فضل وکرم اور محبت کے قبیل سے ہوتا ہے۔

اس بارے میں تو سب متفق ہیں کہ نزول سبعہ احرف کا اصل پس منظر تو لہجات کی مشکل تھی، لیکن جب لہجات

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اترے تو اس کے ضمن میں اللہ نے فہم قرآن کے سلسلہ میں کچھ تفسیری مشکلات کو بھی حل کر دیا۔ اب لہجات کے علاوہ جو دیگر اختلافات ہیں وہ دراصل بلاغت کے متعدد اَسالیب ہیں اور یہ بات طے ہے کہ متعدد اَسالیب میں بات کو سمجھایا جائے تو مخاطب کو بات بہتر سمجھ آتی ہے۔ تو ہماری رائے کے مطابق (امام ابن جزری رحمہ اللہ وغیرہ کے استقراء میں لہجات کے علاوہ پیش کردہ) دیگر چھ نوعیّتوں کے اختلافات سات لہجات کے ضمن میں متفرق طور پر شامل ہیں۔ بعض اہل فن نے ان چھ نوعیّتوں کو بھی جب بلاغت کے متعدد اسالیب کے تناظر میں جمع کیا تو عملاً انہیں چھ کے بجائے سات قرار دیا ہے اور یہ ہم بات جانتے ہیں کہ ہر لغت لہجہ، مترادف کلمات اور متعدد اسالیب بلاغت کو شامل ہوتی ہے، چنانچہ ہم نے سبعہ احرف کی تشریح میں بار بار لہجات یا لغات کے الفاظ اکٹھے بولے ہیں، کیونکہ ہماری رائے میں سبعہ احرف سے بنیادی طور پر لہجات مراد ہیں، البتہ ان کے ضمن میں لغات کے قبیل سے بلاغت کے متعدد اسالیب کا اختلاف بھی شامل ہے۔ اس لیے سبعہ احرف کی تشریح یا تو صرف لغات سے کرنی چاہیے اور لغات میں لہجات، مرادفات اور اسالیب بلاغت سب شامل ہوں گے یا لغات و لہجات کو باہمی مترادف کے طور پر بولنا چاہیے۔ رہے مرادفات جیسے حتّٰی، عتّٰی وغیرہ تو ان کے بارے میں اہل علم متفق ہیں کہ عرضۂ اخیرہ میں یہ سب منسوخ ہو گئے تھے۔ اس پس منظر میں سبعہ احرف کی تشریح جب ہم کرتے ہیں تو یوں کرتے ہیں: يُرَادُ بهم سبعةُ لهجاتٍ من لغاتِ العرب وسبعةُ أوجهٍ من أساليبِ البلاغة۔ شیخ القراء مولانا قاری طاہر رحیمی رحمہ اللہ نے اپنی گرانقدر تصنیف 'دفاع قراءات'' کے صفحہ ۱۱۰ پر ہمارے مذکورہ موقف کے موافق رائے پیش فرمائی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ علم قراءات کے اصولی اختلافات سات معروف قبائل عرب کے لہجات سے ماخوذ ہیں، جبکہ وہ مخصوص کلمات جن میں بطور قاعدہ اختلاف نہیں یعنی قراءات کے فرشی اختلافات، وہ سات متعدد اسالیب بلاغت سے ماخوذ ہیں۔ پھر قاری صاحب نے ان سات اسالیب بلاغت کی مکمل وضاحت بھی پیش فرمائی ہے۔

ایک بات بالکل واضح ہے کہ امام ابن جزری رحمہ اللہ وغیرہ کے ہاں ساتوں حروف بمعنی سبعہ اوجہ امام دانی رحمہ اللہ وغیرہ کے ہاں بھی مسلم ہے، فرق صرف یہ ہے کہ ابن جزری رحمہ اللہ وغیرہ سات لہجوں کو ایک حرف میں اور دانی رحمہ اللہ وغیرہ سات حرف مانتے ہیں، پھر جزری رحمہ اللہ وغیرہ اَسالیب بلاغہ سے متعلق اختلافاتِ قراءات کو چھ حروف کے طور پر اور دانی رحمہ اللہ وغیرہ سات لہجات کے ذیل میں شامل مانتے ہیں۔ سبعہ اَحرف کے اندر اللہ کی طرف سے لہجات کا اختلاف بھی اترا تھا اور اسالیبِ بلاغت کا بھی، فرق صرف اتنا ہے کہ بعض لہجات کو ایک حرف، باقی اختلافات کو چھ حروف بناتے ہیں اور بعض دیگر قراءات کو سات لغات یا لہجات قرار دے کر اس کے ضمن میں اسالیب بلاغت کو بھی شامل کرتے ہیں۔ اختلاف صرف اتنا ہے کہ تعبیر ہم کون سی کریں۔

ہماری رائے میں امام دانی رحمہ اللہ وغیرہ کی رائے حدیثوں کے زیادہ قریب ہیں، نیز متقدمین بالعموم اس رائے پر ہیں، کیونکہ یہ مسئلہ کی اساس کے اعتبار سے زیادہ قرین از قیاس ہے۔ یہ سارا مسئلہ خلط قراءات کی وجہ سے اصل میں الجھاؤ کا باعث بنا ہے اور جب یہ اختلاط نہیں ہوا تھا تو اس وقت یہ الجھاؤ بھی نہیں تھا۔

سوال نمبر ۱۵: سبعہ احرف سے معین عدد مراد ہے یا کثرت؟ نیز اس سلسلہ میں کثرت اقوال بہت تشویشناک ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب: شریعت میں جب کسی جگہ پر کوئی عدد بول کر شارع کوئی حکم بیان کرے تو اُصولیوں کا موقف یہ ہے کہ اس عدد سے مراد پھر قطعی طور پر وہی متعین عدد مراد ہوگا، جیسے دین کہتا ہے کہ غیر شادی شدہ اگر زنا کرے تو ﴿ فاجلدوا کل واحد منها مائة جلدة.....﴾[النور:۲] تو یہاں مائة سے مراد سو سے کم یا زیادہ کوڑے نہیں بلکہ مائة کی دلالت سو کے عدد پر قطعی ہے۔ یہ لفظ اِصطلاحی طور پر خاص ہے اور خاص کی دلالت اپنے مفہوم پر بالاتفاق اصولیین قطعی ہوتی ہے۔ اسی طرح اُصولیوں کے ہاں کسی لفظ سے مجازی معنی مراد لینے کے لیے دلیل صارف ضروری ہے، جو تقاضا کرے کہ یہاں لفظ سے حقیقی معنی مراد لینے کے بجائے مجازی معنی مراد لیے جائیں اور چونکہ یہاں کوئی ایسی دلیل موجود نہیں، اس لیے «أنزل القرآن علی سبعة أحرف » [بخاری:۴۹۹۲] سے مراد سات کا عدد ہی ہے۔ سات سے مراد ستر یا کثرت کسی صورت میں مراد نہیں ہوسکتا، بلکہ دلیل یعنی حدیثِ جبریل ومکائیل تو اس کے خلاف صراحۃً دلالت کر رہی ہے کہ اس میں واضح طور پر موجود ہے کہ ایک ایک کر کے عد دسات تک جا پہنچا اور پھر آپ نے مزید کا تقاضا نہیں کیا۔

یہ مسئلہ اچھا خاصا معرکۃ الاراء بنا ہوا ہے، لیکن محمد رسول اللہ ﷺ جس دین کے ہمراہ تشریف لائے، آپ کا کام صرف دین پہنچانا نہیں تھا، بلکہ آپ کا کام بمصداق قرآن: ﴿وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ﴾[النحل:۴۴] دین کی تبیین بھی تھا اور رسول اللہ ﷺ اس ذمہ داری کو مکمل اداء فرما کر گئے۔ آپ نے دنیا سے رحلت فرما کر جانے سے قبل فرمایا کہ میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، اگر تم ان دونوں پر تمسُّك کرلو تو کبھی گمراہ نہیں ہوسکتے اور وہ کتاب اللہ اور سنت رسولؐ ہے۔ سوال یہ ہے کہ اگر وہ واضح نہیں ہیں تو کسی طور پر بھی اس کے ساتھ تمسّك کا معنی متعین نہیں ہوتا۔ اب مسئلہ صرف اِتنا ہے کہ بسا اوقات تبدیلی حالات کے اندر بعض ایسے اِشکالات پیدا ہو جاتے ہیں جو دین کے اشکالات نہیں ہوتے، بلکہ ہمارے اپنے کچھ فقہی یا تشریحی مسائل ہوتے ہیں۔ بعد ازاں کچھ اختلافات پیدا ہوجاتے ہیں اس کی وجہ سے اِبہام پیدا ہوجاتا ہے۔ اسی طرح 'سبعہ اَحرف' کے سلسلے میں کچھ ابہام پیدا ہوئے اور اس کا بنیادی سبب یہ ہے کہ ﴿فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ﴾ [المزمل:۲۰] کے تحت مختلف قراءات کو آپس میں ملا جلا کر پڑھنے کی دین میں جو اجازت دی گئی تھی اور جس کے مطابق صحابہ اور تابعین نے پڑھنا شروع کیا تو ہم جانتے ہیں کہ سینکڑوں کی تعداد میں قرآن مجید کے انداز نئے ترتیبات تلاوت اور سیٹ تشکیل پاگئے۔ اب سبعہ احرف کی تشریح کا جو مسئلہ پیدا ہوا ہے تو اس بارے میں اگرچہ اس بارے میں امام زرکشی رحمہ اللہ اور امام سیوطی رحمہ اللہ وغیرہ نے ۳۵، ۴۰ کے قریب اقوال نقل کئے ہیں، لیکن اَقوال کی کثرت سے ہمیں پریشان نہیں ہونا چاہئے، کیونکہ اَقوال کی کثرت کی بنیاد پر اگر قرآن کی کسی آیت یا کسی حدیث میں تشکیک پیدا ہوجائے تو سبعہ احرف کی تشریح میں وارد اَقوال سے زیادہ اقوال بعض مقامات پر ملتے ہیں، مثلاً اگر ہم تفاسیر دیکھیں تو ایک ایک آیت کی تفسیر میں بسا اوقات ۷۰، ۷۰ تفاسیر موجود ہیں۔ اسی طرح معروف مسئلہ کہ جمعہ کے اندر ایک گھڑی آتی ہے جس میں جو بھی دعا کی جائے وہ قبول کی جاتی ہے، اس کے بارے میں امام ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں علماء کے چالیس قول نقل کئے ہیں کہ یہ گھڑی کون سی ہے۔ اب چالیس اَ قوال سے یہ بات تو لازم نہیں آئے گی کہ اس حدیث کے اندر شکوک

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیدا ہو جائیں۔ عام طور پر علماء کے اختلافات کو حل کرنے کے لیے عام اسلوب یہی ہے کہ دلائل کے اعتبار سے کسی بھی قول کو ترجیح دی جاتی ہے۔ یہاں جب ہم اَقوال کا جائزہ لیتے ہیں تو اَقوال کی بنیادی طور پر دو قسمیں ہیں۔ کچھ اقوال ایسے ہیں جو سبعہ احرف سے مراد معانی کی سات اَقسام مراد لیتے ہیں اور کچھ اقوال ایسے ہیں جو سبعہ احرف سے مراد پڑھنے کے اسالیب کی سات قسمیں مراد لیتے ہیں۔ جو لوگ سبعہ احرف سے مراد معانی کی سات اقسام لیتے ہیں، ان کے سامنے کچھ ایسی روایات موجود ہیں جن میں اللہ کے رسولؐ کے حوالے سے ذکر ملتا ہے کہ سبعہ احرف کا مفہوم آپ نے امر، نہی وغیرہ بیان کی ہیں، لیکن اوّل تو یہ روایات ضعیف ہیں، لیکن اگر یہ ثابت ہوں بھی تو، جیسا کہ علماء نے لکھا ہے کہ، اس کا محل اور ہے۔ بہرحال سبعہ احرف بمعنی سبعہ معانی سے متعلق تمام اقوال کا کوئی تعلق سبعہ احرف بمعنی سبعہ اسالیب قراءات سے نہیں۔ اب جو باقی اَقوال رہ گئے ہیں، انمیں غور کریں تو باقی اقوال بنیادی طور پر دو بنیادی قولوں میں شامل ہیں، جن کے بارے میں مکمل تجزیہ پیش ذکر کیا جا چکا ہے، لیکن ایک بات ضرور قابل توجہ ہے کہ جتنے بھی اقوال سبعہ احرف بمعنی سبعہ اَسالیب قراءات کے سلسلہ میں مروی ہیں، اگرچہ ذیلی طور پر ان میں کافی اراء ہیں لیکن سب کا ایک بات پر اتفاق ہے کہ قرآن مجید کے پڑھنے میں متنوع اسالیب موجود ہیں۔ ساروں کا ایک بات پر اتفاق ہے قرآن مجید کے پڑھنے کا ایک اسلوب نہیں ہے۔ اس کو اصولیوں کی اصطلاح میں اجماعِ مرکب کہتے ہیں اور اجماعِ مرکب کے بارے میں ہمارا موقف ہے کہ اس سے انحراف جائز نہیں۔ خاص طور پر کثرتِ اقوال کی بنا پر اس حدیث کو متشابہات کہنا تو بالکل صحیح نہیں۔

دوسری بات بڑی اہم یہ بھی سامنے رہنی چاہئے کہ یہ جو ۴۰ قول پیش کئے جاتے ہیں ان کے بارے میں عام ذہنیت یہی ہے کہ یہ چالیس افراد کے چالیس اقوال ہیں، لیکن جب امام سیوطی رحمہ اللہ کی الاتقان وغیرہ کو کھولتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے یہ اقوال کئی افراد کی نسبت سے بیان نہیں کئے، بلکہ یہ اقوال صرف چند افراد کے غور وفکر کے احتمالات ہیں۔ اس کی وضاحت حافظ محمد زبیر حفظہ اللہ کے جاوید غامدی کے قراءات سے متعلقہ نظریات کے رد پر لکھے گئے مضمون میں دیکھی جا سکتی ہے۔ ایک آدمی کے مختلف اقوال بطورِ احتمالات پیش کرنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ کسی نتیجے پر پہنچ نہیں پا رہا اور اگر وہ کسی نتیجے پر پہنچ جائے تو ایک ہی قول پیش کرتا ہے۔

کسی آیت یا حدیث کا مفہوم متعین کرنا دراصل فقہاء ومفسرین کا میدان ہے، قراء بھی اس سلسلہ میں اپنی رائے دے سکتے ہیں، لیکن جن کا یہ میدان ہے کہ وہ سبعہ احرف کا مفہوم لہجوں ولغتوں سے متعین کرتے ہیں۔

مفسرین کا یہ ضابطہ ہے کہ تعبیر کے اختلاف کو اختلافِ تنوع پر محمول کیا جائے گا۔ اگر ہم سبعہ احرف کی تشریح کے ضمن میں موجود اختلاف کو بھی اختلاف تضاد محمول کرنا شروع کر دیں گے، تو پھر خیر القرون کی تفاسیر میں بھی ایسے ایسے اختلافات سامنے آئیں گے، جنہیں تنوع کا اختلاف کہہ سکنا ممکن نہ رہے گا۔ اسی طرح امام جزری رحمہ اللہ کا قول ہو یا امام دانی رحمہ اللہ کا، ہر ایک میں اختلافِ تضاد نہیں ہے، فقط تعبیر کا اختلاف ہے، کیونکہ سبعہ احرف کے بارے میں اتفاق ہے کہ وہ موجودہ قراءات میں موجود ہیں، نیز مروجہ قراءات کے جمیع اختلافات کے بارے میں اتفاق ہے کہ وہ سبعہ احرف کے اختلاف سے باہر نہیں ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال نمبر ۱۴: اگر قراءات احادیث کی طرح آئمہ کی مرویات کا نام ہے، تو حدیث کی طرح اس کی اَسانید کیوں نہیں؟

جواب: یہ بات غلط فہمی اور کم علمی پر مبنی ہے کہ قرآن اور اسی کی قراءات بدون سند سینہ بہ سینہ اُمت میں منتقل ہو رہی ہیں۔ یہ مغالطہ ہمارے ہاں سکالرز حضرات کے ہاں عام ہے کہ قرآن خبر کے طریقہ سے اُمت میں منتقل نہیں ہوا۔ فرقہ فراہیہ نے تو اسی غلط بنیاد پر ایک نیا فلسفہ گھڑ لیا ہے کہ حدیثیں چونکہ خبر کے ذریعے سے اُمت تک منتقل ہوئیں چنانچہ وہ مجموعہ رطب ویابس ہیں، اسی لیے وہ سنت وحدیث میں یوں فرق کرتے ہیں کہ سنت تو دین کی وہ روایت ہے جو اسانید سے قطع نظر مثل قرآن کے اُمت کے اتفاقی تعامل (نام نہاد تواتر عملی) سے ہمیں موصول ہوئی، جبکہ حدیث مجموعہ اخبار ہے۔ بہرحال یہ جہالت پر مبنی مغالطہ امیز بات ہے۔ اگر اس کی بنیاد یہ چیز بنی ہے کہ قرآن مجید کے حوالے سے عام طور پر اسانید عوام الناس یا عام اہل علم میں معروف نہیں، تو اس طرح تو کئی احادیث اور کتب احادیث کی سندیں اہل فن کے علاوہ لوگوں میں معروف نہیں ہیں، مثلاً مشکوٰۃ المصابیح اور بلوغ المرام کے اندر حدیثوں کی اسانید موجود نہیں ہیں، تو کسی چیز کی سند ذکر نہ کرنے کا قطعی معنی یہ نہیں ہوتا کہ اس کے پیچھے سند ہے نہیں۔ مختلف وجوہات کی بنیاد پر بسا اوقات اسانید نقل نہیں کی جاتیں۔ مثلاً بلوغ المرام اور مشکوٰۃ میں مؤلفین نے جو اسانید بیان ہیں کیں تو اس کی بنیادی وجہ صرف یہ ہے کہ ان کتابوں کو بطورِ روایت کے وہ نقل نہیں کر رہے۔ جب مقصود روایت ہوگا تو بتانا پڑے گا کہ میں نے یہ روایت کہاں سے لی ہے اور اسے بالآخر رسول اللہ ﷺ تک ثابت کرنا پڑے گا۔ عام طور پر صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابی داؤد، سنن ابن ماجہ یا دیگر کتبِ حدیث کو مؤلفین نے بطورِ روایت نقل کیا ہے اور اسی لیے ان میں اسانید کا بھی ذکر ہے۔ البتہ جب روایت مقصود نہ ہو تو سند کا ذکر ضروری نہیں ہے۔ اس کی سب سے بڑی مثال امام بخاری رحمہ اللہ کی صحیح بخاری میں موجود معلق روایات ہیں۔ معلق راویتیں امام بخاری رحمہ اللہ نے عام طور پر ترجمۃ الباب میں ذکر کی ہیں۔ مقصود ان سے راویت نہیں، بلکہ استدلال ہے۔ جب مقصود استدلال ہو، جیسے میں اور آپ بحث کر رہے ہیں اور میں نے حدیث سبعہ احرف کو کئی دفعہ ذکر کیا ہے لیکن سند، حتی کہ راوی تک کا ذکر نہیں کیا، لیکن اس سے ہماری بحث پر کوئی فرق نہیں پڑا۔ البتہ جب میں راویت کروں گا، تو آپ پوچھ سکتے ہیں کہ اس روایت کا استناد کیا ہے اور اس کی اسنادی حیثیت کیا ہے؟ اسی طرح مشکوٰۃ اور بلوغ المرام کا معاملہ ہے۔ بلوغ المرام اور مشکوٰۃ میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اور خطیب تبریزی رحمہ اللہ نے حدیثیں بطورِ روایت نقل نہیں کیں، بلکہ انہوں نے ان مجموعوں کو صرف مطالعہ حدیث کے لیے تیار کیا ہے۔

بالکل اسی طرح قرآن مجید کا بھی معاملہ ہے۔ جب قرآن مجید کے بارے میں یہ سوال کیا جاتا ہے کہ کس سند سے یہ قراءات وروایات ہم تک پہنچیں اور ان کی سند کیا ہے تو ہم اپنے پاس موجود رسول اللہ ﷺ تک متصل اسانید ذکر کر دیتے ہیں اور ان میں موجود رجال کے لیے معرفۃ القرّآء الکِبار از امام ذہبی رحمہ اللہ اور طبقات القراء از امام ابن جزری رحمہ اللہ وغیرہ کو پیش کرتے ہیں، لیکن اگر قرآن مجید سے مقصود راویت نہ ہو، بلکہ بطورِ عبادت تلاوت کی غرض سے اس کو پڑھا جائے تو اَسانید کے ذکر کی ضرورت نہیں۔ عام طور پر جس طرح مساجد

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں قرآن کریم پڑے ہوتے ہیں اور لوگ اَذانوں ونمازوں کے وقفہ میں قرآن اٹھا کر پڑھنا شروع کر دیتے ہیں تو اس وقت ان کا مقصود روایت نہیں ہوتا، چنانچہ تلاوت کی غرض سے کروڑوں کی تعداد میں جو قرآن عموماً مطبوع ہیں ان کے شروع یا آخر میں بطورِ خاص سند کا اہتمام نہیں ہوتا، البتہ بعض علمی وتحقیقی سطح کے مطبوع قرآنوں کے آخر میں متعلقہ روایت کی صاحب روایت سے اللہ کے رسول ﷺ تک سند موجود ہوتی ہے، لیکن صاحب روایت امام کے بعد سے لے کر عصر حاضر تک اسانید کا اہتمام عام قرآنوں کے بجائے اہل فن کے پاس موجود ہیں۔ عوام الناس جو قرآن کی تلاوت کرتے ہیں تو اس سے ان کا مقصود روایت نہیں، بلکہ تلاوت ہوتی ہے اور روایت کے سلسلہ میں وہ اہل فن ہی پر اعتماد کرتے ہیں کہ انہوں نے قرآن کریم کو راویت کے طور پر محفوظ انداز میں نقل کر دیا ہے، ہمیں ان پر اعتماد ہے اور ہمیں ان کی راویت سے کوئی غرض نہیں ہے ہم کو صرف اس بات سے غرض ہے کہ وہ قرآن کی محفوظ روایت متعین کر دیں تاکہ ہم اسے پڑھ سکیں۔ جن لوگوں کو اس کی راویت میں کوئی شک ہے تو ان سے بحث کی جاسکتی ہے اور ان کو روایات واسانید دیکھائی جاسکتی ہیں۔

قرآن مجید میں بھی حدیثوں کی طرح اَسانید کا اہتمام اہل فن میں شروع سے رہا ہے، لیکن جس طرح حدیث کی کتابیں جب مدون ہوگئیں تو اہل علم جانتے ہیں کہ اس کے بعد اَسانید کے اہتمام کی کوئی زیادہ ضرورت محسوس نہیں کی گئی اور بعض حضرات جنہوں علمی روایت کے طور پر اگر سند کا اہتمام کیا بھی ہے تو اس کی بنیاد پر حدیث پر حکم لگانے کا معاملہ بہرحال موقوف ہو چکا ہے، بالکل اسی طرح آٹھویں صدی ہجری میں النشر الکبیر وغیرہ کے منظر عام پر آنے کے بعد قراءات کی اسانید کا معاملہ سمیٹ دیا گیا۔ اہل فن کے ہاں امام ابن جزری رحمہ اللہ کو اسی اعتبار سے خاتمة المحقّقین بھی کہا جاتا ہے کہ انہوں نے اسانید کے حوالے سے پوری جانچ پڑتال کر کے النشر کو ترتیب دے دیا۔ اب النشر میں جو کچھ ہے اس سے باہر قرآن کریم کی کوئی قراءت موجود نہیں اور جو کچھ نشر میں موجود ہے اس کی عمومی صحت پر اہل فن کا اتفاق ہے۔ ہم کہہ سکتے ہیں کے النشر الکبیر کی تصنیف کے بعد قرآءات قرآنیہ کی تدوین کا مرحلہ مکمل ہو چکا ہے۔ اس کے بعد ہی سے اسانید کے ساتھ روایت کے معاملہ کو اضافی سمجھ لیا گیا۔ اب اہل فن کے ہاں قراء ات کی تلاوت یا علم قراءات میں کسی کتاب کی تصنیف سے قبل سندوں کو پیش کرنے کا التزامی اہتمام موجود نہیں، بعض کبار مشائخ، جن میں آج بھی روایت واجازت کا اہتمام موجود ہے، وہ بہرحال اپنی تصانیف کے آغاز میں اپنی اسانید قراءات ذکر کر دیتے ہیں، لیکن عام اساتذہ وطلبہ، جو مدارس میں قراءت سبعہ وعشرہ پڑھتے پڑھاتے ہیں، ان میں کتنے لوگوں کے ہاں قراءات کی سندیں موجود ہیں۔ یہ اسی طرح ہے جیسے ہمارے ہاں کتنے لوگ بخاری شریف پڑھتے پڑھاتے ہیں لیکن وہ سندوں کا اہتمام نہیں کرتے۔ قراءات کی طرح احادیث کے علماء میں سے بہت تھوڑے لوگ ایسے ہیں جو اسانید کا بطورِ تبرک اہتمام کرتے ہیں۔ ہمارے ہاں علم قراء ات کی درس وتدریس کے سینکڑوں موجود ہیں۔ ان تمام مدارس سے ہزاروں لوگ بطور علم اور بطور روایت ان قراء ات کو پڑھ رہے ہیں، لیکن ان میں سے بہت ہی تھوڑے لوگوں کے پاس اَسانید موجود ہیں۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ آٹھویں صدی ہجری میں تدوین علم کے بعد اب اَسانید کے اہتمام کا معاملہ اضافی ہو چکا ہے۔ اب سندوں کے اہتمام کی اُسی طرح ضرورت نہیں سمجھی جاتی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس طرح صحیحین اور دیگر مجموعہ ہائے حدیث کی ترتیب وتدوین کے بعد سندوں کا اہتمام ختم ہوگیا ہے۔

سوال نمبر ۱۷: کیا قرآن مجید کے ایک ایک حرف، ایک ایک آیت اور ایک ایک سورت کی سند موجود ہے یا مکمل قرآن کی سند ہوتی ہے کہ شروع میں ایک سند ذکر کی جائے اور پھر مکمل قرآن ذکر کر دیا جائے؟

جواب: حدیث نبوی اجزاء کی صورت میں اُمت کو ملی ہے اور صحابہ کو بھی اجزاء کی صورت میں ہی موصول ہوئی۔ اگرچہ قرآن بھی حدیث کی طرح ابتداءً تیئس سالہ عرصہ میں آہستہ آہستہ مختلف واقعات کے تناظر میں اجزاء کی صورت میں اترتا رہا، لیکن اس کا معاملہ حدیث سے دو طرح سے فرق رہا:

① پہلا فرق تو یہ ہے کہ جب قرآن کی کوئی آیت اترتی تو آپ اس کے بارے میں فرما دیتے کہ اس کو فلاں سورۃ اور فلاں مقام پر رکھا جائے اور اس طرح سے متفرق طور پر نازل ہونے والی آیات ایک نظام میں پروئی جاتیں۔ اُمت کا اس مسئلہ میں اتفاق ہے کہ آج قرآن کی آیات وسورتوں کی جو ترتیب ہے، جسے آج کل کی اصطلاح میں نظم بھی کہتے ہیں، وہ توقیفی ہے۔ نظم قرآن کی اسی توقیفی حیثیت کے پیش نظر لوگوں نے اس کی بنیاد پر قرآن کی تفسیریں لکھی ہیں۔ حدیث میں چونکہ نظم کا مسئلہ ہی نہیں اس لیے وہاں نظم کی بنیاد پر استدلال ہی نہیں ہوتا۔

② دوسرا فرق یہ ہے کہ قرآن اللہ تعالیٰ کی کلام کے الفاظ ہونے کی ناطے متعبّد بالتلاوۃ ہے، جبکہ حدیث چونکہ مراد الٰہی ہے چنانچہ اس کی تلاوت نہیں کی جاتی۔ اب چونکہ قرآن کریم کی تلاوت ہوتی ہے اس لیے قرآن اجزاء کے بجائے بالاخر ایک مسلسل کلام میں ڈھل کر امت کو منتقل ہوا۔ حتی کہ عرضۂ اخیرہ میں قرآن کریم کی سورکی بھی ایک حتمی ترتیب متعین کر دی گئی۔ امام ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباري میں ذکر فرمایا ہے کہ جو بات قرآن کی آیات وسورتوں کی ترتیب پا جانے کے بعد دلائل کی روشنی میں اہل علم کے ہاں طے ہے وہ یہ ہے کہ اب قرآن کو موجودہ ترتیب سے ہٹ کر پڑھنا سور کی حد تک تو راجح قول کے مطابق جائز ہے، البتہ آیات کے معاملہ میں تمام اہل علم کے بالاجماع حرام ہے۔

اس پس منظر میں اب ہم مذکورہ سوال کے جواب کی طرف آتے ہیں۔ سائل کے ذہن میں یہ شبہ موجود ہے کہ جیسے حدیث میں ایک ایک چیز کی سند موجود ہے، اسی طرح ایک ایک آیت کی سند ہونی چاہئے یا قرآن مجید کے ایک ایک کلمے کی سند ہونی چاہئے، جب کہ یہ ذہنیت سطحی غور وفکر اور قرآن وحدیث کی روایت کے باہمی فرق سے ناآشنائی کا نتیجہ ہے۔ اس سلسلہ میں پیچھے جو بات ذکر کی گئی ہے اس کے مطابق آج جب ہم حدیث کو پڑھتے ہیں تو مختلف محدثین کی دی گئی ترتیب کے مطابق پڑھتے ہیں اور وہ ترتیب محدثین نے نظم کلام کے لحاظ سے ترتیب نہیں دی، بلکہ متعدد دینی موضوعات کی اہمیت وغیرہ کو مدنظر رکھ دی ہے۔

اہل قراءات کے ہاں شروع سے اُسلوب رہا ہے کہ اگر وہ کسی استاد سے مکمل قرآن کو پڑھنے کے بجائے چند سورتوں تک پڑھتے ہیں تو اجازہ قراءات میں استاد صراحت کرتا ہے کہ فلاں طالب علم نے مجھ سے فلاں روایت یا تمام قراءات میں مثلاً سورۃ الفاتحہ سے سورۃ آل عمران کے آخر تک پڑھا اور جب طالب علم مکمل قرآن استاد سے پڑھے تو وہ مکمل قرآن کا ذکر کر کے اجازت مرحمت کرتا ہے۔ عام طور پر اہل قراءات میں قرآن کریم کو آیۃ آیۃ یا کلمہ کلمہ کر کے پڑھانے کا رواج ہی نہیں۔ مشرقی ممالک میں روایت حفص اور مغربی ممالک میں رائج روایت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ورش وغیرہ کے سلسلہ میں اَساتذہ کا اُسلوب یہ ہے کہ وہ مکمل قرآن سنے بغیر طالب علم کو روایت آگے نقل کرنے کی اجازت کبھی نہیں دیتے، البتہ تدریس قراءات کے سلسلہ میں بعض اہل فن میں تساہل پایا جاتا ہے کہ وہ قراءات کی اجازت عموماً چند پارے اور مخصوص سورتیں سن کر دے دیتے ہیں کہ طلبہ میں طبعی کسولت بڑھ گئی ہے، جبکہ کبار مشائخ کی عادت آج بھی یہ نہیں کہ وہ طالبعلم کو بغیر مکمل قرآن سنے قراءات عشرہ یا قراءات سبعہ یا کسی مخصوص روایت کی اجازتِ روایت دیں۔ تحریک کلیہ القرآن الکریم اور اس سے منسلک اداروں کا بالعموم معمول بھی یہی ہے کہ وہ مکمل قرآن سنے بغیر طالب علم کو اجازت یا سند عطا نہیں کرتے۔

سوال نمبر ۸: اہل فن کے ہاں ثبوتِ قراءات کا ضابطہ کیا ہے؟ کیا قراءات قرآنیہ متواترۃً ثابت ہیں؟

جواب: سب سے قبل یہ بات معلوم ہونی چاہیے کہ قراءات قرآنیہ کا ثبوت صرف قطعی ذریعہ سے ہوا ہے، جبکہ حدیث قطعی ذریعہ سے بھی ثابت ہوتی ہے اور ظنی ذریعے سے بھی۔ قطعی ذریعہ کا مطلب یہ ہے کہ روایت اتنے محفوظ طریقے سے ہو کہ اس میں غلطی کا اِمکان ختم ہوجائے اور مزید تحقیق کی ضرورت باقی نہ رہے، جبکہ ظنی ذریعے کا مطلب یہ ہے کہ جب کوئی بات بطورِ خبر پہنچتی ہے تو چونکہ جملہ خبریہ میں سچ وجھوٹ دونوں پہلو کا اِمکان ہوتا ہے، اس لیے ہم تحقیق کر کے کسی ایک پہلو کو متعین کرتے ہیں۔ ظنی ذریعے سے ثابت خبر کی تحقیق کے اصول 'علم مصطلح الحدیث' میں ذکر کیے جاتے ہیں۔ خبر متواتر کے بارے میں تمام اہل علم متفق ہیں کہ اس سے علم قطعی کا حصول ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ خبر متواتر اُصول حدیث کا موضوع نہیں ہے۔ قرآن کے بارے میں ایک بات شروع ہی سے ذہن نشین کرلیں کہ اہل علم میں اس بات میں معمولی سا بھی اختلاف نہیں کہ قرآن مجید کا ثبوت ظنی ذریعہ سے نہیں ہوتا، صرف قطعی ذریعہ سے ہوتا ہے۔

مسئلہ زیر بحث پر بات کرنے سے قبل ایک اُصولی بات ابتداء ہی سے ذہن نشین کرلیں کہ جب دوسری صدی ہجری میں فلسفہ یونان کے عربی میں ترجمہ ہونے کے بعد دینیات کے باب میں فلسفیانہ نظریات کی امیزش ہوئی تو اہل سنت واہل بدعت کے دو بنیادی مکاتب فکر وجود میں آگئے۔ جیسے جیسے زمانہ آگے آتا گیا، اس فلسفیانہ ذہن کی کارستانی میں اضافہ ہی ہوا۔ اس ضمن میں بدعتوں فرقوں کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ حدیث تھی اور حدیث چونکہ بالعموم منقول ہی آحاد کے طریق سے ہے، چنانچہ اہل سنت کے بالمقابل انہوں نے قبولِ خبر واحد (بالفاظ دیگر حدیث نبوی) کے سلسلہ میں تشکیک کا رویہ اختیار کیا، جبکہ ان کے بالمقابل اہل سنت ومحدثین کرام نے بھرپور مزاحمت کا سامنا کیا۔ اسی کشاکشی میں معتزلہ سے متاثر ہوتے ہوئے بعض اہل سنت میں بھی قبول حدیث کے بارے میں یہ انتہائی غلط نظریہ پیدا ہوگیا کہ ثبوتِ روایت میں اصل بحث تواتر یا آحاد کی ہے، جبکہ قبول وردحدیث کے ضمن میں فن حدیث میں طے کردہ معیارات یعنی راوی کا کردار (عدالت)، روایت کے معاملہ میں راوی کی مطلوبہ صلاحیت (ضبط) اور اتصال سند وغیرہ تحقیق روایت میں 'اضافی' مقام رکھتے ہیں۔ حالانکہ معاملہ اس کے سراسر برعکس ہے۔ دین وشرع میں کسی جگہ یہ بات موجود نہیں، بلکہ ثبوتِ روایت کے معاملہ میں ہر جگہ متعین طور پر معیار راوی کی عدالت وضبط اور اتصال سند وغیرہ ہی کو بتایا گیا ہے اور کثرتِ روایت یا روایت میں ثبوت کی قطعیت وغیرہ مباحث حدیث میں اضافی طور پر قوت پیدا کرتی ہیں۔ خبر مقبول وخبر مردود کا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ معیار ہرگز نہیں کہ روایت آنے کے بعد فن حدیث کے اصولوں کو تو ایک رکھ دیا جائے اور تواتر و آحاد یا قطعیت وظنیت کی مباحث کو اصل بنالیا جائے۔ یہ بدعتی طرز فکر ہے، جس کا اہل فن میں سے پچھلے ایک ہزار سالہ تاریخ میں کوئی چھوٹا یا بڑا محدث قائل نہیں۔ عصر حاضر میں کئی اہل علم نے اس موضوع پر قلم اٹھایا ہے، جن میں سے میں دو اہل علم کی کتب کا بطور خاص تذکرہ کروں گا کہ اس سلسلہ میں انہیں ضرور دیکھا جائے۔ پہلی کتاب تو ایم فل یا پی ایچ ڈی سطح کا ایک مقالہ ہے، جو مدینہ یونیورسٹی میں لکھا گیا اور مطبوع ہے، اس کا نام ہے: المنهج المقترح فی علم المصطلح، جبکہ دوسری کاوش معروف عالم دین مولانا ثناء اللہ زاہدی ﷾ نے فرمائی ہے اور انہوں نے نور الانوار شرح المنار از ملا جیون ؒ کی دوسری و چوتھی جلد کے حاشیہ وتعلیق میں تفصیلاً اس موضوع پر بحث کی ہے۔

اس تمہید کے بعد اب ہم آتے ہیں نفس مسئلہ کی طرف تو واضح رہے کہ علمائے اُصول کا تقریباً اس بات پر اتفاق ہے کہ قرآن مجید بطریق تواتر منقول ہے۔ ہماری رائے میں بھی قراءات کا ثبوت تواتر سے ہوا ہے، البتہ تواتر کے مفہوم کے بارے میں اہل فن کا اختلاف ہے کہ تواتر کی تعریف کیا ہے؟ اس بارے میں اگر پہلے اہل فن میں موجود اس اختلاف کو حل نہ کیا جائے تو ہم یہ بات طے نہیں کر سکتے کہ قرآن مجید کس تعریف تواتر سے ثابت ہے۔ اس سلسلہ میں علماء کے دو اقوال ہیں:

① عام اُصولیوں کے ہاں تواتر کی یوں ہے:

ما رواه عددٌ كثيرٌ يستحيل العادة تواطئهم على الكَذِب۔ اس تعریف کی رو سے متواتر حدیث ایسی روایت کو کہتے ہیں جسے اتنا بڑا جم غفیر نقل کرے کہ جھوٹ کا احتمال ختم ہو جائے۔

② دوسرا قول یہ ہے کہ ما أفاد القطعي فهو متواتر یعنی وہ خبر جو علم قطعی کے ذریعے سے ہم تک پہنچتی ہے، اس کو متواتر کہتے ہیں۔ یہ متقدمین محدثین کا موقف ہے، جبکہ کتب مدون نہیں ہوئیں تھیں۔ اس دور میں جبکہ ابھی اِصطلاح سازی کا تصور سامنے نہیں آیا تھا، اس وقت کے علماء دو ہی چیزوں سے واقف تھے کہ روایت دو قسم کے ذریعوں سے ثابت ہوتی ہے: قطعی ذریعہ، ظنی ذریعہ۔ جب علوم تدوین پا گئے تو بعد از تدوین فن حدیث بھی بعض اہل علم میں یہ رجحان پایا جاتا رہا کہ تواتر کی تعریف میں اصل چیز 'قطعیت' ہے، نا کہ کافی سارے رواۃ کی روایت۔ متقدمین اہل علم کے اس تصور کی توضیح اور وضاحت پر فن حدیث کی قدیم وجدید کتب میں بہت کچھ چھپ چکا ہے۔ ابھی پیچھے جن دو کتب کا میں حوالہ دے چکا ہوں، اس ضمن میں ان میں انتہائی مفید بحثیں موجود ہیں۔ ان لوگوں نے اپنی کتب میں اس موضوع بہت ہی خوب بحث کی ہے کہ تواتر کی تعریف میں متاخر محدثین میں معتزلہ اور ان سے متاثر بعض فقہاء کی وجہ سے فلسفیانہ رنگ آ گیا ہے، جس کے مصداق کا تعین کرنا انتہائی مشکل ہے۔ اسی طرح امام مصطلح الحدیث، حافظ ابن الصلاح ؒ اور تمام شارحین مقدمہ نے بھی متواتر حدیث کی عام تعریف، جس کا تعلق تواتر اسنادی سے ہے، پر خوب ہی کلام فرمائی ہے کہ مروجہ تعریف تواتر میں محدثین کے بجائے بعض متاخرین اصولیوں نے رنگ امیزی کی ہے، کیونکہ جو تعریف عام طور پر 'تواتر الاسناد' کی ذکر کی جاتی ہے اس کا مصداق تلاش کرنا امر واقعہ میں انتہائی مشکل، بلکہ ناممکن ہے۔ اس تعریف کے مطابق اگر انتہائی تلاش

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا جائے تو زیادہ سے زیادہ تواتر الاسناد کا مصداق صرف ایک حدیث: «من كذب عليَّ متعمداً فليتبوأ مقعده من النار» [بخاری:۱۰۷] شائد بن سکے۔ مقدمہ ابن صلاح کے شارحین مثلا حافظ عراقی رحمہ اللہ وغیرہ نے وضاحت کی ہے کہ حافظ صاحب رحمہ اللہ اور عام محدثین امام حاکم، حافظ ابن عبدالبر، امام سیوطی رحمہ اللہ وغیرہ جس تواتر کو مانتے ہیں وہ اسنادی یا بالفاظ دیگر عددی تواتر نہیں، بلکہ تواتر الاشتراک ہے۔ ایسا تواتر مختلف 'اخبار آحاد' کے مجموعہ میں الفاظ یا معانی کے اعتبار سے موجود قدر مشترک سے حاصل ہوتا ہے، چنانچہ تواتر الاسناد تو اولا محدثین کی کوئی مسلمہ اصطلاح ہی نہیں اور جس اصطلاح کو محدثین کرام کے تواتر کے نام سے بیان کیا جاتا ہے وہ دراصل اخبار آحاد میں قدر مشترک سے حاصل شدہ علم قطعی ہے۔ ثابت ہوا کہ محدثین کے ہاں خبر متواتر میں اصل چیز عددی یا اسنادی تواتر نہیں بلکہ تواتر الاشتراک ہے، جو روایت وخبر کے پہلو سے درحقیقت خبر واحد اور نتیجہ کے اعتبار سے ایسی روایت ہوتی ہے جس میں موجود شے علم قطعی سے ثابت ہوتی ہے۔

ان تمام باتوں کے ساتھ اگر مزید یہ غور بھی کرلیا جائے کہ تواتر الاسناد کے حوالے سے محدثین میں مزید یہ بھی اختلاف ہے کہ روایت میں کتنے عدد افراد ہوں تو جھوٹ کا احتمال محال قرار پاتا ہے۔ اس سلسلہ میں بھی عام محدثین کے بالمقابل محققین کا موقف یہ ہے کہ تواتر الاسناد میں بھی اصل چیز عدد نہیں، بلکہ وہ قطعیت ہے جو درحقیقت روحِ تواتر ہے اور وہ قطعیت زیادہ کے بجائے چند افراد سے بھی حاصل ہوسکتا ہے، جیسا کہ اس موضوع پر صاحبِ سبل السلام امیر صنعانی رحمہ اللہ نے توضیح الافکار میں اور حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مجموع فتاوی کی اٹھارویں جلد میں انتہائی مفید بحث فرمائی ہے۔

حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ لوگ جو یہ سمجھتے ہیں کہ تواتر صرف عددی اکثریت سے حاصل ہوتا ہے وہ غلطی پر ہیں، تواتر (یعنی روایت میں قطعیت) بسا اوقات راویوں کی کثرت سے اور بسا اوقات راویوں میں پائے جانے والی صفات عدل وضبط میں کثرت سے حاصل ہوتا ہے یعنی بسا اوقات راوی ایک ہی ہوتا ہے، لیکن وہ کئی آدمیوں کی مثل قوت رکھتا ہے، جیسے امام بخاری رحمہ اللہ ہیں۔ حافظ صاحب رحمہ اللہ کی بات کے مدلول میں چار یا اس سے زائد رواۃ کی کثرت بھی شامل ہے، جسے عموما تواتر الاسناد کہتے ہیں، اور چار سے کم رواۃ میں پائے جانے والی صفات کی قوت بھی شامل ہے، جسے اصطلاح محدثین میں خبر واحد محتف بالقرائن کہتے ہیں۔ ہم کہنا یہ چاہتے ہیں کہ اگر جھوٹ کا احتمال تین یا اس سے کم رواۃ میں ختم ہوجاتا ہے تو محدثین کے بالاتفاق ایسی شے بھی علم قطعی کا فائدہ دیتی ہے۔ اس مثال میں ہم صحیح بخاری کے سلسلۃ الذھب کو پیش کرسکتے ہیں۔ سلسلۃ الذھب سے مراد سونے کی وہ سند ہے جو امام بخاری رحمہ اللہ، اپنے استاد امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے اور وہ نقل کریں امام شافعی رحمہ اللہ سے اور وہ نقل کریں اپنے استاد امام مالک رحمہ اللہ سے اور وہ روایت کریں نافع رحمہ اللہ یا سالم رحمہ اللہ سے اور وہ روایت کریں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے۔ اس سند میں موجود تمام افراد کو امیر المومنین فی الحدیث کا لقب حاصل ہے اور ہر ہر آدمی اپنی ثقاہت میں متعدد ثقہ راویوں کے برابر قوت رکھتا ہے۔

مذکورہ باتوں سے معلوم ہوا کہ محدثین کے ہاں خبر واحد کی بھی دو قسمیں ہیں:

① ایک خبر واحد وہ ہے جو علم نظری وظنی کا فائدہ دیتی ہے، یعنی ایسا علم جس میں تحقیق ونظر کی ضرورت ہوتی ہے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور تحقیق کے بعد اس میں بھی سچ وجھوٹ میں سے ایک پہلو قطع ہو جاتا ہے۔

② دوسری خبر واحد وہ ہے جو صحت سند سے ثابت ہو اور متواتر خبر کی طرح علم قطعی کا فائدہ دیتی ہو۔ ایسی خبر کو محدثین کرام کی اصطلاح میں الخبر الواحد المحتف بالقرائن کہتے ہیں۔ اس کے بارے میں امام ابن حجر رحمہ اللہ نے شرح نخبة اور النكت على ابن الصلاح وغیرہ میں وضاحتاً لکھا ہے کہ اہل الحدیث کے ہاں ایسی خبر متواتر حدیث کی طرح علم قطعی کا فائدہ دیتی ہے یا بالفاظ دیگر ایسی خبر سے جو علم حاصل ہوتا ہے، اسے متاخرین کی اِصطلاحات میں اگرچہ تواتر تو قرار نہیں دیا جاتا، کیونکہ تواتر اسنادی کے لیے کم از کم چار افراد کا ہر طبقے میں پایا جانا ضروری ہے، لیکن اس کے باوجود یہ قسم تواتر کی طرح ہے، کیونکہ قرائن اسے ایسی قوت بخش دیتے ہیں کہ یہ قطعیت کا درجہ حاصل کر لیتی ہے۔ اہل الحدیث کے ہاں یہ قرائن کافی قسم کے ہوتے ہیں، جن کی تفصیل کتب مصطلح میں موجود ہے۔ ان میں سے ایک قرینہ، جسے تقریبا تمام فقہی مکاتب فکر کے ہاں مقبولیت حاصل ہے، یہ ہے کہ ایسی صحیح روایت، جس کی صحت پر جمیع اہل فن کا اتفاق ہو جائے، جسے اِصطلاحات میں تلقی بالقبول کہتے ہیں، تو یہ اتفاق اسے قطعیت کے مقام پر فائز کر دیتا ہے۔ صحیحین کو دیگر کئی قرائن کے ساتھ صرف اسی ایک قرینہ نے اُمت کے ہاں قطعیت کے مقام پر فائز کر دیا ہے۔ عام طور پر علمائے احناف خبر واحد کی بنا پر واجب اور فرض میں، حرام اور مکروہ تحریمی میں اور تخصیص عام اور تقیید اطلاق وغیرہ کی مباحث میں جمہور سے مختلف ہیں اور اس کی وجہ وہ یہی قرار دیتے ہیں کہ خبر واحد ظنی ہوتی ہے، جبکہ خبر متواتر علم قطعی کا فائدہ دیتی ہے، لیکن علمائے احناف میں سے امام سرخسی رحمہ اللہ اور علامہ کشمیری رحمہ اللہ وغیرہ صحیحین کے قطعی الثبوت ہونے کے قائل ہیں۔

الغرض قراءات کے ثبوت میں چار قسم کا تواتر پایا جاتا ہے، جس کی تفصیل ذیل میں ذکر کی جاتی ہے:

① خبر متواتر کی قسم تواتر الاسناد کی تعریف کے اعتبار سے اگر قراءات کو دیکھا جائے تو قراءات میں آئمہ عشرہ کے بعد سے عصر حاضر تک تواتر الاسناد پایا جاتا ہے، البتہ آئمہ عشرہ سے قبل چونکہ ہر دم اختلاط ہو رہا تھا چنانچہ تواتر الاسناد وہاں معدوم ہے۔

② آئمہ قراءات کے ہاں ثبوتِ قراءات کا عام ضابطہ یہ ہے کہ جو قراءات صحتِ سند سے ثابت ہو اور مصاحف عثمانیہ میں سے کسی ایک مصحف کے رسم کے موافق ہو، نیز لغات عرب کے خلاف نہ ہو تو اسے الخبر الواحد المحتف بالقرائن کے قبیل سے قرار دے کر قطعیت کے ساتھ قبول کر لیا جائے گا۔

امام ابن جزری رحمہ اللہ نے ان تین شرطوں پر ایک بات کا مزید اضافہ بھی فرمایا ہے کہ متعدد قرائن کے ساتھ ثابت شدہ اس قسم کی قراءات پر اہل فن کا تلقّی بالقبول بھی حاصل ہونا چاہیے۔ اس بات کو دیگر اہل علم نے بھی قبول کیا ہے۔ ثبوت قرآن کے اس ضابطہ میں حافظ ابن جزری رحمہ اللہ کی طرف سے پیش کردہ اس اضافے کو میں بہت اہمیت کی نظر سے دیکھتا ہوں۔ یہی وہ ضابطہ ہے جس کو صحیح بخاری اور صحیح مسلم کو قطعیت کے مرحلہ تک پہنچا دیا، کیونکہ صحیحین پر اہل فن یعنی محدثین کے اور قراءات قرآنیہ پر اہل فن یعنی قراء کرام کے اتفاق کا معنی یہ ہے کہ یہ لوگ اپنی تمام تر تحقیقات کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے کہ یہ مرویات قطعی الثبوت ہیں۔ یہاں ہم جاہلوں کے اتفاق کی بات نہیں کر رہے، بلکہ ان لوگوں کی بات کر رہے ہیں، جو بغیر تحقیق کیے اتفاق نہیں کرتے، بلکہ مکمل جانچ پڑتال

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنے کے بعد ہی اتفاق کرتے ہیں۔ صحیحین پر ماہرین فن کے اتفاق کے بعد ہی انہیں ما جاوز القنطرة کے مقام پر فائز کیا گیا ہے۔ اگر اسی قسم کا اتفاق موجودہ قراءت عشرہ کو حاصل ہو تو اہل فن انہیں قراءات میں شمار کرتے ہیں ورنہ نہیں، بلکہ صحیحین کی صحت پر تو بعض لوگوں نے علمی اختلافات بھی کیے ہیں، لیکن موجودہ قراءات قرآنیہ عشرہ متواترہ کے ثبوت میں پچھلی بارہ صدیوں میں کسی ایک عالم نے بھی انکار نہیں کیا، بلکہ علامہ تاج الدین سبکی رحمہ اللہ کے بقول تو کلمہ طیبہ پڑھنے والے کسی عامی نے آج تک معمولی شبہ کا اظہار نہیں کیا۔

③ ثبوت قراءات کے سلسلہ میں ایک تیسرا تواتر وہ ہے جو کہ حدیث میں عام طور پر نہیں پایا جاتا۔ اسی لیے عام اہل الحدیث اس سے واقف بھی نہیں۔ اسے اہل قراءات کی اصطلاحات میں 'تواتر طبقہ' کا نام دیا جاتا ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ قرآن کریم متعبّد بالتلاوۃ ہونے کی وجہ سے ہمیشہ خواص میں پڑھا پڑھایا جاتا رہا، چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اللہ کے رسول ﷺ نے قرآن پڑھایا تو صحابہ میں سے ہر شخص کا قرآن سے تعلق رہا، یہی حال تابعین و تبع تابعین میں رہا، حتیٰ کہ آج تک امت میں سے ہر آدمی قرآن کو پڑھتا ہے، جبکہ حدیث کا معاملہ اس سے مختلف ہے۔ عام لوگوں کا علم حدیث سے صرف اتنا تعلق رہا کہ اہل علم سے مسائل پوچھتے رہے اور حدیث کے باقی علم کو اہل الحدیث کے سپرد کر کے اپنے دنیاوی مشغول ہو رہے۔ اس اعتبار سے اگر جائزہ لیا جائے تو قرآن کریم صحابہ، تابعین، تبع تابعین سے لے کر آج تک ہر دور میں پڑھا جا رہا ہے اور مختلف ممالک میں ہمیشہ سے مختلف قراءات رائج رہی ہیں، چنانچہ وہ لوگ جو مدارس میں قراءاتِ قرآنیہ کے محافظین ہیں اگر وہ ہر دور میں ہزاروں میں رہے ہیں تو معاشرہ میں انہی قراءات کو پڑھنے والے عوام الناس ہر زمانہ میں لاکھوں، کروڑوں رہے ہیں۔ اب مثلاً مدارس میں روایتِ حفص سینکڑوں لوگ اَسانید سے اَخذ کر کے آگے نقل کر رہے ہیں، جبکہ صرف پاکستانی معاشرہ میں سولہ کروڑ عوام بھی اسی روایت پر بلا اختلاف اتفاقی تعامل سے عمل پیرا ہے۔ یہ مدارس میں پڑھائی جانے والی روایت حفص کا انتہائی قوی قرینہ ہے۔ اسے اہل قراءات 'تواتر طبقہ' کے نام سے بیان کرتے ہیں، جس کا حدیث میں سرے سے وجود نہیں۔ یہ کتنا مضبوط قرینہ ہے کہ اس کی بنیاد پر خبر واحد کو وہی تقویت مل جاتی ہے، جو تلقّی بالقبول کے ذریعے سے قراءات کو ملی ہے۔ آج اگر اُمت میں ساری قراءتیں متداول نہیں ہیں، تو بھی اس قسم کے تواتر کا بڑا فائدہ ہے کیونکہ قراء عشر تک تو اہل فن کے ہاں بھی تواتر اسنادی موجود ہے، معاملہ اس کے بعد کا ہے اور قراء عشر کے دور میں تمام سبعہ احرف عوام وخواص میں متداول تھے، چنانچہ آئمہ عشر تا رسول اللہ ﷺ تواتر طبقہ موجود ہے۔

④ یہاں ثبوتِ قراءات کا ایک چوتھا ذریعہ بھی ہے جو تواتر کی ایک مخصوص قسم ہے اور وہ یہ کہ قرآن مجید کا ایک ایک کلمہ، ایک ایک آیت اور ایک ایک سورت کو بھی تواتر حاصل ہے، لیکن یہ تواتر سند و عدد والا تواتر نہیں بلکہ وہ تواتر ہے جسے محدثین 'تواتر' کے مطلق نام کے مصداق کے طور پر پہنچانتے و بیان کرتے ہیں۔ تواتر اسنادی کے بارے میں تو پیچھے واضح ہو چکا ہے کہ محدثین اس کے انکاری ہیں، انہوں نے زیادہ سے زیادہ اس کی اگر کوئی مثال تسلیم کی بھی ہے تو وہ صرف ایک حدیث «من كذب على متعمدا فليتبوأ مقعده من النار» [بخاری: ۱۰۷] ہے۔ بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ یہ حدیث بھی تواترِ اسنادی کی تعریف پر پوری نہیں اترتی، کیونکہ دیگر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روایات کی طرح اس روایت کے بھی ہر طبقہ میں کثرتِ عدد موجود نہیں، بلکہ متعدد اَخبار آحاد میں اس حدیث کے مذکورہ الفاظ مشترک طور پر وارد ہوئے ہیں، چنانچہ تمام روایات کا حاصل یہ ہے کہ یہ روایت ان مشترکہ الفاظ کے اتفاق کے ساتھ درجہ یقین کو پہنچتی ہے۔ اس وضاحت کی رو سے یہ روایت بھی تواتر اسنادی کے بجائے تواتر اشتراکی ہی ہے۔ بعض لوگوں نے مکمل روایت میں الفاظ کے اشتراک کی بنا پر حاصل ہونے والے تواتر کو تواتر لفظی اور روایات میں معنوی قدر اشترک کی بنا پر حاصل ہونے والے تواتر کو یہ لوگ تواتر معنوی کا نام دیتے ہیں۔ بعض لوگوں نے مذکورہ تصور کی بنا پر اخبار احاد کی رو سے ثابت ہونے والی پانچ دیگر روایات کو بھی متواتر لفظی قرار دیا ہے، جن میں ایک روایت أنزل القرآن علی سبعه أحرف [بخاری:۴۹۹۲] بھی ہے۔ ان روایات کی تفصیل کے لیے الوجیز فی أصول الفقه از ڈاکٹر عبدالکریم زیدان کے اردو ترجمہ جامع الاصول از ڈاکٹر احمد حسن رحمہ اللہ میں بحث سنت کا مطالعہ فرمائیں۔

اسی طرح متعدد طرق میں مشترکہ طور پر « إنما الأعمال بالنيات »[بخاری:۱] کے الفاظ موجود ہیں، اگرچہ یہ روایت اپنی اصل کے اعتبار سے خبر غریب ہے، اسی اشتراکِ الفاظ کی بنا پر بعض حضرات نے اس روایت کو بھی « من كذب علیَّ متعمدًا فليتبوأ مقعده من النار »[بخاری:۱۰۷] کی طرح متواتر لفظی بتایا ہے اور بعض لوگ اس روایت کو متواتر معنوی شمار کرتے ہیں کیونکہ اس روایت میں وارد 'نیت' کا مضمون متعدد روایات میں آیا ہے، جن میں الفاظ کے اختلاف سے قطع نظر نیت کی فرضیت مشترک ہے۔ بعض محدثین تواتر اشتراکی کو تواتر معنوی بھی کہتے ہیں، لیکن صحیح یہی ہے کہ قدرِ مشترک کا معاملہ کسی مضمون میں بھی ہوسکتا ہے اور متعدد روایات میں ثابت الفاظ میں بھی۔ اس تناظر میں اگر ہم قراءات عشرہ متواترہ صغری وکبری کا جائزہ لیں تو یہ تمام قراءات قرآنیہ تواتر الاشتراك فی الالفاظ اور تواتر الاشتراك فی الآيات کے اعتبار سے متواتر ہیں۔ مثال سے بات یوں سمجھیں کہ قرآن کے کسی لفظ کو بھی اہل قراءات کے ہاں چھ سے زائد اندازوں سے نہیں پڑھا گیا، جب کہ قراءات قرآنیہ متواترہ اَسی طرق کے ساتھ مروی ہیں، گویا قرآن کریم آج امت کے پاس سبعہ احرف سمیت اَسی اسانید کے ساتھ موجود ہے۔ چنانچہ قرآن مجید کی مجموعہ قراءات اگر اسی طرق سے ثابت ہیں تو ۹۵ فیصد متفق علیہ کلمات اسی روایات میں مشترک الفاظ کے اتفاق کے ساتھ متواتر لفظی کے طور پر ثابت ہوئے۔ اور جن کلمات میں دو دو قراءات ہیں وہ اندازا چالیس چالیس اسانید میں موجود مشترک الفاظ کے اتفاق سے متواتر لفظی بنے۔ علی ہذا القیاس جو کلمہ چھ اندازوں سے پڑھا گیا تو وہ تقریبا تیرہ تیرہ اَخبار آحاد میں موجود مشترک الفاظ کی بنا پر متواتر لفظی میں شامل ہوئے۔ یاد رہے کہ چھ اندازوں سے جن کلمات کو پڑھا گیا ہے وہ صرف ایک دو ہیں، جنہیں پانچ طرح سے پڑھا گیا ہے وہ اس سے کچھ زیادہ ہیں، چار طرح سے پڑھے جانے والے کلمات مزید کچھ زیادہ ہیں۔ اکثر کلمات میں دو یا تین طرح ہی سے پڑھنے کا اختلاف مروی ہے۔ الغرض اس اعتبار سے دیکھیں تو مروجہ قراءات قرآنیہ عشرہ متواترہ میں موجود تمام آیات، کلمات اور سور متواترۃً ثابت ہیں اور محدثین کے ہاں تواتر سے بالعموم تواتر الاشتراک ہی مراد ہوتا ہے، چنانچہ محدثین کے معیار تواتر پر قرآن بہرحال ثابت ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

المختصر قرآن کریم کے ثبوت میں پانچ طرح کے تواتر اور قطعیت کے ذرائع موجود ہیں:

① **تواتر اسنادی:** قرآن مجید کے ثبوت میں اسنادی تواتر موجود ہے، البتہ آئمہ عشرہ تک ہے۔اگرچہ اس سے آگے تواتر اسنادی وتواتر عددی موجود نہیں، کیونکہ آئمہ عشر سے قبل اختلاط روایات کا دور دورہ تھا۔

② **تواترِ طبقہ:** اس قسم کا تواتر آئمہ عشرہ سے قبل تو تمام قراءات کو حاصل رہا، البتہ عصر حاضر میں یہ تواتر صرف متداول چار قراءات وروایات کو حاصل ہے۔ نیز تواتر کی یہ قسم صرف قرآن کریم کے ساتھ خاص ہے۔

③ **تلقّی بالقُبول:** اس اعتبار سے قرآن مجید قطعی الثبوت طریقہ سے ثابت ہے، جسے بعض لوگ تواتر سے ہی تعبیر کرتے ہیں۔قراءاتِ عشرہ متواترہ کو جمیع فنون کے ماہرین نے ہر دور میں بالاتفاق قبولیت سے نوازا ہے۔ پوری دنیا کے جمیع مدارس اور جمیع اہل علم جو قرآن یا قراءات قرآنیہ کو نقل کرنے والے ہیں وہ تمام اس بات پر متفق ہیں کہ مروّجہ قراءات عشرہ قرآن ہیں۔

④ **الخبر الواحد المحتف بالقرائن المفيد للعلم القطعي:** چوتھی بات جو ہم بیان کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ اگر ایک قراءت صحتِ سند سے ثابت ہو اور اس میں رسم عثمانی کی موافقت اور لغات عرب کی مطابقت کی شروط بھی پائی جائیں تو ایسی روایت خبر واحد مقرون بالقرائن کے قبیل سے ہو کر علم قطعی کا فائدہ دے گی۔

⑤ **تواتر الاشتراك:** تواتر اِسنادی کا تصور چونکہ آئمہ محدثین کے ہاں صرف خیالی تصور ہے، جس کی مثال محدثین کے بقول عملاً موجود نہیں اور یہ تصورِ تواتر بقول حافظ ابن صلاح رحمہ اللہ بعض متاخر اُصولیوں کی طرف سے پیش کردہ ہے، جسے صرف خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے اصولیوں سے متاثر ہو کر فن حدیث میں پیش کر دیا، چنانچہ علم مصطلح الحدیث میں تواتر کے جس تصور سے محدثین مانوس ہیں وہ تواتر الاشتراك ہی ہے۔تواتر اس تصور کی رو سے جمیع قراءات قرآنیہ حتمی طور پر متواترۃ ثابت ہیں۔

سوال نمبر ⑲: اگر قراءات منزل من اللہ ہیں، تو پھر ان کی نسبت رجال کی طرف کیوں ہے؟

جواب: اس سے پہلے اس حوالے سے ایک سوال گذر چکا ہے کہ قراءت سات نازل ہوئیں تو سات سے دس یا بیس قراءات کیسے بن گئیں؟ ہم نے وہاں یوں جواب دیا تھا کہ اس شبہ کی بنیادی وجہ اس بنیادی مسئلے سے ناآشنائی ہے کہ قراءات کی تعریف کیا ہے۔اس ضمن میں دو باتیں ضرور یاد رہنی چاہئیں:

① موجودہ قراءاتِ عشرہ حروف سبعہ میں باہمی تداخل کے سبب وجود میں آنے والے ائمہ فن کے اختیارات ہیں، جنہیں انہی اصحاب کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، جنہوں نے وہ اندازِ تلاوت اپنے لیے اختیار و متعین کیا ہو۔اس نسبت سے قراءات کی نسبت قبل ازیں صحابہ کی طرف بھی ہوتی رہی، پھر تابعین اور تبع تابعین کی طرف بھی رہی، تا آنکہ ان آئمہ عشرہ اور ان کے تلامذہ کا زمانہ آ گیا تو انہوں نے اپنے لیے جو ترتیبات تلاوت (sets) اِختیار کیے ان کی نسبت انہی آئمہ مختارین کی طرف کی گئی۔اب چونکہ بارہ صدیوں سے اُمت انہی ائمہ کے اختیارات پر متفق ہے چنانچہ ان کے مختار اسالیب تلاوت ان کی طرف منسوب ہیں۔

② دوسری بات یہ ہے کہ ان قراءات میں موجود اتفاقی واختلافی کلمات چونکہ ان آئمہ عشرہ کی روایات کے ذریعے ہم تک پہنچ رہے ہیں اس لیے مثل حدیث کے ان کی نسبت صاحب روایات ہی کی طرف کی جاتی ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اہل فن کے ہاں بنیادی طور پر قراءات روایاتِ قرآن کو کہتے ہیں۔ اسی نسبت سے قراءات قرآنیہ عشرہ کو قراءات متواترہ کہا جاتا ہے اور یہ بات معلوم ہے کہ تواتر خبر کی قسم ہے، چنانچہ قراءات عشرہ متواترہ کا مطلب ہے قراءات عشرہ متواترہ یا راویات عشرہ متواترہ ہے۔

اس پس منظر میں زیر بحث سوال کا جواب یہ سامنے آتا ہے کہ 'سبعہ احرف' کی نسبت تو اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتی ہے، کیونکہ اللہ کی طرف سے جو قرآن اترا وہ 'سبعہ احرف' پر مشتمل تھا، لیکن بعد ازاں جب رجال نے ان احرف کو آپس میں خلط ملط کر کے اپنے نئے انداز تلاوت اختیار کر لیے تو اب ان اختیار کردہ ترتیبات تلاوت کی نسبت انہی رجال کی طرف ہونے لگی۔ اسی طرح جب قراء عشرہ کا زمانہ آیا تو لوگوں نے ان کے اختیارات کو اپنا لیا اور پھر انہیں کے ہو کر رہ گئے۔ اب گذشتہ کئی صدیوں سے انہی دس قراءات کو (بدونِ خلط) بطورِ روایت اُمت میں منتقل کیا جا رہا ہے۔ اب جس طرح جو حدیث امام بخاری رحمہ اللہ کی نسبت سے بیان ہوا سے بخاری کی حدیث اور جو حدیث امام مسلم رحمہ اللہ سے روایت ہوا سے مسلم کی حدیث کہا جاتا ہے، عین اسی طرح موجودہ قراءات قرآنیہ بھی جن آئمہ کی نسبت سے اُمت میں رائج ہیں ان قراءات کی نسبت بھی ان ائمہ کی طرف کی جائے گی۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ ایک قراءت اختیار تو سیدنا نافع رحمہ اللہ کا ہو یا ان کے شاگرد امام ورش رحمہ اللہ کا ہو، لیکن اس کی نسبت ان کی بجائے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کی جائے۔ اگر ایسا کیا جائے تو یہ کذب بیانی ہوگا۔ المختصر جان لینا چاہیے کہ اہل فن کے ہاں سبعہ قراءات سے مراد سات مشہور ائمہ کی قراءات ہیں اور قراءات عشرہ سے مراد دس مشہور ائمہ کی قراءات ہیں، جبکہ حدیث میں وارد سبعہ احرف، جنہیں عرف عام میں سبعہ قراءات بھی کہہ دیا جاتا ہے، وہ ان سبعہ قراءات سے مختلف ہیں جو سبعہ قراء کی قراءات ہیں۔ سبعہ احرف والی سبعہ قراءات کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف، جب کہ مروّجہ سبعہ قراءات کی نسبت سات معروف ائمہ کی طرف ہے۔

[جاری ھے]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حافظ انس نضر مدنی☆

علم قراءات اور قراءاتِ شاذہ

ماہنامہ رشد کے مدیر اعلیٰ جناب حافظ انس مدنی ﷾، شیخ القراء قاری محمد ابراہیم میر محمدی ﷾ کے اَرشد تلامذہ میں سے ہیں۔ان کی شخصیت کا یہ امتیاز ہے کہ بیک وقت دو تخصُّصات کے حامل ہیں، جامعہ لاہور الاسلامیہ کے کلِّیۃ القرآن الکریم کے اَوّلین خرّیجین میں سے ہیں، جبکہ مدینہ منورہ یونیورسٹی کے کلِّیۃ الشریعۃ سے درجہ امتیاز مع الشرف کے ساتھ سندِ فضیلت بھی حاصل کر چکے ہیں۔عرصہ پانچ سال سے جامعہ پنجاب میں 'حمید الدین فراہی کے اُصول تفسیر' پر پی ایچ ڈی کے طالبعلم ہیں۔آپ نے پنجاب یونیورسٹی میں دورانِ تعلیم زیرِنظر مقالہ کو ایک تحقیقی اسائنمنٹ کے طور پر ترتیب دیا تھا، جسے قبل ازیں ماہنامہ رشد کے نومبر دسمبر ۲۰۰۷ء کے مشترکہ شمارے میں شائع کیا جاچکا ہے۔موضوع پر ایک جامع اور مفید تحریر ہونے کی وجہ سے رشد 'قراءت نمبر' میں اُسے دوبارہ شائع کیا جارہا ہے۔یاد رہے کہ ماضی قریب میں کلِّیۃ الشریعۃ، جامعہ لاہور الاسلامیہ، لاہور کے فاضل اور مجلس التحقیق الاسلامی کے سابق رکن جناب پروفیسر مولانا محمد اسلم صدیق ﷾ نے 'قراءات شاذہ اور ان کے تفسیر وفقہ پر اثرات' کے عنوان سے ایک گراں قدر مقالہ لکھ کر پنجاب یونیورسٹی سے ایم فل کی ڈگری حاصل کی تھی۔مقالہ مذکور کے بہترین مقالہ جات کی فہرست میں شامل ہونے کی وجہ سے یونیورسٹی نے اِسے کتابی صورت میں طبع کروایا ہے۔زیرِنظر موضوع کے جملہ پہلوؤں پر مطالعہ کے سلسلہ میں شائقین کو اس علمی کاوش کا ضرور مطالعہ کرنا چاہیے۔[ادارہ]

قراءات سے مراد

'قراءات'، قراءت کی جمع ہے جو قَرَأَ یَقْرَأُ قِرَاءَۃً کا مصدر سماعی ہے، اس کا معنی تلاوت یعنی پڑھنا ہوتا ہے۔[1] قراءات کی اصطلاح میں 'قراءات' کی تعریف یہ کی جاتی ہے:

علمٌ بكيفية أداءِ كَلِمات القرْآن واختلافِها مَعزُوّ لِناقِله .[2]

''کلماتِ قرآنِ کریم کے ردّوبدل (اختلاف) جس کی نسبت اس کے ناقل کی طرف ہو اور اَدا کی کیفیت کے متعلق علم کا نام 'علم قراءات' ہے۔''

یہ تعریف امام ابن جزری ؒ کی ہے، بعض قرا نے 'قراءات' کی تعریف کچھ اس طرح کی ہے:

مَذهبٌ مِن مذاهبِ النّطق في القرآن، يَذهَب به إمامٌ من الأئمّة القُرّآءِ مذهباً يُخالِف غيرَهُ في النّطقِ بالقرآن الكريم، وهي ثابتةٌ بأسانيدها إلىٰ رسول الله ﷺ .

''قراءاتِ قرآنیہ، قرآن کریم کے نطق کے مذاہب میں ایک ایسا مذہب ہیں جن کو معروف قرا میں سے کوئی ایک قاری اختیار کرتا ہے اور اس میں وہ دوسرے قرا کے نطق کی مخالفت کرتا ہے، لیکن وہ تمام مذاہب اللہ کے رسول ﷺ سے صحیح

☆ مدیر کلِّیۃ الشریعۃ، جامعہ لاہور الاسلامیہ وانچارج اِسلامک انسٹی ٹیوٹ، لاہور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سند کے ساتھ ثابت ہیں۔''[۳]

علم قراءات کا اِرتقا

جب خلیفۂ ثالث جامع قرآن سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مختلف شہروں میں پھیل گئے اور ہر ایک صرف اسی کو قرآن سمجھنے لگا جو اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بالمشافہ سنا تھا، لوگوں میں قراءات کے متعلق اختلاف بڑھ گیا، ہر شخص اپنی قراءت کو ہی صحیح اور دوسروں کی قراءت کو غلط کہنے لگا تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سخت پریشان ہوگئے۔ پھر جب سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ غزوہ اَرمینیہ سے لوٹے اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو اہل شام اور عراق میں قراءات کے مختلف اختلاف کی خبر دی تو عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جمع کیا اور ان سے اس بارے میں مشورہ کیا۔ سب نے یہ مشورہ دیا کہ تمام لوگوں کو ایک مصحف پر جمع کر دیا جائے۔ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اُم المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا سے وہ مصحف منگوایا جو خلیفۂ اوّل سیدنا اَبوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں لکھا گیا تھا اور پھر ان کی وفات کے بعد خلیفۂ ثانی سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور اُن سے اُم المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا تک پہنچ چکا تھا، تاکہ وہ جمع قرآن کی اساس اور بنیاد بنے اور سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں قرا کی ایک جماعت کو حکم دیا کہ وہ تمام قراءاتِ قرآنیہ متواترہ کو اُم المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا کے مصحف کی روشنی میں مصاحف میں لکھیں۔ قرا کی جماعت نے سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حکم کے مطابق تمام قرآن کریم کو اس کی قراءات کے ساتھ جمع کیا۔ جن مقامات پر ایک ہی رسم سے سب قراءتیں نکل سکتی تھیں وہاں سب کا رسم ایک ہی رکھا اور ان مصاحف کو نقطوں اور حرکات سے مجرد کر دیا تاکہ تمام قراءاتِ متواترہ ان مصاحف میں آجائیں۔

اِمام شاطبی رحمہ اللہ علم الرسم میں اپنی معروف کتاب 'قصیدہ رائیہ' میں فرماتے ہیں:

فَقَام فِيهِ بِعَون اللهِ يَجْمَعُهُ ... بِالنُّصْحِ وَالْجِدِّ وَالْحَزْمِ الَّذِي بَهَرَا
مِنْ كُلِّ أَوْجُهِهِ حَتَّىٰ اسْتَتَمَّ لَهُ ... بِالأَحْرُفِ السَّبْعَةِ الْعُلْيَا كَمَا اشْتَهَرَا
فَجَرَّدُوهُ كَمَا يَهْوَىٰ كِتَابَتَهُ ... مَا فِيهِ شَكْلٌ وَلَا نَقْطٌ فَيَحْتَجِرَا

''پس زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اس کام کیلئے مستعد ہوگئے اور وہ قرآن کو اس کی تمام وجوہ سمیت اخلاص، پوری کوشش اور احتیاط سے جمع کر رہے تھے حتیٰ کہ وہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کیلئے ان سات حروف کے ساتھ پورا ہوگیا جو بلند ہیں جیسا کہ وہ مشہور ہیں (یعنی مشہور حدیث میں آیا ہے کہ قرآن کریم سات حروف پر نازل ہوا ہے)۔ پس اس جماعت نے اس کو حرکتوں اور نقطوں سے خالی کر دیا جیسا کہ عثمان رضی اللہ عنہ اس کی کتابت چاہتے تھے تاکہ یہ (نقاط اور حرکات) روک نہ دیں (یعنی باقی قراءات کے اس رسم میں داخل ہونے کو)۔''

پھر سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان مصاحف کو مشہور قرائے کرام کے ساتھ مختلف علاقوں میں بھیج کر باقی تمام مصاحف جلانے کا حکم دے دیا۔ تمام علاقے والے اپنے اپنے مصحف اور اس کے ساتھ آنے والے قاری سے قرآن کریم سیکھتے رہے یہاں تک کہ ان مشہور و معروف قرائے سبعہ کا زمانہ آگیا جنہوں نے صرف قرآن کریم کی خدمت اور اس کی نشر و اشاعت کیلئے اپنے آپ کو مخصوص کرلیا۔

متواتر اَحادیث سے ثابت ہے کہ قرآن کریم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر سات حروف پر نازل ہوا ہے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے آپ ﷺ سے بالمشافہہ قرآن کریم سیکھا۔ کسی نے ایک حرف کے مطابق، کسی نے دو کے مطابق جبکہ بعض نے دو سے زیادہ حروف کے مطابق۔ پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مختلف شہروں میں پھیل گئے اور اُنہوں نے جس جس طریقہ سے آپ سے سیکھا تھا، اسی طریقہ سے قرآن کریم کو پڑھانا اور سیکھانا شروع کر دیا۔ اس طرح تابعین عظام رحمہم اللہ نے ان سے یہ حروف سیکھے اور اُن سے تبع تابعین نے اور اسی طرح یہ سلسلہ چلتا رہا یہاں تک کہ معاملہ ان معروف ومشہور قرائے سبعہ تک پہنچ گیا جو صرف قرآنِ کریم کی خدمت اور نشر واشاعت کیلئے مختص ہو گئے تھے۔[۴]

واضح رہے کہ قرآنِ کریم اور قراءات کی اصل اساس نہ تو مصاحفِ عثمانیہ ہیں اور نہ ہی کبھی ہو سکتے ہیں بلکہ ان کی بنیاد اُستاد کے منہ سے بالمشافہ اَخذ وتلقّی پر ہے حتیٰ کہ اس کی سند رسول اللہ ﷺ سے ہو کر اللہ تعالیٰ تک پہنچ جائے۔ مصاحفِ عثمانیہ ایک لحاظ سے کتاب اللہ کیلئے مسلمانوں کا جامع مرجع ہیں اور وہ بھی صرف ان معاملات میں جن پر وہ دلالت اور جن کی وہ تعیین کر سکتے ہیں۔ لہٰذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ جو قراءات بھی ان مصاحفِ عثمانیہ کی رسم کے احاطہ میں نہیں آتی وہ قرآن نہیں بلکہ وہ شاذ قراءت ہوگی۔

اگر مصاحفِ عثمانیہ کو ہی قراءات کی اَصل بنیاد قرار دے دیا جائے تو یہ لازم آئے گا کہ ان مصاحف کی رسم کے مطابق قرآنی لفظ کو جیسے بھی پڑھ لیں تو وہ قرآن ہے حالانکہ تمام مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ وہ قرآن نہیں۔

قرآنِ کریم اور علم قراءات

قرآن کریم اور قراءات دونوں حقیقت ہیں، اور ایک چیز نہیں بلکہ باہم متغیر ہیں۔ ان میں یہ فرق بیان کیا جاتا ہے کہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا وہ کلام ہے جو محمد ﷺ پر اعجاز اور بیان کیلئے نازل ہوا جبکہ علم قراءات: مذکورہ کلام کے الفاظ کے حروف اور کیفیات کے اختلاف کا علم ہے۔[۵]

علمائے کرام نے قراءاتِ قرآنیہ پڑھنے، پڑھانے کیلئے تین بڑی شرطیں بیان کی ہیں:

- اس کو فقہ اسلامی کا کم از کم اتنا علم ہو کہ وہ اپنے دین کے لازمی اُمور پر صحیح طور پر عمل کر سکے۔
- اس کو اُصولِ فقہ کا اتنا علم ہو کہ وہ قراءات کے متعلق شبہات پیدا کرنے والوں کا ردّ کر سکے اور مخالف پر حجت قائم کر سکے۔ اس کیلئے ضروری ہے کہ اسے قواعدِ اُصولیہ کی معرفت حاصل ہو۔
- نحو وصرف کا اتنا علم ہو کہ ہر قراءت کی توجیہ کر سکے، اس کیلئے ضروری ہے کہ اسے معرب، مبنی اور اشتقاق کے قواعد معلوم ہوں۔[۶]

سلف صالحین میں معروف قرائے کرام

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں درج ذیل قرا بہت معروف ہوئے:

مہاجرین میں سے: سیدنا عثمان بن عفان، علی بن اَبی طالب، عبداللہ بن مسعود، سالم مولیٰ اَبی حذیفہ، حذیفہ بن یمان، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر، زبیر بن عوام، معاویہ بن اَبی سفیان وغیرہم رضی اللہ عنہم، جبکہ انصار میں سے: سیدنا اُبی بن کعب، معاذ بن جبل، زید بن ثابت، اَبوالدرداء، اَبوموسیٰ اشعری وغیرہم رضی اللہ عنہم اجمعین

تابعین میں سے جو قرائے کرام بہت معروف ہوئے وہ درج ذیل ہیں:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مدینہ نبویہ سے: سیدنا سعید بن مسیّب، مسلم بن جندب، ابن شہاب الزہری، عبدالرحمٰن بن ہرمز (اَعرج)، معاذ ابن الحارث جو معاذ القاری کے نام سے مشہور ہیں، **مکہ مکرمہ سے:** عطا بن رباح، طاؤس بن کیسان الیمانی، عبداللہ ابن اَبی ملیکہ، **بصرہ سے:** اَبو العالیہ ریاحی، اَبو رجا عطاردی، نصر بن عاصم، یحییٰ بن یعمر، حسن بصری، محمد بن سیرین، قتادۃ بن دعامہ، **کوفہ سے:** علقمہ بن اسود، اسود بن یزید نخعی، مسروق بن اَجدع، عبیدہ بن عمرو سلمانی، عمرو بن شرحبیل، ربیع بن خثیم، حارث بن قیس اور **شام سے:** مغیرۃ بن شہاب مخزومی صاحب مصحفِ عثمان، اَبو بحریہ عبداللہ بن قیس حمصی، یحییٰ بن حارث الذماری، عطیہ بن قیس وغیرہم رحمہم اللہ[۷]

درجِ بالا قرائے کرام وہ ہیں جن کا مشغلہ قرآنِ کریم کی تعلیم ونشر واشاعت بھی تھا اور دوسرے علوم بھی۔ کچھ علما ایسے بھی تھے جنہوں نے خود کو علم قراءات کی حفاظت اور نشر واشاعت کیلئے مختص کر لیا تھا، ان قرائے کرام کے نام درج ذیل ہیں:

مدینہ نبویہ سے: اَبو جعفر یزید بن قعقاع، شیبہ بن نصاح، نافع بن اَبی نعیم، **مکہ مکرمہ سے:** عبداللہ بن کثیر، حمید بن قیس اَعرج، محمد بن محیصن، **بصرہ سے:** عبداللہ بن اَبی اسحاق، عیسیٰ بن عمرو، اَبو عمرو بن العلا، عاصم جحدری، یعقوب حضرمی، **کوفہ سے:** یحییٰ بن وثاب، عاصم بن اَبی نجود، سلیمان اعمش، اَبو عمارہ حمزہ بن حبیب، علی بن حمزہ کسائی، جبکہ **شام سے:** عبداللہ بن عامر، عطیہ بن قیس کلابی، اسمٰعیل بن عبداللہ بن مہاجر، یحییٰ بن حارث ذماری اور شریح بن یزید حضرمی وغیرہم رحمہم اللہ[۸]

قراءات، روایات اور طرق میں فرق

قرآنِ کریم کی کل قراءاتِ متواترہ دس معروف قرائے کرام سے منقول ہیں، ان میں سے ہر قاری کے دو دو راوی اور ہر راوی کے کئی شاگرد ہیں جن کو طریق کہا جاتا ہے۔ کل رواۃ بیس جبکہ کل طرق اَسی ہیں۔ اور یہ تمام طرق صحیح ہیں جن پر علمائے قراءات کا اتفاق ہے۔[۹]

یہ وہ روایات اور طرق ہیں جو اَبو عمرو دانی رحمہ اللہ کی التیسیر اور امام شاطبی رحمہ اللہ نے حرز الامانی میں ذکر کیے ہیں، لیکن قراءاتِ سبعہ وعشرہ کی صرف وہ وجوہ ہی صحیح نہیں جو التیسیر اور شاطبیہ وغیرہ میں منقول ہیں، بلکہ یہ تو مختصر کتابیں ہیں جن میں ان قرائے کرام کے صرف دو دو راوی بیان کئے گئے ہیں حالانکہ ان اماموں نے تقریباً ۷۵ سال سے ۹۹ سال تک عمریں پائی ہیں اور ہر ایک نے قرآنِ کریم کی خدمت میں ساٹھ برس سے زیادہ صرف کئے ہیں۔ تذکروں اور طبقات سے معلوم ہوتا ہے کہ روزانہ بیشمار طلبہ ان کے دروس میں شریک ہوتے تھے۔ امام نافع رحمہ اللہ فجر سے پہلے پڑھانا شروع کر کے عشا تک برابر پڑھاتے رہتے تھے، ہر شخص کیلئے تیس آیتوں کا وقت مقرر تھا، بڑی کوشش پر ورش رحمہ اللہ کو تہجد کے بعد زیادہ وقت ملا تھا۔ امام ابو عمرو رحمہ اللہ کے گرد طلبہ کا زیادہ مجمع دیکھ کر سیدنا حسن بصری رحمہ اللہ نے تعجب سے کہا تھا کہ کیا علما اَرباب بن گئے؟ امام عاصم رحمہ اللہ سے پڑھنے کا موقع مشکل سے ملتا تھا۔ امام علی کسائی رحمہ اللہ سے دَور اور قراءت کے طور پر پڑھنا ناممکن ہو گیا تھا بلکہ طلبہ کی کثرت کی بنا پر دور بیٹھنے والوں کو شکل دیکھنی بھی دشوار تھی، اس لئے امام صاحب منبر پر بیٹھ کر خود پڑھتے تھے اور شائقین آپ سے قراءت حاصل کرتے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جاتے تھے۔ [10]

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان قرائے کرام کے لازماً اور شاگرد بھی تھے جن کی روایات بھی متواتر و صحیح تھیں۔ التیسیر اور شاطبیہ وغیرہ میں اختصاراً صرف دو دو راوی مذکور ہیں۔

قاری فتح محمد رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں:

''پانچویں صدی کے شروع تک قراءاتِ سبعہ اکثر مشہور طرق و روایات کے ساتھ پڑھی اور پڑھائی جاتی تھیں، چنانچہ علامہ دانی رحمہ اللہ نے جامع البیان میں پانچ سو روایات اور طرق بیان کئے ہیں۔ پھر ہمتیں گھٹ گئیں اور طلبہ مزید اختصار کی درخواست کرنے لگے تو علامہ دانی رحمہ اللہ نے تیسیر لکھی اور اس میں ہر امام سے فقط دو دو رواتیں بیان کیں تاکہ طلبہ آسانی سے یاد کرسکیں۔ پھر علامہ شاطبی رحمہ اللہ نے تیسیر کو نظم کرکے اس کی روایات اور طرق کو چار چاند لگا دیئے اور یہ تمام عالم میں مشہور ہوگئیں۔ جن قراءتوں کا رواج کم ہوتا گیا وہ ختم ہوتی گئیں۔ اسی طرح سبعہ کے بعد کی تین قراءتیں بھی غائب ہوجاتیں لیکن حق سبحانہ وتعالیٰ نے ائمہ کرام ابن مہران، ابن غلبون، ابن شیطا اہوازی، ابو العلا اور محقق ابن جزری رحمہم اللہ کو توفیق عطا فرمائی اور وہ ان کے پڑھنے و پڑھانے اور تصنیف و تالیف میں مشغول رہے اور اہل مصر بھی خدمت کرتے رہے، اس لئے یہ بھی محفوظ ہوگئیں۔ قرائے سبعہ کی باقی روایات التیسیر کے بعد ختم ہوگئیں۔ سبعہ کی یہ روایات اور ان سے پہلے اماموں کی قراءات اس لئے غائب نہیں ہوئیں کہ وہ شاذ تھیں بلکہ اصل سبب یہ ہے کہ علما فوت ہوگئے اور علم ان کے ساتھ چلا گیا۔ آئندہ کوئی جانشین نہیں بنا، اب اُمت کے پاس صرف دس متواتر قراءتیں اور ان کی دو دو روایتیں باقی ہیں۔ ان کے علاوہ چار قراءتیں اور ہیں جو صرف کتابوں میں درج ہیں، پڑھی پڑھائی نہیں جاتیں، دس قراءتیں پڑھی جاتی ہیں۔ یہ بھی یاد رہے کہ کوئی قراءت اوّل سے آخر تک شاذ نہیں ہوتی بلکہ ہر ایک قراءت کی وہی وجوہ شاذ ہوتی ہیں جو ضابطۂ قراءت کے خلاف ہوں۔ [11]

امام ابو حیان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان اماموں کے زمانے میں قراءت کے نقل کرنے والے اور اختیار کرنے والے بے شمار تھے۔ اللہ تعالیٰ کی مشیت یہی تھی کہ علم کم ہوجائے، پڑھانے والوں نے جب لوگوں میں سستی اور ان کی ہمتوں میں قصور اور فتور دیکھا تو پہلے سبعہ پر پھر ان میں سے بھی قلیل حصے پر اکتفا کرلیا۔ [12]

تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان قرا کے دو دو راویوں کے علاوہ اور بھی رواۃ ہیں اور ان کی روایات بھی متواتر و صحیح ہوسکتی ہیں۔ واللہ اعلم

اب ہم اپنے اصل موضوع کی طرف آتے ہیں کہ قراءت، روایت اور طرق کا فرق کیا ہے تو اختلاف کی نسبت اگر امام کی طرف ہو تو اسے قراءت، اگر راوی کی طرف ہو تو اُسے روایت اور اگر راوی کے شاگرد کی طرف نسبت ہو تو وہ طریق ہے۔ راوی کے شاگرد کو طریق کہتے ہیں خواہ یہ خود راوی کا شاگرد ہو یا اس کے شاگرد کا شاگرد ہو، غرض اس کے سلسلۂ تلامذہ میں داخل ہو۔ [13]

مثلاً دو سورتوں کے درمیان بسم اللہ پڑھنا امام ابن کثیر رحمہ اللہ کی قراءت اور امام قالون کی روایت جبکہ اَبو عدی کا طریق ہے ابن سیف سے، جس کو اُنہوں نے ازرق سے اور ازرق نے امام ورش رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے۔ [14]

قراءات کی تعداد

جب ہم علم قراءات کی کتب کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں اکثر ملتا ہے کہ قرائے سبع، قرائے عشر، قرائے اَربعہ عشر۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال پیدا ہوتا کہ کیا قراءاتِ متواترہ کی تعداد ان قرا یا ان میں سے بعض قرا میں منحصر ہے یا پھر ان قرائے کرام کے علاوہ کی قراءات بھی متواتر ہوسکتی ہیں؟

پہلی بات تو یہ ہے کہ علماء کا قراءات سبعہ اور عشرہ کی صحت پر اجماع ہے۔ [15]

اور ان کے علاوہ کی قراءات کے بارے میں امام ابن جزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اگر کوئی شخص آج قراءاتِ عشر کے علاوہ ایک نئی قراءت دریافت کرے اور کہے کہ یہ متواتر ہے تو یہ ناممکن ہے لیکن صدورِ اوّل میں ممکن ہے کہ کوئی ایسی متواتر قراءت بھی ہو جو قرائے عشر کی قراءات کی علاوہ ہو۔'' [16]

صاحب مناہل العرفان شیخ زرقانی رحمہ اللہ اس مسئلہ کو کچھ تفصیل سے ڈسکس کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''چار قراء توں (یعنی وہ قراءات جو قراءاتِ عشرہ کے علاوہ ہیں یعنی امام حسن بصری، ابن محیصن، یحییٰ یزیدی اور الاعمش رحمہم اللہ کی قراءات) میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ان میں سے بعض متواتر ہیں، بعض کہتے ہیں کہ وہ صحیح ہیں اور بعض کے نزدیک وہ شاذ ہیں۔ یہ بھی کہا گیا کہ شخصیات اور عدد کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ قراءاتِ صحیحہ کا ایک ضابطہ ہے۔ پس جس قراءت میں بھی تین رُکن پورے ہو جائیں وہ قراءتِ مقبولہ ہے اور اگر تین رکن پورے نہیں ہوتے تو وہ مردود ہے، اس معاملہ میں قراءاتِ سبعہ، عشرہ، اَربعہ عشر اور ان کے علاوہ قراءات میں کوئی فرق نہیں۔ پس ہر قراءت کیلئے ایک ہی میزان ہے جس کی اتباع کی جانی چاہئے۔'' [17]

شیخ زرقانی رحمہ اللہ کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ شخصیات اور عدد کا مسئلہ نہیں یعنی یہ نہیں کہ قراءاتِ سبعہ صحیح ہیں یا قراءاتِ عشرہ صحیح ہیں یا ائمہ نافعؒ، ابن کثیرؒ، ابن عامرؒ اور عاصمؒ وغیرہ کی قراءت صحیح ہے بلکہ اصل مسئلہ ضابطے کا ہے جو علماء نے مقرر کیا ہے یعنی اگر کسی قراءت میں تینوں ارکان پائے جائیں گے تو وہ قراءت صحیحہ ومقبولہ ہوگی ورنہ نہیں۔

تو معلوم ہوا کہ قراءات کی تعداد محدود نہیں بلکہ جو قراءت بھی معروف تین ارکان، جن کی تفصیل آگے آ رہی ہے، پر پورا اُترے وہ صحیح قراءت ہے اور اس کی بطور قرآن کریم تلاوت جائز ہے۔ واللہ اعلم

قراءات کی اَقسام

عرفِ عام میں عموماً قراءات کی دو مشہور قسمیں ذکر کی جاتی ہیں: ① قراءاتِ متواترہ ② قراءاتِ شاذہ

قراءاتِ متواترہ سے مراد وہ صحیح اور مقبول قراءات مراد لی جاتی ہیں جو نبی کریم ﷺ سے بطریق تواتر مروی ہوں اور عربی قواعد ورسم عثمانی کے موافق ہوں۔ صرف انہی کی تلاوت جائز ہے۔

قراءاتِ شاذہ سے مراد ضعیف سند والی قراءات ہیں یا پھر وہ قراءات جو عربی قواعد اور رسم عثمانی کے موافق نہ ہوں۔

علمائے قراءات نے قراءات کی اقسام کو تفصیل سے ذکر کیا ہے، امام اَبومحمد مکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قراءات کی کل تین اقسام ہیں:

- وہ قراءت جس میں تینوں اَرکان پائے جائیں یعنی وہ ثقات سے مروی ہو، عربی قواعد اور رسم عثمانی کے موافق ہو۔
- جو خبر واحد سے مروی ہو، عربی قواعد کے موافق ہو اور رسم عثمانی کے مخالف ہو۔ اس کو بطور قرآن نہیں پڑھا جا سکتا۔
- جو کسی غیر ثقہ راوی سے مروی ہو یا پھر ثقہ سے مروی ہو لیکن عربی قواعد کے خلاف ہو تو اس کو بھی قبول نہیں کیا جائے گا اگرچہ وہ رسم عثمانی کے موافق بھی ہو۔ [18]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام ابن جزری رحمہ اللہ نے قراءات کی پانچ اور امام سیوطی رحمہ اللہ نے چھ اقسام بیان کی ہیں جو درج ذیل ہیں:

❶ **متواتر:** وہ قراءات ہیں جن میں درج ذیل تین شرطیں پائی جائیں:

- اس کو ایسی جماعت نے روایت کیا ہو جن کا جھوٹ پر جمع ہونا ممکن نہ ہو۔ اور یہ تواتر ہر طبقے میں پایا جاتا ہو حتیٰ کہ سند رسولِ اکرم ﷺ تک پہنچ جائے۔
- وہ قراءت عربی قواعد کے ساتھ موافق ہو اگرچہ کسی ایک وجہ کے ساتھ ہی ہو۔ جیسے امام حمزہ کی قراءت ﴿ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامِ ﴾ [النّساء: ۱] میم کے جر کے ساتھ ہے جو متفق علیہ عربی قاعدے مطابق نہیں بلکہ ایک مختلف فیہ قاعدے کے مطابق ہے۔
- مصاحفِ عثمانیہ میں سے کسی مصحف کی رسم کے موافق ہو اگرچہ تقدیراً ہی کیوں نہ ہو۔ اکثر قراءاتِ متواترہ تمام مصاحف کی رسم کے مطابق ہیں لیکن بعض ایسی بھی ہیں تو تمام مصاحف کی رسم کے مطابق نہیں بلکہ کسی ایک مصحف کی رسم کے مطابق ہیں۔ مثلاً ابن کثیر کی قراءت ﴿ جَنّٰتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ ﴾ [التّوبة: ۱۰۰] مِنْ کی زیادتی کے ساتھ، مصحفِ مکی کے علاوہ کسی اور مصحف میں مِن کی زیادتی نہیں۔ اور تقدیراً مصحف کے موافق ہونے کی مثال امام عاصم وغیرہ کی قراءت ﴿ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّينِ ﴾ [الفاتحة: ۴] الف کے ساتھ، حالانکہ تمام مصاحف میں مٰلِكِ بغیر الف کے لکھا ہوا ہے۔[۱۹]

❷ **مشہور:** وہ قراءات جو اگرچہ تواتر کے درجہ کو نہ پہنچیں لیکن ان کی اسناد صحیح اور قرائے کرام کے ہاں مشہور ومعروف ہوں، نیز وہ عربی قواعد اور رسم عثمانی کے موافق بھی ہوں۔ ایسی قراءتیں، متواتر قراءات کے ساتھ ملحق ہیں اور ان کو علما نے نہ غلط قراءات میں شمار کیا ہے اور نہ ہی شاذ میں۔ ان قراءات کو بھی، بقول امام ابن جزری اور ابو شامہ رحمہما اللہ بطور قرآن پڑھا جا سکتا ہے۔ مثلاً امام ابن عامر کے راوی ابن ذکوان سے ﴿ وَلَا تَتَّبِعَانِّ ﴾ نون کی تخفیف کے ساتھ مروی ہے، امام ابن عامر ہی کے راوی ہشام کی قراءت ﴿ الْأَفْئِدَةَ ﴾ اور امام ابن کثیر کے راوی قُنبُل کی قراءت ﴿ عَلَىٰ سُوقِهِ ﴾ ہے اور اسی طرح وہ تسہیلیں اور امالے جو ایک یا دو کتابوں کے علاوہ کسی اور کتاب میں موجود نہیں۔ مدات میں قرا کے مراتب بھی اسی قبیل سے ہیں۔

محقق ابن جزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ اور اس جیسی دیگر چیزیں اگرچہ متواتر نہیں لیکن یہ صحیح اور قطعی ہیں اور متواتر کے ساتھ ملحق ہیں اور ہمارا اعتقاد ہے کہ یہ قرآن سے ہیں اور ان سات حروف سے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے کیونکہ اگر کوئی عادل اور ضابط جب کسی ایسی قراءت میں منفرد ہو جو عربی قواعد اور رسم عثمانی کے موافق ہو اور وہ مشہور ہو اور اسے تلقی بالقبول بھی حاصل ہو تو وہ قطعی ہو جاتی ہے اور اس سے علم یقین حاصل ہوتا ہے..... اسی کو محدثین کرام حدیث میں تلقی بالقبول کا نام دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس سے علم یقین حاصل ہوتا ہے۔ امام ابن صلاح رحمہ اللہ نے 'مقدمہ' میں اس موضوع پر تفصیلی بحث کی ہے اور ان کا خیال ہے کہ یہ بات (یعنی وہ روایات جو آحاد ہوں لیکن صحیح ہوں اور مشہور ہو جائیں تو وہ تواتر کے قائم مقام ہوتی ہیں اور ان سے علم یقینی حاصل ہوتا ہے) ان سے پہلے کسی نے نہیں کہی، حالانکہ اَبو اسحٰق شیرازی نے اس بات کو اللمع في أصول الفقه میں ذکر کیا ہے اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اس بات کو ائمہ کی ایک جماعت سے نقل کیا ہے جن میں قاضی عبدالوہاب مالکی، شافعیہ میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے شیخ اَبو حامد اسفرائینی، قاضی اَبو طیب طبری، ابو اسحٰق شیرازی اور حنابلہ میں سے ابن حامد، اَبو یعلی بن فراء، اَبو خطاب، ابن زاغونی اور احناف میں سے شمس الائمہ سرخسی رحمہم اللہ شامل ہیں۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہی مذہب اشاعرہ میں سے اہل کلام مثلاً ابو اسحٰق اسفرائینی اور ابن فورک وغیرہ کا ہے، اور اہل الحدیث اور عام سلف کا یہی مذہب ہے۔[20]

❸ **آحاد:** وہ قراءات جن کی سند تو صحیح ہو لیکن وہ رسم عثمانی یا عربی قواعد کے خلاف ہوں، یا وہ قراءات جن کی سند متواتر یا مشہور نہ ہو۔ انہیں قراءاتِ شاذہ کہا جاتا ہے، بطورِ قرآن ان کی تلاوت جائز نہیں۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے اپنی جامع میں اور امام حاکم رحمہ اللہ نے اپنی مستدرک میں باب قائم کر کے اس قسم کی بہت سی صحیح الاسناد آحاد قراءات روایت کی ہیں۔ مثلاً مستدرک حاکم میں سیدنا ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھا: (مُتَّكِئِينَ عَلَىٰ رَفَارِفَ خُضْرٍ وَعَبَاقَرِيٍّ حِسَانٍ)، سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھا: (لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفَسِكُم) فاء کے زبر کے ساتھ۔ اسی طرح صحیحین وغیرہ میں سیدنا عمر فاروق، ابن مسعود اور اَبو الدرداء رضی اللہ عنہم سے بعض قراءتیں کچھ زیادتی اور کچھ کمی اور بعض کلمات کی تقدیم و تاخیر کے ساتھ منقول ہیں۔ سیدنا ابن مسعود اور ابو الدرداء رضی اللہ عنہما سے ﴿وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْأُنثَىٰ﴾ [اللیل:۳] کی بجائے (وَالذَّكَرِ وَالْأُنْثَىٰ) مروی ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اُنہوں نے پڑھا (غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَغَيْرِ الضَّالِينَ)[21]

❹ **شاذ:** وہ قراءات جن کی سند صحیح نہ ہو..... جیسے کہ (مَلَكَ يَوْمَ الدِّينِ) صیغۂ ماضی اور يَوْمَ کے نصب کے ساتھ، (إِيَّاكَ يُعْبَد)، ابن السمیفع کی قراءت (فَالْيَوْمَ نُنَحِّيكَ بِبَدَنِكَ) جیم کی بجائے حاء کے ساتھ اور (لِتَكُونَ لِمَنْ خَلْفَكَ ءَايَةً) [یونس:۹۲] لام کے فتح کے ساتھ۔

❺ **موضوع:** وہ قراءات جو اپنے قائل کی طرف بغیر کسی اصل اور سند کے منسوب ہوں۔ جیسے محمد بن جعفر خزاعی کی قراءات ہیں جن کو اُس نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی طرف منسوب کیا ہے۔

❻ **مدرج:** وہ قراءات جن میں راوی کی طرف سے تفسیراً کچھ اِضافہ کر دیا گیا ہو۔ جیسے سیدنا سعد بن اَبی وقاص رضی اللہ عنہ کی قراءت (وَلَهُ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ مِنْ أُمٍّ) [النساء: ۱۲] ہے، یہ صحیح بخاری میں موجود ہے۔ سیدنا ابن زُبیر رضی اللہ عنہ کی قراءت (وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيَسْتَعِينُونَ بِاللهِ عَلَىٰ مَا أَصَابَهُمْ) [آل عمران: ۱۰۴] ہے، عمرو کہتے ہیں مجھے علم نہیں کہ یہ ان کی قراءت تھی یا اُنہوں نے تفسیر بیان کی تھی، اسے امام سعید بن منصور اور انباری رحمہما اللہ نے روایت کیا ہے اور امام انباری رحمہ اللہ نے تصریح کی ہے کہ یہ تفسیر تھی۔ ان کو مدرج اس لئے کہا جاتا ہے کیونکہ یہ مدرج اَحادیث سے ملتی جلتی قراءات ہیں۔

قراءات کی یہ اَنواع امام سیوطی رحمہ اللہ نے امام ابن جزری رحمہ اللہ سے نقل کی ہیں اور وہ فرماتے ہیں کہ امام ابن جزری رحمہ اللہ نے پانچ انواع بیان فرمائی ہیں، چھٹی نوع قراءات کے تتبع کے بعد میرا اپنا اضافہ ہے۔[22]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قراءات کی ان چھ اقسام میں سے پہلی دو قسمیں صحیح اور متواتر قراءات کے ساتھ ملحق ہیں اور ان کو بطور قرآن پڑھا جا سکتا ہے۔[۲۳] جہاں تک آخری چار اقسام ہیں تو ان سب کو اصطلاحاً قراءاتِ شاذہ کہتے ہیں، ان کو بطور قرآن نہیں پڑھا جا سکتا اور نہ ہی نماز میں ان کی قراءت جائز ہے۔ البتہ تیسری قسم یعنی آحاد قراءات جو اگرچہ قراءاتِ شاذہ میں شامل ہے لیکن بعض علما اسے نماز میں پڑھنے کے جواز کے قائل ہیں جس کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔

شاذ قراءت سے مراد

شاذ، شَذَّ الرَّجُلُ شُذُوذًا سے ہے، جس کا معنی ہے کسی قوم اور جماعت سے الگ ہونا۔[۲۴] ابن منظور رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جس لفظ میں بھی (ش ذ ذ) کے حروف ہوں تو اُسمیں انفرادیت کا معنی پایا جاتا ہے اور شَذَّ الرَّجُلُ اس وقت بولتے ہیں جب کوئی شخص اپنے ساتھیوں سے منفرد ہو جائے اور ہر منفرد کو شاذ کہتے ہیں۔[۲۵]

قراءتِ شاذہ کے بارے میں ہمیں مختلف اصطلاحی تعریفیں ملتی ہیں۔

بعض علما فرماتے ہیں کہ 'شاذ' سے مراد وہ قراءت ہے جو عربی قواعد کے موافق ہو اور اس کی سند صحیح ہو، لیکن وہ رسم عثمانی کے مخالف ہو۔[۲۶]

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہر وہ قراءت شاذ ہے جو قراءاتِ عشر کے علاوہ ہو۔[۲۷]

اس تعریف پر علماء نے اعتراض کیا ہے۔ چنانچہ نواب صدیق حسن خان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اس بارے میں اختلاف ہے کہ وہ قراءت جو خبر واحد سے منقول ہو، کیا وہ قرآن ہے یا نہیں؟ تو کہا جاتا ہے کہ جو متواتر نہیں وہ قرآن بھی نہیں۔ علمائے اُصول بھی کہتے ہیں کہ قراءاتِ سبعہ وعشرہ ساری کی ساری متواتر ہیں، جبکہ معاملہ ایسا نہیں بلکہ قراءاتِ سبعہ وعشرہ میں سے ہر قراءت بطور خبر واحد ہی نقل ہوئی ہے (خبر واحد نقل ہونے سے نواب صاحب کی مراد وہ قراءات ہیں جو آحاد کی طرف منسوب ہو گئی ہیں جیسا کہ ہم کہتے ہیں کہ امام ابن کثیرؒ کی قراءت، امام ابوعمرو بصریؒ کی قراءت وغیرہ وغیرہ) اور قرا کی ایک جماعت کا اس بات پر اجماع ہے کہ ان میں سے بعض متواتر ہیں اور بعض آحاد۔ بلکہ قرائے کرام میں سے کوئی بھی تمام کی تمام قراءاتِ سبع کو متواتر نہیں کہتا، کجا یہ کہ قراءاتِ عشرہ کے بارے میں کہا جائے کہ یہ ساری کی ساری متواتر ہیں ..... المختصر ہر وہ قراءت جو مصاحف میں موجود ہو اور مشہور قرا نے اس پر اتفاق کیا ہو تو وہ قرآن ہے اور جس میں ان کا اختلاف ہے تو اگر وہ قراءات رسم عثمانی اور معنی عربی کے موافق ہیں تو قرآن ہیں اور اگر بعض رسم عثمانی کے موافق نہیں تو اگر تو انکی سند صحیح ہے اور وہ معنی عربی کے بھی موافق ہیں تو وہ 'قراءاتِ شاذہ' ہیں۔''[۲۸]

نواب صاحب یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ضروری نہیں کہ ہر وہ قراءت جو قراءاتِ عشر کے علاوہ ہو، شاذ ہوتی ہے بلکہ قراءاتِ عشر کے علاوہ بھی کچھ قراءات ایسی ہو سکتی ہیں جو متواتر ہوں۔ اور یہ بھی ضروری نہیں کہ ہر وہ قراءت جو قراءاتِ عشر میں شامل ہے وہ متواتر ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم[۲۹]

امام سیوطی رحمہ اللہ قراءتِ شاذہ کی تعریف کچھ یوں کرتے ہیں:

''قراءتِ شاذہ وہ قراءت ہے جس کی سند صحیح نہ ہو۔''[۳۰]

ابھی تک قراءتِ شاذہ کی تین تعریفیں سامنے آئی ہیں کہ 'قراءتِ شاذہ' وہ ہے جس میں معروف تین ارکان میں سے کوئی رُکن رہ جائے یا پھر جو قراءاتِ عشر کے علاوہ ہو یا پھر جس کی سند صحیح نہ ہو۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جہاں تک دوسری تعریف (یعنی وہ قراءت جو قراءات عشر کے علاوہ ہو) کا تعلق ہے تو اس کا ردّ نواب صاحبؒ نے کر دیا ہے۔ جبکہ تیسری تعریف (وہ قراءت جس کی سند صحیح نہ ہو) بھی صحیح نہیں، اس کا ردّ امام سیوطی رحمہ اللہ نے خود ہی دوسرے مقام پر کر دیا ہے، فرماتے ہیں:

''شاذ قراءت وہ ہے جو عربی وجوہ میں سے کسی وجہ سے مخالف ہو یا رسم عثمانی کی مخالف ہو یا اس کی سند صحیح نہ ہو۔''[۳۱]

لہٰذا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ جن علما نے قراءاتِ شاذہ ان قراءات کو کہا ہے جو قرائے عشر کی قراءات کے علاوہ ہیں یا وہ ہیں جن کی سند صحیح نہیں، تو ان کا قول غیر مسلم ہے۔ اور قراءاتِ شاذہ کی صحیح تعریف یہ ہوگی: ہر وہ قراءت جس میں قراءتِ صحیحہ کے تینوں معروف اَرکان میں سے کوئی رکن رہ جائے تو وہ 'قراءتِ شاذہ' ہے۔ اس کی تائید ائمہ کے درج ذیل اَقوال سے بھی ہوتی ہے:

امام اَبوشامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اگر کسی قراءت میں تین ارکان میں کوئی رکن رہ گیا تو وہ قراءتِ شاذہ ہوگی۔ یہی قول ابومحمد مکی بن ابی طالب اور امام سخاوی رحمہ اللہ کا ہے۔''[۳۲]

اَبوشامہؒ فرماتے ہیں:

''قراءتِ شاذہ وہ ہے جو بطور قرآن مروی ہو لیکن نہ وہ متواتر ہو اور نہ ہی مشہور ہو جسے پوری اُمت قبول کرے۔''[۳۳]

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا قراءاتِ صحیحہ مقبولہ صرف وہی ہیں جو قراءاتِ عشرہ میں ہیں یا ان کے علاوہ بھی کوئی قراءت صحیح ومقبول ہوسکتی ہے؟

امام ابن جزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''ممکن ہے کہ صدور اوّل میں کوئی ایسی متواتر قراءت بھی ہو جو قرائے عشر کی قراءات کی علاوہ ہو۔''[۳۴]

شیخ زرقانی رحمہ اللہ صاحب مناہل العرفان اس مسئلہ کو تفصیل سے ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''حسن بصری، ابن محیصن، یحییٰ یزیدی اور اعمش کی قراءتوں کے بارے میں اختلاف ہے، بعض کہتے ہیں کہ ان میں سے بعض متواتر ہیں، بعض کہتے ہیں کہ وہ صحیح ہیں، اور بعض کہتے ہیں کہ وہ شاذ ہیں۔ یہ بھی کہا گیا کہ شخصیات اور عدد کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ قراءاتِ صحیحہ کا ایک ضابطہ ہے، پس جس قراءت میں بھی تین رُکن پورے ہو جائیں وہ قراءت مقبول ہے اور اگر تین رکن پورے نہیں ہوتے تو وہ مردود ہے، اس معاملہ میں قراءاتِ سبعہ، عشرہ، اربعہ عشر اور ان کے علاوہ قراءات میں کوئی فرق نہیں۔ پس ہر قراءت کیلئے ایک ہی میزان ہے جس کی اتباع کی جانی چاہئے۔''[۳۵]

شیخ زرقانی رحمہ اللہ کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل مسئلہ شخصیات اور اعداد کا نہیں یعنی یہ نہیں کہ قراءاتِ سبعہ صحیح ہیں یا قراءاتِ عشرہ صحیح ہیں یا امام نافع، ابن کثیر، ابن عامر اور امام عاصم وغیرہ کی قراءت صحیح ہے بلکہ اصل مسئلہ ضابطے کا ہے جو علما نے مقرر کیا ہے یعنی اگر کسی قراءت میں تینوں ارکان پائے جائیں گے تو وہ قراءت صحیح ومقبول ہوگی، ورنہ نہیں۔

امام ابن جزریؒ نے مکہ مکرمہ، مدینہ نبویہ، کوفہ، بصرہ اور شام کے ۱۲۱ ائمہ کے حوالے سے کہا ہے:

''قراءت صحیحہ کا ضابطہ عام ہے جو کسی عدد یا شخصیت کے ساتھ خاص نہیں۔ پس ان قراء میں کسی قاری کی طرف کوئی قراءت منسوب ہوگی تو ہم دیکھیں گے کہ اس میں قراءتِ صحیحہ کے تین ارکان پائے جاتے ہیں یا نہیں؟ اگر تینوں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ارکان پائے جائیں گے تو ہم کہیں گے یہ قراءت مقبول ہے اور اگر تینوں رُکن یا کوئی ایک رکن نہ پایا گیا تو وہ قراءت غیر مقبول ہوگی چاہے خواہ سات قرا میں سے کسی کی قراءت ہو یا دس قرا میں سے یا پھر چودہ قرا میں سے کسی کی۔'' [۳۶]

ابن جزریؒ امام ابن تیمیہ سے نقل کرتے ہیں کہ اُنہوں نے فرمایا:

''جو قراء تیں ائمہ اعمشؒ، یعقوبؒ، خلفؒ، ابو جعفرؒ اور شیبہ بن نصاح وغیرہ سے ثابت ہیں وہ انہی قراءات کی منزلت میں ہیں جو قرائے سبعہ سے ثابت ہیں اور اس بات میں ان فقہا اور قرا کا اختلاف نہیں ہے جن کی پیروی کی جاتی ہے'' [۳۷]

اگر ہم ان قرا کے ناموں پر غور کریں جن کا امام ابن تیمیہؒ نے نام لیا ہے تو ان میں دو قاری ایسے ہیں جو قرائے سبع وعشر کے علاوہ ہیں اور وہ ہیں اعمش اور شیبہ..... اور ابن تیمیہؒ نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ فقہا جن کی پیروی کی جاتی ہیں انہوں نے ان کی اور ان کے علاوہ بعض ان قرا کی قراءات کو بھی قبول کیا ہے جو قرائے سبع وعشر کے علاوہ ہیں۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ اس قسم کی قراءات شاذ کی قبیل سے نہیں بلکہ وہ واضح الفاظ میں فرماتے ہیں:

''اکثر وہ علما جنہوں نے حمزہ (قراء سبعہ میں سے مشہور قاری) کا زمانہ پایا ہے جیسا کہ سفیان بن عیینہ اور احمد بن حنبل اور بشر بن حارث وغیرہ ہیں وہ جعفر بن قعقاع، شیبہ بن نصاح اور بصریوں کی قراءات کو اختیار کرتے تھے۔'' [۳۸]

تو سلف صالحین کا قراءاتِ عشر کے علاوہ قراءات کو اختیار کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ قراءاتِ عشر یا ان کے علاوہ قراءات میں اگر تینوں معروف ارکان جمع ہو جائیں تو وہ قراءات صحیح اور مقبول ہوں گی، اس بناء پر نہیں کہ وہ قرائے سبع یا عشر کی قراءات ہیں بلکہ اس بنا پر کہ ان میں قراءاتِ صحیحہ کی تمام شرائط پوری ہوگئی ہیں۔

قراءاتِ شاذہ کی انواع

گذشتہ صفحات میں ہم نے قراءات کی کل چھ انواع ذکر کی ہیں اور واضح کیا ہے کہ پہلی دو قسمیں یعنی متواتر اور مشہور قراءاتِ متواترہ ہیں یا ان کے ساتھ ملحق ہیں، جبکہ باقی چار قسمیں قراءاتِ شاذہ کی ہی ہیں اور وہ یہ ہیں:

① آحاد قراءات ② شاذ قراءات ③ موضوع قراءات ④ مدرج قراءات

ان کی تعریفیں اور تفصیلات پچھلے صفحات ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

قراءات شاذہ کے ساتھ استدلال اور اس کا فقہ اسلامی پر اثر

یہاں قراءاتِ شاذہ سے مراد ایسی قراءات ہے جو کہ صحیح الاسناد ہو لیکن یا رسم عثمانی کے مخالف ہو یا کسی عربی قاعدہ کے، اور یا پھر وہ نہ تو متواتر ہو اور نہ ہی مشہور قراءات۔

جب ہم کتبِ فقہ اور اُصول فقہ کا مطالعہ کرتے ہیں تو محسوس ہوتا ہے علما نے 'قراءاتِ شاذہ' کو بڑی اہمیت دی اور تقریباً تمام علما ہی 'قراءات شاذہ' سے استدلال کے جواز کی بحث ضرور کرتے ہیں۔ حالانکہ ایسی بحوث ہمیں قراءاتِ متواترہ کے ساتھ احتجاج کے حوالے سے نہیں ملتیں۔ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ قراءاتِ متواترہ کی سند چونکہ متواتر ہوتی ہے اور ہر متواتر پر بلا خلاف عمل کرنا چاہئے لہٰذا 'قراءاتِ متواترہ' کے ساتھ استدلال کے بارے میں کسی عالم کا کوئی خلاف نہیں۔ اور جیسا کہ ہم پیچھے ذکر کر آئے ہیں کہ 'قراءاتِ شاذہ' کی سند تواتر سے ثابت نہیں ہوتی لہٰذا اس کے ساتھ استدلال کے بارے میں علما کا اختلاف ہے اور ان کے اس بارے میں دو مذاہب ہیں:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

① وہ حجت ہے اور اس کے مقتضی پر عمل کیا جا سکتا ہے ..... یہ اَحناف کا مذہب، امام مالکؒ کا ایک قول، جمہور شافعیہ اَبو حامد غزالی، ابوالحسن ماوردی، ابن یونس، رافعی، ابن سبکی اور اسنوی رحمہم اللہ وغیرہ اور حنابلہ کا راجح مسلک ہے۔[39]

② وہ حجت نہیں اور اس کے ساتھ عمل جائز نہیں اور یہ امام مالکؒ کا مذہب، امام شافعیؒ اور ان کے اصحاب کا ایک قول اور امام احمد بن حنبل کی ایک روایت ہے اور ابن حزم کا بھی یہی قول ہے۔[40]

راجح قول واللہ اعلم یہی ہے کہ قراءتِ شاذہ سے اَحکامِ فقہیہ کیلئے استدلال کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ جب تابعین سے مروی چیز سے قرآن کی تفسیر ہوسکتی ہے تو کبارِ صحابہ سے مروی چیز سے قرآن کی تفسیر اور احکامِ فقہیہ پر استدلال کیوں نہیں ہوسکتا۔

پہلی مثال

① ﴿ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَاتٍ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ﴾ [البقرة: ۱۸۴]

یہاں اُبی بن کعب انصاری رضی اللہ عنہ نے (فعدة من أيام أخر متتابعات) پڑھا ہے۔[41]

تو علما کا اختلاف ہے کہ اگر روزوں کی قضا دینی ہو تو کیا تتابع یعنی پے در پے روزے رکھنا ضروری ہے یا نہیں:

❁ تتابع ضروری ہے ..... یہ علیؓ، ابن عمرؓ، نخعیؒ، شعبیؒ سے مروی ہے اور داؤد ظاہریؒ کہتے ہیں کہ تتابع ضروری تو ہے لیکن شرط نہیں۔[42] اور ان کی ادلہ میں سے اُبی بن کعبؓ کی یہی قراءتِ شاذہ بھی ہے۔

❁ تفریق جائز ہے لیکن تتابع مستحب ہے ..... یہ قول جمہور کا ہے۔[43]

اور ان کی دلیل دوسری دلیلوں کے علاوہ یہ ہے کہ اگر تتابع ضروری ہوتا تو متواترہ قراءت میں متتابعات کا ذکر ہوتا جیسے کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ﴿ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَاسَّا ﴾ اور اس فرمان ﴿ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ ﴾ میں مذکور ہے۔

دوسری مثال

② ﴿ وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ﴾ [المائدة: ۳۸]

اس کا واضح مفہوم یہ ہے کہ چوری کی حد یہ ہے کہ چور کا ہاتھ کاٹ دیا جائے۔

اس آیت میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی شاذ قراءت ہے (والسارقون والسارقات فاقطعوا أيمانهم)

اسی طرح ایک اور روایت بھی ہے: (والسارق والسارقة فاقطعوا أيمانهما)[44]

تو اس بارے میں فقہا کا اتفاق ہے کہ اگر پہلی دفعہ چور نے چوری کی ہے تو اس کا دایاں ہاتھ کاٹا جائے۔ ان کی دلیل سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہی شاذ قراءت ہے، یا تو اس بنا پر کہ یہ پہلے قرآن کریم میں تھا جس کی تلاوت منسوخ ہو چکی ہے یا اس لئے کہ یہ قراءتِ شاذہ ہے جس سے احکامِ شرعیہ پر استدلال کیا جا سکتا ہے یا پھر اس بنا پر کہ یہ تفسیری قراءت ہے۔[45]

علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے اِجماع نقل کیا ہے کہ اگر قراءتِ شاذہ صحیح سند سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہو تو اس سے احکام پر استدلال کیا جا سکتا ہے۔[46]

درجِ بالا گذارشات سے ثابت ہوتا ہے کہ قراءاتِ شاذہ سے استدلال ہوسکتا ہے اور احکامِ فقہیہ پر قراءاتِ شاذہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا گہرا اثر ہے۔

قراءاتِ شاذہ کی بطور قرآن تلاوت اور ان کو نماز میں پڑھنا

پیچھے ہم بیان کر آئے ہیں کہ وہ قراءتِ شاذہ جس کی سند تو صحیح ہو لیکن متواتر یا مشہور نہ ہو یا پھر وہ عربی قواعد یا رسم عثمانی کے خلاف ہو تو اس کو بطور تفسیر اور بیان تو قبول کیا جا سکتا ہے لیکن بطور قرآن اس کی تلاوت نہیں ہو سکتی کیونکہ یا تو وہ ایسی قراءت ہے جس کو نبی کریم ﷺ نے شروع میں تو قراءت کیا لیکن عرضہ اَخیرہ میں اسے تلاوت نہیں کیا تو وہ منسوخ ہو چکی ہے اور یا پھر وہ ایسی قراءت ہے جو خبر واحد سے مروی ہے اور متواتر یا مشہور نہیں ہو سکی۔ [۴۷]

اس بارے میں امام ابن جزری رحمہ اللہ نے علما کا اختلاف ذکر کیا ہے کہ وہ قراءاتِ شاذہ جو صحیح سند کے ساتھ ثابت ہوں لیکن عدمِ تواتر یا استفاضہ کی بنا پر وہ قراءاتِ صحیحہ کی صف میں شامل نہ ہو سکیں انہیں نماز میں پڑھا جا سکتا ہے یا نہیں؟ بعض علما کا مسلک ہے کہ ان کو نماز میں پڑھا جا سکتا ہے کیونکہ صحابۂ کرام اور تابعین عظام بھی ان کو نماز میں پڑھا کرتے تھے..... جبکہ اکثر علما کا مسلک یہ ہے کہ یہ نماز میں نہیں پڑھی جا سکتیں کیونکہ یہ نبی کریم ﷺ سے تواتر سے منقول نہیں اور اگر یہ نقلاً ثابت ہوں بھی تو یہ عرضۂ اخیرہ اور مصاحفِ عثمانیہ پر صحابہ کے اجماع وغیرہ سے منسوخ ہو چکی ہیں، تو اب اگر کسی قراءت شاذہ کی تلاوت کرنا جائز نہیں تو اس کو نماز میں پڑھنا بالاولیٰ جائز نہ ہوگا۔ [۴۸]

امام ابن جزری رحمہ اللہ نے علما کی ایک کثیر تعداد بیان کی ہے جو یہ کہتے تھے کہ قراءت شاذہ کے ساتھ نماز جائز نہیں۔ ان علما میں سے سراج الدین عمر بلقینی، جمال الدین عبد الرحیم اِسنوی، ضیاء الدین قزوینی اور اسماعیل بن کثیر رحمہم اللہ ہیں۔ [۴۹]

اَبو عمرو بن حاجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قراءتِ شاذہ کو نماز اور غیر نماز میں نہیں پڑھا جا سکتا، چاہے پڑھنے والا عربی زبان کا جاننے والا ہی کیوں نہ ہو۔ [۵۰]

امام مالک رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ نماز میں وہ قراءت منع ہے جو مصحف کی رسم کے علاوہ ہو۔ [۵۱]

امام اَبوالحسن سخاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قراءتِ شاذہ کے ساتھ نماز نہیں ہو سکتی..... امام نووی اپنے فتاویٰ میں ذکر کرتے ہیں کہ قراءاتِ شاذہ کے ساتھ نماز پڑھنا حرام ہے۔ [۵۲]

شہاب الدین الرملی شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے علماء کا اتفاق ہے کہ قراءت شاذہ کے ساتھ نماز حرام ہے اور علامہ ابن عبد البرؒ نے اس پر علماء کا اجماع نقل کیا ہے۔ [۵۳]

لیکن نماز میں کسی قراءت کو نہ پڑھنے سے یہ مقصد نہیں کہ اس سے استدلال بھی نہیں ہو سکتا۔ بلکہ جیسا کہ ہم پہلے نقل کر آئے ہیں کہ قراءات شاذہ سے اکثر علماء استدلال کرتے ہیں اور ان کو بطور تفسیر اور بیان بھی قبول کرتے ہیں۔

قراءاتِ شاذہ کے معروف قرا کا مختصر تعارف

قراءاتِ شاذہ کے معروف چار قراء ہیں:

① حسن البصري ② ابن محيصن ③ يحيى اليزيدي ④ الأعمش

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حسن بصریؒ

ان کا پورا نام اِمام اَبوسعید حسن بن اَبوحسن یسار بصری ہے۔علم وعمل کے اعتبار سے اپنے زمانہ کے امام ہیں۔سیدنا علیؓ،سمرہ بن جندبؓ اور اُم سلمہؓ سے ان کی ملاقات ثابت ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر میں یہ کہنا چاہوں کہ قرآن کریم حسن بصریؒ کی لغت میں نازل ہوا ہے تو میں ان کی فصاحت کی وجہ سے یہ کہہ سکتا ہوں۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں پیدا ہوئے اور ۱۱۰ھ میں فوت ہوئے۔ان کے دو راوی یہ ہیں

① بلخي ② دوري

ابن محیصنؒ

ان کا پورا نام اَبوعبداللہ بن عبدالرحمٰن بن محیصن سہمی ہے، حدیث اور عربی زبان کے عالم تھے، امام ابن کثیرؒ کے علاوہ یہ بھی اہل مکہ کے مقری تھے۔

درباس مکیؒ جو حبر الامہ اِبن عباس رضی اللہ عنہ کے غلام تھے، فرماتے ہیں کہ میں نے ابن محیصن سے بڑھ کر قرآن کریم اور عربی زبان کا عالم نہیں دیکھا۔۱۲۳ھ میں فوت ہوئے۔ ان کے دو راوی یہ ہیں:

① بزّي ② ابن شنبوذ

یحییٰ الیزیدیؒ

ان کا پورا نام اَبومحمد یحییٰ بن مبارک بن مغیرہ الیزیدی العدوی ہے۔لغت واَدب کے اِمام ہیں۔معروف قاری اَبو عمرو بصریؒ کے بہترین شاگردوں میں سے ہیں۔

۱۲۸ھ میں مروان بن محمد کے زمانے میں پیدا ہوئے اور ۲۰۲ھ میں وفات پائی۔ان کے دو راوی یہ ہیں

① سليمان بن حكم ② أحمد بن فرح

اعمشؒ

ان کا پورا نام اَبومحمد سلیمان بن مہران اعمش اَسدی، کاہلی، کوفی ہے۔

قراءات اور حدیث کے امام تھے، قرآن کریم میں کبھی غلطی نہیں کی۔

وکیع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ستر سال تک اعمشؒ سے تکبیر تحریمہ فوت نہیں ہوئی۔امام شعبہؒ بن حجاج نے ان کے حفظ واتقان کی وجہ سے ان کا نام ہی مصحف رکھ دیا تھا۔

امام ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب سے اعمشؒ پیدا ہوئے تب سے اسلام عزت والا ہے۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے عبداللہ بن ابی اوفی اور انس بن مالک رضی اللہ عنہما سے لقا ثابت ہے۔

۶۰ھ میں عاشوراء کے دن پیدا ہوئے اور ۱۴۸ھ میں فوت ہوئے۔ ان کے دو راوی یہ ہیں

① مطوعي ② شنبوذي [۵۴]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حواشی

① القَامُوس المُحِيط: ص۶۲
② التّبيَان: ص۲۳۳
③ مُنجِد المُقْرِئين: ص۳، إتّحَافُ فُضَلاءِ البَشَر: ص۵، البدور الزاهرة: ص۳
④ النشر: ۱/ ۷، المدخل لدراسة القرآن الكريم: ص۲۷۴، مناهل العرفان: ۱/ ۴۱۲
⑤ البُرهان في علوم القرآن: ۱/ ۴۶۵، اتّحاف فضلاء البشر: ص۵
⑥ منجد المقرئين: ص۴
⑦ الإتقان: ۱/ ۷۳، أثر القراء ات في الفقه الإسلامی: ص۹۸-۱۰۲
⑧ مناهل العرفان: ۱/ ۴۱۶
⑨ النّشر: ۱/ ۵۴ وما بعدها
⑩ عنایاتِ رحمانی: ۱/ ۴۱
⑪ ایضاً: ۱/ ۴۲
⑫ ایضاً: ۱/ ۴۱
⑬ الإتقان: ۱/ ۷۴، البدور الزاهرة: ص۸
⑭ عنایاتِ رحمانی: ۱/ ۱۰
⑮ النشر: ۱/ ۴۶
⑯ منجد المقرئين: ص۱۶، ۷۸
⑰ مناهل العرفان: ۱/ ۴۱۶، ۴۶۶
⑱ النشر: ۱/ ۱۳، الإتقان: ۱/ ۷۶
⑲ مُنجد المقرئين: ص۱۵
⑳ منجد المقرئين: ص۱۹، مناهل العرفان: ۱/ ۴۴۳
㉑ النشر: ۱/ ۱۴، منجد المقرئين: ص۱۶، الإتقان: ۱/ ۷۶، الإبانة: ص۷۹
㉒ الإتقان: ۱/ ۷۶، مناهل العرفان: ۱/ ۴۳۰
㉓ منجد المقرئين: ص۱۹، مناهل العرفان: ۱/ ۴۴۳
㉔ مختار الصّحاح: ۱/ ۱۴۰، (مادہ: ش ذ ذ)
㉕ لسان العرب: ۳/ ۴۹۴، (مادہ: ش ذ ذ)
㉖ منجد المقرئين: ص۱۶
㉗ غاية الوصول: ص۵، حصول المامول: ص۳۵
㉘ حصول المامول: ص۳۵
㉙ منجد المقرئين: ص۱۶، البرهان: ۱/ ۴۶۶

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۳۰) الإتقان: ۱/ ۷۶
(۳۱) الإتقان: ۱/ ۷۸
(۳۲) البحر المحيط: ۲/ ۲۲۱
(۳۳) المرشد الوجيز: ص۱۸۴
(۳۴) منجد المقرئين: ص۱۶، ۷۸
(۳۵) مناهل العرفان: ۱/ ۴۶۶
(۳۶) النشر: ۱/ ۹
(۳۷) النشر: ۱/ ۴۰
(۳۸) النشر: ۱/ ۳۹
(۳۹) فواتح الرّحموت شرح مسلم الثبوت للأنصاري: ۲/ ۱۶، هداية العقول إلىٰ غاية السول في علم الأصول: ۱/ ۴۴۶، شرح الكوكب المنير للفتوحي: ۲۰/ ۱۴۰، روضة الناظر: ۱/ ۱۸۱
(۴۰) مختصر ابن الحاجب مع شرحيه العضن: ۲/ ۲۱، وبيان المختصر: ۱/ ۴۷۲، الأم: ۷/ ۶۶، وحاشية البناني للمحلي: ۱/ ۲۳۲، أصول مذهب الإمام أحمد: ص۱۸۶، شرح الكوكب المنير: ۱/ ۱۴۰، الإحكام في أصول الأحكام: ۴/ ۱۷۰، ۱۷۱
(۴۱) أثر القراء ات في العلوم الشرعية: ص۳۹۲
(۴۲) أيضًا
(۴۳) أيضًا: ص۳۹۳
(۴۴) أيضًا: ص۳۹۶
(۴۵) أثر القراء ات في الفقه الإسلامي: ص۳۹۶
(۴۶) الفتاوى الكبرىٰ: ۳/ ۱۶۹
(۴۷) المرشد الوجيز: ص۸۲
(۴۸) منجد المقرئين: ص۱۸
(۴۹) النّشر: ۱/ ۱۴، منجد المقرئين: ص۱۶، مناهل العرفان: ۱/ ۴۶۷
(۵۰) أثر القراء ات في الفقه الإسلامي: ص۳۴۸
(۵۱) البحر المحيط: ۲/ ۲۲۱
(۵۲) أثر القراء ات في الفقه الإسلامي: ص۳۴۹
(۵۳) فتاوى الرّملي: ۴/ ۳۲۰
(۵۴) أثر القراء ات في الفقه الإسلامي: ص۳۵۲، اتحاف فضلاء البشر: ص۹

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حافظ عمران ایوب لاہوری☆

قراءت شاذہ.....تعارف اور شرعی حیثیت

لغوی: لفظ قراءت لغوی اعتبار سے قرأ یقرأ سے مصدر سماعی ہے۔ ماہرین لغت کے نزدیک اس کا معنی جمع کرنا، منانا اور تلاوت کرنا وغیرہ موجود ہے۔ [لسان العرب:۱/۱۲۹،المفردات فی غریب القرآن:ص۴۰۲]

اِصطلاحی: اعتبار سے اہل علم نے قراءت کی مختلف تعریفات ذکر کی ہیں:

الشیخ عبدالفتاح قاضی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''علم قراءت ایسا علم ہے کہ جس میں قرآنی کلمات کو بولنے کی کیفیت اور انہیں اَدا کرنے کا مختلف فیہ اور متفقہ طریقہ ہر ناقل کی قراءت کی نسبت کے ساتھ معلوم ہوتا ہے۔'' [البدور الزاھرۃ:۷]

قاری فتح محمد پانی پتی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

''قراءت اس علم کو کہتے ہیں جس سے کلمات قرآنیہ میں قرآن مجید کے ناقلین کا وہ اتفاق اور اختلاف معلوم ہو، جو آپ ﷺ سے سن لینے کی بناء پر ہے، اپنی رائے کی بناء پر نہیں۔'' [عنایات رحمانی:۱/۱۳]

علم قراءت کا موضوع قرآن کریم کے کلمات ہیں، کیونکہ اس علم میں ان کلمات کے تلفظ کے حالات پر ہی بحث کی جاتی ہے۔ [عنایات رحمانی:۱/۱۳]

کسی بھی قراءت کو قرآنی حیثیت سے قبول کرنے کے لئے اہل علم نے تین شرائط مقرر کی ہیں:

① نحوی قواعد کے موافق ہو۔

② رسم عثمانی کے موافق ہو۔

③ اس کی سند صحیح و متصل ہو۔

یہ تیسری شرط ہی اَصل ہے، باقی دو اس کی تائید کے لیے ہیں اگر یہ تینوں شرائط موجود ہیں تو قراءت کو قرآنی حیثیت سے قبول کرنا فرض ہے۔ [الیسر شرح شاطبیہ:۱۴]

اِمام سیوطی رحمہ اللہ وغیرہ اہل علم نے قراءت کی باعتبار سند چھ اَقسام بیان کی ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے:

متواتر: جسے ایک بڑی جماعت نقل کرے اور اس جماعت کا جھوٹ پر جمع ہونا ناممکن ہو۔

مشہور: وہ قراءت جس کی سند صحیح ثابت ہو اور وہ درجہ تواتر تک نہ پہنچنے کے باوجود عربی قواعد اور رسم عثمانی کے موافق ہو، نیز قراء میں مشہور بھی ہو۔

آحاد: ایسی قراءت جس کی سند تو صحیح ہو مگر وہ عربی قواعد یا رسم عثمانی کے خلاف ہو یا درج بالا دونوں قراءتوں کے برابر مشہور نہ ہو۔ اور نہ اس کی قراءت کی جاتی ہو۔

شاذ: جس کی سند صحیح نہ ہو۔

☆ مدیر ادارہ 'فقہ الحدیث فاؤنڈیشن'، لاہور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موضوع: جو بغیر کسی اصل کے اپنے قائل کی طرف منسوب ہو۔

مدرج: ایسی قراءت جو دیگر قراء توں میں بطورِ تفسیر زیادہ کی گئی ہو۔ [الا تقان للسیوطی:۱/۷۷]

چونکہ یہاں ہمارے پیش نظر صرف قراءت شاذہ پر بحث کرنا ہے اس لئے آئندہ سطور میں اسی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی جائے گی۔

قراءت شاذہ کا معنی ومفہوم اور وجہ تسمیہ

شاذ کا مادہ ش، ذ، ذ ہے، اس کا معنی علیحدہ ہونا اور اکیلا ہونا وغیرہ ہے۔[لسان العرب:۴/۴۹] لفظ 'شاذ' صیغہ صفت ہے، اس کی جمع شواذ آتی ہے۔[مصباح اللغات،ص۴۲۳]

اِصطلاحی اعتبار سے علماء قراءت نے اس کی تعریف مختلف انداز میں بیان کی ہے۔

امام سیوطی رحمہ اللہ کے نزدیک شاذہ قراءت وہ ہے، جس کی سند صحیح نہیں۔ [الاتقان:۱/۷۷]

حافظ ابن صلاح رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''قراءت شاذہ وہ ہے کہ جو قرآنی حیثیت سے منقول ہو مگر نہ وہ تواتر سے ثابت ہو اور نہ قراءت کے ائمہ کے نزدیک اسے قبول عام حاصل ہو۔'' [البرھان فی علوم القرآن:۱/۴۸۱]

ڈاکٹر لبیب السعید رحمہ اللہ قراءت شاذہ کی تعریف میں فرماتے ہیں:

''علماء قرآن کی اِصطلاح میں شاذ قراءات وہ ہیں جو آحاد سند سے مروی ہیں اور رسم عثمانی کے خلاف ہیں، نیز کسی قراءت کا صحیح السند اور قواعد عربیہ کے موافق ہونا اس کے شاذ ہونے سے مانع ہے۔[الجمع الصوتی الأولی للقرآن:۲۲۱]

درج بالا تعریفات کو سامنے رکھتے ہوئے یوں کہا جاسکتا ہے کہ قراءت شاذہ سے مراد وہ قراءت ہے جو رسم عثمانی کے خلاف ہے اور بطریقِ آحاد مروی ہے قطع نظر اس سے کہ اس کی سند صحیح ہے یا ضعیف۔

علاوہ ازیں قراءات شاذہ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ قراءات رسم عثمانی سے علیحدہ ہیں اس لیے ان کا نام شاذ یعنی علیحدہ ہونے والی رکھ دیا گیا۔ [مناھل العرفان:۱/۳۷۶]

علامہ ابن جزری رحمہ اللہ کے مطابق ان قراءات شاذہ کو اس لیے 'شاذہ' کہا جاتا ہے کہ یہ رسم کے اعتبار سے قراءات متواترہ سے جدا اور منفرد ہیں یا اس وجہ سے کہ یہ قراءات متواترہ کے ضوابط پر پوری نہیں اترتیں۔

[المنجد المقرئین:ص۱۶،۱۷]

قراءات شاذہ کی اَقسام

قراءات شاذہ کو درج ذیل اَقسام میں تقسیم کیا جاتا ہے:

① وہ قراءات جس کی سند صحیح ہو اور کسی عربی قاعدہ کے مطابق ہو لیکن نہ تو بطریق تواتر ثابت ہو اور نہ ہی ایسے طریق سے جو قوت میں تواتر کے مساوی ہو۔

② وہ قراءات جس کی سند صحیح ہو اور لغت عرب کے بھی موافق ہو، لیکن مصاحف عثمانیہ کی رسم کے مطابق نہ ہو۔

③ وہ قراءات جس کی سند صحیح ہو رسم عثمانی کے موافق ہو، لیکن لغت عرب کے خلاف ہو۔

④ وہ قراءات جس کی سند تو صحیح ہے مگر وہ قرآن نہیں، بلکہ صحابہ کے بطور تفسیر اضافہ کردہ کلمات ہیں، جن کے لئے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مدرج کی بھی اصطلاح مستعمل ہے۔

⑤ وہ قراءات جس کی سند ہی صحیح نہ ہو خواہ وہ رسم عثمانی اور عربی قواعد کے موافق ہو یا مخالف۔

⑥ وہ قراءات جو رسم عثمانی اور لغت عرب کے موافق ہیں مگر ان کی کوئی سند ہے ہی نہیں۔ ایسی قراءات بھی شاذہ، بلکہ مکذوبہ کہلائیں گی اور انہیں کوئی مسلمان قرآن نہیں کہہ سکتا۔

[المحتسب:۱/۲۴۷،القراء ت السبع:۲۷۸،النشر:۱/۱۶،الاتقان:۱/۷۷،المنجد المقرئین:۱۷]

قراءات شاذہ کی شرعی حیثیت.....کیا یہ قرآن ہیں؟

بلاشبہ قراءاتِ شاذہ قرآن نہیں، کیونکہ ان میں وہ تمام شرائط مفقود ہیں جو ثبوت قرآن کے لئے ضروری ہیں، لہٰذا پوری اُمت متفق ہے کہ قراءات شاذہ قرآن نہیں۔ مزید تائید کی غرض سے چند اَقوال پیش خدمت ہیں:

علامہ شوکانی رحمہ اللہ کے بیان کے مطابق قراءات شاذہ قطعاً قرآن سے الگ ہیں۔

[كما في أصول الفقه الإسلامي وأدلته:۱/۴۲۷]

علامہ ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اس بات پر اجماع ہے کہ قراءات شاذہ کی تلاوت اور انہیں مصحف میں لکھنا جائز نہیں۔'' [المحلی:۴/۲۵۵]

علامہ عبدالعلی انصاری رحمہ اللہ رقمطراز ہیں: کہ'' قراءت شاذہ بالاتفاق قرآن نہیں۔''

[فواتح الرحموت:۲/۱۲]

علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ کا قول ہے:

''قراءت شاذہ نماز میں پڑھنے والے کے پیچھے نماز پڑھنے کی ممانعت پر تمام علمائے امت کا اجماع ہے۔''

[التمهيد:۸/۲۹۳]

قراءات شاذہ کی تلاوت کا حکم

چونکہ قراءات شاذہ قرآن نہیں، اس لیے بحیثیت قرآن ان کی تلاوت کرنا جائز نہیں، چنانچہ ڈاکٹر محمد سالم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو شخص علماء وفقہا کے اَقوال کی روشنی میں غور کرے گا وہ یقیناً یہی فیصلہ کرے گا کہ نماز یا اس کے علاوہ قراءات شاذہ کی تلاوت حرام ہے۔ [في رحاب القرآن:۴۳۸]

اگرچہ کچھ اہل علم کی طرف نماز میں قراءاتِ شاذہ کی تلاوت کے جواز کا قول منسوب ہے، مگر راجح قول جمہور کا ہے جو اوپر ذکر کر دیا گیا ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس بات پر علماء کا اجماع ہے کہ قراءات شاذہ نہ قرآن ہیں اور نہ ہی نماز میں ان کی تلاوت جائز ہے، خواہ نماز فرض ہو یا نفل۔ نیز قراءات شاذہ کی تلاوت پر اصرار کرنے والا سزا کا مستحق ہے۔ تاہم نماز کے علاوہ ان قراءات کو تعلیم وتعلّم کی غرض سے بیان کرنا یا قرآن کی کسی آیت کے مفہوم کی وضاحت کے لئے پیش کرنا سب کے نزدیک جائز ہے۔

قراءات شاذہ سے اَحکام کا استنباط

قراءات شاذہ استنباط کے سلسلے میں حجت ہیں یا نہیں اس میں دو مسلک ہیں۔ ان دونوں کا ذکر بمعہ دلائل حسب

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذیل ہے:

پہلا مسلک

قراءات شاذہ مطلقا حجت نہیں۔ یہ امام ابن حزم رحمہ اللہ اور چند دیگر علماء کی رائے ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ قراءات شاذہ نہ قرآن ہیں اور نہ ہی انہیں خبر واحد کی حیثیت دی جاسکتی ہے، لہٰذا استنباط احکام میں یہ حجت نہیں۔ ان کے چند دلائل ملاحظہ فرمائیے۔

① قراءات شاذہ قرآن نہیں، اس لیے حجت نہیں۔

② عہد عثمانی میں جس قرآن پر اجماع ہوا تھا، قراءات شاذہ اس میں شامل نہیں تھیں، اس لیے قابل حجت نہیں۔

③ قراءت شاذہ بطورِ خبر واحد بھی حجت نہیں، کیونکہ وہ بطور خبر واحد منقول نہیں ہوتی بلکہ بطور قرآن منقول ہوئی ہے۔ جب اس کا قرآن ہونا ثابت نہیں تو اس کا خبر ہونا بدرجہ اولی ثابت نہیں۔

④ صحابہ کرام نے قراءات شاذہ پر عمل نہیں کیا۔

[قواطع الادلة فی الأصول :۴۱۴/۱،البرهان فی أصول الفقه:۶۶۷/۱،المحلّی:۷۵/۸،حاشية العطار على جمع الجوامع:۳۰۱/۱]

دوسرا مسلک

قراءات شاذہ حجت ہیں۔ یہ جمہور کی رائے ہے۔ ان کے چند دلائل ملاحظہ فرمائیے:

① جو قراءت شاذہ رسول اللہ ﷺ سے صحیح ثابت ہے یا وہ واقعتاً پہلے قرآن تھیں، پھر عرض اخیرہ میں ان کی تلاوت منسوخ ہوگئی یا پھر قرآن تھی ہی نہیں، بلکہ قرآن کی تفسیر کے ضمن میں وہ شامل تھیں کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں بطور حدیث بیان کیا تھا لیکن غلط فہمی سے بعض صحابہ نے اسے قرآن سمجھ لیا۔

اس طرح قراءات شاذہ جو ان دونوں صورتوں میں سے ایک نہ ایک ضرور ہے، لازما حجت اور واجب العمل ہے کیونکہ اس کا بطور قرآن ثابت نہ ہونا اس بات کی منافی نہیں کہ وہ بطور خبر بھی درست نہ مانی جائے۔ گویا دو ہی صورتیں ہیں یا تو یہ قرآن تھیں یا پھر پیغمبر ﷺ کی خبر۔ تو اس لحاظ سے یہ بحث قراءات شاذہ کی حجیت یا عدم حجیت کی نہیں، بلکہ یہ بحث یہ ہے کہ ان قراءات کو بحیثیت قرآن تسلیم کیا جائے یا بحیثیت حدیث۔ [مختصر الروضة:۲۵/۲]

② حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو سنا آپ ﴿فَاسْعَوا إلى ذكر الله﴾ کے بجائے)فامْضُوا إلى ذكر الله پڑھا کرتے تھے۔ [مؤطا:۶۰/۱]

امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''علماء نے قراءات شاذہ کو بطورِ تفسیر حجت قرار دیا ہے۔ یہ حدیث اس کا واضح ثبوت ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرح فامضوا إلى ذكر الله پڑھا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے اگر اس میں فاسعو إلى ذكر الله کے علاوہ کوئی دوسری قراءات نہ ہوتی تو میں اس قدر دوڑ کر جاتا کہ میری چادر نیچے گر جاتی۔

[الاستذكار:۷۳/۵]

اس مقام پر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قراءت شاذہ سے ایک مسئلہ کا استنباط کرنا اس کی حجیت کی دلیل ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

راجح موقف

قراءت شاذہ کی حجیت کے قائلین کا موقف راجح معلوم ہوتا ہے اور جہاں تک عدم حجت کے قائلین کا تعلق ہے تو ان کے دلائل قرآن کے ساتھ عقیدت کا مظہر تو ضرور ہیں، لیکن ان سے عدم حجیت کا ثبوت فراہم نہیں ہوتا۔ ان کی پہلی اور دوسری دلیل کہ قراءات شاذہ قرآن نہیں، کیونکہ یہ مصحف عثمانی سے خارج ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہم بھی ان قراءات کو قرآن نہیں سمجھتے، مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ حجت بھی نہیں۔ حجیت کے قائلین کا یہ دعوی ہے کہ قراءات شاذہ بطور قرآن حجت نہیں، بلکہ ان کی حجیت صرف اس حیثیت سے ہے کہ پہلے یہ قرآن تھیں پھر ان کی تلاوت منسوخ ہوگئی اور حکم باقی رہا اور وہ حکم چونکہ بطورِ آحاد ہم تک پہنچا ہے اس لیے اسے خبر واحد یا بالفاظ دیگر حدیث کی حیثیت سے قبول کیا جائے گا۔ علاوہ ازیں یہ قراءات قرآن کے مجمل اور مشکل مقامات کی تفسیر تھیں جو رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمائی تھی اور صحابہ نے اسے سنا تھا اور اس کے حجت ہونے میں کسی کا بھی اختلاف نہیں۔

معلوم ہوا کہ قراءات شاذہ کی حجیت کی رائے ہی زیادہ غالب ہے، بشرطیکہ وہ صحیح ثابت ہو اور کوئی صحیح حدیث یا قوی تر دلیل اس کے معارض نہ ہو، نیز کسی صحیح روایت سے اس کے حکم کا نسخ بھی ثابت نہ ہو۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اکثر علماء کا یہی مذہب ذکر فرمایا ہے اور امام ابن عبد البر رحمہ اللہ نے اس پر اجماع نقل کیا ہے۔

خلاصہ کلام

علم قراءات اجتہادی نہیں، بلکہ سماع اور نقل سے ثابت ہے اور اس کا ماخذ وحی الٰہی ہے۔ قراءات عشرہ کے علاوہ باقی تمام قراءات شاذہ ہیں۔ وہ قراءات جن کی اسناد ضعیف یا موضوع ہیں یا ان کی کوئی سند ہی نہیں، انہیں کسی حیثیت سے بھی قبول نہیں کیا جائے گا۔ تمام علمائے امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ قراءات شاذہ پر قرآن کا اطلاق نہیں ہوسکتا۔ قراءات شاذہ چونکہ قرآن نہیں اس لیے نماز میں ان کی تلاوت بھی حرام ہے۔ جمہور علماء کے نزدیک سند کے اعتبار سے صحیح قراءات شاذہ استنباط احکام میں حجت ہیں، بشرطیکہ وہ صحیح ثابت ہوں اور کوئی حدیث یا قوی تر دلیل ان کے معارض نہ ہو نیز اس کا نسخ بھی ثابت نہ ہو۔ وما توفیقی إلا باللہ علیہ توکلت وإلیہ أنیب

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قسط ثالث

ڈاکٹر ابومجاہد عبدالعزیز القاری ☆☆
ترجمہ واضافہ: قاری محمد حسین ☆

'قراءاتِ قرآنیہ' میں اختلاف کی حکمتیں اور فوائد

زیرنظر مضمون مدینہ یونیورسٹی کے شعبہ کلّیۃ القرآن کے سابق پرنسپل ڈاکٹر عبدالعزیز القاری ﷾ کی سبعہ احرف پر طویل تحریر کا تیسرا حصہ ہے، جو سہ ماہی مجلّہ، مجلّۃ کلّیۃ القرآن الکریم، مدینہ یونیورسٹی سے ماخوذ ہے، جس میں قرآن مجید کے سات حروف کا مروّجہ قراءات عشرہ متواترہ سے تعلق اور متعدد قراءات کے نزول کی حکمتوں کو بحث کا موضوع بنایا گیا ہے۔ اسی مقالہ کا پہلا حصہ ڈاکٹر حافظ حسن مدنی ﷾ کے سلیس ترجمہ کے ساتھ ''متعدد قراءات کے ثبوت کی جملہ احادیث اور ان کی تخریج'' کے زیرعنوان اسی شمارہ میں شامل اشاعت ہے۔ دوسری وچوتھی قسط کو رشد 'قراءات نمبر' (حصہ دوم) میں آئندہ شامل اشاعت کیا جائیگا۔ واضح رہے کہ فاضل مترجم نے موضوع کی مناسبت سے مؤلف کی کلام کے آخر میں تکمیل فائدہ کے لیے دیگر بعض کتب سے تین چار صفحات کا اضافہ کردیا ہے۔ [ادارہ]

❶ سبعہ احرف کی حکمت کے بارے میں نبی کریم ﷺ کا اِرشاد بالکل واضح ہے، جس میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''چونکہ میری امت ان پڑھ ہے، اس لئے ایک حرف پر پڑھنے کی طاقت نہیں رکھتی، لہٰذا ان پر آسانی کرتے ہوئے سات حروف کی اجازت دی جائے''، کیونکہ ان کی زبانیں اور لہجے مختلف تھے اور اپنے لہجے کے علاوہ کسی دوسرے کے لہجے کے مطابق پڑھنا جوئے شیر لانے کے برابر تھا۔ خاص طور پر بوڑھے، بچے اور غلام اور اُمیوں (اَن پڑھوں) کے لئے یہ ناممکن تھا کہ وہ مختصر وقت میں کسی دوسرے لہجے کو سیکھ لیں، کیونکہ ان کی زبانیں اپنی زبان کے علاوہ دوسرے لہجے میں بولنے سے قاصر تھیں، چنانچہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد پاک ہے:

''اے جبرائیل بے شک میں ایک اَن پڑھ امت میں بھیجا گیا ہوں جن میں بوڑھے، کمزور، غلام اور ایسے لوگ بھی ہیں جو کچھ بھی نہیں پڑھ سکتے'' تو جبریل علیہ السلام نے فرمایا: ''اے محمد ﷺ! بے شک قرآن مجید سات حروف پر نازل کیا گیا ہے۔'' [سنن ترمذي:٢٩٤٤] اور ایک روایت میں ہے: ''ان کو حکم دیں کہ وہ قرآن سات حروف پر پڑھیں۔''

[مسند أحمد:١٣٢/٥]

مذکورہ حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ قرآن کریم کے مختلف حروف پر نازل ہونے کا مقصد رخصت اور آسانی ہے تاکہ اُمت قرآن کو پڑھنے میں کسی مشکل کا شکار نہ ہو، خصوصی طور پر ان کے لئے جن کا ذکر مذکورہ حدیث میں ہے۔

اور اس رخصت کا فائدہ یہ ہوا کہ قرآن مجید مختلف حروف پر نازل ہونے کی وجہ سے آسان ہوگیا، لہٰذا قاری کو اختیار ہے کہ ان حروف میں سے جو آسان لگے اسے پڑھے، کیونکہ اگر اسے ایک ہی لہجے پر پڑھنے کا پابند بنا دیا جاتا تو وہ غلطی کرتا اور جب اسے رخصت مل گئی تو جو حرف اس کو آسان لگے گا، وہی پڑھے گا اور اس سے اس کا دل بھی مطمئن

☆ سابق سربراہ کلّیۃ القرآن الکریم، جامعہ اسلامیہ، مدنیہ منورہ
☆☆ فاضل کلّیۃ القرآن الکریم، جامعہ لاہور الاسلامیہ ورکن مجلس التحقیق الاسلامی، لاہور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رہے گا، خاص طور پر ایسے لوگ جو قریش کے لہجہ پر پڑھنے سے قاصر ہیں۔

ایک اور فائدہ یہ بھی ہے کہ بعض اَوقات لفظ کا مفہوم سمجھنے میں بھی دقت پیش آتی ہے اور اس کی وضاحت دوسری قراءات سے ہو جاتی ہے۔ مذکورہ بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ رخصت تین قسموں پر مشتمل ہے:

① القراءۃ ② لہجہ ③ مفاہیم

اس کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید کی یہ رخصت مدینہ میں نازل ہوئی ہے۔ مکہ میں تقریباً ۱۳ر سال لوگ لغت قریش پر ہی پڑھتے رہے ہیں اور ان کو اس میں کوئی مشکل پیش ہی نہیں آئی، کیونکہ تقریباً تمام مسلمان قریش سے ہی تعلق رکھتے تھے یا پھر وہ قبائل مسلمان ہوئے تھے، جو قریش کے قرب وجوار میں رہتے تھے اور ان کا لہجہ بھی قریش کے ساتھ ملتا جلتا تھا، لہٰذا ان کو بھی پڑھنے میں مشکل پیش نہیں آتی تھی، لیکن ہجرت کے بعد معاملہ بالکل مختلف ہو گیا۔ مختلف قبائل اسلام میں داخل ہونے لگے، جن کی لغات قریش سے بالکل ہی مختلف تھیں جیسے انصار، نجد، یمن، بحرین، حضرموت، اور شام وعراق کے قبائل، یہ قبائل قریش سے بہت زیادہ دور تھے اور ان کے لئے لغت قریش کے مطابق پڑھنا ناممکن تھا، لہٰذا ان کی آسانی کے لئے قرآن مجید سات حروف پر نازل کیا گیا۔

جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ

''جبریل علیہ السلام نبی کریم ﷺ سے بنوغفار کے تالاب پر ملے اور قرآن کے سات حروف پر نازل ہونے کی خوشخبری سنائی۔''

[صحیح مسلم، کتاب الصلوۃ، باب بیان أن القرآن انزل علی سبعة أحرف]

② متنوع حروف پر نازل ہونا اُمت محمدیہ کے فضائل وخصائص میں سے ایک ہے، کیونکہ پہلی کتب سماویہ ایک حرف پر نازل ہوئیں اور وہ امتیں ان کتب کو صرف ایک ہی حرف پر پڑھ سکتی تھیں۔ اسی طرح اس اُمت کی خصوصیات میں سے یہ بھی ہے کہ قرآن مجید کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ تعالیٰ نے لیا ہے، جبکہ سابقہ کتب سماویہ کا ذمہ اللہ نے خود نہیں لیا تھا۔ اسی لیے ان میں تغیر وتبدل ہو گیا ہے اور جب اللہ نے خود اس قرآن کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے تو قرآن کے نازل کردہ تمام حروف کی حفاظت اس میں آجاتی ہے، کیونکہ ہر حرف اللہ کی طرف سے نازل کردہ ہے، جیسا کہ حدیث « إنَّ القرآن أنزل علی سبعة أحرف» سے پتہ چلتا ہے، لہٰذا اگر ایک حرف بھی ضائع ہو گیا تو حفاظت الٰہی کا کوئی معنی نہیں رہتا۔

قرآن مجید کا ہر حرف منزل من اللہ ہے اور قرآن ہے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''تم جو حرف بھی پڑھ لو صحیح ہے۔'' [صحیح مسلم:۸۲۱]

اسی طرح فرمایا کہ ''تمام حروف میں سے ہر ایک شافی وکافی ہے۔'' [سنن نسائی:۹۴۰]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ہے کہ

''آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان تمام حروف میں سے کوئی حرف بھی پڑھ لیا جائے، تو ٹھیک ہے اور ایک حرف کا انکار پورے قرآن کے انکار کے برابر ہے۔''

[تفسیر الطبر:۵۴/۱، والابحاث فی القراء ات:۱۸، نکت الإنتصار للباقلانی:۳۶۴]

تو معلوم ہوا کہ مختلف حروف پر قرآن مجید کا نازل ہونا قرآن کے خصائص میں سے ہے، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ایک اور روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''پہلی کتب ایک دروازے سے ایک حرف پر نازل ہوئیں، جبکہ قرآن مجید سات دروازوں سے سات حروف پر نازل ہوا ہے۔'' [مقدمتان فی علوم القرآن،ص۲۰۸]

❸ قرآن مجید کے سبعہ اَحرف پر نازل ہونے کی ایک بہت بڑی حکمت یہ ہے کہ مختلف قراءات سے مختلف معانی مستنبط ہوتے ہیں۔اس کی مندرجہ ذیل تین قسمیں ہیں:

(ا) الفاظ مختلف اور معانی ایک

ابن جریر رحمہ اللہ وغیرہ کا خیال ہے کہ قرآن مجید میں استعمال ہونے والے تمام مترادفات الفاظ میں سے ہر ایک کا ایک زائد معنی بھی ہوتا ہے۔ان مترادفات کی مثال مندرجہ ذیل ہے:

هَلُمَّ ، تَعَالَ ، أَقْبِلْ، یہ تینوں الفاظ مترادفات استعمال ہوتے ہیں، ان کا ایک معنی تو مشترک ہے کہ ان میں متکلم دوسرے کو بلا رہا ہے، لیکن کچھ مختلف معانی بھی پائے جاتے ہیں، جس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

① هَلُمَّ: یہ کسی کو ایسی نرمی سے اپنی طرف بلانے کے لئے استعمال ہوتا ہے کہ وہ آپ کی طرف راغب ہو جائے۔

② تَعَالَ: یہ لفظ کسی بیٹھے ہوئے یا نیچے والے کو اوپر بلانے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

③ اَقْبِلْ: یہ لفظ کسی کو سختی سے اپنی طرف بلانے اور حکم کی تعمیل پر تنبیہ کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی ان الفاظ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ

''میں نے ان مختلف حروف کو معانی کے لحاظ سے قریب المعنی پایا ہے۔'' [شعب الایمان للبیهقی:۱/۷۳]

یہاں آپ نے 'موافق' کا لفظ استعمال نہیں کیا، بلکہ 'متقارب' کا لفظ استعمال کیا ہے۔

(ب) عام طور پر الفاظ کی تبدیلی سے تفسیر و معانی میں نئے نئے نکات سامنے آتے ہیں:

اس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں جن میں سے چند ایک ذکر کی جاتی ہیں:

❶ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿وَكَأَيِّنْ مِّنْ نَبِيٍّ قٰتَلَ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ فَمَا وَهَنُوْا لِمَا أَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا﴾ [آل عمران:۱۴۶]

''اور کتنے ہی نبی ایسے گزر چکے ہیں، جن کے ساتھ مل کر بہت سے خدا پرستوں نے جنگ کی، اللہ کی راہ میں جو مصیبتیں ان پر پڑیں، ان سے وہ شکستہ دل نہیں ہوئے، انہوں نے کمزوری نہیں دکھائی، وہ باطل کے آگے سرنگوں نہیں ہوئے۔''

اس آیت میں لفظ قٰتَلَ کو فعل مجہول قُتِلَ بھی پڑھا گیا ہے۔ لفظ 'قَاتَلَ' کا معنی یہ ہے کہ نبی ﷺ اور ان کے ساتھیوں نے بغیر کسی کمزوری اور شکستہ دلی کے قتال کیا، جبکہ لفظ 'قُتِلَ' کے دو معانی ہیں:

① نبیوں کو قتل کیا گیا، حالانکہ ان کے پیروکار کمزور اور شکستہ دل نہ تھے بلکہ انہوں نے انبیاء کے ساتھ مل کر قتال کیا۔

② انبیاء کے پیروکار قتل کیے گئے اور اس وجہ سے انبیاء اور ان کے باقی ساتھی کمزوری کا شکار نہیں ہوئے۔

دوسری قراءۃ کے مذکورہ دونوں معانی صحیح ہیں، یعنی انبیاء کے قتل کی وجہ سے ان کے ساتھیوں میں کمزوری واقع ہوئی اور نہ ہی پیروکاروں کے قتل کی وجہ سے انبیاء نے کسی قسم کی کمزوری کا مظاہرہ کیا۔

❷ قرآن پاک میں ہے: ﴿رَبَّنَا بٰعِدْ بَيْنَ أَسْفَارِنَا﴾ [سبا:۱۹]

''(مگر انہوں نے کہا) اے ہمارے رب ہمارے سفر کی مسافتیں لمبی کر دے۔''

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس آیت میں لفظ 'باعد' کو دو اور طرح بھی پڑھا گیا ہے:

① 'بَعِّدْ' فعل امر مبالغہ کے ساتھ

② 'بَاعَدَ' فعل ماضی باب مفاعلہ

چنانچہ پہلی قراءۃ "بَاعِدْ" اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہیں کہ انہوں نے اپنی سرکشی کی وجہ سے اپنے اسفار میں دوری طلب کی اور دوسری قراءۃ 'بَعِّدْ' سے پتہ چلتا ہے کہ وہ اپنے اس مطالبہ پر ڈٹے رہے، جبکہ تیسری قراءۃ 'بَاعَدَ' میں ان پر ذلت اور مشقت نازل ہونے کی وجہ انکی کمزوری اور سرکشی بتائی گئی ہے۔

❸ قرآن پاک میں ہے: ﴿فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ﴾[یونس:۵۸]

''اس پر تو لوگوں کو خوشی منانی چاہئے، یہ ان سب چیزوں سے بہتر ہے جنہیں لوگ سمیٹ رہے ہیں۔''

اس آیت میں مزید دو قراءتیں ہیں:

① فليفرحوا ...تجمعون

② فلتفرحوا... تجمون

پہلی قراءۃ کا معنی یہ ہے کہ مومنوں کو قرآن کے ساتھ خوش ہوجانا چاہیے، کیونکہ کافروں کی جمع کردہ چیز (مال) سے یہ بہتر ہے۔ دوسری قراءت کا معنی یہ ہے کہ ''اے کافرو! جو چیز تم جمع کر رہے ہو اس سے قرآن مجید کہیں زیادہ بہتر ہے لہٰذا اس کے ساتھ مومنوں کو خوشی منانی چاہیے۔'' تیسری قراءۃ میں اللہ تعالیٰ مومنوں سے یوں مخاطب ہے کہ ''اے مومنو! تمہارے جمع کردہ مال سے قرآن مجید کہیں زیادہ بہتر ہے لہٰذا اس سے خوش ہو جاؤ۔''

❹ قرآن پاک میں ہے: ﴿إِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ﴾

''وہ تو ایک بگڑا ہوا کام ہے۔''[ھود:۴۶]

یہاں دوسری قراءۃ 'إِنَّه عَمِلَ غَيْرَ صَالِحٍ' ہے، چنانچہ پہلی قراءۃ میں نوح علیہ السلام کو سوال پر اصرار کی وجہ سے سرزنش کی گئی ہے۔ گویا کہ اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ اے نوح علیہ السلام! اس بات پر اصرار کرنا کہ یہ تیرا بیٹا ہے اور اس کے لئے بخشش مانگنا آپ کی شایان شان نہیں ہے، کیونکہ کافر کے لئے رحمت کی اُمید نہیں رکھی جاسکتی اور نہ ہی وہ تیرے اہل میں سے ہے، کیونکہ کفر سے رشتے ختم ہوجاتے ہیں۔

دوسری قراءۃ میں حضرت نوح علیہ السلام کو ان کے بیٹے کے بارے میں خبر دی جارہی ہے کہ اس کے اعمال اچھے نہیں اس لئے وہ رحمت اور بخشش کا مستحق نہیں ہوسکتا۔

❺ قرآن مجید میں ہے: ﴿وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْأُنْثٰى﴾[اللیل:۳]

''اور اس ذات کی (قسم ہے) جس نے نر اور مادہ کو پیدا کیا۔''

آیت مذکورہ میں ایک شاذ قراءۃ 'الذَّكَرِ وَالأُنْثٰى' ہے۔

یہ حدیث صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی وغیرہ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے بیان کی ہے کہ وہ دونوں 'الذَّكَرِ والأنثى' پڑھتے تھے اور ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بے شک میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے ہی سنا ہے۔'' [صحيح البخاري:۴۹۹۳،۴۹۹۴،صحيح مسلم:۸۲۴]

پہلی قراءۃ میں ما مصدریہ ہے اور معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قسم اٹھا کر کہہ رہے ہیں کہ اس نے نر اور مادہ کو پیدا کیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسری قراءۃ کا معنی یہ ہے کہ یہاں اللہ تعالیٰ نراور مادہ کی قسم اٹھا رہے ہیں۔
یہاں دونوں قراءتیں قریب المعنی ہیں۔

(ج) بعض اَوقات دو مختلف قراءتوں سے مختلف فقہی اَحکام مستنبط ہوتے ہیں

❶ قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿أَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَاءً فَتَيَمَّمُوْا﴾[النساء:۴۳]

''تم نے عورتوں سے لمس کیا ہواور پھر پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے کام لے لواور تیمّم کرلو۔''

اس آیت میں دوسری قراءۃ 'أو لَمَسْتُمْ' بغیر الف کے ہے۔

پہلی قراءۃ میں لمس سے مراد عورت کو ہاتھ سے چھونا یا بوس وکنار کرنا یا پھر جسم سے جسم ملانا، لیکن جماع نہ کرنا ہے۔

دوسری قراءۃ میں لمس کا معنی غالباً جماع ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ﴾ یعنی 'ما لم تجامعوهن'۔

سو پہلی قراءۃ سے علماء کے ایک گروہ نے یہ مسئلہ اخذ کیا ہے کہ عورت سے لمس چاہے بوس وکنار سے، یا جسم کے ساتھ جسم ملانے سے یا ہاتھ سے لمس ہو تو وضو اور پانی نہ ملنے کی صورت میں تیمّم واجب ہے۔ علماء کا دوسرا گروہ کہتا ہے کہ اس سے مراد مذکورہ بات کے علاوہ جماع بھی ہوسکتا ہے۔

دوسری قراءۃ پہلی قراءت کی تفسیر کرتی ہے یعنی مجرد ہاتھ سے چھونے، بوس وکنار کرنے یا جسم کے ساتھ جسم ملانے سے وضو یا تیمّم فرض نہیں ہوتا، جب تک کہ جماع یا انزال نہ ہو۔

❷ قرآن پاک میں ہے:

﴿وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ﴾ [البقرة:۲۲۲]

''اورتم ان کے قریب نہ جاؤ جب تک کہ وہ پاک صاف نہ ہوجائیں۔''

اس میں دوسری قراءۃ 'حتى يَطَّهَّرْنَ' بتشديد الطاء ہے۔

پہلی قراءۃ سے یہ فائدہ حاصل ہوتا ہے کہ جب تک حیض ختم نہ ہوجائے اس وقت تک عورت سے جماع کرنا منع ہے اور طہر کا معنی بھی یہی ہے کہ حیض کا خون آنا بند ہوجائے، جب کہ دوسری قراءۃ سے ایک زائد معنی یہ بھی نکلتا ہے کہ جب تک عورت حیض کے خون کے بعد غسل کرکے پاک نہ ہوجائے اس وقت تک اس سے جماع کرنا منع ہے۔

❸ قرآن پاک میں ارشاد ہے:

﴿وَامْسَحُوْا بِرُؤُسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ﴾ [المائدة:۶]

''سروں کا مسح کرو اور پاؤں ٹخنوں تک دھولیا کرو۔''

یہاں دوسری قراءۃ 'وأرجلِكم' لام کے کسرہ سے ہے۔ پہلی قراءۃ میں پاؤں دھونے کی فرضیت کی طرف اشارہ ہے، کیونکہ ارجلکم چہرے اور ہاتھ کے دھونے پر عطف ہے، جبکہ دوسری قراءۃ میں پاؤں پر مسح کی رخصت بیان کی گئی ہے اور اس کی وضاحت نبی کریم ﷺ کے اِرشاد پاک سے ہوتی ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا اگر موزے پہنے ہوں، بشرطیکہ وضو کی حالت میں پہنے ہوں، تو پھر مسح جائز ہے ورنہ دھونا فرض ہے۔

مذکورہ مثالوں پر اگر ہم غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک قراءۃ کا پہلی قراءۃ سے ایک زائد معنی بھی ہے کہ وہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہلی قراءۃ کی تفصیل، تفسیر یا تکملہ ہوتی ہے یا وہ دونوں قراءتیں قریب المعنی ہوتی ہیں اور یہ قراءات قرآنیہ کے اعجاز میں سے ایک بہت بڑا معجزہ ہے۔

❹ قراءات کے فوائد میں سے ایک بہت بڑا فائدہ یہ بھی ہے کہ ان سے لغات عرب کے ضیاع اور مٹنے سے حفاظت بھی ہوتی ہے، کیونکہ یہ قراءات قبائل عرب کی لغات میں سے فصیح الفاظ اور تراکیب واَسالیب اور لہجات کا خلاصہ اور قطعی مراجع ہیں۔

بے شک سبعہ احرف، مختلف عربی فصیح لغات پر مشتمل ہیں اور ان کی تعیین نہیں کی جاسکتی، وہ سات، آٹھ یا دس بھی ہوسکتی ہیں بلکہ یوں کہنا مناسب ہوگا کہ عرب کی تقریباً تمام فصیح ترین لغات سبعہ احرف میں آجاتی ہیں اور یہ احرف ان لغات میں استعمال ہونے والی منطق، اسلوب، تراکیب اور لہجات کا خلاصہ ہیں، لیکن یہ بھی یاد رہے کہ قرآن مجید کا اکثر حصہ لغت قریش اور اس کے لہجات کے مطابق نازل ہوا ہے، لغت قریش کا سبعہ احرف میں بہت زیادہ حصہ ہے حالانکہ عرب قبائل کی بہت ساری لغات ہیں، لیکن فصاحت وبلاغت، قوتِ بیان اور حسنِ بیان میں ایک دوسرے کے برابر نہیں بلکہ بعض لغات تو سردار تصور کی جاتی ہیں اور بڑے بڑے ادیب اور شاعر، بلغاء اور فصحاء انہیں کی طرف رجوع کرتے ہیں کیونکہ ان کا ادبی مقام بہت زیادہ بلند ہے اور باقی اکثر لغات انہی سے ماخوذ ہیں جب کہ اس کے برعکس کچھ لغات میں فصاحت وبلاغت کی کمی ہوتی ہے اور ان میں لغوی عیوب بہت زیادہ پائے جاتے ہیں اسی لیے شعراء وادیب ان کی طرف رجوع نہیں کرتے اور جس لغت پر قرآن مجید نازل ہوا ہے وہ باقی تمام لغات میں سے اعلیٰ وارفع ہے اور فصاحت وبلاغت کے اعتبار سے سب سے زیادہ فصیح ہے۔

امام ابوعبید رحمہ اللہ فصیح ترین لغات کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ وہ مندرجہ ذیل ہیں:

❶ ہوازن: اس میں مندرجہ ذیل قبائل آتے ہیں:

- سعد بن بکر
- جشم بن بکر
- نصر بن معاویہ
- ثقیف

❷ بنودارم: یہ وہ لوگ ہیں جنہیں سفلی تمیم کہا جاتا ہے۔ امام ابوعمرو بن العلاء المازنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''عرب کے فصیح ترین قبائل علیا ہوازن اور سفلی تمیم ہیں اور لغت قریش ان تمام سے فصیح وبلیغ ہے، اس کے مندرجہ ذیل اسباب ہیں:

① یہ ملک کے درمیان میں واقع ہے۔

② عجمی علاقوں سے بہت زیادہ دور ہے۔

③ صحرائی علاقوں سے بھی دور ہے۔''

ان اَسباب کی بناء پر اس لغت نے عجمیوں اور صحرائی علاقوں کی زبان کا اثر قبول نہیں کیا اور شائد یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے نبی اور قرآن کی لغت کے لیے پسند فرمایا ہے۔ اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ قریش کی طرف لوگوں کے دل مائل تھے اور لوگ ہر سال حج کے دنوں میں یہاں آتے جن میں ان کے بڑے بڑے شاعر وادیب بھی ہوتے تو قریش ان کی زبان سے اچھی اچھی چیزیں لے لیتے تھے اور ردی اور فضول چیزیں چھوڑ دیتے تھے جس سے لغت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قریش میں نکھار پیدا ہوگیا اور اس کا ارتقا اچھے طریقے سے ہوا۔

مذکورہ بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ بہت سے عیوب، جو دوسری لغات میں پائے جاتے تھے، ان سے لغت قریش محفوظ تھی، جیسا کہ امام رازی رحمہ اللہ نے ابوقتادہ رحمہ اللہ سے ایک روایت بیان کی ہے کہ ایک دن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ لوگوں میں سے فصیح ترین کون ہیں ایک آدمی کھڑا ہوا اور کہا جو عراق کے ٹیلے سے بلندی پر ہیں۔ اور قبیلہ بکر اور تمیم کی باریکیوں سے محفوظ و مامون ہیں نہ تو اس میں قضاعہ جیسی مبہم بات ہے اور نہ ہی حمیر جیسی لکنت۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا ''وہ کون ہیں؟'' اس آدمی نے جواب دیا ''وہ قریش ہیں'' امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''تو نے صحیح کہا'' پھر پوچھا ''کہاں سے آیا ہے'' اس آدمی نے جواب دیا قبیلہ جرہم سے۔

بحث ثانی: اِختیارات

قراءات سنت متبعہ ہیں، جن میں دوسرا پہلے سے روایۃً و اسناداً نقل کرتا ہے اور اس میں کسی کی رائے اور قیاس کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔ چنانچہ علامہ شاطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَمَا لِقِيَاسٍ فِيْ الْقِرَاءَةِ مَدْخَلُ
فَدُوْنَكَ مَا فِيْهِ الرِّضَا مُتَكَفِّلاً

''اور قیاس کے لئے فن قراءات میں کوئی جگہ نہیں پس تو اس میں سے پسندیدہ چیز (یعنی نقل متواتر) لے لے اور اسی کا ذمہ دار بننے والا ہو جا'' [باب الراء ات: شعر نمبر ۴۵۳]

ہمارے زیر بحث مسئلہ یہ ہے کہ آئمہ عشرہ وغیرہ کے اختیارات کس نوعیت کے ہیں؟ اور ان کا مقصود کیا تھا؟ اور کیا ان کے اختیارات رائے اور قیاس کی بناء پر ہیں؟ یہ تمام سوالات ایسے ہیں جن کا جواب دینا یہاں مقصود ہے۔

اِختیارات اور اس کی حقیقت

ائمہ عشرہ میں سے ہر قاری نے قراءات متعدد شیوخ سے پڑھیں اور اس کے لئے انہوں نے طویل سفر بھی کیے اور ہر استاد کی قراءۃ کو الگ الگ محفوظ بھی کیا لیکن جب انہوں نے اپنے شاگردوں کو پڑھانا شروع کیا تو اپنی تمام مسموعیات نہیں پڑھائیں، بلکہ ان میں سے بعض کو پڑھایا اور بعض کو نہیں، یعنی اپنی تمام مسموعیات میں سے کچھ چیزیں اپنے لیے منتخب کر لیں اور وہ اپنے شاگردوں کو پڑھائیں۔ اس لئے جب یہ کہا جاتا ہے کہ یہ فلاں قاری کا اختیار ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس قاری نے جو پڑھا ہے، انہی میں سے کچھ چیزیں اپنے لیے مختص کر لی ہیں نہ کہ اپنے قیاس اور رائے سے عربیت کے موافق وجہ کو اختیار کیا ہے، کیونکہ اس پر تمام قراء کا اتفاق ہے کہ قراءۃ میں قیاس اور رائے سے کوئی وجہ داخل کرنا حرام ہے، چنانچہ ابوعمرو بن العلاء مازنی بصری رحمہ اللہ، جو کہ قراءۃ اور لغت میں ایک سند کی حیثیت رکھتے ہیں، ان سے الاصمعی رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ

''میں نے انہیں یہ کہتے ہوئے سنا کہ اگر ایسا نہ ہوتا کہ جیسے میں نے اپنے استاد سے پڑھا ہے، ویسے پڑھنا ضروری ہے تو میں فلاں فلاں لفظ کو ایسے ایسے پڑھتا'' [کتاب السبعہ لابن مجاھد: ۸۳]

اور اگر ہم بنظر غائر قراءات کا مطالعہ کریں تو مذکورہ بات کی تصدیق ہو جاتی ہے، مثلاً اکثر اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کوئی قاری ایک وجہ کو اپنی لیے اصل قرار دے دیتا ہے اور پھر چند مقامات میں ان کی مخالفت بھی کرتا ہے۔ یہ صرف

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی وقت ہوسکتا ہے جب روایت کی اتباع کی جائے، وگرنہ قیاس کے مطابق پڑھا جائے تو اپنی اصل کی مخالفت کی کوئی وجہ ہی نہیں بنتی۔ مثلاً

امام ابوجعفر رحمہ اللہ پورے قرآن مجید میں 'یَحْزُنُ' لیکن سورۃ انبیاء میں 'یُحْزِنُكَ' پڑھتا ہے جبکہ سیدنا نافع رحمہ اللہ اس کے برعکس قراءت کرتے ہیں۔ اس طرح امام حفص رحمہ اللہ سورۃ ہود کے لفظ 'مجریٰها' کے علاوہ پورے قرآن میں کسی جگہ بھی امالہ نہیں کرتے اور امام ابن عامر رحمہ اللہ پورے قرآن میں 'ابراهیم' پڑھتے ہیں اور بعض جگہ میں 'ابراهام' پڑھتے ہیں۔

مذکورہ مثالوں میں ہمیں پتہ چلتا ہے کہ قراء کا اپنے اصول کی بعض جگہ مخالفت کرنا صرف اور صرف روایت کی بنا پر ہے، ورنہ قیاس کا تقاضا تو یہ ہے کہ پورے قرآن میں اپنے اُصول کے مطابق پڑھا جائے اور کسی جگہ بھی اس کی مخالفت نہ کی جائے۔ اور اگر قیاس کا قراءات میں کوئی دخل ہوتا تو امام ابوعمرو رحمہ اللہ، جو کہ لغوی بھی ہیں، وہ ''بارِئِکم'' کو ہمزہ ساکنہ سے نہ پڑھتے اور نہ ہی 'یأمرُکُمْ' 'یأمرُهُمْ' 'تأمرُهُمْ' 'یَنْصرُکُمْ' 'یُشْعِرُکُمْ' وغیرہ کو رائے ساکنہ سے پڑھتے، کیونکہ لغویوں کے ہاں ان مثالوں میں ہمزہ اور راء کا سکون پڑھنا غلط ہے۔ اسی لیے ہی مبرد اور سیبویہ وغیرہ نے اس قراءت کا رد کیا ہے۔ اسی طرح امام ابن عامر شامی رحمہ اللہ کی قراءۃ ﴿زُيِّنَ لِكَثِيرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ قَتْلُ أَوْلَادَهُمْ شُرَكَاءِهِمْ﴾ بھی نہ پڑھتے، کیونکہ یہ بھی نحوی وجہ کے خلاف ہے اور ابوجعفر رحمہ اللہ ﴿لِيَجْزِيَ قَوْمًا بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ﴾ اور امام حمزہ رحمہ اللہ ﴿الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامِ﴾ کبھی نہ پڑھتے، کیونکہ ان تمام قراءات میں اہل لغت کوئی نہ کوئی تاویل کرتے ہیں یا غلط قرار دیتے ہیں، لیکن قراء کرام کا معمول یہ ہے کہ جب نقل اور روایت کے ذریعے کوئی قراءۃ ثابت ہوجاتی ہے، تو اس کو قیاس یا لغت سے رد نہیں کرتے، کیونکہ قراءۃ سنت متبعہ ہے اور ان کو قبول کرنا اور ان کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے۔

چنانچہ ابوعمرو الدانی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب جامع البیان میں اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے کہا ہے کہ قراء کرام کیوں اپنے لیے خاص اختیار مقرر کرتے ہیں اور اپنے شیخ سے ہر پڑھی ہوئی قراءۃ کو کیوں نہیں پڑھاتے؟ اس کی دو وجہیں ہیں:

اوّل: ترجیح یعنی جس قراءۃ کے رواۃ زیادہ اور مشہور ہوں اور ان کی پیروی کرنے والے بھی زیادہ ہوں، تو ان کو اختیار کر لیتے ہیں اور جس قراءۃ میں بعض راوی منفرد یا شاذ ہوں اس کو چھوڑ دیتے ہیں، مثلاً

امام نافع رحمہ اللہ نے تقریباً ستر (۷۰) تابعین سے پڑھا ہے، جن میں سے ابوجعفر، شیبہ بن نصاح، عبدالرحمٰن بن ہرمز، مسلم بن جندب الہذلی، یزید بن رومان، عبدالرحمٰن بن القاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق، محمد بن شہاب زہری، الاصبغ بن عبدالعزیز نحوی رحمہم اللہ وغیرہ، لیکن جو آپ نے ان تمام سے پڑھا ہے وہ سارا نہیں پڑھایا اس کی وجہ آپ یہ بتاتے ہیں کہ

''میں نے ستر تابعین سے پڑھا ان میں سے جس حرف پر دو راوی متفق ہیں اس کو میں نے لے لیا اور جس میں ایک راوی منفرد ہے اس کو میں نے چھوڑ دیا ہے، حتی کہ میں نے ان موجودہ حروف میں قراءۃ کو جمع کر لیا۔''

[كتاب السبعة لابن مجاهد:۶۲، الابانة لمكي بن أبي طالب:۱۶]

یہی وجہ ہے کہ امام نافع رحمہ اللہ اور ابوجعفر رحمہ اللہ کی قراءۃ میں تقریباً پانچ سو سے زائد مقامات میں اختلاف پایا جاتا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔اسی طرح امام کسائی رحمہ اللہ نے امام حمزہ رحمہ اللہ سے پڑھا ہے اور امام حمزہ رحمہ اللہ اور کسائی رحمہ اللہ کے درمیان تقریباً تین ہزار مقامات میں اختلاف پایا جاتا ہے، کیونکہ آپ نے امام حمزہ رحمہ اللہ کے علاوہ اور بھی بہت سارے قراء سے پڑھا ہے اور امام ابوعمرو بصری رحمہ اللہ نے ابن کثیر مکی رحمہ اللہ اور دیگر قراء سے پڑھا ہے لیکن مکی رحمہ اللہ اور بصری رحمہ اللہ کی قراءۃ میں تقریباً تین مقامات میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ [الإبانة:١٧]

ثانی: شاگردوں پر آسانی، یعنی شاگرد کے شہر اور علاقے کی جولغت ہوتی اس کے موافق قراء اس کو پڑھا دیتے پس ایک شاگرد کو ایک قراءۃ اور دوسرے کو دوسری قراءۃ پڑھاتے یا شاگرد کو جو قراءۃ پڑھنے میں آسانی ہوتی اسے وہی پڑھاتے۔مثلاً

امام عاصم بن ابی النجود رحمہ اللہ نے سیدنا حفص بن سلیمان رحمہ اللہ اور ابوبکر بن عیاش شعبہ رحمہ اللہ کو مختلف قراءات پڑھائی ہیں، چنانچہ ان کے درمیان تقریباً پانچ سو سے زائد مقامات میں اختلاف ہے۔

امام حفص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

''میں نے امام عاصم رحمہ اللہ سے پوچھا کہ جو قراءات میں پڑھتا ہوں، ابوبکر رحمہ اللہ وہ قراءت نہیں پڑھتا، حالانکہ ہم دونوں نے آپ سے پڑھا ہے، تو آپ نے فرمایا کہ جو قراءۃ میں نے آپ کو پڑھائی ہے، وہ میں نے ابوعبدالرحمٰن سلمی عن علی بن ابی طالب سے اور جو قراءت ابوبکر رحمہ اللہ کو پڑھائی ہے وہ زر بن حبش عن عبداللہ بن مسعود سے پڑھی ہے۔''

[غاية النهاية للجزري:٢٥٤/١]

امام نافع رحمہ اللہ کے شاگرد سیدنا قالون رحمہ اللہ اور سیدنا ورش رحمہ اللہ کے مابین تقریباً تین ہزار مقامات میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ [الابانة لمكي بن ابي طالب:١٦،١٧]

چنانچہ سیدنا نافع رحمہ اللہ کے راویوں میں سے کسی ایک کی روایت بھی اس کے راوی سیدنا ورش رحمہ اللہ سے نہیں ملتی، کیونکہ امام ورش رحمہ اللہ نے سیدنا نافع رحمہ اللہ پر وہ قراءۃ پڑھی، جو اس کے علاقے میں پڑھائی جاتی تھی اور وہ قراءۃ امام نافع رحمہ اللہ نے اپنے بعض اساتذہ سے بھی پڑھی ہوئی تھی، تو آپ نے امام ورش رحمہ اللہ کو اسی قراءۃ کی اجازت دے دی۔اسی لیے آپ کے بارے میں مشہور ہے کہ جب بھی آپ کے پاس کوئی پڑھنے کے لئے آتا تو آپ اس سے اس کی وہ قراءۃ سنتے، جو اس نے پہلے پڑھی ہوتی۔ جب وہ آپ کی پڑھی ہوئی قراءۃ کے موافق ہوتی تو اس کی اس کو اجازت دے دیتے، لیکن جب کوئی آپ سے وہ قراءۃ پڑھنا چاہتا، جو آپ نے اپنے لیے اختیار کی ہوتی تھی تو اس کو وہ پڑھا دیتے تھے۔

تعددِ قراءات کے حوالے سے چند مزید فوائد کا تذکرہ

یہ بات تو واضح ہے کہ اختلاف قراءات سے مراد تنوع ہے نہ کہ تضاد، جیسا کہ امام جزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''آپ ﷺ سے منقولہ سبعہ احرف کے اختلاف سے مراد تنوع اور تغایر ہے، نہ کہ ضدیت اور تناقض، کیونکہ یہ کلام اللہ میں محال ہے، فرمان ربانی ہے:

﴿أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافاً كَثِيْرًا﴾[النساء:٨٢]

''کیا یہ قرآن میں تدبر سے کام نہیں لیتے، اگر یہ غیر اللہ کی طرف سے ہوتا تو اس میں بہت اختلاف پاتے۔''

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

[اَحرف سبعہ از دانی،ص۴۷، مجموع الفتاویٰ:۱۳/۳۹۱،۳۹۲، النشر :۱/۳۰،۴۹،۵۰]

اختلاف قراءات تین حال سے خالی نہیں۔

① اختلاف لفظ سے تبدیلی معنی واقع نہ ہو، جیسے لفظ الصِّراط کو سین اور اشمام کے ساتھ پڑھنے میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوتی، کیونکہ یہ تو محض لہجات ہیں۔

② لفظ کی تبدیلی سے معنی میں بھی تبدیلی ہوجائے، لیکن ان دونوں میں کوئی ایسی توجیہہ موجود ہو، جو دونوں معانی کو اکٹھا کردے، جیسا کہ مَلِكِ یوم الدین، لفظ مالك میں بالالف اور بدون الالف دوقراءات ہیں۔ ان دونوں قراءتوں سے مراد ذات باری تعالیٰ ہے، کیونکہ اللہ قیامت کے دن کا بادشاہ اور مالک ہے، لہٰذا یہ دونوں صفات اللہ کے لئے اس آیت میں اکٹھی ہوگئی ہیں۔

③ اُمت محمدیہ کے عزت وشرف، اس پر اللہ کی بے پناہ رحمت اور نبی ﷺ کی دعا کو درجہ قبولیت پر فائز کرتے ہوئے اس (اُمت) پر تخفیف کرنا مقصود تھا۔ کیونکہ جب جبرئیل علیہ السلام آپ ﷺ کے پاس تشریف لائے اور اللہ کا حکم سنایا کہ آپ اپنی اُمت کو ایک حرف پر پڑھائیں تو آپ ﷺ نے اللہ سے معافی وبخشش کا سوال کرتے ہوئے فرمایا: کہ میری اُمت اس بات کی طاقت نہیں رکھتی۔

اِمام جزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''سابقہ انبیاء ایک خاص قوم کی طرف مبعوث کئے جاتے تھے، لیکن نبی ﷺ کو اللہ نے تمام عربی وعجمی اور سرخ وسفید کی طرف مبعوث فرمایا تو اہل عرب جن کی طرف (اولاً) قرآن مجید نازل کیا گیا تھا مختلف لغات ولہجات رکھتے تھے۔ ان کے لئے مشکل تھا کہ ان کو چھوڑ کر صرف ایک لغت میں قرآن پڑھیں یا اپنی لغت کے علاوہ کوئی اور حرف ادا کریں بلکہ ان میں سے بعض تو ایسے بھی تھے جو سیکھنے کے باوجود اس کی طاقت نہیں رکھتے تھے اور ظاہری بات ہے ان میں بوڑھے بچے عورتیں اور ناخواندہ لوگ بھی تھے جیسا کہ آپ ﷺ نے اس بات کی طرف اشارہ بھی فرمایا اگر انہیں اپنی زبان چھوڑ کر دوسری لغت یا لہجے کا پابند بنا دیا جاتا تو یہ ان پر گراں گزرتا۔ حالانکہ اللہ کسی کو اس کی استطاعت سے بڑھ کر تکلیف میں مبتلا نہیں کرتا۔'' [النشر :۱/۲۲]

اور ویسے بھی یہ بات اسلام کی آسانی اور ایسی مہربانی، جو مشقت کو دور کرنے اور تکلیف کو لازمی طور پر ختم کرنے کی حامی ہے، کے خلاف ہوتی۔ [الابحاث:ص۱۶]

اب ہم اختلاف قراءات کی چند اور حکمتیں اور فوائد جناب الشیخ قاری صہیب احمد حفظہ اللہ کی تصنیف جبیرۃ الجراحات فی حجیۃ القراءات سے اَخذ کرکے نقل کرتے ہیں:

① <u>اختصار وبلاغت کی انتہاء اور کمال اعجاز وجمال اعجاز کا بیان کرنا</u>

چونکہ ہر قراءت ایک مکمل آیت کی منزلت پر ہے، اس لیے اگر ہر ایک کو ایک طرح پڑھنے میں پابند کردیا جاتا تو اس میں ایسی تخفیف نہ ہوتی جو اس تنوع کلمات میں ہے اور نیز یہ کہ ایسی صورت میں یہ ایسی پیچیدگی ہوتی جو قرآن مجید کی فصاحت وبلاغت کے بھی منافی ہوتی۔

امام ابن قتیبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''قرآن مجید کی فضیلت اس کی وسیع النظری، علمی گہرائی، اہل عرب کے مذاہب کے فہم، اسلوب کی عمدگی اور اللہ نے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسے جس لغت کے ساتھ خاص کیا ہے، کے ساتھ سمجھی جاسکتی ہے کیونکہ سابقہ امتوں میں سے کسی کو بھی اس قدر وسیع و عریض زبان دانی سے نہیں نوازا گیا تھا جس کے ساتھ اللہ نے اہل عرب کو ممتاز کیا۔ ایسے لوگوں میں سے جب اللہ نے اپنے نبی ﷺ کو چنا اور انہیں نبوت عطاء کی تو اس نے آپ ﷺ کو قرآن مجید بطورِ معجزہ عطا فرمایا جیسا کہ اللہ نے سابقہ انبیاء کو حالات کے مطابق معجزات سے نوازا تھا مثلاً۔ جب سمندری تحقیق کا دور تھا تو اللہ نے موسیٰ علیہ السلام کو سمندر کے بیٹھنے، میدان تیہ میں پتھر سے میٹھے پانی کے جاری ہونے کے ساتھ ساتھ، عصا اور ید وغیرہ کے معجزات سے نوازا۔ جب طب کا زمانہ تھا تو اللہ نے عیسیٰ علیہ السلام کو مردوں کو زندہ کرنے، مٹی سے جاندار پرندے بنانے، مادر زاد اندھے کو بینا کرنے اور کوڑی کو صحتمند کرنے کے معجزات عطا فرمائے اور جب ادب عروج پر تھا تو اللہ نے آپ کو ایسی کتاب عطا فرمائی کہ جن وانس بھی اپنے تمام معاونین سمیت اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر رہے۔

[تاویل مشکل الاثار، ص۱۶، الاعجاز والقراءات از ڈاکٹر فتحی عبدالقادر فرید]

④ **آپ ﷺ کی تصدیق کرنا کہ آپ واقعی رسول اللہ ﷺ ہیں**

جو کلام آپ ﷺ پر نازل ہوئی تعدد قراءات میں اس کے منزل من اللہ ہونے کے دلائل بھی موجود ہیں، لیکن قرآن مجید تنوع قراءات کے باوجود بھی تضاد اور تناقض سے بری ہے اور نہ ہی کوئی قراءت کسی قراءت کے مخالف ہے بلکہ ایک دوسرے کی تصدیق وتبیین کرتی ہیں مزید اس امر کی بھی وضاحت کرتی ہیں کہ ان کا اسلوب نگارش ایک ہے اور یہ ایک ہی نور کے پرتو ہیں۔ یہ تمام عناصر اس بات کی زبردست دلیل ہیں کہ قرآن واقعی وحی ہے اور موحی اللہ (نبی ﷺ) واقعتاً اللہ کے سچے رسول ہیں۔ [النشر:۱/۵۲]

③ **قرآن مجید کے حفظ اور اس کے نقل کو اُمت محمدیہ پر آسان کرنا**

قرآن مجید میں جب اس قدر اختصار اور بلاغت ہے تو حفظ کرنے والے کے لئے جب ایک کلمہ میں کئی وجوہ ہوں گی تو اس کے لئے اس کلمہ کو یاد کرنا اور سمجھنا زیادہ آسان ہوگا اور حافظہ کے لئے قراءات مختلفہ کے معانی کو بیان کرنے میں بھی زیادہ سازگار ہوگا خاص کر جب رسم الخط بھی ایک ہو۔ [النشر:۱/۵۲،۵۳]

④ **اُمت محمدیہ کے فضل وشرف کو سابقہ تمام امتوں سے نمایاں کرنا:**

وہ اس اعتبار سے کہ انہوں نے کتاب کو حاصل کرنے کا اس قدر اہتمام کیا کہ اس کے ایک ایک لفظ اور صیغہ کے متعلق نہ صرف صحت کی بحث کی بلکہ اس کے طریقہ ادا کو بھی خوب خوب یاد کیا یہاں تک کہ انہوں نے اللہ کے فضل سے کتاب اللہ کو غلطی اور تحریف سے محفوظ رکھا اور تو اور انہوں نے حرکت، سکون، تفخیم، ترقیق مدوں کی مقدار امالوں کا فرق اور حروف کی صفات تک کو محفوظ کیا۔ سابقہ امم میں سے کسی ایک کے نصیب میں بھی (کتاب اللہ) کا اس قدر اہتمام نہ آیا اور ہاں اس قدر اہتمام توفیق باری تعالیٰ کے بغیر ناممکن ہے۔ [النشر:ص۵۳]

⑤ **خاصۂ سند، جس سے اس اُمت کی منقبت اور شرف اور اللہ کی ودیعت کردہ نعمت کا اظہار موجود ہے۔**

اللہ نے اہتمام سند کے ساتھ اس اُمت کو خاص فرمایا۔ ہر قاری جو حروف تلاوت کرتا ہے اس کی سند بیان کرتا ہے اور ملحدین کے کتاب اللہ کے بارہ میں شکوک وشبہات سے پردہ اٹھاتا ہے۔ اسناد کے دیگر فوائد نہ بھی ہوں تو یہ ایک فائدہ ہی کافی ہے۔ اگر اسناد خصائص امت میں سے نہ ہوتیں تو علم قراءات مفقود ہو جاتیں، چنانچہ تعدد قراءات کی وجہ سے انکی تعلیم وتعلّم میں اہتمام پیدا ہوا اور اسانید کے اہتمام سے یہ ہم تک پہنچیں۔ [النشر:۱/۵۳]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

⑥ اللہ تعالیٰ کا حفظ کتاب کے وعدے کو علی وجہ الکمال بیان کرنا

روئے زمین پر کسی بھی زمانے میں کتاب اللہ کے حروف، روایات، وجوہ، قراءات کے نقل اور ان سے حجت پکڑنے میں اللہ کے حکم سے کوئی بھی چیز آڑے نہیں آئی۔ اس قدر زمانے گزر جانے کے باوجود قرآن مجید اور اس کی قراءات آج بھی سینوں اور صحیفوں میں محفوظ ہیں تو اس کا واحد سبب اللہ کی ضمانت ہے۔ [النشر: ۱/۴۳، ۴۵]

⑦ کسی مجمع علیہ حکم کی وضاحت جیسا کہ سعید بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی قراءات ﴿وإن كان رجل يورث كلالة اوامرأة وله أخ أو أخت فلكل واحد منها السدس﴾ وله أخ أو اخت من أمه ہے۔

[مسند الدارمي: ۲/۳۶۶، تفسیر طبری: ۸/۶۱، ۶۲]

جس سے اس بات کی وضاحت ہوتی ہے کہ اخوۃ سے مراد اخیافی بہن بھائی ہیں نہ کہ حقیقی یا علاتی اور یہ حکم اجماعی طور پر ثابت شدہ ہے۔ [کتاب الاجماع ص۸۲]

⑧ اختلافی مذہب میں راجح کی وضاحت کرنا

جیسے کہ فرمان الٰہی ہے: ﴿فَكَفَّارَتُهُ اطعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ﴾ [المائدۃ:۸۹] اس میں دوسری قراءت ہے۔ رقبة مومنة جس سے اس امر کی وضاحت ہوتی ہے کہ کفارہ میں آزاد شدہ غلام مومن ہونا چاہئے اس سے امام شافعی رحمہ اللہ کے مذہب کو تقویت پہنچتی ہے، برخلاف امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے۔ [النشر: ۱/۲۹]

⑨ دو مختلف اوقات کے لئے دو مختلف شرعی حکموں کی وضاحت کرنا

مثلاً فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ﴾ [المائدۃ:۶]

نافع، شامی، حفص اور کسائی نے ارجلکم کو نصب دیتے ہوئے، جبکہ مکی، بصری، شعبہ اور حمزہ نے جر کے ساتھ پڑھا ہے۔ نصب والی قراءت کے مطابق پاؤں کا دھونا لازم آتا ہے، کیونکہ اس صورت میں اس کا عطف وجوھکم پر ہوگا جو کہ اغسلوا کا معمول ہونے کی بنا پر منصوب ہے، لہٰذا پاؤں کا دھونا لازم ہے، جیسا کہ آیت قرآنی اس بات کی وضاحت کرتی ہے اور جر کی صورت میں پاؤں کا مسح کرنا لازم آتا ہے، کیونکہ اس صورت میں ارجلکم کا عطف برؤسکم پر ہوگا، لہٰذا معطوف علیہ اور معطوف کا حکم ایک جیسا ہوگا۔ آپ ﷺ کے قول وفعل نے اس بات کی وضاحت کی ہے کہ پاؤں کا مسح اس وقت ہوگا جب موزے پہنے ہوں گے بصورت دیگر دھونا ہوگا۔ مطلب یہ کہ یہ دونوں حکم ایک دوسرے کے لئے بدل ہوں گے یعنی مسح دھونے کا بدل ہوگا، جب موزے پہنے ہوں گے اور اسی طرح اس کے برعکس بھی سمجھ لیں۔ [النشر: ۱/۲۹، مناھل العرفان: ۱/۱۴۱]

نوٹ: بعض لوگوں نے جر والی قراءت پر اعتراض کیا ہے ہم اس کا جواب اپنی کتاب کشف الاسرار عن ھفوات الطرار میں باذن اللہ دیں گے اور واضح کریں گے کہ یہ تو فقط اعتراض ہی ہے اور معترض تو جیسے اندھا ہے۔ واللہ أعلم

⑩ مراد الٰہی میں وہم کو دور کرنا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مثلاً ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ﴾ [الجمعة:٩]
اس آیت میں ایک قراءت فاسعوا کی بجائے فامضوا ہے۔[الام:١٩٦/١، عبدالرزاق:٢٠٧/٣، الدرالمنثور :١٦١/٨، ابن ابی شیبہ:١٥٧/٢، بیہقی:٢٢٧/٣، طبری:١٠٠/٢٨]

پہلی قراءت سے یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ نماز جمعہ کے لئے بھاگ کر آنا چاہئے حالانکہ یہ بات حدیث رسول ﷺ ، جب نماز کے لئے بلایا جائے تو بھاگ کر نہ آؤ بلکہ سکون واطمینان کو خاطر رکھو۔ [صحیح مسلم:٦٠٢] کے خلاف ہے۔تو دوسری قراءت فامضوا نے اس اشکال کو رفع کردیا کیونکہ 'مضی' کے معنی میں بھاگ کر آنا شامل نہیں ہے۔[النشر:٢٩/١، مناھل العرفان:١٤١/١]

⑪ کسی غیر واضح اور مجمل حکم یا چیز کی وضاحت کرنا

مثلاً فرمان الٰہی ہے:﴿حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى﴾ [البقرة:٢٣٨]
اس میں ایک قراءت الصلوٰۃ الوسطی وصلوۃ العصر ہے۔اس قراءت سے صلوٰۃ وسطی سے مراد نماز عصر ہے اور اس کی وضاحت بھی ہے کہ اس میں واؤ مغایرت کے لئے نہیں بلکہ یہ موصوف برصفت کا عطف ہے یا واؤ زائدہ ہے۔ [فتح الباري :١٩٧/٨، عبدالرزاق: ٥٧٨/١، احمد: ١٧٨/٦،صحیح مسلم :٦٢٩، سنن أبوداؤد:٤١٠،سنن ترمذی:٢٩٨٢]

⑫ کسی عقیدہ فاسدہ کی وضاحت کرنا

جیسا کہ جنت، اہل جنت اور ان کو ملنے والی نعمتوں کے متعلق فرمان الٰہی ہے:
﴿وَاِذَا رَاَيْتَ ثَمَّ رَاَيْتَ نَعِيْمًا وَّمُلْكًا كَبِيْرًا﴾ [الدھر:٢٠]
اس میں ایک قراءت ملکاً کبیراً ہے۔یہ آخرت میں رؤیت باری تعالیٰ پر، معتزلہ جو رؤیت کے منکر ہیں کے خلاف سب سے بڑی دلیل ہے۔[النشر:٢٩/١]

⑬ کسی مشکل لفظ کی تفسیر بیان کرنا

مثلاً فرمان الٰہی ہے:﴿كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ﴾[القارعة:٥]اس میں ایک آحاد قراءت کے الفاظ ہیں کالصوف المنفوش تو اس میں وضاحت ہے العھن سے مراد صوف (روئی) ہے۔
[النشر:١٢٩/١،غاية النهاية :٥٥/٢]

⑭ سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ قراءات قیامت کے دن حفاظ وقراء کے درجات کی بلندی میں کردار ادا کریں گی۔ وہ اس طرح کہ قیامت کے دن صاحبِ قرآن سے کہا جائے گا پڑھیے اور درجات کے زینوں پر چڑھتے جایئے۔ جیسا کہ عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے نقل کیا ہے:
''يقال لصاحب القرآن اقراء وارتق ورتل كما كنت ترتل فى الدنيا فإن منزلتك عند اٰخر اٰية تقراء ها [سنن ابوداؤد:١٤٦٤،سنن ترمذی:٢٩١٤، سنن نسائی:٨١،صحیح ابن حبان :٧٩٠، مستدرك حاكم :٥٥٢/١]

صاحب قرآن سے قیامت کے دن کہا جائے گا کہ جیسے دنیا میں ترتیل کے ساتھ پڑھتے تھے ویسے پڑھو آپ کی آخری منزل وہ ہوگی جہاں آخری آیت ختم ہوگی۔ جو آدمی صرف روایت روایت حفص پڑھے گا وہ ٦٦٦٦ درجات

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حاصل کرے سکے گا اور جو قراءات عشرہ میں پڑھے گا جن کے رواۃ کی تعداد تیس تک جا پہنچی ہے تو وہ بحمداللہ ایک لاکھ ننانوے ہزار نو سو اسی (۱۹۹۹۸۰) درجات کا مالک بنے گا، کیونکہ کہا جائے گا جیسے دنیا میں پڑھتے تھے آج بھی ویسے ہی پڑھو۔ ہم قراءات عشرہ میں پڑھتے ہیں (قیامت کو بھی اسی طرح پڑھیں گے) اے اللہ! ہمیں بھی ایسے لوگوں میں شامل کردے اور جو وعدہ تو نے اپنی نبی ﷺ کی زبان سے کیا اس کو پورا فرما ہمیں قیامت کے دن رسوائی سے بچا یقیناً تو اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔ (یہ فائدہ صحیح بخاری کی حدیث: ۷۸۷، اور مسلم کی حدیث: ۱۳۱۱ سے اخذ کیا گیا ہے)

تعدد قراءات کے تمام فوائد میں سے چند کا ہم نے ذکر کیا ہے۔ تمام فوائد کو نقل کرنا ایک مشکل کام ہے جو مندرجہ ذیل بحث سے سمجھا جاسکتا ہے ہم اللہ سے آسانی، مدد اور توفیق کے دعا گو ہیں کیونکہ وہ سننے والا اور قبول کرنے والا ہے۔

چند مزید فوائد جناب قاری نجم الصبیح ﷾ کی تصنیف 'تاریخ تجوید وقراءات' سے نقل کیے جارہے ہیں:

⑮ اعجاز قرآنی کے چیلنج میں توسیع

تعدد قراءات کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آیت ﴿قُلْ لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ﴾ پیش کرکے تمام مخلوق کو چیلنج دیا تھا اور کہا تھا کہ تم جس قدر معاونین اور مددگار جمع کرسکتے ہو کرو مگر تم سب مل کر بھی قرآن جیسا کلام بنا کر نہیں لاسکتے۔ سبعة احرف پر نزول سے قرآن کے طرز ادا میں بے انتہا وسعت ہوگئی۔ اب اس چیلنج کے مخاطب صرف قریش ہی نہیں، بلکہ ہذیل، کنانہ، تمیم، ہوازن، ثقیف، یمن وغیرہ تمام قبائل عرب ہوگئے۔ اب سبعة احرف پر نزول سے کسی قبیلہ کو یہ کہنے کی گنجائش نہ رہی کہ اگر قرآن ہماری لغت میں نازل ہوتا تو ہم اس کا مثل بنالاتے پس سبعة أحرف سے اعجاز قرآنی کے چیلنج میں وسعت ہوئی اور عربوں کی بلکہ تمام مخلوق کی عاجزی مزید دو چند ہوکر منظر عام پر آگئی۔

⑯ کلام کی بلاغت اور اختصار

'سبعہ اَحرف' سے انتہائی درجہ کی بلاغت، کامل درجہ کا اعجاز اور مکمل ترین اختصار پیدا ہوگیا ہے۔ اسلئے کہ جب ہر قراءت ایک آیت کے مرتبہ میں ہے تو ایک کلمہ کی متعدد قراءتیں کئی آیتوں کے قائم مقام ہوں گی۔ پس اگر ہر قراءت کے بجائے ایک مستقل آیت نازل ہوتی تو ظاہر ہے کہ عبارت بہت طویل ہوجاتی۔

⑰ آپ ﷺ کی نبوت اور قرآن کی حقانیت کی دلیل

یہ اختلاف نبی ﷺ کی نبوت اور قرآن کی صداقت پر ایک عظیم الشان اور واضح ترین دلیل ہے۔ اس لیے کہ جدا جدا قراءتوں میں طرح طرح کا اختلاف ہوتے ہوئے بھی ضدیت اور مخالفت نہیں ہے، بلکہ ہر قراءت سے دوسری قراءت کی تصدیق وتشریح اور تائید وتفسیر ہوتی ہے اور ہر عاقل جانتا ہے کہ یہ صفت اللہ تعالیٰ ہی کے کلام سے ہوسکتی ہے۔ پس جب قرآن کلام الٰہی ہے تو جس نبی ﷺ پر یہ نازل ہوا ہے وہ بھی بغیر کسی شک وشبہ کے صادق ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر عبدالکریم ابراہیم صالح ☆
مترجم: قاری محمد حسین ☆☆

مسائل عقیدہ پر قراءات کے اثرات

تمہید

یہ بات ثابت شدہ ہے کہ عقیدہ دین حنیف میں بنیادی حیثیت کا حامل ہے، کیونکہ اس کا تعلق اللہ کی معرفت، نبی کریم ﷺ کی نبوت اور آپ ﷺ کی صداقت وامانت پر ایمان لانے پر ہے۔ قراءات قرآنیہ سے یہ مسائل اور بھی زیادہ واضح اور احسن صورت میں نمایاں ہوتے ہیں۔ لہٰذا ضروری ہے کہ قراءات قرآنیہ کے ان پہلوؤں کو اُجاگر کیا جائے جن سے یہ پتہ چلے کہ جہاں قراءات قرآن کی تفاسیر میں مدد دیتی ہیں وہاں یہ قراءات عقیدہ کے مسائل کی بھی عقدہ کشائی کرتی ہیں۔ ان مسائل میں سے ایک بنیادی مسئلہ اللہ کے اسماء کی معرفت ہے، کیونکہ صحیح معنوں میں اللہ کا بندہ بننے اور اس کی عبادت میں خشوع وخضوع حاصل کرنے کے لیے باقی تمام چیزوں کے ساتھ ساتھ اللہ کے ناموں کی معرفت حاصل کرنا بھی ضروری ہے۔ اس طرح اللہ کی ذات کی معرفت حاصل کرنے کے لیے بھی ضروری ہے کہ اللہ کے اسماء میں معرفت تامہ حاصل کی جائے جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا اِرشاد پاک ہے:

«من أحصاها دخل الجنة» ''اللہ کے ناموں کو شمار کیا وہ جنت میں داخل ہوگا۔''

علاوہ ازیں اللہ نے خود بھی قرآن پاک میں ارشاد فرمایا کہ مجھے اچھے اچھے ناموں سے پکارو۔

﴿وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا﴾ [الاعراف:۱۸۰]

''اور اللہ اچھے ناموں کا مستحق ہے، اس کو اچھے ناموں سے ہی پکارو۔''

دوسری جگہ فرمایا: ﴿قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ؕ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى﴾ [الاسراء:۱۱۰]

''اے نبیؐ! ان سے کہو، اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر، جس نام سے بھی پکارو اس کے لیے سب نام ہی اچھے ہیں۔''

اسی حکم کی تعمیل کا صحیح حق ادا کرتے ہوئے نبی مکرم ﷺ نے فرمایا:

«أسألك لكل اسم هو لك سميت به نفسك أو أنزلته فى كتابك أو علمته أحدا من خلقك أو استأثرت به فى علم الغيب عندك» [مسند احمد: ۱/۳۹۱، ۴۵۲، والحاكم فى مستدرك كتاب الدعاء والتكبير والتهليل والتسبيح والذكر، ص۵۰۹۔ عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ]

''اے اللہ میں تجھ سے تیرے ہر اُس نام کے ساتھ سوال کرتا ہوں جو تو نے اپنے لیے خاص کئے ہیں یا تو نے اپنی کتاب میں اتارے ہیں یا مخلوق میں سے کسی ایک کو سکھائے ہیں یا جو تیرے غیب کے خزانوں میں ہیں۔''

☆ پروفیسر کلّیۃ القرآن الکریم، جامعہ ازہر، مصر
☆☆ فاضل کلّیۃ القرآن الکریم، جامعہ لاہور الاسلامیہ ورکن مجلس تحقیق الاسلامی، لاہور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہم سب سے پہلے اُن قراءات کا ذکر کریں گے جن کا تعلق اللہ کے ناموں سے ہے تاکہ نبی کریم ﷺ پر نازل ہونے والی قراءات کا مقام و مرتبہ واضح ہو سکے۔ ان میں سے پہلی مثال:

قولہ: ﴿مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ﴾ [الفاتحة:۴]

لفظ 'ملك' میں دو قراءتیں ہیں۔

❶ 'مَالِكِ' الف کے ساتھ ملك سے اسم فاعل کا صیغہ۔ یہ قراءۃ امام عاصم، امام کسائی، امام یعقوب اور امام خلف العاشر کی ہے۔

❷ 'ملک'۔ حذف الف سے بروزن حذر، مبالغہ کا صیغہ، یہ امام نافع، امام ابن کثیر مکی، امام ابوعمرو بصری، امام ابن عامر شامی، امام حمزہ اور امام ابوجعفر کی قراءۃ ہے۔ [النشر:۲۷۱/۱، فتح الوصید للسخاوی:ص۱۷۵]

دونوں قراءتوں کی دلالت

ان دونوں قراءتوں کی دلالت واضح کرنے سے پہلے ان کے معانی بیان کرنا ضروری ہے:

① المالك اسے کہتے ہیں جسے اپنی زیر ملکیت تمام چیزوں کے تصرف کا مکمل اختیار حاصل ہو اور وہ انہیں جس پر جیسے چاہے صرف کرے۔

② المَلِكِ جسے اپنے ماتحت حضرات کو کسی کام کے کرنے یا روکنے کا پورا پورا حق حاصل ہو۔

چنانچہ امام راغب اصفہانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ لفظ الملك بولنے والوں کے ساتھ خاص ہے۔ اسی لیے ملك الناس کہنا درست ہے، لیکن ملك الاشیاء کہنا درست نہیں۔ [المفردات فی غرائب القرآن:ص۴۷۲]

اور ابوحیان نحوی رحمہ اللہ نے اخفش سے روایت کیا ہے کہ کہا جاتا ہے 'ملك یہ مُلك (میم کے ضمہ) سے ہے اور مالك ملك (میم کے کسرہ اور فتحہ) سے ہے۔ [البحر المحیط:۲۰/۱، معانی القرآن للاخفش:۱۶۰/۱]

اور دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ بے شک ملك اسے کہا جاتا ہے جس کی اطاعت کی جائے چاہے وہ اس کا حق رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو اور مالك اسے کہا جاتا ہے کہ جس کی اطاعت کی جائے یا نہ کی جائے لیکن وہ اس کا حق رکھتا ہو اور ان دونوں کے درمیان عموم وخصوص من وجہ کی نسبت پائی جاتی ہے۔ [البحر المحیط:۲۰/۱]

دلالت کی وضاحت

"مالك یوم الدین" والی قراءۃ اس چیز پر دلالت کرتی ہے کہ قیامت کے دن اللہ وحدہ لاشریک ہی اکیلا مالک ہوگا۔ دنیا کے تمام مالکوں کی ملکیت ختم ہو جائے گی اور وہاں اللہ کے علاوہ کسی اور کا حکم اور تصرف نہیں چلے گا۔

چنانچہ علامہ سخاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

''مالک کا معنی قیامت کی ابتدا اور ایجاد کرنے والا ہے یا قیامت کے دن اپنے بندوں کے درمیان فیصلے کا اختیار رکھنے والا۔ یہاں اسم فاعل کی ظرف کی طرف اضافت ہے۔'' [فتح الوصید فی شرح القصید:ص۱۷۵]

یعنی قیامت کے دن اللہ کے علاوہ کسی دوسرے کا حکم نہیں چل سکے گا جب کہ 'ملك' کی قراءۃ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ قیامت کے دن اللہ ہی اکیلا بادشاہ ہوگا کہ جس دن دنیا کے تمام بادشاہ عاجز اور خسارے والے ہو جائیں گے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ نے مذکورہ قراءتوں سے کچھ احکام اخذ کئے ہیں جن کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے۔

ملك پر مترتب ہونے والے اَحکامات

① جب دنیاوی بادشاہوں کی سیاست تمام لوگوں پر حاوی ہے تو پھر جو بادشاہوں کا بھی حقیقی بادشاہ ہے تو اس کی سیاست کیسی ہوگی؟۔

② اللہ تعالیٰ دنیا کے بادشاہوں کی طرح نہیں ہیں، کیونکہ ان کی بادشاہت تو ختم ہوجائے گی جبکہ اللہ کی بادشاہت ہمیشہ قائم و دائم رہے گی، کیونکہ دنیاوی بادشاہوں کی بادشاہت عطائی ہے جبکہ اللہ کی بادشاہت ذاتی اور نہ ختم ہونے والی ہے، وہ اپنے خزانوں میں سے جسے جو چاہتا ہے دیتا ہے۔ اس کے خزانوں میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی اور اس کے خزانے ہمیشہ بھرے رہتے ہیں۔ وہ جسے جتنا چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔

③ اللہ کا مخلوق پر احسان اور رحمت کاملہ ہے، اس پر قرآن کی آیات بھی دلالت کرتی ہیں چنانچہ فرمایا: ﴿اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذِ الْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ﴾ [الفرقان:۲۶] ''اس دن حقیقی بادشاہی صرف رحمٰن کی ہوگی۔''

یہاں اللہ نے اپنے لیے صفت ملك ثابت کی ہے جس میں قھاری کا پہلو غالب ہوتا ہے، لیکن اس کے متصل بعد رحمان والی صفت لاکر یہ بتا دیا کہ اللہ وہ بادشاہ ہے کہ جس کی رحمت مخلوق پر غالب آجائے گی اور لوگ اس کے غضب سے محفوظ رہیں گے۔

مالك پر مترتب ہونے والے اَحکامات

① بے شک مالك کی قراءۃ کے معانی میں ملك کی قراءۃ کے معانی سے زیادہ امید پائی جاتی ہے، کیونکہ بادشاہ سے زیادہ سے زیادہ یہی اُمید کی جاسکتی ہے کہ وہ اپنی بادشاہت میں عدل و انصاف کرے جبکہ غلام اپنے مالک سے لباس، کھانا، نرمی وغیرہ کا طلب گار ہوتا ہے۔ گویا کہ اللہ تعالیٰ فرمانا چاہتے ہیں کہ ''میں تمہارا مالک ہوں اور میرے ذمہ تمہارا لباس، خوراک، ثواب اور جنت ہے۔''

② بے شک مالک کمزور اور طاقتور دونوں کو دیتا ہے جبکہ بادشاہ ایسا نہیں کرتا۔ [التفسیر الکبیر:۲۹۲/۱]

مختلف قراءات کی اعجازی وجوہ اور ان کا اثر

اگر ہم مذکورہ بحث پر غور کریں تو یہ بات عیاں ہوجاتی ہے کہ دونوں قراءات میں عمیق اعجازی وجوہ پائی جاتی ہیں۔ پتہ چلتا ہے کہ ہمیں اللہ سے خوف و امید، رغبت، ڈر اور عدل و انصاف کا عقیدہ رکھنا چاہئے اور یہ بھی عقیدہ رکھنا چاہئے کہ مالك اللہ تعالیٰ رحیم و کریم ہیں۔ وہ ایسا مَلِك بادشاہ ہے جو عدل کرنے والا ہے۔

علاوہ ازیں ملك اللہ کی ذاتی صفت ہے اور مالك فعلی صفت ہے اور یہ دونوں اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنٰی میں سے ہیں۔ اللہ مالك اور مَلِك دونوں صفات سے متصف ہے۔

چنانچہ علامہ اللقانی رحمہ اللہ اپنی کتاب 'الجوھرۃ' میں رقم طراز ہیں:

وعندنا أسماؤه العظيم

كذا صفات ذاته قديمه

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واختير أن أسماؤه توقيفيه

كذا الصفات فاحفظ السمعيه

''ہمارے نزدیک پسندیدہ اور راجح مذہب یہ ہے کہ اللہ کے نام اور صفات توقیفی ہیں لہٰذا جیسے سنو اسی طرح ہی انہیں محفوظ کرلو ان میں بحث وتمحیص کی ضرورت نہیں۔'' [المختار فی شرح البیجوری علی الجوهرة:ص۱۰۴وما بعدها]

معلوم ہوا کہ یہ دونوں قراءتیں اس بارے میں نص ہیں کہ یہ دونوں اللہ کے توقیفی نام ہیں۔اس بات کے ثبوت کی صرف یہی دونوں قراءتیں دال نہیں بلکہ قرآن مجید کی دوسری آیات سے ان کی تائید ہوتی ہے۔مثلاً

- ﴿قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ﴾ [آل عمران:۲۶]
- ﴿فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ﴾ [المؤمنون:۱۱۶]
- ﴿هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ﴾ [الحشر:۲۳]
- ﴿مَلِكِ النَّاسِ﴾ [الناس:۲]

بے شک یہ دونوں قراءتیں دونوں اسموں کی یوم الدین کی طرف اضافت کے جواز پر بین دلیل ہیں۔لہٰذا ملك يوم الدين اور مالك يوم الدين دونوں طرح کہنا درست ہے۔

ان دونوں قراءتوں میں سے بعض نے مالك کی قراءۃ کو اختیار کیا ہے۔ان کا کہنا یہ ہے کہ چونکہ مالك کے حروف زیادہ ہیں اس لیے اس کو پڑھنے میں ثواب بھی زیادہ ہوگا اور بعض نے مَلِك کو اختیار کیا ہے اور وجہ یہ بتائی ہے کہ مَلِك معنی کے اعتبار سے مالك سے زیادہ جامع ہے کیونکہ ہر بادشاہ مالك ہوتا ہے،لیکن ہر مالك بادشاہ نہیں ہوسکتا۔اسی طرح ہر بادشاہ کا حکم ہر مالک پر نافذ ہوتا ہے جبکہ اس کا عکس نہیں ہوتا،لیکن ان توجیہات کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ دونوں قراءتیں نبی کریم ﷺ سے تواتر سے ثابت ہیں لہٰذا اس قسم کی توجیہات کرنا بے فائدہ ہے۔امام ترمذی رحمہ اللہ نے بھی یہ دونوں قراءتیں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ، سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور نبی کریم ﷺ سے نقل کی ہیں۔

[سنن ترمذی:۴۳، کتاب:القراءات، باب فی فاتحة الكتاب:رقم:۲۹۲۷،۲۹۲۸،۵/۱۸۵]

لہٰذا ضروری ہے کہ ہم ترجیح کا دروازہ بند کریں، کیونکہ یہ دونوں قراءتیں کلام اللہ ہیں، دونوں ہی سے اللہ کی مراد پوری ہورہی ہے اور دونوں ہی اللہ کی شایان شان ہیں۔اس لیے علامہ آلوسی البغدادی رحمہ اللہ (م۱۲۷۰ھ) فرماتے ہیں کہ

''میرے نزدیک مالك اور ملك دونوں ہی اللہ کی صفات ہیں لہٰذا ان میں سے کسی ایک کو دوسری پر ترجیح دینا بے سود ہے۔''

اسی طرح علامہ السمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

''دونوں قراءتوں میں سے کسی ایک کو ترجیح دینے والے کی بات کی طرف بالکل توجہ ہی نہیں دینی چاہئے۔''

[روح المعانی:۱/۸۳،۸۴]

دوسری مثال:

فرمان باری تعالیٰ: ﴿قَالَ هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَيْهِ اِلَّا كَمَا اَمِنْتُكُمْ عَلٰٓى اَخِيْهِ مِنْ قَبْلُ، فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ﴾ [یوسف:۶۴]

لفظ حافظاً میں دو قراءتیں ہیں:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

① حافظاً بروزن فاعل، حفص، حمزہ، کسائی اور خلف العاشر نے اسی طرح پڑھا ہے۔

② حافظا بروزن فعلا، یہ قراءۃ، نافع، ابن کثیر مکی، ابوعمرو بصری، ابن عامر شامی، شعبہ، ابوجعفر، یعقوب کی ہے۔

[غایۃ الاختصار:۵۲۹/۲، الکنز فی القراءات العشر لابن الوصید الواسطی تحقیق هناء الحمصی:ص۱۷۷]

دونوں قراءتوں کی توجیح

جس نے اسم فاعل کے صیغہ سے پڑھا ہے تو اس نے اللہ کی حفاظت میں مبالغہ کی بنا پر پڑھا ہے، کیونکہ اللہ ہی سب سے زیادہ حفاظت کرنے والا ہے اور پوری کائنات کی حفاظت کرنے کے لیے وہ اکیلا ہی کافی ہے۔

نصب کی وجہ

① یہ تمیز ہے جیسے وھو خیرھم رجلاً اور للہ درہ فارساً میں رجلاً اور فارساً تمیز ہیں۔

چنانچہ المنتخب الھمدانی (م۶۴۳ھ) فرماتے ہیں یہاں حافظاً تمیز ہے، کیونکہ لفظ خیر بمعنی اخیر ممیّز ہے۔[الفرید فی اعراب القرآن المجید:۷۹/۳]

اس ترکیب کے مطابق معنی یہ ہوگا کہ اللہ سب سے بڑا اور آخری حفاظت کرنے والا ہے یعنی اللہ کی حفاظت غیر اللہ کی حفاظت سے زیادہ ہے۔اس معنی کی تاثیر اعمش اور مطوعی کی قراءۃ فاللہ خیر حافظ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی قراءۃ فاللہ خیر الحافظین سے بھی ہوتی ہے۔

[الکشاف:۴۸۶/۲، معانی القرآن للفراء:۵۰/۲، التفسیر الکبیر :ص۱۷، ۹۷]

② یہ حال واقع ہو رہا ہے۔یعنی اللہ تعالیٰ بہترین ہے اس حال میں کہ وہ حفاظت کرنے والا ہے۔ یہ ترکیب علامہ زمخشری نے بیان کی ہے [الکشاف:۳۳۱/۲] لیکن ابوحیان نحوی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ ترکیب کرنا زیادہ مناسب نہیں ہے کیونکہ اس سے یہ لازم آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا بہترین ہونا صرف حفاظت پر ہی منحصر ہے۔ [البحر المحیط:۳۲۲/۵] لیکن اس کی تفصیل یہ ہے کہ یہ حال لازم ہے اور یہاں پہلے کی تاکید کے لیے آیا ہے نہ کہ بیان کے لیے۔اللہ کا بہترین ہونا، صرف حفاظت میں آیا ہے اور اس کی مثالیں کلام عرب میں پائی جاتی ہیں۔

* جس نے اسے حفظًا فعلاً کے وزن پر پڑھا ہے، وہ کہتے ہیں کہ یہ حفظ یحفظ حفظا مصدر ہے اور اس کی نصب تمیز کی وجہ سے ہے۔یعنی جب یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے حفاظت کی نسبت اپنی طرف کی اور کہا: ﴿فَأَرْسِلْ مَعَنَا أَخَانَا نَكْتَلْ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ [یوسف:۶۳] اور ﴿وَنَحْفَظُ أَخَانَا﴾[یوسف:۶۳] تو ان کے باپ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا: ﴿فَاللَّهُ خَيْرٌ حٰفِظًا﴾ یعنی اللہ کی حفاظت تمہاری حفاظت سے زیادہ بہتر ہے۔ [الموضع لابن ابی مریم:۲۸۴/۳]

دونوں قراءتوں پر مترتب ہونے والی اعجازی وجوہ

اگر بنظر غائر ان دونوں قراءتوں کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں کے درمیان بڑا گہرا تعلق پایا جاتا ہے وہ اس طرح کہ حفظاً والی قراءۃ حافظاً والی قراءۃ کا جزو لاینفک ہے، کیونکہ کسی کو اس وقت تک حافظ نہیں کہہ سکتے جب تک کہ اس میں حفظ کی صفت نہ پائی جاتی ہو اور بلا شک اللہ تعالیٰ کے اندر تو یہ صفت بدرجہ اتم پائی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جاتی ہے اور ازل سے ابد تک اللہ تعالیٰ اسی صفت سے متصف رہیں گے۔ اسی لیے حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو فرمایا تھا کہ اللہ کی حفاظت تمہاری حفاظت سے بہتر ہے چنانچہ ابن خالویہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: " فالله خير كم حفظا و حافظاً"

اور دوسری قراءۃ 'حافظا' یہ حکم ضروری کا فائدہ دیتی ہے یعنی 'الحافظ' اللہ کے توقیفی ناموں میں سے ایک نام ہے اور اس کی تائید قرآن مجید کی دوسری بہت سی آیات سے ہوتی ہے جیسے: ﴿وَرَبُّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ﴾ [سبا:۲۱]

''اور تیرا رب ہر چیز پر نگران ہے۔''

﴿إِنَّ رَبِّيْ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ﴾ [هود:۵۷]

''یقیناً میرا رب ہر چیز پر نگران ہے۔''

اور یہ صفت جمع کے صیغہ کے ساتھ بھی قرآن مجید میں استعمال ہوتی ہے۔

﴿وَمِنَ الشَّيَاطِيْنِ مَنْ يَّغُوْصُوْنَ لَهٗ وَيَعْمَلُوْنَ عَمَلًا دُوْنَ ذٰلِكَ ، وَكُنَّا لَهُمْ حَافِظِيْنَ﴾ [الانبياء:۸۲]

''اور شیاطین میں سے ہم نے بہت سوں کو اس کا تابع بنا دیا تھا جو اس کے لیے غوطے لگاتے اور اس کے سوا دوسرے کام کرتے تھے ان سب کے نگران ہم ہی تھے۔''

مذکورہ بحث سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ الحافظ اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ہے اور اس کی حفاظت سب سے بہتر ہے اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے۔

اَفعال العباد

عقیدہ کے مسائل میں سے دوسری چیز 'افعال العباد' کی بحث ہے:

اس بات پر تمام علماء متفق ہیں کہ بے شک اللہ کے ایجادی اور اعدامی افعال، بندوں کے اضطراری افعال اور ان کی تقدیر یہ سب اللہ کی مخلوق ہیں، اختلاف صرف اس میں ہے کہ بندوں کے اختیاری افعال بھی مخلوق ہیں یا نہیں۔

تعریفیں

اِختیاری افعال:

اِختیاری افعال سے مراد بندوں کے وہ افعال ہیں جن پر بندوں کو قدرت اور اختیار حاصل ہو اور ان کا ارادہ ان میں شامل ہو جیسے کھانا، پینا، نماز پڑھنا وغیرہ۔

اِضطراری افعال:

اس سے مراد وہ افعال ہیں جو انسان کی قدرت، ارادہ اور اختیار سے باہر ہیں، مثلاً دل کا حرکت کرنا، بیماری کے وقت انسان کا کپکپانا وغیرہ۔

اب ہم چند ایک ایسی مثالیں بیان کریں گے جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ فعل حقیقی طور پر تو اللہ سے صادر ہوا ہے، لیکن ان کی نسبت بندوں کی طرف مجازاً کر دی گئی ہے۔

پہلی مثال:

فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰٓى اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً﴾ [البقرة:۵۱]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اور یاد کرو، جب ہم نے موسیٰ کو چالیس شبانہ روز کی قرارداد پر بلایا۔''
﴿وَاَعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ﴾ [الاعراف:۱۴۲]
''اور ہم نے موسیٰ کو تیس شب و روز کے لیے (کوہ سینا پر) طلب کیا۔''
﴿وَوٰعَدْنٰكُمْ جَانِبَ الطُّوْرِ الْاَيْمَنَ﴾ [طٰہٰ:۸۰]
''اور ہم نے طور کے دائیں جانب تمہاری حاضری کے لیے وقت مقرر کیا۔''
ان میں سے لفظ 'وعدنا' اور 'وعدناکم' میں دو قراءتیں ہیں۔

1. "وعدنا" واؤ کے بعد الف کے بغیر، یہ ابوعمرو، ابوجعفر اور یعقوب کی قراءۃ ہے۔
2. "واعدنا" الف کے ساتھ، یہ نافع، ابن کثیر، ابن عامر شامی، عاصم، حمزہ، کسائی، خلف العاشر کی قراءۃ ہے۔ (النشر، ج۲ص۲۱۲۔اتحاف فضلا البشر ج۱ص۳۹۱)

توجیہ: "وٰعدنا" کی دو وجوہات ہیں:

اوّل: یہ باب مفاعلہ سے ہے جس میں دونوں طرف اللہ تعالیٰ اور موسیٰ علیہ السلام کے درمیان مواعدت ہوتی ہے یعنی اللہ نے موسیٰ علیہ السلام سے وعدہ لیا تھا انہوں نے اس وعدہ کو قبول کیا تو گویا یہ اللہ اور موسیٰ علیہ السلام کے درمیان عہد ہوا ہے۔

وضاحت: یعنی اللہ نے موسیٰ علیہ السلام سے وعدہ لیا کہ کوہ طور پر آئیں تاکہ وہ ان سے کلام کرے اور موسیٰ نے وعدہ کیا کہ وہ اس حکم کی تعمیل کرتے ہوئے ضرور آئے گا لہٰذا دونوں کے درمیان مواعدت ہوئی ہے۔

[حجة القراءات لابن زنجله:۹۶]

علامہ ابن جریر طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

''بے شک اللہ نے موسیٰ سے طور پر آنے اور ملاقات کا وعدہ لیا تو موسیٰ نے اسے برضا و رغبت قبول کیا کیونکہ موسیٰ علیہ السلام اللہ کے حکم سے راضی تھے اور اس سے بہت زیادہ محبت کرنے والے تھے تو گویا اللہ نے موسیٰ سے وعدہ لیا اور موسیٰ نے اسے قبول کیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عہد و پیمان دونوں طرف سے ہوا ہے۔'' [جامع البیان:۱/۲۲۱]

ثانی: یہ کہ وعدہ صرف اللہ کی ہی طرف سے ہے اور کلام عرب میں باب مفاعلہ ایک کے لیے بھی استعمال ہوا ہے جیسے خارفت الثوب (میں نے کپڑا پھاڑ دیا) اور عاقبت اللصّ (میں نے چور کا تعاقب کیا) اور داویت المریض (میں نے مریض کا علاج کیا) ان مثالوں میں باب مفاعلہ ہے، لیکن فعل ایک ہی سے صادر ہو رہا ہے۔ لہٰذا اس قراءۃ میں بھی فعل ایک ہی طرف سے صادر ہو رہا ہے اور باب مفاعلہ صرف مبالغہ کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔

[شرح الهدايه:۱/۱۶۵، الموضح:۱/۲۷۴، الكشف:۱/۲۴۰]

لیکن جو بات زیادہ راجح معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ اگرچہ انبیاء علیہم السلام بشر ہیں، لیکن عام لوگوں کی طرح نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے وہ برگزیدہ اور چنیدہ ہوتے ہیں اور موسیٰ علیہ السلام تو اس کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے جیسا کہ آپ کلیم اللہ بھی ہیں۔ لہٰذا یوں کہا جا سکتا ہے کہ یہاں اللہ اور موسیٰ دونوں کی طرف سے وعدہ کیا گیا ہے یعنی اللہ نے موسیٰ سے عبادت کا حق ادا کرنے کے لیے کہا اور موسیٰ نے اس کو پورا کرنے کا وعدہ کیا۔

دوسری قراءۃ 'وعدنا' بغیر الف کے اس کا مطلب یہ ہے کہ وعدہ کا صدور صرف اللہ تعالیٰ سے ہوا ہے موسیٰ علیہ السلام سے نہیں جیسا کہ لفظ کے ظاہر سے بھی اس کی طرف اشارہ ہو رہا ہے۔ (مذکورہ مصادر)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اِعجازی وجوہ اوران کا عقیدہ پر اثر

یہاں وہ بات جس کا تعلق عقیدہ سے ہے، یہ ہے کہ بعض افعال کی نسبت بندوں کی طرف مجازی طور پر کرنا جائز ہے اگرچہ وہ حقیقت میں اللہ ہی سے صادر ہوتے ہیں اور اس بات پر علمائے حق کا اتفاق ہے کہ بے شک اللہ ہی بندوں کے افعال کا خالق ہے، لیکن بعض افعال کی نسبت مجازی طور پر انسانوں کی طرف کرنا جائز ہے اور اس کی دلیل صرف مذکورہ آیات ہی نہیں بلکہ اور بھی آیات ہیں مثلاً ﴿وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ﴾ [الصافات:۹۶] ''اللہ ہی نے تم کو پیدا کیا اوران چیزوں کو بھی جنہیں تم بناتے ہو۔''

اس آیت میں حقیقت اور مجاز دونوں جمع ہوگئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے عمل کو لوگوں کی طرف منسوب کیا ہے، لیکن ان کا اور ان کے اعمال کا پیدا کرنے والا اللہ ہی ہے۔ گویا اس کا معنی یہ ہوا کہ اللہ تمہارا اور تمہارے اعمال کا بھی خالق ہے۔ یہی مذہب اہل السنّت والجماعت کا ہے کہ بندوں کے تمام افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ اس سے فرقہ قدریہ اور جبریہ کا ردّ ہوتا ہے۔ [الجامع لاحکام القرآن ص۱۵،۹۶، القراء ات المتواترۃ وافرھا الرسم القرآنی والاحکام الشرعیۃ للدکتور محمد الحبشی ص۱۴۲] اور صاحب الجوھرۃ فرماتے ہیں۔

مخالق	لعبده	وما	عمل
موفق	لمن	اراد	أن يصل
و	خاذل	لمن	اراده بعده
ومنجز	لمن	اراد	وعده

''پس اللہ تعالیٰ بندے اور اس کے اعمال کو پیدا کرنے والا ہے، کامیاب ہوگیا وہ شخص جو اس سے ملاقات کا ارادہ رکھتا ہے اور رسوا ہوگیا وہ شخص جو اس سے دور ہوگیا اور اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کو پورا کرنے والا ہے۔''

دوسری مثال:

فرمان الٰہی ہے: ﴿قَالَ اِنَّمَا اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكَ لِاَهَبَ لَكِ غُلَاماً زَكِيًّا﴾ [مریم:۱۹]

''(فرشتے نے) کہا میں تو تیرے رب کا فرستادہ ہوں اور اس لیے بھیجا گیا ہوں کہ تجھے ایک پاکیزہ لڑکا دوں۔''

یہاں لفظ 'لأھب' میں دو قراءتیں ہیں۔

1. لیھب (بالیاء) یہ ورش، ابوعمرو، یعقوب اور قالون کی خلف کے ساتھ قراءۃ ہے۔
2. لأھب (بالألف) ابن کثیر مکی، ابن عامر شامی، عاصم، حمزہ، کسائی، ابوجعفر، خلف اور قالون کی دوسری قراءۃ ہے۔

توجیہ القراءات اور مسائل عقیدہ پر ان کا اثر

یہاں لفظ 'لأھب' میں ہبہ کی نسبت مجازی طور پر سبب یعنی حضرت جبریل کی طرف کی گئی ہے اور سبب کی طرف نسبت قرآن مجید میں بہت سے مقامات پر آتی ہے ان میں سے بتوں کے بارے میں فرمایا۔ ﴿رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ﴾ [ابراھیم:۳۶] ''پروردگار، ان بتوں نے بہتوں کو گمراہی میں ڈالا ہے۔''

اس آیت میں بھی گمراہ کرنے کی نسبت بتوں کی طرف ہورہی ہے۔

اور 'لیھب' میں ہبہ کی نسبت حقیقی ہے جو کہ اللہ کی طرف ہورہی ہے، کیونکہ حقیقی عطاء کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔اور ہمزہ والی قراءۃ سے پتہ چلتا ہے کہ افعال کی نسبت مجازی طور پر غیر اللہ کی طرف کرنا جائز ہے حالانکہ تمام افعال کو پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے اس پر تمام اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے۔

[الکشف مکی:۸۶/۲،۸۷بتصرف، روح المعانی:۷۷/۱۶]

اس بارے میں چند دیگر مثالیں بھی ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

﴿وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَّاٰتٰهُمْ تَقْوَاهُمْ﴾ [محمد:۱۷]

''اور رہے وہ لوگ جنہوں نے ہدایت پائی ہے، اللہ ان کو اور زیادہ ہدایت دیتا ہے اور انہیں ان کے حصے کا تقویٰ عطا فرماتا ہے۔''

﴿فَلَمَّا زَاغُوْا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ﴾ [الصف:۵]

''پھر جب انہوں نے ٹیڑھا اختیار کی تو اللہ نے بھی ان کے دل ٹیڑھے کر دیئے۔''

ان مذکورہ آیات میں ہدایت، گمراہی، ٹیڑھاپن کی مجازی نسبت غیر اللہ کی طرف ہے، حالانکہ حقیقت میں ان تمام چیزوں کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔

تیسری مثال:

قولہ تعالیٰ﴿وَكَذٰلِكَ زُيِّنَ لِفِرْعَوْنَ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَصُدَّ عَنِ السَّبِيْلِ وَمَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ اِلَّا فِيْ تَبَابٍ﴾

''اور اس طرح فرعون کے لیے اس کی بدعملی خوشنما بنا دی گئی اور وہ راہ راست سے روک دیا گیا۔فرعون کی ساری چالبازی (اس کی اپنی) تباہی کے راستہ میں ہی صرف ہوئی۔''[المؤمن:۳۷]

لفظ 'صد' میں دو قراءتیں ہیں۔

اوّل: 'صد' بضم الصاد فعل مجہول۔یہ قراءۃ عاصم، حمزہ، کسائی، خلف العاشر اور یعقوب کی ہے۔

ثانی: 'صد' بفتح الصاد فعل معروف۔یہ قراءۃ نافع، ابن کثیر مکی، ابوعمرو بصری، ابن عامر شامی اور ابوجعفر کی ہے۔

[النشر:۲۹۸/۲،اتحاف فضلاء البشر:۱۶۲/۲]

توجیہ اور ان کا مسائل عقیدہ پر اثر

و صُدَّ فعل مجہول، اس کا معنی یہ ہے کہ فرعون کے لیے شرک اور تکذیب جیسی بری چیزیں مزین کر دی گئیں اور اس نے سرکشی میں حد سے تجاوز کیا اور ہدایت اور بھلائی کے راستے سے روکا، کیونکہ اس نے ہدایت کے مقابلہ میں گمراہی کو پسند کیا تھا۔گویا یہ آیت فرعون کے فسق و فجور اور گمراہی کی خبر دے رہی ہے اور یہ سارا کام اللہ کے ارادہ، امر اور قدرت کے تحت ہوا ہے یعنی اللہ نے اس کو ہدایت کے راستے سے روک دیا جیسا کہ فرمایا:

﴿وَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ﴾ [التوبۃ:۸۷]

''اور ان کے دلوں پر ٹھپہ لگا دیا گیا، اس لیے اب ان کی سمجھ میں اب کچھ نہیں آتا۔''

اور اللہ نے یہ گمراہی فرعون پر اس لیے مسلط کی تھی کیونکہ اس کے کام ہی اس چیز کا تقاضا کرتے تھے کہ اس پر گمراہی مسلط کر دی جائے جس کی دلیل دوسری قراءۃ زین (فعل معروف) والی قراءۃ بھی ہے اور اسی طرح ﴿فَاَطَّلِعَ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى﴾ ''اور موسیٰ کے خدا کو جھانک کے دیکھوں'' سے پتہ چلتا ہے کہ فرعون گمراہی کی طرف بہت زیادہ مائل ہو گیا تھا اور اسے پسند کرنے لگ گیا تھا چنانچہ اللہ نے اس کے لیے گمراہی کو ہی مزین کر دیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

[الکشاف للزمخشری:۱۶۸/۴،حجة ابن زنجلة:ص۳۷۴]

'وصُدَّ' کی قراءۃ کا معنی یہ ہے کہ فرعون اپنے باطل نظریات اور شبہات کی وجہ سے سیدھی راہ اختیار کرنے سے رُک گیا۔اس معنی کی تائید بعد والے جملے ﴿وَمَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ إِلَّا فِي تَبَابٍ﴾ سے بھی ہوتی ہے یعنی وہ جانتا بھی تھا کہ میری تدبیر غلط ہے پھر بھی وہ اپنے نظریات پر پرڈٹا رہا اور حق کا انکار کرتا رہا۔

[فتح القدیر:۴۹۲/۴، روح المعانی:۷۰/۲۴]

اس مذکورہ بحث سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ افعال اختیار یہ کی نسبت مجازی طور پر بندہ کی طرف کرنا جائز ہے، جیسا کہ 'وصد' سے معلوم ہوتا ہے حالانکہ ان تمام افعال کا حقیقی خالق اللہ تعالیٰ ہی ہے اور اسی پر تمام علمائے حق کا اتفاق ہے۔

نبوت

بلا شبہ تمام انبیاء و رُسل اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ اور چنیدہ انسان ہیں وہ اللہ کے ہاں بڑے معزز ہیں اور اللہ کے پیغام کو لوگوں تک پہنچانے کے سب سے زیادہ اہل بھی وہ انسانیت کی رہنمائی کے لیے ایک آئیڈیل کی حیثیت رکھتے ہیں۔لہٰذا ضروری ہے کہ انبیاء کی حقانیت وصداقت پر ایمان لایا جائے اور انہیں کسی قسم کے جھوٹ یا خیانت سے نہ متصف کیا جائے اور نہ ہی یہ خیال کیا جائے کہ انہوں نے اللہ کا پیغام پہنچانے میں بخل سے کام لیا ہے۔قراءات قرآنیہ جہاں دوسرے بہت سے مسائل کی وضاحت کرتی ہیں وہاں وہ اس بات کی بھی غمازی کرتی ہے کہ نبی کریم ﷺ بخیل اور خائن نعوذ باللہ قطعاً نہ تھے۔قرآن مجید میں ایسی بہت سی مثالیں موجود ہیں کہ ایک ہی لفظ میں ایک سے زائد قراءتیں اپنے اندر مختلف معانی اور جامعیت لیے ہوئے ہیں اور ایک ہی لفظ میں دو قراءتیں نبی کریم ﷺ کا دو مختلف طریقوں سے دفاع بھی کرتی ہیں۔مندرجہ ذیل مثال سے اس بات کا بخوبی اندازہ ہو جائے گا کہ قراءات اپنے اندر کتنی جامعیت سمیٹے ہوئے ہیں۔

قولہ:﴿وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ﴾ [التکویر:۲۴]

''اور وہ (غیب کے اس علم کو لوگوں تک پہنچانے) کے معاملہ میں بخیل نہیں ہیں۔''

لفظ 'بضنین' میں دو قراءتیں ہیں:

اوّل: "بضنین" ضاد سے۔یہ نافع، ابن عامر، عاصم، حمزہ، ابوجعفر، خلف العاشر اور روح کی قراءۃ ہے۔

ثانی: "بظنین" ظا سے۔یہ ابن کثیر مکی، ابوعمرو بصری، کسائی اور رویس کی قراءۃ ہے۔[الاختیار فی القراءات العشر:۲۷۱/۲، النشر:۳۹۸/۲، ۳۹۹، اتحاف فضلاء البشر:۵۹۲/۲]

توجیہ القراءات

بے شک جمہور کی قراءۃ یعنی 'بضنین' یہ ضن بمعنی بخل ہے، چنانچہ مصباح اللغات میں لکھا ہے کہ ضن بالشیء، یضن (باب نصَر ینصُر سے)، ضناً و ضِنَّة کسرہ کے ساتھ اور ضَنانة فتحہ کے ساتھ بخل کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور یہ کلمہ باب ضرب سے بھی استعمال ہوا ہے۔[المصباح مادہ، ضنن] اور صاحب مصباح فرماتے ہیں کہ یہ لغوی اعتبار سے باب 'ضرب' سے استعمال ہوتا ہے، چنانچہ کہا جاتا ہے ضن یضِن ضاد کے کسرہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے، تو اس کا معنی یہ ہوا کہ نبی کریم ﷺ وحی کی تعلیمات کو آگے پھیلانے میں بخیل نہیں ہیں بلکہ فراخدلی سے لوگوں تک اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچاتے ہیں۔ [الکشف:۳۶۴/۲، شرح الهداية:۵۴۹/۲]

اور یہاں 'الغیب' سے مراد قرآن مجید ہے اور علی بمعنی با حرف جر ہے۔

[التفسير الكبير:۲۴۶/۳۱، الجامع لاحكام القرآن:۲۴۲/۱۹]

اور الجمل نے کہا ہے کہ علی بمعنی فی ہے۔[الفتوحات الا لهية:۶۳۴/۴]

اور 'ظا' کی قراءۃ ظن بمعنی تہمت سے ماخوذ ہے۔تو اس قراءۃ کا معنی یہ ہوا کہ محمد ﷺ پر قرآن کے بارے میں کوئی تہمت نہیں لگائی جا سکی، بلکہ آپ ﷺ ثقہ ہیں اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کرتے اور نہ ہی اللہ کی طرف سے حاصل ہونے والے حرف یا معنی میں کوئی تبدیلی کرتے ہیں حتی کہ آپ ﷺ کو تو عام حالت میں بھی جھوٹ بولتے نہیں پایا گیا۔ [الجامع لاحكام القرآن :۲۴۲/۱۹، تفسير المراغي:۳۴۴/۱۰]

اعجازی وجوہ اور ان کا مسائی عقیدہ پر اثر

اگر بنظر غائر سابقہ دونوں قراءتوں کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے ہر ایک قراءۃ اپنا ایک الگ اور مستقل معنی ومفہوم رکھتی ہے۔ چنانچہ 'بضنين' والی قراءۃ سے پتا چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے بخیلی اور کہانت کی نفی کی ہے، کیونکہ کاہن بخیل ہوتا ہے اور وہ اس وقت تک بات نہیں بتاتا جب تک کہ اُجرت نہ لے لے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر نبی کریم ﷺ نعوذ باللہ کاہن ہوتے تو بخیل ہوتے اور اس طرح تمہیں غیب کی خبریں، جنت کی خوشخبری اور جہنم کی وعید اُجرت لیے بغیر نہ سناتے جبکہ آپ تو بہت بڑی سخی ہیں بلا معاوضہ دین اسلام اور اللہ کے قرآن کی تعلیم دیتے ہیں۔

اور دوسری قراءۃ 'بظنين' اس بات کی وضاحت کر رہی ہے کہ نبی کریم ﷺ پوری تندہی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچاتے ہیں۔آپ صادق اور امین ہیں اور آپ ﷺ پر کسی خیانت کی تہمت نہیں لگائی جا سکتی۔آپ ﷺ اللہ کی وحی سے کوئی چیز نہیں چھپاتے، نہ ہی اپنی طرف سے اضافہ کرتے ہیں اور نہ ہی اس بارے میں کسی وہم کا شکار ہوتے ہیں، بلکہ آپ ﷺ ہر چیز کو یقین سے لوگوں تک پہنچاتے ہیں۔

سمعیات

سمعیات سے مراد وہ امور ہیں جن کا اثبات قرآن وسنت اور اجماع سے ثابت ہے، لیکن عقل ان کا ادراک نہیں کر سکتی جیسے فرشتے، جن، بعث بعد الموت، حشر اور حساب وغیرہ ان کے بارے میں عقیدہ رکھنا ضروری ہے کہ یہ تمام چیزیں برحق ہیں، کیونکہ ضروری نہیں کہ ہر وہ چیز جو عقل سے ثابت نہ ہو سکے وہ غیر صحیح ہے۔بعض چیزیں ایسی بھی ہیں جن کا عقل ادراک نہیں کر سکتی لیکن وہ ثابت ہیں ہاں اگر ان کی تصدیق عقل سے بھی ہو جائے تو یہ زائد چیز ہے، مثلاً نبی کریم ﷺ کی نبوت اور قرآن نقلی علوم میں سے ہیں اگر یہ تمام چیزیں عقل سے نہ بھی ثابت کی جا سکتی ہوں تب بھی آپ ﷺ کی رسالت اور قرآن پر ایمان لانا اور ان کی تعلیمات کے مطابق عمل کرنا ضروری ہے۔ چنانچہ قرآن مجید کی قراءت اس قسم کی بھی عقدہ کشائی کرتی ہیں صرف ایک مثال ذکر کی جاتے ہے جس کا تعلق سمعیات اور غیب کی خبروں سے ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہلی مثال:

قولہ تعالیٰ: ﴿هُنَالِكَ تَبْلُوْ كُلُّ نَفْسٍ مَا اَسْلَفَتْ وَرُدُّوْا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰهُمُ الْحَقِّ﴾ [یونس:۳۰]

''اس وقت ہر شخص اپنے کئے کا مزہ چکھ لے گا اور سب اپنے حقیقی مالک کی طرف پھیر دیئے جائیں گے۔''

لفظ 'تبلوا' میں دو قراءتیں ہیں۔

① تتلوا: یہ حمزہ، کسائی اور خلف العاشر کی قراءۃ ہے۔

② تبلو: یہ نافع، ابن کثیر، ابوعمرو، ابن عامر، عاصم، ابوجعفر اور یعقوب کی قراءۃ ہے۔

[السبعة لابن مجاهد: ۳۲۵، النشر: ۲۸۳/۲، اتحاف فضلاء البشر: ۱۰۹/۲]

توجیہ القراءات

تتلوا اس کا معنی یہ ہے کہ ہر انسان اپنے اعمال کی طلب اور تتبع کرے گا یا صحیفے میں لکھے بُرے یا اچھے اعمال کا پڑھے گا۔ اس کی تائید مندرجہ ذیل آیت سے بھی ہوتی ہے۔

﴿وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طَآئِرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كِتَابًا يَّلْقٰهُ مَنْشُوْرًا ۝ اِقْرَاْ كِتَابَكَ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا﴾ [الاسراء: ۱۳، ۱۴]

''اور ہر انسان کا شگون ہم نے اس کے اپنے گلے میں اٹکا رکھا ہے اور قیامت کے روز ہم ایک نوشتہ اس کے لیے نکالیں گے جسے وہ کھلی کتاب کی طرح پائے گا۔ پڑھ اپنا اعمال نامہ، آج اپنا حساب لگانے کے لیے تو خود ہی کافی ہے۔''

تو تتلوا والی قراءۃ یا تو طلب اور تتبع سے ہے یا تلاوۃ سے۔

اور 'تبلوا' والی قراءۃ کا مطلب یہ ہے کہ ہر ایک جان کو اس کے اچھے یا بُرے عمل کی خبر دی جائے گی اور وہ اپنے اعمال کو دیکھ لے گا اور ان کے بارے میں جان جائے گا۔

اِعجازی وجوہ

اگر ان دونوں قراءتوں کا بنظر غائر مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے دن ہر انسان کا اعمال نامہ اس کو پیش کر دیا جائے گا جس کو وہ پڑھے گا۔ یا یہ ہے کہ وہ دنیا میں جتنے کام کرتا رہا ہے سب کو دیکھ لے گا اور اس کو اپنے ہر اچھے اور برے عمل کا پتہ چل جائے گا۔

اس مذکورہ بحث سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے یہ احوال غیب سے تعلق رکھتے ہیں جن پر ایک مسلمان کے لیے ایمان لانا ضروری ہے اور مذکورہ دونوں قراءتیں اسی طرف اشارہ کر رہی ہیں۔

دوسری مثال:

قولہ تعالیٰ ﴿وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ﴾ [النمل: ۸۲]

''اور جب ہماری بات پوری ہونے کا وقت اُن پر آ پہنچے گا تو ہم اُن کے لیے ایک جانور زمین سے نکالیں گے جو ان سے کلام کرے گا اس لیے کہ لوگ ہماری آیات پر یقین نہیں کرتے تھے۔''

لفظ 'أن' میں دو قراءتیں ہیں:

اوّل: ''أن الناس'' ہمزہ مفتوح۔ یہ قراءۃ عاصم، حمزہ، کسائی، خلف العاشر اور یعقوب کی ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ثانی: "إنَّ الناس" ہمزہ مکسور۔ یہ نافع، ابن کثیر مکی، ابوعمرو بصری، ابن عامر شامی اور ابوجعفر کی قراءۃ ہے۔

[غاية الاختصار:۶۰۲/۲، النشر:۳۳۸/۲، الاختيار:۶۰۰/۴]

توجیہ القراءات

'أنَّ' ہمزہ کے فتحہ والی قراءۃ میں حرف جر حذف ہے، یعنی "تكلّمهم بأن الناس" اس کی تائید حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءۃ "تكلمهم بأن الناس كانوا بآياتنا لايوقنون" سے ہوتی ہے۔

[المحتسب:۱۱۴/۲، شواذ القراءات للكرماني:۱۸۳]

معنی: اس کا معنی یہ ہے کہ ہم قیامت کو زمین سے جانور کو باہر نکال لیں گے، جو گواہی دے گا کہ یہ لوگ اللہ کی آیات، قیامت اور باقی احکامات پر ایمان نہیں لاتے تھے۔

اس آیت میں تکلّمهم کے معنی میں مندرجہ ذیل اختلاف پایا جاتا ہے کہ آیا یہ الکلام بمعنی بات سے ہے یا الکلم بمعنی جرح سے ہے۔

علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''یہ کلام بمعنی بات سے ہے اور اس کی تائید ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قراءۃ 'تنبئهم' (وہ ان کو خبر دیں گے) اور یحییٰ بن سلام رضی اللہ عنہ کی قراءۃ 'تحدّثهم' (وہ ان کو کہیں گے) سے بھی ہوتی ہے۔ دوسرا قول یہ بھی ہے کہ یہ کِلْمٌ بمعنی جرح سے ہے، جس کی تائید ابن عباس رضی اللہ عنہ، مجاہد، ابن جبیر، ابی زرعۃ، جحدری، ابی حیوہ اور ابن ابی عبلۃ وغیرہ کی قراءۃ 'تكلِّمهم' سے ہوتی ہے۔ اسی طرح بعض نے 'تَجْرَحُهم' یعنی جرح بمقابل تعدیل بمعنی طعن وتشنیع پڑھا ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ اس کا معنی جرح بمعنی زخم، داغنا کیا جائے، جیسا کہ ایک روایت میں ہے کہ کافر کی پیشانی داغی جائے گی اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ قیامت کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کے ساتھ کافر کی ناک ریزہ ریزہ کر دی جائے گی۔ بعض نے 'داغنے' کے معنی کو ترجیح دی ہے، کیونکہ ابن حماد اور ابن مردویہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً ذکر کرتے ہیں کہ یہاں تکلمهم سے مراد حدیث اور کلام نہیں بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ کافر کی پیشانی اللہ کے حکم سے داغی جائے گی اور ابوالجوزاء نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا اس آیت میں "تُكَلِّمُهُمْ" ہے یا "تَكْلِمُهُمْ" تو آپ نے فرمایا دونوں ہی طرح ہے یعنی مؤمن کلام کریں گے اور کافروں کو داغا جائے گا۔

[روح المعاني:۲۵/۲۰، زاد المسير:۸۱/۶، معالم التنزيل:۱۷۷/۶]

اور اس کا معنی یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کافروں کی پیشانی داغی جائے گی، کیونکہ وہ اللہ کی آیات پر یقین نہیں رکھتے تھے۔ مصنف کہتے ہیں کہ میرا خیال یہ ہے کہ 'ان الناس' ہمزہ مفتوح والی قراءۃ میں بامقدرہ ہے اور اس کو سببیہ اور تعدیہ دونوں بنانا جائز ہے۔ اس اعتبار سے اس کا معنی حدیث اور جرح دونوں طرح کرنا جائز ہے یعنی وہ جانور کہے گا کہ یہ لوگ ایمان نہیں لاتے تھے، یا یہ کہ ان لوگوں کے ایمان نہ لانے کی وجہ سے وہ کلام کرے گا، یا یہ کہ وہ لوگوں پر جرح یعنی طعن وتشنیع کرے گا کہ یہ لوگ ایمان نہیں لاتے تھے، یا پھر یہ کہ وہ لوگوں کا ایمان ختم ہوجانے کی وجہ سے ان کی پیشانی داغے گا۔ [الدر المصون:۳۲۸/۵]

اور 'إن الناس' بکسر ہمزہ کے ساتھ دو وجہیں ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اوّل: یہ تُکلِّمھم قول کے قائم مقام ہو یعنی تقول لھم۔

ثانی: یہاں تکلِّمھم کے بعد فتقول لھم کو محذوف مانا جائے۔

[الحجة لأبی علی:۴۰۶/۵،شرح الهداية:۴۵۸/۲، الموضوع:۹۷۳/۲]

ان دونوں وجوہ میں دو معانی ہو سکتے ہیں:

نمبر① یہ کہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہو جیسا کہ عبارت سے بھی ظاہر ہے۔

نمبر② یہ کہ جانور کا کلام ہو۔

دوسرے معنی پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ جانور کہے گا کہ ہماری آیتوں پر یقین نہیں رکھتے تھے حالانکہ آیات تو اللہ کی طرف سے ہیں۔[التفسیر الکبیر:۲۳۸/۲۳۔الدر المصون:۳۲۸/۵، روح المعانی:۲۴/۲۰]

اس اعتراض کے علماء نے دو جواب دیئے ہیں:

① چونکہ وہ ایک خاص قسم کا جانور ہوگا اس لیے وہ اللہ کی آیات کو اپنی طرف منسوب کرے گا جیسا کہ عام طور پر بادشاہ کے قریبی کہہ دیتے ہیں کہ ہمارا شہر، ہمارا ملک وغیرہ، حالانکہ ملک اور شہر کا اصل مالک تو بادشاہ ہوتا ہے۔

② یہاں مضاف الیہ محذوف ہے یعنی 'بآیات ربنا' (مصادر سابقہ) اور ابوشامہ فرماتے ہیں کہ دونوں قراءتوں کے مطابق تکلمھم سے مراد اللہ کا کلام ہے، یعنی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان کے ایمان نہ لانے کی وجہ سے ہم زمین سے بہت بڑی ڈرانے والی نشانی نکالیں گے جو ان سے مخاطب ہوگی کہ فلاں مومن ہے اور فلاں کافر۔

[ابراز المعانی،ص۴۲۵]

اِعجازی وجوہ

'أن الناس' ہمزہ مفتوح والی قراءۃ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بھی ہے کہ قرب قیامت ایک جانور زمین سے نکلے گا جس کی تائید 'إن الناس' ہمزہ مکسور والی قراءۃ سے بھی ہوتی ہے اور دوسری چیز جو اس قراءۃ سے ثابت ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ جانور کلام بھی کرے گا اور کہے گا کہ یہ لوگ اللہ کی آیات کے ساتھ یقین نہیں رکھتے تھے۔ان دونوں قراءات سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے دن جانور زمین سے نکلے گا بھی اور کلام بھی کرے گا۔یہ دونوں قیامت کی نشانیاں ہیں جن پر ایمان لانا اور صحیح ہونے کا عقیدہ رکھنا ضروری ہے اس کا انکار قطعاً جائز نہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر نبیل بن محمد ابراہیم ☆
مترجم: محمد عمران اسلم ☆☆

تفسیر قرآن میں قراءات کے اثرات

قرآن کریم عربی زبان میں نازل ہوا جس کے براہ راست مخاطب بھی اہل عرب ہی تھے۔ان کی مادری زبان چونکہ عربی تھی اس لیے انہیں قرآن سمجھنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی۔مزید برآں اگر انہیں قرآنی آیات کی تفہیم میں کسی قسم کی مشکل کا سامنا ہوتا بھی تو رسول اللہ ﷺ اس کی مکمل وضاحت فرما دیتے۔جیسا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت: ﴿اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ﴾ [الانعام:۸۲]
''جو ایمان لائے اور جنہوں نے اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ آلودہ نہ کیا۔''
نازل ہوئی تو صحابہ کرام پر اس آیت کا مفہوم متعین کرنا مشکل ہوگیا جس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم نے حضرت لقمانؑ کا اپنے بیٹوں سے یہ خطاب نہیں سنا؟ ﴿اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ﴾[لقمان:۱۳] ''بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے۔'' یعنی ظلم سے مراد شرک ہے۔

جیسے جیسے آیات قرآنیہ نازل ہوتیں صحابہ کرامؓ ان کو خوب اچھی طرح سمجھتے ہوئے ذہن نشین کرلیا کرتے تھے۔ پھر مرورِ زمانہ کے ساتھ جب اسلامی فتوحات وسیع ہوتی چلی گئیں تو بہت سے عجمی لوگ بھی دائرہ اسلام میں داخل ہوئے جن میں فارسی، ہندوستانی اور افغانی وغیرہ شامل تھے۔

چونکہ یہ لوگ عربی زبان سے قطعی نابلد تھے لہٰذا انہیں عربی سمجھنے میں دقت کا سامنا کرنا پڑا۔ چنانچہ علماء کرام نے علوم عربیہ اور بلاغت ومعانی کی بنیاد رکھی۔اس کے ساتھ ہی علم تفسیر وجود میں آیا۔ یہ علم اپنے وجود کے اعتبار سے تو بعثت سے ہی شروع ہوگیا تھا، کیونکہ آپ ﷺ کا فرض منصبی قرآن کریم کی تفہیم وتبیین ہی تھا، لیکن باقاعدہ تدوین کا آغاز دوسری صدی ہجری میں ہوا۔اس سلسلے میں قراءات، حدیث، ناسخ ومنسوخ اور بہت سے دیگر علوم سے مدد لی گئی۔مفسرین نے قرآن کریم کی تفسیر کرتے ہوئے سب سے پہلے قرآن کی تفسیر قرآن کے ذریعے، پھر قرآن کی تفسیر سنت کے ذریعے، پھر بالترتیب اَقوال صحابہ، اَقوال تابعین، لغت عرب اور آخر میں اپنی رائے کے ذریعے تفسیر کا اسلوب اختیار کیا۔اس میں دو رائے نہیں ہیں کہ قرآن کریم کی تفسیر میں قراءات قرآنیہ خصوصی اہمیت کی حامل ہیں، کیونکہ قراءات، قرآن کے الفاظ کو جدید اور نئے معانی عطا کرتی ہیں۔

مفسرین وفقہاء کے نزدیک کسی کلمہ قرآنی میں دو متواتر قراءتیں ہوں تو وہ دو آیات ہی کی طرح ہیں ان کی تفسیر وارد شدہ آیات کی طرح کی جائے گی۔یہی وجہ ہے کہ قراءات قرآنیہ کے بارے میں کہا گیا: ''ہر قراءۃ اپنے معنی پر دلالت کرنے کے اعتبار سے مستقل آیت کی حیثیت رکھتی ہے۔'' [أحكام القرآن لابن عربی:۱/۱۶۹]

☆مولف کتاب علم القراءات نشأته، أطواره، أثره فی العلوم الشرعية
☆☆ فاضل کلّیۃ الشریعہ، جامعہ لاہور الاسلامیہ ورکن مجلس التحقیق الاسلامی، لاہور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذیل میں اس بحث کی دوطرح سے تقسیم کی جاتی ہے:

① قراءات قرآنیہ میں مفسرین کا مؤقف

② تفسیر قرآن میں قراءات کے اثرات

قراءات قرآنیہ میں مفسرین کا مؤقف

تفسیر میں قراءات متواترہ کی قبولیت کے سلسلہ میں جمہور امت میں سے کسی قسم کا اختلاف نہیں ملتا۔ البتہ دو مختلف المعنی قراءات میں ترجیح، طعن اور دفاع وغیرہ کا رجحان پایا جاتا ہے۔قراءات قرآنیہ کے بارے میں مختلف مفسرین کے مؤقف پیش خدمت ہیں۔

امام طبری رحمہ اللہ

امام طبری رحمہ اللہ "جامع البیان فی تفسیر القرآن" کے مصنف ہیں۔کتب تفاسیر میں امام طبری کی تفسیر کو بہت زیادہ دادِ تحسین سے نوازا گیا ہے۔بہت سے نامور علماء کرام آپ کی تفسیر کی تعریف میں رطب اللسان نظر آتے ہیں۔شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''تمام تفاسیر میں سے سب سے صحیح تفسیر امام طبری رحمہ اللہ کی ہے۔آپ نے اسانید ثابتہ کے ساتھ اقوال سلف کا تذکرہ کیا ہے۔تفسیر میں کسی بدعت کا تذکرہ ہے اور نہ ہی کوئی متہم چیز نقل کی گئی ہے۔''[مجموع الفتاوی لابن تیمیہ:۱۳/۳۱۱]

لیکن امام صاحب رحمہ اللہ نے قراءات کے ضمن میں بسا اوقات ایسا مؤقف اختیار کیا ہے جو آپ کی جلالت شان علمی سے مطابقت نہیں رکھتا۔تفسیر جامع البیان میں کچھ ایسی چیزیں پائی جاتی ہیں جن میں بعض قراءات متواترہ کے انکار کی جانب رغبت یا ان کو ایک دوسرے کے مقابلے میں ترک کرنے کا رجحان پایا جاتا ہے۔لیکن ہمارے نزدیک معیار آپ ﷺ کی ہی ذات ہے۔آپ ﷺ نے جیسے بغیر ترجیح کے قرآن قرار دیا ہے ہم اسے قرآن ہی سمجھیں گے۔

قراءات کے بارے میں آپ کے مؤقف کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ آپ مختلف قراءات متواترہ کے مابین ترجیح کے قائل ہیں۔آپ کی تفسیر میں درج ذیل جملے کثرت سے ملتے ہیں:

"وأعجب القراء تين إلى قراء ة كذا"

''میرے نزدیک ان دو قراءتوں میں پسندیدہ قراءت اس طرح ہے''

"وأصح القراء تين فى التلاوة عندي"

''تلاوت میں صحیح ترین تلاوت میرے نزدیک یہ ہے۔''

" والقراء ة التي أستيجزها هى كذا"

''جس قراءت کو میں جائز قرار دیتا ہوں وہ یہ ہے۔''

امام موصوف رحمہ اللہ اپنی تفسیر 'جامع البیان' میں رقمطراز ہیں کہ آیت:

﴿قَالَ وَمَنْ يَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖٓ اِلَّا الضَّاۗلُّوْنَ﴾[الحجر:۵۶]

کے لفظ 'یقنط' میں دو قراءتیں بیان کی گئی ہیں۔

قراء مدینہ و کوفہ نے نون کے فتحہ کے ساتھ 'یَقْنَطُ' جبکہ اعمش رحمہ اللہ اور کسائی رحمہ اللہ نے نون کے کسرہ کے ساتھ 'یَقْنِط' پڑھا ہے۔یہی قراءۃ امام خلف رحمہ اللہ کی بھی ہے۔امام طبری رحمہ اللہ نے نون کے کسرے والی قراءۃ کو ترجیح دی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔حالانکہ یہ دونوں قراءات متواترہ ہیں۔اس کے بجائے اگر امام صاحب رحمہ اللہ جناب نبی کریم ﷺ والا انداز ''ھکذا انزلت'' اپناتے تو یہ ان کے شایان شان تھا۔ بہرحال قرآن کے بارے میں ایک راجح اور دوسرے کو مرجوح قرار دینا ان کا ذاتی مؤقف ہے، جو لائق التفات نہیں۔

امام زمخشری

امام زمخشری کی تفسیر 'الکشاف عن حقائق التنزیل وعیون الاقاویل فی وجوہ التأویل' کے نام سے معروف ہے۔امام صاحب کا علمی مقام ومرتبہ محتاج بیان نہیں،لیکن محققین حضرات نے آپ کی تفسیر کو اس بناء پر طعن کا نشانہ بنایا ہے کہ اس میں مذہب معتزلہ کی جانب میلان پایا جاتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ قراءات متواترہ کے بارے میں بھی ان پر اعتزالی نظریات کی گہری چھاپ نظر آتی ہے ،امام صاحب قراءات کے مابین ترجیح اور فضیلت کے قائل ہیں۔جس کی مثال یہ ہے کہ آیت:

﴿مَلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ﴾ [الفاتحة:۴]

میں لفظ 'ملك' کے بارے میں فرماتے ہیں:

''اس میں بہت سی قراءتیں ہیں، اگرچہ یہاں قراءات متواترہ لفظ مَلِكِ اور مُلك ہی ہیں،بعض نے 'مَلِكِ'،بعض نے 'مَالِكِ' اور 'مُلْكِ'لام کی تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔جبکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ 'مَالِكَ' پڑھتے ہیں۔لیکن امام صاحب نے 'مَلِكِ' کی قراءۃ کو راجح قرار دیا ہے۔''

امام ابن عطیہ رحمہ اللہ

امام ابن عطیہ رحمہ اللہ تفسیر،حدیث، فقہ،نحو اور ادب کے نامور عالم اور فقیہ تھے۔امام صاحب رحمہ اللہ کی تفسیر 'المحرّر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز' کے نام سے جانی جاتی ہے۔قراءات کے سلسلے میں آپ نے جو مؤقف اختیار کیا ہے۔ اس کی وضاحت کے لئے آپ کی تفسیر میں سے یہ مثال پیش خدمت ہے:

﴿الٓمّٓ ۝ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ﴾ [آل عمران:۱،۲]

اس آیت کے بارے میں امام ابن عطیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''قراء سبعہ نے اس آیت کے کلمہ ''الٓمّٓ ۝ اللّٰه'' کو میم کے فتحہ اور الف ساقطہ کے ساتھ 'الٰمَ اللّٰه' پڑھا ہے۔ امام عاصم رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ انہوں نے میم کے سکون اور قطع الف کے ساتھ ''الم اللّٰه'' پڑھا ہے۔ یہ دوسری قراءۃ امام ابوبکر رحمہ اللہ سے بھی روایت کی گئی ہے۔امام ابوجعفر رحمہ اللہ نے میم کے کسرہ کے ساتھ 'المِ اللّٰه' پڑھا ہے۔امام ابن عطیہ رحمہ اللہ نے ان میں سے پہلی قراءۃ کو ترجیح دی ہے، کیونکہ یہ قراءۃ جمہور کی ہے۔

امام قرطبی رحمہ اللہ

امام قرطبی رحمہ اللہ کی تفسیر 'الجامع لأحکام القرآن' ایک منفرد علمی تصنیف ہے۔انہوں نے قراءات میں دو طرح کے مؤقف اختیار کئے ہیں:

① وارد شدہ قراءات متواترہ کو بغیر ترجیح و تعقیب کے بعینہٖ بیان کرنا۔

② تمام قراءات کو پیش کرتے ہوئے ان میں سے زیادہ قوی معنی رکھنے والی قراءۃ کو ترجیح دینا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہلی مثال:

قرآن میں ہے:﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ ءَأَنذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ﴾ [البقرۃ:٦]

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''آیت میں موجود کلمہ 'أأنذرتهم' میں مختلف قراءات بیان کی گئی ہیں۔''

امام خلیل رحمہ اللہ اور امام سیبویہ رحمہ اللہ نے پہلے ہمزہ کی تخفیف اور دوسرے کی تسہیل کے ساتھ پڑھا ہے۔انہوں نے اس کی توجیہ یہ بیان کی کہ یہ قریش اور سعد بن بکر کی قراءۃ ہے۔

ابن محیصن رحمہ اللہ نے اسے 'أنذرتهم' صرف ایک ہمزہ کے ساتھ پڑھا ہے۔

ابن اسحاق رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ انہوں نے دونوں ہمزوں کو تحقیق اور ادخال الف کے ساتھ 'أاأنذرتهم' پڑھا ہے۔

امام حمزہ رحمہ اللہ، امام عاصم رحمہ اللہ اور امام کسائی رحمہ اللہ نے دونوں ہمزوں کو تحقیق کے ساتھ 'أأنذرتهم' جبکہ امام اخفش رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''ان دو ہمزوں میں سے پہلے کی تخفیف جائز ہے۔''

اس مثال میں ہم نے ملاحظہ کیا کہ امام قرطبی رحمہ اللہ نے بغیر کسی توجیہ وتعقیب کے تمام قراءات کو بعینہٖ پیش کر دیا ہے۔

دوسری مثال

آپ کے ترجیح کے مؤقف کی وضاحت کے لئے ایک مثال درج ذیل ہے:

﴿قَالُوا لَئِن لَّمْ يَرْحَمْنَا رَبُّنَا وَيَغْفِرْ لَنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾ [الاعراف:١٤٩]

امام حمزہ رحمہ اللہ اور امام کسائی رحمہ اللہ نے 'لئن لم ترحمنا' تائے خطاب کے ساتھ پڑھا ہے۔امام قرطبی رحمہ اللہ کے نزدیک مذکورہ قراءت میں پہلی قراءۃ کی بہ نسبت زیادہ عاجزی وانکساری پائی جاتی ہے،لہٰذا انہوں نے اسی کو ترجیح دی ہے۔

امام آلوسی رحمہ اللہ

امام آلوسی رحمہ اللہ کی تفسیر کا نام 'روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی' ہے، قراءات متواترہ کے حوالے سے ان کا موقف دفاع کا ہے۔وہ دلائل وبراہین کے ذریعے قراءات پر طعن کرنے والوں کا رد کرتے ہیں۔

آیت ﴿وَإِن تُبْدُوا مَا فِي أَنفُسِكُمْ أَوْ تُخْفُوهُ يُحَاسِبْكُم بِهِ اللَّهُ فَيَغْفِرُ لِمَن يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَن يَشَاءُ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾ [البقرۃ:٢٨٤] کے بارے میں فرماتے ہیں:

''اس آیت میں موجود کلمہ 'یغفر' اور 'یعذب' میں دو قراءتیں ہیں۔ابن عامر،عاصم،ابوجعفر اور یعقوب نے آیت میں موجود کلمہ 'یغفر' اور 'یعذب' کو راء اور با کے ضمہ کے ساتھ 'یَغْفِرُ' اور 'یُعَذِّبُ' جبکہ باقی قراء نے جزم کے ساتھ 'یَغْفِرْ' اور 'یُعذِبْ' پڑھا ہے۔امام زمخشری نے قواعد عربیہ کے خلاف ہونے کی وجہ سے پہلی قراءۃ پر طعن کیا ہے۔عربی کا قاعدہ یہ ہے کہ راء کا ادغام صرف راء میں ہوتا ہے۔''

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام آلوسی رحمہ اللہ اس کا جواب دیتے ہوئے، لکھتے ہیں:

''قراءات سبعہ متواتر ہیں اور تواتر کے ساتھ منقول ہیں جبکہ نحویوں کا قول ظنی ہے۔ مزید برآں راء کا لام میں ادغام ابوعمرو رحمہ اللہ سے روایت کیا گیا ہے اور اسی طرح قراءات اور لغات کے امام ابومحمد یزیدی رحمہ اللہ سے بھی راء کا لام میں اِدغام منقول ہے اور اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ ان دونوں میں تقارب پایا جاتا ہے۔ البتہ جب راء کا تکرار ہو تو اس صورت میں راء کا لام میں اِدغام لازم نہیں ہے۔''

تفسیر قرآن میں قراءات کے اثرات

مفسرین کا خیال ہے کہ قراءات چاہے وہ متواترہ ہوں یا شاذہ، آیات قرآنی کو نئے نئے معانی عطا کرتی ہیں۔ حتی کہ اگر دو مختلف قراءات دو مختلف معانی پر دلالت کر رہی ہوں تو ان کی حیثیت دو آیات کی سی ہوگی اس لیے ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ قراءات میں جہاں تلاوت قرآن میں آسانی کا پہلو ملحوظ رکھا گیا ہے وہاں ان کی حکمت میں یہ بھی شامل ہے کہ اس سے معانی اور مفاہیم کی کئی نئی جہتیں سامنے آتی ہیں۔ ذیل میں ہم قراءات سے حاصل ہونے والے اسی دوسرے پہلو پر مختلف مفسرین نے جو نقطہ رسیاں کی ہیں ان پر نظر ڈالتے ہیں۔

❶ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَإِذَا أَرَدْنَا أَنْ نُهْلِكَ قَرْيَةً أَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا فَفَسَقُوا فِيهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنَاهَا تَدْمِيرًا﴾

[الاسراء:١٦]

اس آیت میں موجود لفظ 'أمرنا' میں مختلف قراءتیں بیان کی گئی ہیں۔ اس اعتبار سے اس میں متعدد معانی کا بھی تذکرہ کیا جاتا ہے۔ قاضی ابوبکر بن عربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اس لفظ میں تین قراءات ہیں:

① میم کی تخفیف کے ساتھ 'أَمَرْنَا'

② میم کی تشدید کے ساتھ 'أَمَّرْنَا'

③ میم کی تخفیف اور ہمزۃ پر مد کے ساتھ 'آمَرْنَا'

✳ **پہلی** قراءت مشہور ہے، جس کا معنی ہے: ہم نے ان کو عدل و انصاف کا حکم دیا، لیکن انہوں نے اس کی مخالفت کرتے ہوئے فسق و فجور اختیار کیا۔ پس ان کو ہلاک کر دیا گیا۔

✳ **دوسری** قراءت علی رحمہ اللہ، ابی العالیہ رحمہ اللہ، ابی عمرو رحمہ اللہ اور ابی عثمان النھدی رحمہ اللہ کی ہے، جس کا معنی ہے: ہم نے ان کو تعداد میں زیادہ کر دیا۔ اور یہ بات بدیہی ہے کہ جب بھی ہجوم زیادہ ہوگا تو غلطیاں بھی زیادہ ہوں گی۔ آخر اس کو ان کی غلطیوں کی پاداش میں عذاب سے دوچار ہونا پڑا۔

✳ **تیسری** قراءت امام حسن رحمہ اللہ اور اعرج رحمہ اللہ کی ہے، جو امارت کے معنی پر دلالت کرتی ہے، جس کا مفہوم یہ ہوگا کہ جب ہم نے ان کو قوموں کی باگ ڈور تھما دی تو ان کا فرض منصبی یہ تھا کہ وہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرتے، لیکن انہوں نے اس ذمہ داری کا حق ادا نہ کیا، جس کی بدولت وہ عذاب الٰہی کے مستحق قرار پائے۔

❷ فرمان الٰہی ہے:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿وَلَوْ يَرَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ أَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا وَأَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعَذَابِ﴾
[البقرة:١٦٥]

امام ابن عطیہ رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر ''المحرّر الوجیز'' میں مختلف قراءات کی بنیاد پر آیات قرآنی کے بہت سے معنی اَخذ کئے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے مذکورہ بالا فرمان میں ایک قراءۃ ﴿ وَلَوْ تَرَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا﴾ کی ہے۔امام نافع رحمہ اللہ اور ابن عامر رحمہ اللہ نے 'ترى' میں 'تا' کہ فتحہ اور أن میں ہمزہ کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے آیت میں مذکور دوسرے أن کو پہلے پر عطف کرتے ہوئے فتحہ پڑھا گیا ہے اور اس کی درج ذیل توجیہات بیان کی گئی ہیں۔

پہلی توجیہ

"ولو ترى يا محمد الذين ظلموا فى حال رؤيتهم للعذاب وفزعهم منه واسعظامهم له لأقروا أن القوة الله"

''اے محمد ﷺ! کاش کہ آپ ظالم لوگوں کے احوال کو دیکھ لیں جب وہ عذاب کو دیکھ کر جزع فزع کریں گے اس وقت وہ جان لیں گے کہ ساری کی ساری قوت اللہ کے لئے ہے۔''

یہاں أن کا عامل لأقروہ ہے جو کہ محذوف ہے۔

دوسری توجیہ

"ولو ترى يا محمد الذين ظلموا فى حال رؤيتهم للعذاب و فزعهم منه لعلمت أن القوة لله جميعا"

''اے محمد ﷺ! اگر آپ ظالم لوگوں کے احوال جان لیں جب وہ عذاب کو دیکھ کر جزع فزع کریں گے تو آپ جان لیں گے کہ تمام قوتیں اللہ کے لئے ہیں۔''

تیسری توجیہ

"ولو ترى الذين ظلموا إذا يرون العذاب يقولون: إن القوة لله جميعا"

''وہ لوگ جو ظلم کرتے ہیں جب عذاب کو دیکھیں گے تو کہیں گے: ساری کی ساری قوت اللہ جل جلالہ کے لئے ہے۔''

امام حمزہ رحمہ اللہ، کسائی رحمہ اللہ، ابوعمرو رحمہ اللہ، عاصم رحمہ اللہ اور ابن کثیر رحمہ اللہ نے 'یا' کے ساتھ پڑھا ہے، جس کی ایک تاویل یہ بیان کی گئی ہے:

"ولو يرى فى الدنيا الذين ظلموا حالهم فى الآخرة إذ يرون العذاب لعلموا أن القوة لله جميعا"

''اگر ظالم لوگ آخرت کے عذاب کو دنیا میں دیکھ لیں تو وہ جان لیں کہ ساری کی ساری قوت اللہ کے لئے ہے۔''

❸ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنِّىْ وَضَعْتُهَا أُنْثٰى وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ﴾ [آل عمران:٣٦]

اس آیت میں کلمہ 'وضعت' میں دو قراءتیں ہیں:

امام ابن عامر شامی رحمہ اللہ، شعبہ رحمہ اللہ اور امام یعقوب رحمہ اللہ نے صیغہ واحد متکلم کے ساتھ 'وَضَعْتُ' جبکہ باقی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سب قراء نے صیغہ واحد مؤنث غائب کے ساتھ 'وَضَعَتْ' پڑھا ہے۔

جن لوگوں نے تاء کو ساکن کیا ہے ان کی قراءت کی توجیہ یہ ہے کہ یہ اُم مریم کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر ہے اور جنہوں نے 'تا' کو ضمہ دیا ہے ان کی قراءت کی توجیہ یہ بنتی ہے کہ یہ جملہ حکایت ہے اس سے جو اُم مریم نے اپنے بارے میں خبر دی۔

تفسیر زاد المیسّر میں ہے:

"من قرأ بجزم التاء وفتح العين فيكون فى الكلام تقديم وتأخير ، وتقديره: انى وضعتها انثى وليس الذكر كالانثى والله أعلم بما وضعت۔ ومن قرأ بضم التاء فهو كلام متصل من كلام أم مريم" [زاد الميسّر: ۲۷۶/۱]

"اگر صیغہ متکلم کے ساتھ پڑھا جائے تو پھر والله أعلم بما وضعتُ یہ اُم مریم کا مقولہ بن جائے گا اور پورا کلام متصل ہوگا۔ گویا کلام کا سیاق یوں ہوگا: "إني وضعتها أنثى والله أعلم بما وضعتُ" "میں نے لڑکی جنی ہے، اور اللہ جانتا ہے جو میں نے جنا ہے، لیکن اگر اس کو صیغہ غائب کے ساتھ پڑھا جائے تو کلام میں تقدیم وتاخیر ہوگی یعنی والله أعلم بما وضعتْ ام مریم کا مقولہ نہیں ہوگا۔"

گویا صیغہ غائب والی قراءت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے لیے تسلی ہے اور صیغہ متکلم والی قراءت سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ ان کو یقین تھا کہ یہ جو لڑکی پیدا ہوئی ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے جس کو وہی بہتر جانتا ہے۔

❹ فرمان الٰہی ہے:

﴿إِنَّ اللّٰهَ يُدٰفِعُ عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُوْرٍ﴾ [الحج:۳۸]

اس آیت میں کلمہ 'یدفع' کے اندر دو قراءتیں ہیں:

ابن کثیر رحمہ اللہ، ابوعمرو بصری رحمہ اللہ اور یعقوب رحمہ اللہ نے 'یَدْفَعُ' جبکہ باقی سب قراء نے 'یُدٰفِعُ' پڑھا ہے۔

باب مفاعلہ میں چونکہ فعل جانبین سے پایا جاتا ہے لہٰذا اس پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ یہاں مدافعت کا فاعل تو صرف اللہ تعالیٰ ہے، تو پھر باب مفاعلہ کا معنی کیسے ہوگا؟ اس کے بارے میں امام ابومحمد مکی قیسی رحمہ اللہ الکشف میں لکھتے ہیں:

"لكن يحمل على تكرير الفعل ، أى يدفع عنهم مرة بعد مرة فيصح لفظ يدافع من واحد"

"اس کو فعل کے تکرار پر محمول کیا جائے گا یعنی وہ ان کا دفاع کرتا ہے بار بار، لہٰذا یدافع کا ایک جانب سے استعمال ٹھیک ہو جائے گا۔" [الكشف: ۱۲۰/۲]

تفسیر بحر المحیط میں ہے:

"ومن قال يدفع ، فمعناه: يبالغ فى الدفع عنهم" [بحر المحيط: ۳۷۳/۶]

"جس نے یدافع کہا ہے تو اس کا معنی یہ ہے کہ وہ دفاع میں مبالغہ یعنی شدت سے کام لیتا ہے۔"

یعنی صیغہ مجرد والی قراءت سے تو نفسِ مضمون حاصل ہوتا ہے، اور مفاعلہ والی قراءت سے اللہ تعالیٰ کے فعل مدافعت کی قوت وقدرت کے کمال کی طرف اشارہ ہے۔

❺ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّا اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلَا تُسْئَلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ﴾ [البقرة:۱۱۹]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس آیت میں کلمہ 'و لا تسئل' میں دو قراءتیں ہیں:

امام نافع رحمہ اللہ اور یعقوب رحمہ اللہ نے 'وَلَا تَسْئَلْ' لام کے جزم کے ساتھ، جب کہ باقی سب قراء نے لام کے ضمہ کے ساتھ 'وَلَا تُسْئَلُ' پڑھا ہے۔

تفسیر مظہری میں ہے:

''جمہور کی قراءت کے موافق ﴿وَلَا تُسْئَلُ عَنْ أَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ﴾ کے معنی یہ ہوں گے:

''اے محمد ﷺ! آپ سے اس کی پوچھ گچھ نہ ہوگی کہ یہ لوگ ایمان کیوں نہ لائے۔ آپ کے ذمہ تو صرف پہنچا دینا ہے۔

اور نافع کی قراءت پر سوال سے نہی (منع) شدت عذاب سے کنایہ ہوگی۔''

امام قرطبی نفی والی قراءت کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''والمعنى إنا أرسلناك بالحق بشيرا ونذيرا غير مسئول عنهم'' [احكام القرآن:۲/۹۲]

''اور معنی یہ ہے کہ بے شک ہم نے آپ کو حق کے ساتھ خوشخبری دینے والا، ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے، اس حال میں کہ ان کے بارے میں آپ سے کوئی سوال نہ ہوگا۔''

اور دوسری قراءت جس میں نہی کا جزم ہے، کے بارے میں لکھتے ہیں:

''وفيه وجهان: أحدهما أنه نهى عن السؤال عمن عصىٰ وكفر من الأحياء، لأنه قد يتغير حاله فينقل عن الكفر ألى الإيمان وعن المعصية إلى الطاعة، والثانى وهو الأظهر أنه نهى عن السؤ ال عمن مات علىٰ كفره ومعصيته'' [ايضا]

''اس میں دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ یہ حکم زندوں میں سے گناہگار اور کفار کے بارے میں سوال سے روکنے کے لیے ہو، کیونکہ ان کا حال کفر سے ایمان کی طرف، اور گناہ سے طاعت کی طرف تبدیل بھی ہوسکتا ہے اور دوسرا جو کہ زیادہ ظاہر ہے، کہ یہ حکم کفر اور معصیت پر مرنے والے لوگوں کے بارے میں سوال سے روکنے کے لیے ہو۔''

گویا اس آیت میں دو قراءتوں کی وجہ سے دو پہلوؤں سے سوال کرنے سے روکنا ثابت ہوگیا۔ یعنی نہ تو نبی کریم ﷺ سے جہنم والوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا اور نہ ہی آپ ﷺ ان کے بارے میں کوئی سوال کریں گے اس لیے کہ ان کی مغفرت کا کوئی اِمکان نہیں ہے اور اگر یہ سوال زندہ لوگوں کے بارے میں ہو تو ان کا حال تبدیل بھی ہوسکتا ہے۔

❹ اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

﴿وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِيَذَّكَّرُوْا وَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا﴾ [الاسراء:۴۱]

اس آیت میں کلمہ 'لیذکروا' میں دو قراءتیں ہیں۔

امام حمزہ، کسائی اور خلف نے 'لِيَذْكُرُوْا' جب کہ باقی سب قراء کرام نے 'لِيَذَّكَّرُوْا' پڑھا ہے۔

تخفیف والی قراءت ذِکرٌ سے مشتق ہے جو کہ نسیان کی ضد ہے۔ جب کہ تشدید والی قراءت تذکُّر سے مشتق ہے جس کا معنی ہے: تدبّر اور اتّعاظ یعنی غور وفکر کرنا اور نصیحت حاصل کرنا۔

امام ابو محمد قیسی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

" فالتشديد للتدبر والتخفيف للذكر بعد النسيان" [الكشف:۲/۴۷]

''تشدید تدبر کے معنی کے لیے اور تخفیف بھول کے بعد یاد کرنے کے معنی کے لیے ہے۔''

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تفسیر روح المعانی میں ہے:

" وقرأ حمزة والكسائي هنا وفي الفرقان ليذكروا من الذكر الذي بمعنى التذكر ضد النسيان والغفلة، والتذكر على القراءة الأولىٰ بمعنى الاتّعاظ" [روح المعاني:۸۲/۱۵]

''امام حمزہ رحمہ اللہ اور کسائی رحمہ اللہ نے اس کلمہ کو یہاں اور سورہ فرقان میں مادۂ 'ذکر' سے پڑھا ہے، جو کہ تذکر کے معنی میں ہے، اور نسیان اور غفلت کی ضد ہے۔ تذکّر پہلی قراءت کے مطابق نصیحت حاصل کرنے کے معنی میں ہے۔''

اس آیت میں دو قراءتیں ہونے کی وجہ سے حکم کے دو پہلو نکل آئے:

① قرآن کا ذکر یعنی اس کی تلاوت کرنا۔

② قرآن سے وعظ و نصیحت حاصل کرنا۔

اور یہ دو معنی ایسے ہیں جو ایک دوسرے کے بغیر نہیں پائے جا سکتے۔ یعنی ذکر کے بغیر نصیحت حاصل نہیں کی جا سکتی اور نصیحت کئے بغیر ذکر ناقص ہے۔ چنانچہ ان معانی کی تائید ایک اور آیت سے ہو جاتی ہے:

﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ﴾ [القمر:۱۷]

اس آیت میں بھی ان دونوں معانی کو جمع کیا گیا ہے یعنی ذکر جو کہ نسیان کی ضد ہے اور اذکار یا تذکر جو کہ غفلت کی ضد ہے لیکن مذکورہ بالا آیت میں یہ دونوں معانی ایک ہی کلمہ میں دو قراءتوں کی بناء پر حاصل ہو گئے ہیں۔

④ فرمان الٰہی ہے:

﴿مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا اَوْ مِثْلِهَا اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ [البقرة:۱۰۶]

امام قرطبی رحمہ اللہ اس آیت میں پائی جانے والی قراءات کے متعدد معانی ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"﴿أَوْ نُنْسَأْهَا﴾ اسے ابو عمرو رحمہ اللہ اور ابن کثیر رحمہ اللہ نے نون اور سین کے فتحہ کے ساتھ پڑھا ہے، جبکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، ابن عباس رضی اللہ عنہ، ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، عطاء رحمہ اللہ، مجاہد رحمہ اللہ، عبید بن عمیر رحمہ اللہ اور ابن محیصن رحمہ اللہ نے اسے تاخیر کے ساتھ پڑھا ہے، جس کا معنی یہ ہے: "نؤخر نسخ لفظها أي نتركه"

''ہم اس کے نسخ کو مطلقاً چھوڑ دیتے ہیں۔''

یہی قول امام عطاء رحمہ اللہ کا ہے۔ عطاء رحمہ اللہ کے علاوہ دوسرے لوگوں کا خیال ہے کہ "أو ننسأها" کا معنی: "أي نؤخرها عن النسخ إلى وقت معلوم" یعنی نسخ کو ہم معینہ مدت تک مؤخر کر دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ باقی لوگوں نے نون کے ضمہ کے ساتھ 'نُنْسِهَا' پڑھا ہے، جس کا معنی ترک کرنا ہے یعنی ہم اس کو چھوڑ دیتے ہیں۔ نہ اس میں ردّ و بدل کرتے ہیں اور نہ ہی اس کی تنسیخ کرتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اسی سے اللہ کا یہ فرمان ہے: ﴿نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ﴾ [التوبة:۶۷]

''وہ اللہ کو بھول گئے پس اللہ نے ان کو بھلا دیا'' یعنی انہوں نے اللہ کی عبادت کو ترک کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو عذاب میں چھوڑ دیا''

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر نبیل بن محمد ابراہیم ◉
مترجم: سمیع الرحمٰن ❁

قواعد نحو میں قراءاتِ قرآنیہ کے اَثرات

قرآنِ کریم اپنی تمام وجوہ قراءات کے ساتھ فصیح عربی زبان میں نازل ہوا۔جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے متعلق ارشاد فرمایا:﴿وَإِنَّهُ لَتَنْزِيلُ رَبِّ الْعَالَمِينَ ◉ نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ ◉ عَلَى قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنْذِرِينَ ◉ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُبِينٍ﴾[الشعراء:۱۹۲تا۱۹۵]

''یہ (قرآن مجید) رب العالمین کی طرف سے نازل کردہ ہے۔اسے لے کر تیرے دل پر امانت دار روح اتری ہے تاکہ تو ان لوگوں میں شامل ہو جو (خدا کی طرف سے خلق خدا کو) متنبہ کرنے والے ہیں۔صاف صاف عربی زبان میں۔''

یہ قرآن عربی زبان میں متعدد لغتوں میں نازل ہوا اورلوگوں نے متعدد قراءات میں اس کی تلاوت شروع کردی۔عرب بغیر کسی غلطی کے قرآن کی تلاوت کرتے تھے،کیونکہ ان کے نطق اور ان کی قراءات میں کوئی نقص نہیں آتا تھا،یہاں تک کہ عربی عجمی لوگوں کے ساتھ مل گئے۔زمانے کی دوری کی وجہ سے لغتِ عرب میں غلطی کا امکان پیدا ہوگیااور علما عربی زبان کے ضابطے بنانے کے محتاج ہوئے،جو علم نحو کی تدوین کی وجہ بنا۔

بعض لوگوں نے قراءاتِ قرآنیہ کو علم نحو کے مصادر میں سے ایک مصدر بنایا،جس پر قواعد نحویہ کی بنیاد رکھی گئی۔

آنے والی مباحث میں سے پہلی مبحث میں اسی نکتہ کی وضاحت کی جائے گی کہ قراءاتِ قرآنیہ کو قواعد کا ماخذ بنانے کے بارے میں اہل نحو میں کیا اختلاف ہے۔

قراءاتِ قرآنیہ قواعد نحو کے مصادر میں سے ایک مصدر ہیں،اور نحو کے قواعد پر قراءات کا گہرا اثر ہے،جس کی وضاحت دوسری مبحث میں کی جائے گی۔اِن شاء اللہ

پہلی مبحث

قراءاتِ قرآنیہ کے بارے میں نحویوں کا موقف

حقیقت یہ ہے کہ نحوی جتنا قراءاتِ قرآن کے بارے میں ایک دوسرے کا رد اور معارضہ کرتے ہیں اتنا کسی اور علم میں نہیں کرتے،چنانچہ مختلف زمانوں میں قراءاتِ قرآنیہ اکثر نحاۃ کے اختلافات کا نشانہ بنی رہیں۔وہ انہیں کبھی غلط، کبھی ضعیف اور کبھی صحیح قرار دیتے رہے اور یہ اختلاف طویل ہوتا چلا گیا۔اختلاف کی مثال یوں لیجئے کہ بصری نحاۃ

◉ مولف کتاب علم القراءات نشأته، أطواره، أثره فی العلوم الشرعية
❁ فاضل کلّیة الشریعه، جامعہ لاہور الاسلامیہ ورکن مجلس التحقیق الاسلامی، لاہور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قراءات سے اپنے دامن کو بچاتے ہیں اور بہت کم ان سے استفادہ کرتے ہیں، جبکہ کوفی نحاۃ قراءات پر بہت زیادہ اعتماد کرتے ہیں اور ان قواعد سازی میں ان سے استفادہ کرتے ہیں۔

قواعدِ نحو کا مطالعہ کرنے سے ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ بعض نحویوں نے قراءات کی تردید کی ہے۔ خاص طور پر ان قراءات کی جو نحوی اعتبار سے مشکل و پیچیدہ ہیں اور اس تردید کا سبب ان کا یہ نظریہ وعقیدہ ہے کہ قراءات دراصل اختیاراتِ قراء ہیں، جو ان کی ذاتی اختراع ہیں، نیز یہ رسول اللہ ﷺ سے تواتر سے منقول نہیں ہیں۔ اس بات کی تائید ابن منیر کے اس قول سے بھی ہوتی ہے، جو انہوں نے زمخشری کے تعاقب میں آنے والے قول کے بارے میں دو اِضافتوں کے درمیان فاصلہ کرنے والی ابن عامر کی قراءت کا دفاع کرتے ہوئے کہا ہے: ﴿وَكَذَٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ قَتْلُ أَوْلَادَهُمْ شُرَكَائِهِمْ﴾ [الانعام:۱۳۷] اور اس آیت میں قتلُ مرفوع اور شرکائِھم اضافت کی وجہ سے مجرور ہے۔ ابن منیر نے کہا کہ یہ زمخشری کا ظن ہے اور ابن عامر نے اس قراءت کو اپنی رائے سے پڑھا ہے۔

(جیسا کہ بعض نحویوں کا خیال ہے) کہ قراءات اختیاراتِ قراء ہیں جو کہ اصحاب القراءات سے مستنبط ہیں۔ مذکورہ موقف کی تائید ابو غانم احمد بن حمدان کے اس قول سے ہوتی ہے:

''یقیناً ابن عامر رحمہ اللہ کی یہ قراءت عربی زبان میں جائز نہیں اور یہ ایک عالم کی علم سے تہی دامن ہونے کی دلیل ہے۔''

[فتح القدیر:۲/۱۶۵]

وہ اپنے اس قول میں وضاحت کرنا چاہتا ہے کہ ابن عامر رحمہ اللہ اس قراءت کا موجد ہے اور یہ قراءت اس کی اپنی خود ساختہ ہے۔ قراءات کے معارضہ کے بارے میں درحقیقت بعض نحویوں نے غلو اور مبالغہ سے کام لیا ہے۔ ان کا یہ معارضہ نہ صرف قراءات مشکلہ وشاذہ کو شامل ہے، بلکہ اسی ضمن میں انہوں نے قراءاتِ متواترہ کا بھی انکار کر دیا ہے۔ [النحو والقراءات للبدّي:ص۳۲۲]

قراءات کو معارض اور ضعیف قرار دینے والوں کی تعداد ان نحویوں کے بالمقابل بہت کم ہے جو قراءات کو بطورِ استدلال لیتے ہیں۔

بصری نحاۃ قراءات کے بارے میں متعصب نظر آتے ہیں جب کہ کوفی نحاۃ اس کے برعکس ہیں۔ بصریوں میں سے اکثر نحاۃ قراءات کو معارض سمجھتے ہوئے ان کا رد کر دیتے ہیں اور بعض ایسے بھی ہیں جو قراءات کو قبول کرنے کے ساتھ ساتھ ان سے استدلال بھی کرتے ہیں۔ اَغلب طور پر کوفی نحاۃ قراءات پر اعتماد کرتے ہوئے اس کی تائید بھی کرتے ہیں۔ ان میں سے بہت کم ایسے ہیں جو اس کو معارض سمجھتے ہوئے رد کرتے ہیں۔ جب کہ سیبویہ کے نزدیک قراءت سنت متبعہ ہے [الکتاب لسیبویہ:۱/۱۴۸] اور فراء رحمہ اللہ قراءات کو قابل حجت نہیں گردانتے۔ اسی طرح مازنی بصری رحمہ اللہ تمام قراء کو غلطی پر سمجھتے ہیں۔ امام کسائی کوفی رحمہ اللہ قراءت کو قابل حجت سمجھتے ہیں اور ان پر قواعد کی بنیاد رکھتے ہیں، جبکہ مبرد رحمہ اللہ نے امام حمزہ رحمہ اللہ کی قراءت 'الارحامِ' کو جر کے ساتھ پڑھنے پر رد کیا ہے۔ زجاج رحمہ اللہ اور زمخشری رحمہ اللہ اس (جروالی) قراءت کو ضعیف سمجھتے ہیں۔ جب ہم ابن جنی رحمہ اللہ کو دیکھتے ہیں وہ اس قراءت کے انکار پر مبرد کو غلط کہتے ہیں اور ان کے نزدیک یہ قراءت ضعیف نہیں ہے، ابو العباس بھی اسی طرف گئے ہیں، بلکہ معاملہ اس کے برعکس، زیادہ قریب، تخفیف ونرمی والا ہے۔ [الخصائص لابن جنی:۱/۲۸۵]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر امام حمزہ رحمہ اللہ کی قراءت کے حوالے سے کہتے ہیں:

''حمزہ ابوالعباس سے کہتا ہے کہ میں لفظ 'الارحام' کو ضمیر مجرور کی وجہ سے عطف کرتے ہوئے مجرور نہیں پڑھتا بلکہ میرا موقف یہ ہے کہ اس میں دوسری باء کو اس سے پہلے ذکر کرنے کی وجہ سے حذف کر دیا گیا۔'' [ایضا]

اور زمخشری ﴿وَكَذَٰلِكَ زُيِّنَ لِكَثِيرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ قَتْلُ أَوْلَادِهِمْ شُرَكَائِهِمْ﴾ [الانعام:۱۳۷] میں ابن عامر رحمہ اللہ کی قراءت کا رد کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اس قراءات میں خلافِ قاعدہ دو اضافتوں کے درمیان فاصلہ ہے، اس لیے صحیح نہیں۔

ابوحیان رحمہ اللہ، زمخشری کے قول کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

''میں تعجب کرتا ہوں ایک ایسے عجمی انسان پر جو کہ نحو میں ضعیف ہونے کے باوجود ایک صریح عربی شخص کی قراءت متواترہ کا رد کرتا ہے۔'' [البحر المحیط:۶/۱۱۷]

بصری نحاۃ نے اپنے لغوی قیاسات کو قرآن کریم میں سے قریش کے لہجہ میں وضع کیا ہے اور اسی طرح انہوں نے نصوص شعریہ اور نثریہ میں بھی قیاس آرائیاں کی ہیں اور ان نصوص کی روشنی میں ان کے نحوی قواعد کو ترویج ملی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ قواعد سازی میں لغت قریش کو بطورِ ماخذ سامنے رکھنے سے متعلق یہ ضابطہ اپنے اندر وزن نہیں رکھتا، بلکہ ان کے قواعد کو غیر معتمد بناتا ہے، کیونکہ یہ ضابطہ دوسرے قیاسات کے ساتھ معارض ہے اور ایسی نصوص بھی ہیں، جن سے بصری لوگ باخبر نہیں اور وہ بہت سے اُمور پر عبور نہیں رکھتے، اسی لیے قراءات کو قبول کرنے میں سختی سے کام لیتے ہیں۔

یہاں تک کہ قراءاتِ سبعہ، جو کہ خالص عرب ائمہ یعنی ابن عامر رحمہ اللہ، حمزہ رحمہ اللہ، ابن کثیر رحمہ اللہ اور ابوعمرو بصری رحمہ اللہ سے منقول ہیں، میں سے بھی بعض کی قراءات کا رد کرتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ قراءات ان اُصولوں کے موافق نہیں ہیں، جن کی بنیاد انہوں نے خود رکھی ہے، لہٰذا علمائے قراءات نے بصریوں کو ان ناقص قیاسات کی وجہ سے طعنہ دیا ہے اور ان کے نزدیک قراءات کا ان کے قواعد کے مطابق ہونا ضروری نہیں، اس لیے کہ وہ قراءات عرب صحابہ وائمہ سے مستند اسناد کے ساتھ منقول ہیں، جب کہ ان کے قواعد بصری نحاۃ نے خود وضع کیے ہیں۔

امام دانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ائمہ قراءات حروفِ قرآن میں سے صرف اس قراءت پر عمل نہیں کرتے جو فقط لغت میں زیادہ واضح اور موزوں ہو، بلکہ ان کے نزدیک وہ قراءت جو صحیح سند کے ساتھ ثابت ہو قابل حجت ہے اور جب روایت صحیح ثابت ہو جائے تو کوئی بھی عربی قیاس یا ظاہری لغت اسے رد نہیں کر سکتی۔ اس لیے کہ قراءات سنت متبعہ ہیں جن کا قبول کرنا لازم اور ضروری ہے۔ [النشر:۱/۱۰-۱۱، الاتقان للسیوطی:۱/۲۳۷]

بصری نحاۃ نے بسا اوقات اَقوال عرب کو بعض قراءات متواترہ اور غیر متواترہ پر فضیلت دی ہے جیسا کہ امام رازی رحمہ اللہ کے بیانات سے معلوم ہوتا ہے۔

امام رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اگر ہم کسی لغت کو شعر مجہول سے ثابت کریں، تو اسی لغت کو قرآن عظیم سے ثابت کرنا زیادہ افضل ہے اور اکثر نحاۃ کو ہم دیکھتے ہیں کہ جب وہ ایک شعر مجہول سے لغت کو ثابت کرتے ہیں تو بہت خوش ہوتے ہیں اور میں ان کے اس فعل سے تعجب کرتا ہوں۔ جب وہ ایک شعر مجہول سے لغت کی صحت پر دلیل ثابت کرتے ہیں، تو قرآن کے الفاظ سے لغت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی صحت پر دلیل دینا زیادہ اولیٰ ہے۔'' [مفاتیح الغیب للرازی:۱۹۳/۳]

نیز یاد رہے کہ یہ مؤقف عام بصریوں کا نہیں اور نہ ہی یہ کوئی منطق ہے کہ ہم اس اہم معاملے سے غافل ہو جائیں۔

بصرہ کے ابتدائی نامور نحاۃ قراء قراءات میں شمار ہوتے ہیں، ان میں سے ابوعمر ابن العلا بصری رحمہ اللہ (جو کہ قراء سبعہ میں سے ہیں) محمد یعقوب بن اسحاق حضرمی رحمہ اللہ (جو قراء عشرہ میں سے ہیں) اور عیسی بن عمر رحمہ اللہ ہیں۔ ان تین نحویوں کو علم نحو کے ابتدائی واضعین میں شمار کیا جاتا ہے جنہوں نے علم نحو کی بنیاد رکھی اور وہ سیبویہ اور خلیل جیسے مشہور نحوی علما کے اَساتذہ میں سے ہیں۔

بعض مشہور قراء قراءات اور نحویوں کا ایک وقت میں پایا جانا اور مشہور بصری نحویوں کا شاگرد بننا اس بات کی قطعی دلیل ہے کہ بصری مذاہب والے پہلے دور میں قراءات کے لینے والے اور اس پر اعتماد کرنے والے نہیں تھے یا کم از کم ان کا مؤقف وہ نہیں تھا جو کہ متاخرین کا تھا اور اس کے باوجود یہ بات سمجھ نہیں آتی کہ کوفی لوگ امام ابوعمرو بصری رحمہ اللہ کی قراءات کو لے لیتے تھے باوجود اس کے کہ ان کے بصری شاگرد اس سے دور رہتے اور احتراز کرتے تھے۔

[أثر القرآن والقراء ات للبدي:ص:۳۲۸]

الدکتور شوقی ضیف کی کوشش ہے کہ بصرہ کے نحاۃ کے معارضہ کو قراءات سے دور کر دیا جائے اور ان کا خیال ہے ہے کہ ان نحاۃ کا معارضہ عام اور ظاہر نہیں ہے اور ان کا ٹکراؤ قراءات میں زیادہ نہیں بلکہ بہت کم مقامات پر ہے جن کو انگلیوں پر گنا جا سکتا ہے۔ [المدارس النحوية:ص۱۹]

الدکتور شوقی قراءتِ قرآنیہ کے ساتھ قواعد نحویہ کا معارضہ کرنے سے دور رہتے ہیں اور سیبویہ کی کتاب پر اعتماد کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس کتاب میں قواعد نحویہ کے قراءتِ قرآنیہ کے ساتھ معارضے کی کوئی مثال نہیں پائی گئی۔ اور یہ کتاب بصری نحاۃ کا مرجع ومصدر ہے۔ سیبویہ بھی بہت سی قراءات پر اعتماد کرتے ہیں اور وہ امام عیسی بن عمر رحمہ اللہ کے قول کی تائید کرتے ہوئے۔ ﴿وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ﴾ اور ﴿اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ﴾ دونوں آیتوں میں ہر ایک پر نصب پڑھتے ہیں۔ حالانکہ یہ دونوں قراءات ہی شاذہ ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ لوگوں نے ان دونوں جملوں کو منصوب پڑھا ہے، لیکن عام لوگوں نے اس نصب والی قراءت کا انکار کیا ہے۔ [الكتاب لسيبويه:۱۴۴/۱]

ایک اور جگہ فرماتے ہیں: ﴿إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ﴾ [القمر:۴۹] یہ زیداً ضربتہ کی طرح فصیح عربی ہے اور بعض نے کہا ہے کہ ﴿وَأَمَّا ثَمُودُ فَهَدَيْنَاهُمْ﴾ [فصلت:۴۹] والی قراءت یہاں قواعد نحویہ کی مخالفت نہیں کرتی، کیونکہ یہ سنت ہے۔ [الكتاب لسيبويه:۱۴۸/۱] اور یہاں سیبویہ نے قراءت کے ٹکراؤ پر اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ وہ قراءت کے ایک بڑے امام کے طور پر سامنے آئے ہیں، کیونکہ قراءات نبی کریم ﷺ سے تواتر کے ساتھ چلی آ رہی ہیں ان کی اتباع اور تقدیس ضروری ہے، مخالفت جائز نہیں۔ [أثر القرآن والقراء ات للبدي:ص۳۲۹-۳۳۰] اسی طرح سیبویہ بصریوں میں سے پہلے آدمی نہیں ہیں جنہوں نے قراءات کی تائید کی ہے۔ اس بات کو اخفش نے بھی تسلیم کیا ہے۔

الدکتور شوقی ضیف فرماتے ہیں کہ جب ہم اخفش نحوی کو دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ قراءات کے بارے میں معتدل رائے کے حامل ہیں۔ اور کوفی نحاۃ سے بڑھ کر کلامِ عرب اور اشعار کی بجائے قراءتِ شاذہ سے استدلال

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتے ہیں۔

چنانچہ امام اخفش کوفی نحاۃ میں سے سیبویہ نحوی کی موافقت کرتے ہوئے حال کو اس کے عامل مجرور سے مقدم لانے کی قراءت سے موافقت کرتے ہیں۔جیسا کہ بعض قراء کرام نے ﴿وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌ بِيَمِيْنِهٖ﴾ [الزمر:٦٧]اور ﴿وَقَالُوْا مَا فِيْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا﴾[الانعام:١٣٩]میں حال کو اس کے عامل مجرور سے پڑا ہے، اگرچہ بصری نحاۃ کبھی بھی اس کو جائز نہیں سمجھتے اور ایسا قاعدہ ان سے مسموع ومحفوظ نہیں ہے۔

[المدارس النحوية:ص١٩،شرح ألفية بن مالك للأشمونی:١٨١/٢]

الدکتور شوقی کا دفاع بصری نحویوں کی طرف سے کیا گیا ہے۔ہم نے اس کو تسلیم نہیں کیا جس میں رد کی نسبت اس کی طرف کی گئی ہے جس نے قراءات کو رد کیا ہے۔ہم نے اضافت کی ان مثالوں کو دیکھا جن کا ذکر ہو چکا ہے۔ہم نے دیکھا ہے کہ وہ بہت سی قراءات کو معارض سمجھتے ہیں اور ان سے دلیل نہیں پکڑتے جن سے ہم متاخرین کو خاص کرتے ہیں۔

اس کے مدمقابل ہم کوفی نحاۃ کو دیکھتے ہیں کہ وہ اکثر قراءات پر اعتماد کرتے ہیں اور ان سے استدلال کرتے ہیں، کیونکہ ان کی نظر میں قراءاتِ قرآنیہ سے استدلال کرنا،ایسے شعر سے استدلال کرنے کی نسبت زیادہ راجح اور اولیٰ ہے،جس کے قائل کا بھی علم نہ ہو اور ممکن ہے کہ وہ شعر بھی صحیح ہو یا غیر صحیح ہو،اور ان لوگوں نے جب لغت اور قواعد نحویہ سے استدلال کیا ہے تو قرآن مجید سے استدلال کرنا زیادہ قوی اور قابل حجت ہے۔

ان نحاۃ کو یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہیے تھی کہ ان کے شیوخ اور ہم عصر اہل علم مشہور قراء سبعہ میں سے تھے۔ جیسے امام کسائی رحمہ اللہ وغیرہ ہیں۔ان کی نحو میں جا بجا قراءات کی مثالیں موجود ہیں اور بعد میں آنے والے کوفی بھی اسی نہج پر چلتے رہے ہیں اور کتب نحو کی چھان پھٹک کرنے والا اس بات کو محسوس کرے گا کہ بہت سی نحوی آراء ایسی ہیں جن کا کوفیوں نے قراءاتِ مختلفہ سے استدلال کیا ہے۔جب کہ بصریوں نے اس کی مخالفت کرتے ہوئے معارضانہ مؤقف اختیار کیا ہے اور اس پر فضول عقلی دلیلیں پیش کرتے ہیں جو ان کی آراء کی تائید کرتی ہیں۔

بصری نحاۃ کی طرف سے قراءاتِ قرآنیہ پر اعتراضات کا بنیادی سبب علم قراءات سے جہالت اور اپنے اَقوال وقواعد پر زیادہ اعتماد کرنا ہے۔ حالانکہ قراءاتِ قرآنیہ استدلال کے لحاظ سے زیادہ اولیٰ ہیں۔اگر بعض قراءات رسول اللہ ﷺ سے تواتر کے ساتھ ثابت نہیں ہیں تو کم از کم انہیں روایت کرنے والا ایسا صحابی ہے جس کا تقوی، پرہیز گاری اور دین اسے غلط قراءت نقل کرنے سے ضرور روکتا ہے۔

[أثر القرآن والقراءات فی النحو العربی للبدي:ص٣٣١۔٣٣٧]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسری مبحث

قراءاتِ قرآنیہ کے نحو پر اثرات

جب ہم نحوی قواعد کی طرف پلٹتے ہیں تو ہمارے لیے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ قراءاتِ قرآنیہ نحوی قواعد کی بنیاد میں بہت زیادہ اثر انداز ہوتی ہیں۔قواعدِ نحویہ پر اثر انداز مؤثر ہونے کے اعتبار سے قراءاتِ قرآنیہ کی درج ذیل پانچ اَقسام ہیں:

① وہ قراءات جن سے مختلف قواعدِ نحویہ نکلتے ہیں اور ان قواعد کو بنانے میں قراءات کا استعمال ہوتا ہے۔
② وہ قراءات جن سے قاعدہ نحویہ کی تائید ہوتی ہے۔
③ وہ قراءات جن سے سے قاعدہ نحویہ کو رد کیا گیا ہے۔
④ وہ قراءات جن پر ایک ہی آیت میں کئی اعرابی وجوہ مترتب ہوتی ہیں۔
⑤ وہ قراءات جن سے نادر نحوی اشارات ملتے ہیں

[أثر القرآن والقراءات في النحو العربي للبدي:ص۳۴۷۔۳۶۹]

ان پانچ قسم کے مظاہر سے ثابت ہوتا ہے کہ قراءات کا قواعدِ نحویہ پر گہرا اثر ہے۔

❶ وہ قراءات جن سے مختلف نحوی قواعد نکلتے ہیں اور ان قواعد کو بنانے میں قراءات کا اشتراک بھی ہوتا ہے۔

اس بات سے ہم نے یہ نتیجہ اَخذ کیا ہے کہ قراءات سے بے شمار نحوی قواعد بنے ہیں، کیونکہ یہ قواعد مختلف مقامات پر کثرت سے پائے جاتے ہیں اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ نحو میں قراءات کا بہت گہرا اثر ہے اور ایسے قواعد میں بھی قراءات کا اثر ہے جو قواعد قراءات سے پہلے موجود ہی نہیں تھے۔

البتہ ایسے قواعد جن کے اندر قراءات کا زیادہ حصہ ایسے قواعد عامہ کا بھی ہے جن کی نسبت کسی شخص یا مذہب کی طرف نہیں کی گئی اور بعض کی نسبت کسی شخص یا مذہب معین کی طرف کی گئی ہے۔وہ قواعد جن کے اندر قراءات کا زیادہ حصہ ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں:

❶ افعال رجاء کے بعد 'فا' سببیہ کے ساتھ ملے ہوئے فعل مضارع کو نصب دینے کا قاعدہ

یہ قاعدہ امام حفص رحمہ اللہ کی روایت سے لیا گیا ہے:﴿لَعَلِّيْ أَبْلُغُ الْأَسْبَابَ أَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ فَأَطَّلِعَ﴾ [غافر:۳۶،۳۷]اس قراءت میں امام حفص رحمہ اللہ نے فأطلعَ پر فتحہ پڑھا ہے۔نیز اس قاعدے کی تائید اس شعر سے بھی ہوتی ہے۔جس میں افعال رجا کے بعد واقع 'فا' سببیہ کے ساتھ ملے ہوئے فعل مضارع پر فتحہ پڑھا گیا ہے۔

علَّ صُروفَ الدّهرِ أو دُولاتُها
تدلُّنا اللَّمَّةُ من لَمَاتِهَا
فتستريحَ النفسُ مِنْ زَفْراتِها

''شاید گردش زمانہ کا پھیر اور آنا جانا شوق میں سے ہر شوق کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔پس نفس اس کی مشقتوں سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آرام حاصل کرتا ہے۔'' [شرح الفيه ابن مالك للأشمونی :۳۱۲/۳۔۳۱۳]

یہاں اس شعر میں بھی فتستریح پر 'ح' کے فتحہ کے ساتھ پڑھا گیا ہے، لیکن بصریوں نے اس میں بُعد کی وجہ سے تاویل کرتے ہوئے انکار کیا ہے جب کہ فراء نحوی نے اس قرآنی آیت سے استدلال کرتے ہوئے اس قاعدہ کو برقرار رکھا ہے۔[شرح شواهد الأشمونی للصبانی:۳۱۲/۳]﴿وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّهُ يَزَّكَّىٰ أَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنفَعَهُ الذِّكْرَىٰ﴾[عبس:۳،۴]

❷ 'فا' یا 'واؤ' کے ساتھ ملے ہوئے فعل مضارع کو جب وہ شرط یا جوابِ شرط کے ساتھ متصل ہو تو حالت استیناف میں رفع دینے یا حالت عطف میں جزم دینے یا أن پوشیدہ ہونے کی وجہ سے نصب دینے کا قاعدہ۔

یہ قاعدہ بھی اس قراءتِ قرآنیہ سے اخذ کیا گیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:﴿وَإِن تُبْدُوا مَا فِي أَنفُسِكُمْ أَوْ تُخْفُوهُ يُحَاسِبْكُم بِهِ اللَّهُ فَيَغْفِرُ لِمَن يَشَاءُ﴾ [البقرة:۲۸۴]قراء سبعہ میں سے امام ابن عامر شامی رحمہ اللہ اور امام عاصم کوفی رحمہ اللہ نے لفظ 'فیغفر' کو رفع کے ساتھ پڑھا ہے جب کہ ان دونوں کے علاوہ باقی قراء نے جزم کے ساتھ پڑھا ہے۔[النشر:۲۳۷/۲] اور حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے اس کو نصب کے ساتھ پڑھا ہے۔ [البحر المحيط:۳۶۰/۲] اور یہ نصب والی قراءت شاذہ ہے۔اسی طرح اللہ تعالیٰ کے اس قول:﴿وَمَن يُضْلِلِ اللَّهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ وَيَذَرُهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ﴾[الاعراف:۱۸۶] میں لفظ 'ویذرھم' کو مذکورہ تین وجوہ سے پڑھا گیا ہے۔[أوضح المسالك لابن هشام:۱۹۵/۳،معجم القراءات القرآنية:۴۲۶/۲]

اس قاعدہ کی تائید نابغہ کے اس شعر سے بھی ہوتی ہے۔

فَإِنْ يَهْلِكْ أَبُو قَابُوسَ يَهْلَكْ
رَبِيعُ النَّاسِ وَالبَلَدُ الحَرَامُ
وَنَأْخُذْ بَعْدَهُ بِجَنَابِ عَيْشٍ
أَجَبَّ الظَّهْرِ لَيْسَ لَهُ سَنَامُ

اس شعر میں لفظ 'نأخذ' کو مذکورہ تین وجوہ اعراب سے پڑھا گیا ہے۔

[شرح ألفية ابن مالك للأشمونی:۴۴/۴]

❸ افعال قلوب اور أن مخففة من المثقلة کے بعد واقع فعل مضارع کو نصب اور رفع دینے کا قاعدہ

یہ قاعدہ بھی اس قراءتِ قرآنیہ سے لیا گیا ہے۔﴿وَحَسِبُوا أَلَّا تَكُونَ فِتْنَةٌ فَعَمُوا وَصَمُّوا ثُمَّ تَابَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ ثُمَّ عَمُوا وَصَمُّوا كَثِيرٌ مِّنْهُمْ﴾[المائدة:۷۱]اس آیت مبارکہ میں لفظ 'تکون' کو قراء سبعہ میں سے امام ابوعمرو بصری، امام حمزہ کوفی اور امام کسائی رحمہم اللہ نے رفع کے ساتھ پڑھا ہے۔جب کہ دیگر قراء سبعہ نے نصب کے ساتھ پڑھا ہے۔[شرح ألفية ابن مالك للأشمونی:۲۸۳/۳]

❹ اسم منقوص پر 'یا' کے اثبات کے ساتھ وقف کرنے کے جواز کا قاعدہ

یہ قاعدہ امام ابن کثیر رحمہ اللہ کی اس قراءت سے اَخذ کیا گیا ہے﴿وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ﴾[الرعد:۷]امام ابن کثیر مکی رحمہ اللہ اس آیت مبارکہ میں لفظ هَادٍ کو اثبات 'یاء' کے ساتھ پڑھتے ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ قواعد نحویہ جن کی بنیاد قراءت پر ہے یہ ہیں:

اسی طرح اگر فعل مضارع ثُم اور افعال شرط کے بعد واقع ہو تو 'فاء' اور 'واؤ' کی مانند یہاں بھی اسے نصب دیں گے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَمَنْ يَخْرُجْ مِنْ بَيْتِهِ مُهَاجِرًا إِلَى اللهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهُ عَلَى اللهِ﴾ [النساء:۱۰۰] یہاں اس آیت میں لفظ 'یدرك' پر نصب پڑھا گیا ہے اور یہ قراءت شاذہ ہے۔ [مغنی اللبیب لابن هشام:۱۹۱/۱]

❺ إن مخففه من المثقله کو إن مثقلہ کا عمل دینے کا قاعدہ۔

اس قاعدے کو بصری نحاۃ نے امام نافع مدنی رحمہ اللہ اور امام ابن کثیر مکی رحمہ اللہ کی اس قراءت سے اَخذ کیا ہے۔ ﴿وَإِنَّ كُلًّا لَّمَّا لَيُوَفِّيَنَّهُمْ رَبُّكَ أَعْمَالَهُمْ﴾ [هود:۴۹] یہاں ان دونوں قراء نے نون مخففہ کے اِسکان کے ساتھ پڑھا ہے۔ [النشر:۲۹۰/۲]

اسی طرح جب إنّ جملہ اسمیہ پر داخل ہو تو لیس والا عمل کرتا ہے۔ امام کسائی نے یہ قاعدہ سعید بن جبیر رحمہ اللہ کی قراءت سے اَخذ کیا ہے۔ ﴿إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللهِ عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ﴾ [الاعراف:۱۹۴] انہوں نے یہاں إن مخففه اور عباداً کو نصب کے ساتھ پڑھا ہے۔ اس قاعدے کی نامور کوفی نحاۃ اور بصریوں کی ایک جماعت نے بھی تائید کی ہے۔ [شرح ألفية ابن مالك للأشمونی:۲۵۵/۱، الكشاف للزمخشری:۱۳۸/۲]

نحویوں کی ایک جماعت نے بہت سے ایسے قواعد جو قراءات سے ماخوذ ہیں، ان پر اعتماد کیا ہے اور ان قراءات سے نئے قواعد وضع کیے ہیں۔ اور قواعد سازی میں قراءاتِ قرآنیہ پر اعتماد کرنے والوں میں نحوی قراء کی وہ جماعت سرفہرست ہے جن کے نام درج ذیل ہیں:

① عیسی بن عمر رحمہ اللہ
② ابو عمرو بن العلا رحمہ اللہ
③ ابی الاسود الدؤلی رحمہ اللہ
④ کسائی رحمہ اللہ
⑤ خلیل رحمہ اللہ

ان میں سے بعض ایسے بھی ہیں جنہوں نے کسی خاص مدرسہ اور مذہب معین کی طرف نسبت نہیں کی جیسے ابن ہشام رحمہ اللہ یا کسی مدرسہ کی طرف نسبت تو ہو، لیکن وہ ایک شخصی استقلال کا نام ہو، جیسے ابن مالک رحمہ اللہ۔ اس بنیاد پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ شخصی قواعد جس کی بنیاد کثیر تعداد میں مختلف قراءات پر رکھی گئی ہے اس مقام پر اس کا احاطہ کرنا مشکل ہے۔

❻ نثر میں فاعل کے لیے إلا کے ساتھ فعل مونث کو لانے کا قاعدہ:

نحویوں نے اشعار میں شاعر کے اس قول پر اعتماد کرتے ہوئے اس کی اِجازت دی ہے۔

ما برئتْ من ريبةٍ وذمٍّ
في حربنا إلا بنات العمِّ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب کہ نثر میں ابن مالک رحمہ اللہ کے علاوہ کسی نے بھی اس کی اجازت نہیں دی اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان پر اعتماد کیا ہے۔﴿إِنْ كَانَتْ إِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً﴾[يس:٢٩][أوضح المسالك:١/٢٥٩]

٧ ضمیر مجرور پر جار کے اعادہ کے بغیر عطف کرنے کا قاعدہ:

یہ قاعدہ کوفی مذہب کے قواعد کے مطابق ہے، مگر دو بصری نحاۃ یونس رحمہ اللہ اور اخفش رحمہ اللہ نے کوفیوں کی رائے پر اعتماد کرتے ہوئے اسے تسلیم کیا ہے اور یہ قاعدہ اس قراءتِ قرآنیہ سے اَخذ کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامِ﴾[النساء:٢]اس آیت مبارکہ امام حمزہ کوفی رحمہ اللہ لفظ 'الأرحام' کو حرف جر کے اعادہ کے بغیر ہی مجرور پڑھتے ہیں۔[شرح الألفية للأشموني:٣/١١٤]

٨ شرط کے بعد فاء کے ساتھ ملے ہوئے مبتدا کو حذف کرنے کے جواز کا قاعدہ:

ابن مالک رحمہ اللہ نے یہ قاعدہ امام طاؤس رحمہ اللہ کی اس قراءت سے اخذ کیا ہے۔﴿وَيَسْئَلُونَكَ عَنِ الْيَتٰمَى قُلْ إِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ﴾[البقرة:٢٢٠] امام طاؤس رحمہ اللہ کی قراءت میں الفاظ کچھ یوں ہیں:(قل أصلح لهم فهو خير) یہاں لفظ فهو مبتدا محذوف ہے۔

٩ 'إلى' زائدہ کو تاکید کے لیے لانے کا قاعدہ:

یہ فراء کی رائے ہے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے استدلال کیا ہے۔﴿فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْ إِلَيْهِمْ﴾[إبراهيم:٣٧] تهوى فعل کو واؤ کے فتحہ کے ساتھ پڑھنے والی قراءت میں۔[شرح الألفية للأشموني:٢/٢١٤]یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس آیت میں فعل 'تهوى' تمیل (جھکاؤ) کے معنی کو متضمن ہے زائدہ نہیں۔ [البرهان للزركشي:٤/٢٣٤، شرح الألفية للأشموني:٤/٢١٤]

یہ ان قواعد کی مثالیں ہیں جو قراءت کے بننے یا اس میں شراکت کے اعتبار سے ہیں۔

❷ وہ قراءات جن سے قاعدہ نحویہ کی تائید ہوتی ہے۔

نحوی قواعد بنانے والوں نے قراءتِ قرآنیہ کو بنیاد بنانے اور ان سے قواعد وضع کرنے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ان قواعد کی تائید اور تثبیت بھی حاصل کی ہے۔علماے کرام اپنی آراء اور قواعد بیان کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی حیثیت واستطاعت کے مطابق قرآن وحدیث، شعر ونثر سے دلائل وشواہد تلاش کرنے میں لگے رہتے ہیں۔ قوت وصحت کے اعتبار سے جس قدر دلیل مضبوط ہوگی تو قاعدہ بھی صحت واثبات کے اعتبار سے اتنا ہی قوی ہوگا۔

اسی طرح قراءات کے اندر علما اور ائمہ کرام کے لیے وسیع میدان ہے جن میں بہت سارے ایسے دلائل موجود ہیں جو ان کے قواعد اور نظریات کو وسعت دیتے ہیں، چاہے وہ بصری ہوں یا کوفی یا شامی۔اس بحث میں کوفی حضرات باقی لوگوں سے سبقت لے گئے ہیں، چاہے وہ کام انفرادی ہو یا مدارس یا مذاہب کی سطح پر۔اب ہم وہ قواعد نحویہ پیش کر رہے ہیں جن کی قراءتِ قرآنیہ سے تائید ہوتی ہے:

❶ 'قبل' اور 'بعد' کے مضاف الیہ کو لفظی اور تقدیری نیت کے بغیر حذف کرنا:

اس قاعدے کی تائید اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے ہوتی ہے۔﴿لله الأمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ﴾[الروم:٤، معجم القراءات:٥/٦٤] یہاں اس آیت مبارکہ میں لفظ 'قبل' اور 'بعد' دونوں کلمات پر تنوین اس اعتبار سے ہے کہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ دونوں کلمے لفظی ومعنوی طور پر اضافت سے جدا ہیں اور یہ دونوں کلمات اس حالت میں تنوین آنے کی وجہ سے نکرہ ہیں۔[المقتضب المبرد:۲۰۷/۴، شرح الألفية للأشمونی:۲۷۰/۲]

❷ 'ال' کے ساتھ ملے ہوئے اسم کا منادی پر عطف کرنا:

جیسے:"یا محمد والغلام" یہاں اس مثال میں لفظ الغلام کا لفظ محمد پر عطف پڑ رہا ہے۔عطف کا لحاظ رکھتے ہوئے لفظ الغلام پر رفع دینا اور اس کے محل کی رعایت کرتے ہوئے نصب دینا دونوں طرح ہی جائز ہے۔

نصب دینے والے قاعدے کی تائید قرآن مجید کی اس آیت مبارکہ سے ہوتی ہے:﴿يٰجِبَالُ أَوِّبِيْ مَعَهُ وَالطَّيْرَ﴾(سبا:۱۰)[النشر:۳۴۹/۲] یہاں لفظ 'الطیر' پر نصب ہے۔اس قراءت کو خلیل اور سیبویہ نے اختیار کیا ہے۔[أوضح المسالك لابن هشام:۸۷/۳،معجم القراء ات:۱۴۶/۵]

❸ ارادہ مناسبت کی بنیاد پر غیر منصرف کو منصرف بنا دینا:

اس قاعدے کی تائید امام نافع رحمہ اللہ اور امام کسائی رحمہ اللہ کی اس قراءت سے ہوتی ہے۔﴿سَلٰسِلَا وَأَغْلَالًا وَّسَعِيْرًا﴾(الدھر:۴)[البدور الزاهرة لعبد الفتاح القاضی:ص۳۳۲] یہاں اس آیت مبارک میں امام نافع اور امام کسائی نے لفظ سَلٰسِلَا کو اغلالا کے ساتھ ملا ہوا ہونے کی وجہ سے منصرف یعنی تنوین کے ساتھ پڑھا ہے۔اس قاعدے کی تائید امام اعمش رحمہ اللہ کی قراءت سے بھی ہوتی ہے جو﴿ولا يغوثا ويعوقا ونسراً﴾(نوح:۲۳)[مختصر فی شواذ القرآن لابن خالویہ:ص۱۶۲] میں یغوث ویعوق کو نسراً کے ساتھ ملا ہوا ہونے کی وجہ سے منصرف یعنی تنوین کے ساتھ پڑھا ہے جب کہ اس میں اسباب منع صرف کے دو سبب 'علم' اور 'وزن فعل' پائے جاتے ہیں۔

[شرح الألفية للأشمونی:۲۷۵/۳]

❹ حتی کے بعد حال پر دلالت کرنے والے فعل مضارع کو رفع دینا:

اس قاعدہ کی تائید اس فرمان باری تعالیٰ﴿وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ﴾[البقرة:۲۱۴] سے ہوتی ہے۔یہاں حال پر دلالت کرنے کی وجہ سے فعل مضارع کو رفع دینا جائز ہے اور یہ قاعدہ امام نافع رحمہ اللہ کی قراءت کے موافق ہے۔[مغنی اللبیب:۱۲۶/۱]

❺ مشغول عنہ اسم کو نصب دینا جب اسے نصب یا رفع دینے والے کوئی سبب نہ ہو:

اس قاعدہ کی تائید اس فرمانِ باری تعالیٰ سے ہوتی ہے۔﴿جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ آبَائِهِمْ﴾[الرعد:۲۳] یہاں اس آیت مبارک میں لفظ 'جنات' کو نصب کے ساتھ پڑھنا جائز ہے۔اس قاعدہ کی تائید اس قول شاعر سے بھی ہوتی ہے۔

فارسا ما غادروه ملحما
غير زميل ولا نكس وكل

یہاں فارساً کو منصوب پڑھا گیا ہے۔[شرح الألفية للأشمونی:۸۲/۲]

❻ صفت کو حذف کر کے موصوف کو باقی رکھنا:

نحاۃ نے اس قاعدے کے لیے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے استدلال کیا ہے۔﴿يَأْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ غَصْبًا﴾

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

[الکھف:۷۹]اس آیت مبارکہ میں لفظ 'سفینة' موصوف ہے اس کی صفت صالحة محذوف ہے،یعنی ہر اچھی کشتی کو غصب کر لیتا تھا۔اور اس صفت کے محذوف ہونے کی تائید اس قراءت سے بھی ہوتی ہے۔﴿وَكَانَ وَرَائَهُمْ مَلِكٌ يَّأْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ(صالحة) غَصْبًا﴾[شرح الألفية للأشمونی:۷۱/۲،البحر المحيط:۱۵۴/۶]

❼ لفظ 'مع' کو بطور اسم لانا:

اس پر سیبویہ نے اپنی حکایت میں استدلال کیا ہے۔

جیسا کہا جاتا ہے: ذهبت من معه اور اس قاعدہ کی تائید اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے بھی ہوتی ہے:﴿هٰذَا ذِكْرُ مَنْ مَّعِيَ﴾ (الانبياء: ۲۴)[الاتقان:۱۷۶/۱،مغنی اللبيب لابن ہشام:۳۳۳/۱،معجم القراءات:۱۳۱/۴]

❽ فعل کو تثنیہ اور جمع کی دو علامتوں کے ساتھ لانا جب کہ اس کا فاعل تثنیہ یا جمع ہو:

حالانکہ معروف قاعدہ یہی ہے کہ فعل کی نسبت جب فاعل تثنیہ یا جمع کی طرف ہو رہی ہو تو فعل ان دونوں علامتوں سے خالی ہوگا۔

جیسا کہ کہا جاتا ہے: جاء المحمدون ، جاء المحمدان اب یہاں پر 'جاءوا' یا 'جاءا' نہیں کہہ سکتے۔ اس جیسی ترکیب میں نحاۃ کی ایک جماعت نے فعل کو جمع اور تثنیہ لانے کی اجازت دی ہے۔اور اس قاعدہ کو قبیلہ 'طیٔ' کی لغت کی طرف منسوب کیا ہے۔[شرح الألفية للأشمونی:۴۸/۲]اس پر انہوں نے مختلف دلائل سے استدلال کیا ہے۔ان میں سے رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان بھی ہے۔«يَتَعَاقَبُوْنَ فِيْكُمْ مَلَائِكَةٌ بِاللَّيْلِ وَمَلَائِكَةٌ بِالنَّهَارِ»[صحيح البخاري:۵۵۵]

''رات اور دن میں فرشتے تمہارے پاس آگے پیچھے آتے جاتے ہیں۔''

اس قاعدہ کی تائید اس قول شاعر سے بھی ہوتی ہے:

يلومونني في اشتراء النخيل
أهلي فكلهم يعزل

اسی طرح اس قاعدہ کی تائید اس آیت قرآنی سے بھی ہوتی ہے:﴿وَأَسَرُّوْا النَّجْوَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا﴾ [الانبياء:۳]ابن مالک رحمہ اللہ نے اس قاعدہ کی تائید امام حسن رحمہ اللہ کی قراءت سے کی ہے۔ان کی قراءت میں الفاظ کچھ یوں ہیں: (يوم يُدْعَوْا كل أناس بإمامهم)[الاسراء:۷۱]کی ہے۔ امام حسن رحمہ اللہ کی یہ قراءت (أكلوني البراغيث) پر شاہد ہے۔ [شواهد التوضيح لابن مالك:ص۱۷۲]

❾ أن کو لعل کے معنی میں لانا:

اس قاعدے کی تائید اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے ہوتی ہے:﴿وَمَا يُشْعِرُكُمْ أَنَّهَا إِذَا جَاءَتْ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾ [الانعام:۱۰۹]اس آیت مبارکہ کو ابی بن کعب رضی اللہ عنہ وما يشعركم لعلها إذا جاءت لا يؤمنون پڑھتے ہیں۔خلیل بن احمد رحمہ اللہ کی بھی یہی رائے ہے اور زجاج رحمہ اللہ نے بھی اس کی تائید کی ہے۔ جب کہ فارسی رحمہ اللہ نے اس کا رد کیا ہے، کیونکہ لعل کے اندر جو توقع پائی جاتی ہے وہ حکم کے منافی ہے اور ان کے ایمان نہ لانے پر دلالت کرتی ہے۔

[مغنی اللبيب:۲۵۱/۱]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

❶ حال کو مجرور (ذوالحال) پر مقدم کرنا:

اس قاعدہ کی تائید کے لیے انہوں نے اس آیت مبارکہ سے استدلال کیا ہے: ﴿وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ﴾ [الزمر:٦٧] یہاں لفظ مطویت کو نصب کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَقَالُوْا مَا فِيْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا﴾ (الانعام:١٣٩)[مختصر فی شواذ القرآن:ص٤١] یہاں لفظ خالصة کو نصب کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔علامہ اشمونی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہاں ان دونوں آیات میں لفظ 'مطویات' اور 'خالصة' کو نصب کے ساتھ پڑھنے کی اجازت دینے والوں نے اپنے اس قاعدے پر استدلال کیا ہے۔[شرح الألفية للأشمونی:١٨١/٢]

❸ ایسی قراءات جن سے قواعدِ نحویہ کو رد کیا گیا ہے

قراءاتِ قرآنیہ فقط قواعد سازی یا ان کی تائید پر ہی اکتفا نہیں کرتیں بلکہ بسا اوقات ان قراءات قرآنیہ کے ساتھ بعض قواعدِ نحویہ کو رد بھی کر دیا جاتا ہے۔متعدد نحاۃ نے قراءاتِ قرآنیہ پر اعتماد کرتے ہوئے قواعدِ نحویہ کو رد کیا ہے۔

قراءاتِ قرآنیہ پر اعتماد کرتے ہوئے رد کیے جانے والے قواعدِ نحویہ میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

① لفظ 'حیث' کو مبنی برضمہ پڑھنے اور اعراب نہ دینے کا قاعدہ:

یہ قاعدہ قرآن مجید کی اس آیت مبارکہ ﴿سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ میں لفظ حیث پر کسرہ پڑھنے والوں کی قراءت سے ٹوٹ جاتا ہے۔[الاعراف:١٨٢،البرهان للزركشی،ص٢٧٤،معجم القراءات:٤٢٥/٢]

② جب فعل معرب یا جملہ اسمیہ کی طرف مبہم زمانے کی اضافت ہو تو بصریوں کے نزدیک اسے اعراب دینا واجب ہے۔

اس وجوب کو امام نافع رحمہ اللہ کی قراءت نے توڑ دیا ہے۔﴿هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ﴾ [المائدة:١١٩،النشر:٢٥٦/٢] وہ اس آیت مبارکہ میں لفظ 'یوم' کے نصب کے ساتھ پڑھتے ہیں۔

اسی طرح قراء سبعہ میں سے امام ابن کثیر رحمہ اللہ اور امام ابی عمرو بصری رحمہ اللہ کے علاوہ باقی قراء اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ﴿يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْئًا﴾ [الانفطار:١٩،النشر:٣٩٩/٢] میں بھی لفظ 'یوم' کو فتحہ کے ساتھ پڑھتے ہیں۔[مغنی اللبیب:٣٥٣/٢]

❹ وہ قراءات جن پر ایک ہی آیت میں کئی اعرابی وجوہ مرتب ہوتی ہیں

بسا اوقات قراءاتِ قرآنیہ کسی آیت میں اِعرابی وجوہ کے اختلاف کا سبب بنتی ہیں۔اسکی مثالیں درج ذیل ہیں:

① اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ﴿اِنَّ كُلًّا فِيْهَا﴾[غافر:٤٨] میں امام عیسی بن عمر رحمہ اللہ کی قراءت میں لفظ كلًا کے اعراب میں نحاۃ کے کئی موقف ہیں۔[معجم القراءات:٥١/٦]

امام زمخشری رحمہ اللہ اور امام فراء رحمہ اللہ کا خیال ہے کہ 'كلا' إنّ کے اسم کی تاکید کے لیے ہے۔

جب کہ ابن مالک رحمہ اللہ کا خیال ہے کہ یہ جار مجرور میں ضمیر مستتر سے حال ہے جو کہ مرفوع ہے اور ان دونوں اعرابوں کا معارضہ ابن ہشام نے مغنی اللبیب میں کیا ہے۔پھر وہ کہتا ہے کہ صحیح بات یہ ہے کہ یہ بدل ہے اور اس کا بدل حاضر کی ضمیر سے واضح ہو رہا ہے۔ہر چیز کا بدل اس وقت جائز ہے جب وہ کسی مفید چیز کا احاطہ کیے ہوئے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو۔ابن ہشام نے 'کلا' کے اعراب کے بارے میں اپنی رائے کے اظہار پر اکتفا ہی نہیں کیا بلکہ ابن مالک رحمہ اللہ کی سابقہ رائے کو دو جہتوں سے ضعیف قرار دیا ہے۔

❶ حال کو اس کے عامل ظرف سے مقدم کرنا

❷ لفظ 'کل' کو لفظی اور تقدیری طور پر اضافت سے الگ کر دینا تاکہ وہ نکرہ ہو جائے اور اسکا حال بننا درست ہو۔

② ابن ابی عبلہ کی قراءت میں اللہ کے اس فرمان ﴿فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ﴾ [البقرة:۲۸۳] میں لفظ 'قلبه' کو منصوب پڑھا گیا ہے اور یہ قراءتِ شاذہ ہے۔ نحاۃ نے اس کلمہ کے اعراب میں بھی کئی موقف اختیار کیے ہیں۔مکی ابن ابی طالب رحمہ اللہ کی رائے ہے کہ یہ تمیز ہے۔اس رائے کو ابن ہشام نے ضعیف قرار دیا ہے اور مفعول بہ کے ساتھ تشبیہ دیتے ہوئے اس کو معرب یا إنَّ کے اسم سے بدل بنایا ہے۔

③ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ﴿وَقَالَ إِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِنْ دُونِ اللهِ أَوْثَانًا مَوَدَّةَ بَيْنِكُمْ﴾ [العنكبوت:۲۵] میں لفظ مودّۃ کو نصب اور رفع دونوں طرح پڑھنا جائز ہے۔اس دونوں قراءتوں پر درج ذیل امور مرتب ہوتے ہیں:

(ا) جب لفظ 'مودۃ' کو رفع کے ساتھ پڑھا جائے گا تو اس وقت آیت میں 'ما' اسم موصول الذین کے معنی میں ہوگا اور وہ إنّ کا اسم ہوگا۔تب معنی یہ ہوگا کہ ''إن الذين اتخذتموهم أوثانا من دون الله مودة بينكم''

(ب) اور جب لفظ مودۃ کو نصب کے ساتھ پڑھا جائے گا تو اس وقت 'ما' کافہ ہوگا اور أوثانا 'مفعول بہ اوّل' اور مودۃ 'مفعول بہ ثانی' یا 'مفعول لہٗ' ہوگا۔ [إعراب القرآن للزجاج:۹۲۰/۳]

④ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ﴿لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ﴾ [البقرة:۱۷۷] میں لفظ 'البر' نصب کے ساتھ ہے۔اور اس کو رفع کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے۔حالت نصب میں یہ لیس کی خبر ہوگی۔ جب کہ حالت رفع میں لیس کا اسم ہوگا اور یہ لغت معنی کے اعتبار سے زیادہ اقوی ہے۔

[التفسير لأبي السعود:۱۴۹/۱]

⑤ فرمان باری تعالیٰ ہے ﴿وَيَسْئَلُونَكَ مَاذَا يُنفِقُونَ قُلِ الْعَفْوَ﴾ [البقرة:۲۱۹] اس آیت مبارکہ میں لفظ 'العفو' کو نصب اور رفع دونوں طرح پڑھا گیا ہے۔ دونوں قراءتیں پڑھنے سے اس آیت کا اعراب مختلف ہو گیا ہے۔ لفظ العفو کو منصوب پڑھنے کی صورت میں لفظ 'ما' لفظ 'ینفقون' کا مفعول بہ ہوگا۔اور مرفوع پڑھنے کی صورت میں 'ما' کو استفہامیہ والا اعراب دیا جائے گا تو اس وقت 'ما' مبتداء اور 'ذا' موصولہ ہوگا اور 'العفو' مبتدا محذوف کی خبر ہوگی جو المنفق ہے۔[إعراب القرآن للزجاج:۱۹۱/۱، التفسير لأبي السعود:۱۶۷/۱]

⑥ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿قَالَ مُوسَى مَا جِئْتُمْ بِهِ السِّحْرُ﴾ [يونس:۸۱] اس آیت مبارکہ میں لفظ 'السحر' کو اسی طرح پڑھا گیا ہے جس طرح ہم نے ذکر کیا ہے۔نیز اس کو 'آلسحر' ہمزہ استفہام کے اضافہ کے ساتھ اور 'ما جئتم به سحر' بدون الف بھی پڑھا گیا ہے۔پہلی قراءت کی صورت میں ما موصولہ مبتدا ہوگا اور اس کی خبر 'السحر' ہوگی۔دوسری قراءت کی صورت میں 'ما' مبتدا ہوگا اور اس کے بعد میں آنے والی عبارت (جئتم به) اس کی خبر ہوگی جب کہ کلمہ السحر 'ما' سے بدل ہوگا یا 'ما' اور اس کے بعد والی عبارت (جئتم

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بہ) جو دونوں مل کر مبتدا بنتے ہیں، یہ اس کی خبر ہوگی۔ یا لفظ السحر مبتدا محذوف کی خبر ہوگی تو تقدیری طور پر عبارت یوں ہوگی: 'أهو السحر'

② اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿هَيْتَ لَكَ﴾ [یوسف:۲۳] اس آیت مبارکہ میں لفظ 'هیت' کو 'هاء' کے فتحہ کے ساتھ پڑھا گیا ہے جیسا کہ اس کو 'هاء' کے کسرہ کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے۔ پہلی صورت میں یہ اسم فعل ماضی بمعنی تهیأت ہوگا۔ جب کہ دوسری صورت میں اسم فعل امر بمعنی أقبل ہوگا۔

⑤ وہ قراءات جن سے نادر نحوی اشارات ملتے ہیں

قراءاتِ قرآنیہ نے بعض نادر نحوی قواعد واشارات بھی ایجاد کیے ہیں جو لوگوں کے درمیان معروف نہیں ہیں۔ یعنی قراءات سے ایسا قاعدہ نکلتا ہے جو غیر مانوس ہوتا ہے، انھی اَسباب کی وجہ سے بے شمار نحوی قواعد وضع ہوئے۔ وہ نوادر نحوی قواعد جو قراءات سے پیدا ہوئے ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

① فعل مضارع کو نصب دینے والے أنْ ناصبہ کے عمل کو ختم کر کے اس کو 'ما' مصدریہ کے معنی پر محمول کر دینا:

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَالَّذِي أَطْمَعُ أَنْ يَغْفِرَ لِي خَطِيئَتِي يَوْمَ الدِّينِ﴾ [الشعراء:۸۲] بعض نحاۃ نے یہاں أن ناصبہ کے عمل کو مہمل قرار دے کر ما مصدریہ پر محمول کرتے ہوئے فعل مضارع (أن يغفر لي) کو رفع دیا ہے اور ابن محیصن کی قراءت سے بھی اس قاعدہ کی تائید ہوتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ﴿لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ﴾ میں لفظ 'یتم' کو اس اعتبار سے رفع دے کر پڑھتے ہیں کہ یہاں أنْ مصدریہ ہے اور اس کا کوئی عمل بھی نہیں ہے۔ اس قاعدہ کی تائید شاعر کے اس قول سے بھی ہوتی ہے۔

أن تقرآن على أسماءَ ويْحكُما
منِّي السلامَ وأن لا تُشْعرَا أحداً

اس شعر کے قائل کا علم نہیں ہے لہٰذا اسے آیت کے ساتھ نہیں ملایا جائے گا۔ پس یہ قراءتِ قرآنیہ ہی اس قاعدہ کی تائید کے لیے کافی ہے۔ یہ ایک انتہائی نادر اور غریب قاعدہ ہے۔

② غیر مقرر مقامات میں أنْ مقدرہ کے ساتھ نصب دینا:

نصب کا یہ قاعدہ انتہائی نادر ہے اور کلام عرب سے سوائے چند اشعار کے اس کی تائید نہیں ہوسکی جیسا کہ شاعر کا قول ہے۔

ألا أيُّهَذَا الزّاجِرِي أحضُرَ الوَغَى
وأن أشهَدَ اللَّذَّاتِ هَلْ أنتَ مُخْلِدِي

''خبردار اے وہ آدمی کہ تو مجھے ڈانتا ہے۔ (وغی) شراب لے آ اور یہ کہ میں لذات سے فائدہ حاصل کروں، کیا تو نے ہمیشہ بیٹھے رہنا ہے۔''

شاعر کے اس شعر میں لفظ أحضر کو أن مقدرہ کی وجہ سے نصب دی گئی ہے۔

اسی طرح عربوں کا محاورہ ہے: ''تسمع بالمعيدي خير من أن تراه'' ''معیدی سے کچھ سننے سے بہتر ہے کہ تو اسے دیکھے۔'' اس عبارت میں جو اس محاورے میں ہے لفظ 'تسمع' أن مقدرہ کی وجہ سے منصوب ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس قاعدے کی تائید اس قراءتِ قرآنیہ سے بھی ہوتی ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:﴿بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهُ فَإِذَا هُوَ زَاهِقٌ﴾ [الأنبياء:١٨] یہاں اس آیت مبارکہ میں لفظ 'فیدمغه' کو منصوب بھی پڑھا گیا ہے۔یہ ایک انتہائی نادر اور غریب قاعدہ ہے۔

③ لفظ (لات) کا زمانے کو جر دینا:

معروف یہی ہے کہ لفظ 'لات' اپنے مابعد کو نصب دیتا ہے،لیکن فراء کی رائے میں 'لات' اپنے بعد واقع ہونے والے زمانے کو جر دیتا ہے۔[شرح الألفية للأشمونی:٢٠٦/١]انہوں نے یہ قاعدہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان﴿وَلَاتَ حِينَ مَنَاصٍ﴾[ص:٣] [البحر المحيط:٣٨٣/٧] سے اخذ کیا ہے۔جس میں ایک قراءت کے مطابق لفظ 'حین' کو جر کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔یہ ایک انتہائی نادر اور غریب قاعدہ ہے۔

④ 'لم' جازمہ کا 'لن' ناصبہ والا عمل کرنا:

معروف یہی ہے کہ 'لم' فعل مضارع کو جزم دیتا ہے جبکہ 'لن' نصب دیتا ہے۔[مغنی اللبیب ٢٧٧/١]بعض نحاۃ نے ذکر کیا ہے کہ 'لم' جازمہ بھی 'لن' ناصبہ کی طرح نصب دیتا ہے۔[شرح الألفية لابن عقيل:٢١٨/٢] اور انہوں نے اس قاعدے کی بنیاد اللہ کے اس فرمان باری پر رکھی ہے۔﴿أَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ﴾ [الانشراح:١] یہاں اس آیت مبارکہ میں لفظ ألم نشرح میں فعل مضارع کو نصب کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے۔اس قاعدے میں غرابت ہے جو اس کے ذکر سے مانع ہے۔[مغنی اللبیب:٢٧٧/١]

⑤ فاء کے ساتھ ملے ہوئے حصر کے بعد واقع فعل مضارع کو نصب دینا: [شرح الألفية:٣٠٥/٣]

یہ قاعدہ اللہ تعالیٰ کے اس قول﴿وَإِذَا قَضَى أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُونَ﴾[البقرة:١١٧] سے اخذ کیا گیا ہے۔یہاں اس آیت مبارکہ میں لفظ فیکون فاء کے ساتھ ملنے اور 'إنما' کلمہ حصر کے بعد واقع ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

① اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:﴿إِنَّ هَذَانِ لَسَاحِرَانِ﴾[طه:٦٣،النشر:٣٢١/٢،معجم القراءات:٨٩/٤]

اس آیت کو دو طریقوں سے پڑھا گیا ہے:ان میں سے ایک جو گزر چکا ہے۔دوسرا لفظ 'هذين' کو نصب دیتے ہوئے یا کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔بعض نحویوں کے خیال میں شاید دوسری قراءت کی توجیہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے،کیونکہ 'هذين' إن کا اسم ہے اور لام مؤکدہ ہے اور ساحران اس کی خبر ہے،لیکن پہلی قراءت جو کہ إنّ کی تخفیف اور هذان کے رفع کے ساتھ ہے۔اس کی توجیہہ میں نحویوں کے درمیان بہت زیادہ اختلاف ہے جو درج ذیل ہے:

(ا) إنْ، نعم کے معنی میں ہے اور هذان مبتداء ہے،لیکن خبر کے ساتھ لام کا وجود اس توجیہہ کو ضعیف قرار دیتا ہے۔

(ب) إن مخففہ ہے اور اس کا اسم ضمیر شان محذوف ہے یہ قراءت ضعیف ہے،لیکن اس توجیہہ کو یہ امر ضعیف کر دیتا ہے کہ (إن) مکسورۃ الهمزة مخففہ نہیں ہوتا اور نہ ہی اس کا اسم پوشیدہ ہوتا ہے۔

(ج) اسی طرح یہ بھی کہا گیا ہے کہ حارث بن کعب کی لغت پر اس کا استعمال جاری ہے اور تمام حالتوں میں تثنیہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو الف کے ساتھ ہی لکھا جاتا ہے۔

② ﴿مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَ الْحُكْمَ وَ النُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ لٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَ بِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ۝ وَ لَا يَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا﴾ [آل عمران:۷۹،۸۰]

''کسی انسان کا یہ کام نہیں ہے کہ اللہ تو اس کو کتاب، حکم اور نبوت عطا فرمائے اور وہ لوگوں سے کہے کہ اللہ کے بجائے تم میرے بندے بن جاؤ۔ وہ تو یہی کہے گا کہ سچے ربانی بنو جیسا کہ اس کتاب کی تعلیم کا تقاضا ہے جسے تم پڑھتے اور پڑھاتے ہو۔ وہ تم سے ہرگز یہ نہ کہے گا کہ فرشتوں کو یا پیغمبروں کو اپنا رب بنالو۔''

اس آیت کریمہ میں کلمہ 'یأمرکم' میں دو قراءتیں ہیں:

پہلی قراءت فعل مضارع کے رفع کے ساتھ اور دوسری نصب کے ساتھ۔

ابن ہشام فرماتے ہیں کہ رفع کی قراءت جملہ استئنافیہ ہونے اور ماقبل سے منقطع ہونے کی بنا پر ہے اور فاعل ضمیر مستتر ہے جو لفظ اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹتی ہے اور 'لا' نافیہ ہے جب کہ نصب کی قراءات ماقبل پر عطف کی بنا پر ہے۔

رُتْبَــةُ الْعِلْــمِ عَلَــى الرَّيْبِ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تحقیق و تنقید

حافظ حمزہ مدنی ☆ قاری فہد اللہ *

مسئلہ خلط قراءات اور علمِ تحریرات کا فنی مقام

زیرِ نظر مضمون کا تعلق علم قراءات کے خالص فنی نوعیت کے موضوعات سے ہے۔ اس کے شائع کرنے کا پس منظر یہ ہے کہ برصغیر پاک و ہند میں مسئلہ خلط قراءات کی حساسیت کے پیش نظر مختلف اہل فن حضرات میں تجوید و قراءات کے اسلوبِ تدریس میں کافی نمایاں فرق پایا جاتا ہے۔ اکثر اہل علم اس حوالے سے تعلیم قراءات میں تسہیل کے ملکۂ نظر کے حامل ہیں، جبکہ محققانہ ذوق رکھنے والے اَساتذہ کے اسلوبِ تدریس میں تسہیل کے بجائے علم و تحقیق کے فروغ اور انحطاطِ علم سے بچاؤ کا پہلو زیادہ نمایاں ہے۔ اس سلسلہ میں ادارہ کا رجحان یہ ہے کہ اس ضمن میں دونوں پہلو ہی قابل توجہ ہیں کہ نہ تو تسہیل ''تساہل'' پر مبنی ہونی چاہیے اور نہ ہی تحقیقی ذوق علم قراءات کے اگلی نسلوں تک ترسیل میں رکاوٹ بننا چاہیے۔ عالم اسلام بشمول برصغیر پاک و ہند میں قراءات عشرہ کبریٰ کی تدریس کے منقطع ہونے میں دیگر عوامل کے ساتھ ساتھ اس تحقیقی ذوق کا بھی کافی دخل ہے۔ اسی احساس کے پیش نظر عالم عرب کی مشہور علمی شخصیت امام القراء علامہ عبد الفتاح القاضی رحمہ اللہ نے فنی چیزوں سے قطع نظر تدریس قراءاتِ عشرہ کبریٰ کی رائے پیش فرمائی۔ دلچسپ اتفاق تھا کہ یہی رجحان اُس دور میں یا شائد اس سے چند سال قبل برصغیر پاک و ہند میں ترویج پا چکا تھا۔

پیش نظر مضمون کے ضمن میں اگر ذیل کے چند پہلو مدنظر رہیں تو مسئلہ کی حساسیت میں متوازن رائے کو قبول کرنے کا رجحان پیدا ہوسکتا ہے۔ ہماری رائے میں مسئلہ خلطِ قراءات بفحوائے حدیث: فَاقْرَءُ وْا مَاتَيَسَّرَ شرعی تسہیلات کے قبیل سے ہے، جیسا کہ حدیثِ ہشام رضی اللہ عنہ اس پر نص ہے کہ وہ سورۃ الفرقان کو مختلف حروف (قراءات) کے ساتھ پڑھ رہے تھے، چنانچہ (روایتی موقف کے برخلاف) ہماری رائے میں خلط قراءات کی اجازت کو آئمہ قراءات تک محدود کر دینا، چنداں مناسب معلوم نہیں ہوتا۔ متعدد قراءات کے اختلاط کے ''غیر شرعی'' ہونے کا تو سلف و خلف میں شائد ہی کوئی قائل ہو، البتہ بالعموم فنی پہلو سے اسے غلط سمجھا جاتا رہا ہے اور اس پہلو سے شائد کسی صاحبِ علم کو مجالِ انکار بھی نہ ہو۔

علم الروایہ میں باعتبار روایتِ اختلاط و ترکیبِ روایات کے عدمِ جواز پر اہل فن کا اتفاق ہے، لیکن درپیش مشکل یہ ہے کہ 'مبحث اختیارات' تقاضا کرتی ہے کہ فن قراءات میں اگر اس پس منظر کے اعتبار سے بھی خلط کو ناجائز قرار دیا جائے تو بھی ایک حد سے زیادہ اس پر پرتشدد موقف کو اپنانا ممکن نہیں، کیونکہ یہاں بنیادی رکاوٹ اختیاراتِ آئمہ کا متفقہ تعامل ہے۔

تقلید چونکہ تمام علومِ شرعی و غیر شرعی میں قبیح ہے، چنانچہ اہل علم میں اختلاف کی صورت میں دلائل کی بنیاد پر ہی ترجیح قائم کرنی چاہیے اور صریح دلائل کی روشنی میں سلسلہ کا تصلّب کبھی حائل نہیں ہونا چاہیے، جبکہ اس سلسلہ میں صریح شرعی رخصت اور اسلاف کا متفقہ تعامل بھی موجود ہے۔ پس فن کی تدریس میں اسی 'سختی' پر ہمارے تحفظات ہیں، ورنہ ہم خود 'تحریرات' کا اہتمام نہ کرنے کو فنی پہلو سے معیوب سمجھتے ہیں، جبکہ شرعی پہلو سے اس میں بہرحال عیب نہیں۔ (ادارہ)

☆ مدیر کلیّۃ القرآن الکریم، جامعہ لاہور الاسلامیہ، لاہور

* فاضل کلیّۃ القرآن الکریم، جامعہ لاہور الاسلامیہ، لاہور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تخلیق انسانیت کے بعد دنیا میں انسان کے رہنے کا مقصد بتلانا اور اس کے حصول کے لئے طریقہ کار متعین کرنا، تاکہ انسان اپنی منزل تک رسائی حاصل کر سکے یہ بھی خالق انسانیت کا فرض تھا۔لہٰذا اس ذمہ داری سے عہدہ برا ہونے کے لئے اللہ رب العزت ہر دور میں رہنما اصول نازل فرماتے رہے اور اُن اُصولوں کو بندوں تک پہنچانے اور اُن پر عمل کر کے لوگوں کے سامنے اُسوۂ حسنہ پیش کرنے کے لئے مدبر کائنات، انبیاء کرام جیسی مقدس ہستیاں مبعوث فرماتے رہے تاکہ وہ راہِ حق سے بھٹکے ہوئے ابنائے آدم کو سبیلِ ہدایت سے روشناس کرائیں اور ان کی عملی زندگی میں پیش آمدہ مشکلات کا قابل عمل حل تجویز کریں۔سیّدنا آدم علیہ السلام سے لے کر جناب عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام تک یہ سلسلہ جاری رہا آخر میں یہ ذمہ داری جناب نبی کریم ﷺ کی طرف منتقل کر دی گئی۔

جمیع انبیاء علیہم السلام کو جو تعلیمات عطا کی گئی وہ ان کی مادری زبان میں ہوتی تھیں لہٰذا نبی کریم ﷺ کو قرآن کریم بھی عربی زبان میں ہی عطا کیا گیا۔قرآن میں موجود احکامات پر عمل کرنا جہاں لازم قرار دیا گیا، وہاں اس کی تلاوت کو عبادت اور تقرب الٰہی کا سب سے بڑا ذریعہ قرار دیا گیا اور تلاوت نہ کرنے والے کو دربارِ حق کا مجرم کہا گیا۔جب تلاوتِ قرآن کو دین میں اس قدر درجہ حاصل ہے تو ضروری تھا کہ اس کا پڑھنا اس قدر سہل ہو کہ ہر درجے کا قاری بآسانی تلاوت کر سکے، لیکن قرآن میں ابتداً یہ سہولت موجود نہ تھی، بوڑھوں اور بچوں کو خصوصاً تلاوت قرآن کے مسئلہ میں مشکلات کا سامنا ہو رہا تھا۔جس پر نبی اکرم ﷺ نے اللہ رب العزت سے آسانی کا مطالبہ کیا، لہٰذا آپ کی خواہش وطلب اور اُمت کی سہولت کو مدنظر رکھتے ہوئے اللہ رب العزت نے قرآن کریم کو سبعہ احرف میں نازل فرما دیا۔

اس کے بعد نبی مکرم ﷺ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو سبعہ احرف کے موافق مختلف انداز میں پڑھا دیتے اور بعد میں اجازت مرحمت فرما دیتے کہ 'فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ' اختلافات مرویہ کو جس ترتیب اور اسلوب کے موافق آسان سمجھو، پڑھ لو۔صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین آپ سے پڑھے ہوئے مختلف حروف میں سے بعض چیزیں اپنے لئے یوں متعین کر لیتے کہ سبعہ احرف سے ماخوذ ایک مخصوص اندازِ تلاوت (set) ترتیب پا کر ان کا معمول تلاوت بن جاتا اور اسی کے موافق وہ تلاوت کرتے تھے۔انہی حروفِ مختارہ کو ہی بعد ازاں قراءات صحابہ کا نام دیا گیا، جس طرح قراءت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، قراءت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، قراءت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ وغیرہم۔مختلف روایات میں سے بعض وجوہ کو اپنے لئے خاص کرنے کو اصطلاحاً 'اختیار' کہتے ہیں۔مسئلہ اختلافِ قراءت کی ساری بنیاد اسی پر ہے، لہٰذا پہلے اس کو سمجھنا ضروری ہے۔

اختیار کا لغوی مفہوم: لفظ اختیار یہ خار، اختار اور تخیّر سے مشتق ہے جس کے معنی چننا، ایک چیز کو دوسری پر فضیلت دینا، کسی چیز کا اچھا ہونا یا بہتر ہونا ہیں۔[لسان العرب]

اصطلاحی مفہوم:

''الاختيار ما اختاره القارى بين مرويا ته و مما قرأبه وروى قراء ة تنسب إليه''[النشر:۵۲/۱]

''اختیار یہ ہے کہ قاری مختلف روایات میں سے بعض اشیاء کو اپنے لئے خاص کر لے اسی کے موافق تلاوت کرے اور اسی کو اپنی قراءت کے طور پر روایت کرے۔''

دوسری تعریف:

امام ابوالفضل رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"الاختيار هو ما اختاره امام من ائمة القراء حروفاً و جدّد طريقاً فی القراء ة بشرط الاختيار"
''اختیار یہ ہے کہ ائمہ قراءات میں سے کوئی امام بعض حروف کو اپنی شرطوں کے مطابق اختیار کرے اور پھر اس (اختیار کردہ طریق) کے ساتھ علیحدہ ہوجائے۔'' [فتح الباري:۳۲/۹]

تیسری تعریف:

"الاختيار هو ما اختاره امام من أئمة القراء فيما روى و علم وجهه من القراء ات ماهو الأحسن عنده والأولى فالتزمه طريقة وأقرأبه واشتهر عنه عرف به و نسب اليه"
''اختیار یہ ہے کہ آئمہ قراء میں سے کوئی امام، وجوہ مرویہ میں سے کسی وجہ کو اختیار کرے جس کا اُسے علم ہو اور اس کے نزدیک سب سے بہتر و اولیٰ ہو پھر اُسی کا التزام کرے اُس سے تلاوت بھی کرے اور وہ اختیار اسی کی نسبت سے معروف ہو۔'' [الجامع لأحكام القرآن:ص۴۶]

چوتھی تعریف:

"الاختيار أن يعمد من كان اهلاله الى القراء ات المرويه فيختار منها ماهوا الراجح عنده و يجرد من ذلك طريقا فی القراء ة على حدة" [القراء ات القرانية بأفريقية،ص۱۰۹]
''اختیار یہ ہے کہ کوئی اہل شخص قراءات مرویہ میں سے کسی طریق کو اپنے لئے منتخب کرلے جو اس کے ہاں راجح ہے اور اسی اختیار کردہ قراءات میں منفرد ہوجائے۔''

مذکورہ تمام تعریفات سے معلوم ہوا کہ اختیار سے مراد یہ ہے کہ کوئی بھی امام روایاتِ مرویہ میں سے اپنی شرائط کے موافق کسی طریق کو اختیار کرلے اور اسی کے موافق تلاوت کرے اور وہ قراءت اس امام کی نسبت سے معروف ہوجائے۔قرون اولیٰ میں ایسے صاحب اختیار ائمہ بکثرت تھے جو اپنی اختیار کردہ قراءات کے موافق پڑھتے پڑھاتے رہے حتیٰ کہ یہ سلسلہ بہت وسیع ہوا۔

علامہ جزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
"إن القراء الذين أخذوا عن اولئك الائمة المتقدمين من السبعة وغيرهم كانوا مما لا تحصىٰ وطوائف لا تستقصىٰ" [النشر:۳۳/۱]
''وہ قراء جنہوں نے آئمہ سبعہ سے متقدمین کی قراءات اخذ کیں وہ اس قدر زیادہ تھے کہ ان کو شمار نہیں کیا جاسکتا۔''

امام مکی بن ابی طالب القیسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
"وقد ذكر الناس من الائمة فی كتبهم أكثر من سبعين فمن هو أعلى رتبة وأجل قدراً من هؤلاء السبعة" [النشر:۳۷/۱]
''مصنّفین نے ستر سے زیادہ ایسے ائمہ کا ذکر کیا ہے جو مقام و مرتبہ میں قراء سبعہ سے بھی بلند تر تھے۔''

امام جزری رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں:
"وقد ترك ابوحاتم وغيره ذكر حمزة والكسائی و ابن عامر و زاد نحو عشرين من الائمة ممن هو فوق هؤلاء السبعة" [أيضا]
''امام ابوحاتم رحمہ اللہ وغیرہ نے حمزہ رحمہ اللہ، کسائی رحمہ اللہ اور ابن عامر رحمہ اللہ کو چھوڑ کر تقریباً بیس کے قریب ایسے ائمہ ذکر کئے ہیں جو درجہ میں قراء سبعہ سے اعلیٰ تھے۔''

محقق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام ابوعبید، قاضی اسماعیل اور امام ابوجعفر طبری رحمہم اللہ نے اپنی کتب میں قراء سبعہ سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی مقدم وہ پندرہ قراءات بیان کی ہیں جو صحابہ کرام کے عہد میں پڑھی جاتی تھیں۔ [شرح سبعہ:۱/۷۸]

مذکورہ نصوص سے یہ معلوم ہوا کہ ہر دور میں بے شمار ائمہ قراءات ایسے رہے ہیں جو اپنے اختیارات کے موافق تلاوت کرتے تھے اور اپنے تلامذہ کو بھی اسی اختیار کردہ طریق کے موافق پڑھاتے تھے۔ ذیل میں ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ائمہ مختارین کس طرح اپنے اختیارات کو ترتیب دیتے تھے اور ان کی اپنے اساتذہ سے اختلاف کی نوعیت کیا تھی۔

پہلا قول

روی ابن الجزری بسنده عن حمزة الزیات قال قراء ت علی أبی عبد الله جعفر الصادق القرآن بالمدینة فقال ما قرأ علیّ أقرأ منك ثم قال لست أخالفك فی شیءٍ من حروفك إلا عشرة أحرف فإنی لست أقرأ بها وهی جائزة فی العربیة [غایة النهایة:۱/۱۹۶-۱۹۷]

''امام ابن جزری رحمہ اللہ اپنی سند کے ساتھ امام حمزہ زیات رحمہ اللہ کوفی سے روایت کرتے ہیں کہ امام حمزہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے مدینہ میں امام جعفر الصادق رحمہ اللہ کو قرآن سنایا۔ وہ فرمانے لگے کہ مجھے آپ سے بڑے قاری نے آج تک قرآن نہیں سنایا۔ پھر فرمایا کہ میں تیری پوری قراءت سے بجز ان دس حروف کے اتفاق کرتا ہوں میں ان کو نہیں پڑھتا اگرچہ یہ لغت عرب میں جائز ہے۔''

معلوم ہوا کہ تلامذہ اپنے استاتذہ سے بعض احرف میں اختلاف کرتے تھے اور یہ اختلاف اس بات کی دلیل ہے کہ وہ حروف انہوں نے کسی دوسرے استاد سے اَخذ کیے تھے اور مختلف اساتذہ کی تلاوت سے اپنا ایک سیٹ بنانا ہی اختیار ہے۔

دوسرا قول

امام یزیدی رحمہ اللہ جو امام ابوعمرو بصری رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں اور امام ابوعمرو رحمہ اللہ کی قراءت کے دونوں راویوں، ابوعمر حفص الدوری رحمہ اللہ اور ابوشعیب السوسی رحمہ اللہ کے استاد ہیں، ان کے اختیار کے بارے میں یاقوتؒ فرماتے ہیں:

"خالف فی القراء ة ابا عمرو فی حروف اختارها" [معجم الادباء:۲۰/۳۱]

''امام یزیدی رحمہ اللہ نے امام ابوعمرو کی اپنے حروف مختارہ میں مخالفت کی۔''

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"له اختیار کان یقرئ به أیضاً خالف فیه أبا عمرو فی أماکن یسیرة" [معرفة القراء الکبار:۱/۱۲۵]

''امام یزیدی رحمہ اللہ کا اپنا اختیار جس کے ساتھ وہ تلاوت کرتے تھے اس میں انہوں نے امام ابوعمرو رحمہ اللہ کی بعض مقامات پر مخالفت کی ہے۔''

تیسرا قول

قراءات عشرہ کے امام اول نافع رحمہ اللہ نے ستر تابعین سے قراءات اخذ کی ہیں ان کا اصول یہ تھا کہ جس وجہ میں دو اساتذہ جمع ہو جاتے اُسے لے لیتے اور جس میں ایک رہ جاتا اُسے ترک کر دیتے۔ [غایة النهایة:۲/۶۱-۶۲]

ان کے بارے میں امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وقد ترك من قراء ة ابا جعفر سبعین حرفاً" [غایة النهایة:۲/۳۳۳، معرفة القراء:۱/۹۱]

''امام نافع رحمہ اللہ نے (اپنے استاد) امام ابوجعفر کی قراءت کے ستر حروف ترک کر دیئے تھے۔''

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چوتھا قول

قراء سبعہ میں سے ساتویں قاری امام علی الکسائی رحمہ اللہ، امام حمزہ کوفی رحمہ اللہ، امام محمد بن ابی لیلی رحمہ اللہ، امام ابوبکر بن عیاش رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں۔قراءات میں ان کا زیادہ اعتماد اپنے استادِ خاص امام حمزہ کوفی رحمہ اللہ پر تھا۔

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"كان الكسائي يتخير القراء ات فياخذ عن قراء ة حمزه بعض و يترك بعضاً"

''امام کسائی رحمہ اللہ قراءات میں اختیارات کے قائل تھے وہ امام حمزہ کی قراءت سے بعض حروف کو لے لیتے تھے اور بعض کو چھوڑ دیتے تھے۔'' [معرفة القراء:۱/۱۰۱]

مذکورہ اَقوال سے معلوم ہوا کہ اَئمہ قراء اپنے اساتذہ کی قراءت سے اختلاف بھی کرتے تھے اور اس کی نوعیت یہ تھی کہ بعض حروف کو لے لیتے تھے اور بعض کو ترک کر دیتے تھے اور اس کی جگہ کسی دوسرے استاد سے اخذ کئے گئے حروف پڑھتے تھے۔ ہر ایک امام نے اپنے لئے شروط کے موافق ایک سیٹ بنا رکھا تھا جس کے مطابق وہ تلاوت کرتے تھے اور اسی کا نام اختیار ائمہ قراءات ہے۔

اختیارات آئمہ کے ضمن میں یہاں فن قراءات کی عالمی شخصیت اور اس فن کے سرخیل فضیلة الشیخ علامہ عبدالفتاح القاضی رحمہ اللہ کے تفصیلی بیان کو ذکر کرنا فائدے سے خالی نہیں، وہ فرماتے ہیں:

''یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ آئمہ عشرہ کی قراءات تو محض ان کے اختیارات ہیں، جس کا مطلب ہے کہ ان ائمہ میں سے ہر ایک نے جو کچھ نقل کیا، پھر اس کے متعلق تمام قرآنی وجوہات کو پرکھا اور جو جو وجہ جس جس کے نزدیک زیادہ صحیح اور بہتر تھی، اس نے اسی کو اس کے طرق سمیت اختیار کیا اور اس کے پڑھنے پڑھانے میں جت گیا۔ اسی سے وہ قراءت مشہور ہوئی یہاں تک کہ وہ اس کی پہچان بن گئی اور اسی کی طرف منسوب کی جانے لگی۔

اَئمہ اعلام میں سے امام قرطبی رحمہ اللہ نے 'اَحکام القرآن' میں اور امام زرکشی رحمہ اللہ نے 'البرہان' میں مذکورہ بات کی صراحت فرمائی ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھئے کہ امام نافع رحمہ اللہ نے اپنی قراءت مدنی تابعین مثلاً ابوجعفر رحمہ اللہ، عبدالرحمٰن بن ھرمز الاعرج رحمہ اللہ، شیبہ بن نصاح رحمہ اللہ اور محمد بن شہاب زہری رحمہ اللہ سے حاصل کیں۔ انہوں نے ان تمام کی قراءات سے ایک قراءت اختیار کی، جس کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے ایک حرف امام ابوجعفر رحمہ اللہ کی قراءت سے، دوسرا امام شیبہ رحمہ اللہ سے، تیسرا زہری رحمہ اللہ سے اور چوتھا ان کے علاوہ کسی اور سے لے کر ان تمام اختلافات کو ایک قراءت میں جمع کر دیا۔ المختصر سیدنا نافع مدنی رحمہ اللہ کی قراءت مذکورہ تابعین کی قراءات کا امتزاج ہے۔

امام أصمعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''سیدنا نافع رحمہ اللہ نے مجھے بتایا کہ میں نے سیدنا ابوجعفر رحمہ اللہ کی قراءت کے ستر (۷۰) حروف کو ترک کیا یعنی اپنی اختیار کردہ قراءت میں شامل نہیں کیا۔''

اسی طرح سیدنا ابوعمرو بصری رحمہ اللہ نے اپنا اختیار امام شیبہ بن نصاح رحمہ اللہ، سیدنا عاصم بن أبی النجود رحمہ اللہ، سیدنا عبداللہ بن کثیر رحمہ اللہ، امام حسن بصری رحمہ اللہ اور امام سعید بن جبیر رحمہ اللہ وغیرہ کی قراءات سے مرتب فرمایا۔ انہوں نے بھی سیدنا نافع رحمہ اللہ کی طرح اپنے مزاج کے مطابق مذکورہ لوگوں کی قراءات کی تلخیص وتہذیب کی۔ قصہ مختصر یہ ہے کہ امام ابوعمرو بصری رحمہ اللہ کا اختیار اور ان کی متعین قراءت ان کے شیوخ کی قراءات کا امتزاج ہے۔

اسی طرح امام کسائی رحمہ اللہ نے امام حمزہ زیات رحمہ اللہ، امام عیسیٰ بن عمر ہمدانی رحمہ اللہ، امام اسماعیل بن جعفر رحمہ اللہ اور امام یعقوب بن جعفر رحمہ اللہ سے جو کہ امام نافع رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں، کی قراءات سے اپنا اختیار مرتب کیا۔ انہوں نے ان سب

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی قراءات سے ایک نیا سیٹ ترتیب دیا۔ چنانچہ امام کسائی رحمہ اللہ سے منقولہ روایت ان کے شیوخ کی قراءات کا مجموعہ ہے۔ اس طرح باقی ائمہ کی قراءات کو سمجھئے۔

امام ابومحمد مکی القیسی رحمہ اللہ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب الإبانة عن معاني القراء ات میں اس طرح کی کئی مثالیں بیان کی ہیں، ان کا تفصیلی ارشاد ملاحظہ فرمائیں، فرماتے ہیں:

''ہر قاری کو یہ ضرورت پیش آئی کہ وہ کس قراءت کو ترک کرے اور کسے اختیار کرے۔ سوا امام نافع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے ستر (۷۰) تابعین سے علم قراءات حاصل کیا، لیکن ان میں سے ہر استاد کے حروف کو لے کر اپنا اختیار (set) ترتیب دیا جس کے ساتھ کوئی دوسرا بھی شریک و متفق تھا، حتی کہ میں نے یہ قراءت کا سیٹ بنا لیا۔ ان سے یہ بھی مروی ہے کہ وہ لوگوں کو اپنی خاص اختیار کردہ قراءت پڑھاتے تھے اور ان سے ان کے اکثر تلامذہ نے اسی اختیار کو اخذ کیا اور آگے نقل فرمایا۔ سیدنا نافع رحمہ اللہ کے ربیب یعنی بیوی کے پہلے شوہر کے بیٹے اور شاگردِ خاص سیدنا قالون رحمہ اللہ نے آپ سے یہی اختیار نقل فرمایا ہے، لیکن سیدنا نافع رحمہ اللہ کے دوسرے مشہور شاگرد سیدنا ورش رحمہ اللہ، جن کا امام قالون رحمہ اللہ سے فصل ووصل اور ہمزہ کی تحقیق وتخفیف وغیرہ کے سلسلہ میں تقریبا تین ہزار سے زائد حروف میں اختلاف ہے، ان کی روایت کی صورتحال یہ ہے کہ وہ سیدنا نافع رحمہ اللہ کے دوسرے رواۃ میں سے کسی سے بھی مروی نہیں اور نہ ہی ان اختلافات کو امام ورش رحمہ اللہ کے علاوہ کسی دوسرے راوی نے نقل کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ امام ورش رحمہ اللہ نے سیدنا نافع رحمہ اللہ کو اس طرح پڑھتے سنا، جیسے ان کے ملک 'مصر' میں پڑھا جاتا تھا، چنانچہ انہوں نے خصوصی مطالبہ کی بنا پر سیدنا نافع رحمہ اللہ سے ان کے اختیار کے بجائے ان کے اساتذہ میں سے کسی کی روایت کو اخذ کیا۔ چنانچہ امام ورش رحمہ اللہ کا اس طرح پڑھنا سیدنا نافع رحمہ اللہ کی اس روایت کے مطابق تھا، جو انہوں نے اپنے بعض شیوخ سے نقل کی، لیکن بعد میں جب انہوں نے اپنا ایک اختیار بنالیا تو اس کو چھوڑ دیا۔ تمام قراء کے رواۃ کا اختلاف اسی طرح سے ہے۔ سیدنا نافع رحمہ اللہ سے روایت کیا گیا ہے کہ وہ کسی بھی سنانے والے کی تردید نہیں کرتے تھے، جب اس کا پڑھنا ان کے کسی بھی شیخ کی قراءت کے مطابق ہو۔

امام کسائی رحمہ اللہ نے جب امام حمزہ رحمہ اللہ کے سامنے پڑھا تو ان سے تین سو حروف میں اختلاف کیا، کیونکہ انہوں نے یہ حروف سیدنا حمزہ رحمہ اللہ کے علاوہ اور مشائخ سے پڑھے تھے، چنانچہ ان سب کے مجموعہ سے اپنا ایک مستقل سیٹ بنالیا۔ انہوں نے سیدنا حمزہ رحمہ اللہ یا دیگر ائمہ میں سے کسی ایک کی قراءت کا ابتدائے قرآن سے انتہائے قرآن تک مکمل التزام نہیں کیا، بلکہ ان کے نزدیک جو قراءت زیادہ ان کے ذوق کے مطابق تھی اسی کو انہوں نے اختیار کرلیا۔ انہوں نے تمام مشائخ کی قراءات میں سے اپنا خاص اختیار (set) ترتیب دیا، جو ان کی شہرت کا باعث بنا۔ بعد ازیں وہ انہی قراءات کو پڑھانے میں لگ گئے، یہاں تک کہ وہ ان کی طرف منسوب کر دی گئیں۔ اس طرح سیدنا ابوعمرو بن العلاء بصری رحمہ اللہ نے امام مکی رحمہ اللہ کو سنایا تو ان سے تین ہزار حروف میں اختلاف کیا، کیونکہ انہوں نے وہ حروف بصری رحمہ اللہ کے علاوہ دیگر مشائخ سے حاصل کیے تھے۔ انہوں نے بھی مکی رحمہ اللہ و دیگر کی قراءات سے ایک سیٹ اختیار کیا۔ ہمارا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے اوّل قرآن سے آخر تک مکی رحمہ اللہ اور ان کے شیوخ کی قراءات کا التزام نہیں کیا، بلکہ اپنے تمام اساتذہ کی قراءات سے اس کو اختیار کیا، جو ان کے نزدیک مختار تھا۔ پھر انہوں نے اسی سیٹ کو آگے پڑھایا، وہی ترتیب دی گئی قراءت (set) ان سے بعد ازاں نقل کی گئی اور پھر ان کی طرف منسوب کی جانے لگی۔ کچھ تصرف کے ساتھ الابانہ کی عبارت یہاں مکمل ہوئی۔'' [أبحاث في القرآن الكريم: ص۲۸، ۲۹]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسئلہ اختلاطِ قراءات

اختیار کی تعریفات اور اختیارات ائمہ کے بارے میں مذکورہ نصوص سے یہ متعین کرنا انتہائی سہل اَمر ہے کہ عہد نبوی ﷺ سے لے کر ائمہ قراءات کے زمانہ تک، بلکہ بعد میں بھی ہر دم ائمہ، اختلاط سے پڑھتے رہے ہیں، کیونکہ اختلاط کا انکار کرنے سے پہلے قراءات ائمہ کا انکار کرنا پڑھے گا اور یہ کہنا کہ ائمہ اختیارات کے قائل نہیں تھے، عملی طور پر ممکن نہیں ہے کیونکہ بے شمار دلائل شاہد ہیں کہ ماہرین فن ہمیشہ اختیارات کے مطابق تلاوت کرتے رہے ہیں۔ اس بات کی انتہائی سادہ دلیل یہ ہے کہ قرآن کریم کا نزول تو سات متعین اسالیب (سبعہ احرف) پر ہوا ہے، جبکہ وہ قراءات جو امت میں بطور قرآن رائج ہیں وہ سات سے بڑھ کر دس (۱۰)، چودہ (۱۴)، بیس (۲۰) اور اسی (۸۰) وغیرہ کی تعداد میں معروف ہیں۔ دراصل قراءات ثلاثہ ہوں یا قراءات عشرہ، بیس قراءات (روایات) ہوں یا اسی قرائتیں (طرق) یہ سب اندازِ تلاوت اختلاطِ سبعہ احرف کے نتیجے میں وجود میں آئے ہیں۔ سبعہ احرف سے ایسے ترتیبات تلاوت (sets) اگر سینکڑوں بھی تشکیل دے دیے جائیں، بشرطیکہ وہ سبعہ احرف سے باہر نہ ہوں تو کوئی حرج کی بات نہیں۔ ہم اپنی تحقیق کے مطابق ابھی تک یہ بات معلوم کرنے سے قاصر رہے ہیں کہ ائمہ قراءات میں سے کوئی بھی امام اپنے استاد کی روایت کے موافق تلاوت کرتے ہوں، پھر کسی شاگرد کو انہوں نے اپنی اختیار کردہ روایت کے موافق پڑھنے کا ہی حکم دیا ہو، البتہ امام ورش رحمہ اللہ کے بارے میں ایک روایت ازرق رحمہ اللہ کے طریق سے نقل ہوئی ہے کہ انہوں نے امام ورش رحمہ اللہ سے عرض کیا کہ آپ مجھے اپنے اختیار سے نہیں، بلکہ امام نافع رحمہ اللہ سے اخذ کردہ روایت کے موافق پڑھائیں۔ اس بارے میں علماء کے مابین خاصہ اختلاف ہے کہ امام ورش رحمہ اللہ کا اختیار تھا بھی یا نہیں۔ واللہ اعلم [نجوم الطوالع، ص۱۷۴]

اختلاط کا لغوی معنی:

اختلاط یہ خلط یخلط سے باب افتعال ہے۔

خلط الشیٔ کا معنی ہے: مزّجہ یعنی ایک شے کو دوسری شے میں ملا دینا، خلط ملط کر دینا۔

اِصطلاحی تعریف:

الانتقال من قراء ة إلى قراء ة أخرىٰ أثناء قراء ة دون إعادة اعادة ولا تكرار لأوجه الخلاف، بل إن القارى المختلط يقرأ اية أو بعضها أو أكثر منها على قراء ة ثم ينتقل بعدها إلى قراء ة ما يليها وفق قراء ة قارى آخر وهو ما يسميه بعضهم 'تلفيق القراء ات' ويسميه بعضهم 'تركيب القراء ات' [القراء ات القرانية، ص۲۲۱]

''قاری دوران تلاوت بغیر کسی اعادہ اور تکرار کے ایک قراءت سے دوسری قراءت کی طرف منتقل ہو جائے تو اُسے اختلاط کہتے ہیں۔ بعض دفعہ یوں بھی ہوتا ہے کہ اختلاط کرنے والا قاری آیت کا بعض حصہ ایک روایت میں تلاوت کرتا ہے اور باقی حصہ دوسری روایت میں۔ اسے بعض نے تلفیق القراء ات اور ترکیب القراءات کا بھی نام دیا ہے۔''

حقیقت مسئلہ اِختلاط

مسئلہ اِختلاط کے بارے میں اس حد تک تو گذشتہ بحث سے بات واضح ہو چکی ہے کہ صدر اوّل میں یہ مسئلہ کوئی ایسا مسئلہ ہی نہیں تھا جس پر کوئی بحث ہوتی کیونکہ وہاں تو ہر دم اختلاط ہو رہا تھا، ہر ایک قاری سبعہ احرف سے ماخوذ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنی اختیار کردہ ترتیب (set) سے تلاوت کرتا تھا اور یہ سلسلہ اس قدر وسیع تھا کہ بیسیوں صاحبِ اختیار ائمہ رحمہم اللہ تھے جن میں قراء عشرہ بھی شامل ہیں۔

اب مسئلہ یہ ہے کہ کیا جو قراءات عشرہ متواترہ یا روایات عشرین ہم تک پہنچی ہیں اور کلیات و مدارس میں پڑھی پڑھائی جارہی ہیں، نیز اُمت مسلمہ نے انہیں قبول کیا ہے اور آج ہر ایک روایت فرداً فرداً بغیر اختلاط تلاوت کی جارہی ہے، ان کا آپس میں اختلاط جائز ہے یا نہیں؟ اس میں علماء کی مختلف آراء ہیں، ذیل میں ہم ان کو ذکر کرکے ان کا جائزہ پیش کرتے ہیں اور آخر میں معتدل اور راجح موقف بیان کرتے ہیں۔ ان شاء اللہ

اختلاط کے مسئلہ میں قراء کے ہاں دو نقطۂ نظر پائے جاتے ہیں۔ بعض قراء عدم جواز کے قائل ہیں اور بعض اس کی اِجازت دیتے ہیں، اگرچہ ان کے موقف میں کچھ تفصیل ہے۔

قائلین عدم جواز

اِمام سخاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وخلط هذه القراء ات بعضها ببعض خطأ" [النشر:۱/۱۸]

''بعض قراءات کو بعض سے خلط کرنا غلط ہے۔''

اِمام شہاب الدین القسطلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"يجب على القارى الاحتراز من التركيب فى الطرق و تميز بعضها من بعض والا وقع فيما لا يجوز و قرء مالم ينزل" [غيث النفع،ص٦٧]

''قاری کے لئے واجب ہے کہ وہ طرق کے مابین ترکیب سے احتراز کرے اور جمیع طرق کو جدا جدا کرکے پڑھے ورنہ ایک ناجائز کام کرے گا اور غیر منزل من اللہ سے تلاوت کرے گا۔''

امام محمد بن ابی القاسم النویری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"والقراء ة بخلط الطرق و تركيبها حرام أمكروه أو معيب" [نقلا عن غيث النفع ص٦٦]

''خلط طرق سے تلاوت کرنا حرام، مکروہ یا کم از کم معیوب ہے۔''

امام احمد ابراہیم الطیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اذ يحرم التركيب حيث أبطلا ـ صحة الاعراب كذاك مسجلا ـ يحرم إن روى والا فاعلما بأنه يكره عندالعلماء" [القراء ات القرآنية:ص٢٢٢]

''علماء کے نزدیک اعراب میں خلل کی صورت میں اور روایت قراءت کے وقت ترکیب حرام ہے ورنہ مکروہ ہے۔''

الشیخ مصطفیٰ الازمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"التركيب حرام فى القرآن على سبيل الرواية أومكروه كراهة التحريم على ماحققه اهل الدراية" [عمدة العرفان:ص٣]

''محققین کے ہاں روایت کرتے وقت قرآن میں ترکیب حرام ہے یا مکروہ تحریمی ہے۔''

قائلین جواز

اِمام ابوشامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"المنع من هذا ظاهر و اما ليس كذلك فلا منع منه فإن الجميع جائز والتغيير فى هذا، وأكثر منه كان حاصلاً بما ثبت من إنزال القرآن على سبعة أحرف توسعة على القراء ة فلا ينبغى أن يضيق بالمنع من هذا ولا ضرر فيه" [التيسير للداني،ص۱۸۵]

''قراءات میں جو شے منع ہے وہ ظاہر ہے اور جو شے اس میں شامل نہیں، وہ بالکل منع نہیں ہے، بلکہ جائز ہے اور اس میں توسیع دینا (پڑھنے میں) یہ أنزل القرآن على سبعة أحرف سے ثابت ہے، لہٰذا کسی کے لئے بھی یہ درست نہیں کہ اس کی وسعت کو ختم کرے کیونکہ اس میں کوئی ضرر نہیں۔''

اِمام ابی بکر بن العربی المالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"المختار أن يقرأ المسلمون على خط المصحف بكل ماصح فى النقل ولا يخرجوا عنه ولا يلتفتوا إلى قول من يقول نقرأ السورة الواحدة أو القران بحرف قارى واحد بل يقرأ بأي حرف ولا يلزم أن يجعل حرفاً ديدنه ولا أصله الكل قرآن صحيح"

[آراء أبى بكر بن العربى الكلامية لعمار طالبى ،ص۴۸۵]

''مختار مذہب یہی ہے کہ مسلمان رسم مصحف کے موافق ہر اُس شے کی (بطور قران) تلاوت کریں جو نقلاً درست ہے اور اس سے روگردانی نہ کریں اور اس شخص کی بات پر بھی کان نہ دھریں جو کہے کہ پورے قرآن کو یا کسی ایک سورت کو کسی ایک قاری کے حرف پر پڑھو بلکہ جس حرف پر چاہیں تلاوت کریں اور کسی حرف کا التزام نہ عقیدتاً اور نہ عادتاً کریں، کیونکہ سارا کا سارا قرآن ہے اور درست ہے۔''

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ امام ابو شامہ رحمہ اللہ کے قول کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"شاع فى زماننا عن طائفة القراء انكار ذلك حتى صرح بعضهم بتحريمه فظن كثير من الفقهاء أن لهم فى ذلك معتمداً فتابعوهم وقالوا أهل كل فن ادرى بفنهم وهذا ذهول ممن قاله، فان علم الحرام والحلال إنما يلتقى من الفقهاء والذى منع ذلك من القراء إنما هو محمول على ما اذا قرأ برواية خاصة، فإنه متى خلطها كان كاذبا على ذلك القارى الخاص الذى شرع فى قراء ة روايته فمن قرأ رواية لم يحسن أن ينتقل إلى رواية أخرى كما قال الشيخ محى الدين النووى وذلك من الاولوية لا على الحتم، وأما المنع على الاطلاق فلا" [فتح الباري:۹/۳۵]

''ہمارے زمانہ میں یہ بات معروف ہے کہ قراء کی ایک جماعت خلط قراءات کا انکار کرتی اور بعض نے تو حرمت کی بھی صراحت کی ہے۔ بہت سے فقہاء کا یہ کہنا ہے اس مسئلہ میں قراء کی رائے ہی معتمد ہے لہٰذا اسی کی پیروی کرنی چاہیے کیونکہ ہر فن کا عالم اپنے فن کو زیادہ جانتا ہے۔ جس شخص نے یہ بات کی ہے یہ اس کی غفلت کا نتیجہ ہے کیونکہ حلال و حرام کا علم صرف فقہاء سے ملتا ہے اور جس سے قراء منع کرتے ہیں وہ صرف یہ بات ہے کہ جب قاری کسی خاص راوی کی روایت کا التزام کرنے کے بعد خلط کر کے کسی دوسری روایت کی طرف منتقل ہو جائے تو اس سے کذبِ روایت لازم آئے گا، یہ بات علی الاطلاق درست نہیں ہے، بلکہ اولویت پر محمول ہوگی اور اس سے مطلق منع کرنا قطعاً درست نہیں۔''

امام ابوالفضل رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"بعد أن ذكر الشبهة التى من أجلها وقع بعض العوام الاغبياء فى أن أحرف هولاء السبعة هى المشار إليها بقوله أنزل القرآن على سبعة أحرف وأن الناس ثمنوّا القراء ات وعشروها، زادوا على عدد السبعة الذين اقتصر عليهم ابن مجاهد لأجل هذه الشبه ثم قال

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وأتى لم أقتص أثرهم تثمينا فى التضيف أو تعشيرا أو تفريدا إلا لازالة ما ذكرته الشبهة وليعلم أن ليس اطراحى فى الأحرف السبعة المنزلة عدد أمن الرجال دون آخرين والازمنة ولا الأمكنة وأنه لو اجتمع عدد لايحصىٰ من الامة ما اختار كل واحد منهم حروفا بخلاف صاحبه وجرد طريقا فى القراء ة على حدة فى أى مكان كان وفى أى أوان أراد بعد الائمة للاضيين فى ذلك بعد ان كان ذلك ذلك المختار بما اختاره من الحروف بشرط الاختيار لما كان خارجاً عن الأحرف السبعة المنزلة بل فيها متسع إلى يوم القيامة "

''شیخ الاسلام ابوالفضل عبدالرحمٰن بن احمد الرازی رحمہ اللہ حدیث انزل القرآن علی سبعة احرف سے پیدا ہونے والے شبہ کہ اس سے مراد قراءات سبعہ ہیں، کو بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ علماء نے اس شبہ کو دور کرنے کے لئے آٹھ آٹھ دس دس روایات میں کتابیں لکھیں ہیں کیونکہ سبعہ احرف کا مقصد یہ نہیں تھا کہ خاص اشخاص یا کسی مخصوص زمانے کے لوگوں کی قراءات پڑھی جائیں اگر امت کے ان گنت افراد کسی زمانہ یا کسی مقام میں حروف مرویہ سے شرائط اختیار کو ملحوظ رکھ کر اپنی قراءات علیحدہ علیحدہ بنالیں تو وہ احرف سبعہ منزل من اللہ سے خارج نہیں ہوں گی بلکہ اس کے اندر قیامت تک وسعت ہے۔'' [شرح سبعہ:۱۱۹/۱، النشر:۲۶/۱]

امام محی الدین النووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"إذا ابتدأ يعنى القارى۔ بقراء ة أحد القراء فينبغى أن لا يزال على القراء ة على القراء ة بها مادام الكلام مرتبطاً فاذا انقضىٰ ارتباط فله أن يقرأ بقراء ة آخر من السبعة والاولى دوامه على الادنى فى هذا المجلس" [التبيان فى آداب حملة القرآن، ص۹۵]

قاری جب قراء میں سے کسی کی قراءت کی ابتداء کرے تو اس کے لئے بہتر یہی ہے کہ جب تک کلام مربوط رہے اس وقت تک اسی قراءت میں پڑھے اگر اِرتباط ختم ہوجائے تو پھر قراء سبعہ میں سے کسی دوسرے کی قراءت بھی پڑھ سکتا ہے، لیکن اس مجلس میں ایک ہی روایت پڑھے یہ زیادہ اولیٰ ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ کی کلام سے واضح ہورہا ہے کہ آپ ترکیب قراءت کی اجازت دیتے ہیں۔ خدا جانے جولوگ کہتے ہیں کہ امام نووی رحمہ اللہ منع اختلاط کے قائل ہیں، ان کے پاس کیا دلیل ہے؟

علامہ ابن صلاح رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اذا شرع القارى بقراء ة فينبغى أن لا يزال يقرأ بها مابقى للكلام تعلق بما ابتدأ به "

[المرشد الوجيز، ص۱۸۴]

''قاری کوئی قراءت شروع کرے تو اس وقت تک اُسی قراءت کو پڑھتا رہے جب تک اس کا ماقبل سے تعلق رہے۔''

حافظ ابن صلاح رحمہ اللہ کا مؤقف امام نووی رحمہ اللہ کے مؤقف کے قریب ہے۔

امام ابن جزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"أن بعضهم ذهب إلى المنع وأن أكثر الأئمة على الجواز محققاً والصواب عندنا فى ذلك التفضيل والعدول بالتوسط إلى سواء السبيل فنقول إن كانت إحدى القراء تين مترتبة على الأخرى فالمنع من ذلك منع تحريم كمن يقرأ﴿فتلقى آدم من ربه كلمات﴾ بالرفع فيهما أو بالنصب آخذاً رفع آدم من قراء ة غير ابن كثير ورفع كلمات من قراء ة ابن كثير ونحو ﴿وكفلها زكريا﴾ بالتشديد مع الرفع أو عكس ذلك ونحو ﴿أخذ ميثاقكم﴾ وشبهه مما يركب

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بما لا تجيزه العربية ولا يصح فى اللغة وأما ما لم يكن فإنا نفرق فيه بين مقام الرواية وغيرها فإن قرأبذلك على سبيل الرواية فإنه لا يجوز أيضاً من حيث إنه كذب فى الرواية وتخليط على أهل الدراية وإن لم يكن على النقل والرواية بل على سبيل القراء ة والتلاوة فإنه جائز صحيح مقبول لا منع منه ولا حظر وإن كنا نعيبه على أئمة القراء ات العارفين باختلاف الروايات من وجه تساوى العلماء بالعوام لا من وجه أن ذلك مكروه أو حرام إذ كل من عند الله نزل به الروح الامين على قلب سيد المرسلين تخفيفاً على الأمة و تهوينا على أهل هذه الملة" [النشر:۱/۱۹]

''مسئلہ اختلاط قراءات میں بعض علماء مطلقاً منع اور اکثر آئمہ مطلقاً جواز کے قائل ہیں۔ ہمارے نزدیک اس بارے میں درست راہ یہ ہے کہ اس کو تفصیل سے ایک معتدل مؤقف کے طور پر ذکر کریں۔ چنانچہ ہماری یہ رائے ہے کہ اگر دو قراءات ایک دوسری پر مترتب ہو رہی ہوں تو وہاں اختلاط ممنوع اور حرام ہے، جیسے کوئی شخص فتلقّى آدم من ربه کلمات میں دونوں آدم اور دونوں کلمات کو رفع کے ساتھ پڑھے یا نصب کے ساتھ پڑھے۔ آدم کا رفع جمہور کی قراءت سے لے لے اور کلمات کا رفع ابن کثیر رحمہ اللہ کی قراءات سے لے لے۔ ایسے نصب کی مثال اس کے عکس سے لے لے۔ اسی طرح وكفّلها زكرياءُ میں تشدید مع الرفع کی مثال ہے۔ ایسے ہی أخَذ ميثاقكم کی مثال ہے کہ دو قراءات کو اس طرح جمع کرنا جو عربیت کی رو سے درست نہ ہو، باقی قراءات میں روایت اور عدم روایت کے حوالہ سے فرق کیا جائے گا۔ اگر کسی قراءات کو بطور روایت التزام کے ساتھ نقل کر رہا ہے تو اس میں اختلاط جائز نہیں کیونکہ کذبِ روایت لازم آئے گا۔ اگر روایت کا التزام نہیں کیا بلکہ صرف بغرض تلاوت اختلاط کر رہا ہے تو یہ جائز اور درست ہے۔ امت نے اسے قبول کیا ہے جس میں کوئی روکاٹ اور خطرہ نہیں ہے۔''

بعض اہل فن، جو خلط قراءات کے عدم جواز کے قائل ہیں وہ امام موصوف کے درج ذیل قول کو پیش کر کے ان کے عام موقف کو مسخ کرنے کی کوشش کرتے ہیں:

"لا يخلو إما أن يكون عالماً أو جاهلاً وإن كان عالما فعيب والا فلا" [منجد المقرئين:ص۱۴]

''اختلاط کرنے والا دو حال سے خالی نہیں یا عالم ہوگا یا پھر جاہل۔ اگر عالم ہے اس کے لئے معیوب ہے اور اگر جاہل ہے تو اس کے لیے خلاف اولیٰ ہے۔''

ان لوگوں کی رائے پر تبصرہ کرتے ہوئے علامہ الصفاقسی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"جزم فى موضع آخر بالكراهة من غير تفصيل والتفصيل هو التحقيق" [غيث النفع:ص۶۶]

''امام جزری رحمہ اللہ کا نشر کے علاوہ دوسری جگہ (یعنی منجد میں) کراہت کا جزم کرنا یہ غیر تفصیلی موقف ہے اور تحقیق وہی ہے جو تفصیل ہے۔''

دلائل کا تجزیہ اور معتدل موقف

مسئلہ اختلاط میں قراء کے تین اَقوال سامنے آئے ہیں۔ ان میں ایک گروہ جو مطلق عدم جواز کا قائل ہے جن میں امام سخاوی، امام قسطلانی، امام طیبی رحمہم اللہ وغیرہ شامل ہیں ان کے بارے میں ہماری رائے یہ ہے کہ وہ اس بارے میں زیادہ شدید نقطہ نظر کے حامل ہیں کہ ایک علم جس کے وجود کی بنیاد ہی اختلاط ہے اس میں اختلاط کے حوالے سے یہ کہنا کہ یہ خطا یا حرام ہے تو یہ رائے بہرحال ایک متوازن رائے نہیں ہے، بلکہ وضع الشئ فی محلہ کے قاعدہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو سامنے رکھتے ہوئے ہر ایک شے کو اس کا صحیح مقام دینا ہی فکرِ سلیم اور طریقِ سلف صالحین ہے۔

باقی رہا دوسرا موقف جو امام رازی رحمہ اللہ وغیرہ کا ہے کہ علی الاطلاق خلط کی اجازت ہے، یہ بات بھی راہ صواب سے ہٹی ہوئی ہے، کیونکہ اگر خلط کی اس انداز سے اجازت دے دی جائے تو سلف صالحین سے منقول روایات کا ذخیرہ بالکل تباہ ہو کر رہ جائے گا کہ ہر شخص وجوہ مرویہ کو دیکھ کر اپنی علیحدہ قراءت بنائے گا اور لغت کا بالکل پاس نہ رکھے گا۔

اس مسئلہ میں معتدل مؤقف یہی ہے کہ خلط قراءات میں باعتبار شریعت کوئی حرج نہیں اور جن اہل فن نے اس سے منع فرمایا ہے ان کے پیش نظر بعض فنی امور ہیں، جن کی رعایت کرنا بہرحال ضروری ہے کیونکہ ہر شے کو اس کے درست مقام پر متعین کیا جاتا ہے۔ وہ امور درج ذیل ہیں:

① وہ قراءات جن میں اختلاط کے سبب نحو اور اعراب قرآن میں نقص آتا ہو تو ایسی قراءات کا اختلاط بالکلیہ حرام ہے، کیونکہ اس سے مقصد بیان قرآن ہی فوت ہو جاتا ہے اور آمر و مامور کا فرق مٹ جاتا ہے، لہٰذا اس سے قطعی گریز کرنا لازم ہے۔

② دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی قاری کسی قاری کی روایت بالالتزام نقل کر رہا ہے، مثلاً کہتا ہے میں آپ کو سیدنا قالون رحمہ اللہ کی روایت سناتا یا سکھاتا ہوں اور اس میں خلط کرے گا تو کذب روایت لازم آئے گا، کیونکہ اس نے جو دعویٰ کیا ہے وہ خلاف واقعہ ہے، لہٰذا قراءات عشرہ اور ان کی ذیلی روایات وطرق میں خلط کرنا صحیح نہیں، کیونکہ قراءعشر کی نسبت سے کسی شے کو پڑھنے کا معنی ہی یہ ہے کہ قاری اپنا نیا اختیار (set) ترتیب دینے کے بجائے کسی کے متعین کردہ اختیار (set) ہی کو اپنا معمول بنا رہا ہے، چنانچہ ایسی صورت میں ان آئمہ سے جس جس طرح ان کی روایت تحقیق کے ساتھ ثابت ہے اسی ترتیب سے ہی ان کو پڑھنا چاہیے اور خلط نہیں کرنا چاہیے۔

③ ایسی صورت میں اگر آپ نے کسی راوی کی روایت کا نام لے کر التزام کیا ہے تو خلط کرتے ہوئے یوں پڑھنا جو اس سے ثابت نہ ہو، کذب بیانی کی وجہ سے حرام ہے، البتہ اگر آپ نے التزام تو نہیں کیا لیکن کوئی نیا اختیار (set) بھی ترتیب دیے بغیر قراءعشرہ میں سے کسی راوی کی روایت ہی پڑھ رہے ہیں تو بھی خلط غیر مناسب ہے کیونکہ بحالتِ روایت خلط کرنا فن روایت کی رو سے غیر صحیح ہوتا ہے۔ اس کی مثال احادیث کی ہے کہ اگر آپ کسی امام یا کتاب کی روایت کے حوالہ کے بغیر بھی کوئی روایت نقل کرتے ہیں تو آئمہ روایت کے ہاں بہرحال یہ باعتبار روایت صحیح نہیں۔

علم القراءات بھی روایت کے ذریعہ ہی ہم تک پہنچتا ہے اور اس میں اگرچہ برخلاف حدیث کے تیسراً للأمّہ خلط جائز ہے، لیکن جب آپ آئمہ عشرہ کے اختیار کردہ ترتیبات تلاوت اور مرویات (sets) ہی کی تلاوت فرما رہے ہوں اور مقصود نیا اختیار ترتیب دینا نہ ہو تو روایت کے موافق پڑھنا ہی انسب ہے۔

④ مزید برآں یہ بات بھی واضح رہنا چاہیے کہ خلط کی اجازت ایسے افراد کے لئے تو بالکل نہیں ہے جو قراءات کے ماہر نہیں ہیں اور صرف تجوید پڑھنے کے بعد عرفی طور پر قاری کہلاتے ہیں، کیونکہ تلقی ومشافہت تو قراءات میں بہرحال لازمی شرط ہے، چنانچہ ایسا آدمی جسے امالہ، تقلیل، تسہیل، مدود کی خاص مقداریں، لام وراء کی تفخیم وتغلیظ وغیرہ امور کی ادائیگی کا علم ہی نہیں رکھتا اسے کسی طرح نیا اختیار بنانے کی اجازت نہیں دی جاسکتی ہے کہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ غلط سلط جس طرح چاہے پڑھے۔ ایسے شخص کو اپنے شوق کی تکمیل کے لیے تعلیم وتعلّم کو اختیار کرنا چاہیے۔

⑤ البتہ ماہرین فن کے حق میں، خصوصاً جو اپنا اختیار بنانا چاہتے ہیں، اختلاط کوئی عیب کی بات نہیں ہے، لیکن ہم اس کی حوصلہ افزائی نہیں کرتے، کیونکہ قراء عشر سے قبل اور بعد، بلکہ ان کے دور میں بھی سینکڑوں صاحب اختیار ائمہ موجود تھے، مثلا اگر صرف امام ہذلی رحمہ اللہ کی الکامل کو اٹھالیا جائے تو اس میں پچاس صاحب اختیار آئمہ کی قراء ات موجود ہیں، لیکن اللہ رب العزت نے قبولِ عام صرف انہی دس قراء کی قراءات کو بخشا ہے۔ ان کے علاوہ آئمہ کے اختیارات یا تو سرے سے محفوظ ہی نہیں کیے گئے یا موجود تو ہیں لیکن منظر عام پر نہیں ہیں۔ یہ تقسیم الٰہی ہے، اس میں کسی کو کوئی دخل نہیں، چنانچہ اگر انہی آئمہ کی مرویات پر اکتفا کیا جائے، جیسا کہ امت میں بالعموم اس کا اتفاقی تعامل پچھلے ہزار برس سے چلا آرہا ہے، تو کونسی حرج کی بات ہے؟ قراء عشر کے اسالیبِ تلاوت میں ایسے کمالات واسرار پوشیدہ ہیں، جو اہل فن ہی جانتے ہیں۔

علم تحریرات کی تعریف اور اسکا فنی مقام

لغوی تعریف

تحریرات یہ تحریرٌ کی جمع ہے اور تحریر کا لغوی معنی ہے: التقويم والتدقيق یعنی کسی چیز کو درست کرنا۔

اصطلاحی تعریف

فضیلۃ الشیخ عبدالرازق علی موسی رحمہ اللہ علم تحریرات کی تعریف یوں ذکر کرتے ہیں:

التحرير هو اتقان الشئ وامعان النظر فيه من غير زيادة أو نقصان و معناه هنا تنقيح القراء ة من أي خطأ أو خلل كالتركيب مثلا . (تامّلات حول التحريرات:ص۹)

''تحریر کا معنی ہے کہ چیز میں پختگی پیدا کرنا اور اس میں دقت نظر سے غور وفکر کرنا تاکہ اس میں کوئی زیادتی یا کمی واقع نہ ہو۔ فن قراءات میں اس کا مفہوم یہ ہے کہ قراءات قرآنیہ میں کسی بھی غلطی اور خلل کی اصلاح کرنا، مثلا قراءات کے ضمن میں ترکیب (خلط طرق وغیرہ) کی وضاحت کرنا۔''

علم تحریرات کی تعریف سے اس کا دائرہ کار واضح ہوتا ہے اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ ائمہ قراءات، مثلاً امام شاطبی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب حرز الامانی میں اور امام جزری رحمہ اللہ نے اپنی کتب الدّرّة اور الطيبة میں قراءات ذکر کرنے کے کچھ اصول مقرر کئے ہیں کہ وہ اپنی کتاب میں فلاں فلاں امام کی قراءت فلاں فلاں واسطہ سے نقل کریں گے، جیسے امام شاطبی رحمہ اللہ نے امام نافع رحمہ اللہ کے شاگرد امام قالون رحمہ اللہ کی روایت کو سیدنا ابونشیط رحمہ اللہ کے طریق سے نقل کیا ہے۔ اب بعض دفعہ امام شاطبی رحمہ اللہ اپنے متعین کردہ طریق کے خلاف کوئی بات ذکر کردیتے ہیں یا پھر متن الشاطبیہ، جو کہ امام دانی رحمہ اللہ کی کتاب التیسیر کی نظم ہے، میں بعض دفعہ التیسیر سے اختلاف کرتے ہیں یا اپنے مقررہ ضابطہ سے نکل جاتے ہیں تو محررین اس قسم کے تساہلات پر متنبہ کرتے ہیں اور ہر ایک شے کی مکمل تنقیح کرتے ہیں کہ یہاں مؤلف نے اپنے طریق کے خلاف بات لکھ دی ہے، حالانکہ طریق کی رو سے دوسری شے ثابت ہے۔

علم تحریرات کی نوعیت سمجھنے کے لیے درج ذیل مثالوں میں غور کرنا چاہیے:

① آئمہ قراءات سے بعض کلمات میں دو یا دو سے زیادہ وجوہ منقول ہوتی ہیں، مثلاً امام ورش رحمہ اللہ سے مدبدل

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں تین وجوہ: قصر، توسط، طول منقول ہیں اور اسی طرح ذوات الیاء میں دو وجوہ: فتح و تقلیل مروی ہیں۔ اب اگر مد بدل مقدم اور ذوات الیاء مؤخر ہو تو اہل تحریرات کے ہاں پڑھنے کا انداز یوں ہوگا کہ قصر کے ساتھ فتح، توسط کے ساتھ تقلیل اور طول کے ساتھ فتح و تقلیل کل چار وجوہ پڑھنا جائز ہوگا۔ اب محررین اسی انداز پر پڑھنے کو لازم قرار دیتے ہیں اور اس کے خلاف پڑھنے کو ناپسند کرتے ہیں۔

② ایک اور مثال روایت حفص میں یوں سمجھیں کہ امام حفص رحمہ اللہ سے بطریق جزری مد منفصل میں دو وجوہ قصر اور توسط مروی ہیں، ان دو وجوہ کے ساتھ روایت حفص ہی میں دیگر وہ مقامات، جہاں امام حفص رحمہ اللہ سے دو یا تین وجوہ منقول ہیں، کو ملا کر پڑھنے کی صورت میں جو ضربی و عقلی وجوہ پیدا ہوتی ہیں، میں یہ وضاحت کرنا کہ مد منفصل کے قصر کے ساتھ ان مقامات پر طریق کے موافق کونسی وجہ ہے اور کونسی وجہ طریق کے خلاف ہے۔ محررین کا اسلوب یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ جب آپ منفصل میں قصر یا توسط کے ساتھ دیگر کلمات میں فلاں وجہ پڑھیں گے تو یہ جائز نہیں ہوگا۔

علم تحریرات کا فنی مقام

علم تحریرات کی مذکورہ حقیقت و ماہیت کے مطابق علم تحریرات کا موضوع یہ طے ہوتا ہے کہ علم قراءات کی اس قسم میں آئمہ عشرہ کے اختیارات، جو پچھلے بارہ تیرہ سو سالوں سے ہم تک بدون اختلاط، روایت کے ذریعے پہنچ رہے ہیں، میں یہ نکھار کیا جاتا ہے کہ متعلقہ امام، راوی یا طریق کی قراءت کے سلسلہ میں خلاف واقعہ کیا کچھ نقل کر دیا گیا ہے۔

علم تحریرات کے اہتمام کے سلسلہ میں اہل فن دو طبقات میں منقسم ہیں:

① بعض افاضل کے ہاں علم تحریرات ایک غیر ضروری علم ہے، کیونکہ ان کی رائے میں مبحث اختیارات، جس کا لازمی نتیجہ خلط قراءات ہے، علم تحریرات کی مخالفت پر دلالت کرتا ہے، جبکہ علم تحریرات ترکیب و اختلاط کی ممانعت اور اختلاط کے نکھار کا نام ہے۔ اس لیے یہ لوگ علم تحریرات کو غیر ضروری علم قرار دیتے ہیں، بلکہ تحریرات کے سلسلہ میں محررین کے رد عمل میں بسا اوقات اسے لایعنی اور لغو تک کہہ دیا جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں بعض اکابر نے یہاں تک تبصرہ کر دیا ہے کہ علم تحریرات کو کوئی مستقل علم کہنا ہی غلط ہے، کیونکہ ان کی رائے میں تحریرات دراصل متاخرین کے اختیارات ہی کا دوسرا نام ہے۔

ہمارا ان اصحاب علم کے بارے میں تبصرہ یہ ہے کہ ان لوگوں کے موقف میں وزن ضرور ہے، لیکن یہ حضرات مبحث اختیارات اور علم تحریرات کے مابین عدم امتیاز کی وجہ سے دونوں مباحث کے باہمی فرق کو مدنظر نہیں رکھ سکے۔

② بعض دیگر فاضل شخصیات، جن کے ہاں بالعموم اختلاط و ترکیب کو حرام یا انتہائی مکروہ خیال کیا جاتا ہے، کے ہاں علم تحریرات کو ایک مستقل علم کا درجہ یوں دیا جاتا ہے کہ روایات میں اختلاط کو خطا و غلطی سمجھتے ہوئے علم تحریرات میں طرق کے باہمی نکھار اور اس قسم کی باریک سے باریک تر تفصیلات کے اہتمام کو انتہائی ضروری قرار دیا جاتا ہے، خواہ اس قسم کی تحقیقی کاوشوں کی مثالکے نتیجہ میں طلبائے قراءات میں حرمان علم ہی نصیب میں کیوں نہ آئے۔

پہلی رائے کے حاملین کے سرخیل ہمارے شیخ المشائخ، عصر حاضر کے نامور اور جلیل القدر عالم قراءات علامہ عبد الفتاح القاضی مصری رحمہ اللہ ہیں، جنہوں اپنے موقف کو اپنی کتاب ابحاث فی القرآن الکریم کے آخر میں تفصیلا ذکر کیا ہے۔ الشیخ القاضی رحمہ اللہ اور ان کے عام تلامذہ اس سلسلہ میں اپنے استاد کی رائے پر ہیں۔ اس کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بالمقابل علم قراءات کے حاملین کا عام روایتی طبقہ تحریرات کے انتہائی التزام کا قائل ہے، جن کی قیادت بھی عصر حاضر کے ایک اور مشہور امام القراءات فضیلۃ الشیخ احمد عبدالعزیز زیات رحمہ اللہ کرتے رہے اور ماسوائے چند فضلاء کے بعد ازاں ان کے تقریباً تمام تلامذہ اسی رویہ پر گامزن ہیں۔ اس موقف کی توضیح کے لیے نمائندہ کتاب شیخ احمد زیات رحمہ اللہ کے شاگرد خاص الشیخ عبدالرازق علی موسیٰ رحمہ اللہ کی تأمُّلات حول التحریرات کو قرار دیا جاسکتا ہے۔

دونوں موقفوں کا علمی جائزہ اور معتدل موقف

ہماری رائے اس سلسلہ میں دو انتہائی رویوں کے مابین ہے۔ علم تحریرات کی جو تعریف پیچھے ہم نے ذکر کی ہے اس کی رو سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ آئمہ ناقلین کے ہاں علم تحریرات سے مراد وہ تقسیم علم ہے جس میں (باوجود اختلاط قراءات کے جواز کے) علمی اور فنی طور پر معروف صاحب اختیار آئمہ کے اختیار کردہ ترتیباتِ تلاوت (sets) کو بھی محفوظ رکھنے کا اہتمام کیا گیا ہے۔ اس بات سے اس علم کے جلیل القدر اور انتہائی مفید ہونے کا اندازہ ہوتا ہے کیونکہ عملاً امت کے ہاں آج تک انہی صاحب اختیار آئمہ کی قراءات ہی مقروء ومعمول ہیں۔

اسی طرح مذکورہ بیان سے یہ بھی منشرح ہوتا ہے کہ مبحث اختیارات کا مبحث تحریرات سے کوئی تعلق نہیں، کیونکہ اختیارات کا موضوع تو یہ ہے کہ منزل من اللہ اور منقول اسالیب تلاوت میں اختلاط کے ساتھ نیا ترتیب تلاوت (set) تشکیل دیا جائے یا پہلے سے موجود مختلف اسالیب (sets) میں سے ہی کسی ایک اسلوب کو متعین کیا جائے، جبکہ تحریرات کا موضوع آئمہ مختارین کے متعین شدہ اختیارات کی روایت کو نکھارنا ہے۔ علم تحریرات کی بحث اختیارات سے عدم تعلق کے موضوع پر فضیلۃ الشیخ عبدالرازق علی موسیٰ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب تأمُّلات حول التحریرات میں تفصیلاً قلم اٹھایا ہے اور علم تحریرات کو آئمہ متاخرین کے اختیارات قرار دینے کے موقف کا اچھا تعاقب کیا ہے۔

آئمہ مختارین کے اختیارات میں بعد ازاں واقع ہونے والے اختلاط کی توضیح ونکھار کو ایک مثبت کاوش قرار دینے کے باوجود، چونکہ شرعی اعتبار سے اختلاط قراءات میں کوئی حرج نہیں، چنانچہ علم تحریرات میں طرق کے نکھار کی یہ کاوش 'فنی نوعیت' سے زیادہ مقام نہیں رکھتی۔ ہماری رائے میں علم تحریرات کا بس یہی صحیح مقام ہے، نہ اس سے کم اور نہ اس سے زیادہ، چنانچہ حق دونوں انتہائی رویوں کے مابین ہے۔ لہٰذا ہم تحریرات کے اس مبارک فن کو ایک دائرہ کے اندر تو درست سمجھتے ہیں اور مبالغہ پر مبنی ہر رائے کو غیر متوازن سمجھتے ہیں۔

فن قراءات کی تاریخ میں علم تحریرات کے مثبت فن ہونے سے شائد ہی کسی محققانہ ذوق کے حامل صاحب علم کو انکار ہو، لیکن اس ضمن میں ہم علامہ عبدالفتاح القاضی رحمہ اللہ کی اس رائے سے پوری طرح متفق ہیں کہ تحریرات کے ضمن میں عصر حاضر کا ذوق کمال جس انداز میں تحریرات کو پیش کرتا ہے، اس میں اعلیٰ درجہ کی حساسیت بجا طور پر بعض متاخرین کے ذوق کا کرشمہ ہے۔ اس سلسلہ میں علامہ عبدالفتاح القاضی رحمہ اللہ اپنی تحقیق یوں پیش فرماتے ہیں:

''تحریرات کے ضمن میں ہم اپنی بحث کا اختتام اس حقیقت کے بیان کے ساتھ کریں گے کہ صدرِ اوّل میں علم تحریرات کا (ایک مستقل علم کے طور پر) وجود نہیں تھا اور متقدمین مشائخ قراءات اور آئمہ اَداء میں سے کسی ایک نے بھی اس علم کی استقلالی حیثیت کی طرف اشارہ یا تنبیہ نہیں فرمائی۔ علم تحریرات تو اپنے تمام تر مشمولات کے ساتھ باقاعدہ مدون صورت میں پہلی دفعہ ۱۱ ہجری میں معرض وجود میں آیا اور ان پر سب سے پہلے کام کرنے والے شیخ شحاذہ الیمنی رحمہ اللہ ہیں، پھر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کے فرزند ارجمند الشیخ عبدالرحمٰن یمنی رحمہ اللہ انہی کے نقش قدم پر چلے۔ بعد ازاں آنے والے علماء مثلاً الشیخ علی منصوری رحمہ اللہ، علامہ علی مہیی رحمہ اللہ، ان کے بیٹے الشیخ مصطفیٰ مہیی رحمہ اللہ ہیں۔ انہیں دونوں کے نقش قدم پر الشیخ ابراہیم رحمہ اللہ اور علامہ محمد طباخ رحمہ اللہ چلے، البتہ ان مذکورۃ الصدر محققین میں بھی تحریرات کے سلسلہ میں بعض تحریرات اتفاقی ہیں اور بعض اختلافی۔ ان سب لوگوں کے بعد الشیخ مصطفیٰ بن عبدالرحمٰن ازمیری رحمہ اللہ آئے انہوں نے متقدمین کے کلام پر نقد کیا اور انہیں غیر تحقیق شدہ سمجھتے ہوئے ناقابل التفات سمجھا۔

متاخرین اصحابِ فن میں علم تحریرات کے جلیل القدر امام خاتمۃ المحققین شیخ القراء والقاری علامہ محمد احمد التولی رحمہ اللہ گزرے ہیں۔ وہ تحریرات میں مذہبِ منصوری رحمہ اللہ اور ان کے دونوں مشائخ یعنی الشیخ شحاذہ رحمہ اللہ اور الشیخ عبد الرحمٰن یمنی رحمہ اللہ کے مذہب کے موافق پڑھتے پڑھاتے تھے۔ پھر ان کے ہاتھ بدائع البرھان اَز اَزمیری رحمہ اللہ کا ایک نسخہ لگا، انہوں نے اس کی تحقیق کی اور جو کچھ اس میں تھا، اسی پر اکتفاء کرتے ہوئے علامہ منصوری رحمہ اللہ اور انکے متبعین کے مذہب سے رجوع کرلیا اور پھر مذکورہ کتاب 'بدائع' ہی کے ہو کر رہ گئے۔ انہوں نے اسی کتاب کو نو سو (۹۰۰) اشعار میں نظم کیا، چنانچہ تب سے اب تک جو لوگ طیبہ (قراءات عشرہ کبریٰ) پڑھتے ہیں وہ علامہ متولی رحمہ اللہ کی اس نظم کو بھی یاد کرتے ہیں۔ ان لوگوں نے طیبہ کے ساتھ ساتھ اس پر بھی تکیہ کرلیا، اس کو پڑھایا اور اسی کے ہو کر رہ گئے۔'' [ابحاث فی القرآن الکریم: ص۳۲]

کتاب مذکورہ میں معاً بعد الشیخ القاضی رحمہ اللہ علم القراءات کے طلبہ کو یوں نصیحت فرماتے ہیں کہ

''جو شخص علم قراءات کی تعلیم وتعلّم کا ارادہ رکھتا ہے اور اس کا خیال ہے کہ وہ خود کو قراءات کے پڑھنے پڑھانے اور اس کی تحصیل کے لئے وقف کرے، میں اسے توجہ دلاتا ہوں اور نصیحت کرتا ہوں کہ وہ علم تحریرات کو غیر ضروری خیال کرتے ہوئے منصوری رحمہ اللہ اور اس کے متبعین یا اَزمیری رحمہ اللہ اور اس کے اتباع کی تحقیقات کو ایک طرف چھوڑ رکھے اور اپنی تمام تر توجہ قراءات کے متون شاطبیہ، درہ، طیبہ کو حفظ کرنے اور ان کے استحضار پر مرکوز رکھے اور انہی کے اسرار ورموز کو سمجھنے میں لگا رہے۔ اسی طرح لغتِ عرب میں ہر قراءت کی ہر وجہ کی پہچان اور اس کی پوشیدگیوں کو جانے، تاکہ وہ جب بھی کوئی قراءت پڑھے یا پڑھائے یا اس سے قراءات سے متعلق کوئی سوال پوچھا جائے یا اس کی توجیہات کے بارے میں پوچھا جائے تو وہ کسی مشکل کا شکار نہ ہو، بلکہ فوراً جواب دینے پر قادر ہو اور یہ سب تب ہی ممکن ہے، جب خود اس پر تمام دروازے وا ہوں گے۔ میرے خیال کے مطابق قاری مقری کے لئے یہی مناسب اور زیادہ مفید رویہ ہے۔''

اگرچہ شیخ القاضی رحمہ اللہ کے موقف میں علم تحریرات کو کالعدم خیال کرنے کا رجحان سامنے آتا ہے، لیکن ہماری رائے میں ان کے موقف میں موجود سختی ان کے زمانہ کے بعض معاصر اہل فن کی تحریرات کے بارے میں شدت پسندانہ رویہ کے ردعمل میں تھی، جبکہ ہم خود دیکھتے ہیں کہ تمام طبقات اہل فن کے ہاں مساوی مقبولیت کی حامل شیخ موصوف رحمہ اللہ کی قراءات عشرہ صغریٰ میں مایہ ناز تالیف البدور الزاھرۃ، جو کہ انہوں نے مبتدی طلبہ کے لیے لکھی، میں علم تحریرات کا بھرپور اہتمام نظر آتا ہے۔ البتہ شیخ اپنے عمومی موقف کے مطابق امام حمزہ رحمہ اللہ اور امام ہشام رحمہ اللہ کی ہمزہ پر وقفی وجوہ کے سلسلہ میں صعوبت اور مشکل کے پیش نظر ترتیب طرق ووجوہ کا لحاظ زیادہ اہتمام سے نہیں فرماتے۔

برصغیر پاک وہند میں قراءات عشرہ کبریٰ کو بغیر تحریرات کے پڑھانے والے اساتذہ کے بقول قراءات عشرہ صغریٰ میں علم تحریرات کی پابندی اگرچہ زیادہ مشکل نہیں، لیکن عشرۃ کبریٰ میں طرق چونکہ کافی بڑھ جاتے ہیں، اس لئے وہاں بھی باب وقف حمزۃ وھشام علی الھمز کی طرح طرق ووجوہ کا نکھار طلبائے فن کے لیے بڑا مشکل ہوتا ہے، اس لیے نصوص شرعیہ: ولقد یسّرنا القرآن اور فاقرءوا ما تیسّر من القرآن کے بمصداق یہاں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی شرعی تسہیل کی خاطر علم تحریرات کے التزام کی شرط کے سلسلہ میں نرم رویہ اختیار کرنا چاہئے۔ اس کی چند صورتیں ہوسکتی ہیں، مثلاً رواۃ کے ذیلی طرق میں اسماء کے ساتھ تحریرات کی پابندی کے بجائے عملی تحریرات کا اہتمام کرلیا جائے یا اصحابِ فضل بیس رواۃ کے مثل ذیلی اَسی طرق کے اصول وقواعد کا جائزہ لے کر متفق علیہ اصولوں میں ذیلی طرق کے نام چھوڑ کر اوپر اَساسی رواۃ یا طرق کے ناموں کا تعین، جبکہ اختلافی مقامات پر طرق کے نام کے تعین کے ساتھ تحریرات کا اہتمام کرلیں۔ اس طرح سے ذیلی طرق میں عشرہ صغری کے ۲۱/طرق کے علاوہ شائد ۱۰، ۱۵ طرق سے زائد کا اختلاف ان شاء اللہ سامنے نہیں آئے گا، جبکہ فروش کی تحریرات کا اہتمام فرشی اختلافات کی مثل صرف انہی مقامات پر کروا دیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ بعد ازاں شیخ القاضی رحمہ اللہ کی تحریک کی وجہ سے شیخ زیات رحمہ اللہ اور ان کے تلامذہ نے اس قسم کے امور کی طرف توجہ دی ہے، جو بہرحال محمود کاوشیں ہیں، چنانچہ اس نہج پر کام کو آگے بڑھانے کے سلسلہ میں تدریب الطَّلبہ از شیخ عبدالرازق رحمہ اللہ اور فریدۃ الدھر از محمد ابراہیم محمد سالم کو مثال قرار دیا جاسکتا ہے۔

برصغیر پاک وہند میں علم قراءات عشرہ صغری وکبری کے انتقال کی بنیادی شخصیت شیخ العرب والعجم مولانا قاری مقری عبدالرحمٰن مکی الہ آبادی رحمہ اللہ بھی صراحۃً اس قسم کے رجحانات پیش کرتے نظر آتے ہیں، فرماتے ہیں:

''اگر ایک روایت کا التزام کر کے پڑھا اور اس میں دوسرے کو خلط کر دیا تو کذب فی الروایت لازم آئے گا۔ اور علی حسب التلاوت خلط جائز ہے، مثلا امام حفص رحمہ اللہ کی روایت میں دو طریق مشہور ہیں: ایک امام شاطبی رحمہ اللہ، دوم امام جزری رحمہ اللہ، تو ان میں خلط کرنا اس لحاظ سے کہ دونوں وجہ سیدنا حفص رحمہ اللہ سے ثابت ہیں کچھ حرج نہیں۔ جب ایک وجہ عوام میں شائع ہوگئی ہو اور دوسری وجہ مشہور ثابت عند القراء، متروک (العوام) ہو تو ایسی صورت میں لکھنا پڑھنا پڑھانا نہائت ضروری ہے۔ (خواہ اس سے اختلاط ہی لازم کیوں نہ آئے) متاخرین کے اقوال وآراء میں خلط کرنا چنداں مضائقہ نہیں۔'' [فوائد مکیہ مع تعلیقات مالکیہ: ص ۳۷]

مذکورہ تمام تفصیلات کے باوصف ہمارا رجحان یہی ہے کہ محققین اہل فن کو 'طرق' میں امتیاز کی تمام تر تفصیلات سے واقفیت اور عملاً پابندی کرنا چاہیے تاکہ اہل تحقیق کا عوام سے امتیاز باقی رہے اور علم وفن کے کمال کا پہلو بھی متاثر نہ ہو۔ اس سلسلہ میں ہم علم تحریرات کے حوالے سے دو معروف شخصیات کا حوالہ دے کر اپنی بات کو ختم کرتے ہیں:

① امام جزری رحمہ اللہ، جن کا شمار طرق کے امتیاز کے ماہر ترین لوگوں میں ہوتا ہے، باوجود اختلاط قراءات کے جواز کے قائل ہونے کے وہ اپنی کتاب منجد المقرئین میں ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

"لا يخلو إما أن يكون عالماً أو جاهلاً وإن كان عالما فعيب وإلا فلا" [منجد المقرئين: ص ۱۴]

''اختلاط کرنے والا دو حال سے خالی نہیں یا عالم ہوگا یا پھر جاہل۔ اگر عالم ہے تو اس کے لئے اختلاط معیوب ہے اور اگر جاہل ہے تو اس کے لیے بہرحال خلاف اولیٰ ہے۔''

② اسی طرح علم قراءات کی مشہور کتاب ''الشاطبیۃ'' کی تحریرات کے حوالے سے عظیم شخصیت علامہ عبدالرحمٰن الخلیجی رحمہ اللہ نے بالصراحت لکھا ہے کہ تحریرات کا اہتمام نہ کرنا اہل فن کے حق میں معیوب ہے، البتہ عوام کے حق میں اہتمام نہ کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ [حلّ المشکلات: ۱۰،۹]

ہماری دعا ہے کہ اللہ تمام مسلمانوں کو تلاوت قرآن کریم کی توفیق نصیب فرمائے اور قراءات عشرہ صغری وکبری کی تعلیم وتعلّم اور خدمت قرآن کے لئے ہمیں چن لے۔ آمین یارب العالمین!

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قاری فہداللہ مراد ☆

قرآن کریم کو قواعدِ موسیقی پر پڑھنے کی شرعی حیثیت

رسول کریم ﷺ کے اِرشادِ مبارک: «من لم یتغنّ بالقرآن فلیس منا» کے مطابق قرآن مجید کو کوشش کر کے حسن صوت کے ساتھ پڑھنا ضروری ہے اور اس سلسلہ میں بالعموم کی جانے والی تمام کاوشیں محمود ہیں۔البتہ قرآن مجید چونکہ کلام اللہ ہے، چنانچہ اس میں روحِ قرآن سے قطع نظر عامیانہ اَسالیب اور تکلّفانہ کوششوں سے اِجتناب انتہائی ضروری ہے اور اس ضمن میں اِفراط وتفریط پر مشتمل رویوں کی اِصلاح کی بھی اشد ضرورت ہے۔ پاکستان میں محافل قراءات کا رواج ایک محمود ذوق ہے، جس سے گانوں اور نغموں کے بالمقابل فطرت کے تقاضوں کو قرآن کریم کی تلاوت سے پورا کرنے کا رجحان پیدا کیا جارہا ہے، لیکن ان تمام باتوں کے باوجود قرآن کی روح یہی ہے کہ یہ اللہ کا کلام ہے اور اس میں اللہ کا پیغام اپنے بندوں کے نام پیش کیا گیا ہے۔اس لیے لحون کے وہ اَسالیب جن میں یہ روح سرے سے مفقود ہے، بلکہ اگر قراء کرام کے پیش نظر گھٹیا شعروشاعری ونغمگی (موسیقی) کے قواعد ہیں تو ان سے ہر صورت میں قاری کے لیے اجتناب ضروری ہے۔اس ضمن میں معتدل رویہ کیا ہونا چاہیے، زیر نظر مضمون میں اسے ہی موضوع بنایا گیا ہے۔

اس سلسلہ کا ایک اور مضامین ''مروجہ محافل قراءات.....تنقیدی جائزہ'' کے عنوان سے رشد قراءات نمبر (حصہ دوم) میں ان شاء اللہ پیش خدمت کیا جائیگا، جس میں ''مقامات سبعہ'' کے علاوہ مروجہ محافل قراءت میں سامنے آنے والے دیگر غیر محمود امور کی نشاندہی کی جائیگی۔امت کا قرآن کریم سے تعلق وقت کا اہم ترین تقاضا ہے، لیکن اس ضمن میں وہ اُمور جو تعلق بالقرآن کے سلسلہ میں انتہائی نقصان دہ اثر رکھتے ہیں اور عملاً امت کو روح قرآن سے بہت دور لے جارہے ہیں، ان کی نشاندہی بھی وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔ [ادارہ]

اسلام ایک کامل اور معتدل دین ہے۔کامل اس لیے کہ زندگی کے جمیع پہلوؤں، مثلاً معاشی، معاشرتی، سیاسی سطح پر ایک جامع اور قابل عمل نظام پیش کرتا ہے اور معتدل بایں معنی کہ اسلام نے ہر ایک شے کو اس کا صحیح اور معتدل مقام عطا کیا ہے اور کسی بھی چیز میں اِفراط تفریط کا قائل نہیں، مثلاً اسلام نے نماز، روزہ، نفل ونوافل اور ذکر واَذکار کو ایک خاص مقام دیا ہے اور اس کے بغیر خوشنودیٔ الٰہی کو ناممکن بتایا ہے اور ان کو ترک کرنے پر عذاب وعقاب کی وعیدیں سنائی ہیں، لیکن کوئی فردِ ملت صرف انہی عبادات کے درپے ہوجائے اور اِجتماعی زندگی کو یکسر نظر انداز کردے تو اسلام نے ایسے فرد کی بے حد حوصلہ شکنی کی ہے اور کہا ہے ''لا رھبانیة فی الاسلام'' اسلام میں ایسی کوئی گنجائش نہیں کہ افراد کو صرف انہی کاموں کے لیے چھوڑ دے بلکہ اسلام معاشرتی زندگی میں رہتے ہوئے، اس کے اتار چڑھاؤ اور

☆ فاضل کلّیة القرآن الکریم، جامعہ لاہور الاسلامیہ، معاون مدیر ماہنامہ 'میثاق'، لاہور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مصائب وآلام کو سہتے ہوئے اللہ رب العزت کی طرف متوجہ رہنے کی رغبت دلاتا ہے۔اس سے یہ سمجھنا آسان ہے کہ اسلام ایک معتدل مذہب ہے اور ایک شے کو اس کا صحیح مرتبہ دینے کے بعد اس میں کمی بیشی پسند نہیں کرتا۔

اسی طرح تلاوت کلام کا مسئلہ ہے کہ قرآن کریم کی تلاوت خوش آوازی اور خوش الحانی سے کی جائے۔اس پر مسلمانوں کو بہت زیادہ برانگیختہ کیا گیا ہے۔حدیث مبارکہ میں ہے:

«من لم يتغنّ بالقران فليس منا»

''جس نے قرآن کریم کو خوش آوازی سے نہ پڑھا وہ اُمت محمد ﷺ کے راستہ پر نہیں ہے۔''

دوسری مقام پر ارشاد ہے:

«ما أذن الله لشئ ما أذن لنبی حسن الصوت يتغنى بالقرآن يجهر به»

''اللہ رب العزت اتنی توجہ سے کسی شے کو نہیں سنتے جتنا قرآن کو توجہ سے سنتے ہیں جب نبی ﷺ اسے باآواز بلند خوش الحانی سے تلاوت کر رہے ہوں۔''

◉ فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے مروی کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا:

«لله أشد إذنا الى الرجل الحسن الصوت بالقرآن يجهر به من صاحب القينة إلى قينته»

''بلا شبہ اللہ تعالیٰ خوش آواز شخص کا قرآن اس انہاک اور توجہ سے سنتے ہیں کہ ایک گانا سننے والا شخص گلوکارہ کا گانا بھی اتنی توجہ سے نہیں سنتا۔''

اسی لیے جناب نبی کریم ﷺ خود بھی بہت خوبصورت انداز میں تلاوت فرماتے تھے اور کوئی بھی شخص آپ ؐ سے زیادہ خوش اِلحان نہ تھا۔صحیحین میں جناب جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،فرماتے ہیں:

"سمعت النبی ﷺ يقرأ فی المغرب بالطور لم أسمعه"

''میں نے نبی مکرم ﷺ کو نماز مغرب میں سورۃ الطّور تلاوت کرتے ہوئے سنا (آپ اس قدر خوش الحانی سے پڑھ رہے تھے) کہ میں نے ایسا کبھی نہیں سنا تھا۔'' [صحيح البخاري:۴۸۵۴]

دوسری روایت میں ہے آپ ؐ جب آیت ﴿أَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمُ الْخَالِقُوْنَ﴾ پر پہنچتے تو آپ کی آواز میں اس قدر سوز پیدا ہو گیا کہ قریب تھا کہ میرا دل شدت تاثیر سے پھٹ جاتا۔[صحيح البخاري:۴۸۵]

◉ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"سمعت النبی ﷺ قرأ فی العشآء بالتين والزيتون فما سمعت أحداً أحسن صوتاً منه"

[صحيح مسلم:۱۰۳۹]

''میں نے نبی ﷺ کو عشاء کی نماز میں سورۃ التین کی تلاوت فرماتے سنا، کہتے ہیں، میں نے آج تک کوئی ایک ایسا نہیں سنا جو آپ ﷺ سے زیادہ خوش اِلحان ہو۔''

آپ ﷺ جہاں خود قرآن کو خوش الحانی سے پڑھتے تھے وہاں صحابہ کو بھی اس کی ترغیب دیتے اور خوش آواز صحابہ کی حوصلہ اَفزائی بھی فرماتے تھے۔آپ ﷺ نے صحابہ رضوان اللہ عنہم اجمعین سے فرمایا:

«زينوا القرآن بأصواتكم فإن الصوت الحسن يزيد بالقرآن حسنا»

''قرآن کو اپنی آوازوں سے مزین کرو کیونکہ خوبصورت آواز قرآن کے حسن کو دوبالا کرتی ہے۔''

ایک مقام پر آپ ﷺ نے سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی حوصلہ افزائی فرماتے ہوئے اِرشاد فرمایا:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

«يا أبا موسىٰ لقد أوتيت مزمارا من مزامير آل داؤد» [صحيح البخاري:٥٠٤٨]

''اے ابوموسیٰ آپ کو حضرت داؤد علیہ السلام کی راگوں میں سے راگ دیئے گئے ہیں۔''

صحابہ رضی اللہ عنہم بھی خوش آوازی سے قرآن سننے کو پسند کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے فرماتے: (ذَكِّرْنَا رَبَّنَا) ''ابوموسیٰ ہمیں ہمارا رب یاد دلاؤ'' پھر جب حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ خوب خوش آوازی سے قرآن کریم کی تلاوت کرتے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے: "من استطاع أن يتغنى بالقرآن غناء أبي موسىٰ فليفعل" [الطبري] ''جو شخص ابوموسیٰ کی طرح قرآن خوش الحانی سے تلاوت کرسکتا ہے وہ کرے۔''

اسی طرح حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ قرآن کریم بہت خوبصورت آواز سے پڑھا کرتے تھے۔ تو انہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا:

''مجھے فلاں فلاں سورۃ سناؤ۔ جب انہوں نے سنائی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ رونا شروع ہوگئے اور فرمایا میرا خیال نہیں تھا کہ یہ نازل ہوئی ہے۔''

مذکورہ روایات سے معلوم ہوا کہ قرآن کریم کو خوش الحانی سے پڑھنا شرعاً مطلوب ہے اور تقرب الی اللہ اور خوشنودی الٰہی کا باعث ہے، لیکن قابل غور امر یہ ہے کہ قرآن کریم کو خوبصورت پڑھنے کی کچھ حدود قیود بھی ہیں یا پھر طبع آزاد کو سامانِ نشاط وطرف فراہم کرنے کے لیے جس طرح من چاہے پڑھتے چلے جائیں۔ تو یہ بدیہی امر ہے کہ کچھ اُصول وضوابط ہونے چاہیے تو ہماری نظر میں تلاوتِ قرآن کے وقت چار باتوں کا لحاظ رکھنا از حد ضروری ہے ورنہ وہ تلاوت ہمیں قرب الٰہی کی بجائے قرب اِبلیس کی طرف لے جائے گی اور ہم "الماهر بالقرآن مع السفرة الكرام البررة" کی صف سے نکل کر کسی دوسرے گروہ میں شمولیت کے حقدار ٹھہریں گے۔ العیاذ باللہ

قرآن کریم میں ہے: ﴿يُضِلُّ بِهِ كَثِيرًا وَيَهْدِي بِهِ كَثِيرًا﴾ [البقرة:٢٦]

''اس قرآن کی وجہ سے بہت سے لوگ گمراہ اور بہت سے ہدایت یاب ہوں گے۔''

چار شروط جن کا لحاظ رکھنا ہر حال میں لازم ہے وہ یہ ہیں:

① تلاوت قرآن کرتے ہوئے قواعد ترتیل کا خیال رکھا جائے۔

② تلاوت قرآن کرتے ہوئے قرآن کا مقصدِ اصلی تدبر وتفکر فی آیات اللہ کسی طرح بھی نظر انداز نہ ہو۔

③ قرآن کریم کا کلام اللہ ہونے کی وجہ سے جو ذاتی عزت ووقار ہے اسے پامال نہ کیا جائے۔

④ عرب کے لب ولہجہ میں قرآن کریم کی تلاوت کی جائے اور عجم، اہل کتاب اور فساق لوگوں کے لہجات مذمومہ سے گریز کیا جائے۔

اب ہم ان شروط کو قدرے تفصیل سے کھول کر بیان کرتے ہیں:

پہلی شرط: قرآن کریم کو تلاوت کرتے ہوئے قواعد ترتیل کا خیال رکھنا

قرآن کریم کو پڑھنے کا الٰہی اور نبوی طریقہ صرف اور صرف ترتیل ہے۔ اللہ رب العزت اپنے طریق تلاوت کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ﴿وَرَتَّلْنَاهُ تَرْتِيلًا﴾ ''ہم نے قرآن کو ترتیل کے ساتھ پڑھا۔''

اور آپ علیہ السلام کو اسی طرح تلاوت کرنے کا حکم دیا گیا، فرمایا:

﴿وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا﴾ ''اے نبی آپ بھی قرآن کریم کو ترتیل کے ساتھ پڑھیں۔''

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اب یہ معلوم کرنا ہے کہ ترتیل ہے کیا؟ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کی وضاحت یوں فرماتے ہیں:

«الترتيل هو تجويد الحروف ومعرفة الوقوف»

''حروف کو تجوید کے ساتھ پڑھنے اور اوقاف کی معرفت کا نام ترتیل ہے۔اور تجوید حروف کو مخارج سے ان کی جمیع صفات لازمہ اور عارضہ کا خیال رکھتے ہوئے ادا کرنے کو کہتے ہیں۔''

لہٰذا قرآن کریم کو خوش آوازی سے پڑھیں یا نہ پڑھیں، ہرحال میں ترتیل کے ساتھ پڑھنا لازم وضروری ہے اور خوش الحانی کے نام پر قواعد تجوید کی دھجیاں اڑانا کسی طرح بھی درست نہیں ہے اور نہ ہی یہ چیز باعث اجروثواب ہے بلکہ ایسا پڑھنے والا ربَّ قاری للقران والقرآن یلعنه کا مصداق ہے۔اس کی مثال یوں سمجھئے کہ ایک آدمی بغیر وضو کے لمبی اور انتہائی خشوع خضوع کے ساتھ نماز پڑھے اور اس پر اجر وثواب کا بھی متمنی ہو اور اپنے آپ کو ﴿قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ﴾ کا مصداق سمجھے، لہٰذا تلاوت قرآن کریم بغیر ترتیل کے کسی صورت بھی جائز نہیں ہے اور بجائے اجروثواب کے حصول اثم وزر کا سبب بنی گی۔اس لیے قرآن کا کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ قاری ہو یا بڑے سے بڑا ماہر جس کے نام کے ساتھ لاحقوں، سابقوں کی بھرمار ہو وہ اگر قرآن کو ٹھیک، درست اور منشاء الٰہی کے موافق پڑھنا چاہتا ہے تو قواعد ترتیل کے موافق پڑھے۔

دوسری شرط: تلاوت قرآن کرتے ہوئے قرآن کا مقصد اصلی تدبر وتفکر فی آیات اللہ کسی طرح بھی نظر انداز نہ ہو

نزول قرآن کا مقصد اصلی غور وفکر اور تدبر وتفکر ہے تاکہ انسان کلام اللہ کی آیات بینات میں غرق ہوکر اپنے لیے ہدایت وتقویٰ اور علم ومعرفت کا سامان حاصل کرے اور انوارِ قرآنی کی بارش اس کے قلب آہن پر اس قدر برسے کہ اسے آب کردے۔اور اس طرف قرآن کریم نے متعدد مقامات پر توجہ دلائی ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿كِتَابٌ اَنْزَلْنَاهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾ [ص:۲۹]

''یہ ایک برکت والی کتاب ہے جو(اے نبیؐ)ہم نے تمہاری طرف نازل کی ہے تاکہ یہ لوگ اس کی آیات پر غور کریں اور عقل وفکر رکھنے والے اس سے سبق لیں۔''

دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ﴾[النحل:۴۴]

''اور اب یہ ذکر آپ پر نازل کیا ہے تاکہ آپ لوگوں کے سامنے اس کی تشریح وتوضیح کرتے جاؤ جو ان کے لیے اتاری گئی ہے تاکہ وہ خود بھی غور وفکر کریں۔''

مذکورہ آیت میں آپ کو تبیین قرآن کا حکم ہی صرف اسی غرض سے دیا گیا ہے کہ لوگ اس پر تدبر وتفکر کریں۔

نیز ارشاد ہے: ﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا﴾ [الانفال:۲]

''سچے اہل ایمان وہ لوگ ہیں جن کے دل اللہ کا ذکر سن کر لرز جاتے ہیں اور جب اللہ کی آیات ان کے سامنے پڑھی جاتی ہیں تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے۔''

قرآن کریم قلبی خشوع وخضوع اور زیادت ایمان کا ذریعہ تب ہی بنے گا جب اس پر غور وفکر کیا جائے گا۔لہٰذا جب انسان قرآن پر غور وفکر کئے بغیر لمبی لمبی سُریں لگا کر پڑھتا ہے تو وہ قرآن کے حقیقی مقاصد سے دور ہوتا چلا جاتا ہے اور پھر آیات بینات اس پر اثر نہیں کرتیں ایسے لوگوں کی حالت قرآن میں یوں بیان ہوئی ہے:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَىٰ قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا﴾ [محمد:۲۴]
''ان لوگوں نے قرآن پر غور نہیں کیا یا ان کے دلوں پر قفل چڑھے ہوئے ہیں۔''
دوسری جگہ ایسے طرزِ فکر کے حاملین ذکر یوں ہے:
﴿خَتَمَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ وَعَلَىٰ سَمْعِهِمْ وَعَلَىٰ أَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ﴾ [البقرة:۷]
''اللہ نے ان کے دلوں اور ان کے کانوں پر مہر لگادی ہے اور ان کی آنکھوں پر پردہ پڑ گیا ہے۔''

آیاتِ مذکورہ اس بارے میں صراحت کر رہی ہیں کہ نزولِ قرآن کا حقیقی مقصد اس میں غور وخوض کرنا ہے، لہٰذا تلاوتِ کلام حمید کا ایسا انداز اپنانا چاہئے، جس سے سامعین اور خود قاری کو آیات پر غور وفکر کا موقع میسر آئے اور دونوں اس طرف راغب ہوں کہ ہمیں بھی قرآن کے مطالب ومعانی سے واقفیت ہونی چاہئے۔ اگر ایسی تلاوت ہو تو واقعی مسنون تلاوت ہے اور بارگاہ الٰہی میں باعث اَجر وثواب اور ذریعہ بلندی درجات ہے ورنہ وہ تلاوتِ قرآن نہیں بلکہ ذہن بیمار کی تسکین کا ذریعہ ہوسکتا ہے۔

تیسری شرط: قرآن کریم کلام اللہ ہے اس کے عزت ووقار کو پامال نہ کیا جائے

قرآن کریم کلام خداوندی ہونے کی وجہ سے الٰہی عزت و وقار کی حامل کتاب ہے جس طرح ذات برحق کو کسی غیر سنجیدہ انداز تکلم میں مخاطب کرنا بہت بڑا گناہ ہے اسی طرح کلام الٰہی کو کسی غیر معقول انداز میں پڑھنا بھی بدعتی اور مشکلات کا باعث ہے۔ قرآن کریم میں ہے:
﴿ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ﴾
''اپنے رب کو گڑگڑاتے ہوئے چپکے چپکے پکارو یقیناً وہ حد سے گزرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔''

لہٰذا جس طرح ذات الٰہی کا اَدب و اِحترام ہر حال میں ملحوظ رکھنا واجب وفرض ہے۔ اس طرح کلام اللہ کا اکرام و توقیر بھی ضروری ہے۔ لہٰذا بوقتِ تلاوت ایسا لب ولہجہ اختیار نہ کیا جائے جس میں کلام اللہ کھیل تماشا بن جائے اور اس کا تقدس باقی نہ رہے اور سامعین سنتے ہوئے ایسا تاثر دیں جس طرح کسی گلوکار کو سن رہے ہیں، لہٰذا ایسی صورتِ حال خود قاری اور سامعین کے لیے بے حد خطرناک ہے۔

چوتھی شرط: قرآن کریم کی عرب کے لب ولہجہ میں تلاوت کی جائے اور عجم، اہل کتاب اور عشاق لوگوں کے لہجات مذمومہ سے گریز کیا جائے۔

قرآن کریم عربی زبان میں نازل ہوا ہے جس طرح ہر زبان کا ایک خاص لہجہ ہوتا ہے اسی طرح عربی زبان کا بھی ایک خاص لہجہ ہے اور قرآن کریم کو اسی لہجہ کے موافق پڑھنا چاہئے۔
حدیث مبارک میں ہے: «إقرء وا القرآن بلحون العرب و أصواتها»
''قرآن کریم کو عرب کے لب ولہجہ میں پڑھو۔''
اس روایت سے معلوم ہوا کہ قرآن کریم کو عجم کے لب ولہجہ میں پڑھنا ممنوع ہے لہٰذا عجم کے لہجوں پر پڑھنے سے گریز کرنا چاہیے۔ ذیل میں ہم اس مسئلہ پر تفصیل سے بحث کریں گے۔

قواعد موسیقی (مقامات) کے موافق تلاوت کرنا

قرآن مجید کو خوش آوازی سے پڑھنا۔ بلاشبہ ایک مستحسن امر ہے اور اس کی قرآن وسنت میں ترغیب دی گئی ہے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن اس کا بالکل یہ مطلب نہیں کہ تغنّی اور تحسین قراءت کی آڑ میں قرآن مجید کو موسیقی کے قواعد اور موسیقی کی دھنوں میں پڑھنا شروع کر دیا جائے یہ امر قطعی ناجائز ہے۔ آج کل یہ مرض بہت بڑھ رہا ہے اور بعض مخلص اور حقیقت سے ناآشنا قراء اس کو اختیار کئے ہوئے ہیں اور اس کو سیکھنے میں خاصی محنت اور تکلف سے کام لے رہے ہیں۔ یہ عادت قراء میں کیوں عام ہو رہی ہے؟ اس کا بھی ایک خاص پس منظر ہے وہ یہ کہ، گذشتہ چند سالوں سے مصری قراء کا پاکستان میں کثرت سے آنا جانا شروع ہو گیا۔ اکثر مصری قراء قرآن کریم کو قواعد موسیقی پر تلاوت کرتے ہیں اور مصر میں مقامات یعنی قواعد موسیقی پر قرآن کو پڑھنے کی باقاعدہ تعلیم دی جاتی ہے کہ قرآن کریم کو کس طرح موسیقی کی دھنوں پر پڑھا جائے۔ اس کی تعلیم کے لیے باقاعدہ درسگاہیں بھی قائم ہیں اور یہ مرض اس قدر بڑھتا جا رہا ہے کہ اس کو انٹرنیشنل سطح پر انٹرنیٹ کے ذریعہ ترویج دی جا رہی ہے اور بعض ویب سائٹس باقاعدہ اس پر کام کر رہی ہیں۔ جب سے مصری قراء نے اپنے مبارک قدم اَرض پاکستان پر رنجا فرمائے ہیں، اس وقت سے یہ رجحان بڑھا ہے، چونکہ وہ قواعد موسیقی (مقامات) کے مطابق تلاوت کرتے ہیں، جس کا اندازہ وہ حضرات بخوبی کر سکتے ہیں جو ایسی محافل میں شریک رہے ہیں، مثلاً اپنے ہاتھوں اور انگلیوں کو ایک خاص انداز میں حرکت دینا جس طرح کوئی موسیقار پیانو بجاتے وقت کرتا ہے تو ان کی دیکھا دیکھی ہمارے حقیقت سے ناآشنا قراء کرام نے مقامات پر پڑھنے کی کوشش شروع کر دی ہے۔

مقامات یعنی قرآن کو قواعد موسیقی پر پڑھنے کے بارے میں تفصیلی بحث سے پہلے ضروری ہے کہ مقامات کی اصطلاحی تعریف ذکر کی جائے تاکہ یہ علم ہو جائے کہ 'مقامات' کہتے کسے ہیں۔

اِصطلاحی تعریف

مقامات، مقام کی جمع ہے اور مقام کی تعریف یہ ہے:

"المقام الصوتي هو الطابع الموسيقي الذي يمتاز به صوت معين۔ فالديك يعطي مقام الصبا والأسد يعطي مقام الرست"

''مقام صوتی موسیقی کا ایسا انداز جس سے خاص آوازوں کے مابین امتیاز کیا جاتا ہے جس طرح مرغ (کی آواز) مقام رست اور شیر (کی دھاڑ) مقام صبا کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔''

مذکورہ تعریف سے معلوم ہوا کہ مقامات موسیقی کے ایسے قواعد کو کہا جاتا ہے جس سے آواز کے اتار چڑھاؤ، شدت، نرمی وغیرہ میں امتیاز کیا جاتا ہے اور اس سے یہ ممکن ہوتا ہے کہ انسان موسیقی کی مختلف دھنوں کے اندر ہی رہ کر پڑھتا ہے۔

آج کل کے نام نہاد قراء جو مقامات کے اختیار کو اپنے لیے اعزاز سمجھتے ہیں اور پھر اسے دلائل کے ذریعے جائز کرنے کی کوشش کرتے ہیں وہ درج ذیل دلائل دیتے ہیں۔

پہلی دلیل:

«ليس منا من لم يتغنَّ بالقرآن»

''وہ شخص ہم میں سے نہیں جو قرآن کریم کو خوش آوازی نہ پڑھے''

یہاں یتغنّ سے مراد کیا؟ اس بارے میں علماء کے دو اقوال ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہلا قول: تغنّی سے مراد وہ بے نیازی ہے جو فقر کے مقابلہ میں ہو۔سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ، وکیع بن الجراح رحمہ اللہ، ابوعبید قاسم بن سلام رحمہ اللہ، اسحٰق بن راہویہ رحمہ اللہ اور امام بخاری رحمہ اللہ اس مؤقف کے مؤیدین ہیں۔

دوسرا قول: تغنّی کا مفہوم ہے۔قرآن کریم کو خوش آوازی سے پڑھنا یہ ابن وہب رحمہ اللہ، حرملہ بن یحییٰ رحمہ اللہ، امام مزنی رحمہ اللہ، امام ربیع رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ کا مؤقف ہے۔

ہم یہاں راجح مسلک کے تفصیلی دلائل ذکر کرنے کے بجائے چند روایات ذکر کرتے ہیں، جس سے راجح مسلک اور مذکورہ حدیث کا مفہوم ازخود واضح ہوجائے گا:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

«ما أذن الله لشيء ما أذن لنبي حسن الترنم بالقرآن» [فتح الباري:۱۱/۸۷]

''اللہ تعالیٰ کسی چیز کو اس قدر متوجہ ہوکر نہیں سنتے جس قدر توجہ سے نبی ﷺ کو سنتے ہیں جب وہ خوش الحانی سے قرآن پڑھ رہے ہوں۔''

صحیح مسلم میں حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

«ما أذن لنبي حسن الصوت يتغنى بالقرآن يجهر به» [صحيح مسلم:۱۸۴]

مذکورہ دونوں روایات سے معلوم ہوا کہ تغنّی اور ترنم دو حروف ایک ہی مفہوم کی وضاحت کے لیے ذکر کئے گئے۔جس سے آسانی سے متعین کیا جاسکتا ہے کہ حدیث « من لم يتغنَّ بالقرآن فليس منا» میں تغنی، ترنم یعنی تحسین صوت کے معنی میں ہے۔

دوسری دلیل:

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«زيِّنوا القرآن بأصواتكم» [سنن ابوداود:۲/۷۲، سنن نسائی:۲/۱۷۹]

''قرآن کریم کو اپنی آوازوں سے زینت بخشو۔''

دوسری جگہ ہے:

« فإن الصوت الحسن يزيد بالقرآن حسنا»

''یقیناً خوبصورت آواز قرآن کریم کے حسن کو دوبالا کرتی ہے۔''

تیسری دلیل:

ابویعلی رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنی اہلیہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہمراہ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے گھر کے پاس سے گزر رہے تھے کہ انہوں نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رحمہ اللہ کو قرآن پڑھتے ہوئے سنا، آپ ﷺ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان کی قراءت سننے کے لیے کھڑے ہوگئے۔صبح جب سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«يا أبا موسىٰ مررت بك البارحة لو رأيتني وأنا أستمع لقراتك لقد أوتيت مزمارا من مزامير آل داؤد فقال أبو موسىٰ أما إني لو علمت بمكانك لحبرت لك تحبيرا»

[مسند أبو يعلى:۱۳/۲۶۶]

''اے ابوموسیٰ! گذشتہ رات میں تیرے گھر کے پاس سے گزرا تھا، جب میں آپ کی قراءت سن رہا تھا تو کاش تو مجھے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیکھتا، بلاشبہ تو آل داؤد کے لہجوں میں سے ایک لہجہ دیا گیا ہے۔ جب ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے یہ سنا تو عرض کیا کہ اگر مجھے معلوم ہوجاتا کہ آپ کھڑے سماعت فرما رہے ہیں، تو میں اس سے بھی زیادہ خوبصورت پڑھتا۔''

'مزمارٌ بانسری کو کہتے ہیں اور یہاں ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی خوبصورت شیریں اور سُریلی آواز کو بانسری کی آواز سے تشبیہ دی گئی ہے۔ اس بارے میں کوئی شک نہیں کہ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو بے حد شیریں آواز سے نوازا گیا تھا، چنانچہ ابوعثمان نہدی فرماتے ہیں کہ:

''کہ ایک روز میں ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے ہاں گیا۔ آپ تلاوت فرما رہے تھے۔ آپ کی آواز اس قدر پرسُوز تھی کہ میں نے ان کی آواز سے خوبصورت آواز کبھی طبلہ، سارنگی اور بانسری کی بھی نہیں سنی تھی۔''

[فضائل القرآن لابن کثیر، ص۳۵]

وہ حضرات جو قواعد موسیقی کے ساتھ قرآن پڑھنے کے قائل ہیں وہ یہ دلیل دیتے ہیں کہ قرآن کریم کو خوبصورت پڑھنا شرعاً مطلوب ہے اور قرآن کو خوبصورت پڑھنے کے لیے اگر تکلف سے کام لیا جائے اور بعض ایسے قواعد سے مدد لی جائے جس سے مطلوب حاصل ہوجائے تو یہ کون سی حرج کی بات ہے۔

اس حدیث میں جہاں تک تکلف کی بات ہے تو خوبصورت اور درست پڑھنے کے لیے تکلف سے کام لیا جائے تو اس میں واقعی کوئی حرج نہیں ہے، لیکن اس میں کس حد تک تکلف ہوسکتا ہے اس کے لیے کچھ حدود قیود ہیں مثلاً تجوید و قراءات کے مدارس میں قرآن کریم کو خوبصورت اور درست پڑھنے کی غرض جو مشق کروائی جاتی ہے وہ سراسر تکلف ہے حتیٰ کہ اس بارے میں بعض من گھڑت قصے بھی مشہور ہیں لیکن اس تکلف سے کوئی بھی منع نہیں کرتا یعنی فطری انداز میں آدمی جس قدر خوبصورت قرآن پڑھ سکتا ہے، اس کی کوشش کرنی چاہئے اور شریعت میں اس کی بے حد حوصلہ افزائی کی گئی ہے۔ الغرض ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعریف فرمائی تو انہوں نے کہا:

«أما أني لو علمت بمكانك لحبَّرت لك تحبيرا»

آپ نے جب یہ جملے سنے تو آپ نے اس پر کوئی انکار نہیں فرمایا، جس سے معلوم ہوا کہ قرآن کریم کو تکلفاً خوبصورت پڑھنے میں بھی کوئی حرج نہیں، لیکن یہاں سے کوئی کوتاہ نظر یہ سمجھ لے کہ قرآن کریم کو قواعد موسیقی (مقامات) پر بھی پڑھنا درست اور جائز ہے، تو اس کی کج فکری کی اس سے بڑی کوئی دلیل نہیں ہے، کیونکہ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ایک فطری تکلف کی بات کر رہے تھے کہ اللہ رب العزت نے انہیں جو لحن داؤدی عطا کر رکھی تھی وہ ایک وہبی اور فطری چیز ہے۔ اُسی میں مزید خوبصورتی اور نکھار سے پڑھنا مراد ہے نہ کہ قواعد موسیقی پر، کیونکہ انہیں ایسے فنون خبیثہ سے دور کا واسطہ بھی نہیں تھا اور نہ ہی انہوں نے کسی سے یہ فن سیکھا تھا۔ ان کی فطری خوبصورتی کو 'مزمارٌ سے تشبیہ دی گئی تھی، ورنہ لوگ جب قرآن کو 'مزمارٌ بنا کر صرف آوازوں کے پیچھے پڑ جائیں گے تو ایسی حالت کو حدیث میں علامات الساعات میں ذکر کیا گیا ہے۔ یہ فتن میں سے ایک فتنہ ہے۔

مسند احمد میں سیدنا عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں:

«سمعت رسول اللہ ﷺ بادروا بالموت ستا إمرة السفهاء وكثرة الشرط وبيع الحكم و استخفافاً بالدم وقطيعة الرحم و نشوا يتخذون القران مزامير يقدمونه يغنيهم وإن كان أقل منهم فقها»[مسند احمد:۳/۴۹۴]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا چھ چیزوں کے آنے سے پہلے موت طلب کرو۔ بے وقوفوں کی امارت سے پہلے، شرطوں کی کثرت سے پہلے، انصاف کے بکنے سے پہلے، خون کے ارزاں ہونے سے پہلے، قطع رحمی عام ہونے سے پہلے اور ایسے لوگوں کے پیدا ہونے سے پہلے جو قرآن کو مزمار (بانسری) بنالیں گے اور ایسے لوگوں کو امام بنایا جائے گا جو قرآن کو اچھا گاتے ہوں گے اگرچہ وہ اُسے بہت کم سمجھتے ہوں۔''

اور مصنف عبدالرزاق میں یہ الفاظ ہیں «وناس يتخذون القرآن مزامير يتغنَّون به»

''ایسے لوگ آجائیں گے جو قرآن کو بانسری بنالیں گے جس کے ساتھ وہ گائیں گے۔'' العیاذ باللہ

لہٰذا سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی حدیث کا سہارا لے کر قرآن کریم کو قواعد موسیقی پر پڑھنا یہ کسی طرح بھی درست نہیں ہے، بلکہ وہ ایک فطری حسن تھا جس میں تلاوت قرآن کی جمیع شروط موجود تھیں، جبکہ مقامات پر پڑھنا ایک غیر فطری، غیر شرعی اور حرام کام ہے، جس میں تلاوت قرآن کی تقریباً جمیع شروط مفقود ہوتی ہیں، کیونکہ وہاں قواعد ترتیل کی دھجیاں بکھیری جاتی ہیں اور جو شخص آواز کی سروں اور قواعد موسیقی پر توجہ دے گا وہ خاک تدبر اور تفکر کرے گا۔ باقی دو شرائط تو ابتداء ہی مفقود ہو جاتی ہیں۔ اس کے علاوہ قواعد موسیقی پر تلاوت کرنے سے جو خرابیاں لازم آتی ہیں وہ اس حدیث پر غور کرنے سے خوب آشکارا ہو جائیں گی:

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نبی مکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا:

«إقرء وا القرآن بلحون العرب وأصواتها وإياكم ولحون أهل الكتاب والفسق فإنه سيجيئ من بعدى أقوام يرجعون بالقرآن ترجيع الغناء والنوح لايجاوز حناجرهم مفتونةً قلوبهم وقلوب الذين يعجبهم شأنهم» [الطبرانی فی الأوسط]

''قرآن کریم کو عرب کے لب ولہجہ میں پڑھو، اہل کتاب اور فساق کے لہجو سے بچو، بلاشبہ میرے بعد کچھ قومیں آئیں گی جو قرآن کریم کو گلوکاروں اور نوحہ خانوں کی طرح لوٹا لوٹا کر پڑھیں گے۔ قرآن ان کے حلقوں سے نیچے نہیں اترے گا وہ لوگ خود اور جو ان کو قابل عزت سمجھیں گے ان کے دل فتنوں میں مبتلا ہوں گے۔''

مذکورہ روایت پر غور کریں تو کئی ایک باتیں سامنے آتیں ہیں:

① إقرء وا القرآن بلحون العرب وأصواتها، قرآن کریم کو عرب کے لب ولہجہ میں پڑھو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ عرب کے لب ولہجہ کے علاوہ کسی دوسری قوم کے لب ولہجہ میں پڑھنا درست نہیں ہے، کیونکہ مذکورہ روایت میں اس بات کا امر ہے کہ عرب کے لب ولہجہ میں پڑھو اور یہ وجوب کا متقاضی ہے اور اس کے خلاف پڑھنا حرام ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ آیا موسیقی کا تعلق عرب سے ہے یا نہیں، تو اس بارے میں اختلاف ہے کہ موسیقی کا موجد اور بانی کون ہے۔ قدیم تمدن کے ورثاء اسے یونان کی پیداوار کہتے ہیں اور اسے اپنے دیوتا میوزس کی نو بیٹیوں کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ ہندو موسیقی کا بانی اپنے دیوتا برہما کو قرار دیتے ہیں۔ ایرانیوں اور فارسیوں کا نقطہ نظر ہے کہ موسیقی حکیم فیثا غورث نے ایجاد کی ہے اور بعض کے ہاں موسیقی کا خالق دیوتا مہادیو ہے۔'' [اسلام اور موسیقی، ماہنامہ 'ترجمان الحدیث'، جون ۱۹۷۰ء]

اس سے قطع نظر کہ موسیقی کا حقیقی اور اصلی بانی کون ہے۔ یہ بات متفق علیہ ہے کہ اس کا بانی کوئی نہ کوئی عجمی ہے، عرب کا اس کی ایجاد سے کوئی تعلق نہیں اور حدیث رسول ﷺ کے مطابق قرآن کریم کو عرب کے لب ولہجہ میں پڑھنا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہی لازمی وضروری ہے اور موسیقی بنیادی طور پر عرب کے لب ولہجہ میں داخل ہی نہیں اس لیے قرآن کو اس پر پڑھنا ناجائز اور حرام ہے۔ میں اس میں قطعاً داخل نہیں ہوں گا کہ موسیقی کا شرعی حکم کیا ہے یہ بالکل واضح ہے۔ اب اگر کوئی وسعت نظر رکھنے والے قاری صاحب یہ فرمائیں کہ مقامات (قواعد موسیقی) کے موافق مصری قراء بھی پڑھتے ہیں جو کہ عرب ہیں اور ان کی تقلید کرتے ہوئے ہم بھی پڑھیں تو کون سی حرج کی بات ہے تو ان کی اجتہادی بصیرت اور دقتِ نظر پر سوائے ماتم کے، کیا کیا جاسکتا ہے۔ ان کی خدمت میں عرض ہے کہ جناب اس کا عرب کے لب ولہجہ سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ انہوں نے ایک خارجی شے کو اپنے لب ولہجہ میں داخل کیا ہے اور آج کل کے نوخیز قراء نے اُسے پروان چڑھایا ہے۔ اس کا بنیادی طور پر عرب کے لب ولہجہ سے دور کا واسطہ بھی نہیں ہے اور قرآن اس سے بالکل منزہ اور پاک ہے۔

ایک سوال یہ بھی پیدا کیا جاتا ہے کہ مقامات کے موافق صرف موجودہ نوخیز قراء مصر ہی نہیں پڑھتے بلکہ متقدمین قراء مصر جیسا کہ شیخ رفعت رحمہ اللہ ہیں، وہ بھی مقامات (قواعد موسیقی) کے موافق ہی پڑھتے تھے تو ان کی خدمت میں عرض ہے اس بارے میں اللہ سے ڈرنا چاہئے اور بہتان طرازی سے گریز کرنا چاہئے اور اِن ورع وتقویٰ کے حامل اماموں کو اس فن خبیث سے دور رکھنا چاہئے۔ اس بہتان کی حقیقت کچھ یوں ہے کہ جب ان گلوکاروں نے جو مقامات اور قواعد موسیقی کی تربیت دیتے تھے، انہوں نے ان کی تلاوت سنی تو انہوں نے اپنے فن کی بنیاد پر استقرائی طور پر کہا کہ یہ فلاں مقام میں پڑھ رہے ہیں اور اس طرح ان کو قواعد موسیقی اور مقامات کا ماہر قرار دے دیا۔ اس کو یوں سمجھنا آسان ہے جس طرح آپ نے مقامات کی تعریف میں پڑھا کہ مرغ مقام صبا میں اَذان دیتا ہے اور شیر مقام رست میں دھاڑتا ہے اب کوئی عقل و دانش سے عاری شخص ہی کہے گا کہ مرغ اور شیر قواعد موسیقی یا مقامات کے ماہر ہیں اور قواعد موسیقی کا پورا خیال رکھتے ہوئے اَذان دیتے یا دھاڑتے ہیں۔

اگر آپ کی نظر سے علم مقامات کا کوئی مذکرہ گزرا ہو تو اس میں آپ کو یہ بھی ملے گا کہ شیخ سعود شریم ﷾ فلاں مقام پر پڑھتے ہیں، حالانکہ ان کا تعلق علماء کے اس گروہ سے ہے جو مقامات کے سخت مخالف ہیں۔ بالکل اسی طرح انہوں نے متقدمین مصری قراء کو مقامات کا ماہر قرار دیا ہے۔ مزے کی بات یہ ہے کہ استاد محترم قاری حمزہ مدنی ﷾، جو سالہا سال سے کویت میں تراویح پڑھاتے ہیں، ان کی خوش آوازی کی وجہ سے بعض موسیقار بھی ان کا قرآن سننے آتے ہیں اور بعد میں وہ انہیں بتاتے ہیں کہ آج آپ نے فلاں فلاں مقام پر تلاوت کی ہے، حالانکہ ان کے بقول انہوں نے تو کبھی کوئی گانا بھی نہیں سنا، چہ جائیکہ ان مقامات سے واقفیت رکھتے ہوں۔

④ وإيَّاكم وأصوات أهل الكتاب والفسق: ''اہل کتاب اور فساق کی آوازوں سے بچو۔''

اہل کتاب کی آوازوں سے بچنے کے لیے اس لیے کہا گیا ہے کہ وہ بھی خاص لہجوں میں گرجا گھروں میں اپنی کتب کو گاتے تھے جو آج کل بہت زیادہ بڑھ کر یہاں پہنچ چکی ہے کہ وہ باقاعدہ موسیقی کا اہتمام کر کے اس کے ساز میں اپنی کتب کو پڑھتے ہیں اور فساق لوگوں سے مراد گلوکار اور قوال قسم کے لوگ ہیں، جو شاعری کو خاص سروں اور دھنوں پر گاتے ہیں۔ اس لیے قرآن کریم کو گلوکاروں کے اور قوالوں کے انداز پر بھی پڑھنا ممنوع ہے اور انہیں فساق اس لیے کہا گیا ہے کہ موسیقی اور گانا بجانا متقی اور شرفاء لوگوں کا شیوہ نہیں ہے بلکہ منافقین اور فاسقوں کے ٹولے کا ہی طرزِ عمل ہے اس لیے قرآن کریم کو ایسی اوازوں پر پڑھنے سے بھی منع کیا گیا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

③ «فإنه سيجيئ من بعدی أقوام يرجعون بالقرآن ترجيع الغناء النوح»

''آپ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ میرے بعد ایسی قومیں آئیں گی جو گانوں اور نوحوں کی طرح لوٹا لوٹا کر پڑھیں گی۔''

حدیث کا یہ ٹکڑا انتہائی قابل غور اور قابل التفات ہے کہ گانوں اور نوحوں کی طرح لوٹا لوٹا کر پڑھنے کا اس کے سوا کیا مطلب ہوسکتا ہے کہ قاری آیت کو ایک مرتبہ مقام رست میں پڑھے پھر مقام صبا میں پڑھے۔ پھر مقام' نھاوند' میں پڑھے پھر مقام 'سیکا' میں پڑھے، علی ہذا القیاس اگر یہ ترجیح اور لوٹانا گلوکاروں اور نوحہ خانوں سا نہیں ہیں تو کن کی طرح لوٹا رہے ہیں۔ العیاذ باللہ

اب بھی اگر کوئی صاحب یہ کہے کہ قرآن کو قواعد موسیقی پر پڑھنا جائز ہے تو پھر وہ حدیث کی یہ وعید سن لے۔

④ «لا يجاوز حناجرهم مفتونة قلوبهم وقلوب الذين يعجبهم شأنهم»

مذکورہ بالا صفات کے مالک جو قراء ہیں، قرآن ان کے دلوں سے نیچے نہیں اترتا خود ان کے اور ان کو عزت کی نگاہ سے دیکھنے والے لوگوں کے دل فتنہ میں مبتلا ہیں۔

لہٰذا وہ قراء جو آج کل قواعد موسیقی (مقامات) پر قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہیں ان کی خدمت میں گزارش ہے کہ وہ اس فتنہ سے خود بھی نکلیں اور سامعین کو بھی نکالیں لوگوں سے داد وصول کرنے کے چکر میں اپنی اور عوام الناس کی آخرت تباہ نہ کریں۔

اب ہم اس مسئلہ پر متقدمین اور متاخرین فقہاء اور علماء کا نقطہ نظر ذکر کرتے ہیں اور اس کے بعد راجح مسلک کی نشاندہی کرتے ہیں۔

قواعد موسیقی کے مطابق قرآن پڑھنے پر فقہاء کا نقطۂ نظر

اس مسئلہ میں فقہاء کے دو نقطۂ نظر ہیں:

پہلا گروہ

اس میں ایسے علماء اور فقہاء شامل ہیں جو قواعد موسیقی (مقامات) کے موافق تلاوت کرنے کو حرام اور مکروہ سمجھتے ہیں اس میں کئی ایک ائمہ شامل ہیں، چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام عبدالوہاب مالکی رحمہ اللہ نے امام مالک سے رحمہ اللہ اور امام طبری، ماوردی اور ابن حمدان الحنبلی رحمہ اللہ نے اہل علم کی ایک جماعت سے الحان (قواعد موسیقی) میں قراءت کی حرمت بیان کی ہے۔ اس کے علاوہ ابن بطال، قاضی عیاض، قرطبی، شافعیہ میں سے البندنیجی، غزالی رحمہ اللہ اور احناف میں سے صاحب الذخیرہ کراہت کے قائل ہیں۔

نیز ہمیں بعض تفصیلی اَقوال بھی ملے ہیں، ذیل میں ہم انہیں ذکر کرتے ہیں:

① انس بن مالک رضی اللہ عنہ

زیاد النُّمیری رحمہ اللہ سے مروی ہے:

" أنه جاء مع القراء إلى أنس بن مالك رضى الله عنه فقيل له اقرأ فرفع صوته وطرّف وكان رفيع الصوت فى قراء ته فكشف أنس عن وجهه وكان على وجهه خرقة سوداء فقال يا هذا ما هكذا كانويفعلون وكان إذا رأى شيئا ينكره كشف الخرقة عن وجهه) [زادالمعاد]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''وہ کہتے ہیں کہ وہ قراء کی ایک جماعت کے ہمراہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس آئے انہیں کہا گیا کہ تلاوت سناؤ انہوں نے بآواز بلند سر لگا کر پڑا تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اپنے چہرے سے کپڑا اُٹھایا اور فرمایا ارے یہ کیسے پڑھ رہے ہو؟ کیا سلف ایسے پڑھتے تھے؟ راوی کہتا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی عادت تھی جب کوئی منکر کام دیکھتے تھے تو چہرے سے کپڑا ہٹاتے تھے۔''

④ امام مالک بن انس رحمہ اللہ

ابن القاسم رحمہ اللہ، امام مالک رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں:

"سئل عن الألحان فی الصلاة فقال لا تعجبنی فقال إنما هو غناء یتغنون به لیأخذوا علیه الدراهم" [زاد المعاد :۱/۴۸۵]

''امام مالک رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا نماز میں الحان (قواعد موسیقی) سر لگا کر قرآن پڑھنا کیسا ہے تو انہوں نے فرمایا مجھے پسند نہیں ہے، پھر فرمایا وہ تو گانا ہے جسے گا کر لوگ دراہم اکٹھے کرنا چاہتے ہیں۔''

③ سعید بن مسیب رحمہ اللہ سے مروی ہے:

" أنه سمع عمر بن عبد العزیز یؤم الناس فطرب فی قراء ته فأرسل إلیه سعید یقول:أصلحك الله إن الأئمة لا تقرأ هكذا فترك عمر التطریب بعد"

''انہوں نے عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کو نماز میں سر لگا کر پڑھتے ہوئے سنا تو ان کی طرف پیغام بھیجا کہ امام ایسے نہیں پڑھتے تو عمر بن عبدالعزیز نے اس کے بعد سر لگا کر پڑھنا چھوڑ دیا۔''

④ قاسم بن محمد رحمہ اللہ سے مروی ہے:

" أن رجلا قرأ فی المسجد النبیﷺ فطرب فأنكر ذلك القاسم فقال، یقول الله عز وجل ﴿ إِنَّهُ لَكِتَابٌ عَزِيزٌ لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِن بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ ﴾

''ایک آدمی نے مسجد نبوی ﷺ میں سُر لگا کر پڑھا تو انہوں نے اس کا انکار کیا (کہ یہ درست نہیں ہے) اور فرمایا اللہ رب العزت فرماتے ہیں یہ ایک مضبوط کتاب ہے اس کے آگے اور پیچھے کسی طرف سے بھی باطل کی آمیزش نہیں ہوسکتی۔''

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ

" قال أحمد فی روایة علی بن سعید فی قراء ة الألحان ما تعجبی وهو محدث وقال فی روایة المروزی القراء ة بالا ألحان بدعة لا تسمع"

''علی بن سعید کی روایت میں ہے کہ امام نے الحان میں قراءۃ کے بارے میں کہا ایسی شے کو میں کیسے پسند کرسکتا ہوں جو بدعت ہو اور مروزی کی روایت میں ہے کہ الحان (قواعد موسیقی) میں تلاوت کرنا بدعت ہے اسے نہ سنو۔''

" قال عبدالله بن یزید العكبری سمعت رجلاً یسأل احمد ما تقول فی القراء ة بالألحان فقال ما إسمك قال محمد قال أیسرّك أن یقال لك یا موحمد ممدوداً"

''عبداللہ بن یزید العکبری فرماتے ہیں، میں نے ایک آدمی کو سنا (جو کہ رہا تھا)، امام احمد سے سوال کیا گیا آپ الحان کے موافق قراءت کے بارے میں کیا کہتے ہیں تو انہوں نے جواباً کہا تیرا نام کیا ہے اس آدمی نے کہا محمد، تو انہوں نے کہا کیا درست ہے کہ تجھے کھینچ کر یا موحمد کہا جائے۔''

اس قول پر تبصرہ کرتے ہوئے قاضی ابویعلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"هذه المبالغة فی الکراهة" کہ یہ انداز کراہت میں مبالغہ کا ہے۔"

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ

اِمام ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ الحان میں قراءت کرنا کیسا ہے تو اس کے جواب میں رقم طراز ہیں:

" وأعدل الأقوال فيها إن كانت موافقة لقراء ة السلف كانت مشروعة وان كانت من البدع المذمومة نهى عنها والسلف كانوا يُحسنون القرآن بأصواتهم من غير أن يتكلفوا أوزان الغناء"

''تمام اَقوال میں سے معتدل بات یہ ہے کہ قرآن کی تلاوت سلف کے طریق پر کرنی چاہئے اور یہی شرعی طریقہ ہے اور اگر کوئی نیا طریقہ ایجاد کرلیا جائے تو یہ بدعت مذمومہ ہے جس منع کیا گیا ہے اور سلف کا طریق کار یہ تھا کہ وہ قرآن کریم کو اپنی ہی آوازوں کے ساتھ خوبصورت کرتے تھے نہ کہ تکلف کر کے گانے کے اوزان پر پڑھتے تھے۔''

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ

" فأما الأصوات بالنغمات المحدثة المركبة على الأوزان والأوضاع الملهية والقانون الموسيقائي فالقران ينزه عن هذا ويجل ويعظم أن يسلك فی أدائه هذاالمذهب"

''جدید نغمات کی وہ آوازیں جو لہو ولعب جو موسیقی کے اوزان اور قوانین سے ترکیب پاتی ہیں تو قرآن ایسی آوازوں سے پاک اور منزہ ہے اس سے بہت عظیم اور بلند تر ہے کہ اُسے ایسے طریقہ پر پڑھا جائے۔''

امام ابن رجب رحمہ اللہ

" وانما وردت السنة يتحسين الصوت بالقرآن لايقرائة الألحان و بينهما بون بعيد) (نزهة الأسماع فی مسألة السماع"

''سنت نبویؐ میں جو وارد ہے وہ یہ کہ آوازوں کو قرآن کے ساتھ خوبصورت بنایا جائے نہ کہ قواعد موسیقی کے ساتھ قرآن کی تلاوت کی جائے اور دونوں کے مابین (قواعد موسیقی اور تلاوت قرآن) بہت بُعد ہے۔''

شیخ ابن باز رحمہ اللہ

شیخ ابن باز رحمہ اللہ سے مقامات کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے اس کے جواب میں فرمایا:

" لا يجوز للمؤمن أن يقرأ بألحان الغناء و طريقة المغنين بل يحب أن يقرأه كما قداه سلفنا الصالح من أصحاب رسول الله! واتباهم بإحسان"

''کسی مؤمن کے لیے جائز نہیں کہ وہ قرآن کو قواعد موسیقی اور گلوکاروں کی طرز پر پڑھے بلکہ واجب ہے کہ اس طرح پڑھے جس طرح ہمارے سلف صحابہ کرام اور تبعین نے پڑھا۔''

مذکورہ اَقوال سلف سے یہ انداز کرنا آسان ہے کہ سلف صالحین کس قدر قرآن کریم کو قواعد موسیقی (مقامات) پر پڑھنے سے منع کرتے تھے اور اس بات کی صراحت کی ہے قرآن ایسے لہو ولعب سے منزہ اور پاک ہے۔ اب دوسرے علماء کے نقطۂ نظر پر بھی ایک نظر ڈالتے ہیں۔

دوسرا گروہ

ابن بطال رحمہ اللہ نے صحابہ اور تابعین کی ایک جماعت سے الحان کے ساتھ قرآن پڑھنے کا جواز نقل کیا ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ سے بھی اس کے جواز پر نص ہے، نیز امام طحاوی رحمہ اللہ نے حنفیہ سے اور فورانی نے شافعیہ کی کتاب 'الابانۃ'

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں جواز بلکہ اِستحباب نقل کیا ہے۔ [فتح الباری:۸۹/۱۱]
انہی علماء کے بارے میں بعض تفصیلی باتیں بھی موجود ہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ

"انهم كانو يستمعون القرآن بالألحان" [زاد المعاد:۴۸۶/۱]
''کہ ابوحنیفہ اوران کے اصحاب قرآن کو الحان کے ساتھ سنتے تھے۔''

امام شافعی رحمہ اللہ

" قال محمد بن عبد الحكم رأيت أبي ويوسف بن عمرو الشافعي يستمعون القرآن بالألحان" [زاد المعاد حوالہ مذکورہ]
''محمد بن حکم کہتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ امام شافعی اور یوسف بن عمرؒ کو دیکھا کہ وہ الحان (قواعد موسیقی) کے ساتھ قرآن سنتے تھے۔''

راجح اور معتدل موقف

حافظ ابن قیم الجوزیہ رحمہ اللہ نے اپنی مشہور تصنیف زاد المعاد في هدي خير العباد میں اس مسئلہ میں اَحادیث اور علماء کے اقوال ذکر کرنے کے بعد جو فیصلہ کن اور راجح بات نقل کرتے ہیں، ہمارے نزدیک بھی وہی راہ صواب اور راجح موقف ہے۔فرماتے ہیں:

''قرآن کریم کو خوش الحانی اور سُر لگا کر پڑھنے کی دو قسمیں ہیں:

① وہ خوش الحانی جس کا طبیعت تقاضا کرتی ہے اور بغیر تکلف وتعلیم زبان پر جاری ہوجائے یعنی جب طبیعت کو کھلا چھوڑ دیا جائے تو مذکورہ خوش الحانی اور سُر خود بخود ہی جاری ہو جائے تو یہ درست اور جائز ہے۔جس طرح حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا تھا «لو علمت أنك تسمع لحبرت لك تحبيرا»
گویا اس سے مراد وہ خوش الحانی ہے جس میں بے جا تکلف اور تصنع نہ ہو بلکہ وہ انسانی طبیعت کا حصہ ہو اور اس میں شامل ہو یہی وہ خوش الحانی ہے جس پر سلف عمل کرتے تھے اور یہی ممدوح اور محمود تغنی ہے اور اسی سے ہی سامع متاثر ہوسکتا ہے۔

② اس سے مراد وہ خوش الحانی اور سُر ہے جس میں تکلف اور تصنع ہو اور طبیعت کے غیر موافق ہو جس کا حصول تکلف اور تصنع کے بغیر ناممکن ہو جس طرح موسیقی کی تعلیم حاصل کی جاتی ہے اور مخصوص اور من گھڑت اوزان پر گایا جاتا ہے۔ ایسی خوش الحانی کو سلف صالحین نے ناپسند کیا ہے اس کی مذمت کی ہے، اس کا انکار کیا ہے، اس کو معیوب قرار دیا ہے اور اس سے برأت کا اعلان کیا ہے۔ اور ہر وہ شخص جو احوال سلف سے واقف ہے وہ بخوبی اس سے آگاہ ہے کہ وہ قواعد موسیقی پر تلاوت کرنے سے بری تھے اور اس کے ساتھ ان کا کوئی تعلق نہیں تھا۔'' [زاد المعاد]

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے اللہ رب العزت ہمیں قرآن کریم کو صحیح اور درست پڑھنے کی توفیق عنایت فرمائے۔ آمین

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انکارِ قراءات

ڈاکٹر محمد اکرم چودھری ☆
مترجم: علی اصغر سلیمی *

اِختلافِ قراءاتِ قرآنیہ اور مستشرقین

[آرتھر جیفری کا خصوصی مطالعہ]

آرتھر جیفری ایک آسٹریلوی نژاد امریکی مستشرق ہے۔ اس نے قرآن حکیم کے دیگر مختلف پہلوؤں کے ساتھ ساتھ اس کی مختلف قراءتوں پر بھی قابل ذکر کام کیا ہے۔ قرآن حکیم کی مختلف قراءتوں کے اسی موضوع پر مضمون ہذا میں بحث کی جائے گی آرتھر جیفری کے علمی کاموں میں نمایاں ترین کام Materials for the History of the Text of the Quran ہے جو۔ای۔ جے برل (E.J.Brill) نے لیڈن سے ۱۹۳۷ء میں جاری کیا۔ یہ ابوبکر عبداللہ بن ابی داؤد سلیمان السجستانی رحمہ اللہ (متوفی ۳۱۶ھ) کی کتاب 'المصاحف' کے ساتھ پیش کیا گیا۔ جس کو آرتھر جیفری نے مدون کیا۔ اس نے قرآن حکیم کی تدوین اور اس کی مختلف قراءتوں کے مضامین پر مشتمل دو مزید مسودات بعنوان 'مقدمتان فی علوم القرآن' بھی مدون کئے۔ ان میں سے ایک کتاب المبانی کا مقدمہ ہے جس کے مصنف کا علم نہیں ہے، کیونکہ مقدمہ کا پہلا صفحہ غائب ہے۔ البتہ مسودہ کے دوسرے صفحہ پر مصنف کا یہ نوٹ موجود ہے کہ اس نے اس کتاب کو ۴۲۵ھ میں لکھنا شروع کیا اور اس کا نام کتاب المبانی فی نظم المعانی رکھا۔

دوسرا مسودہ ابن عطیہ (متوفی ۵۴۳ھ/۱۱۴۷ء) کا ہے۔ یہ مقدمہ دراصل ابن عطیہ نے اپنی تفسیر الجامع المجرد کے مقدمہ کے طور پر تحریر کیا تھا۔ نولڈیکے (Noeldeke) اور اس کے شاگرد شوالی (Schwally) دونوں نے بھی انہی دو مقدموں کو علوم قرآن سے متعلق اپنی تحقیقی نگارشات کی بنیاد بنایا ہے۔[1] ان دو مقدموں کی زبان، اسلوب بیان اور اسناد سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے مصنفین کا تعلق مسلم سپین سے تھا۔ جیفری نے علوم قرآن کے بارے میں دیگر متعدد مضامین بھی تحریر کئے جو 'دی مسلم ورلڈ' (The Muslim World) سمیت دیگر رسائل میں شائع ہوتے رہے۔ قاہرہ میں امریکن ریسرچ سنٹر کے ڈائریکٹر کی حیثیت سے کولمبیا یونیورسٹی میں سامی زبانوں کے پروفیسر کے طور پر (Union Theolagical Semenery) میں بطور جزوقتی استاد آرتھر جیفری نے بائبل کی تعلیمات پر گراں قدر کام کے ساتھ ساتھ قرآن حکیم کے بارے میں بھی تحقیقی کام جاری رکھی۔[2] چنانچہ اختلاف قراءات قرآنیہ کے موضوع کے ساتھ ساتھ اس نے قرآن حکیم کے دیگر پہلوؤں، مثلاً قرآن میں استعمال ہونے والے غیر عربی الفاظ (Foreign Vocabulary of the Quran) تدوین قرآن اور قرآن کے یہودی و عیسائی مآخذ جیسے موضوعات پر بھی خامہ فرسائی کی۔ اس نے چند منتخب قرآنی سورتوں کے تراجم بھی کئے جس میں اس نے ان سورتوں کی ترتیب نو کو متعارف

☆ وائس چانسلر سرگودھا یونیورسٹی وسابق ڈین اورنٹیل کالج، پنجاب یونیورسٹی، لاہور
* اسسٹنٹ پروفیسر ادارہ علوم اسلامیہ وعربیہ، بہاءالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرایا تاکہ وہ 'بزعم خود' حضرت محمد ﷺ کی فکر میں ارتقاء کو ثابت کر سکے۔ ④

دراصل آرتھر جیفری مستشرقین کے اس طبقہ ثانی سے تعلق رکھتا ہے جنہوں نے نوآبادیاتی دور کے بعد زبان و بیان کے اسرار و رموز اور لسانیاتی مباحث کو اپنا موضوع تحقیق بنایا اور انہیں اپنے پیشرو مستشرقین کی طرح افریقہ اور ایشیاء کے مسلم علاقوں میں نوآبادیاتی آقاؤں کے مشیر بننے کا موقع نہ مل سکا۔ اب ایک جست اور آگے لگاتے ہوئے دورِ جدید کے مستشرقین مثلاً برنارڈ لومیس (Bernard Lemis) اور جان ۔او۔ وال (John. O.Voll) علاقائی اور اسلامی ثقافت کے مطالعہ کی طرف متوجہ ہوگئے ہیں۔ ⑤ قرآن حکیم کو مطالعہ کا میدان بناتے ہوئے جیفری کو اچھی طرح معلوم تھا کہ مسلمانوں کے نزدیک قرآن حکیم کا حقیقی مقام و مرتبہ کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے۔

''عیسائیت بائبل کے بغیر زندہ رہ سکتی ہے۔ مگر یہ ایک حقیقت ہے کہ اسلام قرآن کے بغیر قطعی طور پر زندہ نہیں رہ سکتا۔ ⑥ غالباً اسلامی نظام حیات کے لیے قرآن حکیم کی اسی اہمیت نے جیفری کو اپنی زندگی اس کے مطالعہ و تحقیق میں کھپانے پر آمادہ کیا۔ یہ ثابت کرنے کے لیے کہ ''قرآن نبی ﷺ کی تصنیف ہے اور اس کے حرف آغاز سے حرف آخر تک قرآن پر محمد ﷺ کی مہر صاف طور پر جھلکتی ہے۔'' ⑦ جیفری نے منتخب قرآنی سورتوں کا خود ساختہ نئی ترتیب نزولی کے مطابق ترجمہ کیا اور اس نے تقریباً چھ ہزار ایسے مقامات کی نشاندہی کی جو کہ مصحف عثمانی سے مختلف تھے۔ اس نے قراءات کے یہ سارے اختلاف تفسیر، لغت، ادب اور قراءت کی کتابوں میں سے جمع کئے۔ اس کام کے لیے ابن ابوداؤد کی کتاب 'کتاب المصاحف' اس کا بنیادی ماخذ رہی۔

جیفری ایڈن برگ کے بل (Bell) اور ییل (Yale) کے ٹوری (Torry) کے آزادانہ مطالعہ و تحقیق کا بڑا مداح اور مؤید ہے اور وہ ان دونوں کے انتقاد اعلیٰ (Higher Criticism) کے اُصولوں کا قرآن پر اطلاق اور ان کے اس نتیجے پر پہنچنے پر بھی رطب اللسان ہے کہ

''محمد ﷺ تحریری مواد جمع کرتے رہے۔ اس کی چھان پھٹک کرتے رہے اور اسے ایک مرتبہ کتاب کی شکل دینے کے لیے اس پر نظر ثانی کرتے رہے تاکہ وہ اسے اپنی کتاب کے طور پر لوگوں کے سامنے پیش کر سکیں (مگر) پیغمبر ﷺ اس کتاب کو مرتب اور مکمل شکل میں پیش کرنے سے قبل ہی وفات پا گئے۔ ⑧

بل اور ٹوری کی پیروی میں جیفری بزعم خود ان کے انتقاد اعلیٰ کے اُصولوں کا نصوص قرآن پر اطلاق کا دعویٰ کرتے ہوئے اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ حضرت عثمانؓ کی نامزد کمیٹی نے سرکاری نسخہ میں قرآن کے نام سے جو مواد جمع کیا وہ یقیناً محمد ﷺ سے درست طور پر منسوب ہے ماسوائے چند آیات کے جن کی اسناد مشکوک ہیں۔ تاہم کمیٹی نے ایک بہت بڑا مواد جو اس وقت کے اہم علمی مراکز میں پائے جانے والے قرآنی نسخہ جات میں موجود تھا، کو نظر انداز کر دیا اور ایسا بہت سارا مواد قرآن میں شامل کر دیا اگر محمد ﷺ کو کتاب کے حتمی شکل دینے کا موقع ملتا تو وہ اس مواد کو شامل نہ کرتے۔ ⑨

یہ امر دلچسپی سے سے خالی نہیں کہ جیفری مصحف عثمانی میں جس مواد کے شامل کئے یا نہ کئے جانے کا خیال بڑی معصومیت کے ساتھ پیش کرتا ہے اس کی کوئی ایک مثال بھی صحیح اسناد کے ساتھ پیش نہیں کر سکا۔ اختلاف قراءات پر مبنی روایات کا جو ذخیرہ اس نے (Materials) میں پیش کیا ہے ان روایات کی اسناد خود جیفری کے اعتراف کے مطابق مکمل ہیں اور نہ مستند ⑩ جیفری قرآن حکیم کو نبی اکرم ﷺ کا کلام ثابت کرتے ہوئے قرآن کے پیرایہ اظہار کو غیر واضح اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غیر معیاری کہتا ہے مگر اس بارے میں وہ اپنے دعویٰ کی صداقت کے لیے کوئی ثبوت پیش نہیں کرتا۔[10]

جیفری نے کئی سالوں تک قرآن حکیم کی متعدد قراءتوں کے بارے میں مواد اکٹھا کیا۔ پھر قرآن حکیم کا تنقیدی نسخہ تیار کرنے کے لیے ۱۹۲۶ء میں پروفیسر برجسٹراسر (Bergstrasser) جس نے میونخ میں قرآن محل (Quranic Archive) بنایا ہوا تھا، کے ساتھ اشتراک کیا۔ برجسٹراسر ۱۹۳۳ء میں راہی ملک عدم ہوا تو جیفری نے قرآن محل کے نئے ڈائریکٹر اور پروفیسر برجسٹراسر کے جانشین ڈاکٹر اوٹو پریکشل (Oto Pretzl) کے ساتھ اشتراک عمل جاری رکھا 'بدقسمتی' سے پریکشل دوسری جنگ عظیم کے دوران سباسٹوپل (Sebastopal) کے باہر ہلاک ہوگیا۔ اور اتحادی فوجوں کی بمباری سے سارا قرآن محل جل کر خاکستر ہوگیا اور عمارت بھی تباہ و برباد ہوگئی۔ اسی طرح قرآن حکیم کے تنقیدی ایڈیشن کو روبہ عمل لانے کا عظیم منصوبہ شرمندہ تکمیل نہ ہوسکا۔ اس ناکامی پر جیفری اپنی تکلیف اور ذہنی اذیت ان الفاظ میں بیان کرتا ہے۔

''اب یہ امر تقریباً ناممکن ہے کہ ہماری نسل قرآنی متن کا حقیقی تنقیدی نسخہ دیکھ سکے۔''[11]

دراصل جیفری قرآن کے تنقیدی نسخے کو اس طرح مرتب کرنا چاہتا تھا کہ ایک صفحے پر کوفی خط میں متن قرآن ہو اس کے سامنے دوسرے صفحے پر تصحیح و تنقیح شدہ حفص روایت ہو اور حواشی (Footnotes) میں قرآن حکیم کی تمام معلوم مختلف قراءتوں کو بیان کردیا جائے۔[12] جیفری اپنی اس خواہش کے مطابق مکمل قرآنی نسخہ لانے میں تو کامیاب نہ ہوسکا مگر مصحف عثمانی کے مقابل[13] (Rival) دیگر نسخہ جات کو ڈھونڈ نکالنے میں اس نے بڑی عرق ریزی سے کام لیا۔ اور اسلامی علوم کے ورثہ میں سے مختلف قراءتوں کی بنا پر ۱۵ 'بنیادی' اور ۱۳ 'ثانوی نسخہ جات' کو پیش کرنے کی کوشش کی۔ اس نے ۱۵ 'بنیادی نسخہ جات' کو حضرات عبداللہ بن مسعود، ابی بن کعب، علی بن ابی طالب، عبداللہ بن عباس، ابوموسیٰ اشعری، انس بن مالک، حفصہ، عمر بن خطاب، زید بن ثابت، عبداللہ بن زبیر، ابن عمر، عائشہ، سالم، اُم سلمہ، عبید بن عمیر رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جانب منسوب کیا۔

اور بعض ثانوی نسخہ جات کو بھی چند تابعین کی جانب منسوب کیا۔ جن میں سے کچھ کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں: ابوالاسود، علقمہ، سعید بن جبیر، طلحہ، عکرمہ، مجہد، عطا بن ابی رباح، الاعمش، جعفر صادق، صالح بن کیسان اور الحارث بن صویب رحمہم اللہ ان کے ساتھ ساتھ جیفری نے مختلف قراءتوں پر مشتمل دیگر نسخہ جات کا ذکر بھی کیا ہے۔ مگر ان کے حاملین کے نام کا ذکر نہیں کیا، یہاں یہ حقیقت یاد رکھنے کے لائق ہے کہ صحابہ کرام اور تابعین میں سے جس کے نام سے بھی جیفری نے کوئی نسخہ منسوب کیا ہے ان میں سے کسی کے پاس بھی دو نسخہ تحریری شکل میں موجود نہ تھا اور نہ ہی ان میں سے کوئی اس نسخے کو قرآن حکیم کے مقابلے میں اپنے پاس رکھنے کا دعویدار تھا۔ مگر جیفری نے مصحف عثمانی میں موجود قراءت سے کسی ایک مقام پر یا چند مقامات پر اختلاف کی بنا پر مندرجہ بالا اصحاب کو مقابل قرآن کا حامل بنا دیا۔ قطع نظر اس کے کہ اختلاف کرنے والے کو مصحف عثمانی کے نافذ و رائج ہوجانے کے بعد اپنی قراءت پر اصرار رہا یا اس نے اپنی رائے سے رجوع کرلیا۔

یہاں اس امر کا تذکرہ بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ متذکرہ بالا طبقہ اولیٰ میں سے بعض اصحاب رسول ﷺ کے پاس بنیادی مصاحف کا موجود ہونا کتاب المصاحف[14] اور دیگر ماخذوں[15] میں نقل کیا گیا ہے کہ ان میں سے ہر ایک

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے پاس قرآن حکیم کا اپنا نسخہ تھا حتیٰ کہ مصحف عثمانی کے نافذ و رائج ہونے تک یہ صورت حال برقرار رہی، لیکن ان نسخہ جات میں سے کوئی نسخہ اب صفحۂ ہستی پر موجود نہیں ہے۔ اس امر کا اعتراف کرتے ہوئے جیفری لکھتا ہے ''ان نسخہ جات میں سے کوئی مناسب مواد باقی نہیں بچا جس کو پا کر ہم ان میں سے کسی نسخے کے متن کی صحیح شکل دیکھنے کے قابل بن سکتے۔''[۱۶]

اس حقیقت کو تسلیم کرنے کے باوجود جیفری نے بعض نسخہ جات کو بنیادی قرار دے کر ان سے بعض کو ثانوی نسخہ جات کے ماخوذ ہونے پر بڑی محنت کی اور ثابت کرنے کی کوشش کی کہ کن ثانوی نسخہ جات کے ڈانڈے کس بنیادی نسخہ سے ملتے ہیں اور کون سا نسخہ کس سے ماخوذ ہے۔[۱۷]

جیفری اپنی مصحف عثمانی سے قبل کی قراءتوں کی جستجو کے سفر میں ابن شنبوذ (متوفی ۳۲۸ھ) اور ابن مقسم (متوفی ۳۶۲ھ) کا بڑا مداح نظر آتا ہے جنہیں مصحف عثمانی کے نفاذ سے قبل کی غیر قانونی قرار دی جانے والی قراءتوں کو اختیار کرنے سے منع کر دیا گیا تھا۔[۱۸]

جیفری ابن مجاہد متوفی ۳۲۴ھ کا بڑا ناقد ہے، کیونکہ اس نے قرآن حکیم کی سات قراءتیں ترتیب دیں[۱۹] اور جو اس رائے کا حامل تھا کہ جائز اور صحیح صرف یہی قراءتیں ہیں اور یہ کہ مصحف عثمانی کی تلاوت کے جائز اور صحیح طرق یہی ہیں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ بعد کے ماہرین قراءت میں سے بعض نے تلاوت قرآن حکیم کے تین مزید اور بعض نے سات مزید طریقے متعارف کرائے جو کہ ابن مجاہد کی سات قراءتوں پر اضافہ تھے۔ قراءات قرآنیہ کے یہ تمام طرق مصحف عثمانی کی املاء کی بنیاد پر استوار کئے گئے اور اس ضمن میں قراء کی دلچسپی کا مرکز و محور صرف یہ تھا کہ تلاوت قرآن کے وقت رسم الخط اور وقف کے سوالات کو کس طرح حل کیا جا سکتا ہے اور اس ضمن کی الجھنوں کو کس طرح محدود کیا جا سکتا ہے۔

جیفری مصحف عثمانی کی شاذ کتابت کی منفرد خصوصیات پر بحث کرتے ہوئے انہیں ایسی غلطیاں قرار دیتا ہے جو کہ مصحف عثمانی میں اب تک موجود ہیں۔ وہ الدانی (متوفی ۴۴۴ھ) کو ہدف تنقید بناتا ہے، کیونکہ اس نے اپنی کتاب المقنع جو کہ کاتبین قرآن کے لیے کتابت کے بارے میں ہدایت پر مبنی ہے، میں الفاظ قرآن کو اسی طرح لکھنے پر زور دیا ہے جس طرح کہ وہ مصحف عثمانی میں پہلے سے لکھتے چلے آ رہے تھے۔ مثلاً الدانی کا اصرار ہے کہ ۱۹:۱ میں رحمت کو پوری 'ت' کے ساتھ لکھا جائے۔ ۱۸:۳۶ میں 'لکنا' کو 'لکن' کی بجائے پورے 'الف' کے ساتھ لکھا جائے، ۲۰:۹۵ میں 'یبنؤم' نہ کہ 'یا ابن ام'؛ ۱۸:۴۷ میں 'مال ھذا' لکھا جائے کہ 'مالھذا' اور ۳۷:۱۳۰ میں 'ال یاسین' لکھا جائے نہ کہ 'الیاسین'[۲۰] اس سوال کی تفصیل میں جائے بغیر کہ مصحف عثمانی کی ترتیب توفیقی (اللہ کی طرف سے ہے یا نہیں اس امر کا تذکرہ نہایت ضروری ہے کہ مصحف عثمانی کے رسم الخط کی صحت پر صحابہ اور تابعین کا اجماع ہے۔[۲۱] اس امر کی نشاندہی بھی ضروری ہے کہ مصحف عثمانی کی شاذ کتابت اکثر جگہوں پر غیر قریشی لہجوں پر مبنی ہے مثلاً بنو طے چھوٹی 'ۃ' کی بجائے پوری 'ت' لکھتے ہیں۔[۲۲]

کتابت میں اختلاف کی بحث کو ہم یہ کہہ کر ختم کر سکتے ہیں کہ مصحف میں صلوٰۃ اور زکوٰۃ میں 'و' کا اضافہ یا اس جیسے دیگر معمولی ردّوبدل پر اس قدر زور نہیں دینا چاہئے اور نہ ہی اس بارے میں غیر معمولی مبالغے سے کام لینا چاہئے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مصحف عثمانی کے رسم الخط کے بارے میں جملہ اعتراضات جو انگلیوں پر گنے جاسکتے ہیں، کا اسی قدر جواب کافی ہے کہ مصحف عثمانی کے امتیازات جنہیں جیفری اور دیگر مستشرقین املاء کی غلطیاں گردانتے ہیں۔ مسلمانوں نے گذشتہ صدیوں کے سفر میں محض اس لیے بحال رکھے کہ املاء کی درستگی کے نام پر کہیں تحریف کا دروازہ نہ کھل جائے۔

جیفری کے اختلاف قراءات قرآنیہ کے نظریے کا تنقیدی تجزیہ کرنے کے لیے مناسب ہے کہ کسی ایک سورۃ کو مطالعے کے لیے منتخب کرلیا جائے۔ چنانچہ اس مقصد کے لیے ہم قرآن حکیم کی سب سے پہلی سورۃ کا انتخاب کرتے ہیں جیفری کے مطابق حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، سورۃ الفاتحہ میں درج ذیل الفاظ کی بجائے ان کے سامنے دیئے گئے الفاظ تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ مالك کی بجائے ملک، إهدنا کی بجائے أرشدنا، إياك کی بجائے اياك، الذين کی بجائے من اور غیر کی بجائے غير۔[۲۳]

- حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا اس طرح پڑھنا روایت کیا گیا ہے:

مالك کی بجائے ملك يا مليك، اياك کی بجائے اياك، اهدنا کی بجائے ثبتا اور دلنا[۲۴]

صراط المستقيم کی بجائے صراط مستقيم، الذين کی بجائے الذين اور لا کی بجائے غير[۲۵]

- حضرت علی ابن طالب رضی اللہ عنہ سے اس طرح تلاوت کرنا منقول ہے:

مالك کی بجائے ملك يوم يامليك، اهدنا کی بجائے ثبتا اور لا کی بجائے غير۔[۲۶]

- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے اس طرح تلاوت کرنا منقول ہے:

صراط کی بجائے سراط[۲۷] ان کا صراط کو 'س' سے پڑھنا پورے قرآن کو محیط تھا۔

- حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے اس طرح تلاوت کرنا منقول ہے:

مالك کی بجائے ملك اور الذين کی بجائے من اور ولا الضالين کی بجائے وغير الضالين[۲۸]

- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس طرح تلاوت کرنا منقول ہے:

مالك کی بجائے ملك[۲۹]

سورۃ الفاتحہ کی قراءت کا اختلاف جس طرح ابتدائی نسخوں میں مذکور ہے اس طرح ان کی پیروی میں ثانوی نسخہ جات جن کا ذکر اسی مضمون میں قبل ازیں کیا جاچکا ہے، میں بھی موجود ہے۔

ابی ربیع بن خیثم جو عام طور پر اختلاف قراءات میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی پیروی کرتے ہیں، سے سورۃ الفاتحہ اور باقی پورے قرآن مجید میں بھی الصراط کو الزراط پڑھنا روایت کیا گیا ہے۔[۳۰] حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہی کے ایک اور پیروکار الاعمش سے بھی پورے قرآن حکیم میں الصراط کی بجائے الزراط پڑھنا مذکور ہے۔[۳۱] سورۃ الفاتحہ کی جن مختلف قراءتوں کا ذکر جیفری نے اپنی کتاب (Materials) میں کیا ہے کتب قراءت میں ان کے علاوہ بھی متعدد قراءات کا ذکر موجود ہے۔ مثلاً ابومحمد مکی بن ابو طالب القیسی (م ۴۳۷ھ) سورۃ الفاتحہ کی مذکورہ متعدد قراءتوں کے ساتھ ساتھ صحابہ کرام سے کچھ اور قراءتیں بھی منسوب کرتا ہے، وہ لکھتا ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مالك کی بجائے مليك[۳۲] تلاوت فرمایا کرتے تھے اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی طرح صراط الذين أنعمت کی بجائے صراط من أنعمت[۳۳] تلاوت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرمایا کرتے تھے۔ ابومحمد مکی مزید لکھتا ہے کہ یحییٰ بن وثاب جو کہ ایک تابعی ہیں نستعین کی بجائے نستعین (ت پر زبر کی بجائے زیر) پڑھتے تھے اور ابوسوار الغنوی جو کہ عرب کے فصیح اللسان اور جادو بیان خطیبوں میں سے ایک ہے۔ إياك نعبد وإياك کو هياك نعبد وهياك پڑھا کرتے تھے[۳۱] ابن خالویہ (متوفی ۳۷۶ھ) الاصمعی کی سند کے ساتھ نقل کرتا ہے کہ ابوعمرو الصراط کو الزراط پڑھا کرتے تھے۔[۳۲]

جیفری نے اپنے مضمون 'سورۃ الفاتحہ کی مختلف نص' جو کہ 'دی مسلم ورلڈ' کی جلد ۷۹ میں ۱۹۳۹ء کو شائع ہوا، میں سورۃ الفاتحہ کی مزید قراءتوں کی بھی نشاندہی کی ہے۔ اس مضمون میں جیفری سورۃ الفاتحہ کی اس خصوصیت کے پیش نظر کہ وہ قرآنی تعلیمات کی جامع اور اسلام کے نظریہ توحید کو نہایت وضاحت کے ساتھ پیش کرتی ہے، اسے خداوند (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کی دعا (Lord's Prayer) کے مماثل قرار دینے کی کوشش کرتے ہوئے رقم طراز ہے:

''جب ہم سورۃ الفاتحہ کے مشتملات کا جائزہ لیتے ہیں تو یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہوجاتی ہے کہ سورۃ الفاتحہ قرآن حکیم کے دیگر حصوں سے لیے گئے مضامین وتعلیمات کی جامعیت کا منظر پیش کرتی ہے یہ عین ممکن ہے کہ اسے دعا کے طور پر نبی اکرم ﷺ نے خود بنایا ہو مگر اس کا استعمال اور اس کی موجود قرآن میں حیثیت قرآن کے مدون کرنے والوں کی مرہون منت ہے جنہوں نے تدوین قرآن کے وقت اسے قرآن کے آغاز میں لکھ دیا۔''[۳۳]

اس مضمون میں جیفری نے سورۃ الفاتحہ کے دوسرے متن کو بعض شیعہ روایات کے حوالے سے بیان کیا ہے جو کہ تذکرۃ الائمہ مؤلفہ باقر مجلس (مطبوعہ تہران ۱۳۳۱ھ، ص ۱۸) میں موجود ہے۔ واضح رہے کہ علامہ مجلسی کا بیان کردہ سورۃ الفاتحہ کا یہ مختلف متن حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے منسوب نہیں کیا گیا ہے۔ متن درج ذیل ہے:

"نحمد الله رب العالمين، الرحمن الرحيم، ملاك يوم الدين، هياك نعبد و وياك نستعين، ترشد سبيل المستقيم، سبيل الذين نعمت عليهم سوى المغضوب عليهم ولا الضالين"[۳۴]

پھر جیفری سورۃ الفاتحہ کا ایک اور غیر مصدقہ متن جو کہ مصحف عثمانی سے مختلف اور متعدد قراءتوں پر مشتمل ہے، بڑے ہی عامیانہ اور صحافیانہ رنگ میں متعارف کراتا ہے۔ اس نئے متن کی روایت متصل نہیں ہے۔ مزید برآں مسودہ جس میں سورۃ الفاتحہ کا یہ متن مذکور ہے، کی تاریخ اشاعت اور اس کے ناسخ کا تعین بھی ممکن نہیں ہے۔ جیفری خود لکھتا ہے:

''پچھلے موسم گرما میں قاہرہ میں مجھے اس طرح کا اختلافی متن ملا۔ یہ فقہ کے ایک چھوٹے سے رسالے میں درج ہے۔ بدقسمتی سے اس رسالہ کے شروع کے صفحات غائب ہیں۔ جس کی بنا پر ہم اس رسالہ کے مصنف کا نام نہیں جان سکتے۔ یہ شافعی فقہ کی قطعی غیر اہم تلخیص پر مبنی تحریر ہے۔ تحریر سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ ایک سو پچاس سال یا اس سے کچھ قبل کا شکستہ خط میں لکھا ہوا مسودہ ہے اور اس میں قراۃ شاذۃ لا لفاتحہ کے زیر عنوان سورۃ الفاتحہ کی دوسری قراءت اندرونی صفحہ پر درج کی گئی ہے۔ مسودہ کسی شخص کی ذاتی ملکیت ہے۔ اگرچہ مسودے کا مالک مجھے اس عبارت کی نقل مہیا کرنے پر رضامند تھا اور اس امر کی اجازت دینے پر بھی معترض نہ تھا کہ اگر یہ میرے کام کے لیے مناسب ہو تو میں اس کو استعمال کرلوں۔ مگر وہ اپنا نام ظاہر کرنے پر تیار نہ تھا کہ مبادا اس کے دقیانوسی ہمسایوں کو اس بات کا علم ہوجائے کہ اس نے اپنی مقدس کتاب کی قبل از جمع وتدوین نسخے کی ابتدائی سورۃ کی تحریر ایک غیر مسلم کو فراہم کردی ہے۔''

اس قراءت سے شاذہ کا متن اس متن سے بہت زیادہ مشابہت رکھتا ہے جو کہ پہلے نقل کیا جاچکا ہے، ملاحظہ فرمائیے:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"الحمد لله سيد العالمين، الرزاق الرحيم، ملاك يوم الدين، إنا لك نعبد وإنا لك نستعين، أرشدنا سبيل المستقيم، سبيل الذين مننت عليهم سوى المغضوب عليهم ولا الضالين" [۲۸]

وہ یہ بھی بتاتا ہے کہ متن کے نیچے اس کی اسناد اس طرح درج ہے۔

"رواية أبي الفتح الجبائي عن شيخه السوسي عن النهروانی عن أبي العاداتی الميدانی عن المرزبانی عن الخليل بن أحمد"

اس روایت کو بیان کرنے کے بعد آخر میں اپنی رائے پیش کرتے ہوئے کہتا ہے:

''اس بات کا قوی امکان ہے کہ دور اوّلین میں تلاوت کی جانے والی سورۃ الفاتحہ کی دیگر پرانی قراءات کے ساتھ ساتھ خلیل کو اس قراءت تک بھی رسائی حاصل ہو۔ اس قراءت کی سند کے بارے میں اتنا کہہ سکتا ہوں کہ الخلیل سے لے کر الجبائی تک تو اس کی سند ملتی ہے۔ اس کے علاوہ اس کی سند کا کچھ پتہ نہیں چلتا البتہ اس بات کا قوی امکان ہے کہ یہ خلیل سے نقل ہونے والے متن سے بہت متاخر ہو۔'' [۲۹]

قرآن حکیم کی ابتدائی سورۃ کی مذکورہ بالا مختلف قراءتوں کے تجزیہ سے قبل ضروری ہے کہ اس سوال کا جائزہ لیا جائے کہ قرآن حکیم کی متعدد قراءتوں کے وجود میں آنے کے اَسباب کیا تھے؟ یہ وہ موضوع ہے جس کے متعلق 'کتاب المصاحف'، 'مقدمتان' اور 'اختلاف قراءت قرآنیہ' کے موضوع پر دیگر کتب میں سیر حاصل بحث کی گئی ہے یہی کتب موضوع زیر بحث پر جیفری کی معلومات کے لیے بھی بنیادی ماخذ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ حضرت محمد ﷺ سے روایت کی گئی ہے کہ قرآن مجھ پر سات حرفوں میں نازل کیا گیا۔ سات حروف سے مراد سات لہجے یا تلاوت قرآن کے سات مختلف طرق ہیں۔ [۳۰]

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جبریل علیہ السلام نے پہلے مجھے قرآن مجید ایک حرف پر پڑھوایا۔ پھر میں نے بار بار ان سے اصرار کیا اور یہ مطالبہ کرتا گیا کہ قرآن مجید دوسرے حروف پر بھی پڑھنے کی اجازت دی جائے وہ یہ اجازت دیتے گئے یہاں تک کہ سات حروف تک پہنچ گئے۔ [۳۱] تلاوت قرآن حکیم میں سہولت پیدا کرنے کے لیے نبی اکرم ﷺ کا مختلف بوڑھے، اُمی اور بدوی عرب قبائل کو ان کے اپنے لہجے میں تلاوت کی اجازت دینا ہی دراصل قرآن حکیم کی قراءت میں گونا گوں اختلاف کا باعث بن گیا۔ اختلاف قراءات قرآنیہ کے موضوع پر کتب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام کو اپنے اپنے قبیلے کے لہجے میں تلاوت قرآن کی جو اجازت پیغمبر اسلام ﷺ نے دی تھی اس سے انہوں نے خوب فائدہ اٹھایا۔ صحابہ کرامؓ نے مختلف طرق پر تلاوت قرآن کریم اس وقت تک جاری رکھی جب تک حضرت عثمانؓ نے قرآن حکیم کی ایک قراءت کو سرکاری طور پر نافذ نہیں کر دیا اور دیگر تمام قراءتوں اور لہجوں پر پابندی نہیں لگا دی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے صرف وہی قراءت باقی رکھی جو خود نبی اکرم ﷺ کی قراءت تھی۔

روایت کیا گیا ہے کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سورۃ ألم نشرح کی آیات ۱، ۲ کو اس طرح تلاوت کیا کرتے تھے۔

"ألم نشرح لك صدرك وحللنا عنك وزرك" جب آپ کے اس طرح پڑھنے پر اعتراض کیا گیا تو آپ نے فرمایا حللنا، حططنا اور وضعنا ایک ہی مفہوم کو ادا کرنے کے لیے پڑھنے کے مختلف لہجے ہیں۔ [۳۲]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابن سیرین کی سند سے روایت نقل کی گئی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے متعدد قراءتوں کے متعلق فرمایا کہ ھلم، تعال اور اقبل ایک ہی مفہوم کے حامل الفاظ ہیں۔[۴۳]

روایت ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ایک فارسی نژاد مسلمان کو سورہ نمبر ۴۴ کی آیت نمبر ۴۴ ﴿إِنَّ شَجَرَةَ الزَّقُّومِ طَعَامُ الْاَثِيمِ﴾ پڑھا رہے تھے مگر وہ شخص بار بار طعام الیتیم پڑھ رہا تھا۔ جب نبی اکرم ﷺ کو معلوم ہوا کہ وہ شخص 'طعام الاثیم' کی بجائے طعام الیتیم پڑھا رہا ہے تو حضور ﷺ نے اسے طعام الاثیم کی بجائے طعام الظالم پڑھنے کو کہا۔ جسے اس نے بڑی آسانی کے ساتھ پڑھ لیا۔[۴۴]

عربی زبان کی تاریخ میں جزیرہ نما عرب کے مختلف قبائل کے متعدد لہجوں کے میل ملاپ اور باہمی اختلاط سے عربی زبان پر پڑنے والے اثرات کا مطالعہ، ایک پیچیدہ مسئلہ رہا ہے۔ مسئلہ کی اس پیچیدگی کے باعث، نیز اس لیے کہ جیفری مغرب کا باشندہ تھا اور عربی زبان میں مہارت نہ ہونے کی بنا پر اس کی باریکیوں سے آگاہی کی سہولت سے بہرہ ور نہ تھا وہ مصحف عثمانی کے نفاذ سے قبل مختلف نسخہ جات میں لہجوں کے اختلاف کی وسعت اور ان کے استعمالات کا ادراک نہ کر پایا۔ یہی وجہ ہے کہ جب اس نے دیکھا کہ قرآن حکیم کی متعدد قراءتیں ہیں اور وہ سب کی سب کسی نہ کسی صحابی رسول ﷺ سے منسوب ہیں تو اس نے مصحف عثمانی کے مقابلے میں دیگر مسودات قرآنی کو سامنے رکھنے کا فیصلہ کیا۔

اختلاف قراءات قرآنیہ میں عربی زبان کے تلفظ اور اس کے مختلف لہجوں کے کردار اور وسعت کو سمجھنے کے لیے ہر لہجے کی تفصیلات میں گئے بغیر صرف اس مسلمہ حقیقت کی طرف اشارہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قرآن حکیم مشترکہ عربی زبان اللغة العربية المشتركة میں نازل ہوا۔ یہ مشترکہ عربی زبان وہ زبان ہے جو کہ پورے جزیرہ نما عرب میں سمجھی جاتی تھی اور شاعر اور خطیب اس کو مؤثر ذریعہ ابلاغ کے طور پر استعمال کرتے تھے۔[۴۵] اس امر میں کوئی شبہ نہیں کہ یہ مشترکہ عربی زبان جو کہ قرآنی تعلیمات کے اظہار کا ذریعہ بنی، پر قریشی لہجے کی گہری چھاپ تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر یہی سمجھ لیا گیا کہ قرآن حکیم قریشی لہجے میں نازل ہوا ہے۔[۴۶] حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ (متوفی ۶۸ھ) سے منسوب قرآن حکیم میں وارد مختلف لہجوں پر مشتمل ایک مختصر سی کتاب ابن حنون کی روایت سے ہم تک پہنچی ہے۔[۴۷] اس کتاب میں عرب قبائل کے مختلف لہجوں پر مشتمل الفاظ کی فہرست دی گئی ہے۔ اگرچہ بہت ممکن ہے کہ یہ فہرست بہت جامع نہ ہو مگر پھر بھی اس میں قرآن حکیم میں استعمال ہونے والے کم از کم ۲۶۵ الفاظ کے ماخذ کو متعین کیا گیا ہے جس کی تفصیل ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

ان ۲۶۵ الفاظ میں سے ۱۰۴ الفاظ قریش کے لہجے سے اَخذ کئے گئے ہیں۔ ۴۵ الفاظ ہذیل سے، ۳۶ الفاظ کنانہ سے، ۲۳ بنوحمیر سے، ۲۱ جرہم سے، ۱۳ بنوتمیم سے اور قیس سے ۶ امان، ازد شنوہ اور ثقیف سے ۵ طے، مذحج، مدین اور غسان سے ۴، بنوحنیفہ، حضرت موت اور اشعر سے ۳ آغاز سے ۲ فضاعہ، سبا، یمامہ، مزینہ اور ثقیف سے ۱، ازد سے ۱ خزرج سے اور ۱ عمالقہ سدوس اور سعد العشیرہ سے۔[۴۸]

یہ بات بھی ذہن میں رہنی چاہئے کہ جب قرآن حکیم نے عرب کے مختلف لہجوں کا آمیزہ پیش کیا تب وہ ایسی کتاب ہدایت کی صورت میں سامنے آیا جو سب سے زیادہ فصیح، ناقابل تغیر، ایک ضابطہ حیات اور ہر ایک کی کتاب

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھی۔ جو بھی اسلام سے وابستہ ہوتا خواہ وہ امی ہوتا یا بدوی یا غیر عرب سب کو اس کی تلاوت کا حکم تھا۔ حدیث سبع اَحرف اور دیگر روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن حکیم کی تعلیم دیتے وقت پیغمبر ﷺ اس بات کا خاص خیال رکھتے [۴۹] کہ جن لوگوں کو قرآن حکیم کا پیغام پہنچایا جارہا ہو وہ ان کے لیے قابل فہم بھی ہو۔ اس صورت حال میں یہ بات نہایت فطری محسوس ہوتی ہے کہ جن سات حروف (لہجوں) میں قرآن نازل ہوا، مختلف افراد کو ان میں سے ہر ایک کے مناسب حال قراءت کرنے یا مترادف الفاظ (جو سبعہ احرف کے ذیل میں آتے ہوں اور جن کی قراءت کی اجازت دی گئی تھی) استعمال کرنے کی اجازت دے دی جائے۔ بطور خاص اسلامی تاریخ کے ابتدائی سالوں میں اس اجازت کی ضرورت اظہر من الشمس ہے۔

جہاں تک قبل از اسلام اور ابتدائی عہد اسلام تک عربی زبان کے مختلف لہجوں کی تفہیم اور اس کی بنا پر فہم زبان میں پیدا ہونے والی الجھنوں کا تعلق ہے تو وہ لغت کی کتابوں میں بار بار بیان کی جانے والی بنی کنانہ یا بنی کلاب کے ایک آدمی کی روایت سے اچھی طرح سمجھی جاسکتی ہیں۔ وہ روایت یہ ہے کہ ایک آدمی یمن کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ ذوجدن کے ہاں گیا۔ بادشاہ اس وقت محل کے بڑھے ہوئے چھجے پر بیٹھا ہوا تھا۔ بادشاہ نے اپنے ملنے والے کو یمنی لہجے میں 'ثب' یعنی تشریف رکھئے کہا، ملنے والے نے اس لفظ کو اپنے لہجے کے مطابق و ثب یثب سے فعل امر 'ثب' سمجھا جس کا معنی چھلانگ لگاؤ ہے۔ چنانچہ اپنے فہم کے مطابق بادشاہ کے حکم کی تعمیل میں اس نے آگے بڑھتے ہوئے بلند چھجے سے چھلانگ لگادی اور اللہ کو پیارا ہوگیا۔ [۵۰]

ایک اور روایت میں ہے کہ ایک دن حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کی صحبت میں تھے کہ آپ کے دست مبارک سے چھری گر گئی۔ آپؐ نے فرمایا 'ناولنی السکین' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سمجھ نہ سکے۔ حضور ﷺ نے اپنی بات دھرائی۔ آخر کار حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا 'آلمدیہ ترید؟' کیا آپؐ 'مدیہ' طلب فرما رہے ہیں؟ یاد رہے کہ 'السکین' حجازی لفظ ہے جبکہ مدیہ ازدی [۵۱] حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ازدی تھے۔ جو ایک حجازی لفظ کو نہ سمجھ سکے۔ مندرجہ بالا مثالوں سے واضح ہوا کہ مصحف عثمانی کے نفاذ سے قبل ہر عرب قرآن حکیم میں استعمال ہونے والے اپنے لہجے کے علاوہ دیگر الفاظ اور ان کے صحیح مفہوم کو سمجھنے کی پوری استعداد نہیں رکھتا تھا۔ خاص طور پر ان حالات میں جبکہ ہر ایک کو اپنے تلفظ اور لہجے کے مطابق قرآن پڑھنے کی اجازت بھی تھی۔

اختلافی نسخہ جات میں املاء کے اختلافات سے مصحف عثمانی میں درج نہ کئے جانے، مثلاً سورۃ الفاتحہ میں صراط 'س' اور 'ز' کی بجائے 'ص' کے ساتھ لکھنا یا الفاظ کا اختلاف کہ ایک کی بجائے اس کے قریبی مفہوم رکھنے والا دوسرا لفظ جیسا کہ سورۃ نمبر ۹۴ میں حططنا اور حللنا کی جگہ وضعنا کا استعمال، کے وجوہ و اسباب ابن جنی (متوفی ۳۹۲ھ) کے درج ذیل بیان کی روشنی میں اچھی طرح سمجھے جاسکتے ہیں:

"وکلما کثرت الالفاظ علی المعنی الواحد کان ذلك أولی بأن تکون لغات لجماعات"

''جب ایک ہی مفہوم کو ادا کرنے کے لیے متعدد الفاظ موجود ہوں تو الفاظ کے تعدد کا اصل سبب یہی ہوسکتا ہے کہ ان میں سے ہر ایک لفظ کسی نہ کسی لسانی گروہ یا لسانیاتی ماحول کی نمائندگی کررہا ہو۔'' [۵۲]

وہ اصمعی کی سند سے لفظ 'صقر' کو پڑھنے کے بارے میں دو اشخاص کے درمیان اختلاف کی دلچسپ کہانی بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ دو آدمیوں کے درمیان لفظ 'صقر' کے پڑھنے پر جھگڑا ہوگیا۔ ایک اسے 'ص' اور دوسرا 'س'

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے پڑھنے پر مصر تھا۔ان دونوں نے کسی تیسرے سے پوچھنے کا فیصلہ کیا۔تیسرے شخص نے ان دونوں سے اختلاف کرتے ہوئے اسے 'ز' سے یعنی 'زقر' پڑھا۔دراصل وہ تینوں اپنے اپنے لہجوں کی نمائندگی کررہے تھے۔[۵۴]

جیفری کا یہ دعویٰ کہ 'ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ' کے مسودہ ہائے قرآنی میں سے مختلف قراءتوں کا جو بھاری ذخیرہ ہم تک پہنچا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ دراصل وہ حقیقی متن کا اختلاف ہے نہ کہ مختلف لہجوں اور تلفظ کا معمولی اختلاف[۵۵] ظاہر کرتا ہے کہ اختلافی نسخہ جات میں استعمال ہونے والے الفاظ کی بجائے مصحف عثمانی میں اس مفہوم کے دوسرے مترادف الفاظ کے استعمال کو دیکھ کر وہ اس غلط فہمی میں مبتلا ہوا ہے[۵۶]

مزید براں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ پیغمبر ﷺ کی طرف سے دی گئی اس اجازت کی حقیقت کو بھی نہیں جان سکا جو آپ نے اپنے ان پیروکاروں کو دی تھی۔جن کی بڑی تعداد ان لوگوں پر مشتمل تھی جو لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے، بوڑھے اور بدو تھے اور ان میں وہ لوگ بھی شامل تھے جنہوں نے اسلام تو قبول کرلیا تھا مگر وہ عربی زبان سے قطعی نابلد تھے۔اس مضمون میں حضرت ابی بن کعبؓ کے ایک فارسی مسلمان کو قرآن حکیم پڑھانے کا واقعہ گذر چکا ہے جو 'طعام الاثیم' کا تلفظ صحیح طور پر ادا نہ کرسکتا تھا تو پیغمبر ﷺ نے اسے اس مفہوم کی سبعہ احرف میں سے دوسرے لفظ کو پڑھنے کی اجازت دے دی جس کو اس نے بخوبی ادا کرلیا۔

علاوہ ازیں اس واقعہ کو بھی اس ضمن میں بطور شہادت پیش کیا جاسکتا ہے جسے صحیح بخاری کی سبعہ احرف کے متعلق مشہور روایت میں بڑے واضح انداز میں بیان کیا گیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت ہشام بن حکیم رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے سورۃ الفرقان سنی۔دونوں نے اس سورۃ کو اپنے اپنے طریقے سے پڑھا۔آپ نے دونوں حضرات کی قراءت کو درست قرار دیا، کیونکہ دونوں نے دو مختلف طریقوں سے قراءت خود نبی اکرم ﷺ سے سیکھی تھی۔

نبی ﷺ نے مزید فرمایا کہ قرآن سات مختلف حروف (پڑھنے کے طریقے) پر نازل ہوا ہے آپ ان میں سے اسی طریقے کے مطابق پڑھ سکتے ہیں جس کو آپ اپنے لیے آسان محسوس کریں۔[۵۷] تاہم جے۔ڈی، پیرسن 'انسائیکلو پیڈیا آف اسلام' میں شائع ہونے والے اپنے مضمون 'القرآن' میں لفظ 'احرف' کو سمجھنے میں دشواری محسوس کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ ''حدیث میں اس محاورے کا مطلب غیر معین ہے۔اَحرف کی اِصطلاح حرف کی جمع ہے'[۵۸] حالانکہ اسلامی ورثے کی اکثر کتب کے علاوہ ابن مجاہد نے بھی اس امر کی صراحت کردی ہے کہ اس کا مطلب سات قراءتیں ہیں۔[۵۹] خواہ وہ زبان کے مختلف لہجوں سے تعلق رکھتی ہوں یا ایک لہجے کے کسی لفظ کو متعدد طریقوں سے پڑھنے سے متعلق ہوں۔[۶۰]

اس امر کا تذکرہ بھی خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ جیفری نے غیر تصحیح شدہ نسخہ جات سے جن اختلافی قراءتوں کو نقل کیا ہے ان سب کی اسناد غیر مصدقہ ہیں۔وہ ایسی محکم ومتواتر اسناد کے ساتھ کوئی ایسی قابل ذکر اختلافی قراءت بھی نہ لاسکا جس کی سند محکم ومتواتر ہو جیسی محکم ومتواتر اسناد کے ذریعے ہم تک مصحف عثمانی پہنچا ہے اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ بعض اختلافی قراءتیں جو ہم تک پہنچی ہیں وہ لسانی اعتبار سے بھی ناممکن نظر آتی ہیں اور بعض اختلافی روایات میں ان کی سند ناممکن الوجود اور محال ہے۔جو زمانی اعتبار سے درست تسلیم نہیں کی جاسکتیں یا وہ روایت کے معروف اصولوں کے مطابق نہیں ہے۔[۶۱]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جیفری مزید اعتراف کرتا ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے منسوب اختلافی قراءتوں کے جانچنے کے بعد پروفیسر برجسٹراسر نے بجا طور پر یہ رائے قائم کی:

''یہ بات بلاخوف تردید کہی جاسکتی ہے کہ کوئی شخص ان نسخوں کو مصحف عثمانی کے مقابلے میں صحیح تر کہنے کی جراءت نہیں کرسکتا۔''[61]

پروفیسر برجسٹراسر کی متذکرہ بالا رائے کے علم الرغم جیفری غیر مستند نسخہ جات میں مندرجہ اختلافی قراءتوں کو پیش کر کے صرف ایک مقصد حاصل کرنا چاہتا ہے اور وہ یہ ہے کہ قراءات قرآنیہ اور ان کی ترویج کے ارتقاء کا عمل ثابت کر سکے تاکہ مصحف عثمانی کو سو فیصد الہامی کی بجائے ایسی ارتقائی عمل کی ایک انتہائی شکل قرار دیا جاسکے جیسا کہ وہ لکھتا ہے ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۱۳۷ میں 'بمثل ما' کی بجائے 'بما' پڑھنا نقل کیا گیا ہے۔ جیفری اپنی بات پر اضافہ کرتے ہوئے خیال ظاہر کرتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان صحابہ نے ممکن ہے یہ مختلف قراءتیں نیک مقصد کے تحت تجویز کی ہوں۔[62] یہ بیان کرنا بھی بے جانہ ہوگا کہ جیفری جب بھی اسلام کے کسی پہلو پر بحث کرتا ہے تو وہ عیسائیت کی مثال اور قالب کو ذہن میں رکھتے ہوئے اسلام کے بارے میں بات کرتا ہے مثلاً وہ کبھی بھی اس حقیقت کا اظہار نہیں کرتا کہ اسلام ابراہیمی ادیان میں سے ایک ہے۔ تاہم وہ بتاتا ہے کہ اسلام بھی عیسائیت کی طرح کا ایک ایسا مذہب ہے جو اپنی مقدس کتاب رکھتا ہے۔[63] جہاں تک عہد نامہ جدید کی تاریخ کا تعلق ہے اس کے بارے میں امریکہ کے مشہور عیسائی تحقیقاتی ادارے جیسس سیمینار[64] کی جانب سے حال ہی میں شائع کردہ اناجیل خمسہ میں عیسائی محققین رقم طراز ہیں:

''جملہ اناجیل ابتداءً'' بغیر کسی انتساب کے عیسائی دنیا میں رواج پا گئیں یعنی ان کے لکھنے والوں کے نام معلوم نہ تھے۔ تاہم عیسائی مذہبی قیادت نے عیسائیت کی تاریخ کے ابتدائی ایام ہی میں مختلف نسخہ ہائے اناجیل کو معتبر ناموں کے ساتھ منسوب کر دیا اکثر اناجیل کے مصنفین کے نام محض ظن وتخمین سے رکھے گئے اور ممکن ہے کچھ نسخوں کو معتبر ناموں کی جانب حسن نیت کی بنیاد پر منسوب کیا گیا ہو۔ تاکہ ان نسخوں کو عوام الناس میں پذیرائی مل سکے۔''[65]

قرآن حکیم کو بائبل کی طرح کی ایک مقدس کتاب قرار دیتے ہوئے جیفری یہ باور کراتا ہے کہ صحابہ کرامؓ نے بھی اچھے مقاصد اور نیک نیتی کے ساتھ متن قرآن میں کچھ تبدیلیاں اور اس کی بہتری کے اقدامات تجویز کر دیئے ہوں گے۔ بدقسمتی سے جیفری اس امر کا اندازہ نہیں کرسکا کہ قرآن حکیم کے متن میں کمی بیشی کرنا اسلامی نقطہ نظر سے اتنا بھاری جرم ہے کہ کوئی اس کے ارتکاب کا تصور بھی نہیں کرسکتا تھا۔ اگر بفرض محال کوئی ایک اس کا ارتکاب کر بھی بیٹھتا تو صحابہ کرامؓ کی جلیل القدر جماعت اسے قطعاً برداشت نہ کرتی۔

ہم اس بحث کو درج ذیل نقاط کے تحت سمیٹ سکتے ہیں:

① جیسا کہ قبل ازیں واضح ہو چکا ہے کہ مختلف قراءتیں مثلاً سورۃ الفاتحہ میں الصراط کا لفظ 'س' اور 'ز' سے پڑھنا مختلف قبائل کا تلفظ تھا۔ یا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا سورہ نمبر ۱۲ کی آیت نمبر ۳۵ میں 'حتی' کی بجائے 'عتی' پڑھنا[66] یہ بھی عربی زبان کے دوسرے لہجے کو ظاہر کرتا ہے یعنی عربوں کے بعض قبائل میں 'ح' کی جگہ 'ع' پڑھا جاتا تھا۔ یہ بات بھی نوٹ کرنے کے قابل ہے کہ مختلف عربی لہجوں میں 'ح' اور 'عین' کے علاوہ 'الف' اور 'ق' کے حروف بھی باہمی طور پر قابل مبادلہ ہیں[67] اس طرح سورۃ الفاتحہ میں إياك وياك اور هياك مختلف لہجے ہیں کیونکہ مختلف

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عربی لہجات میں 'الف'، 'ؤ اور 'ۃ' باہم قابل تبادلہ ہیں [۶۸] سورۃ الفاتحہ میں نستعین پہلے نون پر زیر کے ساتھ بھی ایک لہجہ ہے جیسا کہ سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۶۵ میں یعلمون کی بجائے یعلمون، سورۃ آل عمران کی آیت نمبر ۱۰۶ میں تسود کی بجائے تسود بنو اسد کے تلفظ کے مطابق ایک لہجہ ہے۔ [۶۹]

سورۃ الفاتحہ میں مالك کو ملاك، ملك، مليك پڑھنا ایک ہی لفظ کے مختلف تلفظ ہیں۔ جو ان سات طریقوں میں شامل ہیں جن کو پڑھنے کی اجازت دی گئی ہے اور یہ سب کے سب نبی اکرم ﷺ کی طرف منسوب ہیں کہ آپؐ اس لفظ کو دیگر تلفظ اور لہجوں میں بھی ادا کیا کرتے تھے۔ [۷۰] اگر ان اختلافی قراءتوں کو اختیار کرنے کی اجازت نہ ہوتی تو صحابہ کرامؓ اس بار بار تلاوت کی جانے والی سورۃ کی قراءت میں ہرگز کوئی اختلاف نہ کرتے۔

سورۃ الفاتحہ میں 'اھدنا' اور 'لا' کے قریبی متبادل الفاظ 'ارشدنا' اور غیر بھی لہجے کے اختلاف پر مبنی ہیں اور ان کا شمار ان الفاظ میں ہوتا ہے جس کی تلاوت کرنے کی اجازت تھی۔ 'متبادل مسودات قرآن' متعارف کرانے کی دُھن میں جیفری اس حقیقت کو نظر انداز کر دیتا ہے کہ سورۃ الفاتحہ دن کی پانچ نمازوں میں سے تین میں بآواز بلند پڑھی جاتی ہے۔ اگر یہ نبی اکرم ﷺ کی تلاوت کے خلاف بلکہ ذرہ بھر بھی مختلف ہوتی تو یہ ناممکن تھا کہ اس کی تلاوت جاری رہتی۔ مزید برآں جیفری کسی ایک صحابی رسول ﷺ کا نام بھی پیش نہیں کر سکا جس نے دعویٰ کیا ہو یا یہ رائے ظاہر کی ہو کہ مصحف عثمانی میں درج سورۃ الفاتحہ کسی بھی حیثیت سے نبی اکرم ﷺ کی تلاوت کردہ سورۃ الفاتحہ سے ذرہ بھر بھی مختلف ہے۔

② مصحف عثمانی کے بارے میں شکوک وشبہات پھیلانے کی غرض سے اختلاف قراءت کی روایات کو کمزور تسلیم کرنے کے باوجود، جیفری مصحف پر اجماع کی حقیقت کو تسلیم کرنے میں بھی لیت ولعل سے کام لیتا ہوا نظر آتا ہے۔ اگر ہم یہ فرض بھی کر لیں کہ بعض اختلافی قراءتیں حقیقی ہیں اور مصحف عثمانی کی تنفیذ سے قبل ان کی تلاوت جائز تھی، کیونکہ وہ ان سات قراءات میں سے تھیں جن کی اجازت دی گئی تب بھی 'متواتر' روایات جو کہ ایک نسل سے دوسری نسل کو منتقل ہوئیں ہر 'خبر احاد' جو ایک شخص سے دوسرے شخص تک آئیں کو ترجیح نہیں دی جا سکتی۔ [۷۱]

③ اختلاف قراءت پر بحث کرتے ہوئے جیفری قرآن حکیم کے بذریعہ حفظ سینہ، سینہ نسل در نسل منتقل ہوئے جیسے اہم عامل کو بالکل نظر انداز کر دیتا ہے۔ مصحف عثمانی ایسا سرکاری نسخہ نہ تھا جس کو کمیٹی نے تشکیل دینے کے بعد چھپا کر رکھ دیا ہو۔ بلکہ وہ ہر ایک اہل علم کے سامنے تھا۔ سرکاری نسخہ جس کو تاریخ نے 'المصحف الامام' کے نام سے یاد رکھا ہے کی ایک نقل مدینہ منورہ میں رکھی گئی تھی جبکہ دیگر متعدد نقول اس دور کی اسلامی ریاست کے دیگر شہروں کو بھیجی گئی تھیں۔ ہزاروں ایسے صحابہ کرام مدینہ منورہ میں موجود تھے جن کو پورا قرآن پاک نہیں تو اس کا بہت بڑا حصہ حفظ تھا۔ یہ وہ لوگ تھے جنہیں نبی اکرم ﷺ کے قرآن حکیم کی تلاوت کے طریقوں کا براہ راست علم تھا۔ یہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ کاتبین وحی سمیت ان تمام صحابہ کرامؓ نے جن کے پاس قرآن حکیم کا کامل یا بعض حصہ تحریری شکل میں موجود تھا، اپنے حفظ قرآن کی بنا پر مصحف عثمانی کی قراءت کو نبی اکرم ﷺ کی قراءت قرار دیتے ہوئے اس کی تائید وتحویب فرمائی۔

④ 'مقابل مسودات قرآن' کے متعارف کرانے کی پرجوش سرگرمی میں جیفری اس حقیقت کو بھی نظر انداز کرتا ہوا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دکھائی دیتا ہے، کہ اگرچہ تذبذب کے بعد ہی سہی مگر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنی قراءت کو مصحف عثمانی کے حق میں واپس لے لیا[۵۱] اور پھر کبھی بھی اس پر اصرار نہیں کیا۔ یہاں تک کہ جیفری حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے کسی ایسے بیان کو سامنے لانے میں بھی کامیاب نہیں ہوسکا جس میں انہوں نے مصحف عثمانی کی کسی ایک بھی قراءت کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت کے خلاف قرار دیا ہو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ دوسرے صحابی رسول ہیں جن سے اختلافی قراءت کا ایک ایک بہت بڑا ذخیرہ منسوب کیا گیا ہے، اگرچہ جیفری اعتراف کرتا ہے کہ تمام ثانوی مسودات حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منسوب نسخے سے اَخذ کئے گئے ہیں اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے مسودہ قرآن سے کوئی بھی نسخہ اَخذ نہیں کیا گیا۔ اس اعتراف کے باوجود وہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے منسوب مختلف قراءتوں کو بنیادی اہمیت دیتا ہے اور اس حقیقت کو پس پشت ڈال دیتا ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اس کمیٹی کے ممبر تھے جس نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حکم پر قرآن حکیم کو جمع کرنے کی عظیم الشان خدمت سرانجام دی تھی۔ ایک اور صحابی رسول حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں جن سے مصحف عثمانی کی تنفیذ سے قبل ایک نسخہ منسوب ہے۔ ان سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عثمان کے مصحف کو نافذ کرنے کی جرأت مندانہ فیصلے پر اپنے کامل اطمینان وتشکر کے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''اگر عثمان کی بجائے بارِ خلافت میرے کندھوں پر ہوتا تو یقیناً میں بھی قرآن حکیم کی جمع وتدوین میں وہی کام کرتا جو عثمانؓ نے کیا ہے۔''[۵۲]

⑤ جیفری اس حقیقت کو تسلیم کرنے کے باوجود کہ قرآن حکیم میں اختلاف قراءت کی بحث زمانہ مابعد کے الٰہیات، لسانیات اور صرف ونحو کے ماہرین نے ایجاد کی اور اپنے نام اور کام کو اعتماد بخشنے کے لیے اسے دور اولیٰ کی مقتدر علمی شخصیات کی طرف منسوب کردیا[۵۳] پھر بھی آخر دم تک قرآن حکیم کی ''حقیقی قراءت'' کی بحالی کی کوششوں میں مگن رہا۔[۵۴] دوسری طرف حال ہی میں دو دوسرے مستشرق جان برٹن (John Burton) اور جان وان برو (John Wansbroug) کا یہ نتیجہ بھی چشم کشا ہے کہ صحابہ کرامؓ سے منسوب 'مقابل مسودات قرآن' ہوں یا بڑے شہروں میں پائے جانے والے دیگر نسخہ جات یا پھر انفرادی طور پر بعض حضرات سے منسوب مختلف قراءتیں سب کی سب بعد کے ماہرین علم الاصول اور ماہرین علم اللسان کی ایجاد ہیں۔[۵۵] جیفری اس اہم حقیقت کی طرف سے بھی آنکھیں بند کرلیتا ہے کہ اختلاف قراءت قرآن کے ابتدائی ماخذ ابن ابی داؤد متوفی ۳۱۶ھ ابن الانباری متوفی ۳۲۸ھ اور ابن الاشطہ متوفی ۳۶۰ھ ہیں۔ ان تمام بزرگوں نے اختلافی قراءتیں چوتھی صدی ہجری میں نقل کیں۔ ان روایات کے رواۃ متصل ہیں اور نہ ہی ان کی سند قابل اعتماد ہے۔

⑥ آرتھر جیفری اپنے پیش رو مستشرق بیل (Bell) کی طرح اسلام اور اس کی مقدس کتاب قرآن حکیم سے اپنی نفرت پر پردہ ڈالنے میں کامیاب نہ ہوسکا۔ وہ قرآن حکیم کی جمع وتدوین پر بحث کرتے ہوئے[۵۶] بیل (Bell) کی پیروی میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی جمع وتدوین کی کاوشوں کو ان کی خالص نجی سعی وکاوش قرار دیتا ہے۔[۵۷] یہ بات نہایت تعجب خیز اور حیرت انگیز ہے کہ وہ مقدمتان اور کتاب المصاحف میں درج اختلاف قراءت پر مبنی روایات کو من وعن صحیح تسلیم کرلیتا ہے مگر انہی کتب میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی جمع وتدوین قرآن کی خدمت کے بارے میں روایات کو بغیر کوئی معقول وجہ بتائے رد کردیتا ہے۔ حالانکہ حدیث اور تاریخ کے ماخذوں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں ان روایات کی سند نہایت قوی اور ان کا پایہ استناد بہت مضبوط ہے۔[۷۹] یہ اسلامی تاریخ کی ناقابل تردید حقیقت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا جمع مدون کیا ہوا نسخہ ہی مصحف عثمانی کی اساس و بنیاد کی حیثیت رکھتا ہے۔

⑦ مصحف عثمانی کے بارے میں جیفری یہ سمجھنے میں بھی ناکام رہا ہے کہ حضرت عثمانؓ نے کن اہم مقاصد کے پیش نظر اس بھاری کام کا بیڑا اٹھایا۔ وہ قرآن حکیم میں اختلاف لہجات کی اشاعت کے اثرات کا فہم و ادراک بھی نہ کر سکا کہ جن کے بارے میں شکایات کے سبب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اس مسئلے کے حل کی طرف متوجہ ہونا پڑا۔ دیگر شارحین کی طرح ابومحمد مکی القیسیؒ نے بھی اس بات کو نہایت شرح و بسط کے ساتھ پیش کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو جب قرآن حکیم کے متعدد طرق سے پڑھنے کے بارے میں شکایات موصول ہوئیں تو انہوں نے جس طریق پر نبی اکرم ﷺ تلاوت فرماتے تھے اس کو باقی رکھ کر اس کے علاوہ تمام طرق کے مطابق تلاوت قرآن حکیم پر پابندی عائد کر دی۔ باوجود اس کے کہ عہد نبوی میں نبی اکرم ﷺ نے ان کی اجازت دی ہوئی تھی۔[۸۰] القیسی کا بیان ہے کہ کم از کم ۱۲ ہزار صحابہ کرامؓ اور تابعین پر مشتمل ایک جماعت نے اس وقت کی اسلامی سلطنت کے طول و عرض میں پھیل کر مصحف عثمانی کے مطابق تلاوت قرآن حکیم سکھانے اور اس کے علاوہ رائج طریقوں سے منع کرنے کی خدمت انجام دی[۸۱] یہ یقیناً ناقابل تردید حقیقت ہے کہ مسلمانوں کی اتنی بھاری تعداد میں صحابہ کرامؓ بھی شامل تھے کسی ایسی قراءت قرآن کو رائج کرنے کا تصور بھی نہ کر سکتے تھے جس کا انتساب نبی اکرم ﷺ کے علاوہ کسی اور کی جانب ہوتا۔

⑧ قرآن حکیم اور اس کی مختلف قراءتوں کو موضوع سخن بناتے ہوئے جیفری اپنے دعوے کے باوجود انتقاد اعلیٰ (Higher Crigicism) کے اصولوں کی پابندی نہیں کر سکا۔ اس کی کتاب (The Textual History of Quran) ۱۹۴۶ء میں یروشلم میں شائع ہوئی اور دوسری کتاب (The Quran as a Scripture) ۱۹۵۲ء میں شائع ہوئی۔ اس نے پروفیسر سر جسٹر اسر جو کہ میونخ میں قرآن محل کا بانی تھا اور اس کے جانشین ڈاکٹر اونو پریکٹل کے ساتھ اشتراک عمل کے باوجود، قرآن حکیم کی جمع و تدوین اور دنیا کے مختلف حصوں سے جمع کئے گئے قرآن حکیم کے نسخوں کے متون میں اختلاف کے بارے میں قرآن محل (Archive) کے نتائج تحقیق کو بیان نہیں کیا (کیونکہ یہ نتائج قرآن حکیم کے بارے میں اس کے مقاصد سے ہم آہنگ نہ تھے) یہ پہلے بیان ہو چکا کہ یہ قرآن محل اتحادی فوجوں کی بمباری سے تباہ ہو گیا تھا اور پریکٹل بھی اسی بمباری سے ہلاک ہو گیا تھا۔ تاہم خوش قسمتی سے اس کی وفات سے قبل ۱۹۳۳ء میں ڈاکٹر حمید اللہ کو پریکٹل سے بالمشافہ گفتگو کا ایک موقع میسر آ گیا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب پریکٹل فرانس کی مختلف لائبریریوں میں موجود قرآن حکیم کے مختلف نسخہ جات کی فوٹو کاپیاں حاصل کرنے کے لیے فرانس آیا[۸۲] ڈاکٹر حمید اللہ کا بیان ہے کہ پریکٹل نے انہیں بتایا:

''ہمارے ادارے نے دنیا میں مختلف حصوں سے قرآن حکیم کے مختلف ۴۲ ہزار نسخہ جات کی فوٹو کاپیاں جمع کیں اور ان کا باہمی موازنہ کیا، ڈاکٹر حمید اللہ مزید بتاتے ہیں کہ پچھلے چودہ سو سالوں کے دوران مطبوعہ یا غیر مطبوعہ قرآن حکیم کے ۴۲ ہزار نسخوں کو انہوں نے اس لیے جمع کیا تاکہ وہ متن قرآن کے تضادات کو سامنے لا سکیں۔ تمام دستیاب نسخہ جات کو جمع کر کے ان کا آپس میں موازنہ کرنے کے بعد اس ادارے نے جو ابتدائی رپورٹ جاری کی ڈاکٹر حمید اللہ کے الفاظ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں ملاحظہ فرمائیں:

''اگرچہ ابھی تک قرآن حکیم کے مختلف نسخہ جات کو جمع کرنے کا کام جاری ہے تاہم جتنا کام مکمل ہو چکا ہے اس کی بنیاد پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ ان ۴۲ ہزار نسخہ جات میں کتابت کی غلطیاں تو موجود ہیں مگر متن قرآن میں کسی قسم کے تضاد کی نشاندہی نہیں کی جاسکتی۔''(۴۷)

جیفری قرآن حکیم کے بارے میں اپنی تحقیقات کے لیے پروفیسر برجسٹراسر اور پریکٹل سے اشتراک عمل کا ذکر تو بڑے فخر سے کرتا ہے مگر حیران کن امر یہ ہے کہ وہ اس ادارے کی ابتدائی رپورٹ اور اس کی کارکردگی کو بالکل نظر انداز کر دیتا ہے اور اس کا کہیں تذکرہ تک نہیں کرتا۔

آخر میں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان تمام حضرات بشمول (J.D.Pearson) جو جیفری کے الہامی کتب میں قرآن حکیم کے غیر محرف اور غیر متبدل ہونے کی انفرادیت کو جھٹلانے کے مشن کی تکمیل میں بڑی یکسوئی اور دلجمعی کے ساتھ سرگرداں ہیں، انہیں اور ان جیسے دیگر مستشرقین کو یہ مشورہ دیا جائے کہ وہ قرآن حکیم کے متن پر اپنے انتقاد اعلیٰ کے اصولوں کا غیر جانبداری کے ساتھ اطلاق کریں اخلاص اور دیانت داری سے ایسا کرتے ہوئے وہ قرآن حکیم کے اس دعوے کی صداقت کا عملی مشاہدہ ضرور کریں گے کہ اگر یہ اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے نازل کیا گیا ہوتا تو وہ اس قرآن میں بے شمار اختلافات اور تضادات پاتے'' [۴:۸۲] اور یہ کہ ''بے شک ہم نے ہی اس کو نازل کیا اور ہم ہی اس (قرآن) کی تحریف وتبدیلی) حفاظت کریں گے۔ [۱۵:۹]

.....

☆۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد اکرم چوہدری کا یہ مقالہ

Orientalism on variant Reading of the Quran: The case of Arthur Jaffery

ایسوسی ایشن آف مسلم سوشل سائنٹسٹ کے تحقیقی مجلّہ The American Journal of Islamic Social Seiences کے شمارہ بارہ ۱۹۹۵ء میں طبع ہوا تھا۔

حوالہ جات

① مقدمتان فی علوم القرآن از آرتھر جیفری، ص۲، ۳

② تفصیل کیلیے دیکھئے Journal of Biblical Studies جلد ۷۹ شمارہ ۱، مارچ ۱۹۶۰ء ص ۸۹

③ آرتھر جیفری: The Koran: Selected Suras، ص ۲۰

④ مستشرقین کے بارے میں تفصیل جاننے کے لیے دیکھئے، عبدالرحمٰن مومن The Islamic Fundamentlism Hamdard Islamicus جلد ۱۰ شمارہ ۴، ص ۳۵، ۴۰

⑤ آرتھر جیفری: The Quran as Scripture، ص ۱

⑥ ایضاً

⑦ آرتھر جیفری: The Koran: Selected Suras ص ۱۴، ۱۵

⑧ ایضاً ص ۱۵ مزید دیکھئے: آرتھر جیفری: The Quran as Scripture ص ۹۳، ۹۴

⑨ آرتھر جیفری: Materials for the History of the Textual of the Quran، ص ۸

⑩ ایضاً ص ۲۱

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

⑪ آرتھر جیفری:The Quran as Scripture,"The Textual History of the Quran"،ص۱۰۳

⑫ ایضاً ص۱۰۳

⑬ آرتھر جیفری بعض اصحاب رسول ﷺ کے ذاتی طور پر جمع کئے ہوئے نسخہ ہائے قرآن کو 'مقابل نسخہ جات' کا نام دیتا ہے حالانکہ مصحف عثمانی کے نافذ ہونے کے بعد ایسے نسخہ جات جن حضرات کے پاس تھے وہ انہوں نے واپس لے لیے تھے۔ اس سے متعلق بعض تفاصیل خود جیفری کے تحقیقی کام میں دیکھی جاسکتی ہیں۔ مثلاً حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اپنا نسخہ قرآن مصحف عثمانی کے نفاذ کے بعد واپس لے لیا۔ حوالے کے لیے دیکھئے آرتھر جیفری کی کتاب 'مقدمتان' صفحہ ۹۵ جے۔ ڈی پیرسن نے بھی مصحف عثمانی کے نفاذ سے قبل بعض اصحاب رسول ﷺ کے ذاتی طور پر جمع کئے ہوئے نسخہ ہائے قرآن کو مقابل نسخہ جات قرار دیا ہے۔ مگر اس میدان میں اس کا زیادہ انحصار جیفری کی کتاب (Materials) پر ہے۔ اس نے انسائیکلو پیڈیا اف اسلام میں اپنے مضمون 'القرآن' میں اختلاف قراءات قرآنیہ کے موضوع پر جیفری کی (Materials) سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔ حوالے کے لیے دیکھئے لیڈن: ای۔ جے۔ بریل، ۱۹۸۱ء جلد۵ص۰۸-۴۰۶

⑭ ابن ابی داؤد کے مطابق حضرت ابوبکر صدیقؓ پہلے خلیفہ ہیں جنہیں قرآن حکیم کی جمع وتدوین کا شرف حاصل ہوا۔ ابن ابی داؤد نے ان دس صحابہ کرامؓ کے ناموں کا تذکرہ بھی کیا ہے جن کو جیفری نے 'مقابل نسخہ جات' کے حامل بنا کر پیش کیا ہے۔ حالانکہ ابن ابی داؤد نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ ان دس اصحاب کے پاس تحریری شکل میں الگ الگ قرآن کے نسخے تھے۔ ابن ابی داؤد ان حضرات کی جانب منسوب مختلف قراءتوں کو 'مصحف' کے عنوان کے تحت بیان کرتا ہے اور وہ جمع القرآن (اس نے قرآن جمع کیا) کا پیرایہ ان حضرات کے لیے بھی استعمال کرتا ہے جنہوں نے قرآن کریم یاد کر رکھا ہو۔ دیکھئے ابن ابی داؤد کتاب المصاحف ص۵، ۱۰، ۵۰ تا ۸۷۔ ابن ابی داؤد نے اس بات کو یہ کہہ کر اور واضح کر دیا کہ اس نے لفظ مصحف کو حرف یا قراءت کے معنوں میں استعمال کیا ہے۔ تاکہ اس کی بیان کردہ مختلف قراءتوں کا کسی باقاعدہ تحریری نسخہ سے ماخوذ ہونے کا گمان نہ ہو دیکھئے۔ آرتھر جیفری (Materials) ص ۱۵

⑮ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عثمانؓ کی جمع وتدوین قرآن کی خدمات کی تفصیل کے لیے دیکھئے: خطبات بہاولپور از ڈاکٹر حمید اللہ، اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور (پاکستان) ۱۴۰۱ھ ص۲۹۳

⑯ آرتھر جیفری:Materials ص۱۰

⑰ جے ڈی پیرسن The Encyclopaedia of Islam ص۴۰۷

⑱ آرتھر جیفری:Materials ص۱-۳

⑲ یہ سات قراء تیں درج ذیل حضرات کی طرف منسوب ہیں نافع متوفی ۱۶۹ھ از مدینہ منورہ، ابن کثیر متوفی ۱۲۰ھ از مکہ معظمہ، ابن عامر متوفی ۱۱۸ھ از دمشق، ابوعمرو متوفی ۱۵۴ھ از بصرہ، عاصم متوفی ۱۲۸ھ از کوفہ، حمزہ متوفی ۱۵۸ھ از کوفہ اور کسائی متوفی ۱۸۹ از کوفہ۔

⑳ آرتھر جیفری:The Quran as Scripture ص۱۰۰-۱۰۲

㉑ مزید تفصیل کے لیے دیکھئے لبیب السعید The Racited Quran ترجمہ: برنارڈ ویس، ایم اے رؤف اور مورر برجر۔ ص ۴۵-۵۰

㉒ ایضاً ص۴۹، ۵۰، ۱۳۹

㉓ آرتھر جیفری:Materials ص۷۵

㉔ جیفری نے Materials میں "دلنا یدك اهدنا" لکھا ہے۔ جو بظاہر بے معنی جملہ ہے۔ اسلامی تہذیب سے دوری اور عربی پر عبور نہ ہونے کے سبب شاید جیفری مخطوط کو صحیح طور پر پڑھ نہ سکا۔ اصل عبارت یوں معلوم ہوتی ہے۔ "دلنا بدل اهدنا"

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۲۵) ایضاً،ص۱۱۷ (۲۶) ایضاً،ص۱۸۵ (۲۷) ایضاً،۱۹۵ (۲۸) ایضاً،ص۲۲۰
(۲۹) ایضاً،ص۲۲۳ (۳۰) ایضاً،۸۷-۲۸۷ (۳۱) ایضاً،۱۵-۳۱۴
(۳۲) کتاب الابانه فی معانی القراء ات ازابومحمد القیسی،ص۹۴
(۳۳) ایضاً،ص۹۶ (۳۴) ایضاً،ص۹۴
(۳۵) اعراب ثلاثین سورة من القرآن الکریم ازابن خالویہ،ص۲۸-۳۰
(۳۶) سورۃ الفاتحہ کی مختلف قراء ات "The Moslem World" ازآرتھر جیفری جلد۲۹،۱۹۳۹ء،ص۱۵۸ ،آرتھر جیفری اگرچہ سورۃ الفاتحہ اور معوذتین کے ترجمے کو اپنی کتاب The Quran Selected Suras میں شامل کرتا ہے مگر وہ ان تینوں سورتوں کو قرآن حکیم کا حصہ تسلیم نہیں کرتا۔ وہ لکھتا ہے: جس شکل میں قرآن حکیم ہمارے پاس موجود ہے وہ ایک سوگیارہ سورتوں پر مشتمل ہے، سورۃ الفاتحہ کا تعارف کراتے ہوئے جیفری کہتا ہے یہ مختصر سورۃ حقیقی قرآن کا جزو نہیں ہے بلکہ یہ ایک دعا ہے جو قرآن حکیم ہی کے مختلف جملوں کے ذریعے قرآن کے مرکزی موضوع ومضمون پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب مقدس میں اس کے تعارف کے طور پر درج کی گئی ہے۔ اور اس کی تلاوت سے قبل پڑھی جاتی ہے۔ آرتھر جیفری The Koran-Selected Suras ص۱۵،۲۳
(۳۷) سورۃ الفاتحہ کی مختلف قراءات "The Moslem World" ازآرتھر جیفری،ص۱۵۹
(۳۸) ایضاً،ص۱۵۹-۱۶۰ (۳۹) ایضاً،ص۱۶۰-۱۶۲
(۴۰) صحیح بخاری: رقم الحدیث، تفسیر طبری ازابن جریر طبری: ۳۲/۱
مقدمتان ازآرتھر جیفری،ص۲۶۴-۲۷۳، ۲۰۷-۲۳۴
(۴۱) ایضاً،ص۴۸۱-۴۸۲ (۴۲) مقدمتان ازآرتھر جیفری،ص۲۲۹
(۴۳) ایضاً،ص۲۲۹ (۴۴) ایضاً،ص۲۲۹-۲۳۰
(۴۵) فقه اللغة ازعبدالواحد وافی،ص۱۰۸،فی اللهجات العربیة ازابراہیم انیس،ص۴۰
(۴۶) اس عنوان کے مباحث عربی لغت کی مختلف کتب میں پھیلے ہوئے ہیں۔ علامہ جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب الاتقان فی علوم القرآن میں پورے ایک باب میں اس موضوع پر سیر حاصل بحث کی ہے۔
(۴۷) کتاب اللغات فی القرآن ازعبداللہ بن عباس [مرتب: صلاح الدین المنجد]
(۴۸) ایضاً
(۴۹) تفصیل کے لیے دیکھئے مقدمتان ازآرتھر جیفری،ص۲۲۹-۲۳۰
(۵۰) فی اللهجات العربیة ازابراہیم انیس،ص۱۷۷
(۵۱) روایة اللغة ازابوالحمید الثلقانی،ص۳۰۰،کلام العرب من قضایا اللغة العربیة ازحسن ظاظا،ص۱۰۴
(۵۲) الخصائص لابن جنی،ص۳۷۴
(۵۳) ایضاً:۳۷۴/۱
(۵۴) آرتھر جیفری "The Textual of the Quran" The Quran as Scripture ص۹۷
(۵۵) اکثر جگہ پرانے نسخہ جات میں استعمال ہونے والے الفاظ مصحف عثمانی کے الفاظ سے محض ظاہری طور پر مختلف یا مترادف ہیں۔
(۵۶) صحیح البخاري: [۲۴۱۹، ۵۰۴۱]
(۵۷) 'دی انسائیکلو پیڈیا آف اسلام' از جے۔ ڈی پیرسن: Al-Kuran، ص۴۰۸
(۵۸) ایضاً،ص۴۰۹

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۵۹) تفصیل کے لیے دیکھئے: مقدمتان از آرتھر جیفری، ص ۲۱۸۔۲۳۰

(۶۰) Materials از آرتھر جیفری، ص ۱۶

(۶۱) ایضاً

(۶۲) ایضاً

(۶۳) The Quran as Scriptue از آرتھر جیفری، ص ۱

(۶۴) Roy W. Hoover, Jusus Seminar اور Rebert W. Funk نے نیویارک کے مشہور زمانہ پبلشر Macmillan کے ذریعے ۱۹۹۳ء میں The Five Gospels کے نام سے عہد نامہ جدید کو از سر نو شائع کیا ہے جس کا مرکزی خیال یہ ہے کہ عہد نامہ جدید میں جو کچھ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی جانب منسوب کیا گیا ہے اس میں سے زیادہ سے زیادہ بیس فیصد ہی آپ کی جانب منسوب کیا جا سکتا ہے۔ باقی سب تحریف اور من گھڑت ہے۔

(۶۵) ایضاً، ص ۲۰

(۶۶) Materials از آرتھر جیفری، ص ۴۹

مزید دیکھئے: لسان العرب لابن منظور: ۱۴/۱۶۳-۱۶۴

(۶۷) مثلاً سورۃ المرسلات کی آیت نمبر ۱۱ میں 'افتت' کو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے 'وقت' پڑھنا منقول ہے۔ مقدمتان از آرتھر جیفری، ص ۱۰۷، اسی طرح 'وجوہ' اور 'اجوہ' میں بھی 'و' اور 'الف' قابل مبادلہ حروف ہیں، دیکھئے: لسان العرب لابن منظور: ۲/۱۰۷-۱۰۸، مادہ: وق ت

(۶۸) لسان العرب لابن منظور، دیکھئے: الالف الینہ اور آیۃ ۱۵/۴۲۷، ۴۳۸-۴۴۱

(۶۹) مقدمتان از آرتھر جیفری، ص ۲۲۰

(۷۰) ابن خالویہ: اعراب ثلثین سورۃ من القرآن الکریم، ص ۲۲-۲۴

(۷۱) تفصیل کے لیے دیکھئے: مقدمتان از آرتھر جیفری ص ۳۸

(۷۲) مقدمتان از آرتھر جیفری، ص ۷۳

(۷۳) کتاب المصاحف از ابن ابی داؤد، ص ۲۳

(۷۴) Materials از آرتھر جیفری، ص ۲۔۱۵

(۷۵) ایضاً، ص ۱۶

(۷۶) 'دی انسائیکلو پیڈیا آف اسلام' از جے۔ ڈی پیرس: Al-Kuran، ص ۴۰۷، ۴۰۸ مزید تفصیل کے لیے دیکھئے: The Quranic Studies, Sources, Methods of Collection of the Quran از جان برٹن، ص ۱۱۹۔۲۱۲، Scriptual Interpretation از جان وانبرو، ص ۴۴۔۴۶ اور ۲۰۲۔۲۰۷

(۷۷) مثلاً دیکھئے منٹگمری واٹ: Bell,s Introduction to Quran ایڈن برگ ۱۹۷۰ء، ص ۳

(۷۸) Materials از آرتھر جیفری، ص ۶-۷

(۷۹) صحیح بخاری: رقم الحدیث

(۸۰) الابانہ از ابو محمد القیسی، ص ۹۶-۹۷

(۸۱) ایضاً، ص ۲۲-۲۳

(۸۲) خطبات بہاولپور از محمد حمید اللہ، ص ۱۵-۱۶

(۸۳) ایضاً، ص ۱۵-۱۶

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محمد فیروز الدین شاہ کھگہ ☆

قراءاتِ قرآنیہ اور مسلم متجدِّدین

مقالہ نگار محمد فیروز الدین شاہ ﷾ نے چند سال قبل شیخ زید اسلامک سینٹر، جامعہ پنجاب سے علوم اسلامیہ میں پروفیسر ڈاکٹر محمد اکرم چودھری ﷾ کے زیر نگرانی ایم، فل کی ڈگری حاصل کی ہے۔ موصوف کے مقالہ کا عنوان تھا: ''اختلاف قراءات اور نظریہ تحریف قرآن''۔ مقالہ مذکور کے بہترین مقالہ جات کی فہرست میں شامل ہونے کی وجہ سے اسلامک سینٹر نے بعد ازاں اِسے کتابی صورت میں طبع کروایا ہے۔ زیر نظر مضمون اسی مقالہ کی ایک فصل کا انتخاب ہے، جو فاضل مقالہ نگار نے رشد ''قراءات نمبر'' کے قارئین کے لیے منتخب کر کے ارسال فرمائی ہے۔ [ادارہ]

قرآنی علوم واسرار اور اَحکامات سے شناسائی کیلئے سب سے پہلا مرحلہ 'قراءت' کا ہے۔ اسی لیے علومِ قرآن کے ماہرین اور خصوصاً فن قراءت میں مہارت رکھنے والے ائمہ کرام نے اس کے جملہ پہلوؤں پر سیر حاصل بحث کی ہے اور اس سلسلہ میں مستقل ہدایات اور اصول وضوابط کی وضاحت فرمائی ہے۔ چونکہ اس فن میں قیاس کا قطعی طور پر کوئی دخل نہیں، اس لیے انہوں نے خالص سماعی اور نقلی بنیادوں پر اس کی ترویج میں اپنا کردار ادا کیا ہے۔

ائمہ قراءات نے ابتدائی دور میں اس فن پر تحریر کردہ کتب میں اس کی منقولی حیثیت کو واضح کرنے کے لیے باقاعدہ طور پر ان کی اسانید کا بیان بھی ضروری سمجھا، جو نبی کریم ﷺ سے بطریق تواتر منقول ہیں۔ اس لحاظ سے قرآن کریم کی یہ متنوع قراءات یقینی طور پر منزل من اللہ ہونے کے ساتھ ساتھ متعدد رموز وحکم کی حامل ہیں۔ اُمت پر وسعت ورحمت کے علاوہ دیگر علوم مثلاً تفسیر وفقہ وغیرہ میں بھی ان کی اِفادیت مسلمہ ہے۔ علومِ اِسلامیہ کی اَساس ہونے کے ساتھ ساتھ یہ لسانیاتی علوم کی حفاظت کا بھی اَساسی ذریعہ ہیں۔

قرآنی متن سے اس فن کے براہِ راست تعلق اور اس کی اہمیت کے پیش نظر، اسلام دشمن عناصر نے اس کو بالخصوص ہدفِ تنقید بنایا ہے اور متعدد وسائل وذرائع سے قرآنِ کریم کے متعلق اُمت مسلمہ میں شکوک وشبہات پیدا کرنے کے لیے اس کی قراءات کو انسانی اختراع اور تحریف قرار دیا ہے۔ مستشرقین نے اس مقصد کے حصول کیلئے صحابہ کے مخصوص ذاتی مصاحف کو بنیاد بنا کر مصاحفِ عثمانیہ سے ان کا تقابل کرنے کے بعد یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ موجودہ قرآن اِن مصاحف سے بہت حد تک مطابقت نہیں رکھتا، نیز یہ کہ مختلف قراءات دراصل مصاحف قدیمہ کے نقطوں اور حرکات سے خالی ہونے کی بناء پر انسانی خواہشات کے مطابق وجود پذیر ہوئیں۔

قراءات پر اعتراضات وشبہات کے حوالہ سے بنیادی طور پر یہودی مستشرق گولڈ زیہر (Goldziher) نے بنیادیں فراہم کیں، جبکہ آرتھر جیفری (Arthur Jeffery) نے باقاعدہ انداز میں اس کی تفصیلات پیش کیں۔

☆ لیکچرر یونیورسٹی آف سرگودھا، سرگودھا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چونکہ قرآنِ کریم اسلامی شریعت کا اوّلین سرچشمہ ہے، جو ہر قسم کی تحریف وآمیزش سے پاک ہے اور اس کے برعکس تورات وانجیل وغیرہ اپنی اصلی حیثیت کو برقرار نہ رکھتے ہوئے بے شمار تحریفات کا شکار ہوئی ہیں، غالباً اسی وجہ سے مستشرقین نے قرآنی نص کو اپنا موضوعِ بحث بناتے ہوئے اس کو محرَّف ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ دراصل استشراقی فکر کا محور یہ ہے کہ جس طرح تورات وانجیل اپنی حیثیت کھو بیٹھی ہیں اور ان کے کئی ایڈیشن منظر عام پر آچکے ہیں، مسلمانوں کے قرآن کو بھی اسی مقام پر لا کھڑا کیا جائے۔ اسی بناء پر انہوں نے قراءاتِ قرآنیہ کو انسانی قیاس پر مبنی اور حدیث سبعہ احرف کی استنادی حیثیت کو موضوع ومشکوک قرار دیا ہے۔

اختلافِ قراءات کو تحریف واختراع قرار دینے والوں میں بنیادی طور پر تین گروہ شامل ہیں، جن میں بعض فرقِ روافض، مستشرقین اور دورِ حاضر کے چند منکرین قراءات ہیں، جو حقیقتاً جرمن اور یورپی استشراقی نظریات سے ہی متاثر نظر آتے ہیں۔ ان کے علاوہ 'قبول قراءات' کے بارے میں چودہ سو سال میں کوئی اختلاف منقول نہیں ہے۔

استشراقی فکر وفلسفہ کے زیر اثر عالم اسلام کا ایک اچھا خاصا طبقہ بھی متاثر ہوا ہے اور اس نے نئے حالات اور تقاضوں کے پیش نظر غالب تہذیب کے 'علمی ورثہ' کو اپنایا اور اسی کی ترویج واشاعت میں کسی نہ کسی انداز میں منہمک رہا۔ اسلامی علوم میں جمہور علماء کے نظریات سے ہٹ کر جو آزادانہ روش اس طبقہ نے اپنائی، اس کے نقصانات مسلمانوں کے مابین نزاع ومخاصمہ پر منتج ہوئے۔ چونکہ تحریکِ استشراق کے بنیادی اہداف ومقاصد میں مسلمانوں کے درمیان باہمی منافرت پیدا کرنا ہے، اسی لئے وہ ہمیشہ شریعت اسلامیہ کے اوّلین اور بنیادی مصادر (قرآن وسنت) میں شکوک وشبہات پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اس ضمن میں ان کی سب سے بڑی خواہش یہ ہوتی ہے کہ وہ سادہ لوح مسلمانوں کو متفرق وسائل وذرائع اختیار کر کے ذہنی تذبذب کا شکار کر سکیں۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ مسلمانوں میں ایک ایسا طبقہ موجود ہے، جو شعوری یا غیر شعوری طور پر مستشرقین کی ملمع کاریوں کی بھینٹ چڑھا ہے، بالخصوص یورپین اور جرمن استشراقی تحریکوں کے نتیجے میں اہل اسلام کے اندر ایسے لوگ پائے گئے، جنہوں نے مستشرقین سے زیادہ اسلام کو نقصان پہنچایا ہے۔ اس مضمون میں ہم صرف ان شبہات کا تذکرہ کریں گے، جو مستشرقین کے علاوہ عالم اسلام میں بعض تجدد پسند شخصیات نے قرآنی قراءات کے بارے میں پھیلائے ہیں۔ ان متجدِّدین وملحدین کی فکر کا زیادہ تر مدار استشراقی فکر پر ہی ہے۔

قراءاتِ قرآنیہ سے متعلق جمہور ائمہ سے مخالف رائے قائم کرنے والے ان جدید 'مسلم محققین' کے متعلق ہمارا خیال یہ ہے کہ ان کا موضوعِ تحقیق دراصل 'علم القراءات' نہیں تھا، لہٰذا ان کو اپنے قائم کردہ نظریات کی شناعت کا علم نہ ہو سکا یا پھر مسئلہ کے سمجھنے میں ان سے غلطی ہوئی، چنانچہ یہ نظریات بالکلیہ استشراقی فکر کی اتباع میں براہِ راست قرآنِ کریم کی قراءات اور ان کی حجیت وقطعیت کو نشانۂ تنقید بناتے ہیں۔ ان 'محققین' میں ڈاکٹر علی عبدالواحد وافی، ڈاکٹر جواد علی، ڈاکٹر عبداللہ خورشید، ڈاکٹر صلاح الدین المنجد، طہ حسین، ابراہیم ابیاری، تمنا عمادی اور امین احسن اصلاحی وغیرہ کے شبہات قابل ذکر ہیں۔ آمدہ سطور میں اختصار کے ساتھ ان کے نظریات کا تجزیاتی مطالعہ پیش خدمت ہے۔

ڈاکٹر علی عبدالواحد وافی

عربی زبان وادب کے حوالہ سے ڈاکٹر علی عبد الواحد وافی خاصی شہرت کی حامل شخصیت ہیں۔ ان کے بہت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سارے مضامین عالم اسلام کے مختلف رسائل وجرائد میں شائع ہو چکے ہیں۔ فقه اللُّغة کے عنوان سے ان کی کتاب متعدد مرتبہ شائع ہو چکی ہے۔ انہوں نے اپنی کتاب کے پہلے ایڈیشن میں قراءات کے حوالہ سے جمہور اُمت کے اجماعی نقطہ نظر سے ہٹ کر 'قراءاتِ قرآنیہ' کے وجود میں آنے کا سبب مصاحف عثمانیہ کے نقطوں اور حرکات سے خالی ہونے کو قرار دیا۔ وہ لکھتے ہیں:

"یرجع بعض مظاهر الاختلاف فی قراء ات القرآن إلی اختلافهم فی قراء ة الكلمة حسب رسمها فی المصحف العثمانی، فقد كان الرسم مجرداً من الإعجام والشكل، ولذلك كان يمكن قراء ة بعض الكلمات علی وجوه مختلفة" ①

واضح رہے کہ یہی نقطہ نظر گولڈ زیہر اور آرتھر جیفری کے علاوہ بعض دیگر مستشرقین نے بھی پیش کیا ہے۔ تاہم ڈاکٹر عبدالواحد وافی کا قولِ مذکور سے رجوع ثابت ہے، چنانچہ طبع اوّل کے بعد بقیہ تمام طباعتوں میں اس کی صراحت کر دی گئی ہے۔ والحمدللہ علی ذالک ②

ڈاکٹر طٰہٰ حسین

ڈاکٹر طٰہٰ حسین نے بھی مستشرقین کی اتباع میں قراءات کی بنیاد اور مصدر لہجات ولغات کو قرار دیا ہے، چنانچہ وہ اپنی کتاب 'فی الأدب الجاهلي' میں رقمطراز ہے:

"والحق أنه ليست لهذا القراء ات السبع من الوحی فی قليل ولا كثير وليس منكرها كافرا ولا فاسقا ولا مغتمضا فی دينه وإنما هی قراء ات مصدرها اللَّهجات واختلافها" ③

''ان سات قراءات کا تعلق وحی سے نہیں اور نہ ہی ان کا منکر کافر یا فاسق ہے اور نہ اپنے دین میں عیب لگانے والا ہے۔ بلکہ ان قراءات کا مصدر لہجات اور ان کا اختلاف ہے۔''

وہ مزید کہتا ہے کہ

''قرآن ایک ہی لغت اور لہجہ یعنی قریش میں تلاوت کیا گیا، لیکن مختلف قراء اپنے اپنے قبائل کے لہجات کا لحاظ رکھتے ہوئے متعدد قراءات پڑھنے لگے، یہاں تک کہ بہت زیادہ قراءات اور لہجات پیدا ہو گئے اور ان کے مابین بہت زیادہ تباین اور اختلاف واقع ہو گیا، جن کو بعد کے علماء وقراء نے ضبط کیا اور اس کو مخصوص علم کا نام دے دیا۔'' ④

ڈاکٹر طٰہٰ حسین نے جہاں قراءات کا مصدر، لہجات کو قرار دے کر اس کی منقولی اور توقیفی حیثیت پر طعن کیا ہے وہاں وہ صراحتاً قراءات کے تواتر کا بھی انکار کرتا ہے۔ وہ لکھتا ہے:

"وهنا وقفة لا بد منها ذلك ان قوما من رجال الدِّين فهموا أن هذه القراء ات السبع متواترة عن النبی ﷺ نزل به جبريل علی قلبه، فمنكرها كافر من غير شك ولا ريب، ولم يوفقوا الدليل يستدلّون به علی ما يقولون سوی ما روی فی الصحيح من قوله «أنزل القرآن علی سبعة أحرف»" ⑤

''دین سمجھنے والوں میں ایک جماعت یہ نظریہ رکھتی ہے کہ یہ سات قراءات نبی کریم ﷺ سے بطریق تواتر منقول ہیں، جن کو حضرت جبریل علیہ السلام لے کر آئے اور یہ کہ ان کا منکر بلا شک وشبہ کافر ہے، حالانکہ وہ اس بات پر حدیث 'قرآن سات حروف پر نازل ہوا' کے علاوہ کوئی دلیل پیش کرنے سے قاصر ہیں۔''

غرض وہ قراءاتِ سبعہ کو غیر منقولی اور محض لغات ولہجات کی فروعات قرار دیتا ہے۔ اس کے نزدیک یہ قراءات

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

توقیفی نہیں، بلکہ اختراعی ہیں۔ طٰہٰ حسین کی ان عبارات میں کسی طرح کی کوئی منقولی یا عقلی دلیل نہیں۔ وہ حدیث 'سبعہ احرف' کو محض ایک روایت کہہ کر رد کرتا ہے، حالانکہ اس حدیث کی استنادی حیثیت محدثین کے نزدیک مسلمہ ہے۔ ڈاکٹر طٰہٰ حسین کی تصنیفات میں حدیث کی حجیت اور مقام سے بے اعتنائی کے یہ رویے ہمیں جابجا دکھائی دیتے ہیں۔ ڈاکٹر طٰہٰ حسین کے ان شبہات کا جواب ڈاکٹر لبیب السعید، ڈاکٹر عبدالہادی الفضلی اور عبدالقیوم السندی نے اپنی کتب میں تفصیلاً ذکر کیا ہے۔

قراءات کی حجیت وقطعیت سے متعلقہ اَحادیث وروایات پیش کرنے کی بجائے ہم صرف ان دلائل کو ذکر کرنا ضروری سمجھتے ہیں، جن سے واضح ہوتا ہے کہ قراءات صرف لہجات ولغات کی وجہ سے وجود میں نہیں آئیں۔

قراءات کے فرشی اختلافات کا مشاہدہ

اس شبہ کے رد کے لیے صرف مفرداتِ قراءات پر نظر کرنا ہی کافی ہے۔ فرش الحروف کے مشاہدہ سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ یہ تمام قراءات لغات ولہجات نہیں ہیں، چنانچہ سورۃ البقرۃ سے اس کی چند مثالیں حسب ذیل ہیں:

① ﴿وَمَا يَخْدَعُونَ إِلَّا أَنفُسَهُمْ﴾ کو "يخَادِعُون" پڑھا گیا ہے۔

② ﴿وَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ﴾ کو "تُقْبَلُ" پڑھا گیا ہے۔

③ ﴿وَأَحَاطَتْ بِهِ خَطِيئَتُهُ﴾ میں "خطيئَتُه" پڑھا گیا ہے۔

④ ﴿نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطَايَاكُمْ﴾ میں "تُغْفَرْ لكم" اور "يُغْفَرْ لَكُمْ" پڑھا گیا ہے۔

⑤ ﴿لَيْسَ الْبِرَّ﴾ میں راء کو نصب اور رفع دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔[6]

⑥ ﴿فَأَزَلَّهُمَا﴾ میں "فأزالهما" پڑھا گیا ہے۔

⑦ ﴿وَعَدْنَا﴾ میں "وَعدنا" پڑھا گیا ہے۔

⑧ ﴿عَمَّا تَعْمَلُونَ﴾ میں "يَعْمَلُوْن" پڑھا گیا ہے۔

⑨ ﴿لَا يَعْبُدُونَ﴾ میں "لا تَعْبُدُونَ" پڑھا گیا ہے۔

⑩ ﴿حَسَنًا﴾ میں "حُسْنًا" پڑھا گیا ہے۔[7]

ظاہر ہے کہ فرش الحروف کی ان مثالوں میں لہجات کا کوئی اختلاف نہیں۔ ہمارے لیے اس معاملہ کی مزید وضاحت حرکات میں تبدیلی کی مثالوں سے بھی ہوتی ہے، مثلاً:

۱.....﴿يٰجِبَالُ أَوِّبِي مَعَهُ وَالطَّيْرَ﴾ [سبا:۱۰] میں "الطيرُ" مرفوع بھی پڑھا گیا ہے۔[8]

۲.....﴿وَإِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُولَ مِنْهُ الْجِبَالُ﴾ [ابراہیم:۴۶] میں پہلے لام کے کسرہ اور دوسرے کے فتحہ کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے۔[9]

۳.....﴿لَّنُحَرِّقَنَّهُ﴾ [طٰہٰ:۹۷] میں لام کا فتحہ اور کسرہ دونوں پڑھے گئے ہیں۔[10]

اسی طرح قراءات میں وہ اختلاف جو صرف کلمات کے حروف میں واقع ہوتے ہیں، جن سے صورت تبدیل نہیں ہوتی البتہ معنی میں تغیر واقع ہوتا ہے، جیسے: 'تَبْلُوا' اور 'تَتْلُوا' [یونس:۳۰] ابن کثیر، نافع، عاصم، ابوعمرو اور ابن عامر نے 'تبلوا' باء کے ساتھ جب کہ حمزہ اور کسائی نے اسے تاء کے ساتھ پڑھا ہے۔[11] اسی طرح 'عبدالرحمن' کو 'عند

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الرحمن ' بھی پڑھا گیا ہے۔[۴۲] ذکر کردہ مثالوں میں کوئی قراءت بھی لہجہ پر مبنی نہیں ہے، لہٰذا ثابت ہوا کہ قراءات کا مدار لغات ولہجات پر نہیں بلکہ اس کی بنیاد نقل وروایت اور تلقی وتشافہ پر ہے۔

قراءات کے اصولی اختلافات کا مشاہدہ

قراءات کے اُصولی اختلافات، مثلاً: اظہار، ادغام، روم، اشمام، تفخیم، ترقیق، مدوقصر، امالہ وفتح، تحقیق وتسہیل اور ابدال ونقل وغیرہ کا تعلق اگرچہ اختلافِ لہجات کے قبیل سے ہے، لیکن یہ نوع بھی نبی کریم ﷺ سے روایت ونقل کی بنیاد پر ہی رائج ہوئی۔ اس میں اجتہاد یا قیاس کا کوئی دخل نہیں ہے۔ ابوشامہ مقدسی رحمہ اللہ (المتوفی ۶۶۵ھ) نے ادغام، مد، تشدید، ترکِ امالہ، یا تقدیم وتاخیر کے قرآنی قراءات میں استعمال کی حقیقت کو واضح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

"فإنه كله منزل من عند الله تعالى ومما وقف الرسول ﷺ على صحته وخيّر بينه وبين غيره وصوّب جميع القراء ات به"[۴۳]

قراءات کے یہ اصولی اختلافات اجتہاد وقیاس پر مبنی ہوتے، تو ائمہ قراء کے ہاں ان کا استعمال استثناء کے بغیر ہوتا، مثلاً امام حمزہ رحمہ اللہ کا مذہب امالہ کے بارے میں یہ ہے کہ جہاں کہیں بھی مصاحفِ عثمانیہ میں کوئی کلمہ آخر میں یاء کے ساتھ مرسوم ہو وہاں امالہ ہوگا، لیکن اس کے باوجود چند کلمات میں ایسا نہیں، جیسا کہ کلمہ: ﴿سَجٰى﴾ [الضحیٰ:۲] میں امالہ نہیں، حالانکہ اس کے آخر میں یاء موجود ہے۔ اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ یہاں امالہ روایات میں ثابت نہیں۔[۴۴]

علامہ ابوشامہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"ولو سوغنا لبعض القراء امالة ما لم يمله الرسول ﷺ والصحابة أو غير ذلك لسوغنا لهم مخالفة جميع قراء ة الرسول ﷺ"[۴۵]

''اگر بعض قراء کیلئے ایسی جگہ امالہ کی اجازت دی جائے، جہاں آپ ﷺ نے اور صحابہ نے امالہ نہیں کیا تو گویا ہم نے رسول اللہ ﷺ کی تمام قراءت کی مخالفت کی۔''

لہٰذا جہاں جہاں جو لفظ جس طرح آپ ﷺ سے منقول ہے، اس کے برعکس اپنی طرف سے پڑھنا کسی طرح بھی جائز نہیں اور نہ ہی قرآن میں ایسی قراءات موجود ہیں۔ ائمہ قراء کے اختیارات میں اس امر کا بھی مشاہدہ ہوتا ہے کہ ایک امام حروفِ قرآنیہ میں کسی حرف کو ہر مقام پر ایک طریقہ سے پڑھتا ہے، یہاں تک کہ وہ ایک اُصول بن جاتا ہے۔ پھر بعض مقامات پر وہ اس کے علاوہ کسی اور طریقہ سے اسی لفظ کو ادا کرتا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دراصل ان کے پیش نظر روایت کا اتباع ہے، مثلاً امام ابوجعفر رحمہ اللہ پورے قرآن میں کلمہ 'یَحْزُنُ' یاء کے فتحہ اور زاء کے ضمہ کے ساتھ پڑھتے ہیں، لیکن ایک مقام پر سورۂ انبیاء میں 'یُحْزِنُكَ' کے ضمہ اور زاء کے کسرہ کے ساتھ پڑھتے ہیں۔

امام نافع رحمہ اللہ، جو کہ امام ابوجعفر رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں، اس کے برعکس پڑھتے ہیں۔ امام حفص رحمہ اللہ قرآن میں ایک مقام ﴿مَجْرٖىهَا﴾ [ہود:۴۱] کے علاوہ کسی جگہ اِمالہ نہیں کرتے۔ اسی طرح وہ ہمزہ کی تسہیل نہیں کرتے مگر کلمات: ﴿ءَاَعْجَمِيٌّ﴾ [حم السجدۃ:۴۴]، ﴿ءَآلذَّكَرَيْنِ﴾ [یونس:۵۱]، ﴿ءَآللّٰهُ﴾ [یونس:۵۹]، ﴿ءَآلذَّكَرَيْنِ﴾ [الانعام:۱۴۳] میں دوسرے ہمزہ کی تسہیل کرتے ہیں۔ یہ مثالیں واضح کرتی ہیں کہ قراءات میں قیاس اور اجتہاد کا کوئی اعتبار نہیں ہے[۴۶]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قبائل کے لہجاتی اختلافات اور قراءات کی حدود

اگر چہ یہ ایک حقیقت ہے کہ کسی بھی لغت میں مختلف قبائل کے صوتی اختلافات موجود ہوتے ہیں اور ان میں ارتقائی عمل بھی جاری رہتا ہے، مثلاً قرآن میں لغتِ قریش کے علاوہ لغات کی موجودگی کے بھی شواہد ملتے ہیں۔[۱۸] اس لحاظ سے قرآن کے مشترکہ لہجہ میں قریشی لہجہ کے غالب عنصر ہونے کے ساتھ ساتھ دیگر قبائل کے بھی لہجات موجود ہیں، لیکن لہجات کا یہ اختلاف اصل لفظ کے جوہر میں اختلاف پیدا نہیں کرتا۔

یوہان فک لکھتا ہے کہ

''لغتِ قرآن اور لغتِ عرب یعنی بدوی قبائل کے لہجات کے مابین اس طرح کے فروق نہیں پائے جاتے، جو الفاظ وحروف کے اصل جوہر کو ختم کر دیں۔''[۱۹]

اس کے باوجود انسانی لغات میں یہ امر بھی فطری ہے کہ ان کے مابین اختلافِ لہجات ہو، چنانچہ مصر، نجد، حجاز، عراق اور یمن کے لوگوں کے لہجات میں آج بھی واضح اختلافات موجود ہیں۔ بعض لہجات میں ارتقاء بھی پیدا ہوا ہے، بعض قبائل 'ثا' کو 'تا' یا 'سین' کے ساتھ تبدیل کر دیتے ہیں اور کچھ 'قاف' کو 'جیم' کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ[۲۰]

اس ارتقاء اور متعدد تبدیلیوں کا تقاضا یہ تھا کہ ﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ﴾[النساء:۴۰] میں (متآل) یا (مسآل) یا (مِسْجَال ذرة) پڑھا جاتا۔ اسی طرح ﴿فَإِنْ لَّمْ يَكُنْ لَهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ﴾ [النساء:۱۱] کو ''فان لم یکن لو ولد وورسه أبویه فلامِّه التلت'' پڑھا جاتا۔[۲۱] اگر ایسا ہوتا تو لوگ قرآن کریم کو اپنے لہجات میں ڈھال لیتے اور اپنی خواہش کو اس میں داخل کر دیتے، جیسا کہ طہ حسین کا گمان ہے، لیکن چونکہ قراءات کی حقیقت نقل وروایت ہے، خواہ اُصول ہوں یا فروش، ان میں قطعاً لہجات کا کوئی دخل نہیں۔

اللہ تعالی کی طرف سے عطا کردہ سہولت اور لہجات کا لحاظ انتہائی حکمت پر مبنی تھا، مگر جب لغت قریش تمام علاقوں میں غالب آ گئی اور لہجات کی کلفت دور ہوگئی تو صرف عرضۂ اخیرہ میں قائم رہنے والے چند لہجات کو باقی رکھا گیا اور بقیہ منسوخ ہو گئے۔

ثبوتِ قراءات میں حدیث کی اہمیت

ڈاکٹر طہ حسین نے قراءات کے تواتر اور اس کے وحی ومنزل من اللہ ہونے کا انکار کیا ہے۔ وہ قراءات کے ثبوت میں حدیث کو شک کی نگاہ سے دیکھتا ہے، حالانکہ حدیثِ نبوی ہی اس بات کی طرف راہنمائی کرتی ہے کہ یہ کلامِ الٰہی ہے اور اسکے علاوہ ہمارے پاس کوئی ذریعہ نہیں کہ ہم وحی پر یقین کریں۔[۲۲]

ڈاکٹر جواد علی

ڈاکٹر جواد علی کا شمار دورِ جدید کے ماہرینِ لغت وادب میں ہوتا ہے۔ انہوں نے اپنے مقالہ میں قراءات کے اختلاف کو تواتر اور نقل کی بجائے قلم کا کرشمہ قرار دیا ہے۔ لکھتے ہیں:

"مسائل ظهرت بعد نزول الوحی من خاصية القلم الذی دون به القرآن الكريم فرسم أكثر حروف هذا القلم متشابه والمميز فيها هو النقط، وقد ظهر النقط بعد نزول الوحی بعمد، ثم إن هذا القلم كان خاليا فی بادی أمره من الحركات وخلو الكلم من الحركات يحدث

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مشکلات عدیدة فی الضبط من حیث اخراج الکلمة"[۴۲]

''نزولِ وحی کے بعد قرآن کریم کی تدوین میں قلم کی وجہ سے کئی مسائل ظاہر ہوئے۔ اکثر حروف کا رسم لکھنے میں ایک دوسرے سے مشابہ تھا اور صرف نقاط سے ہی ان کی تمیز ہوتی تھی جبکہ نقطے نزولِ وحی کے کچھ عرصہ بعد ظاہر ہوئے، پھر یہ لکھے ہوئے حروف حرکات سے بھی خالی تھے جس کی وجہ سے کلمات کو ضبط کرنے میں متعدد مشکلات سامنے آئیں۔ خصوصاً کسی کلمہ کی ادائیگی انہی وجوہات سے متاثر ہوئی''۔

ڈاکٹر جواد علی کے اس نظریہ میں بنیادی کردار گولڈزیہر کی فکر کا ہے، چنانچہ خود جواد علی نے اپنے نظریہ کے اثبات میں بعینہٖ وہی مثالیں پیش کی ہیں، جو گولڈزیہر نے اپنی کتاب 'مذاهب التفسير الاسلامی' میں اس حوالہ سے ذکر کی ہیں، لہٰذا جواد علی کی رائے دراصل گولڈزیہر اور نولڈکے کی آراء کا خلاصہ ہے۔[۴۳]

علامہ تمنا عمادی

ہندوستان میں فتنۂ انکارِ حدیث کی اشاعت میں علامہ تمنا عمادی کا نام معروف ہے۔ اس نے قرآنی قراءات اور حدیث سبعہ احرف کو وضعی قرار دیتے ہوئے قراءات کے امام عاصم کوفی رحمہ اللہ کو شیعہ ثابت کیا ہے۔ اس حوالہ سے اس کی کتاب 'اعجاز القرآن واختلافِ قراءات' خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ اس نے تدوینِ قرآن کے متعلق بخاری و مسلم کی روایات کو افسانہ قرار دیا ہے اور قراءات کو مستشرقین کے نظریات کے مطابق نتیجہ قلم قرار دیا ہے۔ اس کے نزدیک اختلافِ قراءات کوفہ کے ملاحدہ کی گھڑی ہوئی ہیں۔ ملاحدۂ کوفہ نے مراکز میں اپنے ایجنٹ مقرر کر دیئے تھے اور وہ خود ساختہ اختلافِ قراءات کو خود ساختہ اسناد کے ساتھ مراکز میں بھیج دیتے تھے۔[۴۴]

تمنا عمادی نے حدیث سبعہ احرف کو بھی موضوع قرار دیا ہے۔ امام نافع رحمہ اللہ کو مدینہ میں کوفیوں کا ایجنٹ اور ان کی قراءت کی سنیت کو مخدوش کہا ہے۔[۴۵] اس کے نزدیک ابن جریر طبری رحمہ اللہ کے قول پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جمع قرآن میں صرف لغتِ قریش کو باقی رکھ کر بقیہ چھ لغات کو ختم کر دیا تھا، تو اب موجودہ قراءات کہاں سے پیدا ہو گئیں؟ نیز تمنا عمادی علیہ ما علیہ نے ساتوں ائمہ قراء پر بلا دلیل نقد وطعن اور شبہات واعتراضات ذکر کیے ہیں، جن کا حقائق ودلائل سے قطعاً کوئی واسطہ نہیں۔ تمنا عمادی کی مذکورہ تصنیف کا تفصیلی محققانہ جواب شیخ القراء قاری طاہر رحیمی پانی پتی رحمہ اللہ نے ۹۰۰ صفحات پر مشتمل کتاب 'دفاعِ قراءات' میں دیا ہے۔[۴۶]

مولانا امین احسن اصلاحی

مولانا امین احسن اصلاحی کا شمار برصغیر میں علم وتحقیق، خصوصاً تفسیر قرآن کے حوالہ سے خاص شہرت، کے حامل افراد میں ہوتا ہے۔ ان کی تفسیر 'تدبر قرآن' قرآنی آیات میں ربط بیان کرنے اور لغتِ عرب سے اس کے مفاہیم بیان کرنے میں اپنی مثال آپ ہے۔ تاہم علوم قرآنیہ، مثلاً قراءات میں ان کی فکر چند ایسے نظریات منصۂ شہود پر لائی ہے، جو علم وروایت سے کسی قسم کا تعلق نہیں رکھتے۔ وہ حفص عن عاصم کی قراءات کے علاوہ قرآن کریم کی جملہ متواتر قراءات کا انکار کرتے ہیں۔ امین احسن اصلاحی صاحب کہتے ہیں:

''غور کرنے سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ قراءات کا اختلاف دراصل قراءات کا اختلاف نہیں بلکہ اکثر وبیشتر تاویل کا اختلاف ہے۔ کسی صاحبِ تاویل نے ایک لفظ کی تاویل کسی دوسرے لفظ سے کی اور اس کو قراءت کا اختلاف سمجھ لیا گیا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حالانکہ وہ قراءاتوں کا اختلاف نہیں بلکہ تاویل کا اختلاف ہے۔ مثلاً سورۂ تحریم میں بعض لوگوں نے 'فقد زاعت' بھی پڑھا، صاف معلوم ہوتا ہے کہ جس نے بھی یہ پڑھا ہے اس نے یہ قراءت نہیں بتائی بلکہ اپنے نزدیک اس نے 'فقد صغت' کی تاویل کی ہے، لیکن لوگوں نے اس کو بھی قراءت سمجھ لیا''۔[۲۸]

قراءت کے حوالہ سے 'فکر اصلاحی' کی مزید وضاحت اور اس پر نقد وتبصرہ کرتے ہوئے شیخ القراء قاری محمد ابراہیم میر محمدی حفظہ اللہ لکھتے ہیں کہ

''امین احسن اصلاحی کے نزدیک قراءتِ حفص ہی وہ واحد متواتر قراءتِ قرآنی ہے جو درست ہے اور بقیہ قراءات ائمہ قراء کی مفتریات ہیں۔''[۲۹]

ہماری رائے میں اصلاحی صاحب نے فن قراءت کو بطور فن تفصیل سے نہیں دیکھا اور نہ اس کی حقیقت کو صحیح طور پر سمجھا ہے اور اس کی دلیل یہ بھی ہے کہ وہ قراءت اور روایت کے درمیان فرق کرنے سے قاصر نظر آتے ہیں اور وہ ''قراءتِ حفص'' کے الفاظ استعمال کرتے ہیں، حالانکہ اختلاف کی نسبت اگر امام کی طرف ہو تو 'قراءت'، راوی کی طرف ہو تو 'روایت' کہلائی جاتی ہے۔ امام عاصم رحمہ اللہ کی طرف اضافت ونسبت کر کے 'قراءت' کہیں گے، جبکہ شعبہ رحمہ اللہ اور حفص رحمہ اللہ، جو امام عاصم رحمہ اللہ کے دو راوی یعنی شاگرد ہیں، کی طرف نسبت ہو تو 'روایت' کہلائے گی، چنانچہ انہیں 'روایتِ حفص' یا 'روایتِ شعبہ' کہیں گے۔[۳۰]

اِصلاحی صاحب کے نزدیک اختلافِ قراءات کے مسئلہ پر لوگوں نے صحیح نہج پر غور نہیں کیا، جس کی وجہ سے غلط فہمیاں پیدا ہوئیں، لہٰذا قراءات سات نہیں اور نہ ہی اس کا ثبوت ملتا ہے اور یہ کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قراءات کے اختلاف کو ختم کر دیا تھا۔[۳۱] اصلاحی صاحب کا یہ قول قطعی طور پر غیر حقیقی ہے، جس میں وہ امت کے محققین قراء کو اختلافِ قراءات کے متفقہ مسئلہ پر صحیح نہج پر غور کرنے میں ناکام قرار دے رہے ہیں۔ اسی طرح یہ جملہ کہ ''حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قراءات کے اختلاف کو ختم کر دیا تھا'' بھی قابل غور ہے، کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے رسم کا امتیازی وصف ہی یہی تھا کہ متواتر قراءات اس میں سما جائیں اور انہی مصاحف کی بنیاد پر متواتر قراءات محفوظ ہوگئیں۔ 'فکر اصلاحی' کے حاملین بشمول غامدی صاحب کے قراءات کے بارے میں مولانا اصلاحی کے نقطہ نظر پر ہیں۔

اس ضمن میں راقم کی رائے یہ ہے کہ تمام اہل علم اس اُصول کو ہمیشہ سامنے رکھیں کہ جو افراد کسی مخصوص فن پر بغیر تخصص اور مہارت کے رائے زنی کریں، ان کو علمی حوالوں سے بحث وتمحیص کے قابل سمجھنے کی بجائے ان کے نظریات کو یہ کہہ کر خوب رد کیا جائے کہ یہ رائے ماہرین کی نہیں ہے۔

واضح رہے کہ تمام علماء اور ماہرینِ فن کا اس بات پر اتفاق ہے کہ متواتر قراءات میں سے کسی ایک کا انکار بھی جائز نہیں ہے، چنانچہ ابن عطیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"ومضت الاعصار والامصار على قراء ات الائمة السبعة بل العشرة، وبها يصلى لانها ثبتت بالاجماع"[۳۲]

''مدتوں سے ممالک میں انہی ائمہ سبعہ وعشرہ کی قراءات کی جارہی ہے، انہی کو نماز میں پڑھا جاتا ہے کیونکہ یہ اجماع سے ثابت ہیں۔''

علامہ ابن سبکی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

" القراء ات السبعة التی اقتصر علیها الشاطبی، والثلاث التی هی قراء ة أبی جعفر وقراء ة یعقوب، وقراء ة خلف متواترة معلومة من الدین بالضرورة، وکل حرف انفرد به واحد من العشرة معلومة من الدین بالضرورة أنه منزل علی رسول اللهﷺ، لا یکابر فی شیء من ذلك الا جاهل"[۳۱]

الغرض علماءِ امت کا ہر دور میں اس بات پر اجماع منقول ہے کہ قراءاتِ سبعہ وعشرہ ضروریاتِ دین میں سے ہیں اور کسی مسلمان کیلئے یہ جائز نہیں کہ ان میں سے کسی ایک قراءت کا بھی انکار کرے۔

حوالہ جات

① فقه اللُّغة از ڈاکٹر علی عبدالواحد وافی، ص۱۱۹
② فقه اللُّغة از ڈاکٹر علی عبدالواحد وافی، ص۲۵۴، ۲۷۰
③ فی الأدب الجاهلي از طہٰ حسین، ص۹۵، ۹۶
④ ایضاً، ص۹۸
⑤ ایضاً، ص۹۸، ۹۹
⑥ صفحات فی علوم القراء ات از السندی، ص۱۴۳، ۱۴۴
⑦ القراء ات: تاریخ وتعریف از ڈاکٹر عبدالہادی الفضلی، ص۸۵
⑧ اتحاف فضلاء البشر از الدمیاطی البناء، ص۳۵۸
⑨ اتحاف فضلاء البشر از الدمیاطی البناء، ص۲۷۳
⑩ السبعة فی القراء ات از ابن مجاہد، ص۴۲۴
⑪ السبعة از ابن مجاہد، ص۳۲۵
⑫ ابوعمرو، عاصم، حمزہ، کسائی اور خلف نے 'عبْدَ' باء کے الف اور دال کے رفع کے ساتھ پڑھا ہے جبکہ باقی قراء نے 'عند' نون ساکنہ اور دال کے فتحہ کے ساتھ بغیر الف کے پڑھا ہے۔ (اتحاف، ۳۸۵)
⑬ المرشد الوجیز از ابوشامہ المقدسی، ص۱۶۶
⑭ صفحات فی علوم القراء ات از السندی، ص۱۴۵
⑮ المرشد الوجیز از ابوشامہ المقدسی، ص۱۶۶
⑯ مجلّہ کلیۃ القرآن الکریم، المدینة المنورة، العدد الاول ۱۴۰۲ھ، ص۱۳۷
⑰ قرآن کی لغات پر متعدد کتب لکھی گئیں جن میں ان لغات کے اندر مفردات اور اصوات کے فروق بھی ذکر کیے گئے۔ اس حوالہ سے فراء، اصمعی، ابوزید انصاری، ہیثم بن عدی، محمد بن یحییٰ القطیعی اور ابن درید کی لغات القرآن کے موضوع پر تصنیفات موجود ہیں۔ دیکھئے: الفہرست لابن ندیم، ص۳۵.....امام سیوطی (م۹۱۰ھ) نے الاتقان میں ایک مستقل فصل قائم کی ہے جس میں اہلِ حجاز کی لغت کے علاوہ دیگر لغات کا تذکرہ کیا ہے۔ ابن الجوزی نے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی فنون الافنان میں اس کے متعلق تفصیلات ذکر کی ہیں۔ابن حسنون کی روایت سے ابن عباس کی طرف منسوب ایک باقاعدہ کتاب ذکر کی گئی ہے جو ڈاکٹر صلاح الدین المنجد کی تحقیق سے شائع ہوئی اس کتاب کا نام 'اللغات فی القرآن' ہے اور یہ دارالکتاب الجدید بیروت لبنان سے ۱۹۷۲ء میں دوسری مرتبہ شائع ہوئی ہے۔اس کا پہلا طبع مطبع الرسالۃ قاہرہ میں ۱۹۴۶ء میں منظر عام پر آیا۔

⑱ العربیۃ دراسات فی اللغۃ واللھجات والاسالیب ازیوہان فک،ص۴

⑲ تفصیل کے لیے دیکھیے فقہ اللغۃ از ڈاکٹر علی عبدالواحد وافی،ص۲۶۴ تا ۳۰۰

⑳ المصحف المرتّل ازلبیب السعید،ص۱۵۴

㉑ سنت کی اہمیت مصطفیٰ السباعی کی کتاب 'السنۃ ومکانتھا فی التشریع الاسلامی'،عبدالحلیم محمود کی 'السنۃ فی مکانتھا وفی تاریخھا'،محمد الحافظ التجانی کی کتاب 'سنۃ رسول ﷺ'' اور سید سلیمان ندوی کی کتاب 'تحقیق معنی السنۃ وبیان الحاجۃ إلیھا' ملاحظہ ہوں۔

㉒ جواد علی،لھجۃ القرآن الکریم ،بحث فی مجلۃ المجمع العلمی العراقی، المجلۃ الثالث، الجزء الثانی، ص۸۹۔بحوالہ: لبیب السعید، المصحف المرتل،ص۱۵۹

㉓ دیکھئے:مذاھب التفسیر الاسلامی،ص۸

واضح رہے کہ نولڈ کے مستشرقین کے طبقہ میں قرآن کریم پر علمی اعتراضات کے حوالہ سے بنیادی مواد فراہم کرتا ہے چنانچہ گولڈزیہر نے بھی اس کو اپنے نظریات کا پیش رَو قرار دیتے ہوئے اس کو عظیم راہنما 'زعیمنا الکبیر' کے لقب سے ذکر کیا ہے۔

㉔ اعجاز القرآن واختلافِ قراءات ازتمنا عمادی،ص۶۵۴

㉕ ایضا،ص۶۶۱

㉖ دفاعِ قراءات از طاہر رحیمی مدنی

㉗ امین احسن اصلاحی،تدبر،فروری ۱۹۸۳ء

㉘ مکانۃ القراء ات عند المسلمین ازابراہیم میر محمدی،ص۴۲

㉙ تحفۂ اصلاحی از ڈاکٹر عبدالواحد،ص۳۲

㉚ ایضا،ص۳۳و۳۴ ملخصاً۔ جاوید احمد غامدی نے بھی اپنے استاذ کی اتباع میں اسی باطل نظریہ کو اختیار کیا ہے۔ تفصیلات کیلئے: ڈاکٹر عبدالواحد کی کتاب 'تحفۂ غامدی' ص۱۳ تا ۱۷ دیکھئے

㉛ القراء ات فی نظر المستشرقین والملحدین از الشیخ عبدالفتاح القاضی،ص۹۳

㉜ منجد المقرئین ازابن الجزری،ص۵۱

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قاری محمد ابراہیم میر محمدی ☆
مترجم: حافظ محمد زبیر ☆☆

قراءاتِ قرآنیہ کا مقام اور مستشرقین کے شبہات کا جائزہ

زیر نظر مضمون استاذ القراء قاری محمد ابراہیم میر محمدی ﷾ کے نگارشاتِ علمی پر مشتمل عربی تصنیف ''مکانة القراء ات عند المسلمين ونظرية المستشرقين والملحدين حولها'' کا اردو ترجمہ ہے، جو قبل ازیں فضلائے جامعہ کے مجلّہ ماہنامہ 'الاحیاء' کے اپریل تا جون ۲۰۰۸ء کے شماروں میں قاری صاحب ﷾ کے تلمیذ رشید حافظ محمد زبیر ﷾ کے قلم سے شائع ہو چکا ہے، لیکن موضوع کی اہمیت وافادیت اور قاری صاحب جیسی فاضل شخصیت کے حوالے سے ترجمہ میں مزید بہتری اور سلاست پیدا کرتے ہوئے اس مضمون کو از سر نو رشد قراءات نمبر میں شائع کیا جا رہا ہے۔

حضرت قاری صاحب ﷾ کلّیة القرآن الکریم، کے بانی ومؤسس ہیں، جن کے اخلاص اور محنتِ شاقہ کے نتیجہ میں جامعہ لاہور الاسلامیہ تجوید وقراءات کے فروغ میں آج انتہائی اہم کردار ادا کر رہا ہے۔ آنجناب مسجد نبوی کے جوار میں عرصہ بارہ سال کے لگ بھگ کلیة القرآن الکریم، مدینہ یونیورسٹی میں زیر تعلیم رہے اور وہیں سے قراءاتِ قرآنیہ میں ایم۔فل تک تعلیم حاصل کی۔ بعد ازاں رئیس الجامعہ حافظ عبد الرحمٰن مدنی ﷾ کی خواہش پر لبیک کہتے ہوئے جامعہ ہذا میں تشریف لائے۔ محترم قاری صاحب ﷾ کی زندگی ایک جہدِ مسلسل سے عبارت ہے۔ آپ ۱۹۹۲ء میں کلّیة القرآن کے افتتاح کے بعد سے مسلسل درس وتدریس اور تصنیف وتالیف میں مشغول ہیں۔

جامعہ ہذا میں کلّیة القرآن کے کامیاب قیام اور سینکڑوں تلامذہ تیار کرنے کے بعد مزید اَعلیٰ مقاصد کی غرض سے عرصہ تین سال قبل ۲۰۰۵ء میں قاری صاحب ﷾ نے پھولنگر، قصور میں ایک نئے ادارے کی داغ بیل ڈالی۔ اِدارہ کلّیة القرآن اور اس کے سینکڑوں فضلاء کی تمام تر عملی جدوجہد حقیقی معنوں میں شیخ القراء قاری محمد ابراہیم میر محمدی ﷾ کی مرہونِ منت ہے۔ نئے ادارے کی کامیابی کی غرض سے مادرِ ادارہ کلّیة القرآن سے تشریف لے جانے کے باوجود ذہنی طور پر آج بھی حضرت قاری صاحب ﷾ کے تمامتر اعلیٰ جذبات وخواہشات اَصل ادارے کے ساتھ ہیں۔ اللہ تعالیٰ قاری صاحب ﷾ کے علم وعمل اور زندگی میں برکت فرمائے کہ وہ اپنی خواہشات کے مطابق اپنے مشن کو ہر دم پھلتا پھولتا دیکھیں۔ آمین [ادارہ]

☆ پرنسپل کلّیة القرآن الکریم، مرکز البدر بونگہ بلوچاں، بھائی پھیرو
☆ فاضل کلیة الشریعة، جامعہ لاہور الاسلامیہ، لاہور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس میں کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ قرآن سات حروف پر نازل کیا گیا ہے جو صحیح، قطعی اور متواتر اَحادیث سے ثابت ہے۔ قراء نے قرآن کی قراءات اس کے حروف کی روایات اور اس کے مختلف لہجات کو اپنے اَساتذہ سے براہ راست سماع کے ذریعے حاصل کیا۔ یہاں تک کہ ان کی اسناد درجہ بدرجہ اللہ کے رسول ﷺ تک جا پہنچتی ہیں۔ قرآن کی یہ معروف اور صحیح قراءات تواتر حقیقی سے ثابت ہیں اور یہ تواتر ایسا ہے جو اور کسی کتاب کو حاصل نہ ہوسکا۔ قراء نے ان قراءات کو کلام کی تمام باریکیوں اور پختگی کے ساتھ نقل کیا ہے۔

یہ بات مسلمانوں کے علم میں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اس قرآن کو معروف قراءات کے ساتھ لوگوں کو پڑھ کر سنایا اور انہیں ان قراءات کے ساتھ قرآن کی تعلیم بھی دی۔ یہ قراءات صحیح اور متواتر اسانید سے ثابت ہیں[1] اور یہ بات اتنی معروف ہے کہ جو شخص علومِ قرآن اور قراءات سے ذرا بھی شغف رکھتا ہے وہ اسے بخوبی جانتا ہے۔

قرآن مجید اور ان کی قراءات کے بارے میں مستشرقین کا نقطۂ نظر

مستشرقین کا خیال ہے کہ تمام علمائے اسلام اور قراء جھوٹے اور افترا پرداز ہیں، جنہوں نے رسم عثمانی سے ہر وہ قراءت نکال لی، جس کا اس کے رسم سے نکلنے کا احتمال تھا۔

ان مستشرقین کا اوّل مقصود یہ ہے کہ وہ کسی طرح اللہ کی محفوظ کتاب قرآن مجید کے بارے میں لوگوں کے دلوں میں شکوک وشبہات پیدا کریں اور اللہ کے اس وعدے کو جھوٹا ثابت کریں جو کہ اس نے قرآن مجید کی حفاظت کے حوالے سے اپنے ذمہ لیا ہے اور قرآن کی آیت مبارکہ ''باطل اس قرآن کے نہ آگے سے آسکتا ہے نہ پیچھے سے'' کو جھٹلائیں۔ نیز وہ یہ بھی چاہتے ہیں کہ جیسے ان کی کتابوں کے بارے میں ان پر مسلمانوں کی طرف سے یہ تہمت لگائی جاتی ہے کہ انہوں نے اپنی کتابوں کو تبدیل کردیا ہے وہ یہی الزام مسلمانوں پر بھی ان کی کتابوں کے بارے میں لگائیں۔[2]

یہ بات عام وخاص سب پر عیاں ہے کہ قرآن ہم تک قطعی الثبوت تواتر کے ذریعے نقل کیا گیا ہے، جو مصاحف میں بھی لکھا ہوا ہے۔[3] اسی طرح قرآن کی متواتر قراءات بھی اس رسم کے مطابق ہم تک قطعی الثبوت تواتر کے ذریعے منقول ہیں یا بعض قراءات ایسی بھی ہیں کہ جو اگرچہ متواتر تو نہیں ہیں، لیکن صحیح سند کے ساتھ ثقہ راویوں سے منقول ہیں اور قراء کے مابین معروف ومشہور ہیں۔ ایسی قراءات بہت کم بلکہ نہ ہونے کے برابر ہیں کہ جن میں تواتر کی شرط پوری نہ ہورہی ہو، یہ قراءات بھی براہ راست سماعت سے ہم تک پہنچی ہیں اور ان کی ادائیگی کے مختلف طریقے اور تلفظ کی وضاحت بھی براہ راست سماعت سے منقول ہے۔[4]

اُمت مسلمہ اور مستشرقین کے درمیان اصل اختلاف

مستشرقین کا کہنا یہ ہے کہ رسم پہلے ہے اور اس رسم میں بہت سی قراءات کا احتمال تھا۔ مسلمان قراء نے اپنی خواہش اور استطاعت کے مطابق اس رسم سے قراءات نکال لیں۔ جبکہ اُمت مسلمہ کے نزدیک قراءات اصل ہیں پھر ان قراءات کی ادائیگی کے لئے رسم بنایا گیا تاکہ تمام قراءات اس رسم میں سما جائیں اور کوئی بھی قراءت باقی نہ رہے۔ مستشرقین کا گمان یہ ہے کہ جس قرآن کو حضرت جبریل علیہ السلام آپ ﷺ پر لے کر نازل ہوتے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ ایک ہی حرکت اور ایک ہی لفظ کی صورت میں ہو۔ مستشرقین کا خیال یہ ہے کہ شروع شروع میں رسم عثمانی میں نقطے اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حرکات نہیں تھیں۔ لہٰذا ہر قاری نے اپنی خواہش اور مرضی سے رسم عثمانی پر حرکات اور نقطے لگا لئے جو کہ بعد میں قراءات بن گئیں۔[5]

مستشرقین کی اس رائے سے صرف ایک ہی مطلب نکلتا ہے اور وہ یہ کہ مسلمانوں یعنی صحابہ، تابعین اور ان کے بعد کے زمانے کے لوگوں نے یہ قراءات گھڑ لی ہیں اور رسم میں جن قراءات کا احتمال تھا مسلمانوں نے انہیں قرآن کا نام دے کر اپنے رسول ﷺ کی طرف منسوب کر دیا ہے اور تمام کے تمام مسلمان اپنے اس دعویٰ میں جھوٹے ہیں کہ یہ قراءات آپ ﷺ سے ثابت ہیں اور انہوں نے یہ قراءات درجہ بدرجہ نسل در نسل آپ ﷺ سے حاصل کی ہیں۔ جب کہ مسلمانوں کے نزدیک یہ قراءات اصل ہیں اور رسم عثمانی اس کے تابع ہے اور وہ ان قراءات کے لئے بنایا گیا ہے۔ ان کے نزدیک یہ بات قطعی الثبوت ہے کہ آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو مختلف قراءات کے ساتھ قرآن کی ادائیگی اور اس کے تلفظ کی تعلیم دی اور پڑھ کر بھی سنایا۔ مزید یہ کہ تمام قراءات حق ہیں اور اللہ کی طرف سے نازل شدہ ہیں اور یہ کہ تمام قراءات لغتِ عرب اور قبائلی لہجات کے مطابق ہیں۔

قرآن کو مختلف قراءات میں نازل کرنے کا مقصد اس کی حفاظت کو یقینی بنانا اور اُمت کے لئے اس کو یاد کرنے میں آسانی پیدا کرنا تھا۔ صحابہ نے ان قراءات کو اللہ کے رسول ﷺ سے سنا اور آپ کو بالمشافہ پڑھ کر سنائیں اور اپنے سینوں میں محفوظ کیا۔ پھر صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کے حکم سے جو کچھ آپ ﷺ سے سنا تھا اس کو لکھا۔ آپ ﷺ نے یہ قراءات سکھانے کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کہا کہ قرآن مجید ان حروف پر نازل کیا گیا ہے پس جو حرف تمہیں آسان لگے اس کے مطابق پڑھ لو۔ پس صحابہ نے جیسے آپ ﷺ سے قرآن اور اس کی قراءات سنی تھیں ویسے ہی ان کو آگے ادا کرتے ہوئے تابعین کو سنا دیا۔ جیسے انہوں نے ادائیگی اور تلاوت کی مختلف وجوہات سے قرآن پڑھا تھا اسے بغیر کسی کمی بیشی کے آگے پہنچا دیا۔ جیسے صحابہ نے قرآن اور اس کی قراءات کو آپ ﷺ سے سنا تھا یا زبانی یاد کیا تھا اس کو انہوں نے رسم عثمانی میں جمع کرنے کی کوشش کی۔ صحابہ کی یہ جماعت وحی کی امین تھی۔ پھر ان کے بعد آنے والے ثقہ، امانت دار راویوں نے ان سے قرآن اور ان قراءات کو واضح اور قطعی تواتر کے ساتھ نقل کیا۔

پس مستشرقین کا یہ کہنا کہ رسم پہلے ہے اور قراءات اس کے تابع ہیں؛ اک گمانِ باطل ہے، جس کی (انکے پاس) کوئی دلیل نہیں، جبکہ مسلمانوں کے نزدیک قراءات پہلے اور رسم ان قراءات کے تابع ہے، یہ اصول تاریخی حقائق سے زیادہ حقیقی اور یقینی طور پر ثابت ہے۔

مسلمانوں کا آپ ﷺ کے زمانے سے لے کر آج تک وہی قول رہا ہے کہ رسم قراءات کے تابع ہے، کیونکہ اس کے ماسوا کوئی قول عقلاً بھی درست نہیں ہے اور نقلی دلائل بھی اس بات کے متقاضی ہیں کہ اسی قول کو درست قرار دیا جائے۔ مسلمان اہل علم، مستشرقین کی نسبت اللہ کے رسول ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہم اور دیگر علماء وائمہ قراءات کے متعلق زیادہ واقفیت رکھتے ہیں کہ جنہوں نے ان تک علم دین اور قرآن کو نقل کیا ہے۔ لہٰذا وہ ان کے بارے میں جھوٹ اور افتراء پردازی کا برا گمان نہیں کر سکتے۔

قراءات کی کتنی ہی مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کتب (مخطوطات) اور ان کے مطابق قرآن کو پڑھنے والے بے شمار قراء دنیا کے کونے کونے میں موجود ہیں۔ ان میں سے ہر ایک اسنادِ قراءات کو ثقہ راویوں کے واسطے سے اللہ کے رسول ﷺ تک پہنچاتا ہے[6] اور یہ قراء اپنی صداقت، امانت اور تقویٰ میں اتنے معروف ہیں کہ ان پر کوئی طعن یا الزام نہیں لگایا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جاسکتا۔

پس مستشرقین یا ان سے متعلقین کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ ان واضح اور روشن حقائق کے بعد بھی وہ قراءاتِ قرآنیہ کے بارے میں شکوک وشبہات کے سائے میں رہیں اور اگر ان حقائق کے بعد بھی کوئی شکوک وشبہات کا شکار رہا تو وہ جاہل اور منہ کے بل اوندھا چلنے والا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''پس وہ لوگ کہ جن کے دلوں میں کجی ہے وہ فتنے کی تلاش اور ان کی حقیقت جاننے کے لئے متشابہات کی پیروی کرتے ہیں'' اگر مستشرقین کے چیلوں کو جو اس چیز سے اعراض کرتے ہیں جس کو وہ جانتے تک نہیں ہیں اور اس چیز میں فضول بحث کرتے ہیں جو ان کی سمجھ سے بالاتر ہے، عقل آجائے تو یہ جان لیں گے کہ مستشرقین کی اس رائے کا کوئی نتیجہ یا مقصد نہیں ہے۔ عقل ومنطق تو اس بات کی متقاضی ہے کہ قرآن جس طرح آپ ﷺ پر نازل ہوا، اسی طرح یہ مسلمانوں سے قراءات کی مختلف وجوہات کے ساتھ آگے منتقل ہوا۔

گولڈ زیہر یہودی کا یہ کہنا بھی خلافِ عقل ہے کہ ''قرآن کے لئے لازم ہے کہ وہ ایک ہی لفظ اور ایک ہی جیسی حرکات پر مشتمل ہو''۔ اور اس کا کہنا کہ ''قرآن کے پڑھنے کا ایک انداز بعد کے زمانوں میں غیر معین اور غیر معروف پڑھنے کے مختلف اندازوں میں تبدیل ہوگیا۔'' مزید یہ کہ

''قرآن ان وجوہاتِ قراءات پر نازل نہ ہوا تھا۔ مسلمانوں نے رسم کے مطابق قراءات اپنی مرضی سے ایجاد کرلیں اور یہ قراءات اللہ کے رسول پر نازل نہیں کی گئیں اور نہ ہبیط

گویا مستشرقین اور ان کے متبعین کے نظریہ کے مطابق یہ تمام کی تمام قراءات قرآن کے ساتھ نازل نہیں ہوئیں، بلکہ قرآن ایک ہی قراءت پر نازل ہوا تھا جو کہ غیر معین تھی جسے نہ مسلمان جانتے ہیں اور نہ مستشرقین۔

اللہ کی پناہ کہ معاملہ ایسا ہی ہو جیسا کہ مستشرقین کا کہنا ہے۔ ہم اللہ کے بارے میں ایسی بات نہیں کہتے، کیونکہ وہ اس سے پاک ہے اور یہ اس پر بہت بڑا بہتان ہے۔

اہل اسلام کے علم میں ہونا چاہئے کہ خلیفہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے جو مصاحف مختلف شہروں کی طرف بھیجے تھے، وہ چھ تھے۔

مصحف امام: یہ وہ مصحف ہے جسے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے پاس رکھا ہوا تھا اور اسے ابوعبید قاسم بن سلام رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے۔

مصحف مدنی: یہ وہ مصحف ہے جسے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اہل مدینہ کے لئے تیار کردیا تھا اور اس کو حضرت نافع رحمہ اللہ نے نقل کرتے ہیں۔

مصحف مکی: یہ مصحف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اہل مکہ کے لئے تیار کروایا تھا۔ اس مصحف اور پہلے دو مصاحف کو مصاحف حجازیہ یا حرمیہ بھی کہتے ہیں۔

مصحف شامی: اسے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اہل شام کے لئے تیار کروایا تھا۔

مصحف کوفی: اسے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اہل کوفہ کے لئے تیار کروایا تھا۔

مصحف بصری: اسے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اہل بصرہ کے لئے تیار کروایا تھا۔

اور مصاحف اہل عراق سے مراد آخری دو مصاحف ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مصاحف میں قرآن کی کتابت کا سبب یہ تھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو یہ بات پہنچی کہ اہل حمص، اہل دمشق، اہل کوفہ اور اہل بصرہ میں سے ہر ایک اپنی قراءت کو دوسرے کی قراءت سے بہتر قرار دیتے ہیں تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ۱۲ ہزار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو جمع کیا اور انہیں خبر دی تو انہوں نے اسے بہت بڑا فتنہ سمجھا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ کی کیا رائے ہے؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ لوگوں کو ایک مصحف پر جمع کردوں تاکہ تفرقہ باقی نہ رہے تو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کہا: کیا ہی خوب رائے ہے۔

اس کے بعد حضرت عثمانؓ نے خلافت ابی بکر میں جمع شدہ مصحف منگوایا جو کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھا۔ آپ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ وغیرہ کو مصاحف کی کتابت کا حکم دیا تو حضرت زید رضی اللہ عنہ نے ان مصاحف کو عرضہ اَخیرہ کے مطابق لکھا؛ یعنی آخری بار جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام کو اپنی وفات والے سال قرآن سنایا تھا۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک ایک مصحف مکہ، مدینہ، کوفہ اور بصرہ بھیجا۔ ایک مدینہ میں روک لیا اور ایک مصحف اپنے پاس رکھ لیا، جسے انہوں نے مصحف امام کا نام دیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان تمام مصاحف کے ساتھ ایک ایک قاری بھی بھیجا، جو اس شہر والوں کو اس مصحف کے رسم کے مطابق صحیح اور متواتر قراءات کی تعلیم دے۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو حکم دیا گیا کہ وہ اہل مدینہ کو مدنی مصحف کے مطابق قرآن پڑھائیں۔ عبداللہ بن السائب رضی اللہ عنہ کو اس کام کے لئے مکہ بھیجا گیا۔ مغیرہ بن ابی شہاب کو شام، ابوعبدالرحمٰن السلمی کو کوفہ اور حضرت عامر کو بصرہ روانہ کیا گیا۔

ان شہروں میں اس وقت تابعین میں سے حفاظِ قرآن کریم کا ایک جم غفیر تھا۔ ہر شہر کے لوگوں نے اپنے شہر کے تیار کردہ مصحف کے مطابق مذکورہ بالا قراء سے قرآن پڑھا اور اپنے شہر کے مصحف کی تمام قراءات کو صحابہ سے نقل کیا، وہ قراءات جو صحابہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے لیں تھیں۔

یہ بات اہم ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مصاحف کے لکھنے اور ان کو مختلف اسلامی شہروں کی طرف بھیجنے کی جو مہم چلائی تھی اس کا مقصد قرآن کی ایک نص پر لوگوں کو اکٹھا کرنا نہیں تھا بلکہ اس سے مطلوب صرف یہ تھا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت متواتر قراءات کو جمع کر دیا جائے اور جو قراءات شروع میں امت کی آسانی کے لئے نازل کی گئی بعد میں عرضہ اَخیرہ میں منسوخ ہوگئی تھیں اور اکثر لوگوں کو ان کے نسخ کا علم نہ تھا، کا سدِ باب کیا جائے، جو ان کو برابر پڑھتے چلے آرہے تھے۔ مصاحف عثمانیہ کو حرکات اور نقاط سے خالی اس لئے رکھا گیا، کیونکہ مصاحف کا حرکات اور نقاط سے خالی ہونا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاں اس لحاظ سے مفید تھا کہ وہ ان لوگوں کو منسوخ اور شاذ کی بجائے متواتر قراءات پر جمع کرسکیں۔

قاضی ابوبکر بن ابی طیب رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مقصد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرح دو تختیوں کے درمیان قرآن کو جمع کرنا نہیں تھا، بلکہ ان کا اصل مطلوب قراءات ثابتہ متواترہ پر لوگوں کو اکٹھا کرنا اور ان کو ان کے ماسواء قراءات سے جدا کرنا تھا۔

حافظ ابوعمرو الدانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور صحابہ کی جماعت نے کچھ حروف اور باطل قراءات جو غیر معروف اور غیر ثابت تھیں کو الگ کر دیا۔ یہ قراءات نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقلِ احادیث کے طریقے سے روایت کی گئیں تھیں، جبکہ اس طرح نقل شدہ قراءات

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے قرآن ثابت نہیں ہوتا۔''

حافظ ابوعمرو الدانی رحمہ اللہ ایک اور جگہ لکھتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرح دو تختیوں میں قرآن جمع کرنے کا ارادہ نہ کیا، بلکہ انہوں نے تو صحابہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت معروف قراءات پر جمع کیا تھا اور ان کے علاوہ دیگر قراءات کو الگ کر دیا، لیکن آپ سے مروی اور ثابت کوئی بھی صحیح قراءت ان سے ضائع نہ ہوئی۔ جو کچھ اوپر ہم نے بیان کیا ہے اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ خلیفہ عثمان رضی اللہ عنہ نے جن مصاحف کی کتابت کا حکم دیا تھا ان میں بہت سے مقامات پر رسم کا اختلاف تھا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن کی ایک نص پر لوگوں کو جمع کرنے کا ارادہ کیا ہوتا، تو تمام مصاحف کو ایک ہی صورت میں لکھا جاتا اور ان میں کسی قسم کا بھی اختلاف نہ ہوتا، لیکن مصاحف عثمانیہ کی مختلف صورتوں اور متعدد کیفیات میں کتابت اس بات کی واضح دلیل ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک نص کے حصول کا ارادہ نہ کیا تھا بلکہ ان کا اصل مقصود لوگوں کو غیر متواتر قراءات کے بالمقابل متواتر قراءات پر جمع کرنا تھا۔

جب یہ بات واضح ہوگئی تو اب کسی کو بھی پروپیگنڈا کرنے والوں کی یہ بات پریشان نہ کرے کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں میں قراءات کے اختلافات محسوس کئے تو ان کو ایک ایک مصحف پر جمع کر دیا اور وہ مصحف وہی ہے جو بلادِ مشرق میں پایا جاتا ہے (جیسا کہ بعض متجددین کہتے ہیں۔ یاد رہے کہ بلادِ مشرق، مشرق میں موجود مسلمان ممالک کو کہتے ہیں اور مسلمانوں کا بلادِ مغرب پانچ ممالک پر مشتمل ہے۔ تیونس، الجزائر، مراکش، لیبیا اور موریطانیہ)

ان لوگوں کا یہ قول سلف وخلف میں سے کسی ایک کا بھی نہیں ہے اور اس قول کے قائلین کے پاس دلیل تو کجا اس سے مشابہ عقل ونقل کی بھی کوئی چیز ایسی نہیں ہے، جس کو وہ اس قول کی بنیاد بنا سکیں، بلکہ یہ من گھڑت باتوں کی طرح ایک بات ہے اور ایسے لوگوں کا قول ہے، جو قرآن، علوم قرآن اور قراءاتِ قرآنیہ سے بالکل جاہل ہیں۔

یہاں ہم بعض ایسے مقامات ذکر کریں گے، جہاں اہل حجاز، عراق اور شام کے مصاحف میں اختلاف ہے۔

سورة البقرة

① شامی مصاحف میں ﴿وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ...﴾ [البقرة:۱۱۶] والی آیت میں (قَالُوْا) بغیر واؤ کے ہے۔ ابن عامر شامی رحمہ اللہ کی قراءت اسی رسم کے مطابق ہے، جبکہ باقی تمام مصاحف میں (وَ قَالُوْا) واؤ کے ساتھ ہے اور باقی سبعہ قراء کی قراءت اسی رسم کے مطابق ہے۔ ابن عاشر الاندلسی رحمہ اللہ نے 'الاعلان'[۷] میں لکھا ہے کہ شامی مصاحف ﴿وَقَالُوا اتَّخَذَ﴾ میں واؤ کو حذف کیا گیا ہے۔ امام شاطبی رحمہ اللہ نے شاطبیہ[۸] میں لکھا ہے کہ ﴿عَلِيْمٌ وَقَالُوْا﴾ میں پہلی واؤ کو ابن عامر شامی رحمہ اللہ نے گرا دیا ہے۔

② ﴿وَوَصّٰى بِهَا اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ﴾ [البقرة :۱۳۲] والی آیت (واوصی) کے الفاظ کے ساتھ اہل مدینہ اور شام کے مصاحف میں ہے اور ابوعبید رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ (واوصی) یعنی دو واؤں کے درمیان ہمزۃ کے ساتھ میں نے اسے مصحف الامام میں دیکھا ہے۔

یہ امام نافع رحمہ اللہ اور ابن عامر شامی رحمہ اللہ کی قراءت کے مطابق ہے، جبکہ باقی تمام مصاحف میں (ووصی) بغیر ہمزہ کے ہے اور باقی قراء کی قراءت اسی کے مطابق ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

'الاعلان' میں ہے کہ (اوصی) مدنی اور شامی مصاحف کے لئے ہے۔شاطبیۃ میں ہے کہ ابن عامر شامی رحمہ اللہ اور نافع رحمہ اللہ کے لئے (وصی) کی جگہ (أوصی) ہے۔

سورۃ آل عمرانؑ

① ﴿وَسَارِعُوْا إِلَى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾[آل عمران:۱۳۳] اہل مکہ اور عراق کے مصاحف میں یہ آیت (وسارعوا) کے الفاظ کے ساتھ ہے: یعنی سین سے پہلے واؤ ہے۔ابن کثیر مکی، ابوعمرو بصری، عاصم، حمزہ اور کسائی رحمہم اللہ کی قراءت اس کے مطابق ہے، جب کہ اہل مدینہ اور شام کے مصاحف میں (سارعوا) واؤ کے بغیر ہے اور اسی پر امام نافع رحمہ اللہ اور ابن عامر شامی رحمہ اللہ کی قراءت ہے۔

'الاعلان' میں ہے: مکی اور عراقی مصحف میں (سارعوا) واؤ کے ساتھ ہے۔

'شاطبیہ' میں ہے: (سارعوا) سے قبل واؤ ابن عامر شامی رحمہ اللہ اور نافع رحمہ اللہ کے لئے نہ پڑھو۔

② ﴿جَآءُوْا بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ وَالْكِتَابِ﴾ [آل عمران:۱۸۴] آیت میں اہل شام کے مصاحف میں (وبالزبر و بالکتاب) کے الفاظ کے ساتھ ہے یعنی باء دونوں کلمات میں ہے۔

ابن عامر شامی رحمہ اللہ کی قراءت اسی رسم کے مطابق ہے، جب کہ باقی مصاحف میں دونوں جگہ باء نہیں ہے۔اور باقی قراء کی قراءت بھی اسی کے مطابق ہے۔

'الاعلان' میں ہے (بالزبر) میں باء شامی مصحف کے لئے نقل ہوئی ہے۔اسی طرح (بالکتاب) میں بھی باء شامی مصحف کے لئے ہے اور دونوں جگہ مصحف شامی نے باقی مصاحف کی مخالفت کی ہے۔

'شاطبیہ' میں ہے: (وبالزبر) کے ساتھ ابن عامر شامی رحمہ اللہ نے پڑھا ہے اور اسی طرح شامی مصاحف کا رسم ہے اور (بالکتاب) کے ساتھ ہشام رحمہ اللہ نے پڑھا ہے۔

سورۃ النساء

﴿مَا فَعَلُوْهُ إِلَّا قَلِيْلٌ مِّنْهُمْ﴾ [النساء:۸۶] یہ آیت اہل شام کے مصاحف میں (الا قلیلا) یعنی نصب کے ساتھ ہے۔اور ابن عامر شامی رحمہ اللہ کی قراءت بھی اس کے مطابق ہے۔جبکہ باقی مصاحف میں (الا قلیل) مرفوع ہے اور باقی سبعہ قراءت اس رسم الخط کے مطابق ہے۔

'الاعلان' میں ہے کہ شامی مصحف، باقی مصاحف کے بالمقابل (قلیلا) کو نصب دیتا ہے۔

'شاطبیۃ' میں ہے (قلیل منھم) کی رفع، ابن عامر شامی رحمہ اللہ کے لئے نصب سے ہے۔

سورۃ المائدہ

① ﴿وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا﴾ [المائدۃ:۵۳] آیت مبارکہ اہل مدینہ، مکہ اور شام کے مصاحف میں (یقول) کے لفظ یعنی یاء سے ماقبل واؤ کے بغیر ہے۔امام نافع، ابن کثیر، ابن عامر رحمہم اللہ کی قراءت اسی کے مطابق ہے، جبکہ اہل کوفہ اور بصرہ کے مصاحف میں (ویقول) واؤ کے ساتھ ہے اور ابوعمرو بصری، عاصم، حمزۃ اور کسائی رحمہم اللہ کی قراءت اس کے مطابق ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

'االاعلان' میں ہے کہ عراقی مصاحف کے لئے (یقول) کی واؤ زیادہ ہے۔

'شاطبیہ' میں ہے: (یقول) سے پہلے واؤ ابوعمرو بصری، عاصم، حمزۃ اور کسائی رحمہم اللہ کے لئے زیادہ پڑھو اور (یقول) کے لام کو ابوعمرو بصری رحمہ اللہ کے علاوہ کے لئے رفع سے پڑھو۔

④ ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ﴾ [المائدۃ:۵۴] یہ آیت مبارکہ اہل مدینہ اور شامی مصاحف میں (یرتدد) کے الفاظ یعنی دو دالوں کے ساتھ ہے۔ امام نافع رحمہ اللہ اور ابن عامر شامی رحمہ اللہ کی قراءت اسی کے مطابق ہے، جبکہ باقی تمام مصاحف میں (یرتد) ایک دال کے ساتھ ہے اور باقی سبعہ قراء کی قراءت اسی کے مطابق ہے۔

'الاعلان' میں ہے: مدنی اور شامی مصاحف میں (یرتدد) کا رسم ہے۔

'شاطبیہ' میں ہے: (من یرتدد) ابن عامر شامی رحمہ اللہ اور نافع رحمہ اللہ کے لئے عام ہوا ہے، جبکہ باقی قراء کے لئے یہ ادغام اور دال کی حرکت کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔

سورة الأنعام

﴿وَلَدَارُ الاخِرَةِ خَيْرٌ﴾ [الانعام:۳۲] یہ آیت مبارکہ اہل شام کے مصاحف میں (ولدار) یعنی ایک لام کے ساتھ ہے۔ ابن عامر شامی رحمہ اللہ کی قراءت بھی یہی ہے، جبکہ باقی مصاحف میں (وللدار) دو لاموں کے ساتھ ہے اور باقی سبعہ قراء کی قراءت اسی کے مطابق ہے۔

'الاعلان' میں ہے کہ (ولدار) شامی مصحف کے لئے ایک لام کے ساتھ ہے۔

'شاطبیہ' میں ہے: (وللدار) میں ابن عامر رحمہ اللہ نے دہرے لام کو حذف کیا ہے اور (الآخرة) میں ابن عامر شامی رحمہ اللہ نے مرفوع، کو مجرور پڑھا ہے۔

سورة الأعراف

① ﴿قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ﴾ [الاعراف:۳] آیت مبارکہ میں اہل شام کے مصاحف میں (یتذکرون) ہے: یعنی یاء اور تاء کے ساتھ۔ ابن عامر شامی رحمہ اللہ کی قراءت یہی ہے، جبکہ باقی مصاحف میں (تذکرون) یعنی تاء کے ساتھ ہے۔ باقی سبعہ قراء کی قراءت اس کے مطابق ہے۔

'الاعلان' میں ہے: (تذکرون) سے پہلے شامی مصحف میں یاء مقدم کی گئی ہے۔

'شاطبیہ' میں ہے: (تذکرون) میں ابن عامر شامی رحمہ اللہ کے لئے تاء سے پہلے غیب یعنی یاء کا اضافہ کرو اور ابن عامر شامی، حفص رحمہ اللہ، حمزۃ اور کسائی رحمہم اللہ کے لئے ذال کو تخفیف کے ساتھ پڑھو۔

② ﴿وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ﴾ [الاعراف:۴۳] یہ آیت مبارکہ اہل شام کے مصاحف میں (ماکنا) کے الفاظ یعنی 'ما' سے قبل بغیر واؤ کے ہے ابن عامر شامی رحمہ اللہ کی قراءت اسی کے مطابق ہے، جبکہ باقی مصاحف میں (وماکنا) واؤ کے ساتھ ہے۔ باقی سبعہ قراء کی قراءت بھی اس کے مطابق ہے۔

'الاعلان' میں ہے (وماکنا) کی واؤ شامی مصحف کے لئے حذف کی گئی ہے۔

'شاطبیہ' میں ہے: واؤ کو شامی کے لئے چھوڑ دے۔

③ ﴿قَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا﴾ [الاعراف:۸۸] یہ آیت مبارکہ اہل شام کے مصحف میں (وقال) قاف

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے پہلے واؤ کے اضافے کے ساتھ ہے ابن عامر شامی رحمہ اللہ کی قراءت اسی کے مطابق ہے۔جبکہ باقی تمام مصاحف میں (قال) بغیرواؤ کے پہلے اور باقی سبعہ قراء کے ہاں اسی کے مطابق ہے۔

'الاعلان' میں ہے (قَالَ الْمَلَاُ) شامی مصحف میں واو کے اضافے کے ساتھ ہے۔

'شاطبیہ' میں ہے (مفسدین) کے بعد واؤ ابن عامر شامی رحمہ اللہ کے لئے زیادہ پڑھو۔

سورة التوبة

① ﴿تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ﴾ [التوبة:۸۹] یہ آیت مبارکہ اہل مکہ کے مصاحف میں (من تحتها) من کے اضافہ کے ساتھ ہے۔ابن کثیر رحمہ اللہ کی قراءت اس کے مطابق ہے، جبکہ باقی مصاحف میں (من) نہیں ہے اور باقی سبعہ قراء کی قراءت اسی کے مطابق ہے۔

'الاعلان' میں ہے: سورۃ التوبہ کے آخر میں مکی مصاحف کے لئے (تحتها) کے ساتھ (من) کا بھی اعتبار کریں۔

'شاطبیہ' میں ہے۔(ومن تحتها) میں ابن کثیر مکی رحمہ اللہ جر کے ساتھ پڑھتے ہیں اور (من) کا اضافہ کرتے ہیں۔

② ﴿وَالَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا﴾[التوبة:۱۰۷] یہ آیت مبارکہ مصاحف اہل مدینہ اور شام میں (الذین) کے الفاظ یعنی بغیرواؤ کے ہے۔امام نافع رحمہ اللہ اور ابن عامر شامی رحمہ اللہ کی قراءت اس کے مطابق ہے۔جبکہ باقی مصاحف میں (والذین) واؤ کے ساتھ ہے اور باقی سبعہ قراء کی قراءت بھی یہی ہے۔

'الاعلان' میں ہے (والذین) مدنی اور شامی مصاحف میں بغیر واؤ کے ہے اچھی طرح سمجھ لو۔

'شاطبیہ' میں ہے: (الذین) ابن عامر شامی رحمہ اللہ اور نافع رحمہ اللہ کے لئے بغیر واؤ کے ہے۔

ہم اتنی ہی مثالوں پر اکتفا کرتے ہیں۔یہاں ہم نے اہل حجاز، عراق اور شام کے مصاحف کے باہمی اختلافات کے کچھ نمونے آپ کے سامنے رکھے ہیں جبکہ قراءت کی کتب میں بالعموم اور رسم الخط کی کتابوں میں بالخصوص اس قسم کی مثالیں بکثرت موجود ہیں۔

قراءات میں طعن وتشنیع

دشمنانِ اسلام اپنے تمام وسائل کے ساتھ اس کوشش میں مصروف ہیں کہ وہ مسلمانوں میں قرآن کریم کے بارے میں شکوک وشبہات پیدا کریں اور ان کو باہم آپس میں اختلاف کا شکار کرتے ہوئے لڑا دیں۔دشمنانِ اسلام پر یہ بات اچھی طرح واضح ہے کہ قرآن کریم ہی دینِ اسلام کی بنیاد اور صراطِ مستقیم کا سرچشمہ ہے۔لہٰذا قرآن میں شکوک وشبہات پیدا کرنا دراصل دینِ اسلام کو کمزور کرنا اور مسلمانوں کو اس صراطِ مستقیم سے پھیر دینا ہے، جس میں کسی قسم کی کوئی ٹیڑھ یا کجی نہیں ہے۔قابل افسوس بات تو یہ ہے کہ مسلمانوں میں ایک طبقہ ایسا موجود ہے، جو ان دشمنانِ اسلام کی چپڑی باتوں سے متاثر ہے۔(قراءات کے بارے میں اپنے غلط نظریات کو بیان کرتے ہوئے) یہ طبقہ اسلام اور اہل اسلام کو اس کے دشمنوں سے زیادہ اذیت پہنچاتا ہے۔خاص طور پر جرمنی اور یورپ کے مستشرقین کے پروان چڑھنے کے بعد مسلمانوں میں یہ طبقہ قراءات کے خلاف زیادہ سرگرم ہوگیا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ لوگ جو کہ 'فکرِ قرآنی' کی ترویج اور نشر واشاعت کے دعویدار ہیں، بے دین، ملحد مستشرقین اور دشمنانِ اسلام سے اپنے افکار مستعار لیتے ہیں۔ یہ حضرات حیران کن اور عجیب وغریب قسم کے ملاوٹ شدہ افکار وآراء پیش کرتے ہیں۔ جیسا کہ پاکستان میں ایک بے دین شخص غلام احمد پرویز ہے، جو قرآن کریم کے حفظ اور تلاوت کا بھی قائل نہیں ہے اور اپنی بات کو اصرار کے ساتھ پیش کرتا ہے کہ ''تمام علماء سلف وخلف قرآن کی حکمت کو نہ سمجھ سکے کیونکہ انہوں نے قرآن کو دائمی شریعت بنالیا، حالانکہ شریعتیں تو اللہ کے ہاں تبدیل ہوتی رہتی ہیں۔

اسی طرح بعض متجد دین[9] نے قرآن کی متواتر قراءات کا انکار کیا اور یہ دعویٰ کیا کہ روایت حفص جو مشرقی ممالک میں رائج ہے، کے علاوہ کوئی روایت ثابت نہیں ہے۔ یہ متجد دین اس بات پر اصرار کرتے ہیں کہ روایت حفص ہی قرآن کی واحد اور متواتر قراءت ہے اور باقی قراء حضرات کی من گھڑت قراءات ہیں۔ یہاں تک کہ بعض نے یہ بھی کہا[10] ہے کہ قراء ات سبعة تھوڑی ہوں یا زیادہ، وحی الٰہی نہیں ہیں اور ان کا منکر کافر ہے نہ فاسق اور نہ ہی دین کا ناقد۔

ان کا کہنا ہے قراءات دراصل مختلف قبائل کے لہجات اور ان کے اختلاف کی وجہ سے بنی ہیں۔ انتہائی افسوس کی بات تو یہ ہے کہ بعض مخلص علماء بھی یہی کہتے ہیں کہ خلیفہ راشد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک ہی قراءت یعنی روایت حفص کو باقی رکھا تھا اور یہی قرآن کی صحیح قراءت ہے۔

عجیب بات تو یہ ہے کہ کوئی بھی قراءت ایسی نہیں ہے کہ جس پر طعن نہ کیا گیا ہو یا اس پر جرح نہ ہوتی ہو یا اس کے بارے میں کسی طرح سے کوئی بحث مباحثہ نہ ہوا ہو۔ اور یہ بات قابل افسوس ہے (لیکن اگر کسی قراءت پر جرح وطعن کو اس کی قبولیت یا عدم قبولیت کا معیار بنالیں تو) کوئی بھی قراءت ہمارے لئے ثابت نہ ہوگی، چاہے وہ صحت، وثوق اور تواتر کے بلند ترین درجے پر ہی کیوں نہ ہو۔

میں آپ حضرات کے سامنے چند معاصر علماء کے اعداد وشمار بیان کر رہا ہوں، جو آپ کے لئے اس بات کو اچھی طرح واضح کر دیں گے کہ بغیر کسی استثناء کے تمام قراءات سبعہ میں طعن کیا گیا اور ان کی غلطیاں نکالی گئیں۔ فضیلۃ الشیخ عضیمۃ اس بات کو بیان کرنے کے لئے ''قراء سبعۃ اور ان کی قراءات میں نکالی جانے والی غلطیاں'' کے عنوان سے ایک بحث قائم کرتے ہیں، پھر وہ ہر قاری کا ذکر کرتے ہیں اور ان قراءات میں جس قدر غلطیاں نکالی گئی ہیں ان کے اعداد وشمار پیش کرتے ہیں۔ اس اعداد وشمار کا خلاصہ ہم ذیل میں بیان کر رہے ہیں۔

① امام نافع رحمہ اللہ [متوفی ۹ھ] کی قراءت میں ۱۲ مقامات پر غلطیاں نکالی گئیں ہیں۔
② امام ابن کثیر رحمہ اللہ [متوفی ۱۲۰ھ] کی قراءت میں ۹ مقامات پر غلطیوں کا دعویٰ کیا گیا ہے۔
③ امام ابوعمرو رحمہ اللہ [متوفی ۱۵۴ھ] کی قراءت میں ۷ مقام پر غلطیاں بیان کی گئی ہیں۔
④ امام ابن عامر رحمہ اللہ [متوفی ۱۱۸ھ] کی قراءت میں ۱۸ مقامات پر غلطیاں نکالی گئی ہیں۔
⑤ امام عاصم رحمہ اللہ [متوفی ۱۲۷ھ] کی قراءت میں ۷ مقامات پر غلطیاں بیان کی گئی ہیں۔
⑥ امام حمزۃ رحمہ اللہ [متوفی ۱۵۰ھ] کی قراءت میں ۱۵ مقامات پر غلطیاں بیان ہوئی ہیں۔
⑦ امام کسائی [متوفی ۱۸۰ھ] کی قراءت میں ۱۱ مقامات پر غلطیوں کا دعویٰ کیا گیا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قراءت سبعہ میں کئے جانے والے طعن کی یہ بعض قسمیں ہیں۔اس کے علاوہ قراءت عشرۃ یا ان اربعۃ عشرۃ یا ان سے بھی زائد قراءت میں جو طعن کیا گیا ہے، اس کا کیا حال ہوگا۔

متواتر قراءات کا انکار زیادہ لوگ کریں یا کم، اس سے قراءات کو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ جیسا کہ حافظ ابن الجزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''کتنی ہی قراءات کا اہل نحو نے انکار کیا ہے، لیکن ان کا انکار معتبر نہیں ہے، کیونکہ سلف صالحین میں جن ائمہ کی اقتداء کی جاتی ہے وہ سب ان قراءات کو قبول کرنے پر متفق ہیں۔''

اس ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ کوئی ایک قراءات بھی ایسی نہیں ہے جو مطلق طور پر تسلیم کی گئی ہو اور ہم اس کے بارے میں یہ کہہ سکتے ہوں کہ یہ وہ قراءات مقدسہ ہے، جس کو تمام لوگ بغیر کسی استثناء کے تسلیم کرتے ہیں یا اس قراءات کے قبول کرنے میں کوئی طعن، جرح یا کسی قسم کا بحث مباحثہ نہیں ہوا۔

قراءات کا کھلم کھلا انکار کیا دین کے اعتبار سے جائز ہے؟ ہرگز نہیں۔قراءات دین کی ضروریات میں سے ہیں۔

عبدالوھاب بن سبکی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''سبعہ قراءات کہ جن کو امام شاطبی رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے اور ان کے علاوہ تین اور، ابوجعفر، یعقوب اور خلف رحمہم اللہ کی قراءات، متواتر قراءات ہیں اور دین کی بنیادی تعلیمات میں سے ہیں۔ گویا جس حرف کو بھی ان دس قراء میں سے کسی ایک نے بھی بیان کیا ہے اس کے بارے، دین میں یہ بات ضروری طور پر معلوم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسکے رسول ﷺ پر نازل کیا گیا ہے۔ ان قراءات سے وہ شخص اعراض کرے گا جو ان کا حامل نہ ہوگا۔ ان قراءات کا تواتر صرف ان قراء تک محدود نہیں ہے کہ جنہوں نے ان روایات کو پڑھا ہے بلکہ ہر مسلمان جو کہ کلمہ شہادت کی گواہی دیتا ہے اس کے نزدیک یہ قراءات متواتر ہیں، اگرچہ وہ شخص کوئی عامی اور جاہل ہی کیوں نہ ہو، اسے قرآن کا ایک حرف بھی زبانی یاد نہ ہو ہر مسلمان کا یہ فرض ہے کہ وہ اللہ کے دین کو اختیار کرے۔ اور اس بات کا یقین کرے کہ جس کا ہم نے ذکر کیا وہ سب قراءات متواتر ہیں اور یقینی طور پر معلوم ہیں۔ظن اور شکوک وشبہات ان سے کوسوں دور ہیں۔''

ابن عطیہ اندلسی رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ

''ہر شہر کے رہنے والوں کا اس بات پر اتفاق رہا ہے کہ قراءات سبعہ بلکہ عشرہ ثابت ہیں اور ان کو بالاجماع نماز میں پڑھا جاسکتا ہے۔''

ابن الجزری رحمہ اللہ کا کہنا ہے:

ہر وہ قراءت جو مطلق طور پر عربی زبان کے موافق ہو اور مصاحف عثمانیہ میں سے کسی ایک مصحف کے رسم سے مطابقت رکھتی ہو، چاہے یہ مطابقت تقدیراً ہی کیوں نہ ہو اور وہ تواتر سے منقول ہو، قراءات متواترہ ہوگی، جو قطعی طور پر ثابت ہے۔''

یہ تین ارکان کہ جن کا ذکر امام ابن الجزری رحمہ اللہ نے کیا ہے۔ ہمارے زمانے میں ائمہ عشرہ کی قراءات میں جمع ہیں، یہ وہ قراءات ہیں کہ جن کو لوگوں کے ہاں تلقی بالقبول حاصل ہے۔ یہ قراءات امام ابوجعفر، نافع، ابن کثیر، ابوعمرو، یعقوب، ابن عامر، عاصم، حمزۃ، کسائی اور خلف رحمہم اللہ کی ہیں۔ متاخرین نے یہ قراءات متقدمین سے حاصل کی ہیں، یہاں تک کہ نسل در نسل منتقل ہوتے ہوئے یہ قراءات ہم تک پہنچی ہیں۔ان میں ہر آیت کی قراءت باقی قراءات کی طرح قطعی طور پر ثابت ہے۔ پھر ابن الجزری رحمہ اللہ نے کہا: آج ہم تک جو قراءات، تواترِ صحت، اجماع،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غیر اختلافی، اور تلقی وتلقی بالقبول کی خصوصیات کے ساتھ پہنچی ہیں، وہ قراءعشرۃ کی قراءات ہیں۔ ان قراء کے راوی معروف ومشہور ہیں۔ یہ قراءات علماء کے اقوال میں بھی ملتی ہیں اور انہی قراءات پر آج لوگ شام، عراق، مصر اور حجاز میں متفق ہیں۔

پھر ابن الجزری رحمہ اللہ نے جمہور ائمہ اسلام مثلاً امام بغوی، امام ابوالعلاء الھمدانی، حافظ ابن الصلاح، امام ابن تیمیہ، امام سبکی رحمہ اللہ اور ان کے والد قاضی القضاۃ وغیرہ سے قراءات عشرۃ کے تواتر کو نقل کیا ہے۔

علامہ عبدالفتاح القاضی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''جب آپ کو معلوم ہوگیا کہ قراءات عشرۃ متواتر ہیں، تو یہ جاننا بھی لازم ہے کہ جمہور بعض قراءات کے تواتر کو ضرورت کے درجے میں بیان کرتے ہیں اور بعض قراءات ایسی ہیں کہ ان کے تواتر کو تو ایسے ماہر قراء ہی جانتے ہیں، جو قراءات کے علوم میں متخصص ہوں۔ کیونکہ عام لوگوں کو ان قراءات کا علم نہیں ہوتا پس پہلی قسم کی قراءات کا انکار بالاتفاق کفر ہے اور دوسری قسم کی قراءات کا انکار اس وقت کفر ہوگا جب کہ سن کر دلائل کے واضح ہوجانے اور صحت قائم ہونے کے بعد اپنے انکار پر ڈٹا رہے۔''

ہم یہ جان چکے ہیں کہ دین اسلام قراءات متواترہ میں طعن وتشنیع کو جائز نہیں سمجھتا، تو جب ہم قراءات متواترہ میں بعض لوگوں کو طعن کرتے دیکھتے ہیں تو ہمارا کیا رویہ ہونا چاہئے؟ کیا قراءات پر طعن کی صورت میں خاموشی جائز ہے؟ کیا ہمیں خوش اخلاقی کا مظاہر کرتے ہوئے ان ناقدین قراءات کی آراء وافکار کو قبول کر لینا چاہئے یا ہمیں قرآن کریم کے ایک ایک گوشے کی اپنی قوت، استطاعت، دلیل اور موجود اسباب ووسائل سے دفاع کرنا چاہئے؟

کیا کسی غیرت مند مسلمان کے لئے یہ طرزِ عمل صحیح ہے کہ وہ اپنے دین اور مقدس کتاب پر طعن کے باوجود خاموش رہے۔ ہرگز نہیں، کبھی بھی نہیں، قراءات پر طعن کی صورت میں خاموش رہنا کسی طور بھی صحیح نہیں ہے بلکہ ہر مسلمان کا یہ فرض ہے کہ وہ کتاب اللہ کا حتی الامکان دفاع کرے اور ادھر ادھر سے آنے والے نظریات کے سامنے نہ تو اپنی کوشش ترک کرے اور نہ ہی ان کے مقابلے میں سستی کا مظاہرہ کرے۔

بالفرض اگر ہم اس فرض کی ادائیگی کے لئے کھڑے نہیں ہوتے اور تمام قراءات میں کئے گئے طعن کو تسلیم کر لیتے ہیں تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہم وہ قراءات کہاں سے لائیں گے کہ جس کے بارے میں تمام لوگوں کا یہ عقیدہ ہو کہ یہ وہ مقدس قراءات ہے، جو کہ اللہ رب العالمین کی طرف سے نازل شدہ ہے۔

یہ بڑی ہی عجیب بات ہوگی کہ ہم ایسی چیز کو تسلیم کر لیں جس کی حقیقت کچھ بھی نہیں ہے اور اس سے بھی زیادہ عجیب بات تو یہ ہے کہ بعض لوگ ایسے ہیں جو کہ قراءات کے دفاع کے خلاف ہیں۔ یہ تمام امور بے حد افسوس ناک ہیں۔ ہمیں کیا کرنا چاہئے؟ کیا ہم اس سرکش اور تباہی مچانے والے ہجوم میں ضعیف اور مسکین بن کر خاموش ہو جائیں؟ ہرگز نہیں، ہم اللہ کی توفیق سے ان لوگوں سے جہاد اور مجادلہ کریں گے اور قرآن اور قراءات متواترہ محمدیہ کا اس وقت تک دفاع کریں گے جب تک کہ ہمارے اندر کوئی زندگی کی رمق یا سانس باقی ہے۔

یہ چند حسرت بھرے کلمات، ایک زخمی دل کی آواز ہیں۔ اس مضمون میں طوالت کی بجائے حتیٰ الامکان اختصار سے کام لیا ہے اور بعض ضروری امور کے بارے میں گفتگو حواشی میں درج کردی ہے تاکہ طالب علم کے لئے اس موضوع سے استفادہ آسان رہے۔ جو میرا مقصود تھا، اگر میں نے اسے پورا کر دیا ہے تو یہ اللہ کے توفیق اور فضل سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے، اور اگر یہ ایسا نہیں ہے تو یہ میری ذات کی کوتاہی ہے۔

عماد الاصفہانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''کوئی بھی انسان جب کوئی کتاب لکھتا ہے تو اگلے روز اس کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ اگر یہ ایسے ہوتی تو زیادہ بہتر تھا اور اگر وہ یہ اضافہ بھی کر دیتا تو اچھا تھا اور عبرت کی بات ہے، کیونکہ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ انسان کے جملہ معاملات میں نقص غالب ہے۔''

آخر میں اپنی بات کا اختتام امام شاطبی رحمہ اللہ کے ان اشعار کے ساتھ کرتا ہوں:

''میں اللہ عزوجل کے حضور گڑگڑاتے ہوئے اپنی ہتھیلیاں بلند کرتا ہوں اور قبولیت کی امید سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ قرآن کریم اور قراءات کی حفاظت فرمائیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ ''ہم نے اس ذکر کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔'' اللہ تعالیٰ ہمارے لئے قرآن کو حجت بنائے اور اسے ہمارے خلاف حجت نہ بنائے۔ ہمارے اس عمل کو شرف قبولیت بخشے اور میری اس کاوش کو میرے لئے، میرے والدین، اساتذہ اور تمام استفادہ کرنے والوں کے لئے اس دن کے لئے ذخیرہ بنادے کہ جس دن مال اور اولاد بھی کام نہ آئیں گے، سوائے اس کے کہ کوئی اللہ کے ہاں قلب سلیم لے کر آئے۔''

حوالہ جات

① ہر قاری نے اپنے شیوخ سے ایک یا ایک سے زائد قراءات کو سنا ہے اور یہ قراء ایک دوسرے کی قراءت کا انکار نہیں کرتے۔ ماسواء اس قراءت کے کہ جس میں راوی سے خطا کا امکان ہو یا اس قراءت کے نقل کرنے والے راوی کی صداقت میں شک ہو۔ یہ معاملہ اس وقت تک تھا جب تک کہ قراءات کی مختلف روایات کو جمع اور اکٹھا نہیں کیا گیا تھا، لیکن جب قراءات کی مختلف اَسانید اور طرق معروف ہوگئے۔ متواتر اور صحیح قراءات، شاذہ اور منکر قراءات علیحدہ ہوگئیں تو پھر اب ان میں سے کسی کے انکار یا اس میں شک کی گنجائش نہیں ہے اور یہ بات ہر اس شخص پر واضح ہے کہ جو اَسانید کے علم، نقل وروایت کے فنون، اصولِ دین اور اصولِ فقہ سے اچھی طرح واقف ہو۔

② قراءات کے بارے میں مستشرقین کا نظریہ کیا ہے؟ اس کو گولڈ زیہر نے اپنی کتاب 'المذاهب الإسلامية في تفسير القرآن' میں واضح کیا ہے۔ جس کا عربی ترجمہ جناب استاذ الشیخ علی حسن عبدالقادر نے کیا ہے۔ گولڈ زیہر لکھتا ہے: یہ مختلف قراءات مصحف عثمانی کے گرد گھومتی ہیں اور یہ وہ مصحف ہے جس پر حضرت عثمان بن عفان نے لوگوں کو جمع کیا تھا۔ حضرت عثمان کا ارادہ تھا کہ کلام اللہ کی حرکات اور اس کے مختلف استعمالات میں جو خطرہ پیدا ہوسکتا تھا اس کو دور کر دیا جائے، کیونکہ مسلمانوں نے قرآن کی قراءات میں بہت سستی کا مظاہرہ کیا تھا اور ان سب قراءات کو مسلمان برابری کا درجہ دیتے تھے۔ باوجود یکہ ان میں سے صرف چند ایک ایسی تھیں جن کو فرض کیا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کو ایک ایک کلمہ اور ایک ایک حرف کی شکل میں نازل کیا تھا اور اس طرح کا کلام یعنی ایک کلمے اور حرف کے ساتھ لوحِ محفوظ میں بھی تھا اور اسی طرح مبارک فرشتہ جس قرآن کو لے کر نازل ہوا اس کے لیے لازم ہے کہ وہ ایک حرکت اور ایک ہی لفظ پر مشتمل ہو اور اس موضوع پر گولڈ نے اپنی کتاب تاریخ القرآن میں مفصل بحث کی ہے۔ وہ کہتا ہے، ان قراءات کے وجود کا سب سے بڑا سبب عربی رسم الخط ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کی خصوصیت یہ ہے کہ ایک کلمے کا ایک ہی رسم، حروف کے اوپر نیچے نقاط کے اعتبار سے مختلف حرکات کے ساتھ پڑھا جا سکتا ہے۔

جیسا کہ نحوی اعراب اور کلمے کی دوسری حرکات کے نہ ہونے کی وجہ سے عربی خط میں یہ بات ممکن ہے کہ کسی کلمہ کی مختلف حالتیں اس کے مختلف اعراب کے لحاظ سے بنا دی جائیں۔ کتابی رسم کی تکمیلات میں حرکات و اعراب کا یہ اختلاف ہی دراصل قراءات کے ظہور کا اصل سبب تھا، کیونکہ شروع میں قرآن کے نقاط اور اس کی حرکات نہیں تھیں۔ گولڈ زیہر، کوئی پہلا شخص نہیں ہے جس نے قرآن اور علمائے قراءات اسلام کے بارے میں یہ ہرزہ سرائی کی ہو، بلکہ یہ رائے ان سے پہلے بھی مستشرقین میں معروف رہی ہے اور قرآن اور اس کی قراءات کے بارے میں مستشرقین کی جتنی قیل وقال ہے اس کا مرکز ومحور یہی نکتہ ہے۔

③ یہ عربی رسم الخط معروف ہے اس رسم الخط کو حفاظ صحابہ کرام نے تمام صحابہ کی نگرانی میں لکھا ہے۔ اس رسم الخط کے محدود اور مفصل طرق کتبِ قراءات، خاص طور پر رسم القرآن کی کتابوں میں جمع کئے گئے ہیں۔

④ کتب تفسیر اور کتب حدیث مثلاً صحیح بخاری میں بعض صحابہ سے مصاحف عثمانیہ کے رسم کے خلاف جو قراءات منقول ہیں، ان میں سے جن روایات کی سند صحیح ہے، وہ قراءات درحقیقت اس آیت کی تفسیر میں ہیں اور ان کی بطورِ قرآن تلاوت جائز نہیں ہے، کیونکہ قرآن کے ثبوت میں اول شرط یہ ہے کہ وہ مصاحف کے رسم کے مطابق ہو۔ (یہ امر اسلام کے بدیہی امور میں سے ہے اور دین میں ضرورت کا درجہ رکھتا ہے۔)

⑤ گولڈ زیہر اور نولڈ کے کے اقوال کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن اور قراءات دونوں الگ الگ شے ہیں۔ قرآن وہ ہے جسے فرشتہ نے رسول ﷺ پر نازل کیا ہے۔ یہ ایک حرکت اور ایک ہی لفظ میں تھا، جبکہ قراءات سے مراد وہ وجوہات ہیں جن کا لکھے ہوئے رسم عثمانی میں احتمال موجود تھا، ہر قاری اپنی استطاعت اور رائے کے مطابق ان قراءات کو مختلف شکلیں دے دیتا تھا۔ مزید یہ کہ یہ قراءات اللہ کی طرف سے نازل شدہ نہیں تھیں۔ دوسرے الفاظ میں قرآن کی کچھ قراءات اصلی اور کچھ فرعی ہیں۔ اصلی قراءات وہ ہیں جو اللہ کی طرف سے ایک ہی حرکت اور لفظ پر نازل ہوئیں اور فرعی قراءات، وہ احتمالی قراءات ہیں جن کا احتمال رسم عثمانی کے نقاط اور حرکات سے خالی ہونے کی وجہ سے پیدا ہوتا تھا۔ نیز یہ کہ قراءات اللہ کی طرف سے نازل شدہ نہیں ہیں۔

اس قسم کا قول متجد دین میں سے ایک ایسے شخص کا بھی ہے جو اپنے آپ کو فکرِ اسلامی کا نمائندہ تصور کرتا ہے اس شخص کا کہنا ہے کہ قرآن کا متن ہم تک محفوظ طریقے سے پہنچا ہے، لیکن اس کی قراءات میں اختلاف ہے۔ گویا کہ اس کے نزدیک قرآن کا متن محفوظ ہے، جبکہ قراءات قرآن کے علاوہ کوئی غیر محفوظ چیز ہیں۔

قراءات کی ایسی تقسیم کی طرف سلف وخلف میں سے کوئی بھی عالم نہیں گیا اور اس قسم کی تقسیم کی ان کے پاس عقل ونقل سے کوئی سند یا دلیل بھی نہیں ہے۔ جس بات پر محققین علماء کا اتفاق ہے وہ یہ ہے کہ قراءت اگر تواتر سے ثابت ہوئی تو اس کو قبول کیا جائے گا اور ایسی قراءت قطعی طور پر قرآن شمار ہوں گی۔ اور اگر قراءت اخبارِ احادیث سے ثابت ہو، لیکن قراء کے درمیان وہ قراءت معروف ہو جائے یہاں تک کہ اسے تلقی بالقبول حاصل ہو تو ایسی قراءت کو بھی قبول کیا جائے گا اور قرآن شمار کیا جائے گا اور اگر قراءت اخبار آحاد کے طریقے سے نقل

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو، لیکن وہ قراء میں معروف نہ ہو یا اسے تلقی بالقبول حاصل نہ ہو تو ایسی قراءت کو رد کر دیا جائے گا اور اس پر شذوذ کا حکم لگایا جائے گا اور اسے بطورِ قرآن نہیں پڑھا جائے گا۔

پس فکرِ اصلاحی کے نمائندے کا یہ دعویٰ کہ قرآن اور قراءات دو علیحدہ چیزیں ہیں، ایک محفوظ اور دوسری غیر محفوظ ہے، ایک ایسا دعویٰ ہے کہ جس کی کوئی دلیل ان کے پاس موجود نہیں ہے اور نہ ہی علمائے قراءات میں سے کسی سے قراءات کی یہ تقسیم منقول ہے۔ (بلکہ علمائے قراءات کی تقسیم وہ ہے جو اوپر بیان ہو چکی ہے)

⑥ جیسا کہ حدیث شریف کی اسناد اور راوی ہیں، اسی طرح علم قراءات کی بھی اسناد اور راوی ہیں، لیکن یہ روایات اور اسانید ہمارے عہد میں اس طرح مشہور نہیں ہیں کہ جس طرح اَحادیث کی اسناد معروف ہیں اور اس کی کئی وجوہات ہیں۔

ایک وجہ تو یہ ہے کہ قراءات کی اسناد کو متخصّصین کی ایک جماعت جانتی ہے، اور دوسری طرف احادیث کا معاملہ بھی یہی ہے، لیکن واعظین، خطباء اور داعیین اکثر اوقات اپنے وعظ، تقریر یا خطبے میں ان اسناد یا ان کی صحت و ضعف کا تذکرہ کرتے رہتے ہیں، جس سے عام عوام الناس کو احادیث کی سند کے بارے میں کچھ نہ کچھ علم حاصل ہوتا رہتا ہے، جبکہ قراءات کا معاملہ ایسا نہیں ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ امام شاطبی رحمہ اللہ نے اپنی منظوم کتاب حرز الامانی اور ابن الجزری رحمہ اللہ نے طیبة النشر میں متواتر قراءات کی اسانید اور طرق کے بغیر ان کو جمع کر دیا ہے۔ تاکہ ان کے یاد کرنے میں طلبہ کے لئے آسانی ہو اور ان کی تلاوت باعث عبادت ہو۔ پس شاطبیة، درة اور طیبة جیسی کتابوں سے بغیر اسانید کے بھی قراءات متواترہ کا حصول ممکن ہو گیا۔ لہٰذا قراء کی ایک بڑی جماعت ان اسانید قراءات سے ناواقف رہی جو کہ ابن الجزری رحمہ اللہ کی کتاب النشر وغیرہ میں موجود ہیں۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ قرآن میں اصل شرط متخصّصین شیوخ سے تلقی اور مصحف میں موجود قراءت پر عدمِ اعتماد ہے اور یہ شرط صرف علم قراءات میں ہے، جبکہ باقی علوم مثلاً حدیث وغیرہ میں تلقی عن الشیوخ کی شرط نہیں ہے۔ (بلکہ حدیث میں تلقی کی بجائے تحمل ہوتا ہے۔ تلقی اور تحمل میں بہت فرق ہے۔ تلقی میں الفاظ کی ادائیگی کے مختلف طریقے، تلفظ، لہجات، تجویدِ الفاظ وغیرہ شامل ہیں، جبکہ تحمل میں مجرد ایک شخص اپنے شیخ سے احادیث سن کر آگے بیان کر دیتا ہے۔) اور مقری، طالب علم کو قراءات بار بار سنا کر اس کے ذہن میں بٹھاتا اور اس کے لئے ان کی اسانید کی معرفت آسان بنا دیتا ہے اگر وہ طیبة کے طریق سے ہوں۔

چوتھی وجہ یہ ہے کہ ابن الجزری رحمہ اللہ کے زمانے میں قراءات کی اسناد ختم ہو گئیں اس لیے کسی کے لئے بھی یہ جائز نہیں سمجھا کہ وہ 'طیبة' کے مصادر میں سے کسی مصدر مثلاً 'التیسیر' اور 'المنهج' میں سے کوئی ایسی قراءت پڑھے جو اپنی سند کے ساتھ النشر میں موجود نہ ہو۔

⑦ کتاب کے مؤلف عبدالواحد بن عاشر الاندلسی ہیں جو باعمل عالم، عابد، مختلف علوم میں ماہر، قراءات اور ان کی توجیہات سے واقف، تفسیر، رسم، ضبط، علم الکلام، اصول فقہ، فقہ، فرائض اور علومِ عربیہ وغیرہ کے عالم تھے۔ ان کی کئی کتابیں ہیں جن میں سے ایک کا نام 'الإعلان بتكميل مورد الظمآن' ہے۔ ۳ رذی الحجہ ۱۰۴۰ھ کو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فوت ہوئے۔ اللہ ان پر رحم فرمائے۔ [تنبیہ الخلاف علی الاعلان، ص۴۴۸]

⑧ اس کتاب کے مؤلف ابو القاسم بن فیرۃ بن خلف الشاطبی الاندلسی ہیں، جو کہ بہت بڑے امام، اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی، ذہانت کا عجوبہ، قراءات کے بہت بڑے عالم، حدیث کے حافظ، عربیت میں گہری بصیرت رکھنے والے، لغت کے امام، ادب کے شہسوار، ولایت، زہد وتقویٰ کی نشانی اور سنت پر کاربند رہنے والے تھے۔ ان کے حافظے سے صحیح بخاری، صحیح مسلم اور مؤطا امام مالک کے نسخوں کی تصحیح کروائی جاتی تھی۔ ان کے معاصر علماء نے ان کی تعریف میں بہت مبالغہ کیا ہے اور ان کے بارے میں عجیب عجیب حقائق بیان کئے ہیں۔ یہاں تک امام ابوشامہ المقدسی نے ان کی تعریف میں اشعار کہتے ہوئے لکھا ہے:

''میں نے علماء کی ایک جماعت کو دیکھا ہے کہ وہ مصر کے شیخ امام شاطبی① کے دیدار سے کامیابی کی منازل طے کرنے لگے اور تمام معاصر علماء ان کی ایسے ہی تعظیم کرتے ہیں جیسا کہ صحابہ آیت قرآنی کی تعظیم کرتے تھے۔ ۲۸ رجمادی الاخری ۵۳۰ھ میں وفات پائی۔'' [غایۃ النھیات از ابن جزری: ۲/۲۰، ھدایۃ القاری از عبدالفتاح المرصفی: ص۷۰۱]

⑨ فکر اصلاحی کے علمبردار جاوید احمد غامدی مراد ہیں، اللہ ان کو ہدایت دے۔

⑩ دکتور طٰہٰ حسین مصری مراد ہے۔ ان کی اس موضوع پر ایک کتاب 'الأدب الجاهلي' کے نام سے ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قاری محمد صفدر☆

قراءات متواترہ اور ادارہ طلوع اسلام

ہمارے معاشرے میں عموماً کسی بھی موضوع پر تنقید کرنے والے حضرات دو طرح کے ہیں۔ ایک وہ جو سطحی سا مطالعہ اور سنی سنائی باتوں کے بل بوتے پر کسی بھی موضوع پر اپنے قلم اور زبان کو جنبش دینے کے قائل ہیں اور دوسرے وہ جو تحقیق کرنے سے قبل ایک خاص نظریہ اور خاص مؤقف اپناتے ہیں اور پھر اس کی تائید میں جیسے کیسے بھی دلائل میسر ہوں انہیں پیش کر کے اپنے مؤقف کو بیان کرتے ہیں۔ زیر بحث مضمون میں جناب جمیل احمد عدیل نے ایک انتہائی اہم موضوع پر قلم اٹھایا ہے، لیکن افسوس کہ جب محترم موصوف نے اپنے خیالات کو بذریعہ قلم زبان سے نوازا تو معلوم ہوا کہ اس موضوع پر ان کا مطالعہ کس قدر سطحی اور متعصّبانہ تھا۔ اس مضمون کو اگر ہم غور سے پڑھیں تو ہمارے سامنے چند نکات آتے ہیں جن کو محترم جمیل احمد عدیل صاحب نے واضح کرنے کی سعی ناکافی کی ہے۔

① مسئلہ نسخ اور اس ضمن میں مسئلہ رجم ② مسئلہ اختلاف قراءت

پھر قراءت کے اختلاف کے ضمن میں موصوف نے مندرجہ ذیل باتوں کو واضح کرنے کی کوشش کی:

① قراءات ماسوائے ایک کے تمام کی تمام وضع کردہ ہیں
② حدیث سبعہ بھی جعل سازی کے سوا کچھ نہیں
③ حدیث سبعہ کی درایت ④ اختلاف قراءت نزولی یا اختیاری
⑤ عرضہ اخیرہ اور مسئلہ قراءات ⑥ اَحرف سبعہ کے معنی کی تعیین میں تعارض
⑦ قبول حدیث کا 'معیاری' اصول

ذیل میں ہم مذکورہ بالا اَبحاث کا جائزہ لیں گے۔

❶ مسئلہ نسخ فی القرآن

مضمون نگار اپنے مضمون کے پہلے حصے میں نسخ قرآن کے متعلق لکھتے ہیں:

''اس وحی کی ایک قسم وہ بھی ہے جو آپ پر اترنے کے بعد نہ صرف اذہان سے محو کر دی گئی بلکہ جن کاغذوں پر انہیں لکھا گیا تھا وہاں سے بھی اسے غائبی طریقے سے delete کر دیا گیا.....اسی طرح وحی کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ آج بھی قرآن مجید کے صفحات میں موجود ہے، لیکن ان پر عمل نہیں کیا جائے گا۔''

گویا فاضل مضمون نگار نے نسخ کی تین اقسام کی طرف اشارہ کیا۔

① آیت اور حکم دونوں منسوخ ② آیت موجود حکم منسوخ
③ حکم موجود آیت منسوخ

☆ سابق متعلّم کلّیۃ القرآن الکریم، جامعہ لاہور الاسلامیہ و رکن مجلس التحقیق الاسلامی، لاہور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نسخ کا لغوی معنی:

① نقل اور کاپی۔(نسخ الکتاب)اسی سے ماخوذ ہے۔

② رفع وازالہ۔چنانچہ کہا جاتا ہے: نسخت الشمس الظل (سورج نے سایہ ختم کردیا)اور اسی سے اللہ کا فرمان: ﴿مَا نَنْسَخ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا... الاية﴾ [قاموس الوحید،ص۱۶۴۰]

❁ **اصطلاحی تعریف**: کسی دلیل شرعی کے ساتھ کسی حکم شرعی کو ختم کرنا نسخ کہلاتا ہے۔

[جامع الأصول لابن الأثیر،ص۸۰]

❁ **ناسخ کون ہے؟**: ناسخ خود اللہ تعالیٰ ہے بعض اَوقات مجازاً آیت یا حکم پر بھی بولا جاتا ہے۔

[جامع الأصول لابن الأثیر،ص۸۲]

نسخ کی حکمت

سید قطب شہید رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اَحکام میں جزئی تبدیلیاں انسانی معاشرے کے لئے مفید و ناگزیر ہوا کرتی ہیں اور ان تبدیلیوں کے طفیل انسانی معاشرہ اپنے بدلتے ہوئے حالات کے ساتھ قانون کے مقتضاء کو بحسن وخوبی پورا کرسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا فرمایا.....اسکو یہ بھی حق ہے کہ اپنے حکم کو منسوخ کردے، کیونکہ وہ اسکے بدلے میں اس سے بہتر حکم بھیج دیتا ہے جس میں انسانیت کی بھلائی ہے۔'' [ظلا ل القرآن:۱۲۱/۱]

منسوخ آیات کی اَقسام

منسوخ آیات کی دو اَقسام ہیں:

① منسوخ کی جگہ قائم مقام حکم ہو مثلاً آیت وصیت کی جگہ آیت میراث

② منسوخ کی جگہ قائم مقام حکم نہ ہو مثلاً عورتوں کا امتحان لینا

کیا نسخ اللہ کے نقص علم پر دلالت کرتا ہے؟

نسخ اللہ کے علم میں نقص یا نقص نہیں جیسا کہ معتزلہ یہود اور دورِ حاضر کے معتزلین (پرویزیوں) کا عقیدہ ہے بلکہ نسخ تو انسان کی ذہنی استعداد یا حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے انسان کی بہتری کے لیے اللہ اپنے سابقہ حکم کو منسوخ کرکے انسانوں کو ایک ایسا حکم دیتے ہیں جس میں ان کی سہولت عمل یا نفع ثواب ہو۔

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''جس طرح ڈاکٹر مریض کے اَحوال کو دیکھتے ہوئے اس کے لئے نسخہ میں تبدیلی کرتا ہے اس طرح اللہ اپنی مخلوق کی رعایت کرتے ہوئے اپنی مشیت اور ارادے کے ساتھ اپنے حکم میں تبدیلی فرماتے ہیں اور ایسا کرنے سے اس کے علم وارادہ اور قدرت کاملہ میں تبدیلی نہیں ہوتی، کیونکہ اس طرح کی نسبت اللہ کے لئے ناممکن ہے۔''

[جامع الأحکام:۱۵۷/۲ بحوالہ التبیان ،ص۹۱]

اس بات کو صاحب تفسیر مظہری آیت نأت بخیر منھا کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''جب کوئی آیت منسوخ کرتے ہیں تو نفع یا سہولت عمل یا کثرت ثواب میں اس سے بہتر آیت نازل فرماتے ہیں اس کا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مطلب یہ نہیں کہ کوئی آیت دوسری آیت سے بہتر ہے۔'' [تفسیر مظهري:۱/۱۹۳]

نسخ کب تک ممکن تھا؟

نسخ اس وقت تک ممکن تھا جب تک وحی نازل ہوتی تھی اب چونکہ وحی کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہے، لہٰذا اب نسخ ممکن نہیں۔[جامع الأصول لابن الأثیر،ص۸۵]

نسخ کے متعلق مختلف آراء اور نظریات

نسخ کے متعلق لوگوں کے نظریات وعقائد کو دیکھا جائے تو ہمارے سامنے چار گروہ آتے ہیں۔

① **منکرین نسخ؛ یہود:** نسخ کے کلی طور پر منکر صرف یہود ہیں۔سورہ بقرہ کی آیت ﴿مَانَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ﴾ انہی کے رد میں نازل ہوئی۔

② **متوسعین:** اس معاملہ میں أهل التشیع یعنی روافض نے توسع اختیار کیا ہے۔

③ **مذبذبین: ابومسلم اصفہانی وغیرہ کا مسلک:** ان کا نظریہ یہ ہے کہ نسخ اگرچہ عقلاً ٹھیک ہے لیکن شرعاً اس کا وقوع ناممکن ہے۔

④ **قائلین (جمہور):** چوتھا نظریہ نسخ کے متعلق جمہور کا ہے ان کا موقف ہے کہ نسخ عقلاً وشرعاً جائز وممکن الوقوع ہے۔ اور یہی راجح موقف ہے۔[مباحث في علوم القرآن از مناع القطان،ص۳۵،۳۶،۲۳۴]

کیا قرآن، قرآن کو یا سنت کو یا سنت قرآن کو منسوخ کرسکتی ہے؟

نسخ قرآن کس سے ہوگا؟

قرآن کا نسخ یا تو قرآن سے ہوگا یا سنت سے مثلاً قرآن میں پہلے ایک حکم تھا، لیکن قرآن ہی کی دوسری آیت اس کو منسوخ کردے، مثلاً شراب کے متعلق قرآن میں موجود احکام۔

① بڑا گناہ ہے۔ ② اوقات نماز میں نہ پی جائے۔ ③ شراب پینا حرام ہے۔

اور بسا اَوقات سنت قرآن کے کسی حکم کو منسوخ کردیتی ہے، مثلاً وصیت کا حکم قرآن میں ہے، لیکن وارث کے لیے وصیت سنت نے منسوخ کردی فرمایا:

«لَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ» ''وارث کے لیے وصیت نہیں'' [ابوداود: ۲۸۷۰ بحوالہ جماع العلم ص۲۵]

امام شافعیؒ کا بھی یہی موقف ہے کہ سنت ناسخ قرآن ہوسکتی ہے۔ [جماع العلم،ص۲۵]

اور اس طرح قاتل کو وصیت سے محروم کرنا، فرمایا:

«لَا شَيْءَ مِنَ الْمِيرَاثِ لِقَاتِلٍ» [بخاری]

یا تیسری شکل یہ ہے کہ قرآن سنت کے کسی حکم کو منسوخ کردے مثلاً عاشوراء کے روزہ کی فرضیت رمضان کے روزوں سے ساقط ہوئی یا قبلہ اوّل قرآن کے حکم ﴿فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ سے منسوخ ہوا۔اُمت اِسلامیہ کا قرآن مجید میں نسخ پر اتفاق ہے ماسوائے معتزلہ اور عصر حاضر کے متجددین۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قائلین نسخ کے دلائل

① ﴿مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا اَوْ مِثْلِهَا ... ﴾[البقرة:۱۰۶]

''جو آیت ہم منسوخ کرتے ہیں یا اس کو بھلا دیتے ہیں تو ہم اس کی جگہ اس کی مثل یا اس سے بہتر (آیت یا حکم) لے آتے ہیں۔''

اس آیت کی تشریح میں حافظ صلاح الدین یوسف صاحب رقم طراز ہیں:

''نسخ تین قسم کا ہوتا ہے ایک تو مطلق نسخ یعنی ایک حکم بدل کر اس کی جگہ دوسرا حکم نازل کر دیا گیا۔ دوسرا ہے نسخ مع التلاوۃ.....یعنی ناسخ ومنسوخ دونوں آیات موجود ہیں۔ نسخ کی ایک تیسری قسم یہ ہے کہ تلاوت منسوخ کر دی گئی ہو، لیکن حکم باقی رکھا گیا ہو جیسے اَلشَّيْخُ وَالشَّيْخَةُ إِذَا زَنَيَا.....[موطا امام مالک:۱۵۰۱] اس آیت میں نسخ کی پہلی دو قسموں کا بیان ہے، ماننسخ من آية میں دوسری قسم اور أو ننسها میں پہلی قسم۔'' [أحسن البيان، ص۲۱ حاشیہ۶]

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نسخ کے جواز کو بیان فرما کر ملعون گروہ یہود کا ردّ فرمایا۔'' [ابن کثیر:۱/۱۸۰،اردو]

اور امام موصوف رحمہ اللہ نسخ قرآن پر اُمت کا اجماع نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''تمام مسلمان متفق ہیں کہ احکام باری تعالیٰ میں نسخ کا ہونا جائز ہے بلکہ واقع ہوا ہے۔'' [حوالہ سابقہ]

امام صاحب کی اس وضاحت کے بعد مزید کسی دلیل کی ضرورت نہیں رہتی۔ نسخ پر اُمت اسلامیہ کا اجماع ڈاکٹر محمد علی الصابونی نے بھی 'تفسیر آیات الاحکام' میں نقل کیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

''هكذا يظهر دليل الجمهور واضحا ساطعا كالشمس فى أربعة النهار لحصول النفع فى شريعه الإسلامية الغراء ولا عبرة بقول من أنكر النسخ بمعارضه لنصوص الصحيحة الصريحة'' [التبيان ص۹۰]

''یعنی نسخ کے متعلق جمہور کے دلائل چودہویں رات کے چاند کی طرح واضح ہیں اور عدم نسخ پر مانعین کے دلائل نصوص صریحہ کے مقابلہ میں معتبر نہیں۔''

② ﴿وَإِذَا بَدَّلْنَا اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَا ينزل ﴾ [النحل:۱۰۱]

اس آیت کو دلائل جمہور میں نقل کرنے کے بعد محمد علی الصابونی لکھتے ہیں:

''قالوا إن هذه الأية واضحة كل الوضوح فى تبديل الايات والاحكام والتبديل يشتمل على رفع واثبات . . .'' [تفسير آيات الأحكام،ص۱۰۲]

''جمہور کا کہنا ہے کہ یہ آیت احکام و آیات کی تبدیلی میں سب سے زیادہ واضح دلیل ہے اور تبدیلی کسی (حکم) کے اٹھا لئے جانے اور اس کو ثابت رکھنے پر مشتمل ہے (اور جس حکم کو ختم کیا جاتا ہے وہ یا تلاوۃً ہوتا ہے یا حکماً ہوتا ہے۔)''

③ ﴿يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ وَعِنْدَهُ اُمُّ الْكِتَابِ ﴾ [الرعد:۳۹]

امام بیضاوی رحمہ اللہ اس آیت کی وضاحت میں لکھتے ہیں:

''اللہ رب العزت جسے منسوخ کرنا صحیح سمجھتے ہیں اسے منسوخ کر دیتے ہیں اور جس کا اس کی حکمت تقاضا کرتی ہے کہ اسے باقی رکھا جائے اسے باقی رکھتے ہیں۔'' [تفسير البيضاوي:۳/۳۳۴]

اور امام شوکانی رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اللہ تعالیٰ قرآن میں سے جس حکم کو تبدیل کرنا چاہتے ہیں اسے منسوخ کر دیتے ہیں اور جس کو ثابت رکھنا چاہتے ہیں اس کو منسوخ نہیں کرتے۔'' [فتح القدیر:۸۹/۳]

معلوم ہوا کہ آیت مذکورہ بھی نسخ قرآن کی دلیل ہے۔

ان تین آیات کو نقل کرنے کے بعد ابوعبید قاسم بن سلام الھروی لکھتے ہیں:

"وفهم الصحابة الذين عاصروا التنزيل تلك النصوص المتضمنة للنسخ "

[الناسخ والمنسوخ فی القرآن العزیز، ص۷۳]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو نزول قرآن کے وقت موجود تھے، نے یہی سمجھا کہ یہ آیات نسخ کو متضمن ہیں۔

معلوم ہوا صحابہ کرام نسخ قرآن کے قائل تھے۔ اگر کوئی یہ عقیدہ رکھے کہ نسخ قرآن غلط ہے تو اس کا یہ عقیدہ صحابہ کے عقیدہ کے خلاف ہے۔

④ ﴿سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسَى إِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ﴾

علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے 'روح المعانی' میں قتادہ رحمہ اللہ اور حسن رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ جب کسی حکم کو منسوخ کرنے کا فیصلہ کرتے ہیں تو اس آیت کا حکم اور تلاوت اٹھا لیتے ہیں (منسوخ کر دیتے ہیں) اور اس آیت کے ضمن میں صاحبِ کشاف کے حوالہ سے بھی یہی بات نقل کی ہے [۱۲۱/۱۸] نیز اس آیت سے علامہ قرطبی رحمہ اللہ نے بھی نسخ ہی مراد لیا ہے۔ [تفسیر قرطبی:۱۹/۲۰]

معلوم ہوا یہ آیت بھی نسخ پر دلالت کرتی ہے۔

جواز نسخ کے دیگر عقلی و نقلی دلائل اصول کی کتابوں میں موجود ہیں۔ چونکہ یہ ہمارا اصل موضوع نہیں اس لئے اختصار سے دلائل نقل کر دیئے ہیں۔

مانعین کے دلائل

① ﴿مَا نَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ... الاية﴾ اس آیت سے استدلال اس طرح کیا جاتا ہے (جو کہ باطل ہے) کہ اس آیت میں نسخ کی بات ماقبل شریعت کی ہو رہی ہے نہ کہ شریعت اسلامیہ کی اور اس معنی کو حاصل کرنے کے لئے قرآن مجید میں معنوی تحریف کرنے سے بھی گریز نہ کیا گیا جیسا کہ غلام احمد پرویز نے قرآنی فیصلے ص۲۳۷ میں 'سابقہ' اور 'جدید نبی کی وساطت سے' کے خود ساختہ اضافے کئے ہیں۔

اس آیت سے ماقبل شریعتوں کو اس شریعت کے ساتھ نسخ کے لیے خاص کرنا ٹھیک نہیں کیونکہ اس شریعت میں بھی نسخ واقع ہوا ہے جیسا کہ تحویل قبلہ، وصیت، عدت اور دیگر احکامات میں حکم سابق کو حکم ثانی سے منسوخ کیا گیا ہے۔ امام ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ اس آیت میں ان (مانعین) کے لئے کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ قرآن کا بعض حصہ اس کے بعض حصص سے بہتر اور باعث خیر ہے لہٰذا اس آیت ﴿نَأْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا أَوْ مِثْلِهَا﴾ کے معنی یہ ہوئے کہ ہم تمہارے لئے اس سے بہتر یا اس کے مثل چیز یا حکم لاتے ہیں اور بلا شبہ ناسخ پر عمل کرنا منسوخ پر عمل کرنے سے زیادہ بہتر ہے کیونکہ ناسخ پر عمل کا اجر تنسیخ سے قبل منسوخ پر اجر کے مثل ہی ہوتا ہے بلکہ ہو سکتا ہے اس سے بڑھ کر ہو۔

[احکام فی اصول الاحکام لابن حزم:۱۳/۴+۱۱۲]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معلوم ہوا کہ اس آیت سے عدم نسخ کی دلیل لینا ٹھیک نہیں۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''بعض لوگ جو اس میں لفظی بحث میں پڑ جاتے ہیں وہ یاد رکھیں کہ اس سے دلالت نہیں بدلتی اور مقصود وہی رہتا ہے۔''

[ابن کثیر:۱/۱۸۰]

اور ابو مسلم اصفہانی کی بابت لکھا ہے کہ اس کا یہ قول کہ (قرآن میں نسخ واقع نہیں ہوتا) ضعیف، غلط اور جھوٹ ہے۔ [أیضاً:۱/۱۸۱]

② جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«قَالَ كَلَامِيْ لَا يَنْسَخُ كَلَامَ اللهِ وَكَلَامُ اللهِ يَنْسَخُ كَلَامِيْ وَكَلَامُ اللهِ يَنْسَخُ بَعْضُهُ بَعْضًا»

[سنن دار قطنی:۱/۱۱۷]

''میرا کلام کلام اللہ کو منسوخ نہیں کرتا اور اللہ کا کلام میرے کلام اور اپنے بعض حصہ کو منسوخ کرتا ہے۔''

جواب: اولاً تو یہ حدیث ضعیف ہے اس حدیث کو ابن عدی نے الکامل فی ضعفاء الرجال:۲/۶۰۲ میں روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ روایت منکر ہے۔ ابن جوزی نے العلل المتناهية:۱/۱۲۵ میں اس حدیث کے متعلق لکھا ہے: "هذا حديث منكر" اس حدیث کے منکر ہونے کی وجہ اس کی سند میں جیرون بن واقد ہے جسے امام ذہبی رحمہ اللہ اور ابن حجر رحمہ اللہ نے [لسان المیزان:۲/۹۴] میں متّهم اور ساقط الاعتبار کہا ہے۔ لہٰذا اس حدیث سے دلیل لینا کہ سنت قرآن کی ناسخ نہیں ہوسکتی صحیح نہیں ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ قرآن منسوخ نہیں ہوا بلکہ وہ ایک حکم کی تفسیر ہوتا تھا یا ایک قراءت اصل تھی باقی اس کی تفسیر تھیں۔ تو ہم یہ سوال کریں گے کہ بیت المقدس کا قبلہ ہونا، بنونضیر کے درختوں کا کاٹنا، رسول اللہ ﷺ کا اپنی بیوی سے راز کی بات کرنا، اللہ کا اس پر متنبہ کرنا، قرآن کی کس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت یا اس حکم کی فلاں آیت یا فلاں حکم نے تفسیر کردی ہے؟ ثانیاً یہ روایت عدم نسخ پر نہیں بلکہ نسخ پر دلالت کرتی ہے۔ وينسخ بعضه بعضا

مسئلہ نسخ اور حد رجم

موصوف نے اپنے مضمون کے پہلے حصہ میں اپنی توجہ کا مرکز حد رجم کو بنایا ہے اور اس سے ماقبل ایک خاص تمہید مقرر کرتے ہوئے حد رجم کا انکار کیا ہے۔ حالانکہ موطأ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا طویل خطبہ درج ہے جس میں انہوں نے اس بات کا اظہار کیا ہے کہ بعد میں کوئی یہ کہہ کر حد رجم کا انکار کردے کہ میں اس کو قرآن میں نہیں پاتا۔

[موطأ إمام مالك:۲/۸۲۲]

موصوف مضمون نگار کو اس بابت یہ اعتراض ہے کہ آیت منسوخ ہے تو اس کا حکم کیسے باقی ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس حکم کو باقی رکھنے کا ذریعہ یہ آیت نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ سے منقول متواتر اَحادیث ہیں۔ مثلاً حدیث غامدیہ، حدیث عسیف وغیرہ۔

اور امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے۔ [صحيح البخاري:۶۸۹۲] معلوم ہوا حد رجم ثابت شدہ ہے اور اس کا انکار قرآن وسنت کے انکار کے مترادف ہے۔ چلئے فرض کیجئے ہم ناسخ منسوخ کو نہیں مانتے تو پھر مندرجہ ذیل سوالات کا جواب کیا ہے؟

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

① سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسَى إِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ کا کیا مطلب ہے؟

② قرآن نے جہاں عورتوں کے لئے حبس دوام کی سزا سنائی وہاں أَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيلًا کہا ہے۔ کیا اللہ نے یہ وعدہ پورا فرمایا، یا اسی حکم کو باقی رکھا؟

③ آیت وصیت اور آیت وراثت میں کیا تطبیق ہوگی؟

④ پہلے حکم تھا ایک مسلمان ۱۰ کافروں کے مقابلے میں لڑے، پھر ایک مسلمان دو کے مقابلہ میں لڑے کیا دونوں آیات قرآن میں موجود نہیں؟

⑤ پہلے نبی ﷺ سے سرگوشی کرنے سے پہلے صدقہ ضروری تھا بعد میں منع کر دیا گیا، ان کے متعلق آپ کیا کہیں گے۔ ہم جواب کے منتظر رہیں گے۔

مضمون نگار کے مضمون کا دوسرا بنیادی اعتراض

موصوف سبعہ احرف کے معنی کے حوالہ سے رقم طراز ہیں:

''اختلاف قراءات سے مراد یہ ہے کہ قرآن کو سات مختلف لہجوں میں پڑھا جاسکتا ہے اور یہ صرف لب ولہجہ کا فرق ہے۔ (اور اس کے بعد اس بات کو بڑھاتے ہوئے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہمارے سوالات کا مسؤول کے پاس جواب نہ تھا۔ مزید یہ کہ کسی اور پروفیسر کے کہنے پر معارف القرآن کی پہلی جلد میں جو معلومات اس حوالہ سے تھیں ان کا مطالعہ کیا۔ انہیں مطالعے کے بعد یہ نتیجہ حاصل ہوا کہ مفتی شفیع صاحب اور دوسرے شخص جن سے ان کی بات ہوئی دونوں حضرات اختلاف قراءات کے قائل تھے۔)''

اس کے بعد موصوف لکھتے ہیں کہ'' پورے قرآن میں اختلاف قراءت کے حوالے سے کوئی اشارہ بھی نہیں ملتا۔''

اُصولی بات یہ ہے کہ اگر آپ کسی بھی علم کے بارہ میں کوئی تحقیق وغیرہ کرنا چاہتے ہیں اس کی اصل معلوم کرنا چاہتے ہیں تو آپ کے لئے ضروری ہے کہ آپ اس علم میں مہارت رکھنے والے افراد سے بالمشافہ علم حاصل کریں یا ان کی لکھی ہوئی کتب کی طرف رجوع کریں۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ آپ کی خواہش تو ریاضی اور انگلش وغیرہ کے سیکھنے کی ہو، لیکن آپ اس معاملہ میں کتب اکنامکس یا اردو کے ماہرین کی پڑھیں۔ ظاہر ہے وہ آپ کو اس معاملہ میں اس طرح گائیڈ نہیں کرسکیں گے۔ بالکل اسی طرح اگر آپ کی یہ خواہش اور تمنا ہو کہ علوم قراءات کے متعلق کچھ سمجھیں تو ماہرین قراءات کی طرف رجوع اور ان کی کتب سے استفادہ کرنا ضروری ہے۔ اگر کوئی دوسرا راستہ اختیار کیا جائے گا تو نتیجہ وہی نکلے گا جو موصوف نے اخذ کیا اور ضلُّوا فأضلُّوا کی تصویر نظر آئے۔

موصوف نے کوشش یہ کی کہ اختلاف قراءت کا نام لے کر قراءات متواترہ ثابتہ غیر منسوخہ کے متعلق پرویزی عقائد کی ترویج خاص میں اپنا حصہ ڈالیں تو جو تاثر انہوں نے مذکورہ بالا عبارت سے دینا چاہا وہ یہ ہے کہ اختلاف قراءت والی بات سے مراد محض لب ولہجہ کا اختلاف ہے۔ پھر فرماتے ہیں کہ اس اختلاف کا ذکر قرآن میں نہیں ہے۔ ذیل میں ہم ماہرین فن کی آراء سے مسئلہ کی وضاحت کرتے ہیں۔

اَحرف کا معنی

ہم ماہرین قراءت کی رائے میں دیکھتے ہیں کہ سبعہ احرف کا معنی ومفہوم کیا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

● احرف، حرف کی جمع ہے جس کا معنی، کنارہ اور حافہ وغیرہ کے ہیں اور حروف تہجی کو اس لئے حرف کہتے ہیں کہ وہ اپنے مسمی کی ایک طرف یا جانب واقع ہوتے ہیں۔ بعض اوقات حرف، قراءت کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے الاتقان کے صفحہ ۹۲ تا ۹۷ میں سبعہ احرف کے متعلق ۴۰ اَقوال نقل کئے ہیں، لیکن ان کے نقل کرنے کے بعد لکھا کہ ابن حبان رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ وہ ایک دوسرے کے مشابہ ہیں اور محاسبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ان اَقوال کے ناقلین کے بارہ میں مجھے علم نہیں اور بعض اَقوال ایسے ہیں کہ جو بالکل حقیقت کے خلاف ہیں اور اکثر اقوال حدیث عمر و ہشام کے خلاف ہیں۔ [الاتقان:۱/۱۰۰]

جب ہم ان اقوال کو بغور دیکھتے ہیں تو انہیں تین اقسام میں منقسم کر سکتے ہیں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

پہلا قول: اس سے مراد احکام و مضامین ہیں، لیکن یہ قول معتبر نہیں کیونکہ اصحاب رسول کا جو اختلاف رونما ہوا تھا وہ طریقہ ادائیگی میں تھا نہ کہ احکام و مضامین کی تفصیل اور وضاحت میں۔ جیسا کہ حدیث ابی رضی اللہ عنہ میں ہے "قرء علی قرأة" اس نے ایسی قراءت پڑھی جو میرے علم میں نہ تھی۔.....الخ [صحيح البخاري:۲/۷۴۷] اور اگر طبرانی والی روایت سامنے رکھی جائے جس میں ہے کہ سات دروازوں سے سات حروف پر نازل ہوا ہے اس کے حلال کو حلال جانو.....الخ تو اس حدیث کی سند میں ابوسلمہ ہیں جن کا ابن مسعود سے لقاء ثابت نہیں ہے جس کی وجہ سے یہ روایت ضعیف ہے اور دوسرا یہ کہ اس حدیث کو اگر صحیح بھی مانا جائے تو اس میں وضاحت ابواب کی ہے نہ کہ احرف کی، کیونکہ دوسری احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں۔ [تفسير ابن جرير طبري:۱/۱۵]

دوسرا قول: سبعہ احرف سے مراد لغات ہیں، لیکن یہ قول اس وجہ سے صحیح نہیں کہ حدیث عمر و ہشام کے مخالف ہے کیونکہ دونوں ایک ہی قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے، لیکن ان کی قراءت مختلف تھی۔

تیسرا قول: یہ قول امام جزری رحمہ اللہ وغیرہ کا ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے ۳۰ سال تک شاذ و متواتر روایات کا مطالعہ کیا تو معلوم ہوا کہ سبعہ احرف سے مراد سات قسم کا اختلاف ہے اور میرا یہ قول انشاء اللہ ٹھیک ہوگا پھر فرماتے ہیں کہ ہم نے ابو الفضل امام رازی رحمہ اللہ کی تحقیق دیکھی جو ہماری اس تحقیق کے مشابہ یا اس سے بھی اچھی تھی جو کہ مندرجہ ذیل ہے:

① **اسماء کا اختلاف:** جس میں واحد، تثنیہ، جمع، تذکیر و تانیث دونوں کا اختلاف داخل ہے۔ مثلاً وتمت كلمت ربك اور دوسری قراءت كلمات ربك

② **افعال کا اختلاف:** یعنی ماضی، مضارع اور امر کا اختلاف مثلاً ربنا باعد بين أسفارنا اور ربنا بعّد بين أسفارنا

③ **وجوہ اعراب کا اختلاف:** یعنی اعراب کا حرکات میں مختلف ہونا۔ مثلاً لَا يُضَارَّ كَاتِبٌ اور دوسری قراءت وَلَا يُضَارُ كاتب

④ **الفاظ کی کمی بیشی کا اختلاف:** مثلاً تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَار اور تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْأَنْهَار

⑤ **تقدیم و تاخیر:** مثلاً يَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ کو يُقْتَلُوْنَ وَيَقْتُلُوْنَ پڑھا گیا ہے۔

⑥ **لہجات کا اختلاف** جس میں تفخیم ترقیق، امالہ، مد، قصر، اظہار وغیرہ داخل ہیں۔

⑦ **ابدال کا اختلاف** یعنی ایک کلمہ کی جگہ دوسرا کلمہ بدل دینا۔ هُوَالَّذِيْ يُسَيِّرُكُمْ ... هُوَ الَّذِيْ يَنْشُرُكُمْ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام مالک، ابن تیمیہ، قاضی ابوطیب اور امام جزری رحمہم اللہ کا کچھ فرق کے ساتھ یہی قول اور موقف ہے اور سبعہ احرف کی یہی راجح ترین شرح ہے۔ رہی یہ بات کہ قرآن میں اس اختلاف قراءت کا اشارہ نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر قرآن (روایت حفص) کو بغور پڑھا جائے تو اس میں اختلاف قراءت کی طرف اشارہ موجود ہے۔

① ءَأَعْجَمِيٌّ کی تسہیل جب کہ باقی پورے قرآن میں ہمزتین میں تحقیق ہے۔
② ءَالذَّكَرَيْنِ، ءَالْـٰٔنَ، ءَاللّٰهُ کے کلمات میں تسہیل وابدال
③ ضَعْفٍ، بفتح الضاد وبضم الضاد، مصيطرون بالصاد اور بالسين
④ فِيْهِ مُهَانًا میں صلہ باقی ہر جگہ عدم صلہ
⑤ مجريها میں امالہ باقی تمام ایسے کلمات پر فتحہ
⑥ اَنُلْزِمُكُمُوْهَا کی میم جمع میں صلہ جبکہ باقی میمات میں عدم صلہ
⑦ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ میں نقل باقی ہر جگہ عدم نقل۔
⑧ تَجْرِىْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ جبکہ باقی ہر جگہ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ
⑨ دوجگہ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ جبکہ بعض ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ اور بعض جگہ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ

اور مزید یہ کہ ہر ہر حکم کی ہر ہر کلی اور جزئی کا قرآن میں موجود ہونا ضروری بھی نہیں۔ مثال کے طور پر بھانجی، خالہ اور پھوپھی، بھتیجی کو بیک وقت نکاح میں نہیں رکھ سکتے یہ حکم قرآن میں نہیں ہے۔ لیکن حدیث میں اس کی وضاحت موجود ہے۔ نماز، حج اور دیگر احکام شریعہ کی ادائیگی کا اشارہ تک قرآن میں موجود نہیں کہ اس طرح ادا کرو اس وقت اور اتنی مقدار میں کرو تو کیا ان تمام چیزوں کو بھی خارج از دین سمجھا جائے اگر ان کو دین ماننے میں کوئی تامل نہیں تو حدیث سبعہ کا ہی انکار کیوں؟

درایت حدیث سبعہ

پھر موصوف آیات VS روایات کے تحت حدیث سبعہ کے متعلق اپنے شکوک وشبہات کا اظہار فرماتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

''ہمارے علماء چونکہ متداول، طرق واَسانید سے ہمیشہ Confuse کرتے آئے ہیں۔ لہٰذا یہاں بھی انہیں بعض روایتوں کی وجہ سے ہزاروں تاویلیں کرنی پڑی ہیں اسی سلسلے میں روایات تو متعدد ہیں تاہم بخاری شریف کی ایک روایت جسے اس سلسلے میں Qvoto کیا جاتا ہے۔''

حدیث عمرو ہشام نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

اس لئے یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ وہ (عمر رضی اللہ عنہ) آیات قرآنی سے ناواقف ہوں۔ چلئے مان لیا قبول اسلام سے پہلے وہ اختلاف قراءت ایسی جزئیات سے آگاہ نہیں ہوں گے لیکن آپ کے قبول ایمان کے چھ برس بعد سورہ فرقان نازل ہوتی ہے اس وقت تک جناب عمر رضی اللہ عنہ جیسا بالغ نظر، باریک بین اور جہاندیدہ شخص اس حقیقت سے بے خبر رہے کہ قرآن سات مختلف قراءتوں میں نازل ہو رہا ہے۔

جب ہم اس حدیث پر غور کریں تو ہمارے سامنے مندرجہ ذیل باتیں آتی ہیں:

① قراءات ایک سے زائد ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

② منزل من اللہ ہیں۔
③ حرف اور قراءت ایک معنی میں استعمال ہوا ہے۔
④ ایک قبیلہ ہونے کے باوجود قراءت مختلف تھی۔
⑤ اختلاف کی صورت میں علم تک رسائی ضروری ہے۔

مذکورہ بالا اقتباس میں موصوف نے یہ کہا کہ وہ آیات قرآنی سے ناواقف ہوں۔ حالانکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آیات قرآنی سے واقفیت کا علم دے رہے ہیں تبھی تو فرمایا تھا کہ سورہ فرقان اس اس طرح پڑھ رہے تھے اور دوسرا یہ کہ حدیث سے ہی یہ بات سمجھ آتی ہے کہ ہر ہر قراءت میں ہر ہر آدمی کا پڑھنا لازمی اور فرض نہیں ہاں اس کو بطور قرآن ماننا یہ تو بہرحال ضروری ہے، کیونکہ نبی ﷺ نے فیصلہ فرماتے وقت فرمایا تھا: ھکذا أنزلت یعنی ہر دو کی قراءت کو درست قرار دیا۔ اور مزید یہ بھی فرمایا کہ سات طریقوں میں سے جو بھی معلوم (میسر) ہو اس کے مطابق تلاوت کرنا ٹھیک ہے۔ دوسری بات یہ کہ جب ذخیرہ احادیث کا مطالعہ کیا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ کئی باتوں سے کئی صحابہ واقف نہ تھے۔

مزید یہ کہ بسا اوقات کوئی بات انسان کے علم میں ہوتی ہے لیکن وقتی طور پر وہ اس کے ذہن سے محو ہو جاتی ہے کسی کے یاد کرانے سے وہ بات دوبارہ ذہن میں آجاتی ہے۔ مثال کے طور پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک رات آپ ﷺ نے ایک آدمی کی قراءت مسجد سے سنی تو فرمایا اس شخص کا اللہ بھلا کرے جس نے مجھے فلاں آیت یاد دلا دی جو مجھے فلاں فلاں سورت سے بھلا دی گئی تھی۔ [صحیح البخاري:۲/۷۵۳] اور اسی طرح نبی ﷺ کی وفات کے موقع پر بھی یہ معاملہ ہمارے سامنے ہے۔ [صحیح البخاري:۲/۶۴۰] واقعہ یہ ہے کہ وفات نبی ﷺ کے وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مقام سنح پر تشریف فرما تھے، واپسی پر آپ کی وفات کا علم ہوا..... مسجد میں یہ صورتِ حال تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم شدت غم سے نڈھال تھے۔ عمر رضی اللہ عنہ تو اس وقت فرطِ جذبات میں فرمانے لگے جو کوئی یہ کہے کہ محمد ﷺ وفات پا گئے ہیں، میں اس کا سر قلم کر دوں گا۔ جس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ منبر پر تشریف لائے خطبہ ارشاد فرمایا۔ جو کوئی اللہ کی عبادت کرتا تھا تو اللہ زندہ ہے اسے کبھی موت لاحق نہیں ہوگی اور جو کوئی محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا تو محمد ﷺ یقیناً وفات پا چکے ہیں اور بطور دلیل قرآن مجید کی آیت ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ... الآیة﴾ کہ ''محمد تو اللہ کے رسول تھے آپ سے پہلے بھی کئی رسول ہو گزرے ہیں۔ اگر آپ ﷺ فوت ہو جائیں یا قتل کر دیئے جائیں تو کیا تم اپنی ایڑیوں کے بل پھر جاؤ گے۔ (دین کو چھوڑ دو گے) اور جو کوئی اپنی اِیڑیوں کے بل پھرے گا تو وہ اللہ کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ آیات تلاوت کیں تو یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے ابھی نازل ہو رہی تھیں۔ جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی ابوبکر رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی کو یہ آیت کریمہ یاد نہ تھی کیا عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر کئی صحابہ رضی اللہ عنہم قرآن کے حافظ نہ تھے۔ یقیناً تھے لیکن وقتی طور پر یہ آیت ان کے اَذہان سے غائب تھی یعنی ان کی توجہ اس طرف نہ گئی اور جب ان کی توجہ اس طرف مبذول کرائی گئی تو فوراً بات ان کے ذہن نشین ہو گئی۔ ہو سکتا ہے کہ اس مخاصمہ کے وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ذہن میں یہ بات نہ ہو اور جب رسول اللہ ﷺ نے یاد کروائی تو فوراً

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سرِتسلیم خم کر دیا۔ ہم پھر اس بات کو دہرائیں گے کہ اس وقت صحابہ میں عمر رضی اللہ عنہ جیسے بالغ نظر، باریک بین اور جہاندیدہ حضرات موجود تھے، لیکن وقتی طور پر ایسی صورت بنی تو کیا ہم اس صورت کو بے خبری سے جوڑیں یا پھر.....

رواۃ حدیث اور قول رسول ﷺ

موصوف رقم طراز ہیں:

''باقی بھلے راوی کیسے ہی مستند کیوں نہ ہوں سیرت رسول قرآن کے خلاف کبھی نہیں جا سکتی۔''

اس اقتباس سے دو باتیں معلوم کرتے ہیں:

1. محترم مضمون نگار شاید اس امر سے تو متفق نظر آتے ہیں کہ احادیث سبعہ احرف کے رواۃ مستند ہیں۔
2. رسول اللہ ﷺ کی احادیث مخالف قرآن نہیں ہو سکتیں۔

جب مضمون نگار اس بات پر متفق ہیں کہ حدیث سبعہ احرف مستند ہیں تو یہ کیسے ممکن ہے کہ مستند اور ثقہ آدمی کسی ایسی بات کو حضور ﷺ کی طرف منسوب کرے جو خلاف قرآن اور خلاف دین ہو۔ یہ بات واقعی ٹھیک ہے کہ کوئی روایت بھی جو صحیح طور پر ثابت ہو قرآن کے خلاف نہیں۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ آپ کو اس کے معنی اور مفہوم کے سمجھنے میں غلطی لگے۔ احادیث سبعہ اَحرف بھی الحمدللہ مخالف قرآن نہیں بلکہ وہ تو بالکل قرآن کے موافق ہیں جیسا کہ ہم نے حدیث عمرو ہشام کی وضاحت کی۔

سبعہ احرف سے مراد کیا ہے؟

پھر لکھتے ہیں کہ

''اب یہ توضیح بھی ناگزیر ہے کہ سات سے مراد کیا ہے؟ سات قراءتوں کو حروف سبعہ بھی کہا جاتا ہے۔ اس حوالے سے بھی صورت حال بھی غیر معمولی ''باعث رحمت'' ہے کہ امت اس کی تعریف کے سلسلے میں ٹھیک ٹھاک اختلاف کا شکار ہے۔ پھر ڈاکٹر صالح صبحی کی کتاب علوم القرآن سے ۳۵، ۴۰۔ اقوال کا ذکر کیا۔ اسی کے بعد لکھا ہے پھر یہ بحث بھی مرکز تکلم بنی کہ آیا سات سے مراد Seven ہے یا اس کا مطلب کثرت ہے؟''

پھر مفتی شفیع رحمہ اللہ نے صالح صبحی کا موقف پیش کیا۔

چالیس اَقوال اور سبعہ احرف سے مراد کیا ہے اس کی وضاحت ہم نے پہلے کر دی ہے اور رہی بات غیر معمولی اختلاف کی۔ تو اس سلسلہ میں ہم عرض کرتے ہیں کہ کسی مسئلہ میں ایک سے زائد اقوال کے ہونے سے نفس مسئلہ اپنی شناخت نہیں کھو دیتا یا وہ حقیقت اپنی جگہ نہیں چھوڑ دیتی قراءت کے علاوہ بھی دیگر کئی ایک مسائل ہیں جن میں بیسیوں اقوال ہیں کیا وہ اپنی حقیقت یا اصلیت سے پھر گئے ہیں؟

پھر جن دو بزرگوں کا تذکرہ کیا وہ ماہرین قراءت نہیں ہیں۔ جیسا کہ ہم نے شروع میں عرض کیا کہ اگر کسی بھی علم کے بارہ میں تحقیق مطلوب ہو تو اس علم کے ماہرین کی طرف رجوع ضروری ہے۔ اس سلسلہ میں آپ کے لئے مشورہ یہ ہے کہ اس علم کے محققین کی طرف رجوع کریں ان شاء اللہ فائدہ ہوگا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اُحرف سبعہ کی حکمت

صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ بنوغفار کے تالاب کے پاس تھے کہ جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور ایک حرف میں پڑھنے کو کہا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اللہ سے معافی اور مغفرت کا طلب گار ہوں میری اُمت اس کی طاقت نہیں رکھتی جبرئیل علیہ السلام نے کہا دو حروف پر پڑھیے پھر اس طرح دہرایا حتیٰ کہ معاملہ سات تک جا پہنچا۔

اس روایت کو مکمل نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''وضع کردہ روایات کے مطابق حضور ﷺ نے بار بار التماس کر کے اللہ تعالیٰ سے سات حروف کی اجازت حاصل کی صرف اس لئے کہ اُمت ایک ہی حرف (قراءت) پر پڑھنے سے عاجز تھی..... یعنی غیر قریشی پابند تھے کہ وہ قرآن کو قریشیوں کی لغت میں ہی پڑھیں۔ لیکن خود قریشی سات مترادفات میں سے کسی کو بھی منتخب کرنے میں آزاد تھے۔''

مذکورہ اقتباس سے دو باتیں ہمارے سامنے آتی ہیں:

① روایات سبعہ وضع کردہ ہیں ② اختلاف قراءات صوابدید پر منحصر ہے

پہلی بات کہ روایات سبعہ وضع کردہ ہیں

یہ محض جناب کی اپنی وضع کردہ بات اور اختراع ہے تمام محدثین نے روایات سبعہ احرف کو اپنی اپنی صحیح میں نقل فرمایا ہے کیا کسی ایک کو بھی یہ بات معلوم نہ ہو سکی کہ یہ روایات وضع کردہ ہیں؟ حالانکہ انہوں نے موضوع روایات کے بارہ میں الگ تصانیف فرمائیں۔ مثلاً الموضوعات لابن جزری، علل الحدیث لمحمد المروزی۔ العلل للدار قطني وغیرہ۔

پھر مستزاد یہ کہ انہوں نے اس روایت کو نہ صرف صحیح بلکہ صحیح کی اعلیٰ ترین قسم متواتر بلکہ ایسی احادیث میں شمار فرمایا جنہیں تواتر لفظی حاصل ہے۔ تواتر لفظی سے جو روایات مروی ہیں وہ چند ایک ہیں جن میں سے ایک یہ روایت بھی ہے۔ جیسا کہ ڈاکٹر احمد حسن نے [جامع الاصول ص۲۱۱] پر یہ بات لکھی ہے۔ اس حدیث کو تقریباً ۲۰ کے قریب صحابہ نے نقل فرمایا۔ [النشر:۲۱/۱]

معلوم ہوا کہ یہ حدیث صحابہ کے ہاں بھی متواتر تھی جیسا کہ مسند ابی یعلی الموصلی [۱۵۳/۱] مسند عثمان نمبر ۹ سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے۔ جس میں ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو اللہ کا واسطہ دے کر حدیث سبعہ کی رسول اللہ ﷺ سے سماعت کے متعلق پوچھا تو بے شمار لوگوں نے اس بات کی گواہی دی۔ حضرت عثمان نے خود بھی اس بات کی گواہی دی کہ واقعتاً آپ ﷺ نے یہ الفاظ اپنی زبان مبارک سے بیان فرمائے تھے کہ أنزل القرآن علی سبعة أحرف . معلوم ہوا حدیث سبعہ احرف متواتر ہے۔

متواتر روایت کا حکم؟

متواتر روایت پر عمل واجب ہے۔ [نخبة الفکر،ص۵]

کیا اختلاف قراءت صوابدید پر منحصر تھا؟

یہ بات بھی غلط ہے جیسا کہ حدیث عمر و ہشام میں اس بات کی وضاحت ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ «هٰكَذَا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

أُنْزِلَتْ هٰكَذَا أُنْزِلَتْ» ، اگر معاملہ اپنی صوابدید والا ہوتا تو نہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ رویہ ہوتا اور نہ ہی رسول اللہ ﷺ فرماتے کہ اس طرح نازل کی گئی۔ نازل کرنے کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہوسکتا کہ اللہ کی طرف سے مخصوص و متعین کرکے یہ الفاظ نازل کئے گئے ہیں نہ کہ ان کے اختیار میں کسی کی مرضی یا قیاس کو عمل دخل ہے۔

امام شاطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وما لقياس فی القراء ت مدخل
فدونك ما فيه الرضا متكفلا

[حرز الأماني، ص۳۱ مذاهبهم فی القراء ت شعر نمبر۳۴۵]

اور امام جزری رحمہ اللہ نے بھی المنجد المقرئین، ص۴ میں یہی بات کہی ہے۔

تو معلوم ہوا کہ قراءت میں قیاس کو یا اپنے اختیار کو بالکل بھی دخل نہیں بلکہ اس بات پر اتفاق ہے کہ قرآن مجید کی کسی آیت یا حرف کو اپنی مرضی سے بدل کر پڑھنا حرام ہے ایسا فعل کرنے والا دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ جن پر یہ کتاب نازل ہوئی وہ بھی اس بات کی اجازت نہیں رکھتے تھے، چہ جائیکہ کوئی امتی خواہ قریشی ہو یا غیر قریشی۔

فرمانِ ربانی ہے:

﴿ قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْ أَنْ أُبَدِّلَهُ مِنْ تِلْقَائِيْ نَفْسِيْ ﴾ [یونس:۱۵]

''کہیے یہ میرے بس میں نہیں کہ اپنی مرضی سے اس قرآن کو تبدیل کروں۔''

﴿وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الأَقَاوِيْلِ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ﴾

''اور اگر (نبی ﷺ) نے خود گھڑ کر کوئی بات ہماری طرف منسوب کی ہوتی تو ہم اس کو دائیں ہاتھ سے پکڑ لیتے اور اس کی رگ گردن کاٹ ڈالتے۔'' [الحاقة:۴۴،۴۵]

رہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ والی روایات کہ جس طرح چاہے پڑھ لو بشرطیکہ آیات رحمت و عذاب خلط ملط نہ ہوں۔ تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ اپنی مرضی سے جو چاہے پڑھ لو بلکہ اس کا مطلب ہے کہ ان منزّل حروف میں سے جس پر چاہے پڑھ لو صحیح ہے۔ جیسا کہ دیگر روایات میں اس کی وضاحت۔ (أصابوا، أصبت السنة، كلها شاف كاف، هكذا أنزلت وغيره)

کیا اِجازت ابتداء میں تھی اب عذر نہیں رہا؟

ڈاکٹر صالح صبحی کے حوالے سے لکھا ہے کہ ابتداء میں حضور ﷺ نے بچوں، بوڑھوں کا خیال رکھتے ہوئے مختلف قراءات میں پڑھنے کی اجازت دی تھی۔

ملخصاً بات یہ ہے کہ حضور ﷺ نے احرف سبعہ کی درخواست اُمت کے لئے کی تھی نہ کہ مکی یا مدنی لوگوں کے واسطے، اور امت میں تا قیامت آنے والے لوگ شامل ہیں۔ آج بھی یہ عذر موجود ہے اور اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ یہ اجازت تا قیامت باقی رہنی چاہئے ویسے بھی اصول فقہ کا قاعدہ ہے۔

"عذر الماضين حجة الباقين"

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حصولِ قرآن کی صورت

نبی ﷺ کے زمانہ میں زیادہ تر قرآن مجید سن کر حاصل کیا جاتا تھا اور تحریری صورت میں کم نقل کیا جاتا تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے اس وقت اتنے لوگ پڑھے لکھے نہ تھے جس کا آپ کو بھی اعتراف ہے۔ صحابہ اکثر قرآن رسول اللہ ﷺ سے سنتے اسی کو یاد کر لیتے۔ اگر چہ آپ ﷺ پر جب بھی کوئی وحی نازل ہوتی تو آپ اس کو لکھوا کر بھی محفوظ کرواتے تھے۔ یہ ایک مستزاد حفاظت کا طریقہ تھا۔ اصلاً قرآن سن کر ہی حاصل کیا جاتا تھا کیونکہ نقل قرآن میں تلقی بالمشافہ ضروری ہے۔

عرضہ اُخیرہ اور کتابتِ قرآن کا مسئلہ

یہ بات معروف ہے جیسا کہ کتب حدیث میں اس کی وضاحت ہے کہ آپ ﷺ نے عمر کے آخری سال میں خلاف معمول جبرئیل سے دو مرتبہ دور کیا اس سال کئی قراءات منسوخ کر دی گئیں اور جو باقی رکھی گئیں آج تک تواتر سے محفوظ و ثابت ہیں۔ مضمون نگار کا یہ کہنا ''حالانکہ اس وقت قرآن مکمل ضبط تحریر میں آچکا تھا'' تو ہم یہ سوال کرتے ہیں کہ کیا کسی چیز کی تنسیخ اس کی تحریر کے بعد ممکن نہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے جب صلح حدیبیہ اور میثاق مدینہ وغیرہ کو منسوخ قرار دیا تو وہ تحریری شکل میں موجود تھے۔ لہٰذا یہ کہنا کہ ضبط تحریر کے بعد قرآن مجید میں حیات رسول ﷺ میں نسخ ناممکن تھا غلط ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور جمع و تدوین قرآن

اس بات کو سمجھنے سے پہلے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حیثیت جامع القرآن کے حوالے سے واضح کرتے ہیں۔ قرآن مجید نبی ﷺ کی زندگی میں تحریری شکل میں موجود تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کو دفتین میں جمع کروایا پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سامنے جب اختلاف قراءت کا مسئلہ پیش کیا گیا قرآن مجید کو اس مصحف سے جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جمع کروایا تھا، سے مزید نقول تیار کروائیں اور مختلف دیار امصار میں روانہ کر دیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو جامع القرآن کے حوالے سے غیر معمولی حیثیت حاصل ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اُمت کو ایک رسم الخط پر جمع کیا نہ کہ ایک قراءت پر جمع کیا، کیونکہ صحیح بخاری وغیرہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا یہ قول ہے «إِذَا اخْتَلَفْتُمْ أَنْتُمْ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ فَاكْتُبُوْا بِلِسَانِ قُرَيْشٍ» ''یعنی اگر قراءت کی کتابت کے بارے میں اختلاف ہو تو لغت قریش کے موافق کتابت کردو'' اس روایت کا پس منظر بھی حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں نقل کیا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے وہ رسم الخط اختیار کروایا جو نقطوں اور اعراب کے بغیر تھا۔ لہٰذا یوں آپ رضی اللہ عنہ نے اُمت کو ایک بہت بڑے فتنے سے بچایا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے جمع کردہ مصحف سے عین وہی نقول تیار کروا کر ماہر قراء کے ساتھ علاقوں میں روانہ کیا تا کہ لوگ اگر کہیں اختلاف پائیں تو اس کے موافق اس کو درست کر لیں۔

چھ حروف کے جلانے کی نسبت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف بالکل غلط ہے۔ ابن حزم نے لکھا ہے کہ اگر عثمان رضی اللہ عنہ اور اسکے ساتھی اس طرح کرتے (یعنی چھ حروف کو جلا کر منسوخ کر دیتے) تو وہ کافر ہو جاتے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَحرف سبعہ اور قراءات الگ الگ چیزیں ہیں؟

موصوف اس ضمن میں ڈاکٹر صالح صبحی کی رائے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ان کی نظر میں احرف سبعہ اور چیز ہیں اور سات قراءتیں مختلف شے ہیں۔

ہم اس ضمن میں صرف اتنا عرض کریں گے کہ جو حدیث آپ نے عمرو ہشام والی نقل فرمائی ہے اگر آپ اس پر ہی غور کرتے (جو شاید بغض حدیث کی وجہ سے نصیب نہ ہوا) تو معلوم ہو جاتا کہ احرف سبعہ اور قراءت سبعہ کوئی الگ الگ چیز نہیں ہیں کیونکہ اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں: قرأ علی حروف لم یقرئنیها رسول اللہ اس حدیث میں حرف اور قراءت ایک معنی میں استعمال ہوا ہے۔ فافهم

تعریف اَحرف سبعہ

قراءات پر تنقید کرنے کا شوق ہے، لیکن موصوف کو اتنا علم نہیں کہ لفظ قراءت کا رسم کیا ہے اپنے مضمون میں جتنی دفعہ انہوں نے اس لفظ کو استعمال فرمایا وہ 'قرأت' لکھا حالانکہ اس کا رسم 'قراءت' ہے۔ تو ہم موصوف کے اس اعتراض احرف سبعہ کی تعریف متعین نہ ہوسکی کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔ موصوف لکھتے ہیں:

''جس نظریے کی متعین تعریف ڈیڑھ ہزار برس میں نہیں ہوسکتی اسے عقیدہ کا درجہ دینا کہاں کی دانشمندی ہے۔''

یہ بات بھی شاید ان کی علم قراءات سے ناواقفیت پر مبنی ہے کیونکہ قراءات قرآنیہ کی تمام مختلف تعاریف کو دیکھ لیں تو ان میں ایک ہی بات نظر آتی کہ اس سے مراد قرآنی کلمات کی وہ ادائیگی ہے جو رسول اللہ ﷺ سے سن لینے کی بنا پر تھی محض کسی کا قیاس یا اپنی مرضی اس میں نہ تھی۔ ہم ذیل میں مختلف علماء قراءات نے جو تعریفات لکھی ہیں، ان میں سے چند ایک کا ذکر کرتے ہیں۔

① امام جزری رحمہ اللہ منجد المقرئین ص۳ پر لکھتے ہیں:

"القراء ات علم بكيفية أداء كلمات القرآن واختلافها بعزو الناقلة"

''یعنی علم قراءات ایسے علم کو کہتے ہیں کہ جس میں کلمات قرآنیہ کے ادا کی کیفیت اور اس کا اختلاف (جو تنوع کے قبیل سے ہوتا ہے) معلوم کیا جاتا ہے جو کہ متصل بالناقل ہوتا ہے۔''

② علامہ دمیاطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"علم يعلم منه إتفاق الناقلين لكتاب الله تعالىٰ واختلافهم فى الحذف والتحريك والتسكين والفصل والوصل وغيره ذلك من هيئة النطق والإبدال وغيره من حيث السماع"

[اتحاف فضلاء البشر، ص۵]

''یہ ایسا علم ہے جس سے قرآن مجید کے ناقلین کا اتفاق واختلاف جانا جاتا ہے جو کہ حذف، تحریک، فصل وصل کے قبیل سے ہو اور اس کے علاوہ نطق کی کیفیت اور ابدال وغیرہ بھی جو کہ سماع پر موقوف ہے۔''

③ قاری فتح محمد صاحب پانی پتی 'عنایات رحمانی' [۱۳/۱] پر رقم طراز ہیں کہ:

علم قراءات اس علم کو کہتے ہیں جس میں کلمات قرآنیہ میں قرآن مجید کے ناقلین کا وہ اتفاق یا اختلاف معلوم ہو جو آنحضرت ﷺ سے سن لینے کی بنا پر اپنی رائے کی بناء پر نہیں۔

④ قاضی عبدالفتاح القاضی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"هو علم يعرف به كيفية النطق باالكلمات القرآنيه وطريق أدائها اتفاقاً واختلافاً مع عزو كل وجهٍ لناقله" [البدور، ص۵]

''قراءات کا علم وہ ہے جس میں کلمات قرآنیہ کے نطق کی کیفیت معلوم کی جاتی ہے اور قرآنی کلمات کی اتفاقی واختلافی ادا کا طریقہ کار معلوم کیا جاتا ہے لیکن ہر وجہ کی نسبت اس کے قائل (محمد) کی طرف ہوتی ہے۔''

ان تمام تعریفات سے جو کہ مختلف لوگوں نے مختلف ادوار میں کی ہیں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ قراءات سے مراد قرآنی کلمات کا اتفاق واختلاف ہے جو ناقلین نے محض رسول اللہ ﷺ سے نقل کیا ہے خود اس میں نہ کوئی اضافہ کیا ہے نہ کوئی کمی کی ہے۔

سبعہ احرف اور مضمون نگار طلوع اسلام کی رائے

اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ لیپا پوتی پروگرام ہے.....

آپ کو جب اقسام اختلاف قراءات دیکھنے کا موقع ملے گا تو آپ ششدر رہ جائیں گے کہ

① آپ کو اسماء کا اختلاف ملے گا ② افعال کا اختلاف دکھائی دے گا

③ اعراب کا واضح فرق ملے گا ④ الفاظ کی کمی وبیشی کا فرق تو عام ہے

⑤ کبھی مترادف الفاظ کے سبب معانی ومفہوم میں خاص تبدیلی نہیں ہوتی اور کبھی معانی یکسر بدل جاتے ہیں۔

⑥ تقدیم وتاخیر کا فرق ⑦ لہجے کا فرق

⑧ حروف جارہ وعاطفہ کسی قراءت میں محذوف ہوجاتے ہیں تو کسی قراءت میں باقی دکھائی دیتے ہیں۔

فاضل مضمون نگار نے تقریباً سات قسم کے فرق کا ذکر کیا ہے جو درج ذیل ہیں:

①اسماء کا اختلاف ②افعال کا اختلاف ③کمی وزیادتی ④تقدیم وتاخیر

⑤لہجے کا اختلاف ⑥اعراب کا اختلاف ⑦معنی کی تبدیلی کا ہونا یا نہ ہونا۔

یہ تمام اختلاف معمولی فرق کے ساتھ انہی سات اقسام پر منحصر ہیں جو ہم نے سبعہ احرف سے کیا مراد ہے، میں بیان کیا۔ یہ سات قسم کا اختلاف مضمون نگار کے ''قرآن اصلی'' میں بھی موجود ہے۔ جو کہ مندرجہ ذیل ہے:

① لفظ کی تبدیلی يُقَتِّلُوْنَ [الاعراف:۱۴۱] کی جگہ يُذَبِّحُوْنَ [البقرة:۴۹]

فَانْفَجَرَتْ [البقرة:۶۰] کی جگہ [الاعراف:۱۶۰] میں فَانْبَجَسَتْ

② **تقدیم وتاخیر**: وَاتَّقُوْا يَوْمًا... وَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ [البقرة:۴۸] جب کہ البقرہ ہی کی آیت:۱۲۳ میں وَاتَّقُوْا يَوْمًا... لَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ ... لَقَدْ وُعِدْنَا نَحْنُ وَاٰبَاؤُنَا هٰذَا مِنْ قَبْلُ [المؤمنون:۸۳] جب کہ سورۃ النمل آیت:۶۷ میں لَقَدْ وُعِدْنَا هٰذَا نَحْنُ وَاٰبَاؤُنَا مِنْ قَبْلُ ...

③ **کمی وزیادتی**: ہر جگہ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ .....مگر سورہ توبہ آیت نمبر ۱۰۰ میں حذف من کے ساتھ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ ہر جگہ كَانُوْا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ، لیکن سورۃ آل عمران آیت ۱۱۷ میں حذف كَانُوْا کے ساتھ وَلٰكِنْ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ... وَاِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ لیکن زخرف آیت ۶۴ میں اِنَّ اللّٰهَ هُوَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ... ہر جگہ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ یا وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ لیکن صرف دو جگہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ

اسماء کا اختلاف

دِيَارِهِمْ ھود۴۴+ ۶۷ میں جمع جب کہ باقی ہر جگہ دَارِهِمْ واحد

④ **اعراب کا اختلاف**: إِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصَّابِئُوْنَ [المائدۃ:۶۹]، لیکن سورہ حج آیت ۱۷ میں إِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصَّابِئِيْنَ وَالنَّصَارٰى

عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيْطٍ یہاں عذاب، محیط کی صفت ہونے کی وجہ سے مرفوع ہونا چاہئے تھا، لیکن قربت کی وجہ سے اس کو جر دی گئی اور عَذَابُ يَوْمٍ أَلِيْمٍ بھی اس قبیل سے ہے۔

نوٹ: اس تقریر میں اَرْجُلَكُمْ بفتح اللام و بكسر اللام کا جواب بھی موجود ہے۔

⑤ **حرکت کی تبدیلی**: اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِنْ ضَعْفٍ .(بفتح الضاد وبضم الضاد) دونوں قراءاتیں ہیں۔

⑥ **لہجات کا اختلاف**: قرآن مجید میں بے شمار یائی اور رائی کلمات ہیں لیکن امالہ صرف ایک کلمہ مَجْرٖهَا [ھود۴۱] میں ہے۔

میم جمع میں ہر جگہ عدم صلہ لیکن اَنُلْزِمُكُمُوْهَا، فَاَسْقَيْنٰكُمُوْهُ میں صلہ۔ ہائے ضمیر میں ہر جگہ عدم صلہ مگر وَيَخْلُدْ فِيْهِ مُهَانًا [الفرقان:۶۸] میں صلہ۔ ہر جگہ ہمز تین میں تحقیق (ماسوائے ءَ الذَّكَرَيْنِ ءَ اللّٰهُ ، ءَ الْئٰنَ) لیکن ءَ اَعْجَمِيٌّ [حم السجدۃ:۴۴] کے دوسرے ہمزہ میں تسہیل۔ ادغام کبیر مثلین صرف چند کلمات میں ہے، لیکن أَظْلَمُ مِمَّنْ جیسے بے شمار کلمات میں ادغام نہیں ہے۔ یہ تمام قسم کا فرق اختلاف قراءات پر دلالت نہیں کرتا تو اور اس سے کیا سمجھ آتی ہے، کیا ہم اس کو اللہ کے کلام میں معاذ اللہ نقص شمار کریں؟ کیا یہ لوگوں کے عمل دخل سے رونما ہوا ہے یا کاتبوں کی غلطی ہے یقیناً یقیناً نہیں تو پھر ماجرا کیا ہے؟

رہی بات ولا محدث، إلى أجل مسمى، والذكر والأنثى، والصلاة الوسطى صلوة العصر جیسی دیگر مثالیں تو اس کا مندرجہ ذیل جواب ہے:

① یہ وضاحتی کلمات تھے۔

② اگر یہ قرآن تھے بھی تو منسوخ کر دیئے گئے جس کی دلیل یہ ہے کہ مصاحف عثمانی کو ان الفاظ سے خالی رکھا گیا۔

③ قبول قراءات کا جو ضابطہ ہے کہ مصحف عثمانی رسماً یا احتمالاً اس کا متحمل ہو ان میں نہیں پایا جاتا۔ آپ جناب کا قراءات کے حوالہ سے اس قدر وسیع وعریض مطالعہ ہے کہ اس بات کا بھی علم نہیں کہ ضابطہ قراءت کیا ہے۔ جب کہ قراءات پر تنقید کا شوق جناب کے من میں سمایا ہوا ہے۔

رہی بات معنیٰ کی تبدیلی کے واقع ہونے یا نہ ہونے کے بارہ میں تو اس ضمن میں ہم علامہ جزری کی تقریر پیش کرتے ہیں۔ مگر اس سے پہلے ہم یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ ''اختلاف قراءت میں اختلاف ضدیت اور تناقض کا نہیں ہوتا بلکہ تنوع اور تغایر کا ہوتا ہے، کیونکہ یہ ممکن نہیں کہ مالک کائنات کے کلام میں تضاد و تناقض ہو۔ ﴿لَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا﴾ [النساء:۸۲]

امام موصوف فرماتے ہیں کہ مصداق کے اعتبار سے قراءات کی تین اقسام ہیں:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

1. **لفظ تبدیل ہو مگر معنی تبدیل نہ ہو۔** مثلاً السراط، علیھم، علیھُمْ، یحسِبُ یَحْسَبُ
2. **لفظ اور معنی کی تبدیلی کے باوجود مصداق ایک ہو۔** مثلاً مٰلك و ملك دونوں اللہ کی صفات ہیں اس لئے کہ وہ قیامت کے دن کا مالک اور بادشاہ بھی ہے اس دن تمام مجازی سلطنتیں ختم ہو جائیں گی۔
3. **لفظ و معنی میں تبدیلی کے ساتھ ساتھ مصداق بھی جدا جدا ہو۔** لیکن کوئی ایسی توجیہ ضرور موجود ہوتی ہے جو دونوں کو متحد کرتی ہے اور تضاد پیدا نہیں ہونے دیتی مثلاً وَظَنُّوْا أَنَّھُمْ کُذِبُوْا... بالتخفیف... وکُذِّبُوْا ... بالتشدید پہلی قراءت میں ظن گمان کے معنی میں ہے۔ معنی یہ ہوگا کہ کفار کو وہم ہو گیا تھا کہ رسولوں نے جو خبریں ہمیں دی ہیں ان میں ہم سے جھوٹ بولا گیا ہے (لہٰذا ہم ایمان نہیں لاتے) اور دوسری قراءات میں ظن بمعنی یقین ہوگا۔ تو معنی یہ ہوگا کہ رسولوں نے یقین کر لیا کہ اب ان کی قوم ایمان نہیں لائے گی۔ دوسری صورت میں قوم کے لوگوں کے ایمان لانے کی ہی تردید ہے لہٰذا کوئی تضاد اور تناقض نہیں۔

تو معلوم ہوا کہ کسی بھی قراءت میں معنی مراد الٰہی کے خلاف نہیں، کیونکہ تمام قراءات منزل من اللہ اور لوگوں کے عمل دخل سے محفوظ ہیں۔ والحمد للہ علی ذالك

صحابہ کرام اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے مصاحف کا مختلف ہونا

اس کے جواب میں ہم اتنا کہیں گے آپ نے یقیناً تبیان القرآن لسعیدی پڑھی ہوگی پھر اس کا مطالعہ فرمائیں۔ آپ نے اس سے مطلب کی بات لے لی اور باقی کو چھوڑ دیا۔ اس میں ہی [فتح الباری: ۸/۴۲+۴۳] کے حوالہ سے یہ بات لکھی ہوئی ہے۔ یہ روایات باطلہ ہیں اگر بالفرض صحیح ہوں تو ان کی توجیہہ یہ ہوگی کہ ابن مسعود کے نزدیک معوذتین کا قرآن ہونا ثابت تھا، لیکن ان کے نزدیک ان سورتوں کا قرآن میں لکھنا منقول نہ تھا اور رہی بات باقی صحابہ کے مصاحف کے مختلف ہونے کی تو اس بارہ میں بھی روایات صحت کے درجہ کو نہیں پہنچتیں۔

جعلی آیات اور کتب اسلاف

موصوف لکھتے ہیں:

''واضح رہے قرآنی آیات (جعلی آیات) کی تعداد اتنی ہی نہیں ہے۔ کتب اسلاف خیر سے اس خزانے سے بھری ہوئی ہیں اور کچھ نہیں تو کتاب المصاحف (مرتبہ ابوبکر عبداللہ بن ابی داؤد) کا ہی مطالعہ کر لیجئے چودہ طبق روشن ہو جائیں گے۔''

موصوف اس بات کے معترف ہیں کہ اسلاف نے قراءات کو قبول کیا بلکہ بھرپور انداز سے انہیں نقل بھی کیا۔ تمام محدثین و مفسرین نے قراءات کو قبول کیا اور ان سے مسائل اخذ کیے جو اس بات کی دلیل ہیں کہ ان کے ہاں قراءات حجت تھیں۔

قبول قراءات، اُمت محمدیہ اور منکرین کا افسوس

موصوف لکھتے ہیں.....:

''البتہ حیاتِ رسول اللہ ﷺ ایسی وقیع تصنیف کے مصنف جناب خالد مسعود نے یہ افسوسناک خبر سنائی کہ تیرہ سو برس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے بعد دوسری روایات مثلاً ورش، دوری، بصری، قالون میں مختلف ممالک اسلامیہ میں قرآن چھپے اور شمالی اور مغربی افریقہ کے بعض حصوں میں رائج ہیں اور باقی ساری دنیا کا وہی قرآن ہے۔'' [ملخصاً]

الحمدللہ اُمت اسلامیہ نزول قرآن سے لے کر آج تک قراءات ثابتہ متواترہ غیر منسوخہ کو قرآنی اعتقاد کے ساتھ قبول کرتی رہی ہے اور کر رہی ہے۔ مختلف روایات میں قرآن مجید کا چھپ کر امت اسلامیہ کے مختلف ممالک میں ان کے مطابق قراءات کرنا بھی اس بات کی دلیل ہے کہ قراءات امت اسلامیہ کے ہاں مسلم ہیں۔ باقی رہا آپ کا افسوس کرنا تو وہ بجا ہے، کیونکہ قرآن کی حفاظت پر آپ افسوس کے سوا اور کر بھی کیا سکتے ہیں۔

اگر قراءات واقعتاً من جملہ منسوخ ہو چکی تھیں یا ان کا نزول ہی نہ ہوا تھا تو ان ممالک کی اس جسارت پر ساری کی ساری امت کیوں خاموش تماشائی بنی رہی۔ کیا ایسا کرنے کے بعد ان کا ایمان باقی رہا؟ باقی اس پر مزید بحث آپ کی تحقیق عمیق کے بعد کی جائے گی۔

جامعین قرآن و ناشرین قرآن

لکھتے ہیں:

''پھر آپ ﷺ کی پیروی میں خلفاء راشدین نے قرآن مجید کی نشر و اشاعت کا فریضہ دل و جان سے ادا کیا۔ یقیناً صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس قرآن کو نشر کیا جو رسول اکرم ﷺ سے اخذ کیا اور عثمانؓ نے بھی وہی قرآن نشر کیا جو رسول اللہ ﷺ سے اَخذ کیا اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس قرآن کو سات حروف پر نازل کیا گیا ہے۔ اب یہ نظریہ و عقیدہ رکھنا کہ عثمان نے چھ حروف جلا دیئے تھے کیا ان سے محبت کا اظہار ہے کتاب المصاحف میں حضرت علیؓ سے نقل ہے کہ واللہ تم عثمان کے متعلق ماسواء خیر کے کچھ نہ کہو۔ انہوں نے وہی کیا جو ابوبکر و عمرؓ و رسول اللہ ﷺ نے کیا۔''

قبول حدیث کا 'معیاری' اصول

کہ حدیث کو قرآن پر پیش کرو اور پھر دیکھو اگر قرآن کے مطابق ہو تو قبول کر لو وگرنہ چھوڑ دو۔

اس حدیث کے متعلق امام خطابی کی معالم السنن، ج ۴، ص ۲۹۹ پر جو بحث موجود ہے ملاحظہ فرمائیں اور یہی جواب سمجھیں۔''وأما ما رواه بعضهم أنه قال إذا جاء كم الحديث فأعرضوه على كتاب الله فإن وافقه فخذوه وإن خالفه فدعوه فإنه حديث باطل لا أصل له وقد حكى زكريا بن يحيىٰ الساجى عن يحيىٰ بن معين أنه قال هذا حديث وضعته الزنادقة، قلت: وقد روى هذا من حديث الشاميين عن يزيد بن ربيعه عن أبى الأشعث عن ثوبان ويزيد بن ربيعه هذا مجهول ولا يعرف له سماع من أبى الأشعث وأبو الأشعث لا يروى عن ثوبان وإنما يروى عن أبى أسماء الرحى عن ثوبان اور اسی طرح جامع بیان العلم وفضلہ، ص ۴۸۵ میں اس حدیث پر ابن عبدالبر نے اہل علم کا نقد نقل کیا ہے۔

ایک طرف تو آپ صحیح احادیث جن کے رواۃ بھی انتہائی مستند ہیں کو رد کر رہے ہیں اور دوسری طرف موضوع روایات جن کی کوئی اصل نہیں جنہیں زنادقہ نے وضع کیا ان سے قرآن فہمی اور اخذ حدیث کے اصول وضع فرما رہے ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اِفادات: قاری محمد طاہر رحیمی☆
جمع وترتیب: قاری محمد صفدر☆☆

منکر قراءات علامہ تمنا عمادی کے نظریات کا جائزہ

علم قراءات کو اردو زبان میں منتقل کرنے میں پانی پتی سلسلہ کے مشائخ قراءات کی خدمات برصغیر کی تاریخ میں ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی۔ اس سلسلہ کی نمایاں شخصیات (شیخ المشائخ قاری محی الاسلام عثمانی پانی پتی رحمہ اللہ، شیخ القراء قاری محمد فتح اعمی پانی پتی رحمہ اللہ، شیخ القراء قاری رحیم بخش پانی پتی رحمہ اللہ اور شیخ القراء قاری محمد طاہر رحیمی رحمہ اللہ) کے نام اپنی عظیم خدمات کی بنا پر آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ ان مشائخ میں آخر الذکر اس اعتبار سے فائق ہیں کہ علم تجوید وقراءات کے علاوہ دیگر علوم میں بھی مہارت تامہ رکھتے تھے۔ درس نظامی، عالمیہ کے امتحانات میں انہوں نے 'وفاق المدارس العربیہ' میں پاکستان بھر میں اَول پوزیشن حاصل کی۔ اسی وجہ سے علمِ قراءات کے تعارف، حجیت وثبوت وغیرہ پر انہوں نے مفصلاً قلم اٹھایا۔ کشف النظر اردو ترجمہ کتاب النشر کا ساڑھے چار سو صفحات پر لکھا گیا مقدمہ ہو یا علامہ تمنا عمادی کے انکارِ قراءات کے نظریات کا تفصیلی رد، ان کی قابلیت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

مجلس التحقیق الاسلامی کے رفیق کار جناب قاری محمد صفدر حفظہ اللہ نے علامہ تمنا عمادی کی کتاب 'اعجاز قرآن واختلاف قراءات' پر شیخ القراء قاری طاہر رحیمی رحمہ اللہ کی تقریباً ہزار صفحات پر مشتمل مفصل کتاب 'دفاع قراءات' کی قارئین رشد کے لیے یوں تلخیص کردی ہے کہ علامہ تمنا کے نمایاں اعتراضات وشبہات کا شافی جواب سامنے آگیا ہے۔ تفصیلی نقد کے شائقین اصل کتاب کی طرف رجوع فرما سکتے ہیں۔ [ادارہ]

اللہ تعالیٰ کی یہ سنت ماضیہ ہے کہ اس نے انسانوں کی رشد وہدایت اور راہنمائی کے لیے انبیاء کا سلسلہ جاری فرمایا اور انہیں تعلیمات سے نوازا تاکہ وہ بغیر کسی ٹیڑھ اور کج رَوی کے لوگوں کو ظلمت کے گھٹاٹوپ اندھیروں سے نکال کر ہدایت اور روشنی دکھائیں۔ اس سلسلہ کی آخری کڑی جناب محمد رسول اللہ ﷺ کو قرآنی معجزہ کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ یہ ہر دور کے لوگوں کی روِش رہی ہے کہ انہوں نے تعلیمات انبیاء کا انکار اور استہزاء کیا۔ جب آپ ﷺ نے اپنی نبوت کا اِعلان کیا اور مشرکین مکہ پر قرآن پیش کیا تو وہ آپ ﷺ کے درپے ہوگئے اور آپ کی تعلیمات کا انکار کرنے کے لیے طرح طرح کے حیلے بہانے تراشنے لگے، کبھی تو آپ ﷺ کی ذات مبارکہ پر طعن وتشنیع کرتے ہوئے آپ کو مجنون، جادوگر اور مخبوط الحواس کہا اور کبھی انکار قرآن کے لیے اسے اَساطیر الاولین، اَقوام عالم کے قصے کہانیاں اور اختراعی باتیں قرار دیا، لیکن وہ اپنے ارادوں میں ناکام رہے۔

☆ پاکستان میں علم قراءات کے پانی پتی سلسلہ کے بانی استاد.....مصنف کتب کثیرہ
☆☆ مدرس کلّیۃ القرآن، جامعہ محمدیہ، لوکو ورکشاپ، ورکن مجلس التحقیق الاسلامی، لاہور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کفر کی پیشانی پہ ہے خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

جس طرح ماضی میں اعداء اسلام نے قرآن اور اس کی تعلیمات کو تارِ عنکبوت ثابت کرنے کی سعی لاحاصل کی۔ اسی طرح موجودہ زمانہ میں بھی مستشرقین نے اپنی بھرپور کوشش اور وسائل کو صرف کیا جس کی وجہ سے چند ضعیف الاعتقادات اور سطحی علم رکھنے والے ''علامہ صاحبان بھی ان باطل نظریات وعقائد کے نہ صرف حامی ہوئے بلکہ ان کی ترویج و اشاعت میں بھی اپنا بھرپور کردار ادا کیا۔ انہی میں سے ایک علامہ تمنا عمادی ہیں جنہوں نے اس کارِ خیر میں اپنا حصہ ڈالتے ہوئے 'جمع قرآن اور اعجاز القرآن' نامی کتب تحریر کیں لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں خاب وخاسر اور ناکام ونامراد کرنے کے لیے ایسے افراد پیدا کئے، جنہوں نے قرآن اور اس کے متعلقہ علوم معارف کو خوب اَحسن طریقے سے لوگوں کے سامنے واضح کیا۔

ان کتب میں موصوف نے قراءاتِ قرآنیہ کو باطل ثابت کرنے کے لیے کبھی تو انہیں اختراع قراء کہا اور کبھی ناقلین پر جرح کی اور کبھی روایات جمع وتدوین قرآن اور اَحادیث سبعہ اَحرف کو روافض وملاحدہ کی طرف سے وضع کردہ قرار دیا۔ زیرِ نظر مضمون میں ہم انہی کے اعتراضات کا جائزہ پیش کریں گے۔ موصوف کے اِعتراضات بنیادی طور پر دو طرح کے ہیں:

① قراءاتِ قرآنیہ اختراع روافض وملاحدہ ہیں۔
② قراء وناقلین قراءات پر جرح۔

ذیل میں ہم انہی کو بیان کرتے ہیں:

پہلی قسم کے اعتراضات اور ان کے جوابات

قراءاتِ قرآنیہ کے موضوع ہونے کے دلائل دیتے ہوئے کہتے ہیں:

❶ مصاحف کا غیر منقوط اور غیر معرب ہونا اختلاف قراءات کی دلیل نہیں بن سکتا اور یہ کہنا غلط ہے کہ قرآنی نقاط واِعراب بعد کی ایجاد ہیں۔ اگر نقطے بعد میں ایجاد کئے گئے تو عرب متشابہ الصور حروف میں تمیز کیسے کرتے تھے۔ جب عربی حروف وضع کئے گئے اسی وقت سے نقطے بھی وضع کئے گئے ہیں، کیونکہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے سب سے پہلے نقطے عامر بن جدرہ نے وضع کئے اس قول کو ابن ندیم نے الفہرست ص ۷ میں نقل کیا ہے، اسی طرح عثمان جنی نے أمالي میں عہد جاہلیت کا ایک شعر بطورِ استشہاد نقل کیا ہے کہ نقطے پہلے سے ہی ہیں۔ وہ شعر یہ ہے:

رعتني بسهم نقطت منه جفتني
وإذ نفطت عين نذرف كالغين

اس کام کے کرنے کے نسبت حجاج جیسے فاسق فاجر کی طرف کی جاتی ہے اور ایسے آدمی سے اسلام کے لیے خیر کی کیسے توقع کی جاسکتی ہے۔؟ [ملخصاً اعجاز القرآن]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جوابات

مذکورہ بالا اعتراضات کے جواب مندرجہ ذیل ہیں:

① قرآن مجید کے لفظ اور اعراب کی موجودہ شکل قطعاً قبل از اسلام موجود نہ تھی اور اس بات کا جناب کو بھی اِعتراف ہے۔علامہ موصوف اپنی کتاب 'إعجاز القرآن' میں جہاں مصاحف کا تعارف کرواتے ہیں وہاں جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مصحف کا تعارف پیش کیا تو اس میں یہ بات لکھی ہے کہ اس مصحف پر جسے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ سے تحریر کیا تھا،اعراب موجودہ شکل میں نہیں بلکہ سرخ روشنائی سے نقطوں کی صورت میں لگے ہوئے ہیں۔

[إعجاز القرآن]

② علامہ عبدالعظیم زرقانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''یہ بات معروف ہے کہ مصاحف عثمانیہ نقطوں سے خالی تھے اس کی وجہ یہ تھی کہ تمام منقول وجوہ قراءات اس سے اَخذ کی جاسکیں۔اگرچہ وضع نقاط میں مؤرخین کا اختلاف ہے،لیکن یہ بات بالکل درست ہے کہ مصاحف میں موجودہ نقطوں کا کام عبدالملک بن مروان کے عہد میں ان کے حکم سے حجاج بن یوسف نے،یحییٰ بن یعمر اور نصر بن عاصم سے لگوائے۔'' [ملخصاً مناهل العرفان:۱/۳۹۹،۴۰۰]

③ علاماتِ اعراب کے متعلق علامہ زرقانی رحمہ اللہ کا قول:

''اس بات پر مؤرخین کا اتفاق ہے کہ عرب اولاً حروف وکلمات کے اِعراب سے ناآشنا تھے وہ زبان دانی میں ماہر تھے۔اس لیے اس کی ضرورت محسوس نہ کرتے تھے۔ہاں جب عجمی مسلمان ہوئے تو قرآن ولغت قرآن پر زیادتی کرنے لگے اور ابوالاسود الدؤلی والا واقعہ بیان کیا ہے کہ انہوں نے ایک آدمی کو "إن الله برئ من المشركين ورسوله" غلط پڑھتے سنا تو زیاد کے حکم کو بجالاتے ہوئے زبر،زیر اور پیش وغیرہ کی علامات مقرر کیں جو نقطوں پر مشتمل تھیں۔بعد میں عبدالمالک بن مروان نے اِعراب اور نقطوں کی موجودہ صورتیں وضع کروائیں۔ [ملخصاً مناهل:۱/۴۰۱،۴۰۰]

④ خزينة الاسرار ص۱۴ میں روح البيان کے حوالہ سے بھی یہی بات تاریخی پس منظر کے ساتھ موجود ہے۔صاحب اسرار نے باب قائم کیا ہے"أول من وضع الاعراب والنقط الذين فى المصاحف العظيم"

دلیل نمبر۲ کا جواب:

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ عربوں میں لکھے پڑھے افراد بہت کم تھے ان میں زیادہ تر حفظ پر اعتماد تھا (اور جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے وہ قدرت کی طرف سے ودیعت کردہ ملکہ کے ساتھ ان میں امتیاز کر لیتے تھے) جب ان کا عام معاملہ حفظ سے ہوتا تھا تو پھر نہ کتابت رہی نہ ممتاز کرنے کی ضروت پیش آئی۔دوسری بات یہ کہ اس وقت ان میں امتیاز کے لیے موجودہ نقطے استعمال نہیں کئے جاتے تھے بلکہ کسی کے شوشے کو موڑا ہوا ہوتا کسی کے شوشے کو بڑھایا ہوا ہوتا۔

دلیل نمبر۳:

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ نقطے حجاج نے خود نہیں لگائے بلکہ اس وقت کے علماء نے لگائے۔دوسری بات یہ کہ نقطے حجاج کے حکم پر نہیں عبدالملک بن مروان کے حکم پر لگوائے گئے۔حجاج محض سرکاری نگران تھا۔اگر حجاج نے لگائے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یا لگوائے ہوں تب بھی اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا، اگر یہ کام غلط ہوتا تو اس وقت کے علماء اس کی ضرور مخالفت کرتے کہ اس نے قرآن میں معاذ اللہ تحریف لفظی یا معنوی کی ہے۔ بھلے حجاج جیسا آدمی بھی ہو، لیکن اللہ تعالیٰ اس دین کی نصرت کبھی فاسق آدمی سے بھی کرواتے ہیں، جس طرح شیطان نے آیۃ الکرسی کا وظیفہ بتایا۔

تیسری بات یہ کہ ایک طرف تو محترم سعید بن جبیر اور عاصم بن ابی النجود کے اقوال کی بنا پر حجاج کو فاسق بنا رہے ہیں اور دوسری طرف جب قراء پر جرح کرتے ہیں تو اسی فاسق آدمی (بقول ان کے) کی جرح سے مذکورین کو مجروح قرار دیتے ہیں۔

دلیل نمبر۴: شعر جاہلی:

موصوف نے اپنی اس بات کی ایک دلیل یہ دی ہے کہ کتاب 'الامالی' میں ابن جنی متوفی ۳۹۳ھ نے بھی ابتداء سے ہی عربی حروف پر نقطوں کا دعویٰ کرتے ہوئے دلیل کے طور پر یہ شعر نقل کیا ہے۔

رمتنی بسھم نقطت منه جفنتی

واذ نفطت عین نذرف کالعین

''جب کسی آنکھ پر نقطہ جیسا زخم لگا تو وہ بادل کے برسنے کی مانند رونے لگی۔''

جواب: اس شعر میں نقطہ کا ذکر ہے وہ موجودہ نقطوں کی بات نہیں ہے اور مزید یہ کہ نقطے صرف متشابہ حروف میں امتیاز کے لیے نہیں بلکہ اعتبار و محسوس کی علامات کے لیے بھی استعمال ہوتے ہیں۔

دلیل نمبر۵: ابن ندیم کا کہنا کہ عامر نے نقطے لگائے؟

سب سے پہلے تو ابن عباس رضی اللہ عنہ کے اس قول کی استنادی حیثیت کیا ہے؟ دوسرا یہ کہ اس قول کی صحت ثابت بھی ہوجائے تو صرف یہ کہا جاسکتا ہے کہ ایک مؤقف یہ بھی تھا، لیکن جمہور مؤخرین و محققین کے ہاں معتبر مذہب دوسرا ہے اور اس مؤقف کو بھی سامنے رکھا جائے تو اس میں حالیہ نقطوں کی بات نہیں ہورہی اور مزید یہ کہ تاریخی شواہد، آنحضرت ﷺ کے مکتوباتِ گرامی اور دیگر تحریرات بھی اس بات پر دلیل ہیں کہ اس وقت حروف نقطوں سے اور کلام اِعراب سے خالی ہوتی تھی۔

اِعتراض نمبر۲: اختلاف قراءت کا سبب مصاحف کا نقطوں اور اعراب سے خالی ہونا ہے نہ کہ رسول اللہ ﷺ سے منقول ہونا، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات لوگوں کے لیے مختلف نہیں ہوسکتیں۔

جواب: یہ عجیب منطق ہے کہ ایک طرف تو علامہ موصوف مصاحف کے نقاط و اعراب کے قائل ہیں اور دوسری طرف یہ بات کررہے ہیں کہ اختلاف قراءت نقطے و اعراب نہ ہونے کی وجہ سے پیدا ہوا۔ دوسری بات یہ کہ اختلاف قراءت اگر مصاحف کے خالی از نقاط و اعراب کے سبب وجود میں آیا تو اس طرح تو اور بہت سارے اختلاف ہوسکتے تھے اور رسم میں ان کی گنجائش بھی موجود تھی لیکن وہ اختلافات نہ کسی نے پڑھے اور نہ نقل کئے مثلاً سورہ بقرہ:۴۸ میں ہے۔﴿يَوْمَ لَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ﴾ اور اسی سورۃ کی آیت نمبر:۱۲۳ میں دیکھیں تو ﴿يَنْصُرُوْنَ﴾ ان کو نہ کسی نے ینفعھا اور نہ کسی نے تنصرون نقل کیا ہے۔

اس سے اور اس جیسی دیگر مثالوں سے یہ بات واضح ہوئی کہ اختلاف قراءت کا سبب مصاحف کا نقطوں سے خالی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہونا نہیں ہے بلکہ اس کے برعکس اختلاف قراءت کو سامنے رکھتے ہوئے قرآن کا خاص رسم اختیار کیا گیا۔ نیز یہ کہ اختلاف قراءت کا اصل مدار زبانی تلقین وتعلیم پر ہے جس کی زبردست دلیل یہ ہے۔قرآن مجید میں بے شمار ایسے کلمات ہیں جن میں ایک طرح سے زائد ادائیگی کے احتمالات ہیں لیکن انہیں صرف ایک طرح پڑھا گیا ہے اسی طرح بہت سے کلمات مرسومہ کا تلفظ رسم کے خلاف ہے مثلاً جآء ئ مثلاً 'الم' کیااس کو کبھی کسی نے الم پڑھا ہے لاذبحنّہ،کو کبھی کسی نے لا اذبحنہ پڑھا ہے،نہیں تو اس کا مطلب سوائے اس کے کیا ہے کہ اختلاف قراءت محض رسم پر منطبق نہیں ہوتا۔

اسی طرح وہ روایات جن میں صحابہ کے اختلاف قراءت کی بات ہے وہ بھی اس بات پر شاہد ہیں کہ رسم مصاحف کی وجہ سے اختلاف قراءت رونما نہیں ہوا بلکہ یہ تو اس سے بہت پہلے کی بات ہے کیونکہ مصاحف تو اس وقت موجود نہ تھے۔معلوم یہ ہوا کہ اختلاف قراءت مصاحف میں نقطے اور اعراب نہ ہونے پر منحصر نہیں ہے بلکہ صحیح سند اور سماع پر محمول ہے اس میں ذاتی رائے یا اجتہاد کو کوئی عمل دخل نہیں ہے۔جیسا کہ امام شاطبی قصیدہ شاطبیہ کے باب قراءات میں فرماتے ہیں۔

وما لقیاس فی القراء ۃ مدخل
فدونك ما فیه الرضا متکفلا

اور اسی طرح امام نافع اور ابوعمرو بصری سے بھی منقول ہے کہ اگر قراءات میں نقل و روایت کی پابندی نہ ہوتی تو میں فلاں حرف کو فلاں طرح اور فلاں کو فلاں طرح پڑھتا۔ [النشر:۱/۱۷،إبراز المعانی ص۴]

اعتراض نمبر۳:

اِختلاف قراءات کوفہ میں روافض کے ایجنٹوں نے گھڑ کر مختلف وضعی سلسلہ اَسانید کے ساتھ ان کو معروف کیا۔

جواب: قراءات اسلامی مراکز میں بطورِ حجت تسلیم کی جاتی تھیں۔

علامہ موصوف کے اعتراض کے پہلے حصے پر اگر غور کیا جائے تو یہ بات سمجھ آتی ہے کہ قراءات اسلامی مراکز میں بطورِ حجت شرعیہ اور قرآن کے تسلیم شدہ تھیں۔تب ہی تو لوگوں نے قراءات وضع کرنا شروع کیں تاکہ منقول قراءات کے مقابلہ میں خود ساختہ پیش کر کے اپنے مذموم مقاصد کو حاصل کیا جا سکے۔اگر قراءات حجت ہی نہ تھیں،ان کا کوئی وجود ہی سرے سے نہ تھا تو ان کو گھڑنے کی ضرورت ہی پیش نہ آتی، کیونکہ جب ایک نئی چیز جو غیر قرآن تھی، قرآن کے طور پر پیش کی جاتی تو لوگ اسے کیونکر قبول اور تسلیم کرتے؟

کیا مروجہ قراءات روافض اور ملاحدہ نے اپنے مقاصد کے لیے گھڑیں؟

اگر قراءات مروّجہ ملاحدہ رافضیوں نے اپنے مقاصد کے لیے گھڑی ہیں تو سوال یہ ہے کہ ان موجودہ قراءات سے ان کے کس عقیدہ کی تائید ہے؟ان کے کس مقصد کی تکمیل ہے؟ جواب نفی میں ہے۔جب ان کے مقاصد ان سے پورے نہیں ہو رہے تو پھر انہیں اس اختراع کا کیا فائدہ تھا؟ کیا وہ ایک لاحاصل اور بے مقصد چیز کے لیے ان کو گھڑتے رہے؟ معلوم ہوا کہ مروجہ قراءات اختراع روافض نہیں۔ ہاں ان کی خواہش اور تمنا ضرور یہ تھی کہ وہ منقول قراءت کو خلط ملط کر کے یا اختلاف قراءت کے نام پر اپنے مقاصد حاصل کریں،لیکن اس میں انہیں منہ کی کھانا پڑی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

❷ اگر قراءات من گھڑت تھیں تو اُمت نے ان کو قبول کیوں کیا؟

اگر واقعتاً بات ایسی تھی تو اُمت میں سے کسی شخص نے ان کا انکار کیوں نہ کیا؟ بلکہ محدثین اور مفسرین نے ان قراءات کو نہ صرف نقل کیا بلکہ ان سے مسائل بھی اَخذ کئے۔ تب سے اب تک اُمت میں قراءات کی غیر معمولی مقبولیت اور مقام اس بات کی واضح دلیل ہے کہ قراءات اختراع روافض نہیں بلکہ منزل من اللہ اور منقول عن الرسول ہیں۔

رسول کریم ﷺ کی بابت سے قرآن میں یہ بات کہی گئی کہ

﴿لَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ ۝ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ۝ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ﴾ [الحاقة:۴۴تا۴۶]

''یعنی اگر پیغمبر بھی کوئی بات گھڑ کر ہماری طرف منسوب کرتا تو ہم دائیں ہاتھ سے اس کی شہ رگ کاٹ دیتے۔''

اگر رسول قراءت گھڑے تو اس کا تو یہ انجام ہو اور اگر کوئی عام آدمی قراءات گھڑے تو کیا وہ احترام و اکرام سے نوازا جائے؟ قراءات اگر ان قراء نے گھڑی ہوتیں تو اللہ ضرور انجام سے دوچار کرتے۔

✳ قراءات مختر عہ کے شائع اور مقبول ہونے کے باوجود حفظ قرآن کا ربانی وعدہ اپنی جگہ قائم ہے؟

اگر قراءات گھڑی گئیں تھیں تو پھر اُمت کے ہاں انہیں یہ مقام کیسے ملا؟ آیا ان کے معروف اور شائع ہونے کے باوجود اللہ کا وعدہ ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُوْنَ﴾ سچا ہے؟ ﴿لَا يَأْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ﴾

✳ عدم تناقض قراءات کے منزل ہونے کی دلیل ہے؟

امام جزری اسی بات کو قراءات کے منزل ہونے کی زبردست دلیل گردانتے ہوئے فرماتے ہیں: آپ ﷺ کی نبوت اور قرآن کی صداقت پر یہ عظیم الشان اور واضح ترین قطعی دلیل ہے کہ قسم قسم کے اختلافات کے باوجود قراءات میں تناقض نہیں بلکہ ایک قراءت دوسری کی تصدیق اور تشریح کرتی ہے اور ہر سمجھدار یہ جانتا ہے کہ ایسا صرف کلام الٰہی میں ہی ہوسکتا ہے۔ [النشر:۵۲/۲]

اگر قراءات کلام انسان ہوتیں تو ان میں ضرور ضدیت اور تناقض ہوتا، کیونکہ فرمان ربانی ہے: ﴿لَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا﴾

✳ کیا اَسانید قراءات بھی گھڑی گئیں تھیں؟

سند دین میں انتہائی اہمیت کی حامل چیز ہے جیسا کہ صحیح مسلم کے مقدمہ میں ابن مبارک کا قول ہے:"لو لا الإسناد لقال من شاء ما شاء" تو سند ہمیشہ سے قراء اور محدثین کے ہاں بنیادی اور غیر معمولی اہمیت کی حامل رہی ہے۔ اس لیے اس کی جانچ پرکھ کے مختلف اصول وضوابط واضح کئے گئے۔ سو زبان سے کہہ دینا کہ قراءات اسناد گھڑی گئی ہیں اس کی کوئی دلیل نہیں۔ بلکہ ثبوت اسناد قراءات کے بہت سے دلائل ہیں۔ ثانیاً یہ کہ کسی بھی محدث ومقری کو اس بات کا علم نہ ہوسکا جو آپ پر القاء ہوا ہے۔

اعتراض: حدیث سبعہ پہلی صدی کے آخر یا دوسری کے شروع میں گھڑی گئی۔ نیز تیسری صدی ہجری سے قبل قراءات کا وجود نہ تھا صرف چند سازشی مصنفین شاذ و نادر اپنی کتابوں میں نقل کر دیتے تھے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب: اس اعتراض میں تین باتوں کا تذکرہ ہے:

① حدیث سبعہ موضوع ہے۔ کیا ثبوت قرآن ثبوت حدیث سے ہے؟

② قراءات تیسری صدی کے بعد کی ایجاد ہیں۔

③ تیسری صدی سے قبل چند سازشی لوگ نقل کرتے تھے۔

حدیث سبعہ اَحرف تقریباً بیس صحابہ کرام سے منقول اور مروی ہے [النشر :۲۱/۱] یہ حدیث ہر طبقہ اور ہر ہر دور میں حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہے۔ بلکہ صحابہ کے ہاں بھی متواتر تھی جیسا کہ مسند ابی یعلی الموصلی میں ہے کہ ایک دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو اللہ کا واسطہ دے کر اس حدیث کے متعلق پوچھا کہ کس کس نے آپ ﷺ سے یہ حدیث سنی ہے تو بے شمار لوگ کھڑے ہو گئے پھر فرمایا: میں نے بھی یہ حدیث آپ ﷺ سے سنی ہے۔

[مسند أبو یعلی :۱۵۳/۱، مسند عثمان نمبر۲]

نیز یہ کہ کئی محدثین مثلاً جزری نے موضوعات، امام مروزی نے 'علل الحدیث' اور امام دارقطنی نے 'العلل' کے نام سے موضوعات پر الگ الگ کتب تصنیف فرمائی ہیں، لیکن کسی نے بھی اس حدیث کو موضوعات میں شمار نہیں کیا۔ معلوم ہوا کہ حدیث سبعہ موضوع نہیں۔ جب حدیث سبعہ کو موضوع کہنا غلط ہے تو یہ بات واضح ہو گئی کہ جن اَحادیث میں مخاصمہ ہوا وہ عہد نبوی میں ہوا نہ کہ پہلی صدی کے آخر یا دوسری صدی کے شروع میں۔ تیسری صدی سے قبل بھی قراءات نقل کی جاتی تھیں بلکہ قراءات پر الگ مستقل کتابیں موجود تھیں۔ سب سے پہلے یحییٰ بن یعمر نے پہلی صدی میں ایک کتاب تالیف کی جس میں مصاحف عثمانیہ کے اِختلافات کو جمع کیا گیا۔ دوسری صدی میں اَبان بن تغلب کوفی متوفی ۱۴۱ھ نے القراءات، مقاتل بن سلیمان متوفی ۱۵۰ھ اور زائدہ بن قدامہ ثقفی متوفی ۱۶۱ھ نے بھی القراءات نامی کتاب لکھی۔ اسی طرح ابن عامر یحصبی متوفی ۱۱۸ھ نے اختلاف مصاحف الشام والحجاز والعراق نامی۔ حمزہ زیات متوفی ۱۵۹ھ نے القراءة اور ہارون نحوی متوفی ۱۷۰ھ نے القراءات نامی کتب تحریر کیں۔ [بحوالہ جبیرة الجراحات فی حجیة القراءات]

معلوم ہوا تیسری صدی سے قبل یہ چند لوگ نہ تھے بلکہ بہت سے لوگ تھے جو قراءات نقل کرتے تھے اور اپنی کتب میں انہیں تحریر بھی کرتے تھے۔

روایات جمع القرآن کا موضوع ہونا

'علامہ' صاحب نے قراءت کو مشکوک اور من گھڑت بنانے کے لیے ہر وہ کوشش کی جو ان سے قبل ملاحدہ اور مستشرقین نے بھی نہیں کی۔ موصوف کبھی تو حدیث سبعہ احرف کو موضوع اور من گھڑت قرار دیتے ہیں اور کبھی روایات جمع قرآن کو موضوع قرار دیتے ہیں۔

موصوف نے امام طبری کے قول 'چھ حروف کے ترک کر دینے'' کو بنیاد بنا کر قراءات کا انکار کیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ اگر جمع و تدوین قراءات والی ساری روایات ہی موضوع ہیں تو طبری کے قول کو انکار قراءت پر پیش کرنے کا جواز نہیں بنتا اور دوسری بات یہ کہ ایک ہزار سال میں کسی بھی محدث فقیہ اور عالم کو اس بات کا علم نہ ہو سکا، محدثین نے اپنی کتب میں جمع قرآن عہد نبوی، صدیقی اور عثمانی والی روایات نقل کیں ہیں۔ اسی طرح انہوں نے موضوعات کے لیے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الگ الگ کتب تحریر کیں وہ اس بات سے قطعاً بے خبر رہے کہ احادیث جمع قرآن موضوع ہیں۔ نہ جانے علامہ صاحب کے پاس وہ کون سا ذریعہ علم تھا جس سے انہیں معلوم ہوا کہ ایک ہزار سال سے زائد امت اسلامیہ گمراہی میں جکڑی ہوئی ہے لہٰذا مجھے ان کی راہنمائی کرنی چاہیے۔

* عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جمع عثمانی سے اختلاف کیا اور اپنے شاگردوں کو مصاحف تبدیل نہ کرنے کی تلقین کی۔

جواب: ایک طرف تو جناب کے ہاں روایات جمع القرآن موضوع ہیں اگر بقول آپ کے وہ روایات من گھڑت ہیں تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا اختلاف اور شاگردوں کو تلقین کرنے کے کیا معانی؟ دوسری بات یہ کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اگرچہ شروع میں ناراضی کا اظہار کیا جس کی کئی ایک وجوہات ہیں (جو کہ ہمارا موضوع نہیں) لیکن بعد میں جب انہیں حضرت عثمان نے بلایا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے شاگردوں سے فرمایا کہ وہ ہمارے امیر ہیں ان کی اطاعت ہم پر فرض ہے۔ [سیر:۱/۴۸۹] نیز جب انہیں اپنے رائے کے منفرد ہونے کا علم ہوا تو انہوں نے رجوع کرلیا تھا۔[سیر:۱/۴۸۸]

تیسری بات یہ کہ قراءات منقولہ متواترہ غیر منسوخہ کے تنوع کا تعلق مصحف ابن مسعود سے نہیں بلکہ یہ اختلاف وتنوع مصاحف عثمانیہ سے منقول ہے۔

دوسری نوعیت کے اعتراضات

علامہ صاحب نے قراءات کو ناقابل اعتبار اور موضوع بنانے کے لیے ائمہ قراءات پر بڑے شدومد کے ساتھ جرح نقل کی ہے۔ان کی نقل کردہ جرح کی اصل کیا ہے ہم اپنے مضمون کے اس حصہ میں اس پر روشنی ڈالیں گے۔

امام نافع پر اعتراضات:

امام موصوف پر مندرجہ ذیل اعتراضات اٹھائے گئے ہیں:

① ان کے استاد عبدالرحمٰن بن ھرمز موالی (آزاد کردہ غلام) ہیں۔

② نیز امام ابوجعفر استاد نافع کے شیخ ابن بالی ربیعہ مجہول الحال ہیں۔[ص۳۴۳، قاع]

③ ابن ھرمز کے استاد قراءت کے عالم نہیں۔

④ ابن ھرمز سے صرف نافع اکیلے نے نقل کیا۔

⑤ امام نافع کے ستر تابعین سے پڑھنے والی روایت میں ابوحمہ مجہول ہے اور ابوقرہ منفرد ہے۔یہ دونوں قاری نہیں تھے۔نیز نافع نے ابوقرہ کو اپنی قراءۃ کے متعلق تنہائی میں بتایا ہوگا؟

⑥ نافع کوفی ایجنٹ تھے جو مدینہ میں بٹھا دیئے گئے۔

⑦ نافع نے موالی ہونے کے ساتھ اکابر تابعین سے کسب علم نہیں کیا اور نہ ہی اکابر یا اَصاغر صحابہ کی اولاد نے ان سے پڑھا ہے بلکہ صرف اَعرج اور ابوجعفر سے عرضہ اَخیرہ نقل کیا۔

⑧ قراءت نافع کی سنت مخدوش ہے۔نیز کیا یہ قراءت نافع پڑھتے تھے؟

⑨ قراءت نافع مصاحف صحابہ کے موافق نہیں۔

⑩ مصر میں قراءت نافع نہ چل سکی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

⑪ بعض اکابرین کی طرف قراءت نافع کی مدح کی نسبت درست نہیں اور نہ ہی متاخرین کی مدح قابل اعتبار ہے۔

⑫ کسی مدنی نے امام نافع سے قراءات نہیں حاصل کی انہیں امامت کا عہدہ ان کی وفات کے ڈیڑھ سال بعد دیا گیا۔

⑬ امام نافع کی قراءت صرف دو گمنام (قالون اور ورش) نے ہی نقل کی۔

جوابات: یہاں ہم مذکورہ اعتراضات کے جوابات تحریر کرتے ہیں:

① **نافع اور ان کے اساتذہ کا موالی اعجام ہونا:**

سب سے پہلی بات تو یہ کہ قرآن کی کسی آیت، کسی حدیث یا محدثین وفقہاء میں سے کسی نے نقل قرآن کے لیے عربی ہونے یا آزاد ہونے کی شرط لگائی ہے؟ کیا آپ نے عجمیوں یا غلاموں کو قرآن کی تعلیم نہیں دی۔ اگر قرآن وسنت یا متقدمین نے یہ شرط نہیں لگائی تو اس اعتراض کی کیا حیثیت ہے؟ اس شرط کے برعکس شریعت میں بہت سے ایسے دلائل موجود ہیں جس سے ایسے تفرقے کی نفی اور حوصلہ شکنی ہوتی ہے۔

① ﴿يَاأَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَى وَجَعَلْنَكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللهِ أَتْقَاكُمْ﴾ [الحجرات:۱۳]

② آپ ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع میں فرمایا: «لافضل للعربی علی العجمی۔ألا إن أکرمکم عند الله أتقاکم»

③ آپ ﷺ نے آزاد کردہ غلاموں کو قرآنی تعلیمات سکھلائی جیسا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو مؤذن مقرر کرنا اور اسی طرح سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اور صہیب رومی رضی اللہ عنہ بھی خالص عجمی النسل تھے۔ سالم مولیٰ ابی حذیفہ کو قرآن سکھانا وغیرہ۔

④ عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نافع بن عبدالحارث کو مکہ کا والی بنایا، لیکن انہیں مقام عسقان پر دیکھ کر فرمایا: پیچھے کس کو مقرر کیا؟ فرمایا: ابن ابزیٰ کو۔ وہ کون ہے؟ فرمایا: مولیٰ عن موالینا (وہ ہمارے آزاد کردہ غلاموں میں سے ایک ہے) عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا ایک غلام کو امیر مقرر کر آئے ہو؟ فرمایا وہ کتاب اللہ کا قاری اور علم وراثت کا ماہر ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سچ فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے « إن الله یرفع بهذا الکتاب ویضع به آخرین » [صحیح مسلم:۱۳۵۳]

معلوم ہوا قرآن مجید کی تعلیم نے غلاموں کو آقا بنا دیا۔ انہیں پستیوں سے اٹھا کر اوج ثریا کی بلندیوں تک پہنچا دیا۔

⑤ اصل میں یہ اعتراض کوئی نیا نہیں بلکہ جب آپ ﷺ نے لوگوں پر قرآن پیش کیا تو اس وقت بھی یار لوگوں نے یہی کہا کہ یہ تو ایک عجمی کی گھڑنت ہے جو محمد ﷺ ہمیں اللہ کا کلام بتا کر سناتے ہیں: ﴿وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّهُمْ يَقُولُونَ إِنَّمَا يُعَلِّمُهُ بَشَرٌ لِسَانُ الَّذِي يُلْحِدُونَ إِلَيْهِ أَعْجَمِيٌّ وَهَذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُبِينٌ﴾ [النحل:۱۰۳]

معلوم ہوا اسلام تعلیماتِ اسلام کے نقل کے لیے آزاد، عربی یا عجمی کی کوئی شرط مقرر نہیں کرتا۔ جب یہ ضروری نہیں تو قراء کا عجمی النسل موالی ہونا نقل قرآن میں بالکل بھی مضر نہیں ہے لہٰذا یہ اعتراض یونہی فضول ہے۔

② **دوسرا اعتراض:** ابن ھرمز الاعرج کے استاد قراءت کا معلوم نہ ہونا اور صرف نافع اکیلے کا نقل کرنا:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام ذہبی رحمہ اللہ متوفی ۷۴۸ھ فرماتے ہیں: ''عبدالرحمٰن بن ھرمز الاعرج ابوداؤد مدنی، محمد بن ربیعہ کے آزاد کردہ غلام ہیں۔انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، ابن عباس رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عیاش رضی اللہ عنہ سے عرضاً (سنا کر) قراءت حاصل کی۔ [معرفة القراء الكبار:۱/۶۳، ۶۴]

امام جزری رحمہ اللہ متوفی ۸۳۳ھ نے بھی یہ بات نقل کی ہے مزید فرماتے ہیں:

''ابن ھرمز کی زیادہ تر روایات ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے اور ان سے نافع اور اسید بن ابی اسید نے قراءت نقل کی۔''

[ملخصاً طبقات القراء :۱/۱۸۱]

معلوم ہوا ابن ھرمز نے کبار صحابہ سے علم حاصل کیا اور نافع کے علاوہ اسید بن ابی اُسید نے بھی ان سے اختلاف قراءت نقل کیا ہے۔

❷ امام نافع کے استاد (ابوجعفر) کے استاد ابن ابی ربیعہ مجہول الحال ہیں:

جواب: عبداللہ بن عیاش بن ابی ربیعہ کوئی مجہول الحال شخص نہیں بلکہ اہل مدینہ کے سب سے زیادہ قراءت جاننے والے اور کبار صحابہ ابی بن کعب اور حضرت عمر کے شاگرد تھے۔

امام جزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''ابن ابی ربیعہ تابعی کبیر ہیں انہوں نے حضرت ابی سے عرضاً قراءت حاصل کی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سماع کیا۔اپنے وقت میں مدینہ کے سب سے بڑے قاری تھے۔'' [طبقات القراء ۱/۳۴۰، ۳۳۹]

❸ امام نافع کے ستر تابعین سے پڑھنے والی روایت:

قراءات کی روایات تواتر کے قبیل سے ہیں جن کو ہر ہر دور میں بہت بڑی بڑی جماعتوں نے نقل کیا اور متواتر روایت کے رجال سے بحث نہیں کی جاتی جیسا کہ ابن صلاح نے لکھا:

''متواتر روایت کے رجال پر بحث نہیں کی جاتی۔'' [مقدمه ابن الصلاح]

لہٰذا اگر نافع اعرج سے نقل کرنے میں منفرد ہوں تب بھی کوئی مضائقہ نہیں اور دوسری بات یہ کہ اگر کسی راوی کی توثیق یا تنقید معلوم نہ ہو تو اس کے بارہ میں حسن ظن سے کام لیتے ہوئے اس کی روایت مقبول ہی خیال کی جاتی ہے۔ یہاں تو ابوحمہ ایک تاریخی روایت بیان کررہے ہیں تو اس میں تو بطریق اولیٰ ان کی جہالت قطعاً مضر نہیں ہونی چاہئے۔

رہی بات ابوقرہ کے منفرد ہونے کی تو اس کی کئی مؤیدات ہیں مثلاً اسحاق مسیبی امام نافع کا قول نقل کرتے:

''میں نے کئی تابعین کے درمیان اختلاف پایا، جس اختلاف میں دو کا اتفاق ہوا میں نے اسی کو لے لیا اور منفرد اختلاف کو چھوڑ دیا یونہی میں نے اپنی قراءۃ ترتیب دی۔'' [سير أعلام النبلاء:۷/۳۳۷]

نیز امام نافع نے ابوقرہ کو تنہائی میں نہیں پڑھایا۔ اگر تنہائی میں پڑھایا ہوتا تو یہ روایت معروف کیوں ہوتی۔ایک معروف عربی شعر ہے:

وعلم فی القرطاس لیس ضاع

وشر جاوز الاثنین شاع

''کاغذوں میں لکھا جانے والا علم ضائع نہیں ہوتا اور جو راز دو سے زائد آدمیوں تک پہنچ جائے وہ معروف ہوجاتا ہے، پھیل جاتا ہے۔''

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

* ابوحمہ اور ابوقرہ کے قاری نہ ہونے والے اعتراض کے متعلق امام جزری رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

''ابوحمہ نے اختلاف قراءت ابوقرہ سے نقل کیا ہے اور عبدالرزاق سے بھی سماع کیا اور ان سے ابن جندی نے نقل کیا ہے۔'' [طبقات:۳۱۹/۲]

* ابوقرہ نے نافع سے عرضاً قراءت حاصل کی اور ان سے ان کے بیٹے نے طارق اور علی بن زبان نے قراءت نقل کی۔ [طبقات:۳۳۱/۲] معلوم ہوا ابوحمہ اور ابوقرہ قاری تھے۔

⑤ امام نافع چپ چاپ مدینے میں کوفی ایجنٹ بٹھا دیئے گئے:

امام نافع تبع تابعی ہیں ان کا زمانہ خیر القرون کا زمانہ ہے۔ امام نافع مدینہ میں ۷۰ سال تک قراءات کی تعلیمات دیتے رہے۔ اس کے باوجود کہ مدینہ کو غیر معمولی اہمیت حاصل تھی یہاں پر لوگوں کا ہر وقت آ جانا تھا۔ یہاں کبار علماء موجود تھے، لیکن اس کے باوجود کسی ایک آدمی کو بھی اس بات کا علم نہ ہوا کہ نافع تو یہاں کوفی ایجنٹ ہیں اور قرآن مجید میں غیر قرآنی کلمات کو داخل کر رہے ہیں۔ امام جزری رحمہ اللہ، ابن حیان سے نقل کرتے ہیں۔

یہ بات صحیح نقل سے ثابت ہے کہ نافع نے ابوجعفر سے قراءت حاصل کی۔ ابوجعفر معزز تابعین مدینہ میں سے تھے۔ ان کے زمانہ میں مدینہ میں بہت بڑے علماء موجود تھے۔ آپ نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ سے کسب فیض کیا۔ یہ بات ناممکن ہے کہ اتنے بڑے مرتبے کا آدمی قرآن میں کوئی ناجائز چیز پڑھے حالانکہ جب انہوں نے صحابہ سے قراءات حاصل کیں اس وقت قراءات ابھی تازہ تھیں، سندیں طویل نہ تھیں، ابھی غیر ضابطہ لوگ بھی سلسلہ سند میں داخل نہیں ہوئے تھے اور صحابہ خود بھی غلطی سے محفوظ اور مامون تھے۔ [النشر:۴۱/۱]

امام مالک رحمہ اللہ، امام نافع رحمہ اللہ کو قراءت کا امام قرار دیتے ہیں اور مسائل قراءت میں انہی کی طرف رجوع کرتے تھے۔ ایک مرتبہ امام مالک سے بسم اللہ کے متعلق سوال کیا گیا تو فرمایا: "لو سلوا عن كل علم أهله ونافع إمام الناس في القراءة" [طبقات:۳۳۱/۱]

* امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''نافع ثقہ آدمی ہیں۔''
* نسائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''لا بأس ہیں۔''
* ابوحاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''یہ سچے آدمی تھے۔''
* ائمہ کے ہاں امام نافع کا یہ مقام اور مرتبہ تھا کسی ایک صاحب علم کو نافع کی کوفی ایجنٹی کا علم نہ ہو سکا ہوا تو صرف ناقد کو ایک ہزار سال کے بعد۔

⑥ امام نافع نے صرف ابوجعفر اور اعرج سے نقل کیا۔ انہوں نے اکابر تابعین سے کچھ حاصل نہیں کیا۔

جواب: امام جزری رحمہ اللہ، نافع کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''نافع نے اعرج، ابوجعفر، شیبہ بن نصفاح، یزید بن رومان، مسلم بن جندب، صالح بن خوات، اصبغ نحوی، عبدالرحمٰن بن قاسم اور زہری سے قراءت پڑھ کر حاصل کی۔ ابوقرہ فرماتے ہیں میں نے نافع سے سنا کہ میں نے ستر تابعین سے قرآن پڑھا۔ امام جزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں مذکورہ پہلے پانچ سے تو نافع کی قراءت ہم تک بطریق تواتر پہنچی ہے۔'' [طبقات:۳۳۰/۲]

معلوم ہوا امام نافع رحمہ اللہ نے ستر (۷۰) تابعین سے قراءت حاصل کی۔ اسی طرح امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انہوں نے تابعین کی ایک جماعت سے قراءت نقل کی۔ [معرفة القراء الکبار:۱/۸۹]اولاً صحابہ یا تابعین نے نافع سے کبھی بھی نہیں پڑھا۔صحابہ کا دور امام نافع نے دیکھا نہیں بلکہ یہ تبع تابعین میں سے ہیں ہاں چند اصاغر تبع تابعین نے ان سے ضرور قراءت پڑھیں۔امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''امام دانی رحمہ اللہ نے امام مالک کو طبقات القراء میں شامل کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ انہوں نے نافع بن ابی نعیم سے قراءت حاصل کی تھی [سیر اعلام النبلاء:۸/۹۵]اور طبقات القراء میں بہت سے قدماء اور متأخرین کے نام ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں ان سے بہت سی مخلوق نے نقل کیا ہے۔[معرفة القراء الکبار:ص۱/۹۰]

⑦ قراءت نافع کی سنیت کا مخدوش ہونا:

جواب: قراءۃ نافع کو سنت کہنے کا مسئلہ صرف یہ ہے کہ انہوں نے بلا سند ایک حرف بھی نقل نہیں کیا اور جو قراءت انہوں نے اختیار کی وہ وجوہ مروجہ متصلہ ہیں۔امام جزری رحمہ اللہ نے امام نافع کا ایک قول نقل کیا ہے جس میں وہ اسی حقیقت کو بیان کرتے ہیں فرماتے ہیں:

''اگر یہ پابندی نہ ہوتی کہ جس طرح پڑھا ہے اسی طرح پڑھوں تو میں فلاں حرف کو فلاں طرح اور فلاں حرف کو فلاں طرح پڑھتا۔ [النشر:۱/۱۷]امام مجاہد فرماتے ہیں: نافع قراءت کی تمام وجوہ وعلل کو پہچانتے تھے اور وہ ائمہ متقدمین مدینین کے آثار کے متبع تھے۔ [طبقات:۲/۳۳۱]اور امام ابراہیم مسعدی شرح مقدمہ میں ایک واقعہ منقولہ میں امام نافع کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ہماری قراءات تو اکابر اصحاب رسول کے مطابق ہے۔''[الفوائد التجوید،ص۴۹۔بحوالہ دفاع قراءات،ص۳۶۹]

مذکورہ بالا تقریر سے یہ بات واضح ہوئی کہ قراءۃ نافع کو سنت کہنے کا مطلب کیا ہے۔

* رہی یہ بات صحابہ کا قراءت نافع نہ پڑھنا تو یہ بات حقیقت ہے کہ صحابہ قراءۃ نافع نہیں پڑھتے تھے بلکہ امام نافع قراءۃ صحابہ پڑھتے تھے جیسا کہ پہلے نقل کیا گیا ہے۔امام نافع کی طرف قراءۃ کی نسبت محض اختیاری اور لزومی ہے نہ کہ ایجادی اور اختراعی ہے۔

⑧ قراءۃ نافع اور مصاحف کی عدم مطابقت:

جواب: امام نافع رحمہ اللہ کی قراءت مجمع علیہ مصحف، جسے کئی ہزار صحابہ کے اجماع سے نقل کیا گیا ہے، کے مطابق ہے۔امام نافع کی قراءۃ مصحف مدینہ کے مطابق ہے۔مثلاً عثمانی مصحف مدینہ میں سورۃ المائدہ کی آیت ۸ ﴿یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْكُمْ﴾ میں یرتدّ دو دالوں کے ساتھ یرتددلکھا ہوا ہے۔اسی طرح ﴿وَالَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا﴾ [التوبۃ:۱۳] میں الذین واؤ کے اضافہ کے بغیر ہے۔معلوم ہوا قراۃ نافع مصحف صحابہ کے عین مطابق ہے۔

⑨ مصر میں قراءۃ نافع:

جواب: یہ بات جان لینی چاہئے کہ دنیا کے مختلف علاقوں میں مختلف قراءات معروف اور شائع ہیں لیکن پڑھائی تمام قراءات جاتی ہیں۔جزائر اور تیونس وغیرہ قالون عن نافع اور ورش عن نافع معروف ہیں۔لیبیا میں روایت قالون، سوڈان میں روایت بصری اور اکثر مشرقی ممالک میں حفص عن عاصم متداول ہیں،لیکن یہ بات یاد رہنی چاہئے کہ آج بھی مصر میں روایت ورش عن نافع معروف ہے،اگر وہاں یہ روایت نہیں چل سکی تھی تو آج یہ روایت وہاں کیسے پہنچی یا ان لوگوں نے خود ہی اس روایت کو گھڑ کر امام نافع کی طرف منسوب کر دیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

⑩ امام نافع کی مدح

جواب: امام نافع کی مدح متقدمین ومتاخرین ہردو نے کی۔بطورِ چند مثالیں ملاحظہ فرمائیے:

نافع کے متعلق امام مالک فرماتے ہیں آپ قراءۃ میں لوگوں کے امام تھے۔[معرفة القراء:۸۹/۱]

سعید بن منصور رحمہ اللہ فرماتے ہیں:''میں نے امام مالک کو کہتے سنا امام نافع کی قراءت سنت (کے مطابق) ہے۔''

[سیر أعلام النبلاء:۳۳۷/۷]

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:''نافع قراءت میں پختہ آدمی تھے۔'' [میزان الاعتدال:۲۴۶/۴]

لیث بن سعد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:''نافع قراءۃ میں آج کل کے لوگوں کے امام ہیں۔''[طبقات ابن سعد]

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:''انہوں نے اپنے مشائخ کی زندگی میں ہی قراءت پڑھانے کا کام شروع کر دیا بلکہ اسی وقت سے منصب امامت پر فائز ہیں۔'' [سیر:۳۳۷/۷]مزید تفصیل شرح سبعہ:۸۰/۱+۹۹]

⑩ کوئی مدنی امام نافع کا شاگرد نہیں اور ان کو منصب امامت ان کی وفات کے بعد دیا گیا۔

جواب: امام نافع کے کئی مدنی شاگرد تھے، امام جزری رحمہ اللہ مندرجہ ذیل بیس نام اَصحاب نافع شمار کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔یہ سب کے سب مدنی تھے۔نام حسب ذیل ہیں:

اسماعیل بن جعفر،عیسیٰ بن وردان،سلیمان بن مسلم بن جماز، مالک بن انس، اسحاق بن محمد ابوبکر بن ابی اویس، اسماعیل بن ابی اویس، یعقوب بن جعفر،عبدالرحمٰن بن ابی الزناد،عیسیٰ بن مینا،قالون،سعد اور یعقوب بن ابراہیم،محمد بن عمر واقدی، زبیر بن عامر،خلف بن وصاح،محمد بن یحییٰ،ابوالعجلان،ابوغسان محمد بن یحییٰ،صفوان،محمد بن ابراہیم رحمہم اللہ ،لہٰذا یہ کہنا کہ امام نافع کے مدنی شاگرد نہ تھے غلط بات ہے۔

رہی بات ان کی امانت کی تو ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ امام مالک رحمہ اللہ انہیں قراءۃ کا امام ان کی زندگی میں کہا کرتے تھے۔

⑫ قالون اور ورش۔کا گمنام ہونا:

جواب: اگر ان کی گمنامی کو تسلیم بھی کرلیا جائے تو صرف دو شاگردوں سے ان کی جہالت دور ہوجاتی جیسا کہ اصول حدیث کا مسلمہ قاعدہ ہے۔قالون کے اٹھارہ (۱۸) شاگردوں کا تذکرہ امام جزری نے کیا ہے۔[طبقات:۶۱۶/۱۔۶۱۵] گیارہ تلامذہ کا امام ذہبی نے [معرفة القراء الكبار:۱۲۹/۱] میں کیا ہے۔بلکہ امام ذہبی چند شاگردوں کا نام لینے کے بعد لکھتے ہیں:

"وعدد كثير وكان ثقة في الحروف حجة"

''اس کثرت کے ساتھ لوگوں نے ان سے نقل کیا کہ وہ مرجع خلائق بنے رہے۔''

کیا یہ گمنامی ہے؟ہاں اگر حدیث کے معاملہ میں کوئی یہ کہے تو کسی درجہ بات سمجھ آتی ہے۔وہ حدیث میں مہارت تامہ نہیں رکھتے تھے جیسا کہ ذہبی نے کہا"الحديث فما رأينا له شيئاً" ہم نے ان سے کوئی حدیث نہیں دیکھی۔

نوٹ: یہ بات بھی ذہن میں رہے کسی ایک فن میں کمزوری کسی دوسری فن میں کمزوری کی دلیل نہیں اور اس بات کا تمنا عمادی بھی اعتراف کرتے ہیں،فرماتے ہیں:''ابن جنی بلاغت میں امام تھے مگر منطق نہیں جانتے تھے۔''

[اعجاز القرآن:ص۳۷۱]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

⑬ نہ حلوانی، قالون کا نہ اصبہانی ورش کا اور نہ ہی مطوعی، اصبہانی کا شاگرد ہے:

جواب: لسان المیزان میں ہی حلوانی کو صاحب قالون لکھا ہوا ہے۔ [۲۲۷/۱]

امام جزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''حلوانی نے مکہ میں قواس اور مدینہ میں قالون سے پڑھا۔'' [طبقات:۱۴۹/۱]

نوٹ: حلوانی احمد بن یزید ہیں نہ کہ احمد بن علی۔

اسی طرح اصبہانی بھی دو ہیں: ایک محدثین کے ہاں اور وہ ہیں: قتیبہ بن مہران جبکہ ورش کے شاگرد اصبہانی سے مراد محمد بن عبدالرحیم، متوفی ۲۹۶ھ ہیں۔

رہی بات مطوعی کی شاگردی کی تو سنیے! امام جزری نے مطوعی کے ۳۷ اساتذہ قراءت کا ذکر کیا ان میں اصبہانی بھی شامل ہیں۔ [طبقات القراء:۲۱۳/۱]

عبداللہ بن کثیر مکی رحمہ اللہ

ان پر مندرجہ ذیل اعتراضات ہیں:

① صرف دانی نے عبداللہ بن سائب مخزومی کو مکی کا استاد لکھا ہے۔

② مکی نے صرف ابن مجاہد سے قراءت حاصل کی۔

③ مکی نے ابن سائب سے نہیں پڑھا کیونکہ ان کی وفات کے وقت وہ کمسن تھے۔

④ دانی متاخر ہیں ان سے زیادہ بخاری وغیرہ متقدمین کی رائے زیادہ معتبر ہیں۔

⑤ قنبل نے براہ راست مکی سے نہیں پڑھا اور آخری عمر میں مختل الحواس ہوگئے تھے نیز قنبل کا استاد اور اس کا شیخ دونوں نامعلوم اور مجہول ہیں۔

⑥ بزی منکر الحدیث ہیں اور حدیث منکر بھی موضوع ہوتی ہے۔ یہ بھی بالواسطہ مکی سے نقل کرتے ہیں ان کے استاد اسماعیل بن عبداللہ مسطنطین عرف قسط مجہول ہے۔

ذیل میں مذکورہ اعتراضات کے جوابات تحریر کئے جاتے ہیں:

❶ مکی نے صرف ابن جبیر سے پڑھا نہ کہ عبداللہ بن سائب مخزومی سے۔

جواب: اصل میں بات یہ ہے کہ ابن جبیر مکی اتفاقی اور اجماعی طور پر استاذ ہیں جبکہ ابن سائب مختلف فیہ ہیں، لیکن صحیح بات یہی ہے کہ مکی نے ان سے بھی نقل کیا ہے۔ اگر بالفرض براہ راست نقل نہ بھی کیا ہو تو ابن جبیر نے تو ابن سائب سے نقل کیا ہے لہٰذا اس طریق سے مکی ابن سائب سے ہی نقل کرنے والے ہیں اور یہی مطلوب ہے۔

◉ بخاری کی توضیح:

جواب: ناقد لکھتے ہیں کہ بخاری نے یہی لکھا ہے کہ مکی نے صرف ابن جبیر سے قراءت حاصل کی ہے۔ یہ بات سراسر غلط اور علمی خیانت ہے۔ بخاری نے ابن جبیر کو مکی کا استادِ قراءت نہیں استادِ حدیث بتایا ہے۔ چنانچہ ابن حجر لکھتے ہیں:

''امام بخاری نے کہا ہے کہ مکی نے مجاہد سے سنا اور ان سے ابن جریج نے نقل کیا۔'' [تہذیب التہذیب:۴۰۸/۲]

◉ دانی کے مقابلہ میں بخاری مقدم ہیں لہٰذا ان کی بات زیادہ معتبر ہے؟

بخاری کی بابت ہم نے واضح کیا کہ انہوں نے ابن جبیر کو مکی کا استادِ حدیث لکھا ہے۔ رہی بات تقدیم و تاخیر والی تو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہمدانی جو مکی سے ساڑھے چار سو برس بعد کے آدمی ہیں، نے ابن سائب کا مکی کا استاد ہونا مجروح قرار دیا ہے تو ان کے مقابلہ میں امام شافعی جو ہمدانی سے بہت پہلے کے ہیں ان کی رائے زیادہ معتبر ہونی چاہئے۔ انہوں نے ابن سائب کو مکی کا استاد لکھا ہے۔ معلوم ہوا مکی نے ابن سائب سے بھی قراءت حاصل کی۔ نیز امام جزری نے طبقات: ۱/۴۴۳ میں، علامہ ذہبی نے معرفۃ القراء: ۱/۱۷۱ میں اور سیر اعلام: ۲/۳۱۸ میں اس بات کی تصریح کی ہے۔

❷ وفات ابن سائب کے وقت مکی کا کمسن ہونا:

یہ بات بھی سراسر غلط ہے کہ مکی اس وقت کمسن تھے بلکہ اس وقت تقریباً بیس (۲۰) سالہ نوجوان تھے۔ ابن سائب کی وفات ۶۵ھ میں ہوئی جبکہ مکی کی ولادت ۴۵ھ میں ہوئی۔

❸ قنبل اور مکی کا انقطاع اور قنبل کا آخری عمر میں مخبوط الحواس ہونا:

یہ بات ٹھیک ہے کہ قنبل نے براہ راست مکی سے نہیں پڑھا لیکن انہوں نے مکی کی قراءت میں اس قدر ہمت صرف کی کہ براہ راست نقل کرنے والوں سے بھی سبقت لے گئے اور رہی بات آخری عمر میں حافظہ کی کمزوری کی تو آخری عمر میں انہوں نے قراءت پڑھنا چھوڑ دی تھی ان سے جتنی بھی قراءۃ نقل کی گئی اس سے پہلے کی ہے۔

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''آخری عمر میں حافظہ کمزور ہوگیا تو انہوں نے احتیاط کے پیش نظر اپنی وفات سے سات سال قبل قراءۃ کی تعلیم موقوف کردی تھی'' [سیر اعلام: ۱۴/۸۴]

معلوم ہوا یہ انقطاع یا کمزوری حافظہ قراءت پر اثر انداز نہیں ہوئے۔

❹ قنبل کے استاد اور ان کے شیخ کا نامعلوم ہونا:

جواب: قنبل کے استاد ابوالاخریط اور ان کے اساتذہ گمنام اور مجہول الحال نہیں ہیں بلکہ امام ذہبی نے انہیں کبار قراء میں شمار کیا ہے۔ [معرفۃ القراء الکبار، ص ۱/۱۲۱]

❺ بزی کا منکر الحدیث ہونا۔ استادِ بزی کا مجہول ہونا:

جواب: ہم پہلے بھی عرض کر چکے ہیں کہ اس بات کا تو تمنا عمادی کو اعتراف ہے کہ ایک فن کی کمزوری دوسرے فن کی کمزوری کی دلیل نہیں ہے۔ امام بزی کی قراءۃ کی توثیق ابن حجر نے لسان المیزان: ۱/۴۲۵ اور امام ذہبی نے میزان الاعتدال: ۱/۱۴۴ میں کی ہے۔ نیز اگر غور کیا جائے تو یہ بات سمجھ آتی ہے کہ بزی حدیث میں بھی منکر نہیں بلکہ راجح قول کے مطابق ثقہ ہیں چنانچہ ابن حجر فرماتے ہیں:

"ذکرہ ابن حبان فی الثقات" [لسان المیزان: ۱/۴۲۶]

◎ بزی کے استاد کا مجہول ہونا:

جواب: بزی کے استاد عکرمہ بن سلیمان سے یہی بات صحیح ہے اور اسی بات کو خود تمنا عمادی نے اعجاز القرآن ص ۶۸۰ پر نقل کیا ہے کہ بزی، عکرمہ بن سلیمان کا اور عکرمہ اسماعیل قسط کے شاگرد ہیں اور یہاں آپ اس بات کا انکار کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ان کا استاد نامعلوم ہے۔ اسماعیل قُسط کے بارہ میں یہ کہنا کہ ابن حجر اور ذہبی نے ان کا کوئی تذکرہ نہیں کیا تو یہ 'علمی وسعت' ہے۔ ذہبی نے معرفۃ القراء طبقہ رابعہ میں اسماعیل قسط کا مفصل ترجمہ نقل کیا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابوعمرو بصری رحمہ اللہ

① حمید بن قیس جو کہ بصری کے استاد ہیں، کا قاری ہونا اور ان کے قراء اساتذہ کا مجہول ہونا۔
② بصری کے استاد یحییٰ بن یعمر شراب منصف پیتے تھے۔ بصری کا ان سے پڑھنا ذرا مشکوک ہے۔
③ ابوعمرو کا سعید بن جبیر سے قراءت پڑھنا ناممکن ہے نیز سعد بن جبیر قاری بھی نہ تھے۔
④ عکرمہ البرمری جو استادِ ابوعمرو ہیں کو یحییٰ بن سعید قطان نے کذاب کہا ہے۔ ابن عمر نے جھوٹا کہا ہے مالک سخت ناپسند سمجھتے تھے۔ یہ قاری بھی نہ تھے۔
⑤ روایت بصری کی نسبت مکی کی طرف کیوں نہیں حالانکہ وہ بصری کے براہ راست شاگرد ہیں۔

جوابات

① بصری کے استاد کا مجہول ہونا اور قاری نہ ہونا:

جواب: امام جزری رحمہ اللہ نے طبقات القراء میں فرمایا ہے: حمید بن قیس الاعرج ابوصفوان مکی ثقہ قاری ہیں۔ انہوں نے قراءت مجاہد بن جبیر سے حاصل کی اور انہیں ترپن (۵۳) مرتبہ قرآن مجید سنایا۔ ان سے بصری نے نقل کیا۔ حمید نے ۱۳۰ھ میں وفات پائی۔ [طبقات:۲۶۵/۱]

معلوم ہوا حمید بصری کے استاد ہیں اور ثقہ قاری ہیں۔ اسی طرح امام ذہبی رحمہ اللہ نے معرفة القراء الكبار: ۸۰/۱ میں حمید کو استاد بصری اور قاری کہا ہے۔

② یحییٰ بن یعمر کا شراب پینا اور استادِ بصری نہ ہونا:

جواب: پہلی بات تو یہ کہ شراب پینے والا قول ابن حجر نے صیغہ تمریض (قیل) کے ساتھ نقل کیا ہے جو اس کے ضعف پر دلالت کرتا ہے۔ موصوف فرماتے ہیں: "وقيل ان قتيبة عزله لما بلغه انه يشرب المنصف"
"اور کہا گیا ہے جب قتیبہ بن مسلم کو یحییٰ کے منصف پینے کی خبر ملی تو اس نے اسے معزول کر دیا۔"
دوسری بات یہ کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ بصیغہ جزم فرماتے ہیں:
"اسے ابن حبان نے ثقات میں شمار کیا اور فرمایا ہے کہ وہ انتہائی پرہیزگار، فصحاء اور کثیر العلم علماء میں سے تھے۔"
[تهذيب التهذيب:۳۸۱/۱]

رہی بات بصری کے حمید سے پڑھنے کی تو اس میں تو جناب کو بھی ذرا سا شک ہی ہے۔ یہ شک بالکل غلط ہے، کیونکہ یحییٰ کی وفات کے وقت بصری کی عمر ۲۱ برس تھی۔

③ ابوعمرو کا سعید بن جبیر سے قراءت نہ پڑھنا اور ابن جبیر کا قاری نہ ہونا:

جواب: علامہ عمادی رحمہ اللہ ابن جبیر کے استادِ بصری ہونے سے اس لیے انکاری ہیں کہ ۷۲ھ کے بعد وہ میدان سیاست میں آ گئے جبکہ اس وقت بصری چار برس کے تھے پھر ۹۲ھ میں قتل تک ۲۳ برس مکہ میں روپوش رہے۔
ہم یہ عرض کرتے ہیں کہ ۲۳ برس مکہ میں روپوش ہوتے ہوئے اگر ان سے حدیث نقل کی جا سکتی ہے تو قراءت کیوں نہیں؟ دوسرا یہ کہ اس وقت ائمہ اس طرح نقل نہیں کرتے تھے کہ الف سے یا تک ابتداء سے انتہاء تک کی تعلیم حاصل کرتے بلکہ وہ ابتدائی تعلیم صغار اساتذہ سے حاصل کرتے پھر کبار اساتذہ سے کسب فیض کرتے تاکہ اداء ٹھیک

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو سکے اور سلسلہ مسند میں داخل ہو سکیں۔ اور اس طرح تعلیم حاصل کرنے کے لیے کوئی بہت طویل عرصہ درکار نہیں ہوتا تھا بلکہ مختصر عرصہ میں یہ کام ہو جاتا تھا۔ امام جزری رحمہ اللہ نے اس کی کئی مثالیں پیش کی ہیں:

① حضرمی نے سلام طویل سے ڈیڑھ سال میں قرآن پڑھا (۲) ابن مومن نے صائغ سے صرف سترہ دنوں میں متعدد کتب کے طرق سے جمعاً قرآن مجید سنایا۔ [نشر:۱۹۸/۲]

④ **عکرمہ (استادِ بصری) پر جرح:**

جواب: ① یحییٰ القطان نے جو جرح کی وہ حدیث کے متعلق کی ہے نہ کہ قراءت کے متعلق۔

② خود امام موصوف (یحییٰ) نے عکرمہ کو ابن عباس کے خصوصی تلامذہ میں نقل کیا ہے۔ [سیر اعلام:۱۸/۵]

ابن عمرؓ کا کہنا: " اتق الله (يا نافع) ويحك لاتكذب..... "

''اے نافع اللہ سے ڈرنا اور میری بابت جھوٹی بات نہ کہنا جس طرح عکرمہ نے ابن عباس کی طرف جھوٹی باتیں منسوب کر دی ہیں'' [سیر:۲۲/۵]

جواب: امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس روایت میں یحییٰ بکاء بالاتفاق متروک ہے اور مجروح آدمی کی بات سے کسی عادل پر جرح نہیں کی جا سکتی۔ دوسرا یہ کہ عکرمہ تو ابن عمر کے زمانہ میں روایت ہی نہ کرتے تھے پھر ان کے متعلق یہ قول کیسے ہو سکتا ہے؟ اور تیسرا یہ کہ اہل حجاز بسا اوقات کذب کا اطلاق خطاء پر بھی کرتے ہیں تو اس وقت اس کا معنی ہوگا غلطی سے بچنا۔

امام مالک رحمہ اللہ کی جرح

حافظ ابن حجر عکرمہ کا دفاع کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''کسی بھی قطعی دلیل سے یہ بات ثابت نہیں کہ عکرمہ خوارج کی رائے رکھتے تھے۔ ہاں بعض مسائل میں ان کے موافق تھے جس کی وجہ سے انہیں خارجی کہا گیا۔'' [مقدمة فتح الباری، ص۴۲۷]

امام مالک رحمہ اللہ نے بھی ان سے روایت نقل کی بعض جگہ رجل کہہ کر اور بعض جگہ صریح نام بول کر۔

جب حدیث میں صحیح نہیں تو قرآن ان سے کیوں نہیں نقل کیا جا سکتا؟ رہی بات عکرمہ کے قاری نہ ہونے کی تو امام ذہبی رحمہ اللہ نے انہیں [معرفة القراء:۸۳/۱] میں قاری شمار کیا ہے۔

⑤ **روایت مکی ان کی طرف منسوب کیوں نہیں:**

جواب: چونکہ دونوں نے مجاہد بن جبیر سے پڑھا ہے اس لیے انہیں بھی درجہ امامت حاصل ہوا۔

عبداللہ بن عامر شامی

شامی پر مندرجہ ذیل اعتراضات کئے گئے ہیں:

① مغیرہ بن ابی شہاب (اُستاذ شامی) مجہول الحال ہیں، نیز مغیرہ نے کسی صحابی اور شامی نے مغیرہ کے علاوہ کسی اور اُستاد سے نہیں پڑھا۔

② شامی نے ابوالدرداء سے قرآن نہیں پڑھا، نیز شامی ۸ ہجری میں پیدا نہیں ہوئے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جوابات

① مغیرہ کا مجہول ہونا:

جواب: مغیرہ بن ابی شہاب مجہول شخص نہیں کہ جن کے حالات زندگی کا علم نہ ہوسکا ہو۔ امام ذہبی نے مغیرہ کے ترجمہ میں یہ بات لکھی ہے کہ مغیرہ نے عثمان سے اور مغیرہ سے ابن عامر شامی نے پڑھا[معرفة القراء:۱/۴۳] اور امام جزری رحمہ اللہ نے بھی طبقات میں ان کا ترجمہ نقل کیا ہے۔ [طبقات القراء:۲/۳۰۵]

- رہی بات مغیرہ کے کسی صحابی سے نہ پڑھنے کی تو انہوں نے ابودرداء، واثلہ بن اسقع، اور فضالہ بن عبید سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ [معرفة:۱/۶۷، طبقات:۱/۴۲۴]
- اور شامی نے مغیرہ کے علاوہ قاضی دمشق فضالہ بن عبید سے پڑھا[سیر:۵/۲۹۲] اور امام جزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''یہ قول انتہائی گرا ہوا ہے کہ جن شیوخ سے شامی نے پڑھا ان کا علم نہیں۔ اس قول کا جواب دینا ہی لغو بات ہے۔'' [طبقات:۱/۴۲۴]

② ابودرداء استادِ شامی نہیں ہیں:

جواب: امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''یہ بات ہم نے قوی سند کے ساتھ نقل کی ہے کہ شامی نے ابودرداء سے پڑھا ہے۔'' [سیر:۵/۲۹۲]

امام دانی رحمہ اللہ نے بھی شامی کا ابودرداء سے پڑھنا ثابت کیا ہے۔ امام جزری رحمہ اللہ دانی کے اس قول کے متعلق فرماتے ہیں اس معاملہ میں دانی کی شخصیت ہی کافی ووافی ہے۔[طبقات القراء:۱/۴۲۴]

- رہی بات شامی کے ۸ ہجری میں پیدا نہ ہونے کی۔ تو ابن عامر خود فرماتے ہیں:

''کہ میں رحلت نبوی ﷺ سے دو برس قبل ۸ ہجری میں پیدا ہوا اور جب دمشق فتح ہوا تو میں اس وقت نو (۹) برس کا تھا میں وہیں (دمشق) میں منتقل ہوگیا۔ امام جزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ۲۱ ہجری کے مقابلہ میں یہ قول زیادہ درست ہے، کیونکہ یہ خود شامی سے منقول ہے۔ [طبقات القراء:۱/۴۵۲]

امام عاصم:

① عاصم اور ان کے شاگرد شعبہ وحفص شیعہ تھے۔

② عاصم کا حافظہ کمزور تھا اور یہ ثقہ بھی نہ تھے۔

③ ابوعبدالرحمٰن سلمی کے (عاصم کے استاد کے) والد صحابی نہ تھے۔

④ سلمی کی وفات کے وقت عاصم کی عمر صرف سات سال تھی جو حصول قراءت کے لیے موزوں نہیں۔

⑤ حفص حدیث میں ضعیف ہیں۔

امام عاصم اور ان کے تلامذہ کے متعلق مذکورہ بالا معروف اعتراضات کے ذیل میں جوابات تحریر کئے جاتے ہیں:

جوابات

① عاصم اور ان کے شاگردوں کا شیعہ ہونا:

جواب: نہ تو امام عاصم شیعہ تھے اور نہ ہی ان کے دونوں ناقل شاگرد شیعہ تھے۔ امام عاصم سنی اور عثمانی تھے۔ امام عجلی فرماتے ہیں: ''حفص عثمانی تھے (نہ کہ شیعہ)'' [تہذیب:۲/۲۵۱]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے عاصم سے حدیث علی رضی اللہ عنہ کے متعلق سوال کیا۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں: ''نبیؐ کے بعد ابوبکر وعمر کا مقام ہے اور تیسرے آدمی کے مقام کو بھی میں جانتا ہوں ان کی تیسرے سے مراد کیا ہے، فرمایا ان کی مراد حضرت عثمان تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مقام اس سے کہیں اونچا ہے کہ وہ تیسرے سے اپنی ذات مراد لیتے۔''

[معرفة القراء:۱/۷۶، سیر:۵/۲۵۹]

* امام حفص بھی سنی تھے۔ ابوہشام رفاعی کہتے ہیں حفص قراءۃ عاصم کے سب سے بڑے عالم و ماہر تھے۔ ابن منادی کہتے ہیں حفص قراءۃ عاصم کے اختلافات کے ضابط تھے۔ [معرفة القراء:۱/۱۱۷] جب یہ عاصم کی قراءۃ کے ماہر تھے تو عاصم سنی تھے لہٰذا یہ بھی سنی تھے۔
* امام شعبہ سنی تھے۔ رفاعی کہتے ہیں، میں نے شعبہ کو یہ کہتے سنا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بنص قرآنی خلیفہ ہیں۔

[سیر اعلام:۸/۵۰۰]

معلوم ہوا شعبہ بھی سنی تھے۔

④ عاصم کا ضعیف الحفظ ہونا:

جواب: عاصم امام قراءت، ثقہ اور ثابت تھے۔

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''امام عاصم قراءۃ میں ثقہ اور حدیث میں سچے ہیں۔'' [سیر:۵/۲۶۰] اور یہی بات انہوں نے میزان الاعتدال:۲/۳۵۷ میں کہی ہے۔

③ والد سلمی کی صحابیت:

جواب: ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن حبیب السلمی کے والد صحابی تھے۔ ذہبی فرماتے ہیں۔ سلمی اولاد صحابہ میں سے ہیں۔ ان کی ولادت عہد نبوی میں ہوئی۔ ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی اس بات کی تصریح کی ہے۔

[الاصابة فی تمییز الصحابة:۲/۱۷]

معلوم ہوا سلمی کے والد صحابی تھے۔

④ امام عاصم کی عمر سات برس تھی:

جواب: امام عاصم خود فرماتے ہیں کہ جب ہم سلمی کے پاس پڑھنے کے لیے آتے تو ہم قریب البلوغ تھے۔

[معرفة القراء:۱/۷۵]

یہ تو اس وقت کی بات ہے جب وہ زمانہ طالب علمی میں تھے جبکہ عاصم کی فراغت کے بعد بھی کافی عرصہ سلمی زندہ رہے ہیں۔ لہٰذا یہ کہنا کہ سلمی کی وفات کے وقت عاصم صرف سات سال کے تھے اور یہ عمر فن قراءت سیکھنے کی نہیں ہے۔ گویا ناقد یہ تاثر دینے کی کوشش کر رہے ہیں کہ امام عاصم نے جناب سلمی سے کچھ بھی نہیں پڑھا۔ اگر پڑھا بھی ہے تو محض تھوڑا سا صرف تبرک حاصل کرنے کے لئے۔ حالانکہ یہ بات بالکل درست نہیں کیونکہ امام عاصم خود فرماتے ہیں، میں نے پورے کا پورا قرآن امام سلمیؒ کو سنایا۔ [طبقات:۱/۳۴۸]

⑤ حفص کا حدیث میں ضعیف ہونا:

جواب: بات قراءت کی ہے حدیث کی نہیں۔ امام حفص قراءت میں ثقہ اور حجت ہیں جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے دوسری بات جیسے پہلے گزر چکا کہ ایک فن کی کمزوری دوسرے فن کے لیے مضر نہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام حمزہ کوفی

① قراءۃ حمزہ پر بعض محدثین کی جرح اور ناپسندیدگی۔
② حمزہ تابعی نہیں لہٰذا اثر صحابی کو سامنے رکھ کر حمزہ کا قراءت اختیار کرنا صحیح نہیں ہے۔
③ قراءۃ حمزہ کی صفائی صرف سفیان ثوری نے دی۔
ذیل میں مذکورہ بالا اعتراضات کے جوابات تحریر کئے جاتے ہیں۔

جوابات

① محدثین کی جرح:

جواب: محدثین نے قراءت حمزہ پر ناپسندی کا اظہار اس لیے کیا کہ حمزہ کے بعض شاگردوں نے ادغام اور مد وغیرہ میں تکلفات اور غلو سے کام لینا شروع کر دیا تھا، لیکن جب انہوں نے امام حمزہ کی طرف رجوع کیا تو انہوں نے ان تکلفات اور غلو کی تردید کی جس کے بعد یہ بات واضح ہوگئی اور بالآخر حمزہ کی قراءت پر امت کا اتفاق ہے۔

امام جزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''شافعی اور احمد بن حنبل کی قراءۃ نافع کے متعلق اظہار ناپسندیدگی اس وجہ سے ہے کہ ان میں سے جس نے بھی تلاوت سنی وہ قراءت حمزہ میں غلطی کا مرتکب تھا، کیونکہ روایات میں غلطی ناقلین کی طرف سے ہی ہوتی ہے نہ کہ جن سے نقل کی جارہی ہے۔ چنانچہ محمد بن ہیثم کہتے ہیں قراءۃ حمزہ کی کراہت کی وجہ یہ ہے کہ حمزہ کا کوئی شاگرد شافعی کی مجلس میں آیا اور اس نے خلاف قواعد مدوں کی مقدار وغیرہ میں غلطی کی جس کو امام صاحب نے ناپسند کیا۔ مزید فرماتے ہیں امام حمزہ اپنے شاگردوں کو اس طرح کی غلطیوں سے باز رکھتے تھے جب ان کے سامنے کوئی تلاوت کرتے ہوئے غلو سے کام لیتا تو اسے فرماتے کیا تمہیں معلوم نہیں سفیدی حد سے بڑھ جائے تو برص کہلاتی ہے اور زلفوں میں خم زیادہ ہو تو وہ الجھاؤ کہلاتا ہے لہٰذا اس طرح مت پڑھو۔'' [طبقات القراء:۱/۲۳۶]

② حمزہ کا اختیار قرآن:

جواب: علامہ تمنا عمادی کو شاید قول سفیان سمجھنے میں خطا ہوئی ہے۔ قول سفیان ہے:

"ماقرأ حمزة حرفاً الا بأثر" ''حمزہ نے بغیر نقل کے کوئی بھی اختلاف روایت نہیں کیا۔''

تو یہاں 'اثر' کا لفظ دیکھ کر جناب نے یہ سمجھا کہ اثار صحابہ سے اپنی قراءت اختیار کی حالانکہ یہ غلط ہے۔
امام سفیان کا قول تو خود حمزہ کی قراءت کے منقول ہونے کی دلیل ہے۔

③ ثوری کی اکیلی گواہی:

جواب: امام حمزہ کی توثیق صرف سفیان ثوری نے نہیں کی بلکہ متعدد علماء نے کی ہے بطور مثال چند درج ذیل ہیں:

* امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
''حمزہ قراءات و میراث میں لوگوں پر غالب آ گئے۔'' [تہذیب:۱/۴۸۹]
* شعیب بن حرب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
''تم مجھ سے موتیوں جیسی قراءت حمزہ کے متعلق سوال کیوں نہیں کرتے۔'' [سیر:۵/۹۱]
* ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''آپ امام، مقتداء، شیخ القراء اور کتاب اللہ کے مخلص اور مستعد خادم تھے۔'' [سیر:۹۰/۷]

* امام نسائی نے فرمایا:

''حمزہ میں کچھ مضائقہ نہیں۔'' [تہذیب:۴۸۸/۱]

* امام الجرح والتعدیل یحییٰ بن معین فرماتے ہیں:

''حمزہ ثقہ آدمی ہے۔'' [تہذیب:۴۸۸/۱]

معلوم ہوا حمزہ کی توثیق ثوری کے علاوہ بھی بہت سارے لوگوں سے منقول ہے۔

امام کسائی

① امام کسائی کے اساتذہ ابن ابی لیلیٰ اور اعمش، شیعہ تھے۔

② ابوبکر بن عیاش (استاذ کسائی) روایت میں بہت غلطیاں کرتے تھے۔

جوابات

① ابی لیلیٰ اور اعمش کا شیعہ ہونا:

جواب: عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کو ائمہ رجال میں سے کسی نے بھی رافض نہیں کیا، بلکہ اس کے برعکس وہ سنی تھے۔ عجلی کہتے ہیں: ''وہ فقیہ سنی اور قرآن کے عالم تھے اور دوسری بات یہ کہ ان پر جرح حدیث میں ہے فقہ، قضاء اور قرآن وقراءت میں نہیں۔''

* رہی بات اعمش کی تو کتب رجال میں کسی نے بھی کسائی کو اعمش کا شاگرد نہیں لکھا بلکہ وہ زائدہ بن قدامہ کے شاگرد ہیں اور زائدہ اعمش کے شاگرد ہیں۔ [طبقات القراء:۵۳۵/۱]

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اعمش ثقات میں سے ایک ثقہ ہیں ان کا شمار صغار تابعین میں ہوتا ہے ان پر محدثین کے ہاں صرف تدلیس (عن الضعفاء) کا عیب ہے۔'' [میزان الاعتدال:۲۲۴/۲]

معلوم ہوا اعمش ثقہ اور عادل وضابط ہیں۔ ان کی تدلیس صرف محدثین کے ہاں ہے۔ قراءت میں تدلیس کا سوال ہی پیدا نہیں ہوسکتا، کیونکہ قراءات کی اسانید متواترہ ہیں لہٰذا اعمش کی قراءت حجت ہے۔

* رہی بات ان کے رفض کی تو وہ بھی صرف حب علی کی حد تک ہے جو مضر اور قادح نہیں ہے۔

② ابن عیاش کا کثیر الاغلاط ہونا:

جواب: علامہ ذہبی رحمہ اللہ اس جرح پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''یہ قراءت میں ثقہ تھے لیکن حدیث میں کمزور تھے۔'' [سیر اعلام:۴۹۷/۸]

معلوم ہوا قراءت میں وہ پختہ تھے لہٰذا قراءت میں غلطی ممکن نہیں ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حافظ محمد زبیر ☆

قرآن اور قراءاتِ قرآنیہ کے ثابت و حجت ہونے کا بنیادی ذریعہ خبر یا تواتر عملی؟

[اِصلاحی مکتبہ فکر کے افکار کا جائزہ]

پاکستان میں انکارِ قراءات اور انکارِ حدیث میں پیش پیش حلقۂ اشراق کی نمائندہ شخصیت جاوید احمد غامدی سے چند ماہ قبل حافظ حمزہ مدنی ﷾، حافظ محمد زبیر ﷾ اور حافظ طاہر الاسلام عسکری ﷾ نے 'دین کیا ہے اور دین کے ثابت ہونے کا ذریعہ کیا ہے؟' کے ضمن میں متعدد نشستوں میں تبادلہ خیال کیا۔ آخری مجالس میں بحث کا ارتکاز اس نکتہ پر رہا کہ دین کے ثابت ہونے کا بنیادی ذریعہ خبر ہے یا نام نہاد اجماع و تواتر عملی؟ حافظ محمد زبیر ﷾، جو کہ غامدی صاحب کے پیدا کردہ متنوع مغالطوں پر عرصہ دو تین سال سے مسلسل لکھ رہے ہیں، نے ان نشستوں میں پیش کردہ خیالات کو قارئین رشد کیلئے قلم بند کر دیا ہے، تاکہ زیر بحث موضوع پر دیگر شوق رکھنے والے حضرات بھی اس علمی مکالمہ سے مستفید ہوسکیں۔ حافظ صاحب ﷾ کا مقالہ اگرچہ قرآن، سنت اور اجماع تینوں کے ثابت ہونے کے ذریعے کے بارے میں ہے، لیکن ہم رشد 'قراءات نمبر' کے موضوع کے پیش نظر مقالہ کے صرف ابتدائی حصہ کو قارئین کے لیے پیش کر رہے ہیں، جس کی تہذیب و نظر ثانی بھی موصوف نے خود کر دی ہے۔ اس تعاون پر ہم ان کے شکر گزار ہے۔ [اِدارہ]

دین و دنیا میں عام طور پر کسی بھی علم کے حصول کے لیے معتبر بنیادی ذرائع صرف دو ہی ہیں۔ ایک براہِ راست مشاہدہ و حواس سے حاصل شدہ علم اور دوسرا خبر ہے، مثلاً بازار میں جاتے ہوئے آپ نے دیکھا کہ ایک شخص کو سرِ عام ڈاکوؤں نے قتل کر دیا ہے، اب آپ کو اس شخص کے قتل کا علم براہِ راست مشاہدے سے ہوا یا یہ بھی ممکن ہے کہ آپ جائے وقوعہ پر موجود نہ ہوں اور آپ کو اس شخص کے قتل کی خبر مل جائے۔ یہ خبر بعض اَوقات ایک شخص کے ذریعے پہنچتی ہے اور بعض اَوقات دو، تین، چار یا ایک بہت بڑی تعداد کے ذریعے۔ مخبرین کی تعداد چاہے کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہو، دنیا اس کو خبر ہی کہتی ہے۔

اَنبیاء پر نازل کی جانے والی وحی بھی اللہ ہی کی طرف سے ایک خبر ہوتی ہے۔ بعض اَوقات یہ وحی خواب کی صورت میں بھی ہوتی ہے۔ کسی نبی کا خواب بھی مشاہدہ و خبر ہی کی ایک ملی جلی قسم ہے، جیسا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے خواب دیکھا تھا کہ آپ صحابہ کے ساتھ عمرہ کر رہے ہیں اور حضرت ابراہیمؑ نے اپنے بیٹے کو خواب میں ذبح کرتے دیکھا۔ اسی طرح بعض اوقات ایک عام شخص کو بھی بذریعہ خواب کسی بات کا علم ہو جاتا ہے، لیکن ایک نبی اور عامی کے خواب میں

☆ فاضل جامعة لاهور الإسلامية، فاضل قراءات سبعة وعشرة

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اصل فرق یہ ہے کہ نبی کا خواب دوسروں کے حق میں بھی وحی و حجت کا درجہ رکھتا ہے جبکہ ایک عام آدمی کا خواب خود اس کے لیے تو کسی اہمیت کا حامل ہوسکتا ہے لیکن دین میں کسی دوسرے شخص کے لیے کوئی شرعی دلیل نہیں بن سکتا۔

انبیاء کے لیے علم کے حصول کی ایک خاص شکل الہام بھی ہے یعنی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کسی نبی کے دل میں کوئی بات ڈال دیں۔انبیاء کا یہ علم وحی کی حیثیت سے ایک شرعی دلیل ہے۔عام افراد کے لیے اسی عمل کو اصطلاحاً وجدان یا الہام ہی کہتے ہیں۔دین اسلام میں وجدان یا ایک عامی کا الہام اُمت کے لیے کوئی شرعی دلیل نہیں ہے، اگرچہ صوفیاء کے ایک قلیل طبقے نے اس کو ایک مستند ذریعہ علم قرار دیا ہے۔اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ مجھے اللہ سبحانہ وتعالیٰ یا اللہ کے نبی ﷺ نے یہ بات الہام کی ہے تو اس بات کو معلوم کرنا کہ واقعتاً اس شخص کو وہ بات اللہ یا اس کے رسول ﷺ ہی کی طرف سے الہام کی گئی ہے، ایک ناممکن امر ہے اور اس کا کوئی معیار بھی اس دنیا میں موجود نہیں ہے کہ جس پر اس کو پرکھا جا سکے کہ یہ بات اللہ ہی کی طرف سے الہام ہے یا شیطانی وساوس ہیں۔اسی لیے کسی بھی بڑے سے بڑے عالم دین یا بزرگ وصوفی کا وجدان اُمتِ مسلمہ کے حق میں کسی شرعی دلیل کے مترادف نہیں ہے۔

ہاں یہ بات درست ہے کہ خود اس کے لیے وہ الہام ظن وتخمین یا علم ویقین کا کوئی درجہ رکھتا ہو۔ہم اس بات کو مانتے ہیں کہ اللہ کے نیک بندوں خصوصاً علماء، متقین اور صلحاء کو الہام ہوتا ہے۔ہم یہاں پر بحث یہ کر رہے ہیں کہ کسی اُمتی کا ایسا الہام کوئی شرعی دلیل ہے یا نہیں؟ جیسا کہ بعض لوگوں کا یہ دعویٰ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے خواب میں آ کر انہیں یہ حکم دیا ہے کہ تم الیکشن میں حصہ لو اور کامیابی تمہارا مقدر ہوگی وغیرہ۔

دنیاوی علوم کے حصول کا ایک اور ذریعہ عقل بھی ہے۔فلسفے میں اس ذریعہ علم کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔دین میں عقل، احکام الٰہی کو حاصل کرنے کا ذریعہ تو نہیں ہے، لیکن ان کو سمجھنے میں اس کی حیثیت مسلم ہے۔معتزلہ کے نزدیک عقل سے اللہ کا حکم معلوم ہوسکتا ہے جبکہ غامدی صاحب کا کہنا یہ ہے کہ قرآن میں مذکور 'معروف ومنکر' اور 'طیبات وخبائث' کا تعین فطرت انسانی سے ہوگا۔اہل سنت ماتریدیہ (یعنی احناف) اشاعرہ (یعنی مالکیہ وشوافع) اور سلفیہ (یعنی حنابلہ واہل الحدیث) کے نزدیک دین اسلام کا کوئی بھی حکم نہ تو عقل سے ثابت ہوتا ہے اور نہ ہی فطرت سے۔فطرت سے دینِ اسلام کا کوئی بھی حکم ثابت نہیں ہوتا۔

ہمارا موضوع اس وقت دین اسلام ہے۔اس دنیا میں دین اسلام کے تنہا ماخذ اللہ کے رسول ﷺ ہیں۔اللہ کا دین قرآن کی صورت میں ہو یا قرآن کے علاوہ، وہ ہمیں محمد ﷺ کے بتانے سے ہی ملا ہے۔جب تک آپ 'کتاب اللہ' کو قرآن قرار نہ دیں تو اس وقت تک وہ قرآن نہیں بنتا، یعنی قرآن بھی آپؐ کے بتانے سے ہی قرآن بنا ہے۔

امام غزالی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''جان لو! جب ہم غور سے جائزہ لیتے ہیں تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ تمام اَحکام کی اصل ایک ہی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے.....مگر جب ہم اپنے حق میں کسی حکم کے ظاہر ہونے کی صورت پر غور کرتے ہیں تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ اللہ کا کوئی بھی حکم ہمیں اللہ کے رسول ﷺ کے قول کے بغیر معلوم نہیں ہوسکتا ہے، کیونکہ ہم اللہ کا کلام نہ تو براہ راست اللہ تعالیٰ سے سنتے ہیں اور نہ ہی حضرت جبریلؑ سے۔پس اللہ کی کتاب بھی آپؐ کے قول سے ہی ہمیں معلوم ہوتی ہے۔''

[المستصفی:۱/۸۰]

آپ ﷺ کے زمانے میں یہ دین، قرآن وسنت کی صورت میں موجود تھا اور آپؐ اس دین یعنی دین اسلام کو اپنے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَقوال، افعال اور تقریرات کے ذریعے صحابہؓ تک پہنچا رہے تھے۔ اللہ کے رسول ﷺ سے ہم تک دین (قرآن و سنت) کا علم کیسے منتقل ہوا ہے؟ یہ ایک اہم سوال ہے۔ دوسرا قابل غور نکتہ یہ ہے کہ کیا ہمارا دین اس بارے میں ہماری رہنمائی کرتا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے قرآن وسنت کی صورت میں جو دین حاصل کیا ہے وہ قیامت تک آنے والے آپؐ کے ہر ہر اُمتی تک کن ذرائع سے پہنچے گا؟ تیسرا تحقیق طلب سوال یہ ہے کہ دین نے ایسے کون سے ذرائع بیان کیے ہیں کہ جن ذرائع سے دین اسلام (یعنی قرآن وسنت) آپؐ کی طرف سے کسی امتی تک پہنچ جائے تو اس اُمتی کے لیے اس ذریعے کی صورت میں ملنے والے دین (قرآن وسنت) کو دین اسلام سمجھ کر قبول کرنا واجب ہے؟

پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ آج ہمارے سامنے نہیں ہیں لہٰذا ہم آپؐ کے اَقوال واَفعال کے براہِ راست مشاہدے سے اس دین کا علم حاصل نہیں کر سکتے جو آپ ﷺ پر قرآن وسنت کی صورت میں نازل ہوا ہے یا جسے آپؐ کے اجتہاد کی صورت میں اللہ کی تصویب وتائید حاصل ہوئی ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ کوئی شخص محض اپنی عقل سے غور وفکر کرتے ہوئے اس دین کو معلوم کر لے کہ جو آپؐ پر نازل ہوا تھا تو یہ بھی ناممکن ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص یہ کہے کہ وہ دین جو آج سے چودہ سو سال پہلے محمد ﷺ پر نازل ہوا تھا۔ میں اپنے وجدان سے معلوم کر لوں تو دینِ اسلام کے علم کے حصول کی یہ صورت بھی قابل عمل نہیں ہے، کیونکہ اس کا کوئی معیار نہیں ہے کہ جس کو وہ اپنے دل میں محسوس کر رہا ہے وہ واقعتاً وہی ہے جو اللہ کے رسول ﷺ پر نازل ہوا تھا یا وہ شیطانی وساوس ہیں۔ پس دین کے علم کے حصول کا ایک ہی ذریعہ ہمارے پاس باقی رہ جاتا ہے اور وہ 'خبر وروایت' ہے۔ اب یہ 'خبر وروایت' قطعی بھی ہو سکتی ہے اور ظنی بھی۔

دوسرے اور تیسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ یہ بات دین (قرآن وسنت) کا بنیادی موضوع ہے کہ دین (قرآن وسنت) آپ ﷺ سے قیامت تک آنے والے ہر ہر اُمتی تک کیسے پہنچے گا اور دین (قرآن وسنت) نے اس کو بیان بھی کیا ہے۔ بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ ''دین اسلام (قرآن وسنت) کے منتقل ہونے کے ذرائع کیا ہیں؟ یہ ایک عقلی یا تاریخی بحث ہے''، عقل وشرع دونوں کے خلاف ہے۔ جس طرح کسی چیز کا دین (قرآن وسنت) ہونا یا نہ ہونا ایک اہم بحث ہے، اتنی ہی اہمیت کی حامل یہ بات بھی ہے کہ وہ دین ہم تک کیسے پہنچے گا۔ دین ہو یا دین (قرآن و سنت) کے ہر ہر اُمتی تک پہنچنے کا ذریعہ ہو، دونوں کی اہمیت عقلی اعتبار سے برابر ہے۔ جناب غامدی لکھتے ہیں:

> ''دین اس دنیا میں اللہ پروردگار عالم کی ہدایت ہے جو اس نے اپنے پیغمبروں کی وساطت سے انسانوں کو دی ہے۔ اس سلسلہ کے آخری پیغمبر محمد ﷺ ہیں۔ چنانچہ دین کا تنہا ماخذ اس زمین پر اب محمد ﷺ ہی کی ذات والا صفات ہے۔ یہ صرف انہی کی ہستی ہے کہ جس سے قیامت تک بنی آدم کو ان کے پروردگار کی ہدایت میسر ہو سکتی اور یہ صرف انہی کا مقام ہے کہ اپنے قول وفعل اور تقریر وتصویب سے وہ جس چیز کو دین قرار دیں، وہی اب رہتی دنیا تک دین حق قرار پائے۔'' [میزان: ص۹]

دین (قرآن وسنت) کیا ہے؟ اس اعتبار سے غامدی صاحب کا یہ قول صد فی صد درست ہے کہ دین (قرآن وسنت) صرف وہی ہے کہ جس کو اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے قول، فعل اور تقریر وتصویب سے دین قرار دیا ہے، لیکن اگر ہم غور کریں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ بالا عبارت کی اہمیت اس وقت بالکل ختم ہو جاتی ہے جب ہم اس دین

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(قرآن وسنت) کے پہنچنے کے ذرائع کو ایک عقلی و تاریخی بحث بنا دیتے ہیں۔ کیونکہ ہم جس زمانے میں رہ رہے ہیں اس کے اعتبار سے، اللہ کے رسول ﷺ کے دور میں کیا چیز دین (قرآن وسنت) تھی؟ سے زیادہ اہم سوال یہ ہے کہ وہ دین (قرآن وسنت) ہمیں کس طرح ملا ہے یا دوسرے الفاظ میں وہ دین (قرآن وسنت) آج کہاں ہے؟ کیونکہ ایک چیز کو اُصولی طور پر دین (قرآن وسنت) مان لینے سے اس وقت تک فرق نہیں پڑتا جب تک ہم دین (قرآن وسنت) کے ذرائع کی بحث بھی دین (قرآن وسنت) کی روشنی میں ہی نہ کرلیں۔

جب تک سوال صحیح نہ ہو تو اس کا جواب بھی درست نہیں ہوتا۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے اس دنیا میں اللہ کے رسول ﷺ کی ذات ہی دین اسلام (قرآن وسنت) کا تنہا ماخذ ہے، لیکن یہ اس سوال کا جواب ہے کہ دین اسلام (قرآن وسنت) کے مآخذ کیا ہیں؟ ہمارے خیال میں اصل سوال یہ ہے کہ آج، جس زمانے میں، میں زندگی گزار رہا ہوں، میرے لیے دین اسلام (قرآن وسنت) کے مآخذ کیا ہیں؟ یعنی جو دین (قرآن وسنت) اللہ کے رسول ﷺ کو اللہ کی طرف سے بذریعہ وحی ملا ہے آج مجھے وہ کہاں ملے گا؟ آج میں اسے کہاں تلاش کروں؟ کیا اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ پر نازل کردہ دین (قرآن وسنت) کی حفاظت اس طرح سے کی ہے کہ آج بھی مجھے وہ دین (قرآن وسنت) اسی طرح مل جائے جس صورت میں وہ آپؐ پر نازل ہوا تھا یا اللہ تعالیٰ کا یہ فضل صرف صحابہؓ کی جماعت ہی کے لیے تھا۔ میرے سامنے آج اللہ کے رسول ﷺ نہیں ہیں کہ میں ان کے اقوال، افعال اور تقریرات کا براہِ راست مشاہدہ کر کے دین (قرآن وسنت) آپ کی ذات سے اخذ کرسکوں۔ آپؐ کی حیات میں آپؐ صحابہ کرامؓ کے لیے حقیقتاً دین (قرآن وسنت) کا تنہا ماخذ تھے۔ اس لیے یہ کہنا کہ دین (قرآن وسنت) کا تنہا ماخذ اللہ کے رسول ﷺ ہیں، نظری و اُصولی طور پر بالکل صد فی صد درست بات ہے، لیکن صرف یہ کہنا آج کے مسلمان کا مسئلہ اس لیے حل نہیں کرتا کہ اس کے سامنے آپؐ کی ذات موجود نہیں ہے۔

آپؐ نے قرآن اور اپنے اقوال، افعال اور تقریرات کے ذریعے جو دین اس اُمت کو دیا ہے وہ آج کہاں ہے؟ اس سوال کا جواب جب ہم اصول فقہ کی کتابوں میں تلاش کرتے ہیں تو مآخذ شریعت کے عنوان کے تحت مذکور بحث کے مطالعے سے ہمیں یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ اہل سنت کا جواب کیا ہے۔ پس یہ کہنا کہ دین (قرآن وسنت) کے ذرائع کی بحث عقل یا تاریخ کا مسئلہ ہے' ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی شخص یہ دعوی کرے کہ اللہ کے رسول ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے لیے تو دین (قرآن وسنت) کے مآخذ واضح تھے یعنی آپؐ کے اقوال، افعال و تقریرات، جبکہ قیامت تک کے انسانوں کے لیے دین کے مآخذ کیا ہیں؟ یہ عقل و تاریخ سے طے ہوگا۔

عقل و تاریخ تو یہ بتلاتی ہے کہ صحابہؓ کے لیے خبر واحد مستقل بالذات ماخذ دین تھی، کیونکہ صحابہؓ دو صورتوں میں اللہ کے رسول ﷺ سے دین حاصل کر رہے تھے یا تو براہ راست آپؐ کی مجلس میں موجود ہوتے تھے یا کسی دوسرے صحابیؓ سے اس کی خبر پاتے تھے۔ پہلی صورت میں بھی آپؐ کی خبر ان کے لیے خبر واحد تھی جبکہ دوسری صورت بھی عموماً خبر واحد ہی کی ہوتی تھی جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم آپؐ کے ارشادات و افعال اور موقع بموقع نازل ہونے والی قرآنی آیات کی خبر اپنی بیویوں کو جا کر دیتے تھے تو یہ خبر واحد ہی تھی۔ اس خبر واحد سے قرآن بھی ثابت ہو رہا تھا اور حلال و حرام، عبادات بھی اور معاملات بھی۔ آداب بھی اور حدود و تعزیرات بھی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس عقل وتاریخ کو کیا ہو گیا ہے کہ آج ہمیں یہ کہتی ہے کہ ہمارے لیے خبر واحد مستقل بالذات ماخذ دین نہیں ہے بلکہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع اور پھر اس اجماعِ صحابہؓ کی ہر دَور میں اِجماع ہی کے ذریعے سے حکایت و روایت ہی مستقل بالذات دین کی روایت کا بنیادی ذریعہ ہے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ جب تک صحابہ رضی اللہ عنہم کا کسی بات پر اجماع نہیں ہوا تھا اور کسی ایک صحابیؓ نے کسی دوسرے صحابیؓ سے مثلاً تحویل قبلہ سے متعلق قرآن کی نئی نئی نازل شدہ آیات سنی تو اس صحابیؓ کے لیے وہ خبر واحد مستقل بالذات ماخذ دین تھی یا نہیں؟ اور اس خبر واحد سے قرآن اور تحویل قبلہ جیسا حکم ثابت ہو جاتا تھا یا نہیں؟ اگر تو جواب اثبات میں ہے۔ اور یقیناً ہے تو آج اس خبر واحد سے قرآن یا تحویل قبلہ جیسے اَحکامات کے اثبات میں کیا رکاوٹ ہے؟ کیا صحابہؓ کے دور میں جس قسم کی خبر واحد سے مستقل بالذات دین ثابت ہو جاتا تھا۔

امام شافعی، امام مالک، امام احمد اور امام بخاری رحمہم اللہ وغیرہ کے زمانے میں اس خبر واحد سے دین ثابت نہیں ہوتا تھا؟ کیا ذریعہ، دین پر حکم ہے کہ وہ دین کو مستقل بالذات یا غیر مستقل بالذات بنا دیتا ہے۔ کیا جس چیز پر صحابہ، کا اجماع نہ ہو اس کو ہم مستقل بالذات دین شمار نہیں کریں گے؟ احادیث، سیرت وتاریخ کی کتب سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے جمع قرآن کے واقعہ سے پہلے قرآن کی قراءات کے بارے میں صحابہ رضی اللہ عنہم میں بہت اختلافات تھے اور بعض صحابہ رضی اللہ عنہم دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم کی قراءت کا انکار بھی کرتے تھے اور سرحدی علاقوں میں ایسے جھگڑے بہت بڑھ گئے تھے۔

یہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم جو کہ قرآن کی ایک قراءت پر متفق نہیں تھے تو کیا قرآن صحابہ رضی اللہ عنہم کے اس دور میں ثابت نہیں تھا یا وہ مستقل بالذات ماخذ نہیں مانا جاتا تھا۔ یقیناً ایسا نہیں تھا۔ آج بھی تمام اُمت قرآن کریم کی کسی ایک روایت پر متفق نہیں ہے، بلکہ کہیں 'روایتِ حفص' ہے تو کہیں 'روایتِ ورش' اور بعض ممالک میں 'روایتِ قالون' رائج ہے تو بعض علاقوں میں 'روایتِ دوری' پڑھی جاتی ہے، اس کے باوجود قرآن ثابت ہے اور مستقل بالذات ماخذ دین ہے۔ مستقل بالذات دین کے ثبوت کے جو طریقے خود دین نے بیان کیے ہیں وہ 'اجماع' نہیں ہے، بلکہ 'خبر' ہے۔ اگر اس خبر پر اجماع بھی حاصل ہو جائے تو یہ ایک اضافی فائدہ ہے۔ یہی ہمارے اس مضمون کا بنیادی موضوع ہے۔

غامدی صاحب لکھتے ہیں:

''یہی قانون وحکمت وہ دین حق ہے جسے 'اسلام' سے تعبیر کیا جاتا ہے اس کے ماخذ کی تفصیل ہم اس طرح کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے یہ دین آپ کے صحابہ کے اجماع اور قولی وعملی تواتر سے منتقل ہوا اور دو صورتوں میں اس اُمت کو ملا ہے: ① قرآن مجید ② سنت [میزان: ص ۹]

غامدی صاحب جس کو ذریعہ قرار دے رہے ہیں، اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ وہ ایک ذریعہ ہونے کے علاوہ آج کے دور میں ہمارے لیے ماخذ دین بھی ہیں۔ دین نے صحابہؓ کے لیے بھی اور قیامت تک آنے والے اُمتیوں کے لیے ماخذ دین (یعنی دین کو اَخذ کرنے کی جگہوں) کو بیان کر دیا ہے۔ قرآن اور سنت دونوں میں یہ بات صراحت سے بیان ہوئی ہے کہ دین کے اللہ کے رسول ﷺ سے اُمت تک منتقل ہونے کا اصل ذریعہ خبر ہے اور بذریعہ خبر اگر دین اسلام کی کوئی بات اللہ کے رسول ﷺ کی نسبت سے کسی اُمتی کو پہنچ جائے تو اس کے لیے اس بات کو دین کی حیثیت سے قبول کرنا واجب ہے، چاہے وہ خبر قطعی ہو یا ظنی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دین (قرآن وسنت) کی روایت کا بنیادی ذریعہ؛ قرآن کی روشنی میں

قرآن مجید نے صریحاً اور اشارتاً دین کی روایت و ذریعہ کو ایک موضوع کے طور پر بیان کیا ہے۔قرآن مجید میں اس کے درج ذیل دلائل ہیں:

پہلی دلیل: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اِیْتُوْنِیْ بِکِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَآ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ﴾ [الأحقاف:۴]

''تم (اپنے موقف کے حق میں) کوئی کتاب اس (قرآن) سے پہلے کی یا (سابقہ انبیاء) کی بچی کھچی منقول علمی روایت لے آؤ۔''

اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں مولانا امین احسن اصلاحی لکھتے ہیں:

''اثارۃ' اس روایت کو کہتے ہیں جو سلف سے منقول ہوتی چلی آ رہی ہو۔الأثارة البقية من العلم توثروهم على اثارة من العلم أي بقية منه ياثرونها من الأولين (اقرب الموارد)۔اس کے ساتھ 'من علم' کی قید اس حقیقت کے اظہار کے لیے ہے کہ اس روایت کی بنیاد محض وہم وگمان پر نہیں بلکہ علم پر ہو۔اگر تم مدعی ہو کہ خدا نے تمہارے معبودوں کو اپنی خدائی میں شریک بنایا ہے تو اپنے اس دعوے کی سچائی ثابت کرنے کے لیے یا تو اس قرآن سے پہلے کی کوئی کتاب پیش کر دو یا کوئی ایسی روایت جس کی بنیاد وہم وگمان پر نہیں بلکہ علم پر ہو۔مطلب یہ ہے کہ خدا کا کوئی شریک ہے یا نہیں؟ اس باب میں اصلی گواہی خود خدا ہی کی ہو سکتی ہے کہ اس نے اپنا شریک کسی کو بنایا ہے یا نہیں اور بنایا ہے تو کس کو؟ خدا کی گواہی کو جاننے کا واحد ذریعہ اس کی نازل کردہ کتابیں ہیں یا وہ روایات وآثار جو اس کے نبیوں اور رسولوں سے صحیح طور پر سلف سے خلف کو منتقل ہوئے۔فرمایا کہ اس طرح کی کوئی چیز ہو تو اس کو پیش کرو، محض وہم کی بنیاد پر ایک ہوائی قلعہ تعمیر کر کے اپنی عاقبت نہ خراب کرو۔یہاں یہ بات واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ علم یا تو اس کی کتابوں کے ذریعہ سے خلق کو منتقل ہوا ہے مثلاً تورات وانجیل وغیرہ کے ذریعے سے یا روایات وآثار کے ذریعے سے' مثلاً حضرت ابراہیمؑ اور دوسرے انبیاء کی تعلیمات بعد والوں کو روایات ہی کے ذریعے پہنچیں۔''

[تدبر القرآن، تفسیر سورۃ الاحقاف:۴]

طوالت کے خوف سے ہم اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں باقی مفسرین کی آراء نقل نہیں کر رہے ہیں۔اس آیت مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے کہ دین کے پہنچنے کا ذریعہ بھی دین ہی کا موضوع ہے اور قرآن نے اس کو بیان کیا ہے۔ قرآن کی اس آیت کے مطابق اللہ کی کتاب اور رسولوں کی طرف منسوب اخبار، چاہے عقائد کی صورت میں ہو یا اعمال وعبادات کی شکل میں، دین اسلام کا ماخذ ہیں۔یہ آیت اس بات کی بھی دلیل ہے کہ عقیدہ بھی خبر ہی سے ثابت ہوتا ہے، چاہے وہ متواتر ہو یا خبر آحاد۔

دوسری دلیل: ایک اور جگہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ﴾ [التوبة:۱۲۲]

''پس کیوں نہ ان کی ہر بڑی جماعت میں سے ایک چھوٹی جماعت نکلی تاکہ وہ دین کا گہرا فہم حاصل کریں اور تاکہ وہ اپنی قوم کو ڈرائیں جبکہ وہ ان کی طرف لوٹ کر جائیں شاید کہ وہ (یعنی قوم والے اس طرح) ڈر جائیں''۔

اس آیت مبارکہ میں 'طائفة' کا لفظ استعمال ہوا ہے جو کہ عربی زبان میں ایک قلیل جماعت کے لیے استعمال ہوتا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے چاہے وہ 'فردِ واحد' ہی کیوں نہ ہو۔امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''میں یہ کہتا ہوں کہ بہترین نص جس سے اس بات پر استدلال کیا گیا ہے کہ طائفة کا لفظ ایک کے لیے بھی بولا جاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اگر اہل ایمان میں دو افراد آپس میں لڑ پڑیں'' کیونکہ آگے فرمایا: ''اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح کروا دیا کرو'' پس 'اَخَوَیْکُمْ' میں تثنیہ کا صیغہ استعمال کیا ہے''۔[تفسیر قرطبی:سورة التوبة:۱۲۲]

اگر اس کو جمع کے معنی میں بھی استعمال کریں تو پھر بھی تین سے جمع شروع ہو جاتی ہے اور تین راویوں کی روایت کو بھی محدثین کی اصطلاح میں 'خبر واحد' ہی کہتے ہیں۔

تیسری بات یہ ہے کہ 'فرقة' میں کم از کم تین افراد ہوں گے۔اور 'فرقة' میں سے جب 'طائفة' نکلے گا تو ایک یا دو نکلیں گے۔ابن عادل الحنبلی لکھتے ہیں:

''یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ خبر واحد حجت ہے۔تین افراد مل کر فرقہ بنے۔اور اللہ نے یہ واجب کیا ہے کہ ہر فرقہ سے ایک طائفہ نکلے۔پس تین میں سے نکلنے والے دو ہوں گے یا ایک' پھر اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی خبر پر عمل کو ﴿وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ﴾ کے ذریعے واجب قرار دیا ہے کیونکہ اس سے مراد ان لوگوں کی خبر ہے۔اسی طرح ﴿لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ﴾ کے ذریعے ان کی قوم پر یہ واجب قرار دیا ہے کہ وہ ان کی خبر پر عمل کریں۔یہ آیت اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ ایک یا دو افراد کی خبر شریعت اسلامیہ میں حجت قرار پائے''۔[اللباب فی علوم الکتاب:سورة التوبة:۱۲۲]

اس آیت مبارکہ میں اللہ کے رسول ﷺ سے دین اسلام کو حاصل کرنے اور پھر واپس جا کر اپنی قوم کو بتلانے کے لیے خبر واحد کو حجت مانا گیا ہے۔احادیث' سیرت اور آثار صحابہؓ کی کتابوں میں بکثرت ایسے واقعات ملتے ہیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بعض قبائل سے ایک فرد اور بعض سے ایک سے زائد افراد اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے' دین اسلام کے احکامات سیکھتے اور واپس جا کر اپنی قوم کو اس کی تعلیم دیتے تھے۔

تیسری دلیل: اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا﴾ [الحجرات:۶]

''اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق کوئی خبر لے کر آئے تو تم تحقیق کر لیا کرو (اس خبر کی)۔''

اس آیت مبارکہ میں دین و دنیا سے متعلق کسی بھی خبر واحد کو قبول کرنے کے لیے یہ حکم دیا گیا ہے کہ اگر اس خبر کا راوی کوئی فاسق شخص ہو تو اس خبر اور اس کے راوی دونوں کی تحقیق کر لیا کرو۔الحمد للہ! محدثین نے آپ ﷺ کی طرف منسوب اَخبار میں راویان اَحادیث کی چھان پھٹک کے ساتھ ساتھ متون کی بھی تحقیق کی ہے۔محدثین کے بارے میں بعض ناواقف حضرات کا یہ خیال غلط ہے کہ ان کے نزدیک کسی حدیث کے صحیح ہونے کا دارومدار صرف اس کی سند کی صحت پر ہے اور وہ حدیث کے قبول و رد میں متن حدیث کی جانچ پڑتال نہیں کرتے اور متن کی تحقیق کے اُصول فقہاء نے وضع کیے ہیں۔محدثین کے ہاں حدیث سند و متن دونوں کے مجموعے کا نام ہے، چنانچہ ان کے اصولِ حدیث بھی سند و متن دونوں کی تحقیق سے متعلق ہیں اور یہ بات مصطلح الحدیث کی قدیم و جدید تمام کتب کی ابتداء میں فن کی تعریف، موضوع اور فائدہ وثمرہ کے عنوان کے تحت موجود ہے۔اس موضوع پر ہمارے استاد ڈاکٹر قاری حمزہ مدنی حفظہ اللہ نے اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور میں پی۔ایچ۔ڈی کا مقالہ رقم فرمایا ہے، جس میں درایتِ حدیث کے اعتبار سے محدثین کی خدمات کا تفصیلی و تحقیقی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔یہ مقالہ اِن شاء اللہ کچھ ہی عرصے بعد شائع بھی ہو جائے گا۔اس آیت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مبارکہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر خبر کا راوی فاسق نہ ہو یعنی عادل ہو تو پھر خبر کی تحقیق کی ضرورت نہیں ہے لیکن اس کے باوجود محدثین نے ہر اعتبار سے خبر کی تحقیق کی ہے۔ علامہ آلوسیؒ نے اپنی تفسیر روح المعانی میں اس آیت کے بیان میں خبر واحد کی حجیت کے بارے میں عمدہ بحث کی ہے۔

چوتھی دلیل: بعض جگہ قرآن میں اشارتاً بھی اس بات کا تذکرہ آیا ہے کہ خبر واحد کی صورت میں دی گئی خبر کو قبول کیا جائے گا۔ ایک جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ لَا أَرَى الْهُدْهُدَ أَمْ كَانَ مِنَ الْغَائِبِينَ لَأُعَذِّبَنَّهُ عَذَابًا شَدِيدًا أَوْ لَأَاذْبَحَنَّهُ أَوْ لَيَأْتِيَنِّي بِسُلْطَانٍ مُّبِينٍ فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيدٍ فَقَالَ أَحَطتُ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهِ وَجِئْتُكَ مِن سَبَإٍ بِنَبَإٍ يَقِينٍ إِنِّي وَجَدتُّ امْرَأَةً تَمْلِكُهُمْ وَأُوتِيَتْ مِن كُلِّ شَيْءٍ وَلَهَا عَرْشٌ عَظِيمٌ وَجَدتُّهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُونَ لِلشَّمْسِ مِن دُونِ اللَّهِ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُونَ أَلَّا يَسْجُدُوا لِلَّهِ الَّذِي يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُونَ وَمَا تُعْلِنُونَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ قَالَ سَنَنظُرُ أَصَدَقْتَ أَمْ كُنتَ مِنَ الْكَاذِبِينَ اذْهَب بِّكِتَابِي هَٰذَا فَأَلْقِهْ إِلَيْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانظُرْ مَاذَا يَرْجِعُونَ﴾ [النمل:۲۰تا۲۸]

''حضرت سلیمان علیہ السلام نے پرندوں کا جائزہ لیا تو کہا: کیا ہو گیا ہے مجھے، میں ہدہد کو دیکھ نہیں پا رہا ہوں یا وہ غائب ہے۔ میں اس کو لازماً شدید عذاب دوں گا یا اسے ذبح ہی کر دوں گا یا وہ میرے پاس کوئی واضح دلیل (عذر) لے کر آئے۔ پس حضرت سلیمان علیہ السلام نے زیادہ دیر نہیں گزاری (کہ ہدہد آ گیا) پس ہدہد نے کہا: میں نے اس چیز کا احاطہ کیا ہے جس کا آپ احاطہ نہیں کر سکے اور میں آپ کے پاس قوم سبا سے ایک یقینی خبر لے کر آیا ہوں۔ میں نے ایک عورت کو دیکھا ہے وہ ان پر حکمرانی کرتی ہے اور اسے ہر چیز دی گئی ہے اور اس کے پاس ایک بہت بڑا تخت ہے۔ میں اس عورت اور اس کی قوم کے لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ اللہ کے علاوہ سورج کو سجدہ کرتے ہیں اور شیطان نے ان کے لیے ان کے اعمال کو مزین کر دیا ہے پس اس نے انہیں سیدھے رستے سے روک دیا ہے۔ پس وہ اس بات کی طرف رہنمائی نہیں پا سکے کہ وہ اس اللہ کو سجدہ کریں جو زمین یا آسمانوں میں چھپی ہوئی ہر چیز کو نکالتا ہے اور وہ جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو یا ظاہر کرتے ہو۔ اللہ، اس کے سوا کوئی بھی معبود نہیں ہے اور وہ عرش عظیم کا رب ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا: ہم عنقریب دیکھیں گے کہ تم نے سچ بولا یا تم جھوٹوں میں سے ہو۔ تو میرا یہ خط لے جا اور ان کی طرف ڈال دے پھر ان سے منہ موڑ لے پس دیکھ کیا وہ لوٹاتے ہیں۔''

ہدہد کے قول ﴿فَقَالَ أَحَطتُ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهِ﴾ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو جو خبر دی تھی وہ ان کے علم میں نہ تھی اور دوسری اہم بات یہ ہے کہ ہدہد کی خبر قوم سبا کے عقیدے کے بارے میں تھی۔ حضرت سلیمانؑ نے اسے یہ نہیں کہا کہ خبر واحد سے عقیدہ ثابت نہیں ہوتا ہے بلکہ زیادہ سے زیادہ جو بات کی، وہ یہ تھی کہ ہم تمہاری خبر کی تحقیق کریں گے۔ یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ ہدہد کی یہ خبر 'خبر الواحد المحتف بالقرائن' کے قبیل سے تھی کہ جن سے علم یقینی حاصل ہوتا ہے اور قرآن نے ﴿وَجِئْتُكَ مِن سَبَإٍ بِنَبَإٍ يَقِينٍ﴾ میں اس طرف اشارہ کیا ہے کہ اس قسم کی خبر واحد سے علم یقینی حاصل ہوتا ہے۔ یہ دعویٰ درست نہیں ہے کہ علم یقین صرف خبر متواتر سے ہی حاصل ہوتا ہے۔ علامہ ابن حجر رحمہ اللہ، امام نووی رحمہ اللہ کے تعاقب میں لکھتے ہیں:

''جہاں تک امام نووی رحمہ اللہ کے اس دعوے کا تعلق ہے کہ تواتر کے بغیر خبر سے علم یقین حاصل نہیں ہوتا، تو یہ دعویٰ چند وجوہات سے ناقص دعویٰ ہے۔ پہلی وجہ تو یہ ہے کہ ایسی خبر واحد کہ جس کا قرائن نے احاطہ کیا ہو، علم نظری کا فائدہ دیتی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے جیسا کہ امام الحرمین امام غزالی رحمہ اللہ، علامہ آمدی رحمہ اللہ اور ابن الحاجب رحمہ اللہ وغیرہ نے بیان کیا ہے۔دوسری بات یہ ہے کہ ایسی خبر مستفیض جو کہ کئی طرق سے مروی ہو اور اس میں کسی قسم کا طعن نہ ہو، علم حدیث کے ماہرین کو علم نظری کا فائدہ دیتی ہے۔اس بات کو الاستاذ ابو اسحاق اسفرائینی رحمہ اللہ الاستاذ ابو منصور التمیمی رحمہ اللہ اور الاستاذ ابو بکر بن فورک رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے۔تیسری بات یہ ہے کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اس بات پر اجماع ہے کہ ایسی خبر واحد کہ جس کو امت میں 'تلقی بالقبول' حاصل ہو، قطعاً صحیح ہوتی ہے اور کسی خبر کے صحیح ہونے پر اُمت کے اجماع سے جو علم یقین حاصل ہوتا ہے وہ روایت کے طرق کثیرہ یا قرائن مختفہ سے بھی حاصل نہیں ہوتا۔''

[النکت علی ابن الصلاح:۱/۳۷۷،۳۷۸]

اَحادیث مبارکہ کا ایک بہت بڑا ذخیرہ ایسا ہے جو 'المحتف بالقرائن' کی قبیل سے ہے۔اس بات کو ایک سادہ سی مثال سے یوں سمجھیں کہ زید ۱۵ سال کا ایک نوجوان لڑکا ہے اور اس کے بچپن کے دو دوست حامد اور احمد ہیں۔حامد کی سال میں ایک آدھ دفعہ زید سے ملاقات ہو جاتی ہے جبکہ احمد اس سے مستقل طور پر رابطے میں ہے۔اچانک ایک دن معلوم ہوا کہ زید کو کینسر ہے اور اس کو ہسپتال میں داخل کروادیا جاتا ہے۔احمد، زید کی عیادت کے لیے بھی ہسپتال جاتا رہتا ہے جبکہ حامد کو زید کی اس بیماری کا علم نہیں ہے۔اچانک ایک دن حامد اور احمد دونوں کو کسی شخص کی طرف سے صرف اتنی خبر ملتی ہے کہ زید کی وفات ہوگئی ہے تو حامد کو ملنے والی خبر، صرف خبر واحد ہے جبکہ احمد کو ملنے والی خبر 'خبر الواحد المحتف بالقرائن' ہے لہٰذا اس خبر کو سننے کے بعد دونوں کو حاصل ہونے والا علم یقیناً مختلف ہوگا۔صحیح بخاری و صحیح مسلم کی تمام روایات 'خبر الواحد المحتف بالقرائن' میں سے ہیں کہ جن سے علم یقینی حاصل ہوتا ہے۔اس موضوع پر راقم الحروف کا ایک مضمون ماہنامہ 'محدث' مارچ ۲۰۰۸ء اور ماہنامہ 'حکمت قرآن' اکتوبر ۲۰۰۷ء میں شائع ہو چکا ہے۔

اس بات کا امکان موجود ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو یہ معلوم ہو کہ جس علاقے کی خبر ہدہد لے کر آرہا ہے وہاں کوئی قوم آباد ہے، لیکن اس قوم کے عقائد ونظریات کیا تھے اس سے حضرت سلیمان علیہ السلام بے خبر تھے جس کی پھر ہدہد نے آکر ان کو خبر دی ہے۔

دین (قرآن وسنت) کی روایت کا بنیادی ذریعہ؛ سنت کی روشنی میں

اَحادیث میں بھی کثیر تعداد میں اس قسم کے دلائل موجود ہیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دین (قرآن وسنت) کے منتقل ہونے میں خبر واحد کو بنیادی ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔امام اہل سنت، امام شافعی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب 'الرسالہ' میں اس موضوع پر مفصل بحث کی ہے اور دین سے یہ ثابت کیا ہے کہ دین کے پہنچنے کا بنیادی ذریعہ خبر واحد ہی ہے۔

پہلی دلیل: امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اگر کوئی کہنے والا یہ کہے کہ تم اس بارے میں کہ خبر واحد سے دین ثابت ہوتا ہے، خود خبر سے یا اس خبر کی کسی دلالت سے یا اجماع سے حجت پیش کرو تو میں اس سے کہوں گا: مجھے سفیان نے عبدالملک بن عمیر سے خبر دی ہے۔وہ عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن مسعود سے اور وہ اپنے باپ سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ اس شخص کو سرسبز وشاداب رکھے جس نے میری کوئی بات سنی پس اس کو محفوظ کیا ہے پھر یاد کیا اور پھر آگے ادا کر دیا۔پس کتنے ہی لوگ ایسے ہوتے ہیں جو کہ کسی گہرے کلام کے حاملین تو ہوتے ہیں لیکن فقیہ نہیں ہوتے۔اور بہت سارے گہری باتوں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے حاملین ایسے بھی ہوتے ہیں جو کہ اپنے سے زیادہ فقیہ و سمجھدار کو وہ بات نقل کرنے والے ہوتے ہیں...پس جب اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے اقوال کے سننے' ان کو یاد کرنے اور پھر ان کو آگے پہنچانے کو کسی بھی شخص کے لیے مستحب قرار دیا ہے، جب کہ وہ ایک بھی ہو، اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آپؐ اپنی طرف سے کسی بھی ایسی بات کو پہنچانے کا حکم نہیں دیں گے کہ جس سے اس شخص پر حجت قائم نہ ہوتی ہو کہ جس تک وہ بات پہنچائی جائے، کیونکہ آپؐ کی طرف سے حلال و حرام بھی پہنچایا جائے گا اور ایسی حدود بھی کہ جن کو قائم کیا جائے' ایسا مال بھی جو کہ دیا یا لیا جائے اور دین و دنیا کی نصیحت بھی۔'' [الرسالة: باب الحجة فی تثبیت خبر الواحد]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپؐ کی طرف سے کوئی بھی خبر واحد کسی شخص تک پہنچ جائے تو اس کا ماننا اس کے لیے حجت ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے اس مسئلے کے ثبوت میں کئی ایک دلائل بیان کیے لیکن ہم یہاں صرف انہی دلائل کا تذکرہ کر رہے ہیں کہ جن کے ذریعے قرآن ثابت ہوتا ہے۔امام شافعی رحمہ اللہ کے بقول قرآن بھی 'خبر الواحد المحتف بالقرائن' سے ثابت ہوتا ہے اور اس کے لیے ان کے پاس درج ذیل دلائل ہیں:

دوسری دلیل: امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''ہمیں مالک نے عبداللہ بن دینار سے اور انہوں نے عبداللہ بن عمرؓ سے خبر دی ہے کہ اس دوران کہ لوگ قباء میں صبح کی نماز پڑھ رہے تھے کہ ان کے پاس ایک آنے والا آیا اور اس نے یہ کہا: بے شک اللہ کے رسول ﷺ پر قرآن نازل ہوا ہے اور آپؐ کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ آپؐ بیت اللہ کی طرف رخ کریں تو ان تمام لوگوں نے بیت اللہ کی طرف رخ کر لیا جبکہ اس سے پہلے ان کا رُخ شام کی طرف تھا تو وہ (نماز کی حالت میں ہی) کعبہ کی طرف پھر گئے۔اہل قباء ان لوگوں میں سے ہیں جو انصار میں ایمان و دین کی سمجھ دونوں کے اعتبار سے سبقت لے جانے والوں میں سے تھے۔یہ لوگ اس قبلے پر تھے کہ جس کی طرف رخ کرنا اللہ تعالیٰ نے ان پر فرض کیا تھا اور ان کے لیے یہ بالکل بھی جائز نہیں تھا کہ وہ قبلہ کے حوالے سے اللہ تعالیٰ کے ایک فرض حکم کو (کسی خبر کی وجہ سے) چھوڑ دیں سوائے اس (خبر) کے کہ جس سے ان پر حجت قائم ہوتی ہو حالانکہ انہوں نے اللہ کے رسول ﷺ سے ابھی (اس نئے حکم کی تصدیق کے بارے میں) ملاقات بھی نہ کی تھی اور نہ ہی انہوں نے ان آیات کو سنا تھا کہ جو کہ اللہ تعالیٰ نے تحویل قبلہ کے بارے میں آپؐ پر نازل کی تھیں' پس وہ سب اللہ کی کتاب (کے نزول) اور آپؐ کی سنت کی خبر آپ ﷺ کی طرف سے سن کر قبلہ رخ ہو جاتے اور نہ ہی انہوں نے خبر عامہ کی بنیاد پر ایسا کیا۔وہ خبر واحد کو سن کر' جبکہ اس کے نقل کرنے والے ان کے نزدیک اہل صدق میں سے ہوں' اس فرض سے منتقل ہو جاتے ہیں کہ جس پر وہ پہلے سے تھے۔پس وہ ایک شخص کی اللہ کے رسول ﷺ کی طرف منسوب اس خبر کی وجہ سے اپنے قبلے کو ترک کر دیتے ہیں کہ آپؐ نے ان کے بارے میں تحویل قبلہ کا ایک نیا حکم جاری کیا ہے۔یہ صحابہؓ اس وقت تک کسی خبر کی بنیاد پر یہ کام کرنے والے نہ تھے' ان شاء اللہ تعالیٰ' جب تک کہ ان کو اس بات کا علم نہ ہوتا کہ اس قسم کی خبر سے حجت قائم ہو جاتی ہے' بشرطیکہ کہ خبر دینے والا اہل صدق میں سے ہو۔(اسی طرح) صحابہؓ اس وقت تک اس قسم کے عظیم دینی معاملے کو (بذریعہ خبر واحد) بیان کرنے والے نہ ہوتے جب تک ان کو یہ معلوم نہ ہوتا کہ اس طرح کے معاملات کو بھی اس طرح (یعنی خبر واحد کی صورت میں) بیان کرنے کی ان کو اجازت ہے اور وہ اللہ کے رسول ﷺ کو ضرور اس بات کی خبر دیتے جو کہ انہوں نے آپؐ کی طرف منسوب خبر کی بنیاد پر کیا تھا۔صحابہ کو جو خبر واحد دی گئی تھی' اگر اس خبر کی بنیاد پر ان کے لیے اس قبلہ کو تبدیل کرنا' جو کہ ان پر فرض تھا' جائز نہ ہوتا تو اللہ کے رسول ﷺ ان شاء اللہ ضرور صحابہؓ سے یہ بات کہتے کہ تم ایک قبلے کی پیروی کر رہے تھے اور تمہارے لیے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس قبلے سے پھرنا اس وقت تک جائز نہیں تھا جب تک کہ تمہیں اس ذریعے سے قبلہ کی تبدیلی کا علم نہ ہوجاتا کہ جس سے حجت قائم ہو جاتی ہے مثلاً تم مجھ سے براہ راست سن لیتے یا تم تک کوئی خبر العامہ پہنچتی یا ایک سے زائد افراد تمہیں اس بارے میں خبر دیتے۔'' (ایضاً)

اہل قبا اللہ کے رسول ﷺ سے زیادہ دور آبادنہ تھے' ان میں سے کسی نے بھی یہ نہیں کہا کہ ہم اللہ کے رسول ﷺ کے پاس جا کر پہلے اس خبر کی تصدیق کریں گے کہ واقعتاً قبلہ تبدیل ہو گیا یا نہیں' پھر ہم اس خبر واحد کو قبول کریں گے۔اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ "خبر واحد المحتلف بالقرائن" سے قرآن بھی ثابت ہوتا ہے۔

تیسری دلیل: امام شافعی رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں:

''ہمیں مالک نے اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ سے خبر دی ہے، انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے خبر دی ہے کہ انہوں نے کہا: کہ میں حضرت ابوطلحہ، ابوعبیدہ بن جراح اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہم کو کچی اور پکی کھجوروں کی شراب پلاتا تھا۔پس ان کے پاس ایک آنے والا آیا اور اس نے کہا: بے شک شراب حرام کر دی گئی ہے تو ابوطلحہ نے کہا: اے انس! اس مٹکے کے پاس کھڑے ہو جاؤ اور اس کو توڑ دو۔پس میں نے اپنا کھجوریں کوٹنے والا موسل اٹھایا اور اسے مٹکے کے نچلے حصے پر دے مارا یہاں تک کہ وہ ٹوٹ گیا۔ یہ صحابہؓ اللہ کے نبی ﷺ کے ہاں مرتبے وعلم کے اعتبار سے ایک مقام پر تھے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کو اللہ کے رسول رضی اللہ عنہم کی جو صحبت نصیب ہوئی ہے اس کا تو کوئی بھی عالم انکار نہیں کرے گا۔ ان صحابہؓ کے نزدیک شراب حلال تھی اور وہ اس کو پی رہے تھے پس ان کے پاس ایک آنے والا آتا ہے اور انہیں شراب کی حرمت کی خبر دیتا ہے۔پس ابوطلحہ جو کہ شراب کے مٹکے کے مالک تھے، اس مٹکے کو توڑنے کا حکم دیتے ہیں۔پس نہ ابوطلحہ نے، نہ ان سب صحابہ رضی اللہ عنہم نے اور نہ ہی ان میں کسی ایک صحابیؓ نے یہ بات کہی کہ ہم تو شراب کو اس وقت تک حلال سمجھیں گے جب تک خود اللہ کے رسول ﷺ سے ملاقات (کر کے اس کی حرمت معلوم) نہ کر لیں جبکہ آپؐ ان صحابہؓ کے بہت قریب بھی تھے' اسی طرح ان صحابہؓ نے یہ بھی نہیں کہا کہ جب تک ہمارے پاس 'خبر العامہ' نہیں آئے گی ہم اس وقت تک شراب کی حرمت کا یقین نہیں کریں گے۔اور یہ اس وجہ سے بھی ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کسی بھی حلال شے کو بہا کے ضائع کرنے والے نہیں ہیں، کیونکہ حلال کو ضائع کرنا اسراف ہے اور صحابہ رضی اللہ عنہم مسرفین نہیں تھے۔''

[الرسالة:باب الحجة فی تثبیت خبر الواحد]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خبر واحد کی بنیاد پر اشیاء کی حلت وحرمت بھی ثابت ہوتی ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ 'خبر الواحد المحتف بالقرائن' سے قرآن بھی ثابت ہوتا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے جب صحابہ رضی اللہ عنہم کو قرآن دیا تو یہ خبر واحد تھی۔اس طرح جب صحابہ رضی اللہ عنہم سے تابعین نے قرآن سیکھا تو ایسا نہیں تھا کہ ہر ہر تابعی نے صحابہؓ کے ایک جم غفیر سے مکمل قرآن سنا ہو بلکہ ایک صحابی جب کسی ایک تابعی کو قرآن پہنچا دیتے تھے تو تابعیؒ صحابیؓ کی اس خبر واحد کو قبول کرتے تھے۔تابعین کی ایک بہت بڑی تعداد ایسی ہے جنہوں نے ایک' دو یا تین صحابہؓ سے قرآن حاصل کیا ہے اور یہ سب خبر واحد ہی ہے،لیکن یہ ایسی خبر واحد ہے جو کہ 'المحتف بالقرائن' ہے۔قراءات ائمہ عشرہ میں اکثر وبیشتر قراءات ایسی ہیں کہ جن کی اَسناد میں تابعین نے دو، تین، چار یا پانچ صحابہ رضی اللہ عنہم سے قرآن حاصل کیا ہے۔روایتِ حفص جو برصغیر پاک و ہند میں پڑھی جاتی ہے، کی سند میں بھی تین تابعین ہیں جنہوں نے پانچ صحابہ رضی اللہ عنہم سے پڑھا ہے۔قرآن کی اسناد پر ہم بالتفصیل بحث آگے چل کر کریں گے۔

چوتھی دلیل: نویں دلیل کے طور پر امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اسی طرح آپؐ نے حضرت علیؓ کو اسی سال حج پر بھیجا اور انہوں نے مجمع عام میں قربانی کے دن سورہ توبہ کی آیات تلاوت کیں (جو کہ ابھی ابھی نازل ہوئی تھیں) اور مشرکین کے ساتھ کیے گئے معاہدات کو توڑنے کا اعلان کیا اور ان کے لیے ایک حد مقرر کی اور انہیں چند کاموں سے منع کیا۔ پس ابو بکرؓ و علیؓ اہل مکہ کے ہاں اپنے فضل، دین اور صدق میں معروف تھے اور کوئی حاجی جو کہ ان دونوں صحابہؓ یا ان میں سے کسی ایک سے ناواقف تھا، وہ کسی ایسے شخص کو پا سکتا تھا جو اس کو ان دونوں صحابہؓ کے فضل وصدق کے بارے میں خبر دے سکتا تھا۔ اللہ کے رسول ﷺ کسی بھی ایک شخص کو اس وقت تک بھیجنے والے نہ تھے جب تک کہ اس ایک شخص کے ذریعے ان پر حجت نہ قائم ہوتی ہو کہ جن کی طرف اس کو بھیجا جا رہا ہو''۔ [الرسالة: باب الحجة فی تثبیت خبر الواحد]

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ 'خبر الواحد المحتف بالقرائن' سے قرآن بھی ثابت ہوتا ہے۔

قرآن کے ثبوت کا بنیادی ذریعہ

اہل سنت کے ہاں دین کے بنیادی مآخذ تین ہی ہیں یعنی قرآن، سنت اور اجماع۔ یہ تینوں اصول، خبر ہی سے ثابت ہوتے ہیں۔ ذیل میں ہم قرآن کے ثبوت کے بنیادی ذریعہ پر بحث کر رہے ہیں۔

قراء کرام نے ہر دور میں اللہ کے رسول ﷺ سے بذریعہ خبر سنے ہوئے قرآن کی تصدیق کی ہے اور علماء و جمیع اُمت نے اس خبر پر اتفاق کیا ہے۔ آج بھی تمام اُمت قراء ہی سے قرآن حاصل کر رہی ہے اور ہر قاری کے پاس وہ سند موجود ہے جو کہ اللہ کے رسول ﷺ تک پہنچتی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ قرآن تحریری شکل میں بھی ہمارے پاس موجود ہے، لیکن یہ تحریر بھی ایک خبر ہی ہے یعنی ہم یہ نہیں کہتے کہ یہ مصاحف ہمارے اوپر آسمان سے نازل ہوئے ہیں بلکہ ہم یہ دعوی کرتے ہیں کہ ہمارے پاس موجود مصاحف وہی ہیں جو کہ صحابہؓ کے پاس تھے اور وہاں سے نقل در نقل ہم تک پہنچے ہیں اور صحابہ نے یہ مصاحف اللہ کے رسول ﷺ سے قرآن سن کر ترتیب دیے تھے۔ پس مصاحف بھی صحابہؓ کی خبر ہی کی بنیاد پر مرتب ہوئے ہیں۔ لہٰذا یہ مصاحف اور ان مصاحف میں جو لکھا ہوا ہے اسے کیسے پڑھنا ہے، یہ دونوں باتیں ہمیں اللہ کے رسول ﷺ سے بذریعہ خبر ملی ہیں۔ پس ہم ان مصاحف اور ان کے پڑھنے کی سند اللہ کے رسول ﷺ تک قطعی و یقینی ذریعے سے پہنچاتے ہیں تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ آج ہمارے پاس موجود قرآن وہی ہے جو آج سے چودہ صدیاں پہلے اللہ کے رسول ﷺ پر نازل ہوا تھا۔

اہل سنت کے نزدیک قرآن اللہ کے رسول ﷺ سے ایسی خبر کے ذریعے ثابت ہوتا ہے جو کہ قطعی و یقینی ہو۔ اسی لیے جمیع اہل سنت حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ، حنبلیہ، اہل الظاہر اور اہل الحدیث (محدثین) کے علاوہ معتزلہ اور اہل تشیع کے نزدیک بھی قرآن کی وہ تمام روایات قرآن ہی ہیں کہ جن کی نسبت اللہ کے رسول ﷺ کی طرف قطعی و یقینی طور پر ثابت ہو جائے، چاہے عامۃ الناس ان سے واقف ہوں یا نہ ہوں۔ قرآن کی یہ روایات بیس ہیں اور علماء و قراء کی اِصطلاح میں انہیں عشرۃ قراءات کہا جاتا ہے۔ فقہائے اربعہ اور ان کے متبعین قرآن کی ان روایات کو قرآن مانتے ہیں، لہٰذا فقہ کی کتب میں ان سے مسائل بھی مستنبط کیے جاتے ہیں۔ امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ سے لے کر معاصر مفسرین تک تقریباً تمام مفسرین نے کتاب اللہ کی تفسیر میں ان روایات کا تذکرہ کیا ہے اور ان سے قرآن کی تفسیر کی ہے۔ ہر دور میں اُصولیین نے اپنی کتابوں میں ان روایات پر بحث کی ہے اور ان کو قرآن قرار دیا ہے۔ امام سرخسی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''جان لو! کتاب اللہ سے مراد وہ قرآن ہے جو کہ اللہ کے رسول ﷺ پر نازل کیا گیا ہے' مصاحف کے گتوں کے درمیان لکھا گیا ہے اور ہم تک معروف اَحرف سبعہ کے ساتھ تواتر سے منقول ہے''۔ [اُصول السرخسی:ص۲۷۹]

امام غزالی رحمہ اللہ [م۵۰۵ھ] لکھتے ہیں:

''کتاب اللہ کی تعریف یہ ہے کہ جو مصحف کے دو گتوں کے درمیان معروف اَحرف سبعہ کے ساتھ ہم تک متواتر منقول ہے۔'' [المستصفی:۱/۸۱]

ہر دور میں علماء کی ایک بہت بڑی تعداد قرآن کی ان روایات کو پڑھتی، پڑھاتی اور ان کی اسناد اللہ کے رسول ﷺ تک پہنچاتی رہی ہے۔آج بھی علمائے امت کا ایک بڑا طبقہ ان تمام روایات کو بااہتمام سند نقل کر رہا ہے اور بعض روایات عوامی سطح پر بھی مختلف ممالک میں پڑھی جا رہی ہیں۔ جامعة الأزهر ،مصر میں پی۔ایچ۔ڈی کا ایک مقالہ لکھوا گیا ہے، جس میں قرآن کی جمیع روایات کی اسانید کو نقل کیا گیا ہے۔ان اسانید میں سے قرآن کریم کی روایت حفص کی سند 'مجمع البحوث الاسلامية القاهرة' کی تصدیق سے وزارة الأوقاف والشؤون الاسلامية کویت، نے شائع کی ہے جو سرکاری سطح پر عام کی گئی ہے۔روایت حفص کی اس سند میں عصر حاضر میں شام، مصر، افریقہ، سعودیہ، بلادِ مغرب اور برصغیر پاک و ہند وغیرہ کے معروف قراء کی تقریباً ڈیڑھ سو اسانید اللہ کے رسول ﷺ تک جتنے واسطوں سے پہنچتی ہے، ان سب کو نقل کیا ہے۔ یہ ایک بہت ہی نادر علمی کام ہے اور اس نہج پر تمام متواتر قراءات کی اسناد کی طباعت کا معاملہ وزارة الاوقاف کے ہاں جاری ہے۔

دنیا کے تمام بڑے بڑے اسلامی ممالک مثلاً پاکستان، سعودی عرب، مصر، مراکش، لیبیا، تیونس، شام، انڈونیشیا، ملائشیا، کویت، سوڈان اور ایران وغیرہ میں ہزاروں ایسے مدارس اور یونیورسٹیاں موجود ہیں جو ان روایات کو قرآن کے طور پر پڑھا رہی ہیں، حالانکہ ان روایات کا ایک بڑا حصہ عوام الناس کے پاس نہیں ہے یعنی عامة الناس اس کو عملاً پڑھتے نہیں ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کے فرمان «كلها شاف كاف» کے مطابق ان میں سے ہر روایت اپنی جگہ مکمل اور کفایت کرنے والی ہے، اسی لیے عامة الناس پر تمام روایات کے پڑھنے پڑھانے کا بوجھ نہیں ڈالا گیا ہے۔

بلادِ اسلامیہ کے بعض علاقوں میں کچھ روایات معروف ہو گئیں، جبکہ بعض دوسرے ممالک میں کچھ اور روایات عام ہو گئیں، مثلاً جن علاقوں میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی فقہ نافذ ہو گئی وہاں ان کے استاد امام عاصم رحمہ اللہ کی قراءت عام ہوئی۔ یہ ذہن میں رہے کہ سیدنا حفص رحمہ اللہ، جن کی روایت برصغیر پاک وہند میں پڑھی پڑھائی جاتی ہے، امام عاصم رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں۔ علاوہ ازیں جن ممالک میں مالکی فقہ کو پذیرائی ملی وہاں امام مالک رحمہ اللہ کے استاد امام نافع رحمہ اللہ کی قراءت رائج ہو گئی، جیسا کہ آج بھی جن افریقی ومغربی اسلامی ممالک میں فقہ مالکی پر عمل ہوتا ہے وہاں روایت قالون اور روایت ورش کا رواج ہے اور یہ دونوں روایتیں امام نافع سے ہی مروی ہیں۔ پس جس طرح بہت سے فقہی مذاہب تاریخی، جغرافیائی، سیاسی اور معاشرتی حالات کی وجہ سے صرف کتابوں میں رہ گئے اور عامة الناس میں جاری نہ ہو سکے اسی طرح بہت سی قرآن کی روایات ایک خاص عرصے تک ہی عامة الناس میں جاری رہی ہیں۔

امام ابن عطیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''قراءاتِ سبعہ بلکہ عشرہ بھی ہر زمانے اور ہر شہر میں رائج رہی ہیں اور ان کی نماز میں تلاوت کی جاتی رہی ہے کیونکہ یہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اجماع امت سے ثابت ہیں۔'' [المحرر الوجیز لابن عطیة:۱/۹]

لیکن بعد میں بعض فقہی وجغرافیائی اثرات کی وجہ سے عامۃ الناس میں ان کا پڑھنا، پڑھانا ختم ہوگیا اور صرف قراء وعلماء کی حد تک باقی رہا، جبکہ عامۃ الناس میں عموماً وہ روایات باقی رہی ہیں کہ جن کا مروج ومعروف فقہی مذاہب کے ساتھ کوئی تعلق قائم تھا۔

غامدی صاحب سے جب یہ سوال ہوا کہ قرآن کہاں ہے؟ تو اس کا جواب انہوں نے یہ دیا کہ وہ امت کے پاس ہے۔ اگر قرآن اُمت کے پاس ہے تو اس وقت اُمت میں قرآن کی چار روایات یعنی روایت حفص، روایت ورش، روایت قالون اور روایت دوری پڑھی جا رہی ہیں۔ غامدی صاحب کے پاس جو قرآن ہے وہ علماء اہل سنت کی اصطلاح میں روایتِ حفص ہے جبکہ غامدی صاحب اس کو 'روایتِ حفص' نہیں مانتے بلکہ 'قراءتِ عامہ' کہتے ہیں۔ دنیا کے تقریباً چالیس ممالک میں روایت ورش اور پانچ ممالک میں روایت قالون اور بعض ممالک میں روایت دوری میں قرآن پڑھا جاتا ہے۔ غامدی صاحب کہتے ہیں کہ قرآن امت کے اجماع اور قولی تواتر سے ثابت ہوتا ہے۔ امت تو اس وقت عملاً پانچ روایات پڑھ رہی ہے کسی ایک روایت کے پڑھنے پر امت کا اتفاق تو دور کی بات ہے' عامۃ الناس کو تو یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ قرآن کی 'روایت حفص' کے علاوہ بھی کوئی روایت ہے جو کہ بعض دوسرے اسلامی ممالک میں پڑھی جاتی ہے اور اس کے پڑھنے کا انداز واسلوب 'روایتِ حفص' سے بہت مختلف ہے۔

ایک نشست میں راقم الحروف نے غامدی صاحب سے جب یہ سوال کیا کہ مشرق میں جو قرآن پڑھا جا رہا ہے، بلادِ مغرب کے عامۃ الناس اس کو قرآن نہیں مانیں گے اور جو بلادِ مغرب میں پڑھا جا رہا ہے، مشرق کے لوگ اس کا انکار کریں گے تو اُمت کا ایک قرآن پر اجماع کیسے ہوگا؟ غامدی صاحب نے اس کا جواب یہ دیا کہ اگرچہ مشرق کے عوام الناس کو یہ معلوم نہیں ہے کہ مغرب میں کیا پڑھا جا رہا ہے اور اگر وہ ان کے سامنے پڑھا جائے تو وہ اپنے علماء سے اس کی تصدیق چاہیں گے اور علماء کی تصدیق کی صورت میں اس کو قرآن مان لیں گے، یعنی عوام الناس کا اجماع دراصل علماء کے تابع ہوتا ہے لہٰذا قرآن پر اجماع ہو جائے گا، چاہے وہ مشرق میں پڑھا جا رہا ہو یا مغرب میں۔ غامدی صاحب نے بہت عمدہ بات کی ہے کہ اجماع سے مراد عوام الناس کا اجماع نہیں ہے، بلکہ اہل علم کا اجماع ہے۔ پس اہل علم حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، اہل حدیث، بریلوی اور دیوبندی چودھ صدیوں سے بلا اختلاف قرآن کریم میں متعدد انداز سے پڑھنے کی مشروعیت پر متفق ہیں۔ اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ مشرق ومغرب میں پڑھی جانے والی روایت حفص، قالون، ورش اور دوری قرآن ہیں اور اللہ کے رسول ﷺ سے قطعی ویقینی سند سے ثابت ہیں۔ اسی طرح یہ سب اہل علم اس بات پر بھی متفق ہیں کہ عشرہ ائمہ کی قراءات بھی قطعی ویقینی سند سے اللہ کے رسول ﷺ سے ثابت ہیں لہٰذا یہ سب قراءات امت کے اجماع سے ثابت ہوئی ہیں اور اگر کسی نے ان کا انکار کیا بھی ہے تو وہ ایسا ہی ہے کہ جس اختلاف کے لیے محترم غامدی صاحب 'ما لا یُعبأ به' کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں۔ کسی بھی مسئلے میں امت کے اجماع سے مراد درحقیقت اہل علم ہی کا اجماع ہوتا ہے۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''تمام محدثین صحیحین کی اکثر احادیث کو قطعاً صحیح کہتے ہیں اور عوام الناس حدیث کے علم میں محدثین کے متبعین ہیں' پس محدثین کا کسی خبر کے صدق پر اجماع ایسا ہی ہے جیسا کہ فقہاء کا کسی فعل پر اجماع ہو کہ یہ حلال' حرام یا واجب ہے اور جب اہل علم کا کسی چیز پر اجماع ہو جائے تو تمام عوام الناس اس اجماع میں علماء کے تابع ہوتے ہیں (پس علماء کا اجماع

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

'پوری امت کے اجماع کے قائمقام ہے) پس امت اپنے اجماع میں معصوم ہے' پوری امت کے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ خطا پر اکٹھی ہو'۔[مجموع فتاوی ابن تیمیة:۱۸/۱۷]

علاوہ ازیں جس خبر کو امت میں 'تلقی بالقبول' حاصل ہو، اس سے علم یقینی حاصل ہوتا ہے۔ پس روایت حفص' دوری، ورش اور قالون اگرچہ سند کے اعتبار سے خبر واحد ہی کیوں نہ ہوں لیکن عامۃ الناس میں ان کو 'تلقی بالقبول' حاصل ہے۔ اسی طرح بقیہ روایات قرآن کو اہل علم میں قبولیت عامہ کا درجہ حاصل ہے لہٰذا یہ تمام قراءات خبر واحد سے ثابت ہونے کے باوجود علم قطعی ویقینی کا فائدہ دیتی ہیں۔ اسی طرح امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''ایسی خبر واحد کہ جس کو 'تلقی بالقبول' حاصل ہو علم کا فائدہ دیتی ہے اور یہی جمہور احناف' مالکیہ' شوافع اور اصحاب احمدؒ کا قول ہے اور اکثر اشاعرہ کا بھی یہی مذہب ہے جیسا کہ الاستاذ اسفرائینی رحمہ اللہ اور ابن فورک رحمہ اللہ ہیں۔''

[مجموع فتاویٰ ابن تیمیة:۱۸/۴۱]

حقیقت یہ ہے کہ قرآن اللہ کے رسول ﷺ سے قطعی ویقینی سند کے ساتھ ثابت ہوتا ہے اور مشہور قراء کے اتفاق سے قرآن قرار پاتا ہے۔ باقی اُمت قرآن کے معاملے میں قراء کے تابع ہے لہٰذا قرآن کی جس روایت کو قراء قطعی و یقینی سند کے ساتھ اللہ کے رسول ﷺ تک ثابت کر دیں اور اس کے قرآن ہونے پر اتفاق کر لیں تو وہ قرآن ہے۔ جس پر قراء کا اتفاق ہے تبعاً اُمت کے علماء اور عامۃ الناس بھی اس کو قرآن قرار دیتے ہیں لہٰذا اس طرح وہ اُمت کے اتفاق سے قرآن قرار پاتا ہے۔ امام شوکانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''کتاب اللہ کی تعریف یہ ہے کہ اس سے مراد وہ کلام ہے جو کہ اللہ کے رسول ﷺ پر نازل کیا گیا ہے' مصاحف میں لکھا گیا ہے اور ہم تک تواتر سے منقول ہے.....ہم تک تواتر سے منقول ہونے کی شرط لگانے سے قراءات شاذہ نکل گئی ہیں.....اور اس ساری بحث کا حاصل کلام یہ ہے کہ جس پر مصاحف مشتمل ہیں اور معروف قراء کا اس پر اتفاق ہو، وہ قرآن ہے''۔ [ارشاد الفحول:ص۴۶،۴۷]

آج قرآن کہاں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن اس قطعی ویقینی خبر میں ہے کہ جس کی نسبت قراء حضرات نے اللہ کے رسول ﷺ کی طرف کی ہے۔ قراء کرام متصل سند کے ساتھ اللہ کے رسول ﷺ سے حاصل کیے گئے قرآن کو اُمت تک پہنچاتے ہیں۔ یہ قرآن اگرچہ مصاحف میں بھی لکھا ہوا ہے، لیکن قراء سے سیکھے بغیر کسی شخص کے لیے براہِ راست مصاحف سے اس کو صحیح طور پر پڑھنا ممکن نہیں ہے۔ اُمت ہر دور میں قراء کرام ہی سے قرآن سیکھتی آئی ہے۔

آج بھی تمام اسلامی ممالک میں جو مصاحف شائع کیے جاتے ہیں ان کی طباعت و اشاعت کی اس وقت تک اجازت نہیں ہوتی ہے جب تک کہ اس کی تصدیق ان مستند قراء سے نہ کروالی جائے جو کہ باقاعدہ علم قراءات اور اس سے متعلقہ فنون سے واقف ہوں اور ان کے پاس اس کی سند بھی اللہ کے رسول ﷺ تک موجود ہو۔ پس اس وقت جو بھی مصاحف اسلامی ممالک میں شائع ہو رہے ہیں وہ انہی قراء کرام کی تصدیق سے شائع ہو رہے ہیں جو کہ باقاعدہ قرآن کی سند رکھتے ہیں، لہٰذا عامۃ الناس کے پاس جو مصاحف موجود ہیں وہ قراء کے واسطے سے ہیں اور عامۃ الناس مطبوع قرآن کے حصول میں بھی قراء کے محتاج ہیں۔ مثال کے طور پر 'مجمّع الملك فهد' کے زیر نگرانی کروڑوں کی تعداد میں جو بھی مصاحف شائع کر کے پوری دنیا میں بھیجے جاتے ہیں' ان سب مصاحف کی مراجعت جلیل القدر مصری وسعودی علماء کی ایک جماعت کرتی ہے اور اس مراجعت میں کتب قراءات کو ہی معیار بنایا جاتا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ مصحف مدنی کے آخر میں ہے:

''پس علماء کی اس کمیٹی نے اس مصحف کی نظر ثانی کی ذمہ داری قبول کی ہے اور علم قراءات، علم الرسم، علم الضبط، علم الفواصل، علم الوقف اور علم التفسیر کی بنیادی کتابوں سے اس مصحف کی مراجعت کا کام مکمل کیا ہے''۔

یہ مصحف سعودی حکومت کی نگرانی میں شائع ہوتا ہے۔اسی طرح روایت قالون میں 'لیبیا' سے شائع ہونے والے مصحف کے آخر میں ہے:

''تیونس' لیبیا اور بلاد مغرب کے علماء کی ایک کمیٹی نے اس مصحف کی مراجعت کا کام مکمل کیا ہے جو کہ علم قراءات' علم الرسم اور علم ضبط میں ماہر علماء شمار ہوتے ہیں''۔

یہ مصحف 'لیبیا' کی حکومت کی نگرانی میں شائع ہوا ہے۔'لیبیا' میں عوام الناس میں روایت قالون پڑھی جاتی ہیں اسی لیے وہاں روایت قالون میں مصحف شائع ہوتے ہیں۔

'لیبیا' ہی سے سرکاری سطح پر شائع ہونے ولے ایک اور مصحف کے آخر میں ہے:

''امام قالون رحمہ اللہ کی امام نافع رحمہ اللہ سے مروی روایت تمام طبقات میں متواتر ہے...امام قالون رحمہ اللہ کی یہ روایت لیبا' تیونس' موریطانیہ اور افریقہ کے دوسرے ممالک میں بہت بڑے پیمانے پر پھیلی ہوئی ہے۔وہ طریقہ کہ جس کے ذریعے یہ روایت ہمارے ان علاقوں میں پھیلی ہے اور اسکے ذریعے قرآن کو یاد کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ یہ روایت ہم تک روایت کے اعلی درجات سے نقل ہوتے ہوئے پہنچی ہے یعنی اس طرح کہ ایک قاری کسی دوسرے مقری (پڑھانے والے) سے براہ راست قرآن کو اخذ کرتا ہے اور یہ سلسلہ اللہ کے رسول ﷺ تک اور پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام اور پھر اللہ رب عزوجل تک پہنچ جاتا ہے جیسا کہ ہم نے روایت کی سند میں اس بات کا تذکرہ کیا ہے''۔

روایت 'دوری' میں بیروت سے شائع ہونے والے ایک مصحف کے آخر میں ہے:

''پس اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے احسان اور فضل سے امام ابوعمرو بصریؒ کے شاگرد 'دُوری' کی روایت میں قرآن کو چھاپنے کی توفیق دی ہے۔اس مصحف کو شام کے فضیلۃ الشیخ محمد کریم راجح اور محمد فھد خاروف نے علم قراءات، علم الرسم، علم الضبط، علم الفواصل، علم الوقف اور علم التفسیر کے بنیادی مصادر کی رہنمائی میں تیار کیا ہے''۔

اسی طرح مراکش سے 'وزارة الأوقاف والشؤون الاسلامية المملكة المغربية' کے تحت شائع ہونے والے مصحف کے آخر میں بھی قراء کی ایک فہرست بیان کی گئی ہے کہ جنہوں نے اس روایت کی تصدیق کی ہے۔یہ مصحف مراکش کی حکومت کی طرف سے سرکاری طور پر جاری کیا گیا ہے اور یہ روایت ورش میں ہے کیونکہ مراکش اور افریقہ کے اکثر ممالک میں عامۃ الناس روایت ورش میں قرآن پڑھتے ہیں۔

اسی طرح کا معاملہ مصر اور پاکستان سے شائع ہونے والے مصاحف کا بھی ہے۔مصر میں جامعة الازهر کے ما تحت ادارے 'مجمع البحوث الاسلامية' کی تصدیق کے بعد مصاحف شائع کیے جاتے ہیں، جبکہ پاکستان میں 'وزارة الأوقاف' کی طرف سے مقرر کردہ قراء حضرات کی تصدیق کے بعد قرآن کی طباعت اور نشر واشاعت کی اجازت دی جاتی ہے۔

مکتبہ کلّیہ القرآن جامعہ لاہور الاسلامیہ میں عالم اسلام میں مروج چار قراءات میں چالیس کے قریب مطبوع مصاحف موجود ہیں، جن میں تمام مصاحف کے آخر میں ماہر قراء کے تصدیق نامے موجود ہیں اور اس کے بعد ہی وہ مصاحف نشر کیے گئے ہیں۔شائقین حضرات تحقیق کی غرض سے ان مصاحف کا مشاہدہ کر سکتے ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ تو مصاحف کا معاملہ ہے جبکہ دوسری طرف مصاحف سے قرآن پڑھنے کے لیے بھی عامۃ الناس قراء ہی کے محتاج ہیں۔ ہمارے معاشرے کا ۹۹ فی صد طبقہ ایسا ہے جو آج بھی مسجد کے قاری صاحب سے قرآن حاصل کر رہا ہے، نہ کہ اپنے ماں، باپ یا دادا، دادی یا نانا نانی سے۔ جس ایک فی صد طبقے نے اپنی نانی و دادی سے قرآن سیکھا بھی ہے تو امر واقعہ ہے کہ یہ لوگ قرآن کی دو سطریں بھی درست نہیں پڑھ سکتے ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ اصل قرآن قراء ہی سے حاصل ہوتا ہے نہ کہ عامۃ الناس سے اور عامۃ الناس قرآن کے حصول میں قراء کے تابع ہیں۔

الحمد للہ! آج کسی بھی بریلوی، دیوبندی، اہل حدیث، حنفی، مالکی، شافعی یا حنبلی کو یہ سوال پیدا نہیں ہوتا ہے کہ روایت حفص کے علاوہ بھی قرآن ہے یا نہیں؟ اگر انہیں یہ سوال پیدا ہو بھی جائے تو وہ اپنے علماء اور قراء پر اس مسئلے میں اعتبار کرتے ہیں اور وہ کبھی تمنا عمادی صاحب یا جاوید غامدی صاحب سے پوچھنے نہیں جاتے کہ یہ قرآن ہے یا نہیں۔ اس طرح بیس روایات کے قرآن ہونے پر امت کا اتفاق حاصل ہو جاتا ہے، سوائے ان لوگوں کے، جن کی تعداد ورائے کو امت کے اجماع کے بالمقابل کوئی اہمیت حاصل نہیں ہے۔ آج اللہ کے فضل سے مرکز اسلام مسجد نبوی اور دنیا کی کئی ایک معروف مساجد میں نماز میں کئی ایک روایات میں قرآن پڑھا جاتا ہے۔

اب ہم اس سوال کے جواب کی طرف آتے ہیں کہ قرآن خبر متواتر سے ثابت ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو خبر متواتر سے مراد کیا ہے؟ خبر کے ذریعہ سے جو علم حاصل ہوتا ہے بعض اوقات وہ ظنی ہوتا ہے اور بعض اوقات قطعی و یقینی ہوتا ہے۔ ایسی خبر کہ جس کے ذریعہ قطعی و یقینی علم حاصل ہو خبر متواتر کہلاتی ہے۔ متواتر کے اس مفہوم پر اہل سنت کا اتفاق ہے۔ بعض علماء نے خبر متواتر کے لیے ایک جم غفیر کی روایت کو بطور شرط بیان کیا ہے لیکن جمہور علمائے اہل سنت کے نزدیک خبر متواتر کو صرف تعداد رواۃ کے ساتھ مقید کرنا غلط ہے۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ [م ۷۲۸ھ] فرماتے ہیں:

''متواتر کی اصطلاح کا اصل مقصود علم یقینی کا حصول ہے جبکہ بعض لوگ متواتر اس کو کہتے ہیں جس کو ایک بہت بڑی تعداد نے نقل کیا ہو اور علم یقینی صرف ان کی کثرت تعداد کی بنیاد پر حاصل ہو رہا ہو۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ ایک مخصوص تعداد جب ایک واقعے میں علم یقین کا فائدہ دیتی ہے تو وہ تعداد ہر واقعے میں علم یقین کا فائدہ دے گی اور یہ قول ضعیف ہے۔ صحیح قول جمہور علماء کا ہے؛ جس کے مطابق بعض اوقات علم یقینی مخبرین کی تعداد سے حاصل ہوتا ہے جبکہ بعض اوقات مخبرین کی (اعلیٰ) دینی صفات اور ضبط سے حاصل ہوتا ہے۔ اسی طرح بعض اوقات خبر کے ساتھ کچھ ایسے قرائن ملے ہوئے ہوتے ہیں کہ جن کی موجودگی میں علم یقینی حاصل ہو رہا ہوتا ہے جبکہ بعض اوقات ایک گروہ کو ایک خبر سے علم یقینی حاصل ہوتا ہے اور دوسرے کو نہیں ہو رہا ہوتا ہے... جہاں تک اس عدد کا تعلق ہے کہ جس سے تواتر حاصل ہو جائے تو بعض لوگوں نے اس کے لیے ایک مخصوص عدد مقرر کیا ہے۔ پھر جنہوں نے مخصوص عدد مقرر کیا ہے ان میں اس عدد کی تعیین میں بھی اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک چار سے زائد، بعض کے ہاں بارہ، بعض چالیس، بعض ستر، بعض تین سو اور بعض تین سو تیرہ کے عدد کو تواتر کے حصول کی بنیاد بناتے ہیں۔ اس کے علاوہ بھی کچھ اقوال ہیں لیکن یہ سب اقوال باطل ہیں کیونکہ یہ دعوی میں ایک دوسرے کے مخالف ہیں جبکہ صحیح قول یہ ہے کہ تواتر کا کوئی عدد مقرر نہیں ہے... (یعنی یہ ایک آدمی سے بھی حاصل ہو سکتا ہے اور بعض اوقات ستر سے بھی حاصل نہ ہوگا)۔ [مجموع الفتاوی: ۴۹/۱۸]

امام ابن جزری رحمہ اللہ متوفی ۸۳۲ھ نے بھی منجد المقرئین میں تواتر کی اصل، تعداد رواۃ کی بجائے علم کے حصول کو قرار دیا ہے۔ پس جب علماء قرآن کو متواتر کہتے ہیں تو ان کی تواتر سے مراد تعدد رواۃ نہیں ہوتی بلکہ علم یقینی کا حصول ہوتا ہے۔ امام سرخسی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''جان لو! کتاب اللہ سے مراد وہ قرآن ہے جو کہ اللہ کے رسول ﷺ پر نازل کیا گیا ہے' مصاحف کے گتوں کے درمیان لکھا گیا ہے اور ہم تک معروف اُحرف سبعہ کے ساتھ تواتر سے منقول ہے۔'' [أصول السرخسی: ص ۲۷۹]

امام غزالی رحمہ اللہ [م ۵۰۵ھ] لکھتے ہیں:

''کتاب اللہ کی تعریف یہ ہے کہ جو مصحف کے دو گتوں کے درمیان معروف اُحرف سبعہ کے ساتھ ہم تک متواتر منقول ہے''۔ [المستصفی: ۱/۸۱]

ان دونوں جلیل القدر فقہاء نے قرآن کی تعریف میں قراءات متواترہ کو بھی شامل کیا ہے اور یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ قراءات متواترہ کا تواتر، تعدد رواۃ کی بنیاد پر نہیں ہے بلکہ ایسی سند کی بنیاد پر ہے جو یقینی و قطعی طور پر ثابت ہے، کیونکہ قراءات سبعہ کو نقل کرنے والے اُئمہ بھی منفرد ہیں یعنی اُئمہ کے طبقے میں اسنادی تواتر غریب کے درجے کو پہنچ جاتا ہے۔ اگرچہ یہ بات درست ہے کہ اُئمہ سبعہ کے طبقات میں ایسے قراء موجود تھے جو ان اُئمہ ہی کی طرح قراءات نقل کر رہے تھے، لیکن ان کی اسناد آگے منتقل نہ ہو سکیں۔ پس یہ عددی تواتر طبقاً عن طبق تو موجود ہے یعنی قراء کے ایک بہت بڑے طبقے نے دوسرے بڑے طبقے سے نقل کیا ہے اور قراء کے ان طبقات کے حالات زندگی طبقات القراء کی کتب میں موجود ہیں لیکن استنادی تواتر کہ ایک ہی سند کے ہر طبقے میں قراء کی ایک بڑی تعداد کسی قراءت یا روایت کو نقل کر رہی ہو تو ایسا عددی تواتر کتب قراءات میں ہر طبقے کے حوالے سے محفوظ نہیں ہے۔

یہ بھی واضح رہے کہ طبقات القراء کی کتب کا ہر طبقے میں سبعہ عشرہ قراءات کے نقل میں عددی تواتر کو ثابت کرنا، خبر واحد سے منقول بعض قراءات عشرہ کے ثبوت کے لیے قرائن محتفہ میں سے ہے۔ جو عددی تواتر طبقاً عن طبق ہوتا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ ایک ہی طبقے مثلاً تیسری صدی ہجری کے بارے میں طبقات القراء کی کتابوں میں قراء کے حالات زندگی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس صدی میں اتنے قراء تھے جو سبعہ عشرہ کو نقل کر رہے تھے، ان کے اساتذہ کی تعداد اتنی تھی اور ان کے شاگرد اتنے تھے۔ اس معنی میں عددی تواتر عشرہ قراءات کے ہر طبقے میں موجود ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ غامدی صاحب اس مسئلے میں تو اہل سنت کے ساتھ ہیں کہ قرآن بنیادی مآخذ دین میں سے ہے، لیکن قرآن سے مراد کیا ہے؟ اس میں غامدی صاحب اور اہل سنت میں اختلاف ہے۔ اہل سنت جمیع قراءات متواترہ کو قرآن کے مسمّی میں شامل کرتے ہیں، جبکہ غامدی صاحب ان قراءات کو فتنۂ عجم قرار دیتے ہیں۔ علاوہ ازیں قرآن کے منتقل ہونے کے جو بنیادی ذرائع ہیں' ان میں بھی اہل سنت اور غامدی صاحب کے درمیان فرق یہ ہے کہ غامدی صاحب کے نزدیک قرآن اجماع صحابہؓ سے ثابت ہوتا ہے اور اجماع ہی کے ذریعے منتقل بھی ہوتا ہے، جبکہ اہل سنت کے نزدیک قرآن صحابہؓ کی طرف سے اللہ کے رسول ﷺ کی طرف منسوب قطعی خبر واحد سے ثابت ہوتا ہے، جو بعض اوقات محتف بالقرائن کے قبیل سے ہوتی ہے اور بعض اوقات اس خبر کے ثبوت پر اجماع امت بھی ہوتا ہے۔ پس دین قرآن کے منتقل و حجت ہونے کا اصل و واحد ذریعہ خبر ہے۔ قرآن وسنت کی بیسیوں نصوص میں ہر دور میں اللہ کے نبی ﷺ کی طرف سے پہنچائی گئی ہر اس قطعی خبر میں قرآن کو تلاش کرنے کا حکم دیا گیا ہے، جس کا اتصال آپ تک ثابت ہو۔ پس آج کے دور میں قرآن تاج کمپنی کے مصاحف میں ہے؟ یا مولانا اصلاحی کے تفسیری نکات میں؟ یا منکرین قراءات کی بے بنیاد تحقیقات میں؟ کہاں ہے؟ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ آج قرآن قراء کی جماعت کی اس قطعی خبر میں ہے کہ جس کی نسبت قراء کرام اللہ کے رسول ﷺ کی طرف متصل طور پر ثابت کرتے ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حافظ محمد زبیر☆

قراءات متواترہ.....غامدی موقف کا تجزیہ

[قراءاتِ متواترہ اور اہل سنت کا موقف]

حافظ محمد زبیر ﷾ کی فاضل شخصیت علمی حلقوں میں اب محتاج تعارف نہیں۔ موصوف کو اللہ تعالیٰ نے ذہانت وفطانت سے حظِ وافر عطاء فرمایا ہے۔ جاوید احمد غامدی کے جمیع منحرف نظریات کے اُصول ومبادی پر آپ کی کئی تحریریں منظر عام پر آ کر داد وصول کر چکی ہیں، جو کہ 'فکر غامدی' کے نام سے کتابی صورت میں بھی مطبوع ہیں۔ زیر نظر شمارہ میں بھی حافظ صاحب ﷾ نے جاوید غامدی کے نظریہ 'انکار قراءات' پر دو مضمون تحریر کیے ہیں، جن میں سے یہ مضمون اگرچہ ماہنامہ 'رشد' کے جولائی ۲۰۰۷ء کے شمارے میں پہلے شائع ہو چکا ہے، لیکن موصوف نے اس مضمون میں متعدد مقامات پر تشنہ رہ جانے والے دیگر پہلوؤں کا اضافہ بھی کیا ہے اور غامدی صاحب کی طرف سے پیش کردہ بعض دیگر اعتراضات، جن کا جواب پچھلے مضمون میں ذکر نہیں کیا جا سکا تھا، کا تنقیدی جائزہ بھی پیش کر دیا ہے۔ [ادارہ]

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور شریعت اسلامیہ میں اصل الاصول کی حیثیت رکھتا ہے۔ تاریخ اسلامی کے ہر دور میں فقہاء وعلماء نے استنباطِ اَحکام کے لیے اسے اپنا اوّلین مرجع ومصدر بنایا۔ اس کی بہت سی خصوصیات ہیں، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ یہ اللہ کے رسول ﷺ پر ایک سے زائد قراءات کے ساتھ نازل ہوا اور پھر ان قراءات کے ساتھ اُمت میں مروی ہے۔ ان میں سے بعض قراءات ایسی ہیں جو آج بھی بعض ممالک اسلامیہ میں عوام الناس کی سطح پر رائج ہیں، مثلاً روایتِ حفص، روایتِ قالون، روایتِ ورش اور روایتِ دُوری۔ جب کہ بعض قراءات ایسی ہیں جو اُمت کے خواص میں نقل در نقل چلی آ رہی ہیں اور اُمت کے فقہاء، علماء، مفسرین، محدثین، مجتہدین اور قراء کا ان قراءات کے قرآن ہونے پر اتفاق ہے۔

علمائے اُمت نے قراءات کی دو قسمیں بیان کی ہیں:

① قراءات متواترہ

یہ وہ قراءات ہیں جن میں درج ذیل تین شرائط پائی جائیں:

(ا) جو رسول اللہ ﷺ سے صحیح سند کے ساتھ ثابت ہو اور ائمۂ قراء کے ہاں مشہور ہو۔

(ب) جو مصاحف عثمانیہ کے رسم الخط کے مطابق ہو۔

(ج) جو لغات عرب میں سے کسی لغت کے مطابق ہو۔

☆ فاضل جامعة لاهور الإسلامية، لاہور و فاضل قراءات سبعة وعشرة

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

④ قراءاتِ شاذہ

اگر کسی قراءت میں ان تین شرائط میں سے کوئی شرط مفقود ہو تو اسے قراءتِ شاذہ کہتے ہیں۔قرآن سے اَحکام مستنبط کرتے ہوئے اور قرآن کی قراءاتِ متواترہ کو دلیل بنانے پر مذاہبِ اَربعہ کے جمیع فقہاء کا اتفاق ہے،لیکن قراءات شاذہ کے بارے میں اختلاف ہے۔

اَحناف اور حنابلہ کا موقف یہ ہے کہ قراءاتِ شاذہ کی اگر سند صحیح ہو تو وہ بطورِ حدیث حجت ہیں، جب کہ مالکیہ اور شوافع کا نقطہ نظر یہ ہے کہ قراءاتِ شاذہ حجت نہیں ہیں۔

قراءاتِ متواترہ کے بارے میں غامدی صاحب کا نقطۂ نظر

غامدی صاحب نے اپنی کتاب 'میزان' میں قراءات متواترہ پر مختلف اعتراضات وارد کرتے ہوئے ان کا انکار کیا ہے۔غامدی صاحب کے نزدیک قرآن کی متواتر قراءات فتنۂ عجم کی باقیات میں سے ہیں۔ان کے نزدیک قرآن کی صرف ایک ہی قراءت ہے جسے وہ 'قراءتِ عامہ' کہتے ہیں۔یہ وہ قراءت ہے جو کہ مشرق کے اکثر و بیشتر ممالک میں 'روایت حفص' کے نام سے رائج ہے۔غامدی صاحب لکھتے ہیں:

''لہٰذا یہ بالکل قطعی ہے کہ قرآن کی ایک ہی قرأت ہے جو ہمارے مصاحف میں ثبت ہے۔اس کے علاوہ اس کی جو قراتیں تفسیروں میں لکھی ہوئی ہیں یا مدرسوں میں پڑھی پڑھائی جاتی ہیں یا بعض علاقوں میں لوگوں نے اختیار کر رکھی ہیں،وہ سب اس فتنۂ عجم کی باقیات ہیں جس کے اثرات سے ہمارے علوم کا کوئی شعبہ،افسوس ہے کہ محفوظ نہیں رہ سکا۔''

[میزان:ص۳۲]

غامدی صاحب مراکش،تیونس،لیبیا،سوڈان،یمن،موریطانیہ،الجزائر،صومالیہ اور افریقہ کے اکثر و بیشتر ممالک میں رائج قراءات کو قرآن نہیں مانتے۔ایک جگہ لکھتے ہیں:

''قرآن وہی ہے جو مصحف میں ثبت ہے اور جسے مغرب کے چند علاقوں کو چھوڑ کر پوری دنیا میں اُمت مسلمہ کی عظیم اَکثریت اس وقت تلاوت کر رہی ہے۔یہ تلاوت جس قرأت کے مطابق کی جاتی ہے،اس کے سوا کوئی دوسری قرأت نہ قرآن ہے اور نہ اسے قرآن کی حیثیت سے پیش کیا جا سکتا ہے۔''[میزان:ص۲۵،۲۶]

غامدی صاحب نے قراءات متواترہ کے بارے میں صحاح ستہ میں موجود 'سبعہ اَحرف' کی متواتر روایات کا انکار کیا ہے۔وہ حضرت ہشام بن حکیم رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت پر اعتراضات کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اول یہ کہ یہ روایت اگرچہ حدیث کی امہات کتب میں بیان ہوئی ہے،لیکن اس کا مفہوم ایک ایسا معمہ ہے جسے کوئی شخص اس اُمت کی پوری تاریخ میں کبھی حل کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکا۔امام سیوطی رحمہ اللہ نے اس کی تعیین میں چالیس کے قریب اَقوال اپنی کتاب 'الاتقان' میں نقل کیے ہیں،پھر ان میں سے ہر ایک کی کمزوری کا احساس کر کے موطأ کی شرح 'تنویر الحوالك' میں بالآخر یہ اعتراف کر لیا ہے کہ اسے من جملہ متشابہات ماننا چاہیے جن کی حقیقت اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا.....یہی معاملہ ان روایتوں کا بھی ہے جو سیدنا صدیق اور ان کے بعد سیدنا عثمان کے دور میں قرآن کی جمع و تدوین سے متعلق حدیث کی کتابوں میں نقل ہوئی ہیں۔قرآن،جیسا کہ اس بحث کی ابتدا میں بیان ہوا،اس معاملے میں بالکل صریح ہے کہ وہ براہِ راست اللہ کی ہدایت کے مطابق اور رسول اللہ ﷺ کے حین حیات میں مرتب ہوا،لیکن یہ روایتیں اس کے برخلاف ایک دوسری ہی داستان سناتی ہیں جسے نہ قرآن قبول کرتا ہے اور نہ عقل عام ہی کسی طرح ماننے کے لیے تیار ہو سکتی ہے۔صحاح میں یہ اصلاً ابن شہاب زہری کی وساطت سے آئی ہیں۔ائمہ رجال

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انہیں تدلیس اور اِدراج کا مرتکب تو قرار دیتے ہی ہیں، اس کے ساتھ اگر وہ خصائص بھی پیش نظر رہیں جو امام لیث بن سعد نے امام مالک کے نام اپنے ایک خط میں بیان فرمائے ہیں تو ان کی کوئی روایت بھی، بالخصوص اس طرح کے اہم معاملات میں قابل قبول نہیں ہو سکتی۔'' [میزان: ص ۳۰، ۳۱]

غامدی صاحب کے نقطۂ نظر کی غلطی

ہم ذیل میں غامدی صاحب کے ان اعتراضات اور ان کے جوابات کو علی الترتیب ذکر کریں گے:

غامدی صاحب کی عربی دانی

غامدی صاحب قراءات متواترہ پر تنقید کا شوق پورا فرما رہے ہیں اور کیفیت یہ ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب 'میزان' میں ص ۲۵ سے لیکر ۳۳ تک 'قرأت کے اختلاف' کے عنوان سے قراءات متواترہ پر بحث کی ہے اور 'قرأت' کا لفظ اپنی اس بحث میں تقریباً ۳۴ دفعہ لے کر آئے ہیں اور ہر دفعہ انھوں نے اس لفظ کو 'قرأت' ہی لکھا ہے' گویا انہیں یہ بھی معلوم نہیں کہ یہ لفظ 'قرأت' نہیں، بلکہ 'قراءت' ہوتا ہے، جس کی جمع 'قراءات' ہے۔

غامدی صاحب حفاظت قرآن کے قائل نہیں ہیں

غامدی صاحب تو حفاظت قرآن کے بھی قائل نہیں ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

''لہٰذا یہ بالکل قطعی ہے کہ قرآن کی ایک ہی قرأت ہے جو ہمارے مصاحف میں ثبت ہے۔ اس کے علاوہ اس کی جو قرأتیں تفسیروں میں لکھی ہوئی ہیں یا مدرسوں میں پڑھی اور پڑھائی جاتی ہیں یا بعض علاقوں میں لوگوں نے اختیار کر رکھی ہیں، وہ سب اس فتنۂ عجم کے باقیات ہیں''۔ [میزان: ص ۳۲]

گویا غامدی صاحب قرآن کو محفوظ نہیں سمجھتے۔ اگر قرآن مجید محفوظ ہے تو پھر یہ 'قراءات' اُمت میں بطورِ قرآن کیسے رائج و معروف ہو گئیں؟

- امام المفسرین ابن جریر طبری رحمہ اللہ سے لے کر علامہ آلوسی رحمہ اللہ تک ہر مفسر نے اپنی تفسیر میں ان قراءات کا تذکرہ کیا ہے اور ان کے ذریعے آیات قرآنیہ کی تفسیر و تاویل میں مدد لی ہے۔
- یہ قراءات مشرق سے لے کر مغرب تک تقریباً تمام اسلامی ممالک کی عالمی شہرت کی حامل جامعات مثلاً جامعہ ازہر، جامعہ کویت اور مدینہ یونیورسٹی وغیرہ کے نصاب میں شامل ہیں۔
- بریلوی ہوں یا اہل حدیث، دیوبندی ہوں یا اہل تشیع، تقریباً تمام مکاتب فکر کے بڑے بڑے مدارس میں یہ قراءات سبقاً سبقاً پڑھائی جاتی ہیں۔
- اُمتِ مسلمہ کی ایک بہت بڑی تعداد غامدی صاحب کی 'قرأت عامہ' کے مطابق قرآن نہیں پڑھتی۔ مثلاً لیبیا، تیونس اور الجزائر کے بعض علاقوں میں روایت 'قالون' پڑھی جاتی ہے۔ سوڈان، صومالیہ اور یمن (حضرموت) کے علاقے میں روایت 'دوری' میں قرآن پڑھا جاتا ہے۔ اسی طرح موریطانیہ، الجزائر کے اکثر و بیشتر علاقوں، مراکش اور براعظم افریقہ کے اکثر ممالک میں روایت 'ورش' رائج ہے۔ بلکہ واضح رہے کہ اکیلی روایت 'ورش' دنیا کے تقریباً چالیس ممالک میں رائج ہے۔ ہمارا غامدی صاحب سے سوال ہے کہ:
- کیا ہمارے تمام مفسرین قرآن سے جاہل تھے؟

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- کیا اللہ تعالیٰ نے 'فتنہ عجم' کو امت مسلمہ میں اتنا عام کر دیا کہ کیا خواص اور کیا عوام' سب ہی اسے چودہ صدیوں سے قرآن سمجھ کر پڑھ رہے ہیں؟
- کیا ان مذکورہ بالا تمام ممالک میں رہنے والے کروڑوں مسلمان اپنی نمازوں میں قرآن کی بجائے 'فتنہ عجم' کی تلاوت کرتے ہیں؟
- کیا غامدی صاحب مراکش' لیبیا' تیونس' الجزائر' موریطانیہ' سوڈان' صومالیہ' یمن' مغربی ممالک اور براعظم افریقہ کے کروڑوں مسلمانوں کو اُمت مسلمہ میں شامل نہیں سمجھتے؟
- کیا عالم عرب وعجم کے تمام معروف قراء کی مختلف 'قراءات' میں آڈیو اور ویڈیو کیسٹس 'مشرق' میں عام نہیں ہیں؟

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اُمت مسلمہ میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی روایت، روایت حفص ہے، لیکن اُمت کی ایک معتد بہ تعداد میں روایت قالون، ورش اور دوری بھی رائج ہے۔ اور ان 'قراءات' کا اُمت مسلمہ میں رائج ہونا ہی ان کے قرآن ہونے کی سب سے بڑی دلیل ہے' کیونکہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ [الحجر:۹]

''بے شک ہم نے ہی قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں''۔

جب اللہ تعالیٰ نے خود قرآن کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے تو ایک ایسی چیز جو قرآن نہیں ہے، وہ اُمت مسلمہ میں بطور قرآن کیسے رائج ہوسکتی ہے؟

غامدی صاحب کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ جس طرح وہ صرف اسی قراءت کے قائل ہیں جو مشرق کے عوام الناس میں رائج ہے اور مغرب میں پڑھی جانے والی قراءات کے انکاری ہیں اسی طرح مغرب میں بھی بعض ایسے لوگ موجود ہیں جو صرف اسی قراءت کو حق سمجھتے ہیں جو کہ ان کے علاقوں میں پڑھی جاتی ہے اور غامدی صاحب کی 'قرأت عامہ' ان کے نزدیک قرآن نہیں ہے' بلکہ وہ اپنے ہاں رائج قراءت کو ہی 'قرأت عامۃ' کہتے ہیں۔

غامدی صاحب کی 'قرأت عامہ' اور اُمت مسلمہ کے مصاحف

غامدی صاحب کے نزدیک قرآن کی صرف ایک ہی قراءت ہے جو کہ مصاحف میں ثبت ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''لہٰذا یہ بالکل قطعی ہے کہ قرآن کی ایک ہی قرأت ہے جو ہمارے مصاحف میں ثبت ہے۔'' [میزان: ص۳۲]

'ہمارے مصاحف' سے غامدی صاحب کی کیا مراد ہے؟ 'المورد' کے تصدیق شدہ مصاحف یا امت مسلمہ کے مصاحف؟ اگر تو ان کی مراد 'المورد' کے مصاحف ہیں تو پھر تو ہم بھی مانتے ہیں کہ قرآن کی ایک ہی قراءت ہے، لیکن اگر ان کی مراد امت مسلمہ کے مصاحف ہیں تو وہ جس طرح روایت حفص میں ہمارے ممالک میں موجود ہیں اسی طرح روایت قالون، روایت ورش، روایت دوری کے مطابق یہ مصاحف لاکھوں کی تعداد میں متعلقہ ممالک میں باقاعدہ ان ممالک کی حکومتوں کی زیرنگرانی ایسے ہی شائع کیے جاتے ہیں جیسے کہ غامدی صاحب کا 'قرأت عامۃ' کا مصحف۔ اب تو مجمّع الملك فهد نے بھی لاکھوں کی تعداد میں روایتِ دوری، قالون اور ورش کے مطابق مصاحف کو متعلقہ ممالک کے مسلمانوں کے لیے شائع کیا ہے۔ مختلف قراءات کے رسم الخط کے مطابق یہ طبع شدہ مصاحف ہمارے پاس بھی موجود ہیں، لہٰذا ثابت یہ ہوا کہ جو مصاحف اُمت مسلمہ میں رائج ہیں وہ ایک سے زائد

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قراءات پر مشتمل ہیں اور غامدی صاحب کا یہ دعویٰ بے بنیاد ہے کہ ہمارے مصاحف میں ایک ہی قراءت ثبت ہے۔

غامدی صاحب کی 'قرأتِ عامہ' اور اُمت مسلمہ کی روایت حفص

قراءاتِ قرآنیہ کے نقل کرنے میں دس امام ایسے ہیں جنہیں بہت شہرت حاصل ہوئی اور مابعد کے زمانوں میں یہ قراءات انہی ائمہ کے ناموں سے معروف ہوگئیں۔ان ائمہ کے نام درج ذیل ہیں: امام نافع رحمہ اللہ [م ۱۶۹ھ] امام ابن کثیر مکی رحمہ اللہ [م ۱۲۰ھ]، امام ابوعمرو بصری رحمہ اللہ [م ۱۵۴ھ] امام ابن عامر شامی رحمہ اللہ [م ۱۱۸ھ]، امام عاصم رحمہ اللہ [م ۱۲۷ھ] امام حمزہ رحمہ اللہ [م ۱۸۸ھ] امام کسائی رحمہ اللہ [م ۱۸۹ھ] امام ابوجعفر رحمہ اللہ [م ۱۳۰ھ] رحمہ اللہ امام یعقوب رحمہ اللہ [م ۲۲۵ھ] امام خلف رحمہ اللہ [م ۲۰۵ھ]۔ان ائمہ کی قراءات 'قراءات عشرۃ' کہلاتی ہیں۔ان ائمہ سے ان قراءات کو نقل کرنے والے ان کے سینکڑوں شاگرد ہیں، لیکن ہر امام کی قراءت بعدازاں اس کے دو شاگردوں سے معروف ہوئی۔ان شاگردوں کی اپنے امام سے نقل قراءت قرآن کی 'روایت' کہلاتی ہے۔پس ہر امام کے دو شاگردوں کے اعتبار سے قرآن کی کل بیس روایات ہوئیں۔ان بیس روایات میں سے چار روایات ایسی ہیں جو اُمت مسلمہ کے مختلف علاقوں میں عوامی سطح پر رائج ہیں، جن کا ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں، جب کہ باقی سولہ روایات قراء کی ایک بہت بڑی تعداد سے نقل در نقل چلی آ رہی ہیں اور ان تمام قراءات کی اللہ کے رسول ﷺ تک باقاعدہ اسناد موجود ہیں۔

غامدی صاحب ان بیس کی بیس روایات قرآنیہ کے منکر ہیں اور انھیں فتنہ عجم قرار دیتے ہیں، لیکن ان بیس روایات میں سے ایک روایت 'روایتِ حفص' ہے اور 'حفص' امام عاصمؒ کے شاگرد ہیں۔کیا ہی عجب اور حسنِ اتفاق ہے کہ 'روایتِ حفص' لفظ بلفظ وہی ہے جسے غامدی صاحب 'قرأت عامہ' کے نام سے موسوم کرتے ہیں اور اسے قرآن کہتے ہیں۔اب غامدی صاحب اگر اس روایت کا انکار کریں تو اپنی ہی 'قرأت عامہ' کے بھی انکاری ہوں گے اور اگر وہ اس روایت حفص کو مان لیں تو باقی انیس روایات کو ماننے سے انکار کیوں؟

اگر 'قرأتِ عامہ' سے غامدی صاحب کی مراد عوام الناس کی قراءت ہے تو روایت حفص، روایت ورش، روایت قالون اور روایت دوری بھی تو عوام الناس ہی کی قراءات ہیں' ان کو ماننے سے غامدی صاحب کیونکر انکار کر سکتے ہیں؟

غامدی صاحب کے نزدیک قرآن اجماع وقولی تواتر سے ثابت ہوتا ہے' جبکہ قرآن کی مندرجہ بالا روایات اربعہ بلکہ عشرہ اجماع وقولی تواتر دونوں سے ثابت ہیں۔لیکن اس کے باوجود وہ ان روایات کو قرآن ماننے سے انکاری ہیں۔

قراءاتِ متواترہ اور اجماع امت

غامدی صاحب کے نزدیک قراءات متواترہ کے بارے میں مروی وہ تمام روایات جو صحاح ستہ میں موجود ہیں سنداً اور معناً دونوں اعتبارات سے ناقابل قبول ہیں۔سنداً اس لیے کہ ان تمام روایات کی سند میں ابن شہاب زہری ہے، جو آئمہ رجال کے ہاں مدلس ہے اور معناً اس لیے کہ ان احادیث کے معنی ومفہوم کا آج تک تعین نہیں ہو سکا۔

غامدی صاحب کی بنیادی غلطی یہ ہے کہ وہ قرآن کو حدیث کی دلیل سے ثابت کرنا چاہتے ہیں، حالانکہ قرآن اپنے ثبوت کے لیے کسی حدیث کا محتاج نہیں ہے۔غامدی صاحب جس کو 'قرأت عامہ' کہتے ہیں کیا وہ حدیث سے ثابت ہے؟ قرآن کا اجماع اور تواتر کے ساتھ امت میں نقل ہونا ہی اس کے ثبوت کی سب سے بڑی دلیل ہے، اور 'قراءاتِ عشرہ' تواتر اور اجماع کے ساتھ ثابت ہیں۔مشہور مفسر اور اندلسی عالم ابن عطیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"ومضت الاعصار والامصار علی قراء ات الائمة السبعة بل العشرة وبها یصلی لانها تثبت بالاجماع"[المحرر الوجیز لابن عطیه:۱/۹]

''قراءات سبعہ بلکہ عشرہ بھی ہر زمانے اور ہر شہر میں رائج رہی ہیں اور ان کی نماز میں تلاوت کی جاتی رہی ہے، کیونکہ یہ اجماع امت سے ثابت ہیں۔''

آج بھی مدارس و جامعات اِسلامیہ کے ہزاروں طلبہ ان قراءات کو اپنے شیوخ سے نقل کر رہے ہیں۔ان میں سے بعض قراءات تو مغرب وافریقہ کے بلاد اِسلامیہ میں اسی طرح رائج ہیں جس طرح ہمارے ہاں روایت حفص، اوران قراءات کا تواتر کے ساتھ اُمت میں پڑھا جانا ہی ان کے قرآن ہونے کے ثبوت کے لیے قطعی دلیل ہے۔

سبعہ اُحرف کا مفہوم اور غامدی صاحب کے مغالطے

غامدی صاحب نے سبعة أحرف کی روایات پر اعتراض یہ کیا ہے کہ اس کے معنی ومفہوم کے تعین میں علما کے تقریباً چالیس اقوال نقل کیے گئے ہیں۔غامدی صاحب لکھتے ہیں:

''اوّل یہ کہ یہ روایت اگرچہ حدیث کی اُمہاتِ کتب میں بیان ہوئی ہے،لیکن اس کا مفہوم ایک ایسا معمہ ہے جسے کوئی شخص اس اُمت کی پوری تاریخ میں کبھی حل کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکا۔امام سیوطی رحمہ اللہ نے اس کی تعیین میں چالیس کے قریب اقوال اپنی کتاب 'الاتقان' میں نقل کیے ہیں۔''[میزان:ص۳۰]

غامدی صاحب نے امام سیوطی رحمہ اللہ کا حوالہ نقل کر دیا ہے،لیکن کاش وہ امام سیوطی رحمہ اللہ کی کتاب 'الاتقان' کھول کر دیکھنے کی زحمت بھی گوارا کر لیتے۔حقیقت یہ ہے کہ امام سیوطی رحمہ اللہ نے چالیس نہیں، بلکہ سولہ اَقوال اپنی کتاب میں بیان کیے ہیں،البتہ انہوں نے ابن حبان رحمہ اللہ کے حوالے سے پینتیس اَقوال کا تذکرہ کیا ہے جو کہ درج ذیل ہیں:

① زجر،امر،حلال،حرام،محکم،متشابہ،امثال
② حلال،حرام،امر،نہی،زجر،مستقبل کی خبریں،امثال
③ وعد،وعید،حلال،حرام،مواعظ،امثال،احتجاج
④ امر،نہی،بشارت،نذارت،اخبار،امثال
⑤ محکم،متشابہ،ناسخ،منسوخ،خصوص،عموم،قصص
⑥ امر،زجر،ترغیب،ترہیب،جدل،قصص،مثل
⑦ امر،نہی،وجد،علم،سر،ظہر،بطن
⑧ ناسخ،منسوخ،وعد،وعید،رغم،تادیب،انذار
⑨ حلال،حرام،افتتاح،اخبار،فضائل،عقوبات
⑩ اوامر،زواجر،امثال،اُنباء،عتب،وعظ،قصص
⑪ حلال،حرام،امثال،منصوص،قصص،اباحات
⑫ ظہر،بطن،فرض،ندب،خصوص،عموم،امثال
⑬ امر،نہی،وعد،وعید،اباحت،ارشاد،اعتبار
⑭ مقدم،مؤخر،فرائض،حدود،مواعظ،متشابہ،امثال

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

⑮ مقیس، مجمل، مقضی، ندب، حتمی، امثال
⑯ امر حتم، امر ندب، نہی حتم، نہی ندب، اخبار، اباحات
⑰ امر فرض، نہی حتم، امر ندب، نہی مرشد، وعد، وعید، قصص
⑱ لفظ خاص مراد خاص، لفظ عام مراد عام، لفظ عام مراد خاص، لفظ خاص مراد عام، وہ لفظ جس کا معنی واضح ہو، وہ لفظ جس کا مفہوم علماء پر ظاہر ہو، وہ لفظ جس کا معنی صرف الراسخون فی العلم کو معلوم ہو۔
⑲ اظہارِ ربوبیت، اثبات وحدانیت، تعظیم الوہیت، التعبد للہ، مجانبۃ الاشراک، ترغیب، ترہیب
⑳ سبع لغات مراد ہیں، جن میں پانچ بنو ہوازن کی جبکہ دو قریش کی ہیں۔
㉑ عرب کے متفرق مشہور قبائل کی سات لغات مراد ہیں۔
㉒ سبع لغات ہیں جن میں چار بنو ہوازن کی جبکہ تین قریش کی ہیں۔
㉓ سات قبائل کی لغات مراد ہیں: قریش، یمن، جرھم، ھوازن، قضاعہ، تمیم، طی
㉔ کعب بن عمرو اور کعب بن لوی کی لغات مراد ہیں جو کہ سات ہیں۔
㉕ ایک ہی معنی ادا کرنے کے لیے عرب کے مختلف قبائل کی لغات مراد ہیں۔
㉖ سات صحابہ کی قراءات مراد ہیں: ابوبکر، عمر، عثمان، علی، ابن مسعود، ابن عباس، ابی ابن کعب
㉗ ہمز، امالہ، فتح، کسر، تفخیم، مد، قصر
㉘ تعریف، مصادر، عروض، غریب، جمع، لغات مختلفہ
㉙ ایک ہی کلمہ جس کو سات طرح سے اعراب دیا جاسکتا ہے۔
㉚ بنیادی حروف تہجی مراد ہیں: الف، با، جیم، دال، را، سین، عین
㉛ سات اسماء مراد ہیں: رب، غفور، رحیم، سمیع، بصیر، علیم، حکیم
㉜ سات قسم کی آیات مراد ہیں: وہ آیات جو صفات ذاتیہ پر مشتمل ہوں، وہ آیات جو کسی دوسری آیت کی تفسیر کر رہی ہوں، وہ آیات جن کی تفسیر سنت میں ہو، انبیاء و رُسل کے قصص پر مشتمل آیات، اشیاء کی تخلیق کے بارے میں آیات، جنت کے اَوصاف پر آیات، جہنم کے اوصاف پر آیات۔
㉝ سات قسم کی آیات مراد ہیں: صانع کے اوصاف پر مشتمل آیات، اثبات وحدانیت کی آیات، اثبات صفات کی آیات، اثباتِ رُسل کی آیات، اثبات کتب کی آیات، اثبات اسلام کی آیات، نفیٔ کفر کی آیات
㉞ سات قسم کی صفات ذاتیہ مراد ہیں جن کی کیفیت بیان کرنا ممکن نہیں ہے۔
㉟ ایمان باللہ، شرک سے اجتناب، اوامر کا اثبات، مجانبت زواجر، ثبات علی الایمان، تحریم ما حرم اللہ، اطاعت رسول

ان پینتیس اقوال کو غامدی صاحب نے ایک صحیح متواتر روایت کے انکار کی دلیل بنایا ہے۔ ہم غامدی صاحب سے چند سوالات کرتے ہیں:

❁ پہلا سوال یہ ہے کہ بظاہر پینتیس نظر آنے والے یہ اقوال کیا واقعتاً پینتیس ہی ہیں؟ اگر ہم غور کریں تو یہ درحقیقت سات اقوال ہیں: ایک قول تو یہ ہے کہ 'سبعۂ احرف' سے مراد مضامین قرآن ہیں، پھر اس میں آگے اختلاف

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ کون سے مضامین مراد ہیں۔دوسرا قول یہ ہے کہ سبعہ احرف سے مراد سات لغات ہیں، پھر آگے اس میں اختلاف ہے کہ کن قبائل کی لغات مراد ہیں۔تیسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد صحابہ کی سات قراءات ہیں۔چوتھا قول یہ ہے کہ اس سے مراد سات حروف تہجی ہیں۔پانچواں قول یہ ہے کہ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کے سات نام ہیں۔چھٹا قول یہ ہے کہ اس سے مراد سات قسم کے اعراب ہیں۔ساتواں قول یہ ہے کہ اس سے مراد حروف کی ادائیگی کی مختلف کیفیات ہے۔اسی لیے امام سیوطی رحمہ اللہ نے ان اقوال کے نقل کرنے کے بعد ابن حبان کا قول نقل کیا ہے:

"و هی اقاویل یشبه بعضها بعضا"[الاتقان:۱/۴۹]

''یہ اقوال ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں۔''

اس کے بعد امام سیوطی رحمہ اللہ نے امام مزنی المرسی رحمہ اللہ کے حوالے سے نقل کیا ہے:

"وقال المرسی هذه الوجوه أكثرها متداخلة"[الاتقان:۱/۴۹]

''مرسی نے کہا ہے کہ یہ اقوال ایک دوسرے سے پیوستہ ہیں''۔

باہم متشابہ اور متداخل اقوال کو غامدی صاحب نے چالیس اقوال سمجھ لیا اور اس بنا پر 'سبعہ اَحرف' کی متواتر روایت کا انکار کر دیا۔

❁ دوسرا سوال یہ کہ بالفرض ہم مان لیں کہ یہ چالیس اَقوال ہیں، جیسا کہ غامدی صاحب کا کہنا ہے، تو اگر قرآن کی کسی آیت کی تفسیر میں پینتیس یا چالیس اَقوال نقل ہو جائیں تو کیا اس بنیاد پر غامدی صاحب قرآن کی اس آیت کا انکار کر دیں گے کہ اس آیت کے معنی ومفہوم کے تعین میں چالیس قوال نقل ہوئے ہیں؟ چالیس تو چھوڑیے اگر ہم بدعتی فرقوں مثلاً باطنیہ، روافض اور صوفیاء کی تفاسیر کا مطالعہ کریں تو ہمیں ایک ایک آیت کی تفسیر میں ستر ستر اَقوال بھی ملتے ہیں، تو کیا ہم صرف اس بنا پر قرآن کی اس آیت کو ماننے سے ہی انکار کر دیں؟

❁ تیسرا اور سب سے اہم سوال یہ ہے کہ یہ کیسے ثابت ہوگا کہ یہ پینتیس اقوال مختلف پینتیس علماء کے ہیں؟ بعض اَفراد نے ان اقوال کو اپنی کتابوں میں نقل تو کر ہی دیا ہے لیکن ان کے قائلین کو کوئی آج تک نہ جان سکا۔جیسا کہ امام سیوطی رحمہ اللہ نے امام مزنی المرسی رحمہ اللہ کے حوالے سے نقل کیا ہے:

"وقال المرسی هذه الوجوه أكثرها متداخلة و لا أدری مستندهاو لا عمن نقلت"

''مرسی نے کہا ہے کہ یہ اقوال ایک دوسرے سے پیوستہ ہیں اور میں نہیں جانتا کہ ان کی سند کیا ہے یا کس سے یہ منقول ہیں؟'' [الاتقان:۱/۴۹]

اِن اقوال کی باہمی مشابہت ومماثلت دیکھنے کے بعد اندازہ یہی ہوتا ہے کہ دو چار نامعلوم اور گمنام افراد نے سبعہ احرف کی تشریح میں مختلف احتمالات پیش کیے تھے، جنہیں بعد والوں نے مستقل اقوال کی حیثیت سے نقل کر دیا۔

ان پینتیس اقوال میں سے اکثر و بیشتر کی تردید خود سبعہ احرف کی روایات سے ہی ہو رہی ہے، کیونکہ اکثر و بیشتر اقوال کا جائزہ لیں تو واضح ہوتا ہے کہ ان اقوال کی رو سے 'سبعۃ احرف' کا تعلق قرآن کے مضامین یا معانی سے ہے جبکہ 'سبعہ احرف' کی اکثر و بیشتر روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ 'سبعۃ احرف' کا تعلق الفاظ سے ہے۔مثلاً حضرت ہشام بن حکیم رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ میں آپس میں قراءت کا اختلاف ہوا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت ہشام رضی اللہ عنہ، کو ان کی چادر سے کھینچتے ہوئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"انی سمعت هذا یقرأ بسورة الفرقان علی حروف لم تقرئنیها فقال رسول ﷺ: «أرسله اقرأ یا هشام» فقرأ علیه القراء ة التی سمعته یقرأ فقال رسول ﷺ: «کذلك أنزلت» ثم قال: «اقرأ یا عمر» فقرأت القراء ة التی اقرأنی فقال رسول ﷺ: « کذلك أنزلت إن هذا القرآن أنزل علی سبعة أحرف فاقرء وا ما تیسر منه»"

[صحیح البخاري، کتاب فضائل القرآن، باب أنزل القرآن علی سبعة أحرف]

''میں نے اس (یعنی ہشام بن حکیم رضی اللہ عنہ) کو سورۂ فرقان اُن حروف کے ساتھ پڑھتے سنا ہے جن حروف کے ساتھ آپؐ نے مجھے یہ سورت نہیں پڑھائی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے عمر رضی اللہ عنہ! اسے چھوڑ دو، اور کہا: ''اے ہشام پڑھو''۔ پس حضرت ہشامؓ نے اس قراءت کے مطابق پڑھا جو میں نے ان سے سنی تھی تو آپؐ نے کہا: ''یہ سورت اسی طرح نازل کی گئی ہے''۔ پھر آپ ﷺ نے کہا: ''اے عمر رضی اللہ عنہ اب تم پڑھو'' تو میں نے اس سورت کو اس قراءت کے مطابق پڑھا جس پر آپ ﷺ نے مجھے پڑھایا تھا تو آپ ﷺ نے کہا: ''یہ سورت اسی طرح نازل کی گئی ہے اور قرآن سات حروف پر نازل کیا گیا ہے، پس اس میں سے جو بھی تمہیں آسان لگے اس کے مطابق پڑھ لو''

اسی لیے امام سیوطی رحمہ اللہ، امام مزنی رحمہ اللہ کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وأکثرها معارضة حدیث عمر وهشام ابن حکیم الذی فی الصحیح فإنهما لم یختلفا فی تفسیره ولا أحکامه وإنما اختلفا فی قراء ة حروفه" [الاتقان:۱/۴۹]

''ان میں سے اکثر اَقوال حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ہشام بن حکیم رضی اللہ عنہ کی حدیث کے خلاف ہیں جو کہ صحاح میں ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ہشام بن حکیم رضی اللہ عنہ کا اختلاف قرآن کی تفسیر یا اس کے احکام میں نہ تھا بلکہ ان دونوں حضرات نے قرآن کے حروف کے پڑھنے میں آپس میں اختلاف کیا تھا''۔

جب خود روایت کے الفاظ سے ہی اس کے معنی کے تعین میں وارد شدہ اقوال کی تردید ہو رہی ہو تو اُن اقوال کو اس روایت کی تشریح و توضیح کے ضمن میں پیش کرنا اور ان میں اختلاف کی بنیاد پر روایت ہی کو رد کر دینا کون سی عقل مندی ہے؟

جہاں تک سبعہ احرف کے معنی و مفہوم کے تعین کی بحث ہے تو اس بارے میں علماء کے بنیادی اقوال دو ہی ہیں:

پہلا قول

پہلا قول یہ ہے جو علماء میں امام رازی رحمہ اللہ کے حوالے سے معروف ہوا، کہ سبعہ احرف سے مراد سات وجوہ ہیں جو قراءات کے تمام اختلافات کو محیط ہیں اور وہ وجوہ اختلاف درج ذیل ہیں: اسماء کا اختلاف (یعنی تذکیر و تانیث اور جمع و افراد وغیرہ)، تصریف افعال کا اختلاف (ماضی، مضارع اور امر وغیرہ)، وجوہ اعراب کا اختلاف، نقص و زیادت کا اختلاف، تقدیم و تأخیر کا اختلاف، اختلاف ابدال، اختلاف لغات (یعنی لہجات کا اختلاف)۔ یہی قول امام مالک، قاضی ابوبکر باقلانی، ابن قتیبہ دینوری، علامہ ابن الجزری رحمہم اللہ وغیرہ سے کچھ اختلاف کے ساتھ منقول ہے۔

دوسرا قول

دوسرا قول، جو علماء میں ابن جریر طبری رحمہ اللہ کے حوالے سے معروف ہوا، وہ یہ کہ سبعہ اَحرف سے مراد مختلف عرب قبائل کی سات لغات ہیں جن میں تھوڑا بہت اختلاف موجود تھا۔ اسی قول کو امام ابوعبید قاسم بن سلام، سفیان بن عیینہ، ابن وھب، احمد بن یحییٰ، امام طحاوی، امام ابو حاتم سجستانی، امام بیہقی، علامہ ابن جوزی، علامہ ابن الاثیر الجزری، ابن

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبدالبر اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ وغیرہ نے کچھ اختلاف کے ساتھ اختیار کیا ہے، بلکہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے تو اسے جمہور علماء کا قول قرار دیا ہے۔

ان دونوں اقوال میں بھی قدرِ مشترک یہ ہے کہ ان کے قائلین اس بات پر متفق ہیں کہ 'سبعہ اَحرف' سے مراد قرآن کے الفاظ کو سات طرح سے پڑھنا ہے۔ پہلے قول کے قائلین کا کہنا یہ ہے کہ اس سے مراد قرآن کو پڑھنے کے سات قسم کے اختلافات ہیں جبکہ دوسرے گروہ کا موقف یہ ہے کہ اس سے مراد سات لغات میں قرآن کو پڑھنا ہے۔

ہم ان دونوں اَقوال میں موجود اختلاف کا انکار نہیں کرتے، لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ یہ اختلاف، اختلاف تضاد نہیں ہے بلکہ اختلاف تنوع ہے، کیونکہ دونوں گروہوں کے اَقوال کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ قرآن کی ایک سے زائد قراءات ہیں جن کے مطابق قرآن کو پڑھنا صحیح ہے، جبکہ غامدی صاحب قرآن کی ایک سے زائد قراءات کو نہیں مانتے۔ ان دو کے علاوہ جتنے بھی اَقوال ہیں ان کی نہ تو کوئی سند ہے، نہ ہی ان کے قائلین کی کسی کو خبر ہے اور نہ ہی وہ کسی قسم کا علمی وزن رکھتے ہیں۔ لہٰذا ایسے اقوال پر بحث کرنا صرف اور صرف وقت کا ضیاع ہے۔

اِمام ابن شہاب زہری رحمہ اللہ اور غامدی صاحب کے اعتراضات

غامدی صاحب نے سبعہ اَحرف والی روایات کو سنداً ضعیف قرار دیا ہے۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ ایسی تمام روایات کی سند میں ایک راوی امام ابن شہاب زہری رحمہ اللہ ہے جسے وہ مدلس اور مدرج قرار دیتے ہیں۔ غامدی صاحب لکھتے ہیں:

''لیکن یہ روایتیں اس کے برخلاف ایک دوسری ہی داستان سناتی ہیں جسے نہ قرآن قبول کرتا ہے اور نہ عقل عام ہی کسی طرح ماننے کے لیے تیار ہوسکتی ہے۔ صحاح میں یہ اصلاً ابن شہاب زہری کی وساطت سے آئی ہیں۔ ائمہ رجال انھیں تدلیس اور اِدراج کا مرتکب قرار دیتے ہی ہیں، اس کے ساتھ اگر وہ خصائص بھی پیش نظر رہیں جو امام لیث بن سعد رحمہ اللہ نے امام مالک رحمہ اللہ کے نام اپنے ایک خط میں بیان فرمائے ہیں تو ان کی کوئی روایت بھی، بالخصوص اس طرح کے اہم معاملات میں، قابل قبول نہیں ہوسکتی۔ وہ (امام لیث بن سعد رحمہ اللہ) لکھتے ہیں: اور ابن شہاب سے جب ہم ملتے تھے تو بہت سے مسائل میں اختلاف ہو جاتا تھا اور ہم میں سے کوئی جب ان سے لکھ کر دریافت کرتا تو علم وعقل میں فضیلت کے باوجود ایک ہی چیز کے متعلق ان کا جواب تین طرح کا ہوا کرتا تھا جن میں سے ہر ایک دوسرے کا نقیض ہوتا اور انھیں اس بات کا احساس ہی نہیں ہوتا تھا کہ وہ اس سے پہلے کیا کہہ چکے ہیں۔ میں نے ایسی ہی چیزوں کی وجہ سے ان کو چھوڑا تھا، جسے تم نے پسند نہیں کیا۔'' [میزان: ص ۳۰، ۳۱]

اب ہم امام ابن شہاب زہری رحمہ اللہ [م ۱۲۵ھ] کے بارے میں ائمۂ جرح وتعدیل، ائمہ محدثین اور ائمۂ فقہاء اور ان کے معاصر علماء کی آراء نقل کرتے ہیں:

◉ امام ابن حجر رحمہ اللہ [م ۸۵۲ھ] کی رائے: علامہ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"الفقيه الحافظ متفق على جلالته و اتقانه' [تقريب: ۲/۲۰۷]

''فقیہ، اور الحافظ، ہیں، ان کی بزرگی اور حافظے کی پختگی پر محدثین کا اتفاق ہے۔''

◉ امام ذہبی رحمہ اللہ [م ۷۴۸ھ] کی رائے امام ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"محمد بن مسلم الحافظ الحجة" [ميزان الاعتدال: ۴/۴۰]

''محمد بن مسلم الحافظ اور الحجة ہیں۔''

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

◉ امام ابن حبان رحمہ اللہ [م ۳۵۴ھ] کی رائے: امام ابن حبان رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"رأى عشرة من أصحاب رسول الله ﷺ وكان أحفظ أهل زمانه وأحسنهم سياقا لمتون الأخبار وكان فقيها فاضلا" [كتاب الثقات: ۴/۳]

''انھوں نے دس صحابہ رضی اللہ عنہم کی زیارت کی ہے اور وہ اپنے زمانے کے سب سے بڑے حدیث کے حافظ اور احادیث کے متون کو بیان کرنے میں سب سے اچھے، فقیہ اور فاضل تھے۔''

◉ امام احمد العجلی رحمہ اللہ [م ۲۵۷ھ] کی رائے: امام احمد العجلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"تابعي ثقة" [تاريخ الثقات: ص ۴۱۲] ''تابعی اور ثقہ تھے۔''

◉ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کی رائے ابن ابی حاتم الرازی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"قال عمر بن عبد العزيز عليكم بابن شهاب هذا فانكم لا تتبعون أحدا أعلم بالسنة الماضية منه" [كتاب الجرح و التعديل: ص ۱۲]

''حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے کہا ہے تم ابن شہاب رحمہ اللہ کو لازم پکڑو (ان سے استفادہ کرو) کیونکہ گزری ہوئی سنن کے بارے میں ان سے بڑھ کر کوئی جاننے والا نہیں ہے۔''

◉ امام مالک رحمہ اللہ [م ۱۷۹ھ] کی رائے امام ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"قال ابن القاسم سمعت مالكا يقول بقي ابن شهاب وماله في الدنيا نظير"

''ابن القاسم رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ میں نے امام مالک رحمہ اللہ سے سنا وہ کہہ رہے تھے ابن شہابؒ باقی رہ گئے اور ان کی کوئی مثال اس دنیا میں نہیں ہے۔'' [سير أعلام النبلاء: ۱۴۰/۴]

◉ امام احمد رحمہ اللہ [م ۲۴۲ھ] کی رائے:

"أحسن الناس حديثا وأجود الناس إسنادا" [ايضاً: ص ۱۴۱]

''لوگوں میں حدیث کے اعتبار سے سب سے بہتر اور سند کے اعتبار سے سب سے عمدہ ہیں۔''

◉ امام ابو حاتم الرازی رحمہ اللہ [م ۲۷۷ھ] کی رائے:

"أثبت أصحاب أنس الزهري" [ايضاً]

''حضرت انس رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سب سے زیادہ ثابت امام زہری رحمہ اللہ ہیں۔''

◉ امام قتادہ رحمہ اللہ [م ۱۰۹ھ] کی رائے:

"ما بقي أحد أعلم بسنة ماضية من ابن شهاب" [ايضاً]

''گزشتہ سنن کے بارے میں ابن شہاب رحمہ اللہ سے زیادہ علم رکھنے والا کوئی بھی باقی نہیں رہا۔''

◉ یحییٰ بن سعید رحمہ اللہ کی رائے:

"مابقي عند أحد من العلم ما بقي عند ابن شهاب" [ايضاً]

''کسی ایک کے پاس بھی وہ علم نہیں رہا جو ابن شہاب رحمہ اللہ کے پاس ہے''۔

◉ سعید بن عبد العزیز رحمہ اللہ کی رائے:

"ما كان الا بحرا" [ايضاً: ص ۱۴۲]

''وہ تو علم کا ایک سمندر ہے۔''

◉ سفیان ثوری رحمہ اللہ [م ۱۶۱ھ] کی رائے:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"كان الزهري أعلم أهل المدينة"[ایضاً:ص۱۴۰]

''امام زہری رحمہ اللہ اہل مدینہ میں سب سے بڑے عالم ہیں۔''

◉ عمرو بن دینار رحمہ اللہ [م ۱۲۶ھ] کی رائے:

"ما رأيت أحدا أنص للحديث من الزهري"[ایضاً:ص۱۴۰]

''حدیث کی سند بیان کرنے میں زہری رحمہ اللہ سے بڑھ کر میں نے کوئی عالم نہیں دیکھا۔''

◉ ابوایوب سختیانی رحمہ اللہ [م ۱۳۱ھ] کی رائے امام ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

" قال أبو أيوب ما رأيت أعلم منه"[ایضاً:ص۱۱۰]

''ابوایوب رحمہ اللہ نے کہا: میں نے ان سے بڑا عالم کوئی نہیں دیکھا۔''

◉ امام لیث بن سعد رحمہ اللہ [م ۱۷۵ھ] کی رائے:

"كان من أسخى الناس"[تذكرة الحفاظ:۱/۱۰۹]

''وہ لوگوں میں سب سے زیادہ سخاوت کرنے والے تھے۔''

روى أبو صالح عن الليث بن سعد ما رأيت عالما قط أجمع من الزهري[ایضاً:ص۱۰۹]

''ابوصالح امام لیث بن سعد رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے ابن شہاب زہری رحمہ اللہ سے زیادہ جامع العلوم کسی عالم کو نہیں دیکھا۔''

◉ امام نسائی رحمہ اللہ [م ۳۰۳ھ] کی رائے امام مزی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"قال النسائي أحسن أسانيد تروى عن رسول الله أربعة منها: الزهري عن علي بن الحسين عن الحسين بن علي عن علي ابن أبي طالب عن رسول الله ﷺ والزهري عن عبيد الله بن عبد الله بن عتبة بن مسعود عن ابن عباس عن عمر عن رسول الله ﷺ"[ایضاً:ص۱۱۰]

''امام نسائی رحمہ اللہ نے کہا کہ سب سے بہتر اسناد جو کہ اللہ کے رسول ﷺ سے مروی ہیں وہ چار ہیں: زہری رحمہ اللہ حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہ سے وہ حسین بن علی رضی اللہ عنہ سے وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب سے اور وہ اللہ کے رسول ﷺ سے روایت کرتے ہیں اور زہری رحمہ اللہ عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے وہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اور وہ اللہ کے رسول ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔''

◉ عمرو بن دینار رحمہ اللہ [م ۱۲۶ھ] کی رائے:

"قال سفيان بن عيينه عن عمرو بن دينار ما رأيت أنص للحديث من الزهري"

''سفیان بن عیینہ، عمرو بن دینار رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے حدیث کی سند بیان کرنے میں زہری رحمہ اللہ سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا۔'' [تهذيب الكمال:۶/۵۱۲]

◉ محمد بن سعد رحمہ اللہ اور محدثین کی رائے:

"وقال محمد بن سعد قالوا:وكان الزهري ثقة كثير الحديث والعلم والرواية فقيها جامعا"[ایضاً]

''محمد بن سعدؒ نے کہا محدثین کا کہنا ہے کہ زہری ثقہ راوی ہے اور کثرت سے علم رکھنے والا، احادیث کو جاننے والا اور اَحادیث کو نقل کرنے والا ہے۔''

◉ مکحول رحمہ اللہ [م ۱۰۹ھ] کی رائے:

"قال عمرو بن أبي سلمة سمعت سعيد بن عبد العزيز يحدث عن مكحول قال:ما بقي عن

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ظهرها احد اعلم بسنة ماضية من الزهری" [ایضاً]

''عمرو بن ابی سلمہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے سعید بن عبدالعزیز رحمہ اللہ سے سنا' وہ مکحول رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: زمین کی پشت پر گزری ہوئی سنت کے بارے میں زہریؒ سے بڑھ کر کوئی عالم باقی نہیں رہا ہے''۔

◉ ابوبکر الھذلی رحمہ اللہ [م ۱۶۷] کی رائے:

"وقال سفيان بن عيينه قال ابو بكر الهذلي : قد جالست الحسن و ابن سيرين فما رأيت أحدا أعلم منه يعنى الزهری" [ایضاً]

''سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ابوبکر رحمہ اللہ کہتے ہیں: میں حسن بصری رحمہ اللہ اور ابن سیرین رحمہ اللہ کے ساتھ بیٹھا، لیکن میں نے زہری رحمہ اللہ سے بڑھ کر کوئی عالم نہیں دیکھا۔''

◉ یحییٰ بن معین رحمہ اللہ متوفی ۲۳۲ھ کی رائے:

"قال الدارمی قلت له (يعنى يحيى بن معين)الزهری أحب إليك فی سعيد بن المسيب أو قتادة فقال كلاهما فقلت فهما أحب إليك أو يحيٰى بن سعيد فقال كل ثقة" [ایضاً]

''امام دارمی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن معین رحمہ اللہ سے کہا کہ زہری رحمہ اللہ آپ کو سعید بن مسیّب رحمہ اللہ سے زیادہ محبوب ہے یا قتادہ رضی اللہ عنہ؟ تو انھوں نے کہا دونوں' تو میں نے پھر کہا کہ وہ دونوں آپ کو زیادہ محبوب ہیں یا یحییٰ بن سعید رحمہ اللہ' تو یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے کہا: یہ سب ثقہ راوی ہیں''۔

◉ علی بن مدینی رحمہ اللہ [م ۲۳۴ھ] کی رائے:

" قال علی بن المدينی حفظ العلم علی أمة محمد ستة فلأهل مكة عمرو بن دينار ولأهل مدينة ابن شهاب الزهری ....." [تهذيب الكمال:۸۴/۱۲]

''علی بن مدینی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ حدیث کا علم اُمت محمد میں چھ افراد نے محفوظ کیا۔ اہل مکہ میں سے عمرو بن دینار رحمہ اللہ نے اور اہل مدینہ میں ابن شہاب الزہری رحمہ اللہ نے....''

امام ابن شہاب زہری رحمہ اللہ کی تعدیل وتوصیف سے اسماء الرجال کی کتب بھری پڑی ہیں۔ غامدی صاحب کو امام زہری رحمہ اللہ کے بارے میں جلیل القدر معاصر و متاخر فقہاء، تابعین اور محدثین کے یہ اقوال تو نظر نہ آئے، اور اگر کچھ نظر آیا تو وہ امام لیث بن سعد رحمہ اللہ کا وہ قول جسے ابن قیم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب 'اعلام الموقعین' میں نقل کیا ہے۔ اس قول کے بارے میں ہماری رائے درج ذیل نکات پر مشتمل ہے:

❁ پہلا نکتہ

پہلی بات تو یہ ہے کہ 'اعلام الموقعین' اسماء الرجال کی کتاب نہیں ہے۔ ہم غامدی صاحب کو یہ مشورہ دیں گے کہ امام زہری رحمہ اللہ کی شخصیت پر اگر بحث کرنی ہے تو اسماء الرجال کی کتب میں موجود ائمۂ جرح وتعدیل کے اقوال کی روشنی میں کریں۔

❁ دوسرا نکتہ

دوسری بات یہ کہ امام لیث بن سعد رحمہ اللہ کا وہ خط جس کا غامدی صاحب نے حوالہ دیا ہے' وہ تقریباً تین صفحات پر مشتمل ہے، جبکہ غامدی صاحب نے اس خط میں اپنے کام کی تین چار سطریں اخذ کر لیں، حالانکہ اگر اس پورے خط کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ امام لیث بن سعد رحمہ اللہ نے اتنا لمبا چوڑا جو خط امام مالکؒ کو لکھا ہے اس کا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موضوع امام زہری رحمہ اللہ کی شخصیت نہیں ہے بلکہ اس کا موضوع امام لیث بن سعد رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ کے درمیان ایک مسئلے میں علمی اختلاف ہے اور وہ یہ کہ امام لیث بن سعد رحمہ اللہ کے نزدیک 'عمل اہل مدینہ' کے خلاف فتویٰ دینا جائز ہے، جبکہ امام مالک رحمہ اللہ اس کو ناجائز قرار دیتے تھے۔اس پر امام لیث بن سعد رحمہ اللہ نے امام مالک رحمہ اللہ کو خط لکھا جس میں مدینہ کے علماء کے باہمی اختلاف اور ان کی آراء کے کمزور پہلوؤں کو اجاگر کیا، ان علمائے مدینہ میں ایک ابن شہاب زہری رحمہ اللہ بھی تھے۔یہ تو ایک فقہی اختلاف ہے جس کی کچھ عبارت کو جناب غامدی صاحب نے درمیان سے اٹھالیا اور اسے امام لیث بن سعد رحمہ اللہ کی ابن شہاب زہری رحمہ اللہ پر تنقید کے عنوان سے پیش کر دیا حالانکہ امام لیث بن سعد رحمہ اللہ نے امام زہری رحمہ اللہ کے علم حدیث میں مقام و مرتبہ کو بیان کرتے وقت اسی مبالغے کا اظہار کیا ہے جو کہ تمام علمائے جرح وتعدیل سے منقول ہے۔امام لیث رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وقال أبو صالح عن الليث بن سعد ما رأيت عالما قط أجمع من ابن شهاب ولا أكثر علما منه....." [تهذيب الكمال:۱۲/۸۴]

''ابوصالح' امام لیث بن سعد رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے ابن شہاب زہری رحمہ اللہ سے زیادہ جامع العلوم کسی عالم کو نہیں دیکھا اور نہ ہی ان سے بڑے کسی عالم کو دیکھا ہے.....''

"كتبت من علم محمد بن شهاب الزهري علما كثيرا" [وفيات الأعيان:۴/۱۲۷]

''میں نے امام ابن شہاب زہری رحمہ اللہ کے علم میں سے بہت کچھ لکھا ہے۔''

❁ تیسرا نکتہ

تیسری بات یہ کہ غامدی صاحب کے بقول امام زہری رحمہ اللہ کے بارے میں امام لیث بن سعد رحمہ اللہ نے یہ اعتراض کیا کہ ایک ہی مسئلے میں بعض اوقات ان کے فتاویٰ جات مختلف ہوتے ہیں۔ہم یہ کہتے ہیں کہ ایک ہی مسئلے میں امام مالک رحمہ اللہ، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ، امام شافعی رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ جیسے جلیل القدر فقہاء کی بھی ایک سے زائد آراء منقول ہوتی ہیں، کیونکہ فتویٰ حالات کے مطابق ہوتا ہے۔بعض اوقات ایک شخص کو دیکھ کر مفتی ایک مسئلے میں ایک فتویٰ دیتا ہے اور بعض اوقات دوسرے شخص کو اس کے حالات کے مطابق بالکل اس کے برعکس فتویٰ دیتا ہے، جیسا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ایک نوجوان کو روزے کی حالت میں اپنی بیوی کا بوسہ لینے سے روک دیا جبکہ ایک بوڑھے شخص کو اس کی اجازت دے دی۔بعض اوقات یہ بھی ہوتا ہے کہ ایک عالم ایک مسئلے میں ایک فتویٰ دیتا ہے، بعد میں اس کی رائے تبدیل ہو جاتی ہے اور وہ اس کے بالکل برعکس فتویٰ دیتا ہے، جیسا کہ امام شافعی رحمہ اللہ کے بارے میں معروف ہے کہ ان کی ایک قدیم رائے ہے اور ایک جدید رائے ہے۔

❁ چوتھا نکتہ

چوتھی بات یہ ہے کہ امام لیث بن سعد رحمہ اللہ نے امام زہری رحمہ اللہ پر جو جرح کی ہے وہ ان کے فتاویٰ جات کے اعتبار سے ہے نہ کہ ان کی حدیث بیان کرنے کے اعتبار سے۔اگر وہ حدیث کے معاملے میں بھی ایسا ہی کرتے کہ کبھی ایک روایت کو کچھ الفاظ کے ساتھ اور کبھی اس کے بالکل برعکس الفاظ کے ساتھ نقل کرتے تو امام لیث رحمہ اللہ اس کا ضرور تذکرہ فرماتے۔جتنی جرح نقل کر کے غامدی صاحب امام زہری رحمہ اللہ کی شخصیت کو متنازعہ بنانا چاہتے ہیں اتنی جرح تو ائمۂ رجال کے ہاں حدیث کے مسئلے میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ پر بھی موجود ہے، لیکن اس جرح کے باوجود امام ابوحنیفہ کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک فقیہ کی حیثیت سب کے نزدیک متفق علیہ اور مسلّم ہے۔ اس لیے امام زہری رحمہ اللہ کے فتاویٰ پر جرح سے یہ بات لازم نہیں آتی کہ وہ حدیث میں بھی مجروح ہوں۔ یہ تو ایسے ہی ہے جیسے کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ 'فلاں شخص محدث نہیں ہے' اور اس دعوے کے ثبوت کے لیے اگر اس کے پاس کوئی دلیل بھی ہو تو وہ یہ کہ 'فلاں شخص فقیہ نہیں ہے'۔

❁ پانچواں نکتہ

پانچویں بات یہ ہے کہ غامدی صاحب نے امام زہری رحمہ اللہ کے بارے میں امام لیث بن سعد رحمہ اللہ کی جو ایک رائے نقل کی ہے، اگر کسی ایک شخص کی رائے پر ہی کسی کے علمی مقام و مرتبہ کے تعین کا انحصار ہے تو ایسی آراء تو ہر فقیہ اور محدث کی ذات یا اس کی کتب کے بارے میں موجود ہیں' تو کیا ایسی ایک شاذ رائے کی وجہ سے ان کے تمام علمی کام اور مرتبے کا انکار کر دیا جائے گا؟

امام زہری رحمہ اللہ اور تدلیس

جناب غامدی صاحب نے امام زہری رحمہ اللہ کی روایات قبول نہ کرنے کی جو تین وجوہات بیان کی ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ تدلیس کرتے ہیں۔ غامدی صاحب لکھتے ہیں:

''صحاح میں یہ اصلاً ابن شہاب زہری کی وساطت سے آئی ہیں۔ ائمۂ رجال انھیں تدلیس اور ادراج کا مرتکب تو قرار دیتے ہی ہیں، اس کے ساتھ اگر وہ خصائص بھی پیش نظر رہیں جو امام لیث بن سعد نے امام مالک کے نام اپنے ایک خط میں بیان فرمائے ہیں تو ان کی کوئی روایت بھی' بالخصوص اس طرح کے اہم معاملات میں' قابل قبول نہیں ہو سکتی''۔

[میزان: ص ۳۱]

غامدی صاحب جن ائمہ رجال پر اعتماد کرتے ہوئے امام زہری رحمہ اللہ کو تدلیس اور اِدراج کا مرتکب قرار دے رہے ہیں وہی ائمہ رجال امام زہری رحمہ اللہ کی روایات کو قبول کرتے ہیں۔ صحاحِ ستہ کے مؤلفین نے امام زہری رحمہ اللہ سے روایات لی ہیں اور ائمہ جرح وتعدیل نے ان پر صحیح کا حکم بھی لگایا ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ائمہ محدثین ورجال کے نزدیک امام زہری رحمہ اللہ کی روایات مردود نہیں بلکہ مقبول ہیں۔ امام زہری رحمہ اللہ کی 'سبعہ اَحرف' کی جس روایت پر جاوید احمد غامدی صاحب تنقید کر رہے ہیں اور اس کو مردود قرار دے رہے ہیں، وہ صحیح بخاری کی روایت ہے کہ جس کی صحت پر محدثین کا اتفاق ہے۔

قابل غور بات یہ ہے کہ علم حدیث میں غامدی صاحب کا مقام و مرتبہ کیا ہے یا ان کی خدمات کیا ہیں جس کی بنیاد پر وہ صحیح بخاری کی روایات کو مردود کہہ رہے ہیں؟ امام بخاری رحمہ اللہ کہہ رہے ہیں کہ یہ روایت صحیح ہے اور ان کی رائے کو قبول کیا جائے تو بات سمجھ میں بھی آتی ہے' کیونکہ وہ حدیث کے امام ہیں۔ اسی طرح اگر امام دارقطنی رحمہ اللہ صحیح بخاری کی روایات پر تنقید کریں تو بات سمجھ میں بھی آتی ہے' کیونکہ وہ اس کے اہل بھی ہیں اور فنِ حدیث اور اس کی اصطلاحات کی روشنی میں ہی روایات پر بحث کرتے ہیں' لیکن غامدی صاحب جیسے محقق اگر صحیح بخاری کی روایات کو مردود کہنے لگ جائیں تو علم دین کا اللہ ہی حافظ ہے، کیونکہ نہ تو وہ فن حدیث اور اس کی اِصطلاحات سے کما حقہ واقف ہیں اور نہ ہی وہ اس کے طے شدہ اُصولوں کی روشنی میں اَحادیث کے بارے میں فیصلہ کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں چند مزید پہلوؤں کو بھی مدنظر رکھنا چاہیے:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

❁ پہلی بات تو یہ ہے کہ صرف تدلیس کوئی ایسا عیب نہیں ہے کہ جس کی وجہ سے کسی راوی کی روایات کو مردود قرار دیا جائے۔امام ابن صلاح رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"أن التدليس ليس كذبا وانما هو ضرب من الايهام بلفظ محتمل"[مقدمه ابن الصلاح:۱۴/۱]

''تدلیس جھوٹ نہیں ہے، یہ تو محتمل الفاظ کے ساتھ ابہام کی ایک قسم ہے۔''

❁ دوسری بات یہ ہے کہ امام زہری رحمہ اللہ کی تدلیس وہ تدلیس نہیں ہے جس معنی میں متاخرین اس کو تدلیس کہتے ہیں، بلکہ وہ ارسال کی ہی ایک قسم ہے جس کو بعض متقدمین نے تدلیس کہہ دیا۔شیخ ناصر بن احمد الفہد لکھتے ہیں:

"لم أجد أحداً من المتقدمين وصفه بالتدليس غير أن ابن حجر ذكر أن الشافعي والدارقطني وصفاه بذلك والذي يظهر أنهما أرادا الارسال لا التدليس بمعناه الخاص عند المتأخرين أو أنهم أرادوا مطلق الوصف بالتدليس غير القادح ..... وهو من أهل المدينة و التدليس لا يعرف في المدينة"[منهج المتقدمين فی التدليس:ص۶۰،۶۱]

''میں نے متقدمین میں سے کسی ایک کو بھی نہیں پایا جس نے امام زہری رحمہ اللہ کو تدلیس سے متصف کیا ہو،صرف ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ اور امام دارقطنی رحمہ اللہ نے ان کو تدلیس سے متصف کیا ہے اور صحیح بات یہ ہے کہ ان دونوں حضرات کے کلام کا مفہوم یہ ہے کہ امام زہری رحمہ اللہ ارسال کے مرتکب تھے نہ کہ اس معنی میں تدلیس کے کہ جس معنی میں یہ متاخرین میں معروف ہے یا ان کا مقصد امام زہری رحمہ اللہ کو مطلقاً ایسی تدلیس سے متصف کرنا تھا جو کہ عیب دار نہ ہو...امام زہری رحمہ اللہ اہل مدینہ میں سے ہیں اور اہل مدینہ میں تدلیس معروف نہ تھی۔''

❁ تیسری بات یہ کہ امام زہری رحمہ اللہ سے تدلیس شاذ و نادر ہی ثابت ہے۔امام ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"كان يدلس في النادر"[ميزان الاعتدال:۴۶/۴]

''وہ شاذ و نادر ہی تدلیس کرتے تھے''۔

باقی ابن حجر رحمہ اللہ کا یہ کہنا کہ امام زہری رحمہ اللہ تدلیس میں مشہور تھے، صحیح نہیں ہے، کیونکہ متقدمین میں سے کسی نے بھی یہ بات نہیں کی۔شیخ ناصر بن حمد الفہد لکھتے ہیں:

"و يعسر اثبات تدليس الزهري (التدليس الخاص) فضلا عن أن يشتهر به"

[منهج المتقدمين فی التدليس:ص۶۲]

''امام زہری رحمہ اللہ کے بارے میں تدلیس (تدلیس خاص) کو ثابت کرنا ہی مشکل ہے چہ جائیکہ یہ دعویٰ کیا جائے کہ وہ تدلیس میں مشہور تھے''۔

امام صنعانی رحمہ اللہ نے بھی ابن حجر رحمہ اللہ پر یہ اعتراض وارد کیا ہے کہ انھوں نے امام زہری رحمہ اللہ کا شمار مدلسین کے تیسرے طبقے میں کیوں کیا ہے؟امام صنعانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"فما كان يحسن أن يعده الحافظ ابن حجر فی هذه الطبقة بعد قوله أنه اتفق علی جلالته و اتقانه"[توضيح الأفكار:۳۶۵/۱]

''یہ بات اچھی نہیں ہے کہ ابن حجر رحمہ اللہ نے امام زہری رحمہ اللہ کو تیسرے طبقے میں شمار کیا، جبکہ خود ابن حجر کا امام زہری رحمہ اللہ کے بارے میں یہ قول موجود ہے کہ ان کے علمی مقام اور حافظے کی پختگی پر محدثین کا اتفاق ہے۔''

❁ چوتھی بات یہ کہ امام زہری رحمہ اللہ کی وہ روایات جن میں سماع کی تصریح موجود ہے، وہ تو قابل قبول ہیں، اس کے علاوہ ان کی وہ روایات بھی مقبول ہیں جو کہ 'عنعنہ' کے ساتھ ہوں۔ابراہیم بن محمد العجمی فرماتے ہیں:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"و قد قبل الأئمة قوله عن" [التبيين لأسماء المدلسين:ص۹]

''اور ائمہ محدثین نے ان کی 'عن' کے ساتھ روایات کو قبول کیا ہے۔''

امام بخاری اور امام مسلم نے ان کی 'عن' کے صیغہ کے ساتھ روایات کو قبول کیا ہے۔ شیخ ناصر ابن احمد الفہد لکھتے ہیں:

"وأما رد حديثه الا عند ذكر السماع فلا أظنك تجد ذلك عند أحد من الأئمة المتقدمين"

[منهج المتقدمين في التدليس:ص۶۰،۶۱]

''اور جہاں تک اس بات کا معاملہ ہے کہ صراحت کے ساتھ سماع کے علاوہ ان (یعنی امام زہری رحمہ اللہ) کی روایت قبول نہ کی جائے' تو میرا نہیں خیال کہ ائمہ متقدمین میں سے کسی کا یہ موقف رہا ہو''

امام زہری رحمہ اللہ اور اِدراج

غامدی صاحب نے امام زہری رحمہ اللہ پر ادراج کا الزام بھی لگایا ہے' لیکن انہوں نے یہ واضح نہیں کیا کہ وہ کس قسم کے ادراج کے مرتکب ہوئے ہیں۔ یہ بات تو صحیح ہے کہ کسی حدیث کے متن میں اپنی طرف سے جان بوجھ کر کچھ اضافہ کر دینا حرام ہے، لیکن ادراج کی ایک قسم وہ بھی ہے جو کہ جائز ہے، اور وہ یہ کہ کوئی راوی اَحادیث کے غریب الفاظ کی تشریح میں کچھ الفاظ اس طرح بیان کرے کہ وہ حدیث کا حصہ معلوم ہوں۔ امام زہری رحمہ اللہ کے ادراج کی نوعیت بھی یہی ہے، جیسا کہ امام سیوطی رحمہ اللہ کی درج ذیل عبارت سے واضح ہو رہا ہے۔ امام سیوطی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"وعندي ما أدرج لتفسير غريب لا يمنع ولذلك فعله الزهري وغير واحد من الأئمة"

''اور میرے نزدیک کسی غریب الفاظ کی تشریح کے لیے جو ادراج کیا جائے تو وہ ممنوع نہیں ہے جیسا کہ امام زہری رحمہ اللہ اور دوسرے ائمہ حدیث سے مروی ہے۔'' [تدريب الراوي:۱/۲۳۱]

غامدی صاحب جس تدلیس اور ادراج کی بنیاد پر امام زہری رحمہ اللہ کو مجروح قرار دے رہے ہیں وہ تدلیس اور ادراج تو بعض صحابہ رضی اللہ عنہم سے بھی ثابت ہے، مثلاً حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہ سے، جیسا کہ امام سیوطیؒ نے 'تدریب الراوی' میں اور امام صنعانی رحمہ اللہ نے 'توضیح الأفکار' میں اس کی مثالیں بیان کی ہیں، تو کیا اس بنیاد پر صحابہ رضی اللہ عنہم کی روایات کو مردود کہیں گے؟ واقعہ یہ ہے کہ غامدی صاحب کی آراء کا علمی جائزہ لینے کے بعد یہ محسوس ہوتا ہے کہ انہوں نے صرف 'تدلیس' اور 'ادراج' جیسی اصطلاحات کا نام سنا ہوا ہے، جہاں تک ان اِصطلاحات کی مفصل اور عمیق ابحاث کا تعلق ہے، وہ اس کے لیے وقت نہیں نکال پائے، اسی لیے وہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی ایسی متفق علیہ روایت کو مردود کہنے کی جرات کر رہے ہیں جو کہ جملہ محدثین اور ائمۂ رجال کے نزدیک صحیح ہیں۔

امام زہری رحمہ اللہ کے علاوہ ثقہ رواۃ سے سبعہ اَحرف کی روایات

غامدی صاحب نے سبعہ اَحرف کی روایات کا اس بنا پر انکار کیا ہے کہ ان روایات کا مرکزی راوی امام زہری رحمہ اللہ ہے جس کی روایات ان کے نزدیک مردود ہیں۔ اگر ہم غامدی صاحب کو یہی روایات امام زہری رحمہ اللہ کے طریق کے علاوہ کسی اور ثقہ راوی کے طریق سے پیش کر دیں تو کیا وہ ان روایات کو مان لیں گے؟ ذیل میں ہم امام زہری رحمہ اللہ کے طریق کے علاوہ بعض دوسرے طرق سے چند صحیح روایات بطور مثال ایک سے زائد قراءات کے اثبات کے لیے تحریر کر دیتے ہیں۔ صحیح بخاری کی ایک روایت ہے:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"حدثنا أبو الوليد حدثنا شعبة قال عبد الملك بن مسيرة أخبرني قال سمعت نزال بن سبرة قال سمعت عبد الله يقول"[صحيح البخاری،کتاب الخصومات،باب ما يذكر في الأشخاص والخصومة]

سنن نسائی کی ایک روایت ہے:

"أخبرني يعقوب بن ابراهيم قال حدثنا يحيى عن حميد عن أنس عن أبي بن كعب قال"

[سنن النسائی،کتاب الافتتاح،باب جامع ما فی القرآن]

اسی طرح سنن نسائی کی ایک اور روایت ہے:

أخبرني عمرو بن منصور قال حدثنا أبو جعفر بن نفيل قال قرأت على معقل بن عبيد الله عن عكرمة بن خالدعن سعيد بن جبير عن ابن عباس عن أبي بن كعب قال . [ایضاً]

اسی طرح کی بیسیوں روایات ایسی ہیں جن سے قرآن کی ایک سے زائد قراءات کا اثبات ہوتا ہے اور ان کی سند میں امام زہری رحمہ اللہ موجود نہیں ہیں۔غامدی صاحب نے اپنی کتاب میں ان روایات پر کوئی تبصرہ نہیں فرمایا۔کیا یہ روایات بھی ان کے نزدیک مردود ہیں؟اگر ہیں تو کن اُصولوں کی روشنی میں؟ اگر غامدی صاحب نے 'سبعہ اَحرف' کی روایات پر بحث کرنی ہے تو پھر ایک سے زائد قراءات کے اثبات میں مروی ان تمام روایات کا بھی جواب دیں جن کی سند میں امام زہری رحمہ اللہ موجود نہیں ہیں۔

غامدی صاحب کی 'قرأت عامہ' کی دلیل کا ایک جائزہ

غامدی صاحب نے اپنی 'قرأت عامہ' کی دلیل کے طور پر معروف تابعی اَبوعبدالرحمٰن السلمی [م ۷۰ھ] کا ایک قول نقل کیا ہے' جس کو امام زرکشی رحمہ اللہ [م ۷۹۴ھ] نے اپنی کتاب البرھان میں بیان کیا ہے۔غامدی صاحب لکھتے ہیں:

''ابوعبدالرحمٰن السلمی رحمہ اللہ کی روایت ہے:''ابوبکر وعمر،عثمان،زید بن ثابت اور تمام مہاجرین وانصار کی قرأت ایک ہی تھی۔وہ قرأت عامہ کے مطابق قرآن پڑھتے تھے۔یہ وہی قرأت ہے جس پر اللہ کے رسول ﷺ نے اپنی وفات کے سال جبریل امین کو قرآن سنایا۔عرضہ اَخیرہ کی اس قرأت میں زید بن ثابت بھی موجود تھے۔دنیا سے رخصت ہونے تک وہ لوگوں کو اسی کے مطابق قرآن پڑھاتے تھے۔'' [میزان:ص ۲۸،مطبوعہ ۲۰۰۲ء]

غامدی صاحب قرآن کو ثابت کرنے چلے ہیں اور اس کے ثبوت کی دلیل کے طور پر ان کے پاس اگر کچھ ہے تو وہ ایک تابعی کا قول ہے کہ جس کی کوئی سند بھی موجود نہیں ہے۔امام زرکشی رحمہ اللہ نے 'البرھان' میں اس قول کی کوئی سند بیان نہیں فرمائی ہے۔اگر تو ایک تابعی کا یہ قول ایک سے زائد قراءات کے انکار پر مبنی ہے جیسا کہ غامدی صاحب کا گمان ہے تو تابعی کے ایک ایسے قول کو، کہ جس کی سند بھی موجود نہ ہو،صحاح ستہ کی قراءات متواترہ کے ثبوت میں موجود صحیح،مستند، مرفوع اور اُمت میں معروف ومقبول روایات پر ترجیح دینا، ہماری سمجھ سے بالاتر ہے۔

امام قراءت،امام اَبوعبدالرحمٰن سلمی رحمہ اللہ کی طرف اس قول کی نسبت کو درست تسلیم کر بھی لیا جائے تو پھر بھی اس کا معنی ومفہوم وہ نہیں ہے جو کہ غامدی صاحب سمجھ رہے ہیں ۔امام زرکشی رحمہ اللہ نے جب اس قول کو اپنی کتاب 'البرھان' میں بیان کیا ہے تو انہیں تو وہ بات سمجھ میں نہ آئی جو کہ غامدی صاحب اس قول سے نکال رہے ہیں۔اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ بعض روایات میں 'قراءت عامہ' کا لفظ بھی استعمال ہوا ہے جیسا کہ صحیح بخاری کی ایک روایت کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الفاظ ہیں:

عن عبد الله بن مسعود رضی الله عنه أن رسول الله ﷺ قرأ 'فهل من مدّكر' مثل القرء ة العامة [صحيح البخاري، كتاب الأنبياء]

''عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فهل من مدّكر کو قراءت عامہ کے مطابق پڑھا ہے۔''

جامعہ دمشق کے استاذ الحدیث ڈاکٹر مصطفیٰ دیب البغا، اس روایت کی تشریح میں لکھتے ہیں:

"قراء ة العامة أی القراء ة المشهورة التی یقرأ بها عامة القراء الذین رووا القراء ات المتواترة" [صحيح البخاري: ۳/۱۲۱۶، دار ابن كثير اليمامة، بيروت]

''قراءت عامہ سے مراد وہ مشہور قراءت ہے کہ جس کے مطابق ان عام قراء نے، کہ جنہوں نے قراءات متواترہ کو نقل کیا ہے، قرآن کو پڑھا ہے۔''

پس اہل سنت کے نزدیک 'قراءت عامہ' سے مراد بھی معروف و متواتر قراءت ہی ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین کے زمانے میں بعض لوگوں کا خیال یہ تھا کہ 'فهل من مدكر' میں 'مدّكر' کو اہل عرب کے استعمالات کی رعایت رکھتے ہوئے 'مذكر' پڑھنا چاہیے، کیونکہ اس لفظ کا مادہ بھی 'ذکر' ہی ہے، لیکن حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں دو اساسی باتوں کو واضح کیا ہے ایک تو یہ کہ قرآن کی قراءت میں اصل، اللہ کے رسول ﷺ سے اس کا سماع ہے نہ کہ عرب کا محاورہ، دوسری بات انہوں نے یہ بیان کی کہ مسلمانوں نے جن طرق سے قرآن اللہ کے رسول ﷺ سے حاصل کیا ہے، ان سب میں یہ لفظ 'مدكر' ہی پڑھا گیا ہے۔ اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ قراءات عشرہ متواترہ کے دس ائمہ نے بھی اسے 'مدكر' ہی پڑھا ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے 'فهل من مدكر' کی قراءت کو واضح کرنے کے لیے 'کتاب التفسیر' میں چار ابواب باندھے ہیں، جن میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی چھ احادیث بیان کی ہیں، انہی میں سے ایک روایت کے الفاظ ہیں کہ آپ سے یہ سوال بھی ہوا تھا کہ اس لفظ کو 'مذكر' پڑھنا چاہیے یا 'مدكر'؟

پس اہل سنت کے نزدیک 'قراءت عامہ' سے مراد وہ قراءت ہے، جو قراءت شاذہ نہیں ہے یعنی قراءات متواترہ۔ 'قراءات شاذہ' کے بالمقابل 'قراءت عامہ' ایک ہی ہے لیکن اپنی اصل کے اعتبار سے یہ کئی ایک روایات پر مبنی ہے۔

علاوہ ازیں امام ابو عبد الرحمٰن سلمی رحمہ اللہ سے صحیح اور متصل سند کے ساتھ مروی ہے کہ انہوں نے امام عاصم کو جو قراءت پڑھائی تھی وہ دو روایتوں، روایت حفص اور روایت شعبہ پر مشتمل تھی۔ جبکہ غامدی صاحب کی قراءت عامہ صرف روایت حفص کو شامل ہے۔ پس امام ابو عبد الرحمٰن السلمی سے صحیح اور متصل سند کے ساتھ روایت شعبہ کا ثبوت اس بات کی دلیل کے طور پر کافی ہے کہ امام صاحب کی قراءت عامہ صرف روایت حفص پر مشتمل نہ تھی۔ اس رسالہ کے بعض دوسرے مضامین میں ان اَسناد کے بارے میں تفصیلاً بحث موجود ہے۔

غامدی صاحب اور امام سیوطی رحمہ اللہ کا قول

غامدی صاحب نے اپنے نظریہ قراءت میں بعض ائمہ سلف کے اَقوال سے جو اِستفادہ کیا ہے تو اس کی مثال ایسے ہی ہے کہ جیسے عربی میں کہا جاتا ہے: 'كلمة حق أريد به الباطل' یعنی بات درست ہے، لیکن اس کا جو مفہوم لیا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گیا ہے وہ باطل ہے یا اس قول کا قائل اپنے اس قول سے وہ مفہوم نکالنے پر راضی نہیں ہے۔ غامدی صاحب نے امام سیوطی کے ایک قول سے بھی وہ مفہوم نکالنے کی کوشش کی ہے جس پر امام سیوطی رحمہ اللہ کے وہم و گمان میں بھی نہ ہو گا۔ غامدی صاحب قراءات کا انکار اس وجہ سے بھی کرتے ہیں کہ قراءات کے ثبوت میں مروی روایت میں سبعہ اَحرف کا مفہوم متشابہات میں سے ہے۔ پس جب دلیل ہی متشابہات میں سے ہے تو وہ دلیل کیسے بن سکتی ہے؟ غامدی صاحب سبعہ اَحرف کے بارے میں لکھتے ہیں:

''اِمام سیوطی رحمہ اللہ نے اس کی تعیین میں چالیس کے قریب اقوال اپنی کتاب 'الاتقان' میں نقل کیے ہیں' پھر ان میں سے ہر ایک کی کمزوری کا احساس کر کے موطأ کی شرح 'تنویر الحوالك' میں بالآخر اعتراف کر لیا ہے کہ اسے من جملہ متشابہات ماننا چاہیے جن کی حقیقت اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ وہ لکھتے ہیں: میرے نزدیک سب سے بہتر رائے اس معاملے میں انہی لوگوں کی ہے جو کہتے ہیں کہ یہ روایت ان امور متشابہات میں سے ہے جن کی حقیقت کسی طرح سمجھی نہیں جا سکتی۔'' [میزان: ص ۳۰، مطبوعہ ۲۰۰۲ء]

امام سیوطی رحمہ اللہ کے بیان کردہ چالیس اقوال کی حقیقت کیا ہے وہ تو ہم پیچھے بیان کر چکے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ غامدی صاحب نے 'الاتقان' کھول کر بھی نہیں دیکھی ورنہ وہ ان اقوال کی صحیح تعداد ہی نقل کر دیتے جو امام سیوطی رحمہ اللہ نے بیان کیے ہیں۔

اِمام سیوطی رحمہ اللہ کیا قراءات کو نہیں مانتے؟ یقیناً ایسا نہیں ہے۔ وہ قراءات عشرہ کے قائل ہیں۔ ان کی 'الاتقان' اٹھا کر دیکھ لیں تو قراءات کے بارے میں ان کا موقف واضح ہو جائے گا۔ غامدی صاحب کے علم میں اضافہ کے لیے ہم ذکر کیے دیتے ہیں کہ امام سیوطی رحمہ اللہ تو درکنار ہمارا دعوی یہ ہے کہ سلف وخلف میں سے قراءات کا انکار کسی امام نے نہیں کیا اور نہ متنوع قراءات قرآنیہ کو ماننے میں انہیں کوئی شبہ ہے، اختلاف صرف سبعہ احرف کی تعیین میں ہے، جسے غامدی صاحب نے کم فہمی سے متنوع قراءات کو نہ ماننے کی بنیاد کے طور پر پیش کر دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سبعہ احرف کے مفہوم کے ضمن میں پیش کردہ تمام اقوال کے قائلین کے درمیان ایک شے بہرحال قدر مشترک ہے کہ وہ تمام قرآن کریم میں پڑھنے کے متعدد اسالیب کے قائل ہیں۔

اب آتے ہیں امام سیوطی رحمہ اللہ کے قول سے غامدی صاحب کے استدلال کی طرف، تو غامدی صاحب! جن کو بنیاد بنا کر آپ انکار قراءات کا موقف اپنائے ہوئے ہیں وہ تو قراءات پر کئی کتب کے مؤلف ہیں، جن کی فہرست زیر نظر شمارہ کے حصہ دوم میں ''مختلف زمانوں میں قراءات پر لکھی گئی کتب..... ایک جائزہ'' کے زیر عنوان لکھے گئے مضمون میں دیکھ سکتے ہیں۔ قراءات قرآنیہ متواترہ میں اہل فن کے ہاں سب سے مشہور کتاب امام شاطبی رحمہ اللہ کی حرز الامانی ووجه التهانی المعروف بالشاطبیه ہے، امام سیوطی رحمہ اللہ کی شرح شاطبیہ مکتبہ کلیہ القرآن الکریم، جامعہ لاہور الاسلامیہ میں ریاض یونیورسٹی، سعودیہ کے ایک پروفیسر کی تحقیق سے مطبوع ہے۔ غامدی صاحب اگر چاہیں تو اس کتاب کا مطالعہ فرما سکتے ہیں۔

امام سیوطی رحمہ اللہ نے 'الأتقان' ہی میں محکم و متشابہ کی تین قسمیں بیان کی ہیں جن میں ایک قسم وہ ہے جو من وجہ محکم ہو اور من وجہ متشابہ ہو۔ پس یہ حدیث بھی اس قسم میں سے ہے۔

اس حدیث کا یہ معنی تو محکم اور سب اَئمہ کے نزدیک متفق علیہ ہے کہ یہ حدیث قرآن کو پڑھنے کے اختلافات کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بارے میں مروی ہے۔کیا اس حدیث کے مطالعے کے بعد کسی صاحب عقل کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ حدیث قرآن کی بجائے نماز، روزے یا حج کے مسائل کے بارے میں منقول ہے یا کسی معروف عالم دین نے یہ خیال پیش کیا ہے کہ یہ حدیث قرآن کے پڑھنے کی بجائے اس کے معنی ومفہوم کی متنوع اَقسام کو بیان کر رہی ہے؟۔پس اس حدیث کا یہ معنی تو محکم ہے کہ یہ حدیث قرآن کے بارے میں ہے اور قرآن کے بھی پڑھنے کے اِختلافات کے بارے میں مروی ہے،لیکن وہ اختلافات کس طرح سات کے عدد میں سمو جاتے ہیں؟اس میں اَئمہ کے مابین اختلاف ہے اور حدیث کے معنی کے اس پہلو کے اعتبار سے امام سیوطی ؒ نے اس کو متشابہ قرار دیا ہے۔امام سیوطی ؒ پڑھنے کے اختلافات یعنی عشرہ قراءات سے بھی واقف ہیں اور ان کو مانتے بھی ہیں،لیکن قراءات کے ان جمیع اختلافات کو،جنہیں قراءعشرہ قراءات میں نقل کر رہے ہیں،حدیث کے الفاظ 'سبعہ اَحرف' میں کیسے سمو دیں یہ ابھی تک واضح نہیں ہو سکا ہے۔پس اس اعتبار سے امام سیوطی ؒ نے سبعہ اَحرف کو متشابہ کہا ہے۔

کیا امام سیوطی ؒ جب قرآن کی کسی آیت کو متشابہ قرار دیتے ہیں تو ان کے نزدیک اس آیت کا وجود ہی مشتبہ قرار پاتا ہے؟یقیناً ایسا کسی کے ہاں بھی نہیں ہے۔پس امام سیوطی ؒ جب اس حدیث کو متشابہ قرار دے رہے ہیں تو وہ اس کو معنوی اعتبار سے ایک پہلو سے متشابہ کہہ رہے ہیں نہ کہ اس حدیث کی استنادی حیثیت یا وجود ہی کو مشکوک سمجھ رہے ہیں جیسا کہ غامدی صاحب کا خیال ہے۔پس امام سیوطی ؒ کے اس کو من وجہ متشابہ قرار دینے سے اس حدیث کی صحت پر کوئی اعتراض لازم نہیں آتا۔

اگر امام سیوطی ؒ قرآن کی کسی آیت کو متشابہ قرار دیں تو بعد میں آنے والے علماء کے لیے یہ گنجائش باقی رہتی ہے کہ وہ تحقیق وتنقیح کے رستے سے اس آیت کا تشابہ دور کر دیں۔پس اسی طرح اس حدیث کے بارے میں پائے جانے والے اَقوال کی کثرت کی حقیقت اور علمی بنیادوں کی طرف ہم نے بھی کچھ اِشارے کیے ہیں اور ہمارے علاوہ علماء کی ایک جماعت نے بھی اس موضوع پر مستقل کتابیں لکھی ہیں جو اس حدیث کے بارے میں امام سیوطی ؒ کو پیدا ہونے والے من وجہ تشابہ سے بھی ہمیں نجات دلاتی ہیں۔

غامدی صاحب کا اپنے اُصولوں سے انحراف

غامدی صاحب نے اپنی تحقیقات میں بہت سی ایسی اَحادیث سے استدلال کیا ہے جن کے مرکزی راوی امام زہری ؒ ہیں۔ان اَحادیث میں سے دو کو بطورِ مثال ہم یہاں بیان کیے دیتے ہیں:

① غامدی صاحب اپنی کتاب 'میزان' میں اسلام کے شورائی نظام کے اصول بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اوّلاً' یہ اُصول قائم کیا گیا کہ مسلمان اپنے معتمد لیڈروں کی وساطت سے شریکِ مشورہ ہوں گے۔بخاری میں ہے:

أن رسول الله ﷺ قال حين أذن لهم المسلمون فى عتق سبى هوازن فقال: إنى لا أدرى من اذن فيكم ممن لم يأذن فارجعوا حتى يرفع إلينا عرفاء كم أمركم۔ [رقم:۲۵۷۶]

''مسلمانوں نے حضور ﷺ کے ارشاد کے مطابق جب ہوازن کے قیدی رہا کرنے کی اجازت دی تو آپ ﷺ نے فرمایا: میں نہیں جان سکا کہ تم میں سے کس نے اجازت دی ہے اور کس نے نہیں دی۔پس تم جاؤ اور اپنے لیڈروں کو بھیجو تا کہ وہ تمہاری رائے سے ہمیں آگاہ کریں۔'' [میزان:ص۱۱۸،۱۱۹]

غامدی صاحب نے اپنی کتاب 'میزان' میں مذکورہ بالا روایات بیان کرنے کے بعد اس کا جو حوالہ دیا ہے وہ امام

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بخاری رحمہ اللہ نے اس سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

"حدثنا إسماعيل بن أبي أويس حدثني إسماعيل بن إبراهيم عن عمه موسى بن عقبه قال ابن شهاب حدثني عروة بن الزبير أن مروان بن الحكم والمسور بن مخرمة أخبراه أن رسول الله ﷺ قال" [صحيح البخاري، كتاب الأحكام، باب العرفاء للناس]

اس حدیث کی سند میں بھی وہی راوی موجود ہے جس کی روایات کو غامدی صاحب مردود قرار دے چکے ہیں۔ غامدی صاحب کا معاملہ یہ ہے کہ وہ دوسروں کا رد کرنے کے لیے اُصول تو بنا لیتے ہیں، لیکن جب اپنا فکر وفلسفہ بیان کرتے ہیں تو بھول جاتے ہیں کہ وہ اپنے ہی وضع کردہ اُصولوں کی خلاف ورزی کر رہے ہیں۔ اس حدیث کے اور طرق بھی موجود ہیں، لیکن اُنمیں بھی ابن شہاب رحمہ اللہ موجود ہیں، گویا اس روایت کا انحصار ابن شہاب رحمہ اللہ پر ہی ہے۔

② اس سلسلے کی دوسری روایت وہ ہے جسے غامدی صاحب نے اسلام کے شورائی نظام کے دوسرے اصول کی وضاحت میں بیان کیا ہے۔ غامدی صاحب لکھتے ہیں:

''ثانیاً' یہ روایت قائم کی گئی کہ امامت وسیاست کا منصب ریاست میں موجود مسلمانوں کے مختلف گروہوں میں سے اس گروہ کا استحقاق قرار پائے گا جسے عام مسلمانوں کی اکثریت کا اعتماد حاصل ہو...انھوں (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) نے فرمایا:

فلا يغترن امرؤ أن يقول: إنما كانت بيعة أبي بكر فلتة وتمت 'الا' وإنها قد كانت كذلك و لكن الله وقى شرها وليس فيكم من تقطع الأعناق إليه مثل أبي بكرمن بايع رجلا من غير مشورة المسلمين فلا يبايع هو ولا الذي بايعه تغرة أن يقتلا"

[ميزان: ص ۱۲۱، ۱۲۴، ۱۲۵، صحيح البخاري: ۶۸۳۰]

''تم میں سے کوئی شخص اس بات سے دھوکا نہ کھائے کہ ابوبکر کی بیعت اچانک ہوئی اور لوگوں نے اسے قبول کر لیا۔ اس میں شبہ نہیں کہ ان کی بیعت اسی طرح ہوئی، لیکن اللہ نے اہل ایمان کو اس کے کسی برے نتیجے سے محفوظ رکھا اور یاد رکھو، تمہارے اندر اب کوئی ایسا شخص نہیں ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرح جس کے سامنے گردنیں جھک جائیں۔ لہٰذا جس شخص نے اہل ایمان کی رائے کے بغیر کسی کی بیعت کی اس کی اور اس سے بیعت لینے والے دونوں کی بیعت نہ کی جائے۔ اس لیے کہ اپنے اس اقدام سے وہ گویا اپنے آپ کو قتل کے لیے پیش کریں گے۔''

غامدی صاحب کی بیان کردہ اس روایت کو امام بخاری رحمہ اللہ نے درج ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

"حدثنا عبد العزيز بن عبد الله حدثني إبراهيم بن سعد عن صالح عن ابن شهاب عن عبيد الله بن عبد الله بن عتبه بن مسعود عن ابن عباس قال"

[صحيح البخاري، كتاب الحدود، باب رجم الحبلى من الزنا]

اس روایت کے بھی مرکزی راوی امام زہری ہیں جو کہ 'مدلس' اور 'مدرج' ہیں اور اس پر مستزاد یہ کہ 'عنعنہ' سے روایت کر رہے ہیں، لیکن اسکے باوجود غامدی صاحب ان کی روایت کو قبول کر رہے ہیں، آخر کس بنیاد پر؟

دلچسپ بات یہ ہے کہ غامدی صاحب کی کتاب 'میزان' کا کوئی ایک بھی باب ایسا نہیں ہے جس میں غامدی صاحب نے امام زہری رحمہ اللہ کی روایات سے استدلال نہ کیا ہو۔ غامدی صاحب کی کتاب 'میزان'، مطبوعہ ۲۰۰۲ء، درج ذیل آٹھ اَبواب پر مشتمل ہے:

① **قانون سیاست:** اسلام کے شورائی نظام کے اصول ومبادی بیان کرتے ہوئے اس باب میں غامدی صاحب نے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام زہری رحمہ اللہ کی روایات سے استدلال کیا ہے۔ مثلاً ملاحظہ فرمائیں میزان: ص۱۲۴، بخاری: ۶۸۳۰، میزان: ص۱۱۸، بخاری: ۲۱۷۶

④ **قانون معیشت:** اسلامی شریعت میں بیع کی ناجائز اقسام کا تعارف کرواتے ہوئے اس باب میں غامدی صاحب نے امام زہری رحمہ اللہ کی درج ذیل روایات سے استدلال کیا ہے۔ میزان: ص۱۴۷، صحیح بخاری: ۲۱۳۱ اور صحیح بخاری: ۲۱۴۰ ملاحظہ ہو۔ علاوہ ازیں ص۱۷۱، صحیح بخاری: ۶۴۶۷ بھی دیکھیں۔

③ **قانونِ دعوت:** اس باب میں غامدی صاحب نے چند ایک دعوتی اُصول بیان کرتے ہوئے امام زہری رحمہ اللہ کی روایت سے استدلال کیا ہے۔ ملاحظہ ہو میزان: ص۲۲۴، صحیح بخاری: ۲۲۰

④ **قانون جہاد:** غامدی صاحب نے اس باب میں قتال کا اجر وثواب بیان کرتے ہوئے امام زہری رحمہ اللہ کی درج ذیل روایت سے استدلال کیا ہے۔ ملاحظہ ہو میزان: ص۲۵۴، صحیح بخاری: ۲۷۸۷

⑤ **حدود وتعزیرات:** حدود وتعزیرات کے بیان میں غامدی صاحب نے قتل خطا کے قانون کی وضاحت کرتے ہوئے امام زہری رحمہ اللہ کی ایک روایت سے استدلال کیا ہے۔ ملاحظہ ہو میزان: ص۲۹۷، صحیح بخاری: ۱۴۹۹

⑥ **خورد ونوش:** اس باب میں غامدی صاحب نے مردار کی کھال وغیرہ سے نفع اٹھانے کو جائز قرار دیتے ہوئے امام زہری رحمہ اللہ کی روایت سے استدلال کیا ہے۔ ملاحظہ ہو میزان: ص۳۲۰، صحیح مسلم: ۳۶۳

⑦ **رسوم وآداب:** دین اسلام میں رسوم وآداب کی تفصیل بیان کرتے ہوئے غامدی صاحب نے امام زہری رحمہ اللہ کی روایت سے استدلال کیا ہے۔ ملاحظہ ہو، میزان: ص۳۲۵، صحیح مسلم: ۲۵۷

⑧ **قسم وکفارۂ قسم:** اس باب میں نذر کا کفارہ بیان کرتے ہوئے غامدی صاحب نے امام زہری رحمہ اللہ کی روایت سے استدلال کیا ہے۔ ملاحظہ ہو میزان: ص۳۳۷، سنن ابوداؤد: ۳۲۹۰

پس ثابت ہوا کہ غامدی صاحب کے فکر کے ہر باب کی بنیاد امام زہری رحمہ اللہ کی روایات پر ہے جن کی روایات بقول غامدی صاحب کے مدلس اور مدرج ہونے کی وجہ سے مردود ہیں۔ اس اعتبار سے ہم غامدی صاحب سے یہ مطالبہ کرنے میں حق بجانب ہیں کہ وہ واضح کریں کہ ایسے 'مدلس' اور 'مدرج' راوی کی بیان کردہ روایات کی بنیاد پر قائم ان کے تصور دین کی اصل حقیقت کیا ہے؟

غامدی صاحب کے تحقیقی نتائج سے محسوس یہ ہوتا ہے کہ کسی حدیث کو قبول کرنے یا رد کرنے کی اصل بنیاد اُصول حدیث نہیں بلکہ ان کی انسانی فکر ہے۔ کہیں معاملہ ایسا تو نہیں ہے کہ جس حدیث سے انکے افکار ونظریات کی تائید ہوتی ہو وہ ان کے نزدیک صحیح ہے اور جو حدیث ان کے موقف کے خلاف ہو وہ مردود ہے؟ ہماری گزارش تو صرف اتنی ہے کہ اگر غامدی صاحب اپنے ہی وضع کردہ اصولوں کی پاسداری کرلیں تو شاید اہل سنت کی شاہراہ کے بہت قریب آ جائیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پروفیسر محمد رفیق چودھری ☆

قراءاتِ متواترہ کے بارے میں مولانا اصلاحی اور غامدی صاحب کے موقف کا علمی جائزہ

اہل علم کا اس امر پر اتفاق ہے کہ قرآن مجید کی ایک سے زیادہ (سبعہ یا عشرہ) قراءتیں ہیں، لیکن مولانا امین احسن اصلاحی اور جاوید احمد غامدی صاحب دونوں (استاد و شاگرد) ہی قرآنِ مجید کی ان سبعہ (یا عشرہ) متواتر قراءتوں کے منکر ہیں۔ وہ صرف ایک ہی قراءت کو متواتر اور صحیح مانتے ہیں اور باقی تمام متواتر قراءتوں کو شاذ اور غیر معروف عجم کا فتنہ قرار دیتے ہیں۔ اس سلسلے میں ہم پہلے مولانا امین احسن اصلاحی اور پھر غامدی صاحب کے موقف کا علمی جائزہ لیں گے۔

مولانا اصلاحی اپنی تفسیر 'تدبر قرآن' میں لکھتے ہیں:

''قراءتوں کا اختلاف بھی اس تفسیر (تدبر قرآن) میں دور کر دیا گیا ہے۔ معروف اور متواتر قراءت وہی ہے جس پر یہ مصحف ضبط ہوا ہے جو ہمارے ہاتھوں میں ہے۔ اس قراءت پر قرآن کی ہر آیت اور ہر لفظ کی تاویل لغت عرب، نظم کلام اور شواہد قرآن کی روشنی میں اس طرح ہو جاتی ہے کہ اس میں کسی شک کا احتمال نہیں رہ جاتا۔ چنانچہ میں نے ہر آیت کی تاویل اسی قراءت کو بنیاد بنا کر کی ہے اور میں پورے اعتماد کے ساتھ یہ کہتا ہوں کہ اس کے سوا کسی دوسری قراءت پر قرآن کی تفسیر کرنا اس کی بلاغت، معنویت اور حکمت کو مجروح کیے بغیر ممکن نہیں۔''

[تدبر قرآن، مقدمہ: ۸/۸، مطبوعہ نومبر ۱۹۸۲ء، لاہور]

وہ مزید لکھتے ہیں:

''اس نوعیت کا ایک اور فتنہ بعض مسلمان ملکوں میں اٹھ رہا ہے کہ وہاں ایسے قرآن مجید چھاپے جا رہے ہیں جن میں مصحف عثمانی کی معروف و متواتر قراءت (روایتِ حفص) کو نظر انداز کر کے دوسری غیر معروف اور شاذ قراءتیں اختیار کر لی گئی ہیں۔'' [تدبر قرآن، مقدمہ: ۷/۸، مطبوعہ نومبر ۱۹۸۲ء، لاہور]

اس سے معلوم ہوا کہ مولانا اصلاحی کے نزدیک:

① قراءتوں کا اختلاف تفسیر تدبر قرآن کے ذریعے دور کر دیا گیا ہے۔

② معروف اور متواتر قراءت صرف وہی ہے جس پر مصحف (قرآن) ضبط ہوا ہے۔

③ قراءت حفص کے سوا کسی اور قراءت کے ذریعے قرآن کے کسی لفظ یا آیت کی صحیح تفسیر نہیں کی جا سکتی۔

④ قراءت حفص کے سوا باقی تمام قراءات غیر معروف اور شاذ ہیں اور ان کے مطابق قرآنِ مجید لکھنا اور چھاپنا ایک فتنہ ہے۔

☆ ناظم مکتبہ قرآنیات، اردو بازار و مدرّس الہدیٰ انٹرنیشنل، لاہور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اب ہم ان چاروں نکات کا علمی تجزیہ کریں گے:

❶ کیا قراءتوں کے اختلاف کو دور کرنے کا دعویٰ درست ہے؟

مولانا اصلاحی کا دعویٰ ہے کہ انہوں نے اپنی تفسیر کے ذریعے قراءتوں کا اختلاف دور کر دیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ متواتر قراءتوں کا اختلاف ایک ایسا معاملہ ہے جس پر پوری اُمت کا اتفاق اور اجماع ہے۔ اسے نہ تو ختم کیا جاسکتا ہے اور نہ اسے ختم کرنے کی ضرورت ہے۔ جس طرح کوئی شخص دنیا سے قرآن مجید کا وجود ختم نہیں کرسکتا اسی طرح ان تمام متواتر قراءتوں کو دُنیا سے مٹا دینا کسی کے بس کی بات نہیں۔ یہ ممکن ہوسکتا ہے کہ کبھی دنیا مصاحف سے خالی ہو جائے مگر یہ ممکن نہیں ہے کہ اس دنیا سے متواتر قراءتوں کا وجود مٹ جائے۔ جب تک دنیا میں قرآن موجود ہے یہ تمام متواتر قراءتیں بھی موجود رہیں گی، کیونکہ اب ان دونوں کی حیثیت لازم وملزوم کی ہے۔

❷ کیا مصحف صرف ایک ہی قراءت پر منضبط ہوا ہے؟

مولانا اِصلاحی کا دعویٰ ہے کہ مصحف صرف ایک ہی قراءت پر منضبط ہوا ہے۔ دوسرے الفاظ میں یہ کہ قرآن مجید کو صرف ایک ہی روایت کے مطابق لکھا گیا ہے۔

مولانا صاحب کو خبر ہی نہیں کہ رسم الخط اور قراءت میں کیا فرق ہوتا ہے ورنہ وہ ایسا احمقانہ دعویٰ نہ کرتے کہ مصحف صرف ایک ہی قراءت پر منضبط ہوا ہے۔

اہل علم جانتے ہیں کہ رسم الخط قرآن مجید کے متن (Text) کے حروف والفاظ کی مختلف اشکال کا نام ہے۔ گویا قرآنی الفاظ کی شکل وصورت کا نام رسم الخط ہے اور اسے آواز کے ساتھ پڑھنے کو قراءت کہتے ہیں۔ مولانا صاحب قراءت کو رسم الخط اور رسم الخط کو قراءت سمجھ بیٹھے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں وہ پڑھنے کو تحریر اور تحریر کو پڑھنا قرار دیتے ہیں اور یہی ان کا سوءِ فہم ہے۔

اہل علم جانتے ہیں کہ مصحف عثمانی بغیر اعراب، حرکات اور نقاط کے لکھا گیا تھا، کیونکہ ان چیزوں کا اس وقت رواج نہ تھا۔ مثال کے طور پر تسمیہ کو مصحف عثمانی میں اس طرح لکھا گیا:

ـــسم الله الرحمن الرحـــم

یہ تسمیہ کا ابتدائی رسم الخط ہے جو الفاظ اور حروف کی مخصوص شکلوں سے عبارت ہے اور جو اعراب، نقطوں اور رموز اَوقاف سے بالکل خالی ہے۔ مولانا صاحب اسے قراءت کا نام دے رہے ہیں جب کہ یہ قراءت نہیں ہے بلکہ رسم الخط ہے اور اسے رسمِ عثمانی کہا جاتا ہے۔ جب اس رسم الخط کے الفاظ کو کوئی شخص اپنی آواز کے ساتھ ادا کرے گا تو اسے قراءت کہا جائے گا۔ اس لیے یہ دعویٰ کرنا کہ مصحف قراءت حفص پر ضبط (لکھا) ہوا ہے علمیت کی نہیں جہالت کی دلیل ہے۔

❸ کیا قراءت حفص کے سوا کسی اور قراءت کے مطابق قرآن کا صحیح ترجمہ وتفسیر ممکن نہیں؟

مولانا اِصلاحی کا یہ دعویٰ بھی بے بنیاد اور غلط ہے کہ قراءت حفص کے سوا کسی اور قراءت کے مطابق قرآن مجید کا صحیح ترجمہ وتفسیر ممکن نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جس طرح قراءت حفص کے مطابق قرآن کا ترجمہ وتفسیر درست ہے اسی طرح دوسری متواتر قراءتوں کے مطابق بھی قرآن کا صحیح ترجمہ وتفسیر بالکل ممکن ہے اور اس سے قرآن کی بلاغت،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معنویت اور حکمت پر کوئی حرف نہیں آتا۔ مثال کے طور پر سورۃ الفاتحہ میں ہے کہ

ملك يوم الدين (مٰلِكِ يَوْمِ الدِّين يا مَلِكِ يَوْمِ الدِّين)

اس مقام پر مٰلِكِ کو مَلِكِ بھی پڑھا گیا ہے اور یہ بھی اس کی ایک متواتر قراءت ہے۔

اب مٰلِكِ يَوْمِ الدِّين جو کہ قراءت حفص ہے اس کے مطابق اس کا ترجمہ یہ ہے کہ ''بدلے کے دن کا مالک'' اور اس کی تفسیر خود قرآن مجید کے نظائر کی روشنی میں یہ ہے کہ جزا و سزا کے دن تمام اختیارات کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہوگا اور سب اس کے آگے عاجز اور بے بس ہوں گے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد ہوا:

﴿يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْئًا وَالْأَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِلّٰهِ﴾ [الانفطار:۱۹]

''جس دن کسی جان کو دوسری جان پر اختیار نہ ہوگا اور سارا معاملہ اس دن اللہ ہی کے اختیار میں ہوگا۔''

اب دوسری متواتر قراءت میں مَلِكِ يَوْمِ الدِّين ہے اس کا ترجمہ یہ ہے کہ

''بدلے کے دن کا بادشاہ۔''

اور اس کی تفسیر قرآن مجید کے دوسرے نظائر میں یہ ہوگی کہ جزا اور سزا کے دن اللہ تعالیٰ ہی بادشاہ ہوگا اور سب اس کے محکوم ہوں گے۔ بادشاہی صرف اسی کی ہوگی اور حکم صرف اسی کا چلے گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

﴿لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ۖ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ﴾ [المؤمن:۱۶]

''آج بادشاہی کس کی ہے؟ صرف اللہ واحد قہار کی۔''

اس طرح دونوں متواتر قراءتوں کے مطابق قرآن کی تفسیر درست ہو جاتی ہے۔ بلکہ دلچسپ امر یہ ہے کہ مولانا اصلاحی نے خود اس آیت کی جو تفسیر لکھی ہے وہ ان کے اپنے دعویٰ کے برعکس قراءت حفص کے بجائے دوسری متواتر قراءت کے نظائر کے مطابق لکھی گئی ہے۔ چنانچہ انہوں نے اس کی یہ تفسیر بیان کی ہے:

''جزا اور سزا کے دن کا تنہا مالک ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس روز سارا زور اور اختیار اسی کو حاصل ہوگا۔ اس کے آگے سب عاجز و سرفگندہ ہوں گے۔ کسی کی مجال نہ ہوگی کہ اس کی اجازت کے بغیر زبان کھول سکے، سارے معاملات کا فیصلہ تنہا وہی کرے گا جس کو چاہے گا سزا دے گا، جس کو چاہے گا انعام دے گا۔ جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے

﴿اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ﴾ [الحج:۵۶]

''اس دن اختیار اللہ ہی کو ہوگا، وہی ان کے درمیان فیصلہ کرے گا''

﴿لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ۖ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ﴾[المؤمن:۱۶]

''آج کے دن بادشاہی کس کی ہے؟ صرف خدائے واحد و قہار کی۔'' [تدبر قرآن:۱/۵۷، طبع مئی ۱۹۸۳ء لاہور]

اس طرح مذکورہ آیت کا ترجمہ و تفسیر خود قرآن حکیم ہی کے نظائر کی روشنی میں دونوں طرح ممکن ہے اور درست ہے اور اس سے نہ تو قرآن کی بلاغت و معنویت مجروح ہوتی ہے اور نہ اس کی حکمت میں کوئی کمی واقع ہوتی ہے۔

❹ کیا قراءت حفص کے سوا باقی تمام قراءتیں شاذ اور غیر معروف ہیں؟

مولانا اصلاحی کا یہ دعویٰ بھی ہے کہ قراءت حفص کے سوا باقی تمام قراءتیں شاذ اور غیر معروف ہیں۔

یہ محض علم و نظر کا افلاس ہے کہ قراءت حفص کے سوا باقی تمام قراءتوں کو شاذ اور غیر معروف سمجھا جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ فن قراءت کا ایک معمولی سا طالب بھی جانتا ہے کہ سبعہ اور عشرہ قراءتوں کے معروف اور متواتر ہونے اور ان کے شاذ اور غیر معروف نہ ہونے پر اُمت مسلمہ کا اتفاق اور اجماع ہے اور جس طرح قراءت حفص ان میں سے ایک

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

متواتر اور معروف ہے اسی طرح تمام معروف اور متواتر قراءتوں کے مطابق قرآن کو پڑھنا اور ان کے اعراب، نقطے اور رموز اوقاف ثبت کرنا بھی ایسا معاملہ ہے جس پر امت کے تمام اہل علم متفق ہیں اور یہ کام صدیوں سے کئی اسلامی ممالک میں ہو رہا ہے۔

میرے ذاتی کتب خانے میں تفسیر الکشاف کا نسخہ جو چار جلدوں پر مشتمل ہے، ایک متواتر اور معروف قراءت دوری کے مطابق لکھا ہوا موجود ہے اور یہ قراءت امام ابوعمرو بصری کی روایت ہے۔ یہ نسخہ مصر سے ۱۳۹۲ھ (۱۹۷۲ء) کا طبع شدہ ہے۔

اب کئی برسوں سے مدینہ منورہ کے شاہ فہد قرآن کمپلکس میں ایک سے زیادہ متواتر اور معروف قراءتوں کے مطابق مصاحف طبع کر کے افریقہ اور دیگر ممالک میں بھیجے جا رہے ہیں اور اس مبارک کام کو، افسوس ہے کہ مولانا صاحب فتنے سے تعبیر کرتے ہیں حالانکہ رسم عثمانی (عثمانی رسم الخط) کی خوبی یہی ہے کہ اس میں تمام معروف اور متواتر (سبعہ، عشرہ) قراءتوں کی گنجائش موجود ہے۔ یاد رہے کہ مصحف عثمانی کی نقل کی ایک فوٹو کاپی مسجد نبوی کے کتب خانے میں بھی موجود ہے جو راقم الحروف نے بھی خود دیکھی ہے۔

غامدی صاحب کا تصور قراءت

قراءات کے مسئلے میں جاوید غامدی صاحب اپنے استاد مولانا اصلاحی سے بھی دو قدم آگے ہیں۔ ایسا کیوں نہ ہو، پنجابی زبان کی مثل ہے ''گرو جناں دے ٹپنے، چیلے شاشڑپ''

''جن کے استاد اچھل کود کریں ان کے شاگرد لمبی چھلانگیں لگاتے ہیں۔''

چنانچہ غامدی صاحب بھی اپنے استاد کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے صرف ایک ہی قراءت کو متواتر اور صحیح مانتے ہیں اور قرآن مجید کی سبعہ (یا عشرہ) قراءتوں کے منکر ہیں۔ وہ صرف ایک ہی قراءت کو درست مانتے ہیں اور وہ ہے قراءت عامہ، جسے بقول ان کے، علمائے اسلام اور خود ان کے استاد مولانا اصلاحی غلطی سے قراءت حفص، کا نام دیتے ہیں۔ اس ایک قراءت (قراءت عامہ) کے سوا باقی تمام قراءتوں کو وہ قطعیت کے ساتھ عجم کا فتنہ قرار دیتے ہیں۔

چنانچہ وہ اپنی دو کتابوں میں قراءت کے مسئلے پر لکھتے ہیں کہ

''یہ بالکل قطعی ہے کہ قرآن کی ایک ہی قراءت ہے جو ہمارے مصاحف میں ثبت ہے۔ اس کے علاوہ اسکی جو قراءتیں تفسیروں میں لکھی ہوئی ہیں یا مدرسوں میں پڑھی اور پڑھائی جاتی ہیں، یا بعض علاقوں میں لوگوں نے اختیار کر رکھی ہیں، وہ سب اسی فتنۂ عجم کی باقیات ہیں جن کے اثرات سے ہمارے علوم کا کوئی شعبہ، افسوس ہے کہ محفوظ نہ رہ سکا۔''

[میزان: ص ۳۲، طبع سوم، مئی ۲۰۰۸ء لاہور، اصول ومبادی: ص ۳۲، طبع دوم، فروری ۲۰۰۵ء لاہور]

وہ مزید لکھتے ہیں کہ

''قرآن صرف وہی ہے جو مصحف میں ثبت ہے اور جسے مغرب کے چند علاقوں کو چھوڑ کر پوری دنیا میں امت مسلمہ کی عظیم اکثریت اس وقت تلاوت کر رہی ہے۔ یہ تلاوت جس قراءت کے مطابق کی جاتی ہے، اس کے سوا کوئی دوسری قراءت نہ قرآن ہے اور نہ اسے قرآن کی حیثیت سے پیش کیا جا سکتا ہے۔''

[میزان: ص ۲۷، طبع سوم، مئی ۲۰۰۸ء، لاہور، اصول ومبادی: ص ۲۶، طبع دوم، فروری ۲۰۰۵ء لاہور]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور آخر میں یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ

''قرآن کا متن اس (ایک قراءت) کے علاوہ کسی دوسری قراءت کو قبول نہیں کرتا۔''

[میزان:۲۹،طبع سوم،مئی ۲۰۰۸ء لاہور،اصول ومبادی:۲۹،طبع دوم فروری ۲۰۰۵ء لاہو]

اس سے معلوم ہوا کہ غامدی صاحب کی رائے میں:

① قرآن مجید کی صرف ایک ہی قراءت درست ہے۔

② قرآن صرف وہی ہے جو مصحف میں ثبت ہے۔

③ اُمت مسلمہ کی عظیم اکثریت جس قراءت کے مطابق قرآن کی تلاوت کر رہی ہے صرف وہی قرآن ہے۔

④ قرآن کا متن صرف ایک ہی قراءت کو قبول کرتا ہے۔

اب ہم ان تمام اُمور کا علمی جائزہ لیں گے:

● کیا قرآن مجید کی صرف ایک ہی قراءت درست ہے؟

غامدی صاحب کا یہ دعویٰ ہرگز صحیح نہیں کہ قرآن مجید کی صرف ایک ہی قراءت درست ہے اور یہ کہ باقی سب قراءتیں عجم کا فتنہ ہیں، کیونکہ اس پر پوری اُمت مسلمہ کا اتفاق ہے کہ قرآن کی ایک سے زیادہ (سبعہ، عشرہ) قراءتیں متواتر اور صحیح ہیں۔ اور اس کے حسب ذیل دلائل ہیں:

صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ صحابہ کرام قرآن مجید کو ایک سے زیادہ طریقوں اور لہجوں میں پڑھا کرتے تھے اور ایسی سب قراءتیں درست اور جائز ہیں۔ اس سلسلے میں چند احادیث ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

● عن عمر بن الخطاب يقول:سمعت هشام بن حكيم بن حزام يقرأ سورة الفرقان على غيرما أقرأ ها، وكان رسول الله ﷺ أقرأ نيها ، فكدت أن أعجل عليه ، ثم أمهلته حتى انصرف ، ثم لببته بردائه ، فجئت به رسول الله ﷺ ، فقلت: يارسول اللهﷺ! إنّي سمعت هذا يقرأ سورة الفرقان على غيرما أقرأتنيها ، فقال رسول اللهﷺ: ارسله "إقرأ "فقرأ القراء ة التي سمعته يقرأ ، فقال رسول الله ﷺ: هكذا أنزلت ، ثم قال لي "إقرأ" فقرأت ، فقال :هكذا أنزلت ، إن هذا القرآن أنزل على سبعة أحرف ، فاقرء وا ما تيسر منه"

[صحيح البخاري:۲۴۱۹،صحيح مسلم:۱۸۹۹]

''حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (ایک دفعہ) میں نے حضرت ہشام بن حکیم بن حزام کو سورۂ فرقان اس سے مختلف طریقے پر پڑھتے سنا جس پر میں پڑھتا تھا، حالانکہ سورۂ فرقان مجھے خود رسول اللہ ﷺ نے پڑھائی تھی۔ قریب تھا کہ میں نے غصے سے ان پر جھپٹ پڑتا، مگر میں نے (صبر کیا) اور انہیں مہلت دی، یہاں تک کہ انہوں نے اپنی قراءت مکمل کر لی۔ پھر میں نے ان کی چادر پکڑی اور انہیں کھینچتا ہوا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے گیا۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! میں نے اسے سورۂ فرقان اس سے مختلف طریقے پر پڑھتے سنا ہے، جس پر آپ ﷺ نے پڑھائی تھی۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انہیں چھوڑ دو، پھر حضرت ہشام سے فرمایا کہ تم پڑھو۔ چنانچہ انہوں نے سورۂ فرقان اس طرح پڑھی جس طرح میں نے ان کو پہلے پڑھتے سنا تھا۔ ان کی قراءت سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اسی طرح اتری ہے۔ پھر آپ ﷺ نے مجھے فرمایا کہ تم پڑھو۔ چنانچہ میں نے (اپنے طریقے پر) پڑھی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسی طرح اتری ہے۔''

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر مزید فرمایا کہ یہ قرآن سات حرفوں (سبعہ احرف) پر نازل ہوا ہے، لہٰذا جس طرح سہولت ہو، اس طرح پڑھو۔''

❷عن أبی بن کعب قال: لقی رسول اللہ ﷺ جبریل، فقال: یا جبریل، إنی بعثت إلی أمة أمیین منهم العجوز، والشیخ الکبیر، والغلام والجاریة، والرجل الذی لم یقرأ کتابا قط، قال: یا محمد! إن القرآن أنزل علی سبعة أحرف. [سنن ترمذی:۲۹۴۴]

''حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جبرائیل سے رسول اللہ ﷺ ملے تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: اے جبرائیل! مجھے ایسی اُمت کی طرف بھیجا گیا ہے جو اَن پڑھ ہے۔ پھر ان میں سے کوئی بوڑھا ہے، کوئی بہت بوڑھا، کوئی لڑکا ہے کوئی لڑکی اور کوئی ایسا آدمی ہے جس نے کبھی کوئی تحریر (کتاب) نہیں پڑھی۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جبریل علیہ السلام نے مجھے جواب دیا کہ اے محمد ﷺ! قرآن سات حرفوں (سبعہ احرف) پر اترا ہے۔''

❸عن ابن عباس أن رسول اللہ ﷺ قال: «أقرأنی جبریل علیه السلام علی حرف، فراجعته، فلم أزل أستزیده فیزیدنی، حتی انتهی إلی سبعة أحرف، قال ابن شهاب: بلغنی أن تلك السبعة الأحرف إنما هي فی الأمر الذی یکون واحدا، لایختلف في حلال ولا حرام» [صحیح البخاري:۳۲۱۹، صحیح مسلم:۱۹۰۲]

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جبرئیل نے پہلے مجھے قرآن مجید ایک حرف کے مطابق پڑھایا۔ پھر میں نے کئی بار اصرار کیا اور مطالبہ کیا کہ قرآن مجید کو دوسرے حروف (Versions) کے مطابق بھی پڑھنے کی اجازت دی جائے۔ چنانچہ وہ مجھے یہ اجازت دیتے گئے یہاں تک کہ سات حرفوں (سبعہ احرف) تک پہنچ گئے۔''

اس روایت کے راوی امام ابن شہاب زہریؒ کہتے ہیں کہ وہ سات حروف، جن کے مطابق بھی پڑھنے کی اجازت دی گئی تھی، ایسے تھے کہ وہ تعداد میں سات ہونے کے باوجود گویا ایک ہی حرف تھے۔ ان کے مطابق پڑھنے سے حلال وحرام کا فرق واقع نہیں ہوجاتا تھا۔

❹عن ابن مسعود قال: سمعت رجلا قرأ آیة وسمعت النبی ﷺ یقرأ خلافها، فجئت به النبی ﷺ فأخبرته فعرفت في وجهه الکراهیة وقال: «کلاکما محسن فلا تختلفوا فإن من کا ن قبلکم اختلفوا فهلکوا» [صحیح البخاري:۳۴۷۶]

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک آدمی کو قرآن پڑھتے سنا جب کہ اس سے پہلے میں نے نبی ﷺ کو اس سے مختلف طریقے پر پڑھتے سنا تھا۔ میں اس آدمی کو نبی ﷺ کی خدمت میں لے گیا اور آپ ﷺ کو اس صورت حال سے آگاہ کیا۔ میں نے محسوس کیا کہ رسول اللہ ﷺ کو میری بات ناگوار گزری ہے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: تم دونوں ٹھیک پڑھتے ہو۔ آپس میں اختلاف نہ کرو، کیونکہ تم سے پہلے جو قومیں ہلاک ہوئیں وہ اختلاف ہی کی وجہ سے ہلاک ہوئیں۔''

❺عن شهر بن حوشب قال: سألت أم سلمة کیف کان رسول اللہ ﷺ یقرأ هذه الآیة: ﴿إِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ﴾ فقالت قرأها: إِنَّهُ عَمِلَ غَيْرَ صَالِحٍ" [سنن أبو داؤد:۳۹۸۳]

''شہر بن حوشب کہتے ہیں کہ میں نے اُم المؤمنین سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ درج ذیل آیت ''إِنَّهُ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ ''[ھود:٤٦](قرآنی الفاظ) کو کیسے پڑھتے تھے؟ تو انہوں نے بتایا کہ آپ ﷺ نے اس طرح پڑھا ہے کہ:إِنَّهُ عَمِلَ غَيْرَ صَالِحٍ

❷عن عائشة قالت:سمعت رسول اللهﷺ يقرأ ها:فَرُوْحٌ وَّرَيْحَانٌ [الواقعة:٨٩]

[سنن أبوداؤد:٣٩٩١،سنن ترمذی:٢٩٣٨]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس طرح قراءت کرتے سنا کہ فَرُوْحٌ وَّرَيْحَانٌ[الواقعة:٨٩] (یادرہے کہ فَرُوْحٌ کو قراءت حفص میں فَرَوْحٌ پڑھا گیا ہے)

اختصار کے پیش نظر ہم نے صرف چند اَحادیث بیان کردی ہیں اوران سے یہ حقیقت بالکل واضح ہو کر سامنے آجاتی ہے کہ قرآن مجید کی ایک سے زیادہ قراءتیں ہیں۔

پھر معتبر کتب اَحادیث میں ایسے ابواب موجود ہیں جو ایک سے زیادہ قراءتوں کو ثابت کرتے ہیں۔جیسے صحیح بخاری میں' کتاب فضائل القرآن' کے تحت 'باب أنزل القرآن على سبعة أحرف' صحیح مسلم میں 'کتاب فضائل القرآن ' کا 'باب القراء ات' سنن ابی داؤد میں ''کتاب الحروف والقراء ات' اور جامع ترمذی میں ''أبواب القراء ات'۔

ان اَحادیث صحیحہ اور قراءتوں کے ابواب سے واضح ہوجاتا ہے کہ قرآن مجید کو مختلف لہجات کے مطابق پڑھنے کی اجازت تھی جو دراصل ایک ہی عربی زبان کے الفاظ کے مختلف تلفظ (Pronunciations) تھے جو دنیا کی ہر زبان میں پائے جاتے ہیں۔

کتب تفاسیر

ہر زمانے میں تفسیر کی کوئی معتبر کتاب ایسی نہیں جس میں ایک سے زیادہ قراءتوں (سبعہ وعشرہ) کو صحیح نہ مانا گیا ہو۔اس سلسلے میں چند مشہور تفاسیر کے حوالے ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں:

❶ تفسیر الکشاف از علامہ محمود زمخشری[م٥٣٨ھ]

مشہور ماہر لغت علامہ زمخشری بھی قرآن کی ایک سے زیادہ قراءتوں کے قائل تھے۔چنانچہ ایک مقام پر وہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"قرىء "ملك يوم الدين " مٰلِكِ ، ومَلِكِ" "مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ میں مٰلك کو مٰلِكِ بھی پڑھا گیا ہے اور مَلِكِ بھی۔[تفسير الكشاف،تفسیر سورۃ فاتحہ:٥٦/١،طبع مصر]

یادرہے کہ علامہ زمخشری کو غامدی صاحب اوران کے استاد بھی لغت کا امام مانتے ہیں۔

❷ تفسیر ابن کثیر از حافظ ابن کثیر[م٧٧٤ھ]

حافظ ابن کثیرؒ اپنی مشہور اور مقبول ترین تفسیر میں متعدد قراءتوں کو تسلیم کرتے ہیں۔چنانچہ سورۂ فاتحہ کی درج ذیل آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ

"مَلِك يوم الدين" قرأ بعض القراء (مَلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ) وقرأ آخرون (مٰلِكِ) وكلاهما صحيح متواتر في السبع" [تفسير القرآن العظيم،تفسیر سورۃ الفاتحہ:٦٤/١،طبع بیروت١٤٠٠ھ]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

❸ مجمع البیان فی تفسیر القرآن از ابوعلی طبرسی (چھٹی صدی ہجری کی معتبر شیعہ تفسیر) میں مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ کے بارے میں لکھا ہے کہ

"قرأ عاصم والكسائی وخلف ويعقوب الحضرمی مٰلِكِ بالألف والباقون مَلِكِ بغير ألف"

[مجمع البيان، تفسير الفاتحه: ۲۳/۱، طبع قم، ایران]

''عاصم، کسائی، خلف اور یعقوب حضرمی نے اسے مٰلِكِ اور باقی قراء نے اسے مَلِكِ پڑھا ہے۔''

❹ فتح القدیر از امام شوکانی [م ۱۲۵۰ھ]

(ملك يوم الدين) قرىء مَلِك، ومٰلِك.....[فتح القدير، تفسير الفاتحة: ۲۰، طبع الرياض ۱۴۲۲ھ]

"(مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ) میں ملك کو مَلِكِ اور مٰلِكِ دونوں طرح پڑھا گیا ہے۔''

❺ تفسیر مراغی از احمد مصطفیٰ مراغی مصری

"(ملك يوم الدين) قرأ بعض القراء مٰلِك، وبعض آخر مَلِك"

[تفسير مراغی یا تفسير الفاتحة: ۸۳/۱، طبع بیروت]

(مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ) میں مٰلِكِ کو بعض قراء نے مٰلِكِ اور بعض دوسروں نے مَلِكِ پڑھا ہے۔''

کتب علوم القرآن

علوم القرآن سے متعلق کتب میں بھی قراءتوں کے اختلاف کو درست تسلیم کیا گیا ہے۔اس موضوع پر سب سے ضخیم اور مستند کتاب 'البرهان فی علوم القرآن' ہے جسے امام بدر الدین زرکشی رحمہ اللہ نے مرتب کیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے قرآن کی مختلف متواتر قراءتوں پر بحث کرتے ہوئے درج ذیل عنوان قائم کیا ہے:

النوع الثالث والعشرون:"معرفة توجيه القراء ات وتبيين وجه ما ذهب إليه كل قارىء"

[البرهان: ۳۳۹/۱، طبع ۱۳۹۱ھ بیروت]

اسی طرح المفردات از امام راغب اصفہانی رحمہ اللہ، جو کہ بنیادی طور پر قرآنی لغت کی مستند کتاب ہے تاہم اس میں علوم القرآن کی بعض بحثیں بھی موجود ہیں، میں بھی ایک سے زیادہ قراءتوں (سبعہ وعشرہ) کو صحیح مانا گیا ہے اور ان کے مطابق لغوی تشریحات کی گئی ہیں۔مثال کے طور پر قرآن مجید کے ایک مقام کے بارے میں امام راغب اصفہانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ

"﴿تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَيْنَاءَ﴾ [المؤمنون: ۲۰] قرئ بالفتح والكسر"

[مفردات از امام راغب اصفہانی، تحت مادہ 'سین': ۴۳۹، طبع ۱۴۱۶ھ دمشق]

''یعنی اس میں سَيْنَاءَ کو سِيْنَاءَ بھی پڑھا گیا ہے۔''

معتبر عربی لغات

عربی زبان کے انتہائی معتبر اور مستند لغت 'لسان العرب' میں بھی ایک سے زیادہ قراءتوں (سبعہ، عشرہ) کو تسلیم کیا گیا ہے۔مثال کے طور پر اس کا ایک مقام ملاحظہ ہو:

"وفی التنزيل: مٰلِك يوم الدين: قرأ ابن كثير ونافع وأبوعمرو وابن عامر وحمزة :مَلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ بغير الف، وقرأ عاصم والكسائی ويعقوب مٰلِكِ بألف"

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

[لسان العرب:ابن منظور، تحت مادہ، 'ملك']

''تنزیل یعنی قرآن مجید میں ہے: مٰلك یوم الدین اسے ابن کثیر، نافع، ابوعمرو، ابن عامر اور حمزہ نے مَلِكِ يَوْمِ الدِّين الف کے بغیر پڑھا ہے جب کہ عاصم، کسائی اور یعقوب نے اسے مٰلِكِ الف کے ساتھ پڑھا ہے۔''

مدارس وجامعات میں تدریس

صدیوں سے اسلامی دنیا کے بڑے بڑے مدارس اور جامعات میں قرآن مجید کی ایک سے زیادہ قراءتیں (سبعہ وعشرہ) پڑھائی جارہی ہیں جہاں اہل علم اور مقری حضرات ان کی تدریس میں مشغول رہتے ہیں تو کیا یہ سب علمائے اسلام دین سے ناواقف ہیں؟ ہاں البتہ وہ غامدی صاحب جیسے متجد د اور منکر حدیث کی طرح 'میں نہ مانوں' کی گردان کرنے سے اور 'ایک ہی قراءت کی رٹ لگانے' سے ضرور قاصر ہیں۔

قاری اور مقری میں فرق

اہل علم جانتے ہیں کہ کسی ایک قراءت کے ماہر کو قاری اور کئی قراءتوں (سبعہ وعشرہ) کے ماہر کو مقری کہا جاتا ہے۔آج بھی امت مسلمہ میں سینکڑوں ہزاروں مقری ہیں خود ہمارے وطن پاکستان میں بھی درجن بھر مستند مقری موجود ہیں جو اس بات کی دلیل ہے کہ قرآن کی ایک سے زیادہ قراءتیں ثابت ہیں۔

ملک فہد کمپلیکس

عالم اسلام کے مرکز سعودی عرب کے مجمع الملک فہد (مدینہ منورہ) کی طرف سے علمائے دین کی زیر نگرانی مختلف قراءتوں (ورش، دوری، قالون وغیرہ) کے مطابق لاکھوں کی تعداد میں مصاحف طبع کر کے متعلقہ مسلمان ممالک کی طرف بھیجے جاتے ہیں جو اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ اُمت مسلمہ میں مختلف قراءتوں کے مطابق قرآن مجید کی تلاوت کی جاتی ہے۔

عجم کے فتنے کی باقیات کون؟

غامدی صاحب فرماتے ہیں کہ ''ایک قراءت کے سوا باقی تمام قراءتیں عجم کے فتنے کی باقیات ہیں۔''

غالباً یہ حربہ انہوں نے جناب پرویز صاحب سے سیکھا ہے جو تمام احادیث کو عمر بھر عجمی سازش کا نتیجہ قرار دیتے رہے۔اب انہی کے انداز میں غامدی صاحب نے بھی قرآن مجید کی ایک قراءت کے سوا باقی سب قراءتوں کو عجم کا فتنہ قرار دے ڈالا ہے۔

غامدی صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ جس 'قراءتِ حفص' کو وہ 'قراءت عامہ' کا جعلی نام دے کر صحیح مان رہے ہیں وہ دراصل امام عاصم بن ابی النجود رحمہ اللہ کی قراءت ہے جس کو امام حفص نے ان سے روایت کیا ہے اور خود امام عاصم ابن ابی النجود عربی النسل نہیں بلکہ عجمی النسل تھے۔چنانچہ امام بدرالدین زرکشی رحمہ اللہ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب البرھان فی علوم القرآن میں پہلے سبعہ قراء (سات مشہور قراء حضرات) کے یہ نام لکھے ہیں:

1. عبداللہ بن کثیر رحمہ اللہ [م ۱۲۰ھ]
2. نافع بن عبدالرحمٰن رحمہ اللہ [۱۶۹ھ]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

③ عبداللہ بن عامر رحمہ اللہ [م ۱۱۸ھ]

④ ابوعمرو بن علاء رحمہ اللہ [م ۱۵۴ھ]

⑤ عاصم بن ابی النجود رحمہ اللہ [م ۱۲۸ھ]

⑥ حمزہ بن حبیب رحمہ اللہ [م ۱۵۶ھ]

⑦ علی بن حمزہ الکسائی رحمہ اللہ [م ۱۸۹ھ]

"وليس فى هؤلاء السبعة من العرب إلا ابن عامر وأبوعمرو"

[البرهان فى علوم القرآن از زرکشی: ۳۲۹/۱، طبع بیروت]

''اوران ساتوں میں سوائے ابن عامر اور ابوعمر کے کوئی بھی عربی النسل نہیں۔''

اب غامدی صاحب اگر عربی النسل قراء کی قراءتوں کو عجم کا فتنہ کہہ کر ان کا انکار کر سکتے ہیں تو وہ ایک عجمی قاری کی قراءت (امام عاصم کی قراءت جس کی روایت امام حفص نے کی ہے اور جسے غامدی صاحب 'قراءتِ عامہ' کا نام دے کر صحیح مانتے ہیں) کو کس دلیل سے صحیح مانتے ہیں؟ اگر عربی قراءتیں محفوظ نہیں رہیں اور عجم کے فتنے کا شکار ہوگئی ہیں تو ایک عجمی قراءت عجم کے فتنے سے کیسے محفوظ رہ گئی؟

حقیقت یہ ہے کہ یہ متواتر قراءتیں عجم کا فتنہ نہیں ہیں بلکہ غامدی صاحب خود عجم کا فتنہ ہیں۔

کیا قرآن صرف وہی ہے جو مصحف میں ثبت ہے؟

غامدی صاحب کا یہ دعویٰ ہے کہ قرآن صرف وہی ہے جو مصحف میں ثبت ہے۔ غالباً وہ قرآن اور مصحف کا فرق نہیں جانتے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب قرآن کو رسم الخط کی شکل میں لکھا جاتا ہے تو وہ مصحف کہلاتا ہے۔ لیکن اصل قرآن وہ ہے جو ایک مستند حافظ یا قاری کے سینے میں محفوظ ہوتا ہے اور وہ زبانی طور پر اس کی تلاوت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا اِرشاد ہے کہ

﴿بَلْ هُوَ آيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ﴾ [العنکبوت:۴۹]

''بلکہ یہ (قرآن) ایسی واضح آیتیں ہیں جو ان لوگوں کے سینوں میں ہیں جن میں علم عطا ہوا ہے۔''

یہی وجہ ہے کہ جب کسی مصحف کی تیاری میں کچھ غلطیاں ہوجاتی ہیں تو ان کی نشاندہی اور اصلاح کا کام بھی کوئی مستند حافظ یا قاری سرانجام دیتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ قرآن کی حفاظت کا اصل دارومدار اس کے حفظ وقراءت پر ہے نہ کہ مصاحف پر۔

پھر اہل علم جانتے ہیں کہ قرآن مجید تحریری شکل میں نازل نہیں ہوا ہے بلکہ وقفے وقفے سے جبرئیل علیہ السلام نے نبی اُمی ﷺ کو پڑھ کر سنایا جسے آپؐ نے حفظ فرمایا۔ پھر آپ ﷺ نے اسے لوگوں کو زبانی سنایا اور صحابہ کرام نے آپ ﷺ سے سن کر اسے حفظ کیا۔ یہی سلسلۂ حفظ وقراءت جسے اِصطلاح میں تلقی کہا جاتا ہے نسل درنسل چلا آرہا ہے۔

اس کے علاوہ صحابہ کرام نے احتیاطاً یہ اہتمام بھی کیا کہ قرآن کو مصحف کی صورت میں بغیر نقاط اور اعراب کے امت کو منتقل کردیا جسے کسی مستند قاری کے بغیر پڑھنے کی ممانعت تھی۔ کیونکہ بغیر استاد کے کسی بھی زبان کی عبارت کا صحیح تلفظ ادا نہیں کیا جاسکتا۔ ورنہ ایسا نہیں ہوا کہ خود نبی امی ﷺ نے قرآن کے کچھ نسخے (مصاحف) لکھوا کر لوگوں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں تقسیم کر دیئے ہوں کہ ان میں تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ قرآن ثبت ہے اسے پڑھو، سمجھو اور اس کے مطابق عمل کرو۔

❸ کیا اُمت مسلمہ کی عظیم اکثریت جس قراءت کے مطابق قرآن کی تلاوت کر رہی ہے صرف وہی قرآن ہے؟

غامدی صاحب کہتے ہیں کہ اُمت مسلمہ کی عظیم اکثریت جس قراءت کے مطابق قرآن کی تلاوت کر رہی ہے صرف وہی قرآن ہے۔ عظیم اکثریت کی بنا پر قرآن کی ایک ہی قراءت ہونے کا دعویٰ بالکل ایسے ہی ہے جیسے کوئی شخص یہ دعوی کرے کہ دنیائے اسلام میں چونکہ حنفی فقہ کے پیروکاروں کی عظیم اکثریت ہے لہٰذا صرف فقہ حنفی ہی صحیح اسلامی فقہ ہے اور باقی تمام فقہیں فتنۂ عجم کی باقیات ہیں۔ ظاہر ہے ایسا دعویٰ صرف وہی شخص کر سکتا ہے جو یا تو احمق ہو، یا انتہائی درجے کا متعصب ہو، یا پھر فتنہ پرور۔

پھر کیا اس طرح کا دعویٰ کر کے غامدی صاحب پورے شمالی افریقہ کے درجن بھر ممالک کے ان کروڑوں مسلمانوں کی تکفیر کا ارتکاب نہیں کر رہے جو دوسری متواتر قراءتوں کے مطابق قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں؟ کیونکہ یہ افریقی مسلمان غامدی صاحب کے فتویٰ کی رو سے جب غیر قرآن کو قرآن مانتے ہیں تو لا محالہ کافر ٹھہرتے ہیں۔ غور کیجئے غامدی صاحب کے نشتر کی رو کہاں تک پہنچ رہی ہے؟

❹ کیا قرآن کا متن ایک قراءت کے سوا کسی دوسری قراءت کو قبول نہیں کرتا؟

اب ہم غامدی صاحب کے موقف کے اس نکتے پر بحث کریں گے کہ کیا قرآن کا متن ایک قراءت کے سوا کسی دوسری قراءت کو قبول نہیں کرتا۔ حقیقت یہ ہے کہ قرآن کے متن میں تمام قراءاتِ متواترہ کی گنجائش موجود ہے۔ اہل علم جانتے ہیں کہ موجودہ مصاحف کے قرآنی الفاظ رسم عثمانی کے مطابق لکھے گئے ہیں۔ اس رسم الخط کی خوبی اور کمال یہی ہے کہ اس میں تمام قراءاتِ متواترہ (سبعہ بلکہ عشرہ) کے پڑھنے کا امکان موجود ہے اور یہ ساری قراءتیں اس ایک متن میں سما جاتی ہیں۔

مثال کے طور پر سورۃ فاتحہ کی آیت ﴿مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ﴾ کو لیجئے۔ اسے رسم عثمانی (بغیر اعراب اور نقطوں کے) میں یوں لکھا گیا تھا:

﴿ ملك يوم الدين ﴾

اس آیت میں لفظ مٰلك کو مٰلِكِ اور مَلِكِ دونوں طرح سے پڑھا جا سکتا ہے اور یہ دونوں قراءتیں متواترہ ہیں۔ قراءت حفص میں اسے مٰلِكِ (میم پر کھڑی زبر) اور قراءت ورش میں اسے مَلِكِ (میم پر زبر) کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ حجاز میں یہ دونوں الفاظ ایک ہی مفہوم کے لئے استعمال ہوتے تھے۔ یعنی روزِ جزا کا مالک یا روزِ جزا کا بادشاہ۔ بادشاہ بھی اپنے علاقے کا مالک ہی ہوتا ہے۔ قرآنِ مجید کے نظائر سے بھی ان دونوں مفاہیم کی تائید ملتی ہے۔ اس طرح قراءات کا یہ اختلاف اور تنوع قرآن مجید کے رسم عثمانی میں موجود ہے۔

اب مذکورہ لفظ ملك کے رسم عثمانی پر غور کیجئے تو معلوم ہوگا کہ غامدی صاحب کی رائے کے برعکس اس قرآنی لفظ کا متن قراءت ورش (ملك) کو زیادہ قبول کرتا ہے اور اس کے مقابلے میں قراءتِ حفص کو کم قبول کرتا ہے۔ پہلی قراءت (ورش) میں اسے بغیر کسی تکلف کے ملك کو مَلِكِ پڑھا جا سکتا ہے۔ اور دوسری قراءت (حفص) میں اسے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھوڑے سے تکلف (کھڑا زبر) کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔

❁ **پہلی دلیل:** اس کی پہلی دلیل یہ ہے کہ یہی لفظ جب سورۃ الناس میں آتا ہے تو رسم عثمانی کے مطابق اس طرح آتا ہے: ﴿ملك الناس﴾ اور سب اسے ﴿مَلِكِ النَّاسِ﴾ پڑھتے ہیں جو کہ متن کے بالکل قریب ایک صحیح قراءت ہے اور اسے کوئی بھی مٰلِكِ (کھڑے مد کے ساتھ) نہیں پڑھتا۔ لہٰذا سورۃ الفاتحہ میں بھی مٰلِكِ کو مَلِكِ پڑھنے کی پوری گنجائش موجود ہے اور قراءتِ ورش کے مطابق یہ بالکل جائز اور درست ہے۔

❁ **دوسری دلیل:** اس کی دوسری دلیل سورہ ہود، آیت: ۴۱ کے لفظ مَجْرِيهَا میں ہے کہ:

﴿بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرِيهَا وَمُرْسٰهَا﴾

اسے رسم عثمانی میں یوں لکھا گیا ہے: ﴿ـسم الله محريها ومرسها﴾

اس میں لفظ (محريها) کو قراءت متواترہ میں تین طرح سے پڑھا جاتا ہے:

محريها	(اصل رسم عثمانی)
① مُجْرٖيهَا	(ایک متواترہ قراءت کے مطابق)
② مُجْرَىٰهَا	(دوسری متواترہ قراءت کے مطابق)
③ مَجْرَىٰهَا	(تیسری متواترہ قراءتِ حفص کے مطابق)

اس سے معلوم ہوا کہ رسم عثمانی کے مطابق لکھا ہوا یہ لفظ (محريها) جو کہ قرآن کا اصل متن ہے وہ تینوں متواتر قراءتوں کو قبول کر لیتا ہے۔ اور اسے تینوں طریقوں سے پڑھنے کی گنجائش موجود ہے۔ بلکہ اہل علم جانتے ہیں پہلی دو قراءتیں تیسری قراءت حفص کے مقابلے میں زیادہ متداول اور زیادہ فصیح عربی کے قریب ہیں۔ کیونکہ یہی لفظ جب مشہور جاہلی شاعر عمرو بن کلثوم کے معلقے میں آتا ہے:

صبنت الكأس عنا أم عمرو
وكان الكأس مَجْرَاهَا اليمينا

تو اس شعر کے لفظ 'مجراها' کو بھی عام طور پر مَجْرٰاهَا پڑھا جاتا ہے۔ اسے قراءت حفص کی طرح کوئی بھی مَجْرَىٰهَا نہیں پڑھتا۔

❁ **تیسری دلیل:**

غامدی صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ خود قراءت حفص (جسے وہ قراءت عامہ کا نام نوس نام دیتے ہیں) میں بھی قرآن مجید کے کئی الفاظ کی دو دو قراءتیں درست ہیں۔ گویا ایک ہی قراءتِ حفص میں بھی بعض قرآنی الفاظ کو دو دو طریقوں سے پڑھا جا سکتا ہے اور پڑھا جاتا ہے۔ جیسے:

(۱) سورۃ البقرۃ، آیت نمبر ۲۴۵ میں ہے کہ

﴿وَاللّٰهُ يَقْبِضُ وَيَبْصُطُ﴾

میں لفظ يَبْصُطُ کو يَبْسُطُ بھی پڑھا جاتا ہے، جس کے لئے ہمارے ہاں کے مصاحف میں حرف صاد کے اوپر چھوٹا سین ڈال دیا جاتا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(ب) سورۃ الغاشیہ، آیت نمبر۲۲ میں ہے کہ

﴿لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ﴾

میں لفظ بِمُصَيْطِرٍ کو بِمُسَيْطِرٍ بھی پڑھا جاتا ہے۔

(ج) سورۃ الطّور، آیت نمبر۳۷ میں ہے کہ

﴿أَمْ عِنْدَهُمْ خَزَائِنُ رَبِّكَ أَمْ هُمُ الْمُصَيْطِرُونَ﴾

میں لفظ الْمُصَيْطِرُوْنَ کو الْمُسَيْطِرُوْنَ بھی پڑھا جاتا ہے۔

(د) سورۃ الروم، آیت نمبر۵۴ میں ہے کہ

﴿اللّٰهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَشَيْبَةً﴾

میں ضُعْف کے تینوں الفاظ کو ضَعْف بھی پڑھا جاتا ہے۔ (مجمع ملک فہد سے مطبوعہ روایت حفص یا 'قراءتِ عامہ' کے کروڑہا نسخوں میں بھی ایسے ہی لکھا گیا ہے۔ جبکہ پاکستانی مصاحف میں ضُعْف لکھا گیا ہے۔

اس وضاحت کے بعد کیا کوئی شخص یہ دعویٰ کرسکتا ہے کہ قرآن کا متن ایک قراءت کے سوا کسی اور قراءت کو قبول ہی نہیں کرتا؟ ایسا دعویٰ صرف وہی آدمی کرسکتا ہے جو علم قراءات سے نابلد ہو، رسم عثمانی سے بے خبر ہو اور جس نے کبھی آنکھیں کھول کر قرآن کے متن کو نہ پڑھا ہو۔

دراصل قراءات متواترہ کا یہ اختلاف دنیا کی ہر زبان کی طرح تلفظ اور لہجے کا اختلاف ہے۔ اس سے قرآن مجید میں کوئی ایسا تغیر نہیں ہوجاتا جس سے اس کے معنی ومفہوم تبدیل ہوجائیں یا حلال حرام ہوجائے بلکہ اس کے باوجود قرآن قرآن ہی رہتا ہے اور اس کے نفس مضمون میں کسی قسم کا کوئی فرق واقع نہیں ہوتا۔

خود ہماری اردو زبان میں ایسی بہت سی مثالیں موجود ہیں جیسے 'ناپ تول' اور 'ماپ تول' دونوں صحیح ہیں۔ اسی طرح 'کے بارہ میں' اور 'کے بارے میں' دونوں درست ہیں۔

انگلش میں بھی اس کی بے شمار مثالیں پائی جاتی ہیں۔ مثال کے طور پر schedule کو 'شیڈول' بھی پڑھا جاتا ہے اور سکیجوئل بھی۔ constitution کو کانسٹی چوشن بھی پڑھتے ہیں اور کانسٹی ٹیوشن بھی۔ یہ محض تلفظ اور لہجے (pronunciation) کا فرق ہے جو عربی سمیت دنیا کی ہر بڑی زبان میں پایا جاتا ہے۔ بالکل یہی معاملہ قرآن مجید کی مختلف قراءتوں کا ہے۔

یہ تفصیل جان لینے کے بعد آخر یہ دعویٰ کرنے کی کہاں گنجائش باقی رہ جاتی ہے کہ قرآن کی صرف ایک ہی قراءت درست ہے اور باقی تمام قراءتیں عجم کا فتنہ ہے؟

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علومُ القـراء ات

حافظ محمد مصطفیٰ راسخ☆

نص قرآنی کے متعلق چند علوم کا تعارف

علوم القرآن کا موضوع اہل علم کے لیے نیا نہیں، البتہ قرآن کریم کی عبارت (نقش) سے متعلق علوم قرآن، جنہیں علوم القراءات کہنا زیادہ مناسب ہے، سے اہل علم عموماً واقف نہیں ہوتے۔ زیر نظر مضمون میں مجلس التحقیق الاسلامی کے رفیق کار جناب قاری محمد مصطفیٰ راسخ نے ان تمام علوم کا جامع تعارف پیش کر دیا ہے، جو قراء حضرات میں معروف ہیں۔ نیز انہوں نے واضح کیا ہے کہ تحریک کلّیة القرآن الکریم کے تحت جو نصاب مختلف مدارس میں رائج ہے، اس ضمن میں کون سے موضوعات سے طلبہ کلّیة القرآن کو روشناس کروایا جاتا ہے۔ [ادارہ]

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی بابرکت کلام اور نبی کریم ﷺ پر نازل کردہ عظیم الشان آخری آسمانی کتاب ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ نے جن وانس کی ہدایت وراہنمائی کے لئے نازل فرمایا۔ منسوب الی اللہ ہونے کی وجہ سے اس کی عظمت واہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ 'کلام الملوك ملوك الكلام' کے مصداق، جس طرح اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات سے افضل واعلیٰ اور برتر ہیں، اسی طرح قرآن مجید بھی تمام کتابوں اور کلاموں سے افضل واعلیٰ اور برتر ہے۔ حفاظت قرآن مجید کے حوالے سے اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے کہ ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ [الحجر:۹] ''بے شک قرآن مجید کو ہم نے اتارا ہے اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں۔'' اللہ تعالیٰ کی مذکورہ نگہبانی وحفاظت، قرآن مجید کے حروف، معانی، رسم سمیت جملہ اُمور پر مشتمل ہے۔

قرآن مجید کی اسی عظمت واہمیت کے پیش نظر اہل علم نے اس میں پنہاں متعدد علوم وفنون پر بے شمار کتب لکھ کر اس کے حروف، معانی اور رسم سمیت جملہ اُمور کو محفوظ کر لیا ہے۔ اور یہی حفاظت، مطلوب ومقصودِ الٰہی ہے۔ حفاظت قرآن کے جملہ علوم وفنون میں سے کچھ علوم معانی سے متعلقہ ہیں اور کچھ علوم قرآن مجید کے حروف (یعنی Text) کی حفاظت پر مشتمل ہیں۔ جن میں حروفِ قرآن کے بارے میں ہی بحث کی جاتی ہے۔ مثلاً علم التجوید، علم القراءات، علم الضبط، علم الرسم، علم الفواصل اور علم الوقف والابتداء وغیرہ۔ ذیل میں ہم نص قرآن سے متعلقہ انہی چند علوم کا مختصر تعارف قارئین کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں تاکہ اہل ایمان کا ایمان تازہ ہو جائے اور بیمار دلوں کو شفا ملے۔

اور اس وقت ہمارے ہاں كُلِّيَةُ القرآن الكريم والعلوم الاسلامية تابع جامعہ لاہور الاسلامیہ اور پاکستان میں قائم دیگر متعدد کلیات القرآن الکریم میں یہ علوم بطورِ نصاب پڑھائے جا رہے ہیں۔ نیز جب عالم غیر قاری اور قاری غیر عالم کا تصور ختم کر کے دونوں نصابوں (درس نظامی اور علم تجوید وقراءات) کو یکجا کرنے کا آغاز ہوا

☆ فاضل كلّية القرآن الكريم جامعہ لاہور الاسلامیہ، ورکن مجلس التحقیق الاسلامی، لاہور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو اس میں بنیادی طور علم التجوید اور علم القراء ات کو نمایاں حیثیت دی گئی اور اس کے ساتھ ساتھ ہی ان درج ذیل علوم کو بھی شاملِ نصاب کر دیا گیا تاکہ طالبانِ علم نصوصِ قرآنی سے متعلقہ ان علوم سے بھی واقفیت حاصل کر سکیں۔ مذکورہ علوم پر مشتمل نصاب، کبار علماء کی ایک کمیٹی نے تشکیل دیا جسے جامعہ لاہور الاسلامیہ کے پراسپیکٹس میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

یاد رہے کہ اس نصاب کی تیاری میں جامعہ اسلامیہ (مدینہ منورہ) کے نصاب کا خصوصی طور پر خیال رکھا گیا اور اس نئے نصاب کو حتی الامکان جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے نصاب سے ہم آہنگ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

① علم التجوید

لغوی طور پر تجوید، عمدہ بنانے، اچھا بنانے اور خوبصورت بنانے کو کہتے ہیں۔ جبکہ اہل فن کی اِصطلاح میں تجوید کی تعریف یہ ہے کہ

''حروف قرآنیہ کو صفات اور مخارج کا لحاظ رکھتے ہوئے اَدا کرنا۔''

تجوید سیکھنا ہر مسلمان پر فرض اور واجب ہے تاکہ قرآن مجید میں لحن (غلطی) سے بچا جا سکے اور انسان صحیح عرب کے لب ولہجہ میں قرآن مجید کی تلاوت کر سکے۔ تجوید کے خلاف قرآن مجید پڑھنا حرام ہے اور بسا اوقات لحن جلی سے نماز بھی فاسد ہو جاتی ہے۔ [میزان التّجوید از قاری سید سلیمان سہارنپوری]

قرآن مجید کو تجوید کے ساتھ پڑھنے کی اہمیت کے حوالے سے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا﴾ [المزمل:۴] ''اور قرآن مجید کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔''

ترتیل کے ضمن میں علامہ جزری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب 'النشر' اور علامہ قسطلانی رحمہ اللہ نے 'لطائف الإشارات لفنون القراء ات' میں امیر المومنین سیدنا علی مرتضی رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے:

"هو تجويد الحروف ومعرفة الوقوف"

''یعنی ترتیل کا مطلب ہے حروف کو تجوید کے ساتھ ادا کرنا اور موقوف کی معرفت ہونا۔''

علامہ بیضاوی رحمہ اللہ نے اس کا معنی 'جوّده تجويداً' کہا ہے۔ [شرح فوائد مكية از قاری محمد ادریس عاصم: ص۵۰]

تجوید کے اثبات میں علامہ جزری رحمہ اللہ اپنی منظوم تصنیف 'المقدمة' میں فرماتے ہیں:

والأخذ بالتجويد حتم لازم
من لم يجود القرآن آثم
لأنه به الإلَـٰهُ أَنزلا
وهٰكذا منه إلينا وصلا

''(علم) تجوید حاصل کرنا واجب اور ضروری ہے۔ جو تجوید کے ساتھ قرآن نہ پڑھے وہ گناہ گار ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو اسی (تجوید) کے ساتھ نازل کیا اور اسی طرح (تجوید کے ساتھ) اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہم تک پہنچا ہے۔''

تجوید کے ساتھ قرآن مجید پڑھنا فرضِ عین ہے اور اس کا علم فرض کفایہ ہے جیسا کہ ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"العلم به فرض كفاية والعمل به فرض عين" [شرح فوائد مكية از قاری محمد ادریس عاصم: ص۵۵]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''علم تجوید میں درج ذیل مباحث اور موضوعات پر گفتگو کی جاتی ہے۔''

حروف کے مخارج

یعنی ہر ہر حرف کو ادا کرنے کا مقام بتایا جاتا ہے کہ اسے کہاں سے ادا کرنا ہے اور حروف کو اَدا کرنے کے مخارج راجح قول پر سترہ (۱۷) ہیں: أقصیٰ حلق، وسط حلق، أدنیٰ حلق، أقصیٰ لسان، وسط لسان، أدنیٰ لسان، طرف لسان، حافہ لسان، جوف دھن، أضراس اور خیشوم وغیرہ ہیں۔

صفات

یعنی حروف کو اپنے مخارج سے اَدا کرتے وقت کس کیفیت سے اَدا کرنا ہے؟ مثلاً موٹا پڑھنا ہے یا باریک، سخت پڑھنا ہے یا نرم، سانس کو جاری رکھنا ہے یا بند کر لینا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

اہل فن کے ہاں حروف کی ادائیگی میں پیش آمدہ کیفیات کو صفات کہا جاتا ہے۔ اور پھر صفات کی دو اَقسام ہیں:

① **صفاتِ لازمہ:** صفاتِ لازمہ سے مراد وہ صفات ہیں جو حرف سے کبھی جدا نہ ہوں، اس کی پھر آگے دو اَقسام ہیں: ① متضادہ ② غیر متضادہ۔

صفات متضادہ دس ہیں جن میں سے پہلی پانچ صفات (یعنی ہمس، شدت، استعلاء، اطباق اور اذلاق) دوسری پانچ صفات (یعنی جہر، رخوت، استفال، انفتاح اور اصمات) کی ضد اور مقابل ہیں۔

صفات غیر متضادہ سات ہیں: صفیر، قلقلہ، لین، انحراف، تکریر، تفشّی اور استطالت۔

② **صفاتِ عارضہ:** صفات عارضہ سے مراد وہ صفات ہیں جو کسی عارضہ کی وجہ سے حروف میں پائی جاتی ہیں۔ مثلاً لفظ جلالۃ (اللہ) سے پہلے اگر زبر یا پیش ہو تو موٹا پڑھیں گے۔ جیسے (ھو اللہ) اور اگر زیر ہو تو باریک پڑھیں گے جیسے (باللہ) اور علم تجوید کا بنیادی موضوع یہی مخارج اور صفات ہیں۔

علاوہ ازیں علم تجوید میں وقف وابتداء، ادغام کے مسائل اور مد کے مسائل کے بارے میں بھی تفصیلات بیان کی جاتی ہیں۔ (جن کو تفصیلاً یہاں بیان کرنے کا مقام نہیں ہے۔)

علم تجوید کے نامور اَساتذہ اور قراء کرام

من حیث الاداء علم تجوید کے سب سے بڑے استاد بذاتِ خود نبی کریم ﷺ ہیں۔ انہوں نے جس طرح جبریل علیہ السلام سے سنا تھا اسی طرح قواعد کے مطابق صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو پڑھا دیا اور چونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اہل زبان تھے، لہٰذا ان کو قواعد سیکھنے کی ضرورت نہ تھی۔ بعد میں جب عرب وعجم کا اختلاط ہوا تو قواعد مدوّن کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اور قواعد مدوّن کرنے والوں میں ابو الاسود الدؤلی، ابو عبید قاسم بن سلام، خلیل بن احمد الفراھیدی، ابو عمر حفص الدوری البصری، ابو مزاحم خاقانی اور موسیٰ بن عبید اللہ خاقان البغدادی کے نام سرفہرست ہیں۔

برصغیر پاک وہند میں علم تجوید کے نامور اَساتذہ کرام

- قاری عبداللہ مہاجر مکی
- قاری عبدالرحمٰن مکی الہ آبادی
- قاری محمد سلیمان بھوپالی
- قاری مرزا محمود بیگ
- قاری عبدالخالق
- قاری عبدالمالک

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- قاری حبیب الرحمٰن مکی
- قاری ضیاء الدین
- قاری اظہار احمد تھانوی
- قاری محمد یحییٰ رسولنگری
- قاری محمد ابراہیم میر محمدی
- قاری عبدالستار صاحب
- قاری رحیم بخش پانی پتی
- قاری نثار احمد کانپوری
- قاری محمد یامین
- قاری شریف
- قاری محمد ادریس عاصم
- قاری اَحمد میاں تھانوی
- قاری عبدالباعث سواتی
- قاری محمد عمر پانی پتی
- قاری مشتاق احمد کانپوری
- قاری عبداللہ تھانوی
- قاری عبدالوہاب مکی
- قاری محمد عزیر
- قاری عبدالرحمٰن ڈیروی
- قاری فتح محمد پانی پتی

نوٹ: مذکورہ تمام مشائخ جہاں روایتِ حفص کے اساتذہ ہیں وہیں علم قراءات سبعہ وعشرہ کے وہ نمایاں مشائخ بھی ہیں جن کے سلسلۂ اسانید سے قراءات برصغیر پاک وہند میں منتقل ہوئیں۔

علم تجوید پر لکھی جانے والی چند معروف کتب

علم تجوید پر متعدد کتب عربی اور اردو زبان میں لکھی جا چکی ہیں جنہیں ان مختصر گذارشات میں قلمبند کرنا مشکل ہے ان میں سے چند معروف کتابوں کے اَسماء گرامی درج ذیل ہیں:

- المقدمة الجزرية از علامہ جزری رحمہ اللہ
- انشراح الصدور فی تجوید کلام الغفور از شیخ وہبہ سرور محلی
- تحفة الراغبين فی تجوید کتاب المبين از محمد بن علی بن خلف الحسينی
- تحفة المريد لمعرفة التجوید از شیخ حسین بن ادریس بن احمد
- العقد الفريد فی فن التجوید از شیخ علی بن احمد صبرہ
- الشرح الجديد فی أحكام التجوید از مصطفیٰ احمد ابوسنہ
- هداية المستفيد فی علم التجوید از شیخ محمد المحمود
- هداية القاری إلی تجوید کلام الباری از قاری المقری سید عبدالفتاح المرصفی العجمی المصری
- فوائد مکیہ از قاری المقری عبدالرحمٰن الہ آبادی
- تعلیقات مالکیہ شرح فوائد مکیہ از قاری المقری عبدالمالک صاحب علی گڑھ
- أسهل التجوید از قاری المقری یحییٰ رسولنگری
- تحبير التجوید از قاری محمد ادریس عاصم صاحب
- هدية الوحيد از قاری عبدالوحید خان الہ آبادی
- تعليم الوقف از قاری عبداللہ مکی صاحب
- جمال القرآن از قاری محمد اشرف علی تھانوی

قاری محمد ادریس عاصم حفظہ اللہ نے اپنی کتاب 'شرح فوائد مکیہ' میں علم تجوید پر لکھی گئی تقریباً ایک سو چوالیس (۱۴۴) کتب کے اسماء گرامی نقل کیے ہیں اور ساتھ ہی فرمایا ہے کہ وہ اپنی کتاب 'تاریخ علم تجوید وقراءت' میں علم تجوید پر لکھی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گئی مزید کتب کے نام ذکر کریں گے۔ [شرح فوائد مکیۃ:ص۶۷تا۶۹]

② علم القراءات

چونکہ ماہنامہ 'رشد' لاہور کا شمارہ ہذا 'قراءات نمبر' اسی فن سے متعلقہ مضامین پر مشتمل ہے اور اس شمارے میں فن قراءات کی تعریف، اہمیت، قراءات کی اَسانید وحجیت، منکرین قراءت کا حکم، معروف قراء کرام اور معروف کتب وغیرہ سے متعلقہ تمام مباحث بالتفصیل موجود ہیں لہٰذا علم القراءات کا علیحدہ سے تعارف کروانا تکرار مکرر ہوگا جو غیر مفید ہے۔ گویا کہ شمارہ ہذا میں اس فن کا تفصیلی تعارف موجود ہے۔

③ علم الضبط

لغوی طور پر ضبط کا معنی ہے کسی شے کی حفاظت کرنے میں انتہا تک جانا ہے، جبکہ اِصطلاحاً علم ضبط سے مراد وہ علم ہے جس کے ذریعے حرف کو پیش آنے والے حالات (مثلاً حرکت، سکون، شد اور مد وغیرہ) کی پہچان ہوتی ہے، اس کو شکل بھی کہتے ہیں۔ [إرشاد الطالبین]

علم الضبط کا موضوع وہ علامات ونشانات (مثلاً حرکات ثلاثہ، سکون، مد وشد وغیرہ) ہیں، جو کلمات قرآن کے درست تلفظ اور ان کی نطقی کیفیات کے تحفظ میں مدد دیتے ہیں۔ یہ مدد والی بات ہم نے اس لیے کہی ہے کیونکہ صحیح تلفظ کی تعلیم کا اصل طریقہ تو تلقی اور سماع ہے جو نبی کریم ﷺ سے لے کر آج تک معمول بہ چلا آ رہا ہے، تنہا علامات استاد یا شیخ کا بدل کبھی نہیں ہوسکتیں یہی وجہ ہے کہ بعض صورتوں میں علاماتِ ضبط کی موجودگی کے باوجود یہ لکھ دیا جاتا ہے کہ صحیح تلفظ استاذ سے شفوی طور پر سیکھا جائے۔ تاہم درست تلاوت قرآن کے لئے کسی صحیح کتابت والے مصحف کی ضرورت ہر مسلمان کو پڑتی ہے۔ اور اس مقصد کے لئے کتابت کی صحت علم الضبط کے بغیر ممکن نہیں۔

[قرآن وسنت، چند مباحث:ص۱۰۴]

علامات ضبط کی تدوین

چونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اہل زبان تھے اس لیے انہیں بلا اِعراب (یعنی حرکات ثلاثہ زبر، زیر، پیش شد اور مد کے بغیر) قرآن مجید پڑھنے میں کوئی دقت محسوس نہ ہوتی تھی۔ اور وہ آسانی کے ساتھ قرآن مجید کی صحیح تلفظ کے ساتھ درست تلاوت کر لیا کرتے تھے۔ جب فتوحاتِ اسلامیہ کا دائرہ وسیع ہوتا چلا گیا اور عرب وعجم میں اختلاط ہوا تو اہل عجم کے لئے، قرآن مجید کی بلا اِعراب صحیح تلاوت کرنا، آسان کام نہ تھا۔ چنانچہ انہوں نے تلاوتِ قرآن مجید میں غلطیاں کرنا شروع کر دیں۔ جس سے یہ ضرورت محسوس ہوئی کہ قرآن مجید کے (بلا اعراب) رسم پر ایسی علامات لگا دی جائیں جن سے اہل عجم کے لئے تلاوت کرنا آسان ہو جائے۔

علم الضبط کے سب سے پہلے موجد ابوالاسود الدؤلی ہیں۔ جنہوں نے لفظوں کے ذریعے شکل (حرفوں کی آواز کو علامات کے ذریعے متعین کرنا) کے ایک طریقہ کار کی ابتداء کی۔ ابوالاسود الدؤلی کے اس کام پر آمادہ ہونے کے محرکات کی مختلف روایات ہیں۔ ایک روایت یہ ہے کہ اس کا باعث ان کا عبید اللہ بن زیاد کا اَتالیق ہونا بنا۔ دوسری روایت یہ ہے کہ ایک موقع پر انہوں نے خود اپنی بیٹی کو غلط عربی بولتے سنا، تیسری روایت یہ ہے کہ کسی عدالت میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مدعی نے اپنا کیس بالکل غلط عربی میں پیش کیا۔ چوتھی اور مشہور روایت یہ ہے کہ انہوں نے کسی آدمی کو سورہ التوبہ کی آیت نمبر تین میں لفظ (ورسولہ) کو مجرور پڑھتے ہوئے سنا۔ ممکن ہے یہ ساری وجوہ ہی درست ہوں بہر حال ابوالاسود الدؤلی نے حالات کی نزاکت کے پیش نظر والی بصرہ زیاد کے مطالبہ پر یہ عظیم الشان خدمت سرانجام دی۔

[قرآن وسنت چند مباحث:ص۱۱۰]

اس مقدس کام کا آغاز کرتے ہوئے ابوالاسود الدؤلی نے قبیلہ عبدالقیس یا قبیلہ قریش کے چند کاتبوں میں سے ایک ذہین ترین آدمی کو منتخب کیا اور اسے حکم دیا کہ مصحف کی روشنائی سے مختلف رنگ کی روشنائی لے لو۔ اور میرے ہونٹوں کا دھیان رکھو جب میں ہونٹ کھولوں (یعنی زبر پڑھوں) تو حرف کے اوپر ایک نقطہ لگا دینا، جب ہونٹ گول کروں (یعنی پیش پڑھوں) تو حرف کے سامنے ایک نقطہ لگا دینا۔ اور جب ہونٹ جھکاؤں (یعنی زیر پڑھوں) تو حرف کے نیچے ایک نقطہ لگا دینا اور جب تنوین پڑھوں تو ایک کی بجائے دو دو نقطے لگا دینا۔ یہی طریقۂ کار اختیار کرتے ہوئے انہوں نے مکمل قرآن مجید پر اعراب لگا دیئے جو نقطوں کی شکل میں تھے۔ ابوالاسود الدؤلی رحمہ اللہ روزانہ ایک مجلس میں ضبط کیے ہوئے حصے کی بذاتِ خود نظر ثانی فرماتے اور پھر آگے کام شروع کر دیتے، اس طرح انہوں نے مکمل قرآن مجید پر علامات ضبط لگا دیں۔

ابوالاسود الدؤلی کے بعد نصر بن عاصم اور یحییٰ بن یعمر نے حجاج بن یوسف کے زمانہ میں ابوالاسود الدؤلی رحمہ اللہ کے کام میں مزید کچھ مفید اضافے کئے اور ایک ہی شکل میں لکھے جانے والے مختلف آوازوں والے حروف پر نقطے لگا کر ان کی آوازوں کو متعین کر دیا۔ مثلاً (ب) پر کوئی نقطہ نہیں تھا انہوں نے اس پر نقطہ لگا کر اسے تین الگ الگ آوازوں والے حروف (ب، ت، ث) میں تقسیم کر دیا اور اس طرح تمام ہم شکل حروف میں امتیاز کے لئے نقطے لگا دیئے۔ ان کے اس کام کو اہل فن کی اِصطلاح میں نقط الإعجام کہا جاتا ہے۔

حروفِ معجمہ درج ذیل پندرہ ہیں:

ب، ت، ث، ج، خ، ذ، ز، ش، ض، ظ، غ، ف، ق، ن، ي

حروفِ مہملہ درج ذیل تیرہ ہیں:

ا، ح، د، ر، س، ص، ط، ع، ك، ل، م، و، هـ

نصر بن عاصم اور یحییٰ بن یَعْمَر نے یہ نقطے (الإعجام) مصحف کی سیاہی کے موافق روشنائی کے ساتھ لگائے تھے تاکہ ابوالاسود کے لگائے ہوئے نقط الاعراب سے ممتاز ہوسکیں۔ جو مصحف کی سیاہی سے مختلف سیاہی کے ساتھ لگائے گئے تھے۔

عباسی دور کے ابتدائی کئی برسوں ... بلکہ تقریباً ایک صدی تک ...کتابتِ مصاحف کا یہی طریقہ رائج رہا (یعنی حرکات بذریعہ رنگدار نقاط اور حرفوں کے نقطے مقابلۃً ان سے ذرا چھوٹے مگر کتابت متن والی سیاہی لکھنا) تاہم یہ دو قسم کے نقطے لکھنے اور پڑھنے والے ہر دو کے لئے صعوبت اور التباس کا سبب بنتے تھے اس لیے اعجام کے نقطے آہستہ آہستہ محض قلم کے قط کے برابر ہلکی ترچھی لکیروں کی صورت میں ظاہر کیے جانے لگے۔ [قرآن وسنت چند اہم مباحث:ص۱۱۳،۱۱۴]

نقاط کی مشابہت سے پیدا ہونے والے التباس کے امکان کو کم کرنے کے لئے اور کتابت میں بیک وقت متعدد

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سیاہیوں کے استعمال کی صعوبت سے بچنے کے لئے ایک اور اصلاح کی ضرورت محسوس ہونے لگی۔ چنانچہ مشہور نحوی اور واضع علم العروض خلیل بن احمد الفراہیدی رحمہ اللہ نے وقت کی اس ضرورت کو نئی علامات ضبط ایجاد کر کے پورا کیا۔ اور یہی وہ علاماتِ ضبط ہیں جو کم وبیش آج بھی ہر جگہ نہ صرف کتابتِ مصاحف میں بلکہ کسی بھی مشکل عربی عبارت کے لئے استعمال ہوتی ہیں۔

خلیل فراہیدی نے نقط الاعجام کو متن کی سیاہی سے لکھنا اسی طرح برقرار رکھا۔ بلکہ انہوں نے حرفوں کے نقطوں کی تعداد اور ان کی جگہ کے تعین کے اسباب وعلل بھی بیان کئے۔ البتہ انہوں نے الشکل بالنقاط کی بجائے الشکل بالحرکات کا طریقہ ایجاد کیا۔ انہوں نے زبر کے لئے حرف کے اوپر ایک ترچھی لکیر (ـَ) زیر کے لئے حرف کے نیچے ایک ترچھی لکیر (ـِ) اور پیش کے لئے حرف کے اوپر ایک مخفف سی واؤ کی شکل (ـُ) لگانا تجویز کیا۔ اور تنوین کے لئے ایک کی بجائے دو دو حرکات (ـً ـٍ ـٌ) مقرر کیں۔ خلیل بن احمد نے ان حرکات ثلاثہ کے علاوہ پانچ نئی علامات ضبط ایجاد کیں۔ اس نے سکون کے لئے حرف ساکن کے اوپر (ـْ) یا (ہ) کی علامت وضع کی جو لفظ 'جزمٌ' کے میم یا میم کے سرے کا مخفف نشان ہے۔ شدہ یا تشدید کے لئے اس نے حرف مشدد کے اوپر (ـّ) لگانا تجویز کیا جو (ش) کے سرے سے ماخوذ ہے۔ مدہ یا تمدید کے لئے حروف ممدودہ کے اوپر (آ) کی علامت اختیار کی جو دراصل لفظ 'مدٌ' ہی کی دوسری مخفف شکل ہے۔ اسی طرح ہمزہ وصل کے لیے الف کے اوپر (صـ) یعنی 'صلہ' کے 'ص' کی ایک صورت اور ہمزہ قطعی کے لیے (ء) کی علامت وضع کی جو حرف (ع) کے سرے سے ماخوذ ہے کہتے ہیں کہ الخلیل نے روم اور اشام کے لئے بھی علامات وضع کی تھیں۔

خلیل بن احمد الفراھیدی کی ایجاد کردہ علاماتِ ضبط کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ اس میں کتابت کے لئے دو سیاہیاں استعمال کرنا لازمی نہ تھا بلکہ متنِ قرآن اور علاماتِ ضبط سب ایک ہی سیاہی سے لکھے جانے لگے۔ اس سے کتابت میں صعوبت اور قراءات میں التباس کے امکانات کم تر ہو گئے۔ اس لئے یہ طریقہ بہت مقبول ہو گیا۔ آج کل دنیا بھر میں کتابت مصاحف کے لئے علاماتِ ضبط کا یہی طریقہ رائج ہے البتہ ضرورۃً ...اور بعض جگہ رواجاً... اس میں مزید اِصلاحات اور ترمیمات کا سلسلہ جاری رہا۔ [قرآن وسنت چند اہم مباحث: ۱۱۴، ۱۱۵]

علامات ضبط کا حکم

کتابت مصاحف میں علاماتِ ضبط کے اس کثیر التنوع استعمال سے یہ بات بھی کھل کر سامنے آتی ہے کہ علم الضبط کو علم الرسم کی طرح کی کوئی ایسی تقدیس حاصل نہیں ہے کہ ایک زمانے یا کسی ایک علاقے میں رائج طریق ضبط کی پابندی کو واجب قرار دیا جائے۔ بلکہ اس میں آسانی کے لئے آج بھی تبدیلی کرنا جائز ہے۔ بشرطیکہ نئی ایجاد کردہ علامات قدیم علامات ضبط سے آسان اور سہل ہوں۔ برصغیر پاک وہند میں رائج علامات ضبط سلف سے منقول قدیم علامات ضبط سے مختلف ہیں، لیکن یہ علامات مقابلۃً ان سے آسان ہیں۔ اس لیے علماء نے آسانی کی غرض سے ان علامات کے ساتھ کتابتِ قرآن مجید کی اِجازت دی ہے، بشرطیکہ اس میں موجود چند خامیوں کو دور کر لیا جائے۔

علم الضّبط پر لکھی گئی چند کتب کے نام

* الطراز فی شرح ضبط الخراز از ابی عبداللہ محمد بن عبداللہ بن عبدالجلیل التنیسی رحمہ اللہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

* كتاب أصول الضبط وكيفيته على جهة الاختصار از امام ابوداؤد سلیمان بن نجاح رحمہ اللہ
* رسالة فی علم الكتابة از ابی حیان التوحیدی، حقّقه الدكتور ابراہیم الكیلانی رحمہ اللہ
* السّبيل إلى ضبط كلمات التّنزيل فی فن الضبط از الشیخ احمد محمد ابی زیت رحمہ اللہ
* سمير الطالبين فی رسم وضبط الكتاب المبين از الشیخ علی محمد الضباع رحمہ اللہ
* كتاب العين از خليل بن أحمد الفراهيدي حققه مهدی المخزومی وابراہیم السامرائی رحمہ اللہ (بغداد)
* كتاب النقط از ابی عمرو عثمان بن سعید الدانی رحمہ اللہ
* كشف الغمام عن ضبط مرسوم الإمام از حسن بن علی بن ابی بکر الشهير بالشبانی رحمہ اللہ (مخطوط)
* المحكم فی نقط المصاحف از ابی عمرو عثمان بن سعید الدانی رحمہ اللہ
* رسم المصحف وضبطه بين التوقيف والاصطلاحات الحديثة از الدكتور شعبان محمد اسمٰعیل رحمہ اللہ
* اِرشاد الطالبين فی ضبط القرآن الكريم از الدكتور محمد سالم المحيسن رحمہ اللہ
* دليل الحيران شرح مورد الظمآن في رسم وضبط القرآن للمارغنی التونسی رحمہ اللہ
* إيفاء الكيل بشرح متن الذيل فی فنّ الضبط از عبد الرزاق بن علی بن ابراہیم موسیٰ رحمہ اللہ (مدرس بالازہر سابقاً)

④ علم الرسم

رسم کا لغوی معنی اثر یا نشان ہے، اس کی جمع رسوم (آثار، نشانات) آتی ہے جب کہ 'علم الرسم' سے مراد وہ علم ہے جس کے ذریعے مصاحفِ عثمانیہ کی املاء میں رسم قیاسی کی مخالفت اور اختلافات کا پتہ چلتا ہے۔

[قرآن وسنت چند مباحث: ص ۴۷]

قاری رحیم بخش پانی پتی رحمہ اللہ علم الرسم کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''قرآنی کلمات کو حذف وزیادت اور وصل وقطع کی پابندی کے ساتھ اس شکل پر لکھنے کا علم، جس پر صحابہ کرام کا اجماع ہے اور تواتر کے ساتھ نبی کریم ﷺ سے منقول ہے۔'' [الخط العثماني فی الرسم القرآنی: ص ۲]

علم الرسم کا موضوع قرآن مجید کے حروف من حیث الکتابت ہیں، کیونکہ اس علم میں حروف کی رسم ہی کا بیان ہوتا ہے تاکہ جس طرح قرآن مجید من حیث المعنی محفوظ ہے، اسی طرح اس کی رسم بھی محفوظ ہو جائے۔ تمام قراء کرام اور اہل علم پر واجب ہے کہ قرآن مجید کے رسم کا علم حاصل کریں اور اس کی پیروی کریں اور اس کی مخالفت کرنے سے اجتناب کریں۔ [الخط العثمانی في الرسم القرآنی: ص ۷]

رسم عثمانی توقیفی ہے، جسے نبی کریم ﷺ نے خود اپنی نگرانی میں لکھوایا۔ عہدِ صدیقی اور عہدِ عثمانی میں بھی حضرت زید ابن ثابت رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے لکھوائے ہوئے رسم کے مطابق قرآن مجید کو جمع کیا۔ کتابت مصاحف میں رسم عثمانی کا التزام کرنا فرض اور واجب ہے۔ رسم عثمانی کے خلاف عربی یا غیر عربی حروف میں لکھنا حرام ہے، کیونکہ یہی وہ معیاری رسم ہے جس پر (۱۲۰۰۰) بارہ ہزار صحابہ کرام اور اُمت کا اجماع ہے۔ (رسم عثمانی کی توقیفیت اور کتابت مصاحف میں اس کا التزام کرنے کے حوالے سے تفصیلات جاننے کے لیے راقم الحروف کے 'رسم عثمانی اور اس کی شرعی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حیثیت' نامی مضمون کا مطالعہ فرمائیں۔ جو ماہنامہ 'رشد' کے شمارہ ہذا 'قراءات نمبر' میں شاملِ اشاعت ہے۔

مصاحف عثمانیہ کا رسم زیادہ تر رسم قیاسی کے موافق ہی ہے صرف چند کلمات میں رسم عثمانی مروّجہ رسم قیاسی کے خلاف ہے۔ ذیل میں ہم رسم عثمانی اور رسم قیاسی کے اختلاف کی بطورِ نمونہ چند مثالوں کو بیان کرتے ہیں۔ جس سے آپ رسم عثمانی اور رسم قیاسی کے بنیادی اختلاف کو سمجھ جائیں گے۔

رسم عثمانی	رسم قیاسی
اَلئٰن	الآنَ
اِیّٰیَ	اِیَّایَ
العُلَمٰؤُا	العُلَمَاءُ
جِایْ ءَ	جِیْءَ
سأورِیکم	سأریکم
الاِنْسٰن	الإنسان
یَبْنَؤُمَّ	یَا ابْنَ أمَّ
بِأیْیدٍ	بأَیْدٍ
أفَائِنْ	أفَإِنْ
سَلٰسِلَا	سَلٰسِلَ

رسم عثمانی پر لکھی گئی چند معروف کتابوں کے نام

- المقنع في معرفة رسم مصاحف الأمصار از امام ابی عمرو عثمان بن سعید الدانی رحمہ اللہ
- مختصر التبيين لهجاء التنزيل از امام ابی داؤد سلیمان بن نجاح رحمہ اللہ
- جامع البيان في معرفة رسم القرآن از علی اسماعیل السید ہنداوی رحمہ اللہ
- إعجاز رسم القرآن از محمد شملول رحمہ اللہ
- الخط العثمانی في رسم القرآنی از قاری رحیم بخش پانی پتی رحمہ اللہ (اردو)
- سمير الطالبين فی رسم وضبط الكتاب المبين از الشیخ علی محمد الضباع رحمہ اللہ
- رسم المصاحف وضبطه بين التوقيف والاصطلاحات الحديثية از الدکتور شعبان محمد اسماعیل رحمہ اللہ
- دليل الحيران شرح مورد الظمآن فی رسم وضبط القرآن از مارغنی التونسی رحمہ اللہ
- اختلاف مصاحف الشام والحجاز والعراق از عبداللہ بن عامر الیحصبی رحمہ اللہ
- كتاب اختلاف مصاحف أهل المدينة وأهل الكوفة وأهل البصرة از علی بن حمزہ الکسائی رحمہ اللہ
- الإعلان بتكملة مورد الظمآن از ابن عاشر رحمہ اللہ
- اختلاف المصاحف از خلف بن ہشام البزاز رحمہ اللہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- اختلاف أهل الكوفة والبصرة والشام فی المصاحف از یحییٰ بن زیاد الفراء رحمہ اللہ
- اللطائف فی جمع هجاء المصاحف از ابن مقسم العطار رحمہ اللہ
- البدیع فی هجاء المصاحف از مکی بن طالب القیسی رحمہ اللہ
- عنوان الدلیل فی مرسوم خط التنزیل از اَبی العباس المراکشی الشہیر بابن البناء رحمہ اللہ
- عقیلة أتراب القصائد فی بیان رسم المصاحف از قاسم بن فیرہ الشاطبی رحمہ اللہ
- کشف الأسرار فی رسم مصاحف الامصار از ابی یحییٰ محمد بن محمود الشیر ازی السمرقندی رحمہ اللہ
- رسم عثمانی اور اس کی شرعی حیثیت از حافظ سمیع اللہ فراز (مقالہ ایم فل شیخ زید اسلامک سنٹر)

علم الرسم کے بارے میں یہ بطور نمونہ چند کتب کے نام ذکر کر دیئے ہیں۔ ورنہ علم الرسم پر اتنی زیادہ کتابیں لکھی جا چکی ہیں کہ ان کا شمار کرنا بھی کارِ دشوار ہے۔ پروفیسر حافظ احمد یار صاحب نے اپنی کتاب 'قرآن وسنت چند مباحث' میں تقریباً ۵۰ کتابوں کے نام ذکر کئے ہیں۔ اس کثرت تالیفات کا ایک سبب غالب یہ بھی بنا کہ مصاحف کی تیاری مسلمانوں کی روزمرہ کی ضروریات کا ایک جزء تھا (اور ہے) ہر مسلمان کو نہیں تو کم از کم ہر مسلمان کنبہ کو ایک مصحف کی لازماً ضرورت ہوتی تھی۔ اسی بناء پر ہر ایک کاتب مصحف کے پاس ایک مختصر راہنمائے رسم قرآن کی قسم کا رسالہ یا کتاب کا ہونا ضروری تھا۔ جس میں کم از کم ضروری مقامات کی املاء کے بارے میں معلومات اور ہدایات موجود ہوں۔ چنانچہ قرآن مجید کے ایسے تمام مقامات کی سورت بسورت نشان دہی کے لئے متعدد مختصر اور مطول کتب لکھی گئیں۔ [قرآن وسنت چند مباحث: ص ۶۱]

⑤ علم الفواصل (یاعدّ الآي)

علم الفواصل سے مراد ایک ایسا فن ہے، جس میں قرآن مجید کی سورتیں اور ان کی آیتوں کا شمار اور ان کے ابتدائی اور آخری سرے بتائے جاتے ہیں۔ علم الفواصل کا موضوع بھی قرآن کی سورتیں اور آیات ہیں، کیونکہ اس علم میں انہی کے حالات سے متعلق بحث کی جاتی ہے۔ شمار آیات کے علم کے متعدد فوائد ہیں جن میں سے چند فوائد درج ذیل ہیں:

- نماز میں مسنون قراءت کا میسر آجانا چنانچہ نبی کریم ﷺ فجر کی نماز میں ساٹھ (۶۰) آیتوں سے سو (۱۰۰) آیتوں تک پڑھتے تھے۔
- رات میں دس، پچاس، سو، دوسو، تین سو آیتوں کی تلاوت پر خاص خاص درجوں کا عطا ہونا۔
- دو، تین، چار یا ان سے زیادہ آیات سیکھ لینے کا اتنی ہی اونٹنیاں مل جانے سے بہتر ہونا۔
- آیات شمار کرنے کے ذریعے نبی کریم ﷺ کی سنت ادا کرنے کا ثواب نصیب ہونا کیونکہ آپ ﷺ انگلیوں سے آیات شمار کرتے تھے۔
- سورۃ ملک کی تیس (۳۰) آیتوں کا سفارش کرنا اور اس کا قبول ہو جانا۔
- سورۃ الکہف کی پہلی دس آیات حفظ کر لینے کے سبب دجال کے فتنے سے محفوظ رہنا۔
- رات میں بیدار ہونے کے وقت سورت آل عمران کے آخری رکوع کی تلاوت کا ثواب میسر آنا جو نبی کریم ﷺ کی سنت ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- رات کے وقت سورۃ بقرہ کی آخری دو آیات کی تلاوت کا آفتوں اور پریشانیوں سے بچانے اور ہر نعمت دلانے کے لئے کافی ہونا۔
- نماز میں سورۃ الفاتحہ کے بعد چھوٹی تین آیات اور بڑی ایک آیت کی تلاوت کا احناف کے ہاں واجب اور دوسرے اماموں کے ہاں سنت ہونا۔
- ورش کے لئے ذوات الراء کلمات اور گیارہ سورتوں کے رؤس آیات کے یائی کلمات میں صرف تقلیل ہے۔

[کاشف العسر شرح ناظمة الزهر: ص۴۳، ۴۴]

علم الفواصل (یا علم عدّ الآی) کی توقیفیت

علم الفواصل توقیفی ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ سے صحیح ثابت ہے کہ آپ نے بعض سورتوں کی آیات کی تعداد بتائی اور گن کر بتلایا کہ اس اس سورت کی اتنی اتنی آیات ہیں۔ یا آپؐ نے بعض متعین آیات (مثلاً سورۃ الکہف کی پہلی دس یا سورۃ البقرۃ کی آخری دو وغیرہ) کے فضائل بیان کیے ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شمار آیات توقیفی ہے۔ شمار آیات کے بارے میں چند صحیح احادیث درج ذیل ہیں:

- امام دانی رحمہ اللہ کی روایت پر سیدہ ام سلمہؓ سے منقول ہے کہ میں نے اپنے کانوں سے سنا کہ نبی کریمؐ اس سورت (یعنی سورۃ الفاتحہ) کی تلاوت فرما رہے تھے سو آپ ﷺ ''بسم الله الرحمن الرحيم ۝ العلمين ۝ الرحيم ۝ الدين ۝ نستعين ۝ پانچوں آیات میں سے ہر ایک پر ایک ایک انگلی بند کرتے رہے۔ اور نستعین پر پہنچ کر پانچوں انگلیاں بند کر لیں۔ پھر المستقيم'' پر ایک انگلی کھڑی کر لی۔ جس میں اشارہ تھا کہ یہاں چھ آیتیں ہو گئیں۔ پھر سورت کے آخر میں ایک انگلی اور اٹھالی جس کے معنی یہ تھے کہ سات آیتیں ہو گئیں۔
- سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: قرآن مجید کی تیس (۳۰) آیتوں نے اللہ تعالیٰ سے ایک شخص کے بارے میں سفارش کی یہاں تک کہ اس کو جنت میں پہنچا دیا۔ اور وہ سورۃ الملک ہے۔
- سیدنا ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے سورۃ الکہف کے شروع کی دس آیتیں حفظ کر لیں اسے دجال کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔
- سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے اپنی خالہ میمونہ رضی اللہ عنہا (اُم المؤمنین) کے ہاں رات گذاری۔ آدھی رات کے وقت نبی کریم ﷺ بیدار ہوئے اور سورۃ آل عمران کی آخری دس آیات ﴿إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ..... سے لیکر تُفْلِحُوْنَ﴾ تک پڑھیں۔
- بخاری شریف میں نبی کریم ﷺ سے منقول ہے کہ جس شخص نے رات کو سوتے وقت سورۃ البقرۃ کی آخری دو آیات پڑھیں وہ اسے کافی ہو جائیں گی۔
- سیدنا عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم صفہ پر موجود تھے۔ آپ نے فرمایا: تم میں سے کون اس بات کو پسند کرتا ہے کہ وادی بطحان اور عقیق میں جائے اور وہاں سے بغیر کسی گناہ اور قطع تعلقی کے دو موٹی تازی اونچی کوہان والی چمکدار اونٹنیاں لے آئے۔ (یعنی بالکل حلال طریقے سے مل جائیں) ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ہم میں سے ہر ایک اس بات کو پسند کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا: تم میں سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہر ایک مسجد میں جا کر کتاب اللہ کی دو آیات کیوں نہیں سیکھ لیتا وہ اس کے لئے دو اونٹنیوں سے بہتر ہیں، اور تین آیتیں تین اونٹنیوں سے اور چار آیتیں چار اونٹنیوں سے بہتر ہیں۔

مذکورہ بالا احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آیتوں کا شمار نبی کریم ﷺ سے توقیفاً ثابت ہے اور آپ آیات کو شمار کیا کرتے تھے۔ [كاشف العسر شرح ناظمة الزهر:۳۹تا۴۲]

عقلی دلائل

شمار آیات کے توقیفی ہونے پر چار عقلی دلائل

* قرآن مجید میں متعدد ایسے کلمات ہیں جو اپنی ظاہری شکل اور وزن میں ان کلمات سے ملتے جلتے ہیں۔ جن پر سب نے آیت شمار کی ہے، لیکن یہ کلمات اجماعاً متروک ہیں اور ان پر کسی نے بھی آیت شمار نہیں کی۔

* بعض کلمات ایسے ہیں جن پر کلام اور جملہ پورا نہیں ہوتا، یا ان کلمات کا بعد والے الفاظ سے قوی درجہ کا تعلق ہے، اور اس صورت میں عقل کا تقاضا یہی تھا کہ ان پر آیت شمار نہ کی جاتی لیکن وہاں آیت شمار کی گئی ہے۔

مذکورہ دو دلیلوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آیات کے ہم شکل اور ہم وزن ہونے کے باوجود ان کلمات پر آیت شمار نہ کرنا اور مابعد کے ساتھ قوی تعلق ہونے کے باوجود آیت شمار کر لینا توقیفی امر ہے، اور اس میں عقل واجتہاد کا کوئی دخل نہیں ہے، کیونکہ عقل کا تقاضا ہے کہ آیات کے ہم شکل اور ہم وزن کلمات پر آیت شمار کی جائے اور مابعد کے ساتھ قوی تعلق رکھنے والے کلمات پر آیت شمار نہ کی جائے۔ حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ یہ تفریق توقیف سے ہی ہو سکتی ہے، عقل ورائے سے نہیں۔

* قرآن مجید کی انتیس (۲۹) سورتوں کے شروع میں حروف مقطعات آتے ہیں، کوفی رحمہ اللہ نے ان میں سے انیس (۱۹) سورتوں کے مقطعات پر آیت شمار کی ہے جبکہ دس (۱۰) سورتوں کے مقطعات کو اس سے مستثنیٰ کر دیا ہے۔ حمصی نے صرف ایک جگہ (قٓ) پر آیت شمار کی ہے، جبکہ دیگر (۲۸) مقامات پر آیت شمار نہیں کی۔ سو ان حضرات کا حروف مقطعات کو شمار کرنے کے بارے میں تفریق کرنا اس کے توقیفی ہونے کی تیسری بڑی دلیل ہے، کیونکہ عقل کی رو سے تو تمام حروف مقطعات بالکل یکساں ہیں۔ اس لیے ان کا حکم بھی ایک ہی ہونا چاہیے تھا، یعنی یا تو سب پر آیت ہوتی یا کسی پر بھی نہ ہوتی حالانکہ واقعہ اس کے خلاف ہے اور وہ یہ ہے کہ کسی پر آیت ہے اور کسی پر نہیں ہے۔

* آیات کے شماروں کے توقیفی اور نبی کریم ﷺ کے بتائے ہوئے ہونے کی چوتھی دلیل یہ ہے کہ بعض آیات صرف ایک کلمہ کی ہیں۔ اور ایک کلمہ سے کوئی بھی معنی ومفہوم واضح نہیں ہوتا۔ اور ایک ہی کلمہ والی آیات بعض بڑی بڑی سورتوں میں بھی آئی ہیں جیسے والطّور، والفجر، وغیرہ۔ اگر آیات اور ان کے شمار توقیفی نہ ہوتے بلکہ عقل سے مقرر کیے جاتے تو کوئی بھی آیت ایسی نہ ہوتی جو ایک کلمہ والی ہو۔ [كاشف العسر شرح ناظمة الزهر:۵۹تا۶۹]

اِعتراض

یہاں ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر آیات کا شمار توقیفی ہے عقلی اور اجتہادی نہیں۔ تو پھر مختلف شماروں کی آیات کی تعداد کیوں مختلف ہے۔ تمام شماروں میں ایک ہی عدد ہونا چاہیے تھا؟

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جواب

اس علم میں توقیف نبوی اور آپ ﷺ سے سماعِ صحابہ، ان کے اجتہاد کے منافی نہیں ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو رؤوس آیات پر وقف کرتے ہوئے آیات کا علم سکھایا ہے۔ بعض آیات ایسی ہیں جہاں نبی کریم ﷺ نے ہمیشہ وقف کیا اور وصل نہیں کیا۔ ایسی آیات تمام شماروں میں بالاتفاق معدود ہیں۔ بعض مقامات ایسے ہیں جہاں نبی کریم ﷺ نے ہمیشہ وصل کیا اور وقف نہیں کیا، ایسے مقامات بالاتفاق تمام شماروں میں متروک ہیں۔

بعض مقامات ایسے ہیں جہاں نبی کریم ﷺ نے کبھی وقف کیا اور کبھی وصل کیا۔ اور اہل فن کے لئے یہی مقامِ اختلاف ہے، کیونکہ آپ ﷺ کے وقف کرنے میں اس مقام کے رؤوس آیات میں سے ہونے کا احتمال ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ آپ نے راحت کے لئے یا تعریف وقف کے لئے وقف کیا ہو اور آپ ﷺ کے وصل کرنے میں اس مقام (جہاں پہلے وقف کیا تھا) کے عدم رؤوس آیات میں سے ہونے کا احتمال ہے اور رأس الآیة ہونے کا بھی احتمال رہتا ہے۔

ان احتمالات کی موجودگی میں کسی مقام پر آیت ہونے یا نہ ہونے کا فیصلہ کرنا اجتہاد کے بغیر ناممکن تھا اور یہی محتمل فیہ مقامات صحابہ کرام کے اجتہاد کرنے کا سبب بنے۔ جو دراصل نبی کریم ﷺ سے ہی ثابت تھے۔

[بشير اليسر شرح ناظمة الزهر: ص۱۱۴]

آیات کے شماروں کی تعداد

آیات کے شماروں کی تعداد سات (۷) ہے جن کے نام درج ذیل ہیں:

① مدنی اول ② مدنی اخیر ③ مکی ④ کوفی ⑤ بصری ⑥ دمشقی ⑦ حمصی

قرآنی آیات دو طرح کی ہیں:

① **اجماعی:** ان سے مراد وہ آیات ہیں جن پر شمار آیات کے ساتوں اماموں نے آیت شمار کی ہے اور ان کی تعداد چھ ہزار نوے (۶۰۹۰) ہے۔

② **اختلافی:** اس سے مراد وہ آیات ہیں جن پر بعض نے آیت شمار کی ہے اور بعض نے نہیں کی۔ اور ان کی تعداد دو سو تہتر (۲۷۳) ہے۔ یہی وہ مختلف فیہ مقامات ہیں جن کے بارے میں علم الفواصل میں بحث کی جاتی ہے کہ کہاں کہاں آیات معدود ہیں اور کہاں کہاں متروک ہیں۔ مذکورہ ساتوں شماروں اور ان میں آیات کی تعداد درج ذیل ہے۔

① **مدنی اوّل:** مدنی اوّل کے دو شمار ہیں:

① مدنی اوّل یزیدی بصری ② مدنی اول شیبی کوفی

◉ مدنی اوّل یزیدی بصری نے اختلافی آیات میں سے ایک قول پر ایک سو پچیس (۱۲۵)، دوسرے پر ایک سو چوبیس (۱۲۴)، اور تیسرے قول پر ایک سو تئیس (۱۲۳) آیات شمار کی ہیں۔

جب ان کو اجماعی تعداد میں شامل کریں تو اس شمار میں کل آیات چھ ہزار دو سو پندرہ (۶۲۱۵) یا چھ ہزار دو سو چودہ (۶۲۱۴) یا چھ ہزار دو سو تیرہ (۶۲۱۳) بنتی ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

◉ مدنی اوّل شیبی کوفی نے اختلافی آیات دوسوتہتر (۲۷۳) میں سے ایک قول پر ایک سوانتیس (۱۲۹) دوسرے پر ایک سواٹھائیس (۱۲۸) اور تیسرے قول پر ایک سوستائیس (۱۲۷) آیات شمار کی ہیں۔ جب ان کو اجماعی آیات میں شامل کریں تو اس شمار کی کل آیات چھ ہزار دوسوانیس (۶۲۱۹) یا چھ ہزار دوسواٹھارہ (۶۲۱۸) یا چھ ہزار دوسوسترہ (۶۲۱۷) بنتی ہیں۔ مدنی اول کے دونوں شمار پورے قرآن مجید میں متفق ومتحد ہیں۔ لیکن چھ مواقع پر ان کا آپس میں اختلاف ہے، جن کی تفصیل یہاں بیان کرنا ممکن نہیں ہے۔

② مدنی اَخیر: اس شمار میں آیات کی کل تعداد چھ ہزار دوسو چودہ (۶۲۱۴) ہے جن میں سے (۶۰۹۰) اجماعی ہیں اور ایک سو چوبیس (۱۲۴) اختلاف والی آیات میں سے ہیں۔

③ مکی: اس شمار میں مکی نے اختلافی آیات میں سے ایک سوانیس (۱۱۹) یا ایک سواکیس (۱۲۱) آیات کو شمار کیا ہے اور اجماعی آیات میں شامل کرنے سے اس شمار کی آیات کی کل تعداد چھ ہزار دوسوانیس (۶۲۱۹) یا چھ ہزار دوسو اکیس (۶۲۲۱) بنتی ہیں۔

④ کوفی: اس شمار میں آیات کی کل تعداد چھ ہزار دوسوچھبیس (۶۲۲۶) ہے، جن میں سے چھ ہزارنوے (۶۰۹۰) اجماعی ہیں اور ایک سو چھیالیس (۱۴۶) اختلافی ہیں۔

⑤ بصری: اس شمار میں آیات کی کل تعداد چھ ہزار دوسو چار (۶۲۰۴) یا چھ ہزار دوسو پانچ (۶۲۰۵) ہے، جن میں سے چھ ہزارنوے (۶۰۹۰) اجماعی ہیں اور ایک سو چودہ (۱۱۴) یا ایک سو پندرہ (۱۱۵) اختلافی ہیں۔

⑥ دمشقی: اس شمار میں آیات کی کل تعداد چھ ہزار دوسوچھبیس (۶۲۲۶) ہے، جن میں سے چھ ہزارنوے (۶۰۹۰) تو اجماعی ہیں اور ایک سوچھتیس (۱۳۶) اختلافی ہیں۔

⑦ حمصی: اس شمار میں آیات کی کل تعداد چھ ہزار دوسوبتیس (۶۲۳۲) ہے جن میں سے چھ ہزارنوے (۶۰۹۰) اجماعی ہیں اور ایک سو بیالیس (۱۴۲) اختلافی آیات میں سے ہیں۔ [کاشف العسر شرح ناظمۃ الزہر: ۵۲تا۵۵]

شمار آیات کے حوالے سے ایک منتخب مثال

سورۃ الفاتحہ کی تمام شماروں میں سات آیات ہیں۔ لیکن کوفی اور مکی شمار میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کو آیت شمار کیا گیا ہے۔ جبکہ ان دونوں (کوفی اور مکی) کے علاوہ دیگر شماروں (مدنی اوّل، مدنی اَخیر، بصری، دمشقی اور حمصی) میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کو آیت شمار نہیں کیا گیا، بلکہ انہوں نے (أنعمت علیهم) پر آیت شمار کی ہے۔ آج کل ہمارے ہاں پاکستانی مصاحف خصوصی طور پر تاج کمپنی لمیٹڈ کے مطبوعہ مصاحف میں شمار آیات کے اختلاف کی طرف اشارہ کرنے کیلئے مختلف فیہ مقام پر عربی ہندسے پانچ (۵) کی علامت لگا دی جاتی ہے۔ جیسا کہ سورۃ الفاتحہ کی آخری آیت میں (أنعمت علیهم) کے بعد اس علامت کی موجودگی کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ روایت حفص عن عاصم کے منتخب کوفی شمار میں تو یہاں آیت نہیں ہے مگر دیگر شماروں میں یہاں آیت شمار کی گئی ہے۔ قاری المقری محمد ادریس عاصم نے اپنی کتاب میں ایسے کل چھیانوے (۹۶) مواقع گنوائے ہیں۔ [الاهتداء فی الوقف والابتداء: ۱۲۵]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شمار آیات اور آئمہ قراءت عشرہ

آئمہ قراءاتِ عشرہ میں سے ہر ایک نے ایک مخصوص شمار کو اپنے لیے منتخب کیا ہے، ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

- **مدنی اوّل:** اس شمار کو امام ابوعمرو بصری اور امام ابوجعفر نے منتخب کیا۔
- **مدنی اَخیر:** اس شمار کو امام نافع مدنی نے اپنے لیے منتخب کیا۔
- **مکی:** اس شمار کو امام ابن کثیر مکی نے منتخب کیا۔
- **کوفی:** اس شمار کو قراءت کے چار اماموں، امام عاصم، امام حمزہ، امام کسائی اور امام خلف العاشر نے منتخب کیا ہے۔
- **بصری:** اس شمار کو امام یعقوب نے اختیار کیا ہے۔
- **دمشقی:** اس شمار کو امام ابن عامر شامی نے اختیار کیا ہے۔
- **حمصی:** اس شمار کو آئمہ عشرہ میں سے کسی نے بھی اختیار نہیں کیا اور شاید یہی وجہ ہے کہ امام شاطبی رحمہ اللہ نے ناظمۃ الزہر میں اس کو بیان نہیں کیا۔

علم الفواصل پر لکھی گئی چند معروف کتب

- ناظمة الزهر از امام ابوالقاسم الشاطبی رحمہ اللہ
- معالم العسر شرح ناظمة الزهر از عبدالفتاح القاضی رحمہ اللہ
- بشير اليسر شرح ناظمة الزّهر از عبدالفتاح القاضی رحمہ اللہ
- كاشف العسر از قاری فتح محمد پانی پتی رحمہ اللہ (اردو)
- البيان از امام ابوعمرو الدانی رحمہ اللہ
- تحقيق البيان از الشیخ محمد المتولی رحمہ اللہ
- نفائس البيان فی عد آی القرآن از عبدالفتاح القاضی رحمہ اللہ
- هدايات رحيم از قاری رحیم بخش پانی پتی رحمہ اللہ (اردو)

⑥ علم الوقف والابتداء

وقف کا لغوی معنی ٹھہرنا اور رُکنا ہے۔ جبکہ اہل فن قراء کرام کی اصطلاح میں وقف کے معنی ہیں کہ کلمہ کے آخر پر اتنی دیر آواز کو منقطع کرنا جس میں بطور عادت سانس لیا جاسکے، اور قراءت جاری رکھنے کا ارادہ بھی ہو، عام ہے کہ وقف کرنے کے بعد مابعد سے ابتداء کریں یا ماقبل سے اعادہ۔[النشر:۱/۲۴۰] (نشر کی رو سے یہی تعریف ممتاز اور زیادہ واضح ہے)

علم الوقف کا موضوع کلمہ اور کلام ہے، کیونکہ وقف میں دو بنیادی چیزیں ہیں:

① **کیفیت وقف:** یعنی یہ جاننا کہ وقف کس طرح کیا جائے بالاسکان یا بالاشمام یا بالروم وغیرہ۔

② **محل وقف:** یعنی یہ پہچاننا کہ وقف کس جگہ کیا جائے، تو وقف کو کیفیت کی حیثیت سے آخر کلمہ سے تعلق ہوتا ہے۔

علم الوقف کا مقصد وقف کا صحیح ہونا اور معنی کا واضح ہونا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اہمیت وقف

معرفت وقف وابتداء کی اہمیت اور اس علم کی ضرورت کا احساس کرنے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ جس طرح دلائل شرعیہ یعنی قرآن وحدیث اور اجماع اُمت سے قرآن مجید کا تجوید کے ساتھ پڑھنا واجب اور ضروری ہے، اس طرح معرفت الوقف، یعنی قرآنی وقوف کو پہچاننا اور دورانِ تلاوت حسنِ وقف وابتداء کی رعایت رکھنا اور اس کا تعمد کے ساتھ اہتمام کرنا بھی ضروری ہے اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔ اور وجہ اس کی یہ ہے کہ جس طرح تجوید کے ذریعہ حروف قرآن کی تصحیح ہوتی ہے اسی طرح معرفت الوقوف کے ذریعے معانی قرآن کی تفہیم ہوتی ہے۔

* اللہ تعالیٰ قرآن مجید کو ترتیل کے ساتھ پڑھنے کا حکم دیتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا﴾[المزمل:۴] ''اور قرآن مجید کو ترتیل کے ساتھ پڑھو۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ترتیل کا معنی پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:

"الترتيل هو تجويد الحروف ومعرفة الوقوف"[الإتقان فی علوم القرآن:۱/۸۵]

اس تفسیر میں ترتیل کے دو جز بیان کیے گئے ہیں۔

① تجويد الحروف ② معرفة الوقوف

پس تجوید الحروف کی طرح معرفة الوقوف بھی ترتیل کا ایک جزء اور اس کا ایک حصہ ہے۔ اور یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو ترتیل کے ساتھ پڑھنے کا صرف امر ہی نہیں فرمایا بلکہ امر کی تاکید کے لئے (ترتیلا) مصدر بھی ذکر فرمایا ہے جس سے اَمر میں مبالغہ اور تاکید مقصود ہے، اور مصدر پر تنوین بھی مبالغہ کے لئے ہے اور یہ بھی ملحوظ رہے کہ اَمر وجوب کے لئے ہوتا ہے، ہاں کسی خارجی سبب سے وجوبیت ساقط ہوجاتی ہے، مگر اس جگہ خارجی اسباب میں سے کوئی بھی ایسا سبب موجود نہیں ہے جو ترتیل کی وجوبیت کو ساقط کرتا ہو بلکہ احادیث آثار صحابہ وتابعین وتبع تابعین اور اجماع امت سے اس کی وجوبیت ہی ثابت ہے۔

* سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إنّ هذا القرآن أنزل على سبعة أحرف اقرء وا ولا حرج، ولكن لا تختموا ذكر رحمة بعذاب ولا تختموا ذكر عذاب برحمة» وفي رواية أخر ى: «ما لم تختم آية رحمة بآية عذاب أو آية عذاب بمغفرة»

''بے شک قرآن مجید سبعہ احرف پر نازل کیا گیا ہے تم ان تمام حروف پر پڑھو، اس میں کوئی حرج نہیں ہے، لیکن رحمت کے تذکرے کو عذاب کے تذکرے کے ساتھ اور عذاب کو رحمت کے ساتھ ملا کر ختم نہ کرو (یعنی وقف نہ کرو) اور ایک روایت میں الفاظ کچھ یوں ہیں۔ کہ آیت رحمت کو آیت عذاب کے ساتھ اور آیت عذاب کو آیت رحمت کے ساتھ ملا کر ختم نہ کرو۔''

مذکورہ بالا روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ رحمت اور ثواب والی آیت کو عذاب اور عقاب والی آیت کے ساتھ اور عذاب وعقاب والی آیت کو رحمت اور ثواب والی آیت کے ساتھ وصل کر کے پڑھنے کو نبی کریم ﷺ نے منع کیا ہے، ان روایات میں وقف قبیح سے روکا گیا ہے۔ پس وقف قبیح سے بچنا اور وقف تام کو اختیار کرنا ان روایات کا خلاصہ ہے۔ ان روایات کو نقل کرنے کے بعد حافظ ابوعمرو الدانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"فهذا تعليم التام من رسول الله ﷺ عن جبرائيل" [المكتفى:ص۱۳۲]

''ان روایات میں نبی کریم ﷺ کی طرف سے وقف تام کی تعلیم ہے اور نبی کریم ﷺ نے وقف تام کی تعلیم کو حضرت جبریلؑ سے سیکھا ہے۔''

امام ابوجعفر النحاس رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"فهذا تعليم التام توقيفاً من رسول الله ﷺ" [القطع:۸۹]

''ان روایات میں وقف تام کی تعلیم ہے جو کہ توقیفی ہے اور نبی کریم ﷺ سے بطور نص ثابت ہے۔''

✳ عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں دو شخص حاضر ہوئے، ان میں سے ایک نے کہا "من يطع الله ورسوله فقد رشد ومن يعصهما" اور اس پر اختیاری طور پر وقف کر دیا اس صورت میں معنی یہ ہونگے ''جس نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی وہ ہدایت پا گیا اور جس نے ان کی نافرمانی کی وہ بھی ہدایت پا گیا'' (العیاذ باللہ) نبی کریم ﷺ نے سنتے ہی فوراً کہا: "قم اذهب بئس الخطيب أنت" ''اٹھ جا یہاں سے تو تو برا خطیب ہے۔''

علامہ اشمونی رحمہ اللہ نے یہ کلمات بھی روایت کئے ہیں:

"قل ومن يعص الله ورسوله فقد غوى" کہ نبی کریم ﷺ نے تعلیماً اس کو کہا کہ تم یوں کہو: یعنی جس نے اللہ اور رسول کی نافرمانی کی وہ گمراہ ہو گیا۔

✳ علامہ جزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دورِ صحابہ سے لیکر ہر دور میں علم وقف وابتداء کو ایک خاص اہمیت اور مقام حاصل رہا ہے، بلکہ یہ بات ہم تک تواتر کے ساتھ پہنچی ہے کہ قراء کرام میں امام ابوجعفر مدنی، اور امام نافع مدنی، امام ابوعمرو بصری، امام عاصم کوفی، امام حمزہ کوفی، امام کسائی کوفی، امام یعقوب حضرمی اور امام خلف العاشر کوفی وغیرہ کا اس فن میں کلام واضح ہے اور ان سے جو نصوص واقع ہوئی ہیں کتابوں میں مشہور اور معروف ہیں۔ نیز ان آئمہ فن نے اپنے تلامذہ سے اس فن پر سختی سے عمل کروایا۔ اور بعد میں آنے والے اساتذہ کرام کے لئے شرط لگا دی کہ وہ اس وقت تک کسی طالب علم کو سند اور اجازت نہ دیں جب تک وہ اس فن میں مہارت حاصل نہ کرے۔ [النشر:۲۲۵/۱]

✳ علامہ ابوالحسن علی بن النوری الصفاقسی رحمہ اللہ صاحب غیث النفع نے اپنی تجوید کی کتاب "تنبيه الغافلين وإرشاد الجاهلين" میں لکھا ہے:

''معرفت الوقوف کا جاننا نہایت ہی اہم ہے، کیونکہ اس کے بغیر کلام اللہ کے مرادی معنی نہ تو واضح ہوتے ہیں اور نہ مکمل۔ یعنی بسا اوقات قاری کلام پورا ہونے سے پہلے ہی وقف کر دیتا ہے جس کی وجہ سے کلام ادھورا رہ جاتا ہے، اور بے ربط ہو کر معنی کے سمجھنے میں دقت پیدا ہو جاتی ہے، اور بعض اوقات تو مطلب ہی فوت ہو جاتا ہے۔ اتنا بڑا معنوی فساد بے موقع وقف کرنے کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے متقدمین اور متاخرین نے علم وقف کے سیکھنے اور سکھلانے پر زور دیا ہے اور اس موضوع پر بکثرت کتابیں لکھی ہیں۔ جو قاری علم وقف سیکھنے کی طرف توجہ نہیں دے گا وہ لاعلمی میں جہاں چاہے گا وقف کر دے گا اور بے موقع وقف یا ابتداء کرنے کی وجہ سے اس کی علمی شخصیت مجروح ہو جائے گی۔ علم وقف کی اہمیت وضرورت پر متعدد دلائل موجود ہیں، جن کو یہاں قلمبند کرنا ممکن نہیں ہے، لہٰذا تفصیلات جاننے کے لئے علم وقف پر لکھی گئی تفصیلی کتب کا مطالعہ فرمائیں۔ (جن میں سے چند کتابوں کا تذکرہ آگے آ رہا ہے)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علم وقف کی تدوین

علامہ جزری کی تحقیق کے مطابق علم وقف وابتدا کے سب سے پہلے مدون شیبہ بن نصاح مقری مدنی کوفی ہیں۔

[غاية النهاية:۱/۳۳۰]

جبکہ علم قراءت میں سب سے پہلی تالیف ابوحاتم السجستانی کی ہے، جو علم وقف وابتداء پر لکھی گئی کتاب سے ۱۲۵سال بعد لکھی گئی۔علم وقف وابتداء کا علم القراءۃ سے تقریباً ۱۲۵سال پہلے مدوّن ہوجانا اس علم کی شرعی اہمیت وضرورت کا زندہ ثبوت ہے۔یوں بھی تراجم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قرونِ اولیٰ میں اس علم کی بہت زیادہ اہمیت تھی اور اونچے درجے کے صاحب علم وفضل کا محبوب ترین موضوع اور اس فن کی خدمت پسندیدہ مشغلہ تھا۔

[معلم الأداء فی الوقف والإبتداء:ص۵۸]

علم الوقف کی چند اہم مباحث

علم وقف میں دو بنیادی باتوں کو جاننا از حد ضروری ہے۔

① کیفیتِ وقف (یعنی وقف کس طرح کرنا ہے)

② محل وقف (یعنی وقف کس جگہ کرنا ہے)

کیفیت وقف کی چار صورتیں

① **کیفیت وقف بلحاظ اداء:** اس کی پھر آگے چار صورتیں ہیں:

◉ وقف بالاسکان ◉ وقف بالاشمام ◉ وقف بالروم ◉ وقف بالابدال

② **کیفیت وقف بلحاظ اصل:** اس کی پھر آگے چار صورتیں ہیں:

◉ وقف بالسکون ◉ وقف بالتشدید ◉ وقف بالاظہار ◉ وقف بالاثبات

③ کیفیت وقف بلحاظ رسم ④ کیفیت وقف بلحاظ وصل

محل وقف کی چار صورتیں

① وقف تام ② وقف کافی ③ وقف حسن ④ وقف قبیح

مذکورہ دو اہم باتوں کے علاوہ بھی علم وقف میں چند اہم مباحث پر گفتگو کی جاتی ہے مثلاً وقف واقع ہونے کی چار صورتیں ہیں:

① وقف اختیاری ② وقف اضطراری ③ وقف اختباری ④ وقف انتظاری

نیز علم وقف میں سکتہ، سکوت، قطع، ابتداء، اعادہ اور وصل وغیرہ جیسے موضوعات کے بارے میں بحث کی جاتی ہے۔

علم الوقف پر لکھی گئی چند اہم کتب

علم الوقف پر صحابہ کرام کے دور سے لے کر ہر دور میں متعدد کتابیں لکھی گئیں جو اس علم وفن کی اہمیت وفضیلت پر دلالت کرتی ہیں۔ان میں سے بعض ضخیم اور مفصل اور بعض متوسط اور بعض مختصر ہیں۔ذیل میں ہم صرف چند کتابوں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے نام رقم کریں گے تاکہ قارئین کو اس امر کا اندازہ ہو کہ اس علم وفن میں بھی لاتعداد کتب لکھی گئی ہیں۔

* **کتاب الوقف والابتداء:** یہ ضرار بن صرد مقری کوفی کی تالیف ہے۔ [الفہرست لابن ندیم:ص۳۸]
* **کتاب الوقف:** یہ شیبہ بن نصاح مدنی کوفی کی تالیف ہے۔علامہ جزری کی تحقیق کے مطابق اس فن میں یہ سب سے پہلی کتاب ہے۔
* کتاب الوقف والابتداء: یہ قراء سبعہ میں سے تیسرے قاری ابوعمرو بصری رحمہ اللہ کی تالیف ہے۔
* الوقف والابتداء: یہ قراء سبعہ میں چھٹے قاری امام حمزہ رحمہ اللہ کی تالیف ہے۔
* وقف التمام: یہ قراء سبعہ میں سے پہلے قاری امام نافع رحمہ اللہ کی تالیف ہے۔
* الوقف والابتداء: یہ قراء سبعہ میں سے ساتویں قاری امام کسائی رحمہ اللہ کی تالیف ہے۔
* وقف التمام: یہ قراء عشرہ میں سے نویں قاری امام یعقوب رحمہ اللہ کی تالیف ہے۔
* الوقف والابتداء: یہ قراء عشرہ میں دسویں امام اور امام حمزہ کے شاگرد امام خلف کی تالیف ہے۔
* الإیضاح فی الوقف والابتداء: یہ محمد بن قاسم بشار الانباری کی تالیف ہے،اس کتاب کی علامہ دانی، علامہ جزری رحمہما اللہ وغیرہ ائمہ فن نے تعریف کی ہے۔
* کتاب الوقف: یہ احمد بن کامل بن خلف بن شجرہ البغدادی رحمہ اللہ کی تالیف ہے۔
* الابانة فی الوقف والابتداء: یہ محمد بن جعفر ابن عبدالکریم رحمہ اللہ کی تالیف ہے۔
* الاهتداء فی الوقف والابتداء: یہ امام الفن عثمان بن سعید الدانی رحمہ اللہ کی تالیف ہے۔
* المکتفی فی الوقف والابتداء: یہ بھی امام دانی رحمہ اللہ کی کتاب ہے۔
* تحفة العرفان فی بیان اوقاف القرآن: یہ احمد بن مصطفیٰ طاش کبری زادہ رحمہ اللہ کی تالیف ہے۔
* معلم الاداء فی الوقف والابتداء: یہ قاری محمد تقی الاسلام رحمہ اللہ کی تالیف ہے۔(اردو)
* الاهتداء فی الوقف والابتداء: یہ قاری محمد ادریس عاصم حفظہ اللہ کی تالیف ہے۔(اردو)

قاری محمد تقی الاسلام نے اپنی کتاب 'معلم الاداء فی الوقف والابتداء' میں ۷۸ جبکہ قاری محمد ادریس عاصم نے اپنی کتاب "الاهتداء فی الوقف والابتداء" میں ۱۰۲ کتابوں کے اسماء قلم بند کیے ہیں تفصیلات کے لئے مذکورہ کتب کی طرف مراجعت فرمائیں۔

⑦ علم التحریرات

تحریرات لفظ 'تحریر' کی جمع ہے اور لغت میں تحریر کے متعدد معانی ہیں جن میں سے چند معانی یہ ہیں:

① تحقیق کرنا ② پختہ کرنا ③ اصلاح کرنا

اِصطلاح میں تحریر کہتے ہیں کہ کسی شے کو پختہ کرنا اور اس میں کمی وزیادتی کے بغیر گہری نظر رکھنا،یعنی قراءات قرآنیہ کو غلطی اور خلل (مثلاً ترکیب وغیرہ) سے محفوظ رکھنا مثلاً شروع آیت میں ایک قاری کے لئے پڑھنا اور آخری آیت میں اس سے عاجز آجانا وغیرہ۔اس کو تلفیق کہتے ہیں۔

امام سخاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''بعض قراءت کو بعض قراءت کے ساتھ خلط ملط کر دینا یقیناً خطا ہے۔''

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام قسطلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: قاری پر واجب ہے کہ وہ طرق میں ترکیب (اختلاط) سے اِجتناب کرے اوران کو جدا جدا پڑھے ورنہ وہ ناجائز عمل میں واقع ہوگا اور غیر منزل من اللہ قراءت کی تلاوت کرے گا۔علامہ اَزمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: قرآن مجید میں روایتاً ترکیب (اختلاط طرق) حرام یا مکروہ تحریمی ہے۔جیسا کہ اہل درایت نے تحقیق کی ہے۔گویا کہ قراءت کی تحقیق ودرستگی اور ہر روایت کو اس کے صحیح طرق سے پڑھنے اور ہر قراءت کو جدا جدا پڑھنے کا نام 'تحریرات' ہے۔

تحریرات کا فائدہ حرام اور معیوب سے کلام اللہ کی حفاظت کرنا ہے۔

مذکورہ کلام سے محسوس ہوتا ہے کہ قراءت میں ترکیب ممنوع اور حرام ہے، جس طرح کسی حدیث کو غیر ناقل (راوی) کی طرف منسوب کرنا ممنوع ہے اس طرح قراءت کو کسی غیر طریق سے پڑھنا ممنوع ہے بلکہ اس کی ممانعت حدیث کی نسبت زیادہ شدید ہے، کیونکہ اس کا تعلق کلام اللہ سے ہے۔

پہلی وجہ ہے کہ علماء کرام نے قراءت میں اس کا خصوصی اہتمام کیا ہے، سب سے پہلے امام جزری رحمہ اللہ نے تحریرات کا اہتمام کیا اور قراءت کے طرق کو درست کرکے جدا جدا کرکے جمع کردیا۔وہ اپنی کتاب النشر میں طرق کو جمع کرنے کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ

''اس وقت دنیا میں صحیح ترین اوراعلیٰ ترین طرق یہی ہے۔ان طرق میں، میں نے انہی رواۃ کو ذکر کیا ہے جن کی عدالت ہمارے ہاں یا ہمارے سلف کے ہاں ثابت شدہ ہے اور راوی کی ملاقات یا معاصرت اپنے شیخ سے متحقق ہے، اورایسا اہتمام پہلے کہیں نہیں ملتا۔''

تحریرات کے فوائد

① تحریرات کا ایک فائدہ یہ ہے کہ آدمی قراءات میں ترکیب وتلقین سے بچ جاتا ہے، جسے علماء کرام نے متخصص قراء کرام پر حرام قرار دیا ہے۔

② تحریرات درحقیقت اُمہات الکتب 'شاطبیة ، الدرہ اور طیبة' کی تشریح ووضاحت ہیں۔

③ سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ تحریرات سے کلام اللہ کی حفاظت ہوتی ہے تاکہ کوئی حرام یا معیوب امر کلام الٰہی میں داخل نہ ہوسکے۔

تحریرات کا آغاز

تحریرات کا آغاز پانچویں صدی ہجری میں، امام دانی رحمہ اللہ، ابن شریح رحمہ اللہ، مکی القیسی رحمہ اللہ الاہوازی رحمہ اللہ، ابوالقاسم الہذلی رحمہ اللہ کے زمانے میں ہوا۔جب قراءات کو جمع کرکے اکٹھا پڑھنے کا رواج عام ہوا۔اس سے پہلے سلف ہر قاری بلکہ ہر راوی کے لئے جدا جدا قرآن مجید ختم کرتے تھے اوراس کام پر طویل عرصہ لگ جاتا تھا۔اورقریب تھا کہ طلباء علم قراءت سیکھنا بالکل ہی ترک دیتے، چنانچہ اس مشقت کو دور کرنے کے لئے ''جمع قراءت'' کا طریقہ اختیار کیا گیا جس کو طلبا نے آسان سمجھا اور جوق در جوق علم قراءات سیکھنا شروع کردیا۔جب 'جمع قراءات' کا طریقہ عام ہوگیا تو کثرت وجوہ اورتعدد طرق کا مسئلہ پیدا ہوگیا۔جن کو منظم کرنے کی ضرورت تھی تاکہ وجوہ اورطرق آپس میں باہم خلط ملط نہ ہوں، کیونکہ 'جمع قراءت' میں عدم ترکیب بنیادی شرط ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چنانچہ محقق علماء کرام نے طرق کو نکھارنے اور وجوہ کی وضاحت کے لئے 'علم التحریرات' کو مدون کیا اور اس پر متعدد منظوم ومنثور کتب لکھیں۔اور ان آیات قرآنیہ کو شمار کیا جن میں تحریرات کی ضرورت تھی اور ان میں جائز وناجائز وجوہ کی وضاحت فرمادی۔[خلاصہ از تاملات حول تحریرات العلماء للقراء ت المتواترۃ]

تحریرات کی فنی حیثیت اور اختیارات قراء سے ان کا فرق

جملہ قراءات عشرہ درحقیقت آئمہ قراءت کے وہ اختیارات ہیں جو انہوں نے اپنے مشائخ واساتذہ کی قراءات سے منتخب کیے ہیں، کیونکہ 'علم القراءات' کی تدوین سے پہلے سلف اپنے ذوق کے مطابق چند اُمور کو اختیار کر لیتے تھے اور اس کی پابندی کرتے ہوئے تلاوت فرماتے اور انہی اختیارات کو پڑھتے اور پڑھاتے تھے۔تمام محدثین ومفسرین اور فقہاء ومجتہدین ان کی اختیار کردہ قراءات کو بلا عذر قبول کرتے تھے۔کوئی اہل علم بھی ان کے اختیار کردہ کسی ایک حرف کا بھی انکار نہیں کرتا تھا۔[شرح سبعہ قراءت:۱/۷۶]

اختیار قراءات کا یہ سلسلہ بے حد وسیع تھا اور صدیوں جاری رہا اور بے شمار صاحب آئمہ اختیار پیدا ہوئے۔امام ابومحمد مکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''کتابوں میں ان ستر(۷۰)صاحب اختیار آئمہ کی قراءات مذکور ہیں جو قراء سبعہ سے مقدم تھے۔اس سے اندازہ لگائیں کہ ان کے ہم مرتبہ اور ان سے کم مرتبہ کتنے ہی ائمہ ہونگے۔امام ابوجعفر ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے اپنی کتابوں میں قراء سبعہ سے مقدم وہ پندرہ(۱۵)قراء تیں نقل کی ہیں۔جو عہد صحابہ میں پڑھی پڑھائی جاتی تھیں اور جن کی وہ اپنی نمازوں میں تلاوت کیا کرتے تھے۔ان صاحب اختیار ائمہ کے تلامذہ اور رواۃ بہت بڑی تعداد میں تھے بلکہ ان میں سے ہر ایک کی جانشین ایک پوری قوم تھی جن کو احاطہ شمار میں لانا ناممکن ہے،لیکن ان تمام آئمہ کرام میں سے بعض حضرات کو اللہ تعالیٰ نے مقبولیت کے شرف سے نوازا اور آج تک ان کی قراءات دنیا میں پڑھی اور پڑھائی جارہی ہیں،مقبولیت عامہ کا شرف حاصل کرنے والی قراءات کی تعداد دس ہے۔جنہیں قراءات عشرہ کہا جاتا ہے۔''

[شرح سبعہ قراء ت:۱/۷۶]

مذکورہ کلام سے محسوس ہوتا ہے کہ سلف میں اپنے اساتذہ سے پڑھی ہوئی وجوہ کا التزام نہیں تھا بلکہ وہ اپنے ذوق کے مطابق تمام اساتذہ کی قراءت میں سے ایک نئی قراءت اختیار کر لیتے تھے اور پھر اسی کے مطابق پڑھتے پڑھاتے رہتے تھے۔اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اگر آج بھی کوئی ماہر قاری ایک نیا اختیار بنانا چاہے تو شرعاً اس کے لئے ایسا کرنا جائز ہے۔اور ایسا کرنے والے کے لئے تحریرات کوئی معنی نہیں رکھتیں،کیونکہ وہ اپنے اختیار میں آزاد ہے کہ اپنے ذوق کے مطابق جس وجہ کو چاہے اختیار کرے اور جس وجہ کو چاہے ترک کر دے،لیکن اگر کوئی شخص اپنے لیے نیا اختیار بنانے کی بجائے مذکورہ قراءات عشرہ کے مطابق ہی پڑھنا چاہتا ہے تو اہل فن کے نزدیک اس پر تحریرات کا التزام کرنا ضروری ہے۔کیونکہ علم التحریرات انہی قراءات کی وجوہ اور طرق کو نکھارنے اور جدا جدا کرنے کا کام کرتا ہے۔لہذا فن کے حسن وجمال اور علمی شخصیت کا تقاضہ ہے کہ آدمی اہل فن کے مقرر کردہ قواعد کے مطابق پڑھے۔اگر کوئی شخص قراءات عشرہ میں تحریرات کا التزام نہیں کرتا تو اس سے اس کی علمی شخصیت مجروح ہوگی اور وہ جہالت کا مرتکب ہوگا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علم التحریرات پر لکھی گئی چند اہم کتب

- اتحاف البرية از الشیخ حسن خلف الحسینی
- بلوغ الأمنية شرح اتحاف البرية از الشیخ علی محمد الضباع رحمہ اللہ
- تاملات حول تحریرات العلماء للقراء ت المتواترة از عبدالرزاق بن علی بن ابراہیم موسیٰ رحمہ اللہ
- كتاب حل المشكلات وتوضيح التحريرات فی القراء ت از محمد عبدالرحمٰن الخلیجی رحمہ اللہ
- كنزالمعانی فی تحریر حزر الامانی از علامہ سلیمان الجمزوری الأفندی رحمہ اللہ
- الفتح الرحمانی شرح كنز المعانی از علامہ سلیمان الجمزوری الأفندی رحمہ اللہ
- هبة المنان فی تحریر أوجه القرآن از علامہ محمد بن محمد الطباخ رحمہ اللہ
- الروض النضير فی أوجه الكتاب المنير شرح فتح الكريم از علامہ المتولی رحمہ اللہ
- تحریر طيبة النشر فی القراء ت العشر از علامہ السید ہاشم رحمہ اللہ
- تحریر النشر از الشیخ مصطفیٰ بن عبدالرحمٰن الأزمیری رحمہ اللہ
- شرح تنقيح فتح الكريم فی تحریر أوجه القرآن الكريم
- عزو الطريق از علامہ محمد بن احمد المتولی رحمہ اللہ
- المسائل التبريزية از حافظ محمد بن الجزری فی الرد علی أربعين مسألة فی الغاز القراء ات

⑧ علم توجیہ القراءات

اس سے مراد وہ علم ہے جس میں دلائل کے ساتھ لغت، اعراب اور معنی وغیرہ کے اعتبار سے وجوہ قراءات کو بیان کیا جاتا ہے۔اس علم پر مشتمل کتابوں کو کتب التوجیہ ، کتب الاحتجاج یا علل القر اء ات کا نام دیا جاتا ہے۔

علم توجیہ القراءات کا آغاز

اس علم کا آغاز علم عربی اور اس کی تدوین کے وقت سے ہی ہو گیا تھا۔علم لغت میں اہل عرب قرآن مجید اور اس کی قراءات پر ہی اعتماد کرتے تھے۔یہ ان کا مصدر خاص تھا۔یہی وجہ ہے کہ سب سے پہلے اہل عرب نے ہی دوسری صدی ہجری میں علم توجیہ القراء ات کو ایجاد کیا۔اور انہوں نے کتب الاعراب یا معانی القرآن یا غرائب القرآن کے نام سے کتابیں لکھیں۔

اس علم پر سب سے پہلے امام ابوعمرو بن العلاء المازنی بصری النحوی المقری، امام العربیۃ المشہور سیبویہ، امام علی بن حمزہ الکسائی المقری النحوی، ابوزکریا یحییٰ بن زیاد القراء، ابوعبید القاسم بن سلام اور مبرد و زجاج وغیرہ نے کلام کی۔اس کی مثالیں دیکھنے کے لئے امام الازہری کی کتاب(القراء ات وعلل النحويين فيها)،امام فراء کی کتاب (معانی القرآن) امام زجاج کی کتاب(معانی القرآن) میں دیکھیں۔دوسری صدی ہجری تک معاملہ ایسے ہی چلتا رہا۔یہاں تک کہ امام مجاہد پیدا ہوئے اور قراءات سبعہ اور دیگر قراءات میں مستقل تصنیفات معرض وجود میں آئیں۔اس دوسرے مرحلے میں علم توجیہ القراءات پر بھی مستقل کتابیں لکھی گئیں۔اس علم میں مستقل کتاب لکھنے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والے سب سے پہلے مصنف کے بارے میں مختلف آراء پائی جاتی ہیں اور بالجزم کسی ایک کی تحدید کرنا ایک مشکل کام ہے، کیونکہ متعدد کتب مفقود ہو چکی ہیں بعض اہل علم کے نزدیک امام کسائی نے سب سے پہلے اس علم پر مستقل کتاب لکھی۔ جب کہ بعض نے عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کا نام لیا ہے۔

علم توجیہ القراءات کے مصادر

علم توجیہ القراءات کے مصادر کی کئی اقسام ہیں

① وہ کتب جو مستقل اس علم پر لکھی گئی تھیں۔ ان کی تعداد بہت زیادہ ہے جنہیں احاطہ شمار میں نہیں لا یا جاسکتا ان میں چند کتب درج ذیل ہیں:

- القراء ات وعلل النحويين فيها لابی منصور محمد بن احمد الأزہری رحمہ اللہ
- إعراب القراء ات السبع وعللها لابن خالویۃ رحمہ اللہ
- الحجة للقراء السبعة أئمة الامصار بالحجاز والعراق والشام الذين ذكرهم ابن مجاهد، لابی علی حسن بن عبد الغفار الفارس
- حجة القراء ات لابی زرعۃ عبدالرحمٰن بن محمد بن زنجلة رحمہ اللہ
- الكشف عن وجوه القراء ات السبع وعللها وحججها لمکی بن ابی طالب القیسی رحمہ اللہ
- الموضع شرح الهداية فی القراء ات السبع لابی العباس المہدوی احمد بن عمار رحمہ اللہ
- الموضح فی وجو ہ القراء ات وعللها لنصربن علی الفارسی المشهور بابن ابی مریم رحمہ اللہ

② **کتب تفسیر:**

بعض مفسرین نے اپنی تفاسیر میں قراء ات کی توجیہات بیان کرنے کا اہتمام کیا ہے۔اس سلسلے میں امام طبری رحمہ اللہ نے (جامع البیان) میں سب سے پہلے اس پر کلام کیا۔اسکے بعد دیگر مفسرین نے بھی اس میں حصہ لیا۔ اس سلسلے میں امام ابوجعفر النحاس نے (معانی القرآن) میں، امام زمخشری نے (الکشاف) میں ،ابن عطیہ نے (المحرر الوجیز) میں اورامام ابوحیان نے (البحر المحیط) میں قراءات کی توجیہات کا اہتمام کیا ہے۔

③ **وہ کتب جو قراءات شاذہ پر لکھی گئی ہیں، مثلاً**

- المحتسب فی تبیین شواذ القراء ات والإفصاح عنها لابی الفتح ابن جنی
- اعراب القراء ات الشواذ لابی البقاء العکبری

④ **کتب اللغة**

لغت کی کتابوں میں بھی قراءات کی توجیہات مل جاتی ہیں، مثلاً کتب الاعراب جیسے اعراب ثلاثین سورۃ لابن خالویۃ، اعراب القرآن للنحاس اور مشکل الاعراب القرآن لمکی قابل ذکر ہیں۔

کتب المعانی جیسے معانی القرآن للفراء وللزجاج وللأخفش

(علم توجیہ القراءات کے بارے میں مذکورہ معلومات: الدکتور خالد بن سعد المطرفی جامعة قصیم قسم القرآن وعلومه سعودی عرب کے مضمون توجیه القراء ات ، نشأته ومصادره سے لی گئی ہیں۔)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حافظ محمد مصطفیٰ راسخ☆

رسمِ عثمانی کی شرعی حیثیت اور تبدیلی سے متعلق فتاوی جات

زیرِ نظر مضمون مجلس التحقیق الاسلامی، لاہور کے رفیق کار قاری محمد مصطفیٰ راسخ ﷾ کی وہ کاوش ہے، جو قبل ازیں ماہنامہ رشد کے جنوری وفروری ۲۰۰۸ء کے مشترکہ شمارہ میں شائع ہوچکی ہے، لیکن موضوع کے بعض پہلوؤں کی تشنگی کے اعتبار سے موصوف نے مضمون کو دوبارہ ترتیب دیا ہے اور گرانقدر اضافہ جات بھی فرمادیے ہیں۔ ہم شیخ القراء قاری محمد ابراہیم میر محمدی ﷾ کے انتہائی شکر گذار ہیں کہ انہوں نے اس سلسلہ میں رہنمائی دینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی اور عصر حاضر کی عالمی لجنات کے فتاویٰ پر مشتمل ایک کتاب تحریم کتابة القرآن الکریم بحروف غیر عربیة أعجمیة أو لاتینیة از الشیخ صالح علی العود بھی ترجمہ کے لیے فراہم کی، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ماضی کی طرح معاصر اہل علم بھی رسم عثمانی کی تبدیلی کو بالاتفاق ناجائز سمجھتے ہیں۔

اسی موضوع پر چند سال قبل پنجاب یونیورسٹی سے حافظ سمیع اللہ فراز ﷾ کے قلم سے ایم فل کا ایک مقالہ بھی طبع کیا جاچکا ہے۔ تحقیقِ مزید کے خواہشمند حضرات اس مقالہ کی طرف رجوع فرما سکتے ہیں۔ [ادارہ]

قرآن مجید اللہ کی طرف سے نازل کردہ آسمانی کتاب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس عظیم الشان کتاب کو آخر الزمان پیغمبر جناب محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل کیا اور ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ [الحجر:۹] فرما کر اس کی حفاظت کا فریضہ اپنے ذمہ لے لیا۔ قرآن مجید کا یہی امتیاز ہے کہ دیگر کتب سماوی کے مقابلے میں صدیاں بیت جانے کے باوجود محفوظ و مامون ہے اور اس کے چشمہ فیض سے اُمت سیراب ہورہی ہے۔ قرآن مجید کا یہی امتیاز اور اعجاز دشمنانِ اسلام کی آنکھوں میں کانٹے کی طرح کھٹک رہا ہے اور ان کی ہمیشہ سے یہ کوشش رہی ہے کہ اس کتاب لاریب کی جمع وکتابت میں شکوک وشبہات پیدا کردیئے جائیں، جن کی بنیاد پر یہ دعویٰ کیا جاسکے کہ معاذ اللہ گذشتہ کتابوں کی مانند قرآن مجید بھی تحریف وتصحیف سے محفوظ نہیں رہا، لیکن چونکہ حفاظت قرآن کا فریضہ خود اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لے لیا ہے، چنانچہ تاریخ اسلام کے ہر دور میں مشیت الٰہی سے حفاظت قرآن کے لیے ایسے اقدامات اور ذرائع استعمال کئے گئے جو اپنے زمانے کے بہترین اور موثر ترین تھے۔ حفاظت قرآن کے دو بنیادی ذرائع حفظ اور کتابت ہیں، جو عہد نبوی سے لے کر آج تک مسلسل جاری وساری ہیں۔

عہد نبوی میں حفاظتِ قرآن کا بنیادی ذریعہ حفظ وضبط تھا۔ متعدد صحابہ کرام قرآن مجید کے حافظ اور قاری تھے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ کتابت وحی کا سلسلہ بھی جاری رہا، جیسے ہی کوئی آیت مبارکہ نازل ہوتی نبی کریم ﷺ کاتبین وحی کو بلوا کر لکھوا دیا کرتے تھے اور بتلاتے تھے کہ فلاں فلاں آیت کو فلاں فلاں سورت میں لکھو۔ عہد نبوی میں قرآن

☆ فاضل کلیة القرآن الکریم، جامعہ لاہور الاسلامیہ ورکن مجلس التحقیق الاسلامی، لاہور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مجید مکمل لکھا ہوا موجود تھا مگر ایک جگہ جمع نہیں تھا، بلکہ مختلف اشیاء میں متفرق طور پر موجود تھا۔ عہد صدیقی میں واقعہ یمامہ کے بعد قرآن مجید کو صحف کی صورت میں ایک جگہ جمع کر دیا گیا اور عہد عثمانی میں واقعہ آرمینیہ و آذربائیجان کے بعد سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں ایک جگہ جمع کئے گئے قرآن مجید کے متعدد نسخے تیار کر کے مختلف اَمصار میں روانہ کر دیئے گئے۔ عہد عثمانی میں کتابت قرآن کا ایسا رسم اختیار کیا گیا، جو تمام قراءت متواترہ کا احتمال رکھتا تھا اور جو درحقیقت عہد نبوی اور عہد صدیقی میں لکھے گئے صحف کے رسم سے ماخوذ تھا۔

رسمِ عثمانی

رسم عثمانی سے مراد وہ رسم الخط ہے، جو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے حکم پر سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور ان کے دیگر ساتھیوں نے کتابتِ مصاحف میں اختیار کیا۔ قابل ذکر اَمر یہ ہے کہ رسم عثمانی کا ایک بڑا حصہ رسم قیاسی کے موافق ہے، لیکن چند کلمات رسم قیاسی کے خلاف لکھے گئے ہیں۔ اس لیے اَہل علم میں ایک نئی بحث نے جنم لیا کہ کیا رسم عثمانی توقیفی ہے؟ بایں طور پر کہ مصاحف عثمانیہ میں موجود رسم قیاسی کے مخالف کلمات کو توقیفی سمجھ کر ویسے ہی لکھ دیا جائے، یا یہ رسم غیر توقیفی (اجتہادی) ہے، جس میں تبدیلی کر کے رسم قیاسی کے موافق لکھا جا سکتا ہے؟ بالفاظ دیگر کتابتِ قرآن میں اس رسم عثمانی کا التزام کرنا ضروری ہے یا کہ نہیں؟

زیر نظر تحریر میں مذکورہ بالا مسئلہ کو ہر طبقہ کا موقف بمع دلائل، ان کا باہمی موازنہ کر کے راجح موقف بتا دیا گیا ہے۔ اسی طرح اس موضوع کے متعلق ایک اہم بحث کہ کیا صحابہ کرام کتابت و املاء کے ماہر تھے یا نہیں؟ میں دلائل کی روشنی میں کوئی رائے قائم کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

رسمِ عثمانی کی توقیفیت

حقیقت یہ ہے کہ رسمِ عثمانی کے امتیاز کی بنیادی وجہ اس کے وہ اختلافات ہیں، جو رسمِ قیاسی و املائی کے مقابلہ میں منقول ہیں۔ بالفاظ دیگر انہی اختلافات نے رسم قرآنی اور رسم قیاسی کے راستے جدا جدا کر دیئے ہیں، چنانچہ جب دونوں طریقہ ہائے کتابت میں فرق اور اختلاف ظاہر ہوا تو ان کی تحقیق و تفتیش ایک لازمی امر تھا۔ نتیجتاً یہ بحث پیدا ہوئی کہ کیا رسمِ عثمانی منجانب اللہ ہے اور کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی صراحت فرمائی ہے؟ اسی بحث کا دوسرا زاویہ نگاہ یہ ہے کہ اہل عرب چونکہ اپنے رسم الخط کے لحاظ سے ارتقائی دور میں تھے اور صحابہ کرام نے اس وقت کے رائج رسم کے ساتھ ہی قرآن کی کتابت کی۔ دریں اثناء علماء نے کسی ایک رسم کی اَفضلیت و فوقیت کی وجوہ تلاش کرنا شروع کیں، جس سے رسمِ عثمانی کے توقیفی ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں ایک مستقل بحث معرض وجود میں آئی۔ دونوں مکتبہ ہائے فکر کے دلائل درج ذیل ہیں:

قائلین عدم توقیف

◉ یہ موقف بعض اہل علم کا ہے۔ اس نظریہ اور موقف کی بنیاد علامہ ابن خلدون رحمہ اللہ کا وہ اقتباس ہے، جو انہوں نے مقدمہ میں ذکر کیا ہے:

"ولا تلتفتنَّ فی ذلك إلى ما يزعمه بعض المغفلين من أنهم كانوا محكمين بصناعة الخط

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ما أن ما يتخيل من مخالفة خطوطهم لاصول الرسم ليس كما يتخيل بل لكلها وجه »
[مقدمه ابن خلدون:۱/۷۴۷]

''بعض غافل لوگوں کی طرح اس بات کی طرف توجہ نہیں دینی چاہئے کہ صحابہ کرام فن کتابت پر عبور رکھتے تھے، اس طرح یہ بات بھی ناقابل التفات ہے کہ ان کے کتابی اختلافات کا تعلق اُصول رسم سے ہے، جیسا کہ خیال کیا جاتا ہے بلکہ ہر ایک اختلاف کے پیچھے کوئی وجہ موجود ہے۔'' [رسم عثمانی اور اس کی شرعی حیثیت از حافظ سمیع اللہ فراز، ص۲۹۲]

◉ قاضی ابوبکر الباقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے کتابت میں سے کوئی چیز اُمت پر فرض نہیں فرمائی، اسی لئے قرآن کو لکھنے والے اور اس کے خطاطین نے کسی معین رسم کو اختیار نہیں کیا، کیونکہ کسی رسم کا وجوب سماعی و توقیفی نہیں اور نہ ہی کتاب اللہ کی کسی نص سے ثابت ہے۔ اس کے علاوہ کسی نص سے بھی یہ مفہوم نہیں نکلتا کہ قرآنی رسم اور اس کی پابندی کسی مخصوص جہت پر لازمی ہے۔''
[مناهل العرفان:۱/۳۷۲]

◉ نبی کریم ﷺ کا یہ اعجاز ہے کہ آپ ﷺ اُمی تھے اور لکھ پڑھ نہیں سکتے تھے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:
﴿وَمَا كُنْتَ تَتْلُوا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتَابٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ﴾ [العنکبوت:۴۸]
''اور اے پیغمبر ﷺ! قرآن اترنے سے پہلے نہ تو تو کوئی کتاب پڑھ سکتا تھا اور نہ اپنے ہاتھ سے اس کو لکھ سکتا تھا۔ (کیونکہ تو اُمی تھا) اگر پڑھا لکھا ہوتا تو یہ جھٹلانے والے ضرور شبہ کرتے۔''

لہٰذا یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے کہ آپ ﷺ نے سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو کتابت و املاء کے قواعد کے مطابق لکھوایا ہو۔ کیا نبی کریم ﷺ کاتبین وحی کو فرماتے تھے کہ لفظ إبراهيم کو سورہ بقرہ میں بغیر یا کے، جبکہ سورہ بقرہ کے علاوہ دیگر مقامات پر یاء کے ساتھ لکھو۔

اگر نبی کریم ﷺ کا کتابت کروانا مذکورہ صفت و کیفیت پر تھا، تب رسم عثمانی بلا شک وشبہ توقیفی ہے، لیکن ایسی کوئی روایت منقول نہیں ہے، جس میں مذکورہ کیفیت منقول ہو۔ اگر ایسی کیفیت ہوتی تو ضرور تواتر کے ساتھ ہم تک پہنچتی۔

◉ جب زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا اپنے ساتھیوں کے ساتھ کلمہ 'التابوت' کی تاء کی کتابت میں اختلاف ہوا تو امیر المومنین سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے لغت قریش کے مطابق تاء مطولہ کے ساتھ لکھنے کا حکم دیا۔ اگر قرآن مجید کا رسم توقیفی ہوتا تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو کہنا چاہئے تھا کہ جس کیفیت پر آپ رضی اللہ عنہ (زید) کو نبی کریم ﷺ نے لکھوایا ہے، اسی کیفیت پر لکھ دو، یا سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ خود فرماتے کہ مجھے نبی کریم ﷺ نے فلاں کیفیت پر لکھوایا ہے۔

◉ اگر رسم توقیفی ہوتا تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی جانب سے مختلف شہروں کی طرف بھیجے گئے تمام مصاحف میں ایک ہی کیفیت پر ہوتا اور ان میں مکتوب بعض کلمات کی کتابت میں ایک دوسرے سے اختلاف نہ ہوتا۔

◉ امام مالک رحمہ اللہ بچوں کی تعلیم کے لیے رسم عثمانی کے خلاف رسم قیاسی کے مطابق لکھنے کو جائز قرار دیتے ہیں۔ اگر رسم توقیفی ہوتا تو وہ اس کی لازماً صراحت فرماتے اور بچوں کے لئے غیر رسم عثمانی پر لکھنے کی اجازت نہ دیتے۔

◉ اگر رسم توقیفی ہوتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کا نام 'رسم توقیفی یا رسم نبوی' رکھتے، 'رسم عثمانی' نہ رکھتے۔

رسم عثمانی کا نظریہ توقیف

جمہور اہل علم کے نزدیک رسم عثمانی توقیفی ہے، یعنی اس کے کلمات کی ہیئت و کیفیت رسول اللہ ﷺ سے توقیفاً

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ثابت ہے۔ جمہور علماء سلف کے اقوال کے علاوہ رسول اللہ ﷺ سے رسم عثمانی کے ثبوت اور فقہی اُصولوں کی روشنی میں رسم عثمانی کے توقیفی ہونے پر دلائل پیش خدمت ہیں:

◉ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ [الحجر:۹]

''بے شک قرآن کو ہم ہی نے اتارا ہے اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں۔''

اللہ تعالیٰ کی مذکورہ نگہبانی وحفاظت قرآن کریم کے حروف، معانی اور رسم سمیت تمام اُمور پر مشتمل ہے۔ اگر رسم عثمانی توقیفی نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ کا یہ دعویٰ ﴿وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ غلط قرار پاتا، جو کہ محال ہے یعنی اگر رسم عثمانی غیر توقیفی ہوتا، جس کو صحابہ کرام نے اپنی وسعت علمی سے لکھا تھا تو لازم آتا کہ لفظ 'رحمت، نعمت' ہاء کے ساتھ اور لفظ 'وسوف یؤت' یاء کے ساتھ اور لفظ 'یدع' وغیرہ واؤ کے ساتھ نازل کئے گئے تھے، جن کو صحابہ کرام نے خط سے عدم واقفیت کی بناء پر جہالت میں 'تاء، حذف یاء اور حذف واؤ' کے ساتھ لکھ دیا ہے اور چودہ سو سال گزر جانے کے باوجود امت اس غلطی کی پیروی کرتی چلی آرہی ہے اور حروف کی کمی وزیادتی جیسے گناہ کا ارتکاب کرتی رہی ہے، حالانکہ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

« إِنَّ أُمَّتِي لَا تَجْتَمِعُ عَلَى الضَّلَالَةِ » [سنن ابن ماجہ]

''میری اُمت کبھی گمراہی پر اکٹھی نہیں ہوسکتی۔''

جب اللہ تعالیٰ کے اس دعوے ﴿ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ﴾ کا ابطال ناممکن ہے تو عدم توقیفی والا نظریہ بھی باطل ٹھہرا، اس سے عدم توفیقی کی ضد توفیقی یعنی 'توقیفِ نبوی' کا ثبوت ملا، لہٰذا رسم عثمانی توقیفی ہے اور یہی مطلوب ومقصود الٰہی ہے۔ [تنویر البصر للضبّاع:ص۱۱۰]

◉ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيلٌ مِّنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ﴾

''(اور بے شک قرآن عزت والی، بے نظیر اور نادر کتاب ہے) جھوٹ کا تو اس میں دخل ہی نہیں ہے، نہ آگے سے نہ پیچھے سے۔ حکمت والے، تعریف کے لائق اللہ کی طرف سے اتاری ہوئی ہے۔'' [حم السجدۃ:۴۲]

قرآن مجید ایک ایسی محفوظ کتاب ہے، جس میں جھوٹ کا یکسر دخل نہیں ہے۔ اب یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنی عقل ودانش سے قرآن مجید کا رسم لکھ دیا ہو اور وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے خلاف ہو اور زمانہ نزول وحی میں اس پر تنبیہ بھی نہ آئی ہو، لہٰذا اس آیت مبارکہ کا تقاضا ہے کہ رسم عثمانی کو توقیفی تسلیم کیا جائے۔ اگرچہ اس میں بعض مقامات پر عظیم مقاصد کے تحت، جن سے روگردانی محال ہے، معروف قواعد کتابت 'رسم قیاسی' کے خلاف لکھا گیا ہے۔ [تنویر البصر للضباع رحمہ اللہ:۱۱۷]

◉ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَّجِيدٌ فِي لَوْحٍ مَّحْفُوظٍ﴾ [البروج:۲۱،۲۲]

''یہ قرآن (کچھ معمولی کلام نہیں ہے)، بلکہ بڑی بزرگی والا ہے، لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے۔''

امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"إن هذا القرآن المجيد عند الله في لوح محفوظ ينزل منه ما يشاء على من يشاء من خلقه"

''بے شک یہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کے ہاں لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے جو چاہتا ہے، اپنی مخلوق میں سے جس پر چاہتا ہے نازل کردیتا ہے۔'' [تاریخ القرآن لمحمد طاهر بن عبدالقادر:۱۸]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مذکورہ آیت قرآنی سے معلوم ہوتا ہے کہ جو قرآن مجید لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے بعینہٖ یہی قرآن ہے۔ اب یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے کہ اس قرآن کا رسم، لوح محفوظ میں مکتوب قرآن مجید کے رسم سے مختلف ہو۔ اس آیت مبارکہ کا تقاضا ہے کہ رسم قرآن کو توقیفی تسلیم کیا جائے ورنہ اس کا غیر محفوظ ہونا لازم آئے گا، جو کہ محال اور باطل ہے۔

◉ کاتب وحی سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ

'' كنت أكتب الوحى عند رسول الله ﷺ وهو يملى علىَّ فإذا فرغْتُ قال : « اقرأه » فأقرؤُهُ فإنْ كان فيه سَقْطٌ أقامه '' [مجمع الزوائد:۸/۲۵۷]

''میں رسول اللہ ﷺ کے پاس وحی لکھا کرتا تھا اور آپ ﷺ مجھے اِملاء کرواتے تھے، جب میں فارغ ہوجاتا تو آپ ﷺ فرماتے: اس کو پڑھ! میں پڑھتا۔ اگر اس میں کوئی غلطی ہوتی تو آپ ﷺ اسے درست کروا دیتے۔''

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کتابت وحی کی بذات خود نگرانی کیا کرتے تھے اور اس میں رہ جانے والی غلطیوں کو درست کروا دیتے تھے۔ گویا کہ آپ نے مکمل قرآن اپنی نگرانی میں لکھوایا، جو رسم قرآن کے توقیفی ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

◉ اگرچہ نبی کریم ﷺ اُمی تھے، لیکن اُمی ہونے کے باوجود آپ ﷺ قراءت بھی کرتے تھے اور اِملاء (کتابت) بھی کرواتے تھے، جیسا کہ مذکورہ بالا حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ اب اگر کوئی شخص آپ ﷺ کے اُمی ہونے کے باوجود املاء کروانے کے غیر معقول ہونے کا اعتراض کرتا ہے تو یہی اعتراض آپ ﷺ کی قراءت اور تلاوت پر بھی ہوسکتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دونوں (قراءت، کتابت) کو ایک ہی جگہ ﴿وَمَا كُنْتَ تَتْلُوا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتَابٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ﴾ [العنکبوت:۴۸] بیان کیا ہے اور اس امر کا غیر عقلی ہونا ہی معجزہ ہے، کیونکہ معجزہ ماورائے عقل شے کا نام ہے۔

مزید برآں اس آیت مبارکہ میں ﴿مِنْ قَبْلِهٖ﴾ کی ضمیر ﴿مِنْ كِتَابٍ﴾ کی جانب لوٹ رہی ہے کہ آپ ﷺ اس کتاب کے نزول سے پہلے پہلے اُمی تھے۔ اس میں بھی آپ ﷺ کا معجزہ کار فرما ہے کہ پہلے آپ ﷺ اُمی تھے، پھر ایسے علوم وفنون لائے جن کا ایک اُمی سے صادر ہونا محال ہے۔ [تنوير البصر للضباع رحمہ اللہ] قرآنی آیت ﴿اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ﴾ ''اگر پڑھا لکھا ہوتا تو یہ جھوٹے ضرور شک کرتے'' میں بھی یہی واضح کیا گیا ہے کہ اگر آپ ﷺ اُمی نہ ہوتے تو کفار یہ اعتراض کرتے کہ یہ کلام اپنے پاس سے گھڑ لایا ہے، لیکن ایک ایسا آدمی جو اُمی ہو اور پھر ایسے علوم وفنون لے کر آئے جو ایک اُمی سے ناممکن اور محال ہوں تو یہ امر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ خالصتاً عطیہ خداوندی (وحی الٰہی) ہے، جس میں آپ ﷺ کا ذاتی کوئی دخل نہیں۔

اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اُمی ہونے کے باوجود جس طرح 'قراءت' آپ ﷺ کے لئے وحی الٰہی تھی ویسے ہی 'اِملاء' (کتابت) کروانا بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ وحی کی روشنی میں ہوتا تھا۔

◉ علامہ علی محمد الضباع رحمہ اللہ اپنی کتاب تنوير البصر میں رقم طراز ہیں کہ

''بعض ایسے آثار منقول ہیں، جن سے محسوس ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ حروف کو پہچانتے تھے اور علماء کی ایک جماعت کا بھی یہی رجحان ہے، جن میں سے ابومحمد شلیبانی رحمہ اللہ، ابوذر الہروی رحمہ اللہ اور ابوالولید الباجی رحمہ اللہ قابل ذکر ہیں۔ انہوں نے درج ذیل دلائل سے استدلال کیا ہے:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ وغیرہ سے مروی ہے: "مامات رسول الله حتى كَتَبَ وَقَرَأَ"
''نبی کریم ﷺ نے وفات سے پہلے لکھا اور پڑھا۔''
- امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نبی کریم ﷺ کا یہ قول نقل کیا ہے:
«رأيت ليلة أسرى بي مكتوبا على باب الجنة الصدقة بعشر أمثالها..... »
''میں نے معراج کی رات جنت کے دروازے پر لکھا ہوا دیکھا کہ صدقہ کا ثواب دس گنا ملتا ہے۔''
- ابن اسحاق کی روایت میں قصہ حدیبیہ والی حدیث میں مذکور ہے: "فأخذ رسول الله ﷺ الكتابَ فكَتَبَ: هذا ما قاضى عليه محمد بن عبد الله" ''نبی کریم ﷺ نے ورق لیا اور اس پر لکھا کہ یہ وہ معاہدہ ہے جس پر محمد بن عبداللہ نے صلح کی ہے۔ دوسری روایت میں ہے: "وليس يَحْسُنُ أن يكْتُبَ فَكَتَبَ" ''آپ کی کتابت اچھی نہیں تھی، پس آپ نے لکھا۔'' تیسری روایت میں ہے: " فَكَتَبَ بيده " ''آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے لکھا۔'' اس حدیث کو امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں امام طبری رحمہ اللہ اور امام خازن رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں اور یمنی رحمہ اللہ نے اپنی شرح میں نقل کیا ہے۔
- ابوبکر النقاش رحمہ اللہ نے ابوکبشہ السلولی رحمہ اللہ کی روایت میں نقل کیا ہے کہ أنه قرأ صحيفةً لعيينة بن حصن وأخبر بمعناها ''نبی کریم ﷺ نے عیینہ بن حصن کا صحیفہ پڑھا اور اس کا معنی بتایا۔ اس روایت کو امام ابوحیان رحمہ اللہ نے بحر المُحیط میں نقل کیا ہے اور فرمایا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی کتابت کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں:
  1. اللہ تعالیٰ نے قلم کو ان کے ہاتھ میں جاری کر دیا ہو اور قلم نے آپ ﷺ کے قصد کے بغیر ہی لکھ دیا ہو۔
  2. دوسری صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس وقت کتابت سکھا دی ہو جس طرح قراءت سکھا دی تھی۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ سے کتابت کی روایات اگرچہ صحیح نہیں ہیں، لیکن یہ بھی کوئی بعید از قیاس نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کتابت و قراءت دونوں کا علم عطا کر دیا ہو۔

مذکورہ اقوال و آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ حروف کو پہچانتے تھے اور املاء بھی کرواتے تھے اور آپ ﷺ کا ان دونوں (قراءت و کتابت) کو جاننا اُمی ہونے کے خلاف بھی نہیں ہے اور یہی کمالِ معجزہ ہے۔ ان دونوں (قراءت و کتابت) کے جاننے کے باوجود بھی نبی کریم ﷺ اُمی تھے، کیونکہ یہ علم وحی کے ذریعہ آپ ﷺ کو حاصل ہوئے، نہ کہ آپ ﷺ نے ان علوم کو سیکھا۔

◉ عہد عثمانی میں کتابت مصاحف میں بھی عہد نبوی اور عہد صدیقی میں لکھے گئے رسم کو ہی بنیاد بنایا گیا تھا، ورنہ قرآن مجید دلوں میں پہلے سے ہی محفوظ تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس موجود صحف پر اعتماد کیا، جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں لکھے جا چکے تھے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان صحف کو لکھواتے وقت عہد نبوی کے رسم کو ہی بنیاد بنایا تھا اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اس وقت تک کچھ قبول نہیں کرتے تھے جب تک دو گواہ اس پر گواہی نہ دے دیتے۔ شیخ محمد طاہر بن عبدالقادر الکردی رحمہ اللہ اپنی کتاب تاریخ القرآن و غرائب رسمه و حكمه میں رقم طراز ہیں:

''كان زيد لا يقبل من أحد شيئا حتى يشهد شهيدان" [الدر المنثور]
''حضرت زید رضی اللہ عنہ دو گواہوں کی گواہی کے بغیر کچھ قبول نہیں کرتے تھے۔''

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت زید رضی اللہ عنہ گواہیاں اس لئے تلاش کرتے تھے، تاکہ وجوہ قراءات کو مکمل کرسکیں اور عہد نبوی کی کتابت کو دیکھ سکیں جو صحابہ کرام نے نبی کریم ﷺ کے پاس کی تھی۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ ان دو گواہوں کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"وكان المراد بالشاهدين شاهد الحفظ والكتابة" [فتح الباري:۹/۱۵]

''دو گواہوں سے مراد حفظ اور کتابت کے گواہ ہیں۔''

امام سخاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"المراد أنهما يشهدان على أن ذلك المكتوب كتب بين يدي رسول الله ﷺ"

[جمع القرآن للروحی، ص۷]

''اس سے مراد یہ ہے کہ دو گواہ یہ گواہی دیں کہ یہ لکھا ہوا حصہ (ٹکڑا) نبی کریم ﷺ کے سامنے لکھا گیا تھا۔''

ابن عساکر رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا اور لوگوں کو قسم دے کر کہا کہ تمہارے پاس جتنا بھی قرآن لکھا ہوا ہے وہ لے آؤ! چنانچہ لوگ ورق اور چمڑے وغیرہ پر لکھے ہوئے قرآن کے ٹکڑے لاتے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کر دیتے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان کو قسم دے کر کہتے:

"أسمعتَ من رسول الله وهو أملأه عليك فيقول: نعم" [تاريخ القرآن وغرائب رسمه:ص۵۰]

''کیا تو نے نبی کریم ﷺ سے سنا ہے اور آپ ﷺ نے تجھ کو اِملاء کروائی تھی۔ پس وہ کہتا ہاں! تب اس ٹکڑے کو محفوظ کرلیا جاتا۔''

مذکورہ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد صدیقی وعہد عثمانی میں بھی نبی ﷺ کی کروائی ہوئی کتابت و املاء (رسم) کا پورا پورا خیال رکھا گیا تھا اور نبی کریم ﷺ کا املاء کروانا عمل توقیفی ہے۔ عہد عثمانی رضی اللہ عنہ میں جب ان مصاحف پر مراجعت کرلی گئی تو ۱۲ ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس امر پر اتفاق کرلیا کہ یہی معیاری اور توقیفی رسم ہے، جس پر آج تک اُمت کا اجماع چلا آرہا ہے اور سلف میں سے کسی سے بھی اس کی مخالفت منقول نہیں ہے۔

◉ جب مصاحف عثمانیہ کو لکھ لیا گیا تو حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو کہا کہ جب اس آیت مبارکہ ﴿ وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ ﴾ [البقرۃ:۲۴۰] کا حکم منسوخ ہو چکا ہے، تو آپ نے اس کو مصحف میں کیوں لکھ دیا ہے؟ امیر المومنین سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"إن هذا أمر توقيفي وأنا وجدتها مثبتة في المصحف كذلك بعدها فأثبتها حيث وجدتها"

''بے شک یہ توقیفی امر ہے، میں نے اس آیت کو اسی طرح مصحف میں لکھا ہوا پایا ہے۔ پس میں نے بھی اسے جہاں موجود تھی وہاں لکھ دیا ہے۔'' [ابن کثیر:ص۶۵۸]

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کتابتِ مصاحف میں اپنے اجتہاد کے بجائے توقیف نبوی پر عمل کیا۔ جو نبی کریم ﷺ نے لکھوایا ہوا تھا اسے لکھ دیا اور جو حذف تھا اسے چھوڑ دیا اور اس طریقہ رسم پر لکھوایا جو نبی کریم ﷺ سے ثابت تھا۔

◉ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«إذا كتب أحدكم "بسم الله الرحمن الرحيم" فليمدَّ الرحمن» [رواه الديلمي في سنده]

''جب تم میں سے کوئی شخص 'بسم اللہ الرحمٰن الرحیم' لکھے تو اس کو چاہئے کہ لفظ 'الرحمٰن' کو لمبا کرے۔''

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مذکورہ بالا حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ حروف کو پہچانتے تھے اور غلطیوں کی اِصلاح فرما دیتے تھے۔

◉ ایک دفعہ نبی کریم ﷺ نے کاتب وحی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو کہا:

«ألق الدواة، وحرف القلم، وانصب الباء، وفرق السين، ولا تعور الميم، وحسن الله، ومد الرحمن، وجود الرحيم، وضع قلمك على أذنك اليسرى فإنه أذكر لك» وفي رواية: «أذكر لك للملى» [فتح الباري، الديلمي: ص۳۱۴، كنز العمّال:۱۰/؟، الدر المنثور: ۱/۱]

''دوات کھلی رکھو، قلم ترچھا پکڑو، باء کو کھڑا کرو، سین کو علیحدہ کرو، میم کو ٹیڑھا نہ کرو، لفظ اللہ کو خوبصورت بناؤ، لفظ الرحمٰن کو لمبا کرو، لفظ الرحیم کو عمدہ لکھو اور اپنی قلم اپنے بائیں کان پر رکھو، بے شک یہ زیادہ یاد دلانے والا عمل ہے۔ ایک روایت میں ہے۔ بے شک یہ اِملاء کے لئے زیادہ یاد دلانے والا عمل ہے۔''

مذکورہ بالا حدیث بھی آپ کے اِملاء کروانے پر دلالت کرتی ہے، جس میں نہ صرف اِملاء کا ذکر ہے بلکہ حروف کی کتابت کی ہیئت و کیفیت کا بھی تذکرہ ہے کہ فلاں فلاں حرف کو ایسے ایسے لکھو۔

◉ عن زيد بن ثابت:"أنه كان يكره أن تكتب "بسم الله الرحمن الرحيم" ليس لها سين"

[تحريم كتابة القرآن الكريم بحروف غير عربية]

''حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بسم اللہ الرحمن الرحیم میں بغیر سین کے 'بسم اللہ' کی کتابت کو ناپسند کرتے تھے۔''

'بسم اللہ' کی سین کو دندانوں کے بغیر لکھنے کو ناپسند کرنے کی یہی وجہ ہوسکتی ہے کہ انہوں نے قرآن مجید میں اسے سین کے دندانوں کے ساتھ لکھا ہوا دیکھا تھا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ غیر قرآن میں بھی رسم توقیفی کو ہی ترجیح دیتے تھے۔

◉ ڈاکٹر عبدالقیوم عبدالغفور السندی رحمہ اللہ اپنی کتاب جمع القرآن الكريم في عهد الخلفاء الراشدين میں رقم طراز ہیں:

''جمہور اہل علم کا یہی خیال ہے کہ رسم عثمانی توقیفی ہے۔ انہوں نے درج ذیل اُمور سے استدلال کیا ہے:

① کاتبین وحی نے نبی کریم ﷺ کی نگرانی میں قرآن مجید کو لکھا، اور نبی کریم ﷺ نے اس رسم کو باقی رکھا جس پر انہوں نے آپ ﷺ کے سامنے لکھا تھا اور آپ ﷺ کا کسی معاملہ پر زمانہ نزول وحی میں خاموش رہنا بھی ہمارے لئے حجت ہے۔ آپ ﷺ کی تقریر سے ثابت ہوتا ہے کہ یہی رسم درست اور توقیفی ہے۔

② عہد صدیقی رضی اللہ عنہ اور پھر عہد عثمانی رضی اللہ عنہ میں اسی سابقہ رسم پر لکھا گیا، جس پر ۱۲ ہزار صحابہ کا اجماع ہے، کسی سے مخالفت ثابت نہیں ہے، اور ان کا اجماع ہمارے لئے واجب الاتباع ہے۔

③ اُمت نے اسی رسم کی اتباع کی، اور کتابت مصاحف میں اسی کو ہی معیار بنایا، تابعین اور ائمہ مجتہدین کے زمانہ میں بھی اس پر عمل ہوتا رہا، لیکن کسی سے مخالفت نقل نہیں کی گئی۔''

◉ شیخ محمد طاہر بن عبدالقادر الکردی رحمہ اللہ اپنی کتاب 'تاریخ القرآن وغرائب رسمہ وحکمہ' میں رقم طراز ہیں:

''قرآن مجید ہم تک تواتر قطعی، سند صحیح کے ساتھ عدول سے عدول تک طبقہ بعد طبقہ پہنچا ہے جو قراءۃ سماع اور رسم سمیت تمام امور کو شامل ہے۔''

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

◉ ڈاکٹر لبیب السعید رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" أنه يتوقف على السماع من رسول الله ﷺ وليس للعقل فيه مجال"

[الجمع الصوتی الاوّل،ص۲۹۳]

''یعنی یہ (رسم) رسول اللہ ﷺ سے منقول ہونے کی بناء پر توقیفی ہے اور اس میں عقل کا کوئی دخل نہیں ہے۔''

◉ علامہ طاش کبریٰ زادہ رحمہ اللہ رسم کی توقیفیت کے بارے میں فرماتے ہیں: یہ رسم آج تک قابل اتباع سنت رہا ہے اور اللہ تعالیٰ نے روئے زمین پر کسی کو یہ اجازت نہیں دی کہ وہ اس کے تغیر وتبدل کا ارادہ کرے، حالانکہ ہجا کی کتابت سالوں کے گزرنے کے ساتھ ساتھ بدلتی اور مختلف زمانوں میں ایک قوم سے دوسری قوم تک منتقلی میں مختلف ہوجایا کرتی ہے۔اس کے برعکس اللہ تعالیٰ نے اعدائے قرآن کی تحریفات سے حفاظت کی خاطر کتاب اللہ میں ہر قسم کی تبدیلی یا کسی قسم کی کمی وبیشی کا دروازہ ہی بند کردیا ہے۔ بایں وجہ رسم عثمانی کو یہ مقدس مقام ملا جس کو تبدیل نہیں کیا جاسکتا۔ [مفتاح السعادۃ:۲/۲۲۵،رسم عثمانی اور اس کی شرعی حیثیت،ص۲۹۵]

◉ حافظ سمیع اللہ فراز حفظہ اللہ اپنے ایم فل کے مقالہ 'رسم عثمانی اور اس کی شرعی حیثیت' میں رقم طراز ہیں:

''صفحۂ ہستی پہ کلام اللہ کا آغاز نزول بھی اس عقدہ کو حل کرنے کے لیے مددگار ثابت ہوتا ہے۔جب اوّلین وحی ہی علم وقلم کے دستور وقانون کے ساتھ نازل ہوئی، چنانچہ اس بنیاد پر ابن فارس رحمہ اللہ رسم کے توقیفی اور منجانب اللہ ہونے کے دعویدار ہیں: "نقول أن الخطَّ توقيفي لقوله تعالىٰ: ﴿عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ يَعْلَمْ﴾ وقال تعالىٰ:﴿نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ﴾ [الجمع الصوتی الاوّل:ص۲۹۳]

◉ شیخ القراء قاری اظہار احمد تھانوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''معلوم ہوتا ہے کہ نوشت وخواند تمام پیغمبروں کا عمل رہا ہے اس میں حضرت ادریس علیہ السلام یا حضرت ہود علیہ السلام یا حضرت آدم علیہ السلام کی خصوصیت نہیں۔لہٰذا علماء روایت کا یہ کہنا: "القرآن قد كتب كله بأمره واملائه" ''مکمل قرآن مجید آپ ﷺ کے حکم اور املاء کروانے سے لکھا گیا ہے۔'' کوئی تعبیر مجازی نہیں ہے سیدھا صاف مطلب ہے کہ ہر لفظ آپ ﷺ کے حکم سے لکھا گیا اور اس کی رسم وانشاء بھی آپ کے فرمان سے ہوئی۔'' [ایضاح المقاصد:ص۱۱،۱۲]

◉ نبی کریم ﷺ اپنی موجودگی میں کاتبین وحی کو قرآن مجید کی املاء کروایا کرتے تھے، گویا کہ خود رسول اللہ ﷺ نے اس رسم کو نافذ فرمایا ہے اور یہ بات طے شدہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں پورے قرآن مجید کی کتابت کی،لہٰذا رسم قرآنی کا توقیفی ہونا تقریری حدیث سے ثابت ہوا۔[رسم عثمانی اور اس کی شرعی حیثیت:۲۹۶]

کچھ ایسا ہی ڈاکٹر لبیب السعید رحمہ اللہ رسم عثمانی کے توقیفی ہونے کے متعلق لکھتے ہیں:

" إنَّ النبي ﷺ كان له كتاب يكتبون الوحي، و بحضرته كتبوا كله بهذا الرسم..... وكان النبي ﷺ قد أَقَرَّ هذا الرسم" [الجمع الصوتی الاوّل:۲۹۶]

''نبی کریم ﷺ کے متعدد کاتبین وحی تھے، جنہوں نے آپ ﷺ کی موجودگی میں اس رسم میں مکمل قرآن مجید لکھا گویا کہ آپ نے خود اس رسم کو مقرر کردیا۔''

◉ قاری رحیم بخش پانی پتی رحمہ اللہ رسم عثمانی کی توقیفیت کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''اگر رسم عثمانی کو توقیفی تسلیم نہ کیا جائے تو اس سے لازم آئے گا کہ صحابہ نے عدم واقفیت کے سبب قرآن مجید کو غلط لکھ دیا ہے۔خود بھی ان کلمات پر غلط وقف کرتے رہے اور چودہ سو سال سے قرائے امت بھی اسے غلط پڑھتے آرہے ہیں،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حالانکہ اللہ تعالیٰ نے حفاظت قرآن کا وعدہ کیا ہوا ہے جو عام ہے، لہٰذا یہ وعدہ ایک ایک حرف کی حفاظت کو شامل ہے۔ اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی غلطی تسلیم کی جائے تو حفاظت قرآن کا خدائی وعدہ صادق نہیں رہے گا، جو کہ محال ہے۔''

[الخط العثمانی فی الرسم القرآنی، ص۱۰۱]

◉ رسم عثمانی کے توقیفی ہونے کے متعدد دلائل میں سے ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اس کے مختلف الفاظ کو مختلف مقامات میں دو طریقوں سے لکھا جاتا ہے، مثلاً ایک کلمہ قرآن مجید میں بعض مقامات پر ایک رسم، جبکہ وہی کلمہ دوسرے مقامات پر دوسرے رسم سے لکھا گیا ہے، حالانکہ کلمہ ایک ہی ہے۔ مثلاً کلمہ 'بسم' سورتوں کے آغاز اور دو آیات ﴿ بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖهَا وَمُرْسٰهَا ﴾ [ھود:۴۱] اور ﴿وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ [النمل:۳۰] میں الف کے بغیر لکھا گیا ہے جب کہ ﴿فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ﴾ [الواقعۃ:۷۴] اور ﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ﴾ [العلق:۱] میں الف کے ساتھ مرسوم ہے۔ اگر یہ رسم قیاسی ہوتا تو ہر کلمہ ہر جگہ ایک ہی طرح مرسوم ہوتا اور اس میں اختلاف نہ رکھا جاتا، لہٰذا بعض حِکم ومصالح کے تحت یہ رسم عثمانی بعض مقامات میں مختلف رکھا گیا ہے۔

راجح موقف: مذکورہ دلائل سے معلوم ہوتا ہے کہ رسم عثمانی کو توقیفی ماننے ہی میں اُمت کے اتحاد کے علاوہ کئی مصالح مضمر ہیں، کیونکہ دورِ جدید میں ہر رسم اپنی روز افزوں ترقی کے سبب تغیر وتبدل کا محتاج ہے۔ اسی بنیاد پر اگر ہم متعدد رسوم میں کتابتِ مصحف کی اجازت دے دیں، تو اس کی وجہ سے قرآنی حفاظت وصیانت میں ایک ناقابل یقین مشکل درپیش ہوگی، چنانچہ مناسب یہی ہے کہ کتبۂ اولیٰ کے مطابق ہی رسم اختیار کیا جائے۔ واللہ أعلم بالصواب

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور فنِ کتابت

کیا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کتابت جانتے تھے؟

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے کتابت جاننے کے بارے میں مؤرخین کا اختلاف ہے:

◉ بعض اہل علم کا خیال ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسم اور اِملاء کے قواعد سے ناواقف و نابلد تھے، جس کی سب سے بڑی دلیل کتابت رسم عثمانی ہے جو معروف قواعدِ اِملاء کے خلاف ہے۔ یہ نظریہ رکھنے والوں میں امام ابن خلدون رحمہ اللہ سرفہرست ہیں، جو اپنے مقدمہ میں لکھتے ہیں کہ ''اس غیر متمدن دور میں کتابت ابھی نابالغ تھی اور منتشر نہیں ہوئی تھی اور اپنے ابتدائی مراحل میں تھی۔'' [تاریخ القرآن وغرائب رسمه وحكمه]

◉ دیگر علماء کے نزدیک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کتابت جانتے تھے اور کتابت واِملاء کے قواعد سے بخوبی آگاہ تھے۔

شیخ محمد طاہر بن عبدالقادر رحمہ اللہ اپنی کتاب تاریخ القرآن وغرائب ورسمه وحكمه میں رقم طراز ہیں:

''متعدد دلائل کی بنیاد پر ہمارا عقیدہ جازم ہے کہ صحابہ کرام کتابت واِملاء کے قواعد سے بخوبی واقف وآگاہ تھے۔''

① امام آلوسی رحمہ اللہ اپنی تفسیر 'روح المعانی' میں لکھتے ہیں:

''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسم الخط میں پختہ اور وصل وقطع وغیرہ کے اعتبار سے کتابت واملاء کے قواعد جاننے والے تھے، لیکن قرآن مجید میں بعض مواقع پر کسی حکمت کی بناء پر رسم قیاسی کی مخالفت کی گئی ہے۔''

② یہ بات بھی مخفی نہیں ہے کہ صحابہ کرام نہایت اہم اُمور میں بادشاہوں اور امراء کو خطوط لکھتے اور ان کے خطوط کا جواب دیتے اور باہمی تجارت کے عقود ومعاہدات خود لکھتے تھے اگر ان کے مذکورہ رسائل وعقود معروف قواعد

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

املائیہ کے خلاف ہوتے تو ضرور التباس اور قصورِ فہم کا اندیشہ پیدا ہوجاتا، لیکن تاریخ میں ایسا کوئی واقعہ موجود نہیں ہے کہ کتابت کی غلطی کی وجہ سے کوئی معاملہ ملتبس ہوا ہو۔

دارالکتب العربیہ، مصر میں ابھی تک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تحریریں موجود ہیں جو قواعد کتابت واملاء کے موافق ہیں، ان میں خلافِ قواعد کوئی چیز نہیں ہے۔

③ خطِ کوفی عراق کے دوشہروں حیرۃ اور الانبار کی طرف سے حجاز پہنچا اور ان دونوں شہروں میں یہ خط یمن سے آیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خط کوفی میں کتابت کیا کرتے تھے جو قدیم عربی خط حمیری کی فرع ہے اور خط حمیری یمن میں منتشر اور معروف تھا۔ یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے کہ خط حمیری جو خط عربی کی اصل ہے، کے قواعد وضوابط نہ ہوں جب کہ خط حمیری سے ہزاروں سال پرانے خط الھیر، خط غلیفی، خط الفینیقی اور السریانی جیسے خطوط کے قواعد محفوظ ہیں، جنہیں خطوط میں تخصُّص کرنے والے حضرات جانتے ہیں۔

④ مؤرخین کا اتفاق ہے کہ مکہ میں سب سے پہلے حرب بن امیہ نے فنِ کتابت کو داخل کیا۔ اس نے اپنی تجارت کے دوران بشر بن عبدالملک سمیت کئی افراد سے سیکھا، پھر ان دونوں (حرب بن امیہ اور بشر بن عبدالملک) سے مکہ کے کئی افراد نے کتابت سیکھی۔ [دیکھئے: تاریخ القرآن الکریم وغرائب رسمہ وحکمہ]

⑤ اَب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا مبتدی طلبہ اپنی مدتِ تعلیم میں اپنے خط اور املاء کو پختہ کرلیتے ہیں یا نہیں؟ خصوصاً ایسے طلبہ جن کو معاصرین نے موھوبون (اللہ کی طرف سے عطا کئے گئے) کا لقب عطا کیا ہو؟

تو اس کا جواب یہی ہے کہ خط واملاء کی جدت وپختگی کے لئے یہ مدت کافی ہے، جس کا مدارس ابتدائیہ میں مشاہدہ کیا جاسکتا ہے اور پھر ایسے ذہین اور عقل مند طلبہ جن کے مانیٹر حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ تھے، جنہوں نے سریانی زبان ۱۵ یا ۱۷ دنوں میں سیکھ لی تھی، کیا ایسے ذہین اور کتابت کے پختہ شخص سے غلطی کے ارتکاب کا گمان کیا جاسکتا ہے، خصوصاً جب وہ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر عہد عثمانی رضی اللہ عنہ تک کتابت کرتے چلے آئے ہوں؟ معاملہ واضح ہے، لہٰذا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جانب خط سے ناواقفیت، بدویت اور عدم تمدن کی نسبت کرنا غیر مناسب ہے۔

[جمع القرآن الکریم فی عھد الخلفاء الراشدین للسندی]

اعتراض: جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قواعد کتابت و اِملاء سے واقف تھے، تو پھر انہوں نے قرآن مجید کو خلاف قواعد کیوں لکھا؟

جواب: ہمارے خیال کے مطابق یہ جہالت یا ناواقفیت کی وجہ سے نہیں، بلکہ رسم قرآنی کے توقیفی ہونے کی وجہ سے کیا گیا ہے، جو درحقیقت دشمنانِ اسلام کی جانب سے قرآن مجید میں تحریف وتصحیف سے حفاظت کی خاطر کیا گیا ہے، چنانچہ صحابہ کرام کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جیسے لکھوایا تھا، ویسے ہی انہوں نے لکھ دیا اور حفاظت قرآن جیسے متعدد عظیم مقاصد کے تحت بعض مقامات پر قواعد کتابت و اِملاء کے خلاف لکھا گیا۔

اعتراض: نحو وصرف (عربی گرائمر) کے قواعد تو علماء کوفہ وبصرہ نے لکھے ہیں۔

جواب: اس میں کوئی انکار نہیں کہ قواعد علماء کوفہ وبصرہ نے مرتب کئے ہیں، لیکن انہوں نے قواعد اپنے پاس سے نہیں گھڑ لئے، بلکہ لغت عرب کو سامنے رکھتے ہوئے قواعد کو مرتب کیا ہے، کیونکہ پہلے زبان ہوتی ہے پھر اس کے قواعد

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مرتب کئے جاتے ہیں، نہ کہ زبان سے ہٹ کر قواعد مرتب کر دیئے جائیں۔

[تاریخ القرآن الکریم وغرائب رسمه وحکمه]

کتابتِ مصاحف میں رسمِ عثمانی کا التزام

کلماتِ قرآنیہ کا ایک بڑا حصہ تلفظ کے موافق یعنی قیاسی ہے، لیکن چند کلمات تلفظ کے خلاف لکھے جاتے ہیں۔ کیا رسمِ عثمانی اور رسمِ قیاسی کے درمیان فرق باقی رہنا چاہئے یا مصاحف کی کتابت وطباعت میں رسمِ عثمانی کی پابندی کرنا واجب ہے۔ یہ وہ سوال ہیں جنہوں نے علماء رسم کے علاوہ مورخین کے زاویۂ فکر کو بھی بنیادی طور پر دو طبقات میں تقسیم کر دیا ہے، کیونکہ لغت عرب اور اس کے رسم الخط سمیت دنیا کی ہر زبان اپنے تطور وارتقاء کا سفر جاری رکھتے ہوئے اپنے اندر کی تبدیلیوں کی متحمل رہتی ہے اور لازمی نتیجہ کے طور اس کا رسم الخط بھی جدت ونشو نما کا متقاضی رہتا ہے، اس کے مقابلہ میں رسمِ قرآنی یا رسمِ عثمانی نے اس عام مروجہ 'اُصول نشو' کی قبولیت سے ہمیشہ توقف کیا ہے۔ قرآنی رسم کی اسی قدامت کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک مکتبہ فکر کے نزدیک رسمِ مذکور میں چونکہ کسی تبدیلی کی گنجائش نہیں، چنانچہ طباعتِ مصحف میں اس کی پابندی کرنا لازمی ہے، جبکہ اس کے مقابلہ میں فکر کا ایک زاویہ یہ بھی ہے کہ مرورِ زمان کے ساتھ زبانوں اور ان کے رسوم الخط کی تبدیلی کا لوگوں کے مزاج وفہم پر اثر انداز ہونا ایک لازمی امر ہے، لہٰذا رسمِ قرآنی کو لوگوں کی آسانی اور مزاج کے موافق بنانے کے لیے قدیم رسم قرآنی میں تبدیلی کی گنجائش موجود رکھتے ہوئے رسمِ عثمانی کا التزام ضروری نہیں، گویا کہ رسمِ عثمانی کے التزام وعدم التزام کے بارے میں دو بنیادی موقف سامنے آئے ہیں۔

قائلین عدم وجوب

اس نظریہ کے مطابق عصر حاضر میں رسمِ عثمانی کا التزام کرنے کی بجائے رائج عربی قواعد املاء پر عملدرآمد ہونا چاہئے، تاکہ عامۃ الناس کے لیے قراءت آسان ہو سکے۔

کتابت مصاحف میں عدم اتباع رسمِ عثمانی کے حوالے سے متعلق علامہ الدمیاطی رحمہ اللہ اپنی کتاب اتحاف فضلاء البشر فی القراء ات الأربعة عشر میں شیخ عز بن عبدالسلام رحمہ اللہ کا قول نقل کرتے ہیں:

''آج کل قدیم رسم الخط پر مصاحف کی کتابت کرنا جائز نہیں ہے، تاکہ جاہلوں کی طرف سے تغییر کا خطرہ نہ رہے۔''

[تاریخ القرآن وغرائب رسمه]

بعض مؤرخین نے رسمِ عثمانی کو اِختیارِ صحابہ قرار دیتے ہوئے مخالفت رسمِ عثمانی کو جائز قرار دیا ہے، جبکہ بعض کا کہنا ہے کہ رسمِ عثمانی کی اتباع فقط پہلے زمانہ میں ضروری تھی، اب نہیں ہے۔ [تنویر البصر للضبّاع رحمہ اللہ]

جواب: مذکورہ تمام اقوال وآثار نا قابل قبول ہیں، کیونکہ اس سے علمِ رسم کو بتدریج ترک کرنا لازم آتا ہے اور رسمِ عثمانی ایک ایسی چیز ہے جس کو سلف ثابت کر چکے ہیں، لہٰذا جاہلوں کی جہالت کی رعایت کرتے ہوئے اسے چھوڑ دینا اور اس کے مخالف لکھنا جائز نہیں ہے، خصوصاً جبکہ وہ قراءات کے بنیادی ارکان میں سے ایک ہو۔ علاوہ ازیں رسمِ عثمانی کے خلاف لکھنے سے قراءاتِ قرآنیہ اور علوم الاداء کے ضیاع کا بھی اندیشہ ہے۔ [تنویر البصر للضباع رحمہ اللہ]

قائلین وجوب

کتابت مصاحف میں اتباع رسمِ عثمانی کے بارے میں جمہور، علماء اور آئمہ اربعہ کا یہی مذہب ہے کہ رسمِ عثمانی کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اتباع کرنا واجب ہے اور اس 'مجمع علیہ' رسم کو چھوڑ کر معروف قواعد کتابت واِملاء کے مطابق لکھنا حرام ہے، کیونکہ رسم عثمانی کے مجمع علیہ ہونے میں کسی سے کوئی اختلاف منقول نہیں ہے اور یہ ایک حقیقت ہے کہ مصاحف عثمانیہ کی کتابت کرتے ہوئے بارہ ہزار (۱۲۰۰۰) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اتفاق رائے سے اس رسم کو صحیح اور درست قرار دیا تھا اور صحابہ کرام کی اتباع ہم پر لازم ہے۔ یہ موقف رکھنے والوں کے دلائل درج ذیل ہیں:

- امام بیہقی رحمہ اللہ شعب الایمان میں فرماتے ہیں:

''جو شخص مصحف لکھنا چاہے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ رسم عثمانی کی حفاظت کرے اور اسی کے مطابق لکھے، اس کی مخالفت کرے اور نہ ہی اس میں کوئی ردوبدل کرے، کیونکہ وہ لوگ ہم سے زیادہ عالم، دل و زبان کے سچے اور امانت دار تھے، ہمیں ان سے زیادہ بڑا عالم ہونے کی غلط فہمی میں مبتلا نہیں ہونا چاہئے۔'' [تنوير البصر للضباع]

مذاہب اَربعہ میں رسم عثمانی کا التزام

مذاہب اربعہ کے تمام فقہاء نے مصحف کی کتابت وطباعت میں رسم عثمانی کے التزام کی ضرورت پر زور دیا ہے اور اس کی مخالفت کو ناجائز اور حرام قرار دیا ہے:

- امام جعبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ائمہ اربعہ کا رسم عثمانی کے واجب الاتباع ہونے پر اجماع ہے۔
- شیخ صالح علی العود نے اپنی کتاب "تحريم كتابة القرآن الكريم بحروف غير عربية، مطبوع لوزارة الشئوون الاسلامية بالسعودية" میں اتباع رسم عثمانی کے وجوب پر ائمہ کا اجماع نقل کیا ہے۔

مالکیہ

وقت گذرنے کے ساتھ کتابت مصحف میں جب رسم عثمانی سے مختلف صور کلمات کا دخول شروع ہوا تو امام مالک رحمہ اللہ سے استفتاء ہوا، جسے امام سخاوی رحمہ اللہ اپنی سند کے ساتھ امام مالک رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ

''اُن سے سوال کیا گیا، اگر کوئی شخص مصحف لکھنا چاہتا ہو تو کیا وہ جدید قواعد کتابت واِملاء پر لکھ سکتا ہے؟ تو امام مالک رحمہ اللہ نے جواب دیا: میں اس کو جائز نہیں سمجھتا، بلکہ اسے چاہیے کہ وہ پہلی رسم (رسم عثمانی) پر ہی لکھے۔'' [المقنع:۱۰۰۹]

امام سخاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''امام مالکؒ نے جو کہا ہے وہی حق ہے، کیونکہ اسی میں پہلی حالت کی حفاظت و بقاء ہے۔'' [مناهل العرفان:۱/۳۷۲]

امام ابوعمرو دانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''علماء اُمت میں سے کسی نے بھی امام مالک رحمہ اللہ کی مخالفت نہیں کی۔'' [المقنع:۱۰۰۹]

حنابلہ

رسم عثمانی کے التزام کے بارے میں اَحمد بن حنبل رحمہ اللہ کا موقف بیان کرتے ہوئے علامہ زرکشی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''تحرم مخالفة مصحف الامام فی واو أو یاء أو ألف أو غير ذلك''

[مناهل العرفان:۱/۳۷۲، البرهان:۱/۳۷۹]

''کتابت واؤ، یاء اور الف وغیرہ میں رسم عثمانی کی مخالفت حرام ہے۔''

ڈاکٹر عبدالوھاب حمودہ، امام مالک رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ کے اقوال نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''ہم جانتے ہیں کہ امام مالک رحمہ اللہ ۹۳ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۷۹ھ میں فوت ہوئے اور امام احمد رحمہ اللہ ۱۶۴ھ میں پیدا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوئے اور ۲۴۱ھ میں فوت ہوئے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلی اور دوسری صدی ہجری میں ہی لوگوں نے قواعد کتابت میں رسم عثمانی کی مخالفت شروع کر کے عام قواعد کتابت پر مصاحف کی کتابت کی طرف رغبت کی۔ جب امام مالک رحمہ اللہ سے اس بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے عام قواعد کتابت کے جواز کا فتویٰ نہیں دیا۔ اب ہمارے اوپر ان کی اتباع اور ان کے قول کی پیروی کرنا لازمی ہے۔'' [القراء ات واللّهجات: ص۱۰۲، رسم عثمانی اور اس کی شرعی حیثیت: ۳۳۳]

❁ احناف

"المحيط البرهاني في فقه الحنفية" میں مکتوب ہے:

''رسم عثمانی کے مطابق مصحف لکھنا ہی زیادہ مناسب عمل ہے۔'' [مناهل العرفان: ۳۷۲/۱]

❁ شافعیہ

فقہ شافعی کی کتاب المنهاج کے حواشی میں لکھا ہے:

کلمہ [الربٰوا] واؤ اور الف کے ساتھ لکھا جائے گا، جیسا کہ رسم عثمانی میں مکتوب ہے، جبکہ یاء اور الف [الربیٰ] کے ساتھ نہیں لکھا جائے گا، کیونکہ اس کی رسم سنت متبعہ ہے۔ [مناهل العرفان: ۳۷۲/۱]

◉ **استاذ عبدالرحمٰن بن القاضی مغربی فرماتے ہیں:**

''رسم عثمانی کے علاوہ کسی اور رسم میں قرآن مجید لکھنا جائز نہیں ہے اور رسم عثمانی کے عامۃ الناس کو سمجھ نہ آنے کی علت ناقابل قبول ہے، کیونکہ اُمت کے ہر فرد پر واجب ہے کہ وہ قرآن مجید کو رسم عثمانی کے مطابق سیکھے اور پڑھے اور کسی شخص کا رسم عثمانی کے خلاف لکھنا مردود ہے، کیونکہ رسم عثمانی کے واجب الاتباع ہونے پر اُمت کا اجماع ہو چکا ہے۔''

[تنوير البصر للضباع]

◉ صاحب فتح الرحمٰن فرماتے ہیں:

''رسم عثمانی میں جہاں الف ہے وہاں الف لکھنا، جہاں کلمہ متصل ہے وہاں متصل اور جہاں منقطع ہے وہاں منقطع لکھنا، جہاں تاء ہے وہاں تاء کے ساتھ اور جہاں ھاء ہے وہاں ھاء کے ساتھ لکھنا واجب ہے اور جو شخص رسم عثمانی کی مخالفت کرے گا وہ گناہگار ہے۔'' [تنوير البصر للضباع]

◉ قاضی عیاض رحمہ اللہ کی کتاب الشفا میں مکتوب ہے:

''مسلمانوں کا اس امر پر اجماع ہے کہ جو کچھ دوگتوں کے درمیان الحمدلله رب العالمين سے لے کر من الجنة والناس تک، وہ سب قرآن ہے، اللہ کی کلام اور وحی ہے جو نبی کریم ﷺ پر نازل کی گئی۔ اس میں جو کچھ موجود ہے وہ سب برحق ہے، اور جو شخص جان بوجھ کر اس میں کمی یا زیادتی کرے گا، وہ کافر ہے۔''

ان کی تائید ان کے شارحین نے بھی کی ہے، جن میں سے ملا علی قاری رحمہ اللہ اور الشهاب الخفاجي رحمہ اللہ، جو کہ کبار علماء حنفیہ میں سے ہیں، قابل ذکر ہیں کہ قرآن مجید میں زیادتی یا کمی کفر ہے، خواہ وہ حرفاً ہو، کتابۃً ہو یا قراءۃً ہو۔'' [تنوير البصر للضباع رحمہ اللہ]

◉ امام بغوی رحمہ اللہ اپنی کتاب شرح السنة میں فرماتے ہیں:

''جس مصحف پر معاملہ ثابت ہو چکا ہے وہ نبی کریم ﷺ کے آخری عرضات کے مطابق ہے جس کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مصاحف میں لکھوانے کا حکم دیا اور باقی قطعات کو ختم کرا دیا، جس پر صحابہ کا اجماع ہو گیا، لہٰذا جو کلمہ بھی رسم عثمانی کے خلاف ہوگا وہ منسوخ تصور کیا جائے گا، لہٰذا کسی کے لئے بھی اس رسم سے ہٹ کر کچھ لکھنا جائز نہیں ہے۔''

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

[تحریم کتابة القرآن بحروف غیر عربیة]

◉ شیخ صالح علی العود اپنی کتاب تحریم کتابة القرآن بحروف غیر عربیة میں لکھتے ہیں کہ چند امور کی بنیاد پر اتباع رسم عثمانی واجب ہے:

✳ نبی کریم ﷺ نے یہ رسم خود لکھوایا۔
✳ عہد صدیقی اور عہد عثمانی میں بھی اسی رسم پر لکھا گیا۔
✳ بارہ ہزار صحابہ کرام نے اس پر اجماع کیا۔
✳ عہد تابعین وائمہ مجتہدین میں بھی اس پر امت کا اجماع ہے۔

◉ سعودی عرب کی مجلس هيئة كبار العلماء سے، رسم عثمانی کو چھوڑ کر جدید قواعد تحریر کے مطابق قرآن لکھنے سے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وآئمہ سلف کی اتباع اور تحریف سے کتاب اللہ کی حفاظت کرتے ہوئے مجلس كبار العلماء کے نزدیک رسم مصحف کو رسم عثمانی کے مطابق باقی رکھنا ضروری ہے اور جدید قواعد إملاء وتحریر کے موافق کرنے کے لئے رسم عثمانی کو بدلنا جائز نہیں ہے۔ واللہ الموفق

◉ شیخ محمد طاہر بن عبدالقادر رحمہ اللہ اپنی کتاب تاریخ القرآن میں ہی لکھتے ہیں:

''بعض کلمات میں قواعد کتابت و املاء کے خلاف لکھے جانے کے باوجود رسم عثمانی کی اتباع واجب ہے، اسی لئے محاورہ مشہور ہے:"خطان لايقاس عليهما خط المصحف و خط العروض"

''دو خطوط پر قیاس نہیں ہوسکتا، خطِ مصحف اور خطِ عروض۔''

◉ اگر قرآن مجید قواعد کی رو سے لکھا جائے تو قواعد ہر زمانہ میں بدلتے رہتے ہیں اور ان میں ارتقاء کا سلسلہ جاری رہتا ہے، لہٰذا قرآن بازیچہ اطفال بن جائے گا۔

◉ اگر رسم عثمانی سے ہٹ کر لکھنے کی اجازت دے دی گئی تو دشمنان اسلام لغت عربیہ سے ہٹ کر دوسری لغات انگلش وغیرہ میں بھی لکھنے کی کوشش کریں گے اور اعجاز القرآن کی فصاحت و بلاغت والی اصل روح ختم ہوجائے گی۔

اعتراض: مصحف عثمانی میں نقطے، اعراب، ترقیم آیات اور رکوع واحزاب واجزاء کے نمبر نہیں تھے، لہٰذا اتباع رسم عثمانی میں ان کو بھی حذف کردینا چاہئے۔

جواب: جب فتوحاتِ اسلامیہ کا دائرہ وسیع ہوگیا اور عرب وعجم کا اختلاط ہوا تو تصحیف اور التباس کے خطرہ سے بچنے کے لیے حجاج بن یوسف کے دور میں یہ عظیم الشان خدمت سرانجام دی گئی۔ درحقیقت یہ کام ''جوہر حروف'' میں داخل نہیں ہے، بلکہ یہ قراءاتِ صحیحہ پر دلالت کرنے کیلئے جوہر حروف سے علیحدہ فقط 'علامات' مقرر کی گئی ہیں۔

شیخ صالح علی العود کی گرانقدر خدمت

اس سلسلے میں شیخ صالح علی العود نے ایک عظیم الشان خدمت سرانجام دی ہے۔ انہوں نے کتابتِ مصاحف میں رسم عثمانی کا التزام کرنے کے حوالے سے ایک سوال لکھ کر مختلف بلاد اسلامیہ میں قائم جمعیات، اسلامی اداروں، مجالس علمیہ، دارالافتاء، کبار علماء کمیٹیوں، مذہبی تنظیموں اور نامور معروف علماء ومشائخ کی طرف روانہ کیا۔

سوال: شیخ صالح علی العود کی جانب سے ارسال کردہ سوال یہ تھا کہ:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''کیا قرآن مجید کو رسم عثمانی کے خلاف غیر عربی حروف میں لکھنا جائز ہے؟''

اس سوال کے جواب میں تمام اہل علم، جمعیات، مجالس علمیہ، دارالافتاء اور مذہبی اداروں نے ایک متفقہ موقف اپناتے ہوئے رسم عثمانی کے خلاف غیر عربی حروف میں کتابت قرآن کی حرمت کا فتویٰ دیا۔ اگرچہ ان کی جانب سے صادر ہونے والے فتاویٰ کے دلائل اور اسلوبِ کلام مختلف ہے، مگر تمام فتاویٰ اس بنیادی نقطے پر متفق ہیں کہ

''قرآن مجید کو رسم عثمانی کے خلاف غیر عربی حروف میں لکھنا حرام ہے۔''

اختصار کے پیش نظر ان فتاویٰ جات کو تفصیلاً نقل کرنا ممکن نہیں ہے، یہاں ہم صرف غیر عربی حروف میں حرمت کتابت کا فتویٰ صادر کرنے والی مجالس علمیہ اور اہل علم کے اسماء گرامی ذکر کریں گے۔

حرمت کا فتویٰ دینے والی مجالس علمیہ اور اہل علم کے اسماء گرامی

مجالس علمیہ

- هيئة كبار العلماء (المملكة العربية السعودية)
- مجلس المجمع الفقهى الاسلامى (المكة المكرمة)
- وزارة العدل، دارالافتاء (جمهورية مصر العربية)
- لجنة الفتاوىٰ فى الأزهر (جمهورية مصر العربية)
- لجنة من أفاضل علماء الأزهر (جمهورية مصر العربية)
- مجلس الاقراء، بدمشق (الجمهورية العربى السورية)
- وزارة الأوقاف والشؤون والمقدسات الإسلامية دائرة الافتاء العام (عمان/ اُردن)
- كلية الشريعة والدراسات الاسلامية (جامعة قطر)
- وزارة الأوقاف والشئوون الاسلاميه الهيئة العامة للفتوى (الكويت)
- وزارة الأوقاف، ادارة جامع بنى أمية (الجمهورية العربية السورية)
- جمعية علماء الهند (دهلى۔ هندوستان)
- رئاسة الشئوون الدينية انقره (الجمهورية التركية)
- مجلة الدعوة السعودية

علماء ومشائخ

- الدكتور عبدالحليم محمود (شيخ الجامعة الازهر سابقاً)
- الشيخ محمد عبدالله دراز (من علماء الأزهر الشريف)
- الشيخ محمد عبدالعظيم الزرقانى (مدرس علوم القرآن والحديث لكلية أصول الدين بالأزهر)
- الشيخ محمد شاكر (من علماء مصر)
- الشيخ علال الفاسى (من علماء المغرب)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- الدکتور عبدالغنی الراجحی (أستاذ الدراسات العليا بجامعة الأزهر)
- الشیخ یوسف بن عبدالرحمٰن البرقاوی الزرقاء (المملكة الاردنية الهاشمية)
- الشیخ عبدالحمید طهماز (مدرّس جامعة الامام محمد بن سعود الاسلامية بالرياض)
- الشیخ بداہ بن البوصیری (خطيب المسجد الكبير فی الموريتانية)
- الشیخ عبداللہ بن ابراہیم الانصاری (مدير إدارة إحياء التراث الإسلامي الدوحة۔ قطر)
- الشیخ سید سابق (جامعة ام القریٰ، المكة المكرمة)
- الشیخ ابوبکر جابر الجزائری (الواعظ بالمسجد النبوی الشريف)
- الشیخ محمد علی الصابونی (أستاذ التفسير بجامعة القریٰ مكة المكرمة)
- الشیخ محمد الغزالی (جامعة الأمير عبدالقادر للعلوم الاسلامية قسطنطنية۔الجزائر)
- الشیخ مناع القطان (الأستاذ بالمعهد العالی للقضاء فی الرياض)
- الشیخ عبدالرحمٰن صافی (من علماء الكويت)
- الشیخ الظاہر احمد الزاوی (مفتی ليبيا)
- الدکتور محمد احمد فراخ (جدة)
- شیخ الازہر محمد امین بدوی (مكتب شيخ الجامع الأزهر)
- الدکتور طلال عمر بافقیہ (مدير المجمع الفقهی مكة المكرمة)
- الدکتور ابراہیم بن اسماعیل (مدير مكتب رابطة العالم الاسلامی بالموريتانية)
- الشیخ عبدالعزیز السبیهین (الأمين العام لمسابقة القرآن الكريم الدولية بالرياض)
- ڈاکٹر مانع الجہنی (الأمين العام للندوة العالمية للشباب الاسلامی بالرياض)
- الشیخة زینب الغزالی (الداعية المسلمة بالقاهرة۔ مصر)
- الشیخ صالح علی العود (باريس ۔فرانس)
- السید علامہ علوی عباس المالکی (المدرس باالمسجد الحرام فی مكة المكرمة)
- العلامة المحدِّث عبداللہ بن الصدیق الغماری
- العلامہ الکبیر عبداللہ کنون
- ڈاکٹر محمد سعید رمضان البوطی (كلية الشريعة، بجامعة دمشق)
- الشیخ عبدالرزاق الحلبی (عضو مجلس القراء بدمشق)
- المحدث الکبیر الشیخ حبیب الرحمٰن اعظمی
- علامہ شیخ محمد شفیع الدیوبندی (مفتی جمهورية الباكستان)
- الشیخ محمد عبدالرحمٰن (مفتی جزر القمر)
- الدکتور عبدالفتاح برکة (أمين عام مجمع البحوث الاسلامية فی القاهرة)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- الاستاذ راجح لطفی جمعة
- الدکتور حسن باجودة (أستاذ بجامعة أُم القریٰ ۔ مکة المکرمة)
- الدکتور محی الدین الألوانی

معلوم ہوا کہ تقریباً ساری اُمت اس مسئلے پر متفق ہے کہ قرآن مجید کو رسم عثمانی کے خلاف غیر عربی حروف (لاطینی یا عجمی) میں لکھنا حرام ہے۔ مذکورہ مجالس علمیہ اور اہل علم کے فتاویٰ کی تفصیل جاننے کے لیے شیخ صالح علی العود کی کتاب تحریم کتابة القرآن الکریم بحروف غیر عربیة أعجمیة أو لاتینیة کا مطالعہ فرمائیں۔

راجح مؤقف

علامہ ابوالطاہر السندی رحمہ اللہ راجح موقف اور اس کی وجوہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

① رسول اللہ ﷺ کے تقرر کے باعث صحابہ کرام نے اس رسم میں قرآن مجید کی کتابت کی اور رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرنا امت پر واجب ہے۔

② اسی رسم پر عہد صحابہ میں جماعت صحابہ کا اجماع منعقد ہوا، کسی ایک صحابی سے بھی اس کی مخالفت منقول نہیں ہے۔ لہٰذا خلفاء راشدین کی اتباع کرنا بھی امت پر واجب ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ''تم پر میری اور میرے خلفاء راشدین مہدیین کی سنت لازم ہے۔'' [سنن ابن ماجه:۴۲]

③ زمانۂ تابعین سے اُمت کا اسی رسم پر اجماع ہے۔ امت کا اجماع حجت شرعی اور مسلمانوں کے لیے واجب العمل ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''جس نے ہدایت واضح ہوجانے کے بعد رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کی اور مومنین کے راستے سے ہٹ گیا تو ہم اس کو اس طرف پھیر دیں گے اور اس کو جہنم میں ڈالیں گے اور وہ بُرا ٹھکانہ ہے۔'' [النساء: ۱۱۵]

④ رسم عثمانی میں متعدد اہم فوائد شامل ہیں خصوصاً یہ کہ رسم عثمانی میں مختلف قراءات اور منزل من اللہ حروف شامل ہوسکتے ہیں اور اس رسم کی مخالفت سے یہ تمام فوائد متروک ہوجائیں گے۔

[صفحات فی علوم القراءات: ص۱۸۰، ۱۸۱]

رسم عثمانی کی خصوصیات وفوائد

کئی اہم خصوصیات کی بناء پر رسم عثمانی، عام عربی خط پر فوقیت کا حامل ہے۔ رسم عثمانی کے تمام رموز واشارات سے واقفیت محال ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے رسم مذکور کے چند رموز واسرار کو بعض لوگوں کے مزاج کے موافق واضح فرمایا: لیکن اکثر رموز سے اب بھی انسانی عقل بعید ہے۔ رسم عثمانی کی چند اہم خصوصیات درج ذیل ہیں:

✳ مخفی اور پوشیدہ معانی کی طرف راہنمائی

رسم عثمانی کی ایک عظیم الشان خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں اختیار کیا گیا طرز کتابت ظاہری معنی کے علاوہ کسی پوشیدہ معنی کی طرف بھی اشارہ کررہا ہوتا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: [وَالسَّمَاءَ بَنَيْنٰهَا بِأَيْيدٍ] [الذاریات:۴۷] یہاں معروف رسم الخط کے خلاف [بایید] یا ئین کے ساتھ مرسوم ہے، اس طرح یہاں ایک خفیہ مفہوم یہ ملتا ہے کہ [أیید] سے مراد بجائے ہاتھ کے وہ مادہ ہو جس سے آسمان بنایا گیا ہے جو ابھی انسان

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے علم میں نہیں آیا، فقہی قاعدہ ہے کہ حروف کی زیادتی معنی کی زیادتی کا سبب بنتی ہے۔

[رسم عثمانی اور اس کی شرعی حیثیت: ص۲۵۹]

✳ **رسول اللہ ﷺ سے اتصال سند کا ذریعہ**

اُمت محمد یہ اس معاملہ میں تمام اُمتوں سے ممتاز ہے کہ اس کا ہر فرد جو کسی استاد سے مشافہۃ قرآن مجید کا کوئی حصہ پڑھتا ہے تو اس کا سلسلہ سند رسول اللہ ﷺ تک پہنچتا ہے۔ چنانچہ رسم عثمانی چونکہ رسول اللہ ﷺ سے منقول ہونے کی وجہ سے صحابہ کرامؓ کے اجماع کے بعد ہم تک پہنچا۔اس لیے رسم عثمانی کے مطابق مصحف کی قراءت براہ راست رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات اور ان کے دیئے ہوئے رسم کے موافق ہوگی۔ نتیجتاً رسم عثمانی قرآن مجید پڑھنے والے کا سلسلہ سند رسول اللہ ﷺ تک پہنچانے کا ذریعہ بنے گا۔

✳ **اہل کتاب کی تحریفات سے حفاظت کا ذریعہ**

بعض علماء نے رسم عثمانی کے اسرار و رموز میں قابل ذکر بات فرمائی ہے کہ قرآن مجید کا مذکورہ رسم دراصل اہل کتاب کے لیے ایک حجاب ہے اور پردہ کا ذریعہ ہے، تاکہ وہ قرآن مجید میں اپنی کتب کی طرح اپنی تحریفات کا دروازہ نہ کھول سکیں۔ لہٰذا رسم عثمانی امت مسلمہ کے لیے انعام الٰہی ہے جس کے ذریعے غیر شعوری طور پر قرآن مجید کی حفاظت کا انتظام ہر وقت موجود رہا ہے۔ [رسم عثمانی اور اس کی شرعی حیثیت: ص۲۶۲]

✳ **شکل اور حروف میں اصل پر دلالت:**

مثلاً اصل کے اعتبار سے حرکات کو حروف کی شکل پر لکھنا، جیسے وإيتائ ذى القربىٰ، سأوريكم، ولأوضعوا یا الف کے بدلے میں واؤ لکھنا، جیسے الصلوٰة، الزكوٰة

✳ **بعض فصیح لغات پر دلالت**

جیسے ہائے تانیث کو قبیلہ 'طی' کی لغت میں تاء مجرورۃ کی شکل میں لکھا جاتا ہے اور قبیلہ ہذیل کی لغت میں بلا جازم فعل مضارع سے یاء حذف کر دی جاتی ہے اور قرآن مجید میں اس کی مثال ﴿ يَوْمَ يَأْتِ لَا تُكَلَّمُ نَفْسٌ ﴾ ہے۔

✳ **بعض کلمات میں وصل وقطع سے مختلف فوائد کا حصول**

رسم عثمانی کی ایک عظیم الشان خصوصیت یہ ہے کہ اس میں موجود قاعدہ وصل وفصل کی بدولت مفصول کلمات میں ایک سے زائد معانی کا پتہ چلتا ہے، جیسے أم من يكون، أمن يمشى سويا، اگر اَم کو مَنْ سے علیحدہ لکھا جائے تو بل کا معنی دیتا ہے۔ مذکورہ دونوں مثالوں میں سے پہلی مثال میں اَم بمعنی بل ہے۔

✳ **ایک رسم کے ساتھ لکھے ہوئے لفظ سے مختلف قراءات کا حصول**

مثلاً وما يخدعون إلا أنفسهم اور وتمت كلمت ربك میں اگر پہلے لفظ کو یخادعون لکھا جاتا تو یخدعون کی قراءت فوت ہو جاتی اور دوسرے لفظ میں کلمات لکھا جاتا تو کلمت مفرد کی قراءت فوت ہو جاتی۔

✳ قرآن مجید کے محافظ علوم کی عظمتِ شان کو سامنے رکھتے ہوئے تلاوت کا حق ادا کرنا۔

✳ عامۃ الناس کو اسلاف کی خدمات اور کتابت کی ابتدائی ہیئت و کیفیت سے متعارف کروانا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قاری محمد ادریس العاصم ☆

مصحف المدينة النبوية کی اہمیت اور اس پر تحقیقی کام کا تعارف

زیر نظر مقالہ استاد القراء قاری محمد ادریس العاصم ﷾ کی ان علمی نگارشات پر مشتمل ہے، جو انہوں نے محکمہ اَوقاف کے زیر اہتمام داتا دربار کمپلیکس میں مطبوع مصاحف کے ضمن میں رسم وضبط کی غلطیوں سے آگاہی اور تدارک کے حوالے سے منعقد ہونے والے سیمینار میں پڑھنے کے لیے تیار کیا تھا،لیکن آپ اپنی علالت کے پیش نظر اس پروگرام میں شرکت نہ فرما سکے۔ہم قاری صاحب ﷾ کے انتہائی شکر گزار ہیں کہ انہوں نے یہ گراں قدر مقالہ ادارہ رشد کو قراءات نمبر میں اشاعت کے لیے دیا۔

یاد رہے کہ اسی موضوع پر مجمّع الملك فهد کے امین عام ڈاکٹر محمد سالم بن شديد العوفی ﷾ نے تطوّر كتابة المصحف الشريف وطباعته وعناية المملكة العربية السعودية بطبعه ونشره وترجمة معانيه کے زیر عنوان تقریبا دو سو صفحات پر مشتمل ایک مفصل کتاب بھی لکھی ہے۔موضوع زیر بحث پر مزید معلومات کے شائقین اس کتاب کی طرف رجوع کر سکتے ہیں۔[اِدارہ]

اللہ وحدہ لاشریک نے جب انسان کو تخلیق فرمایا تو اس کی روحانی اور اَخلاقی تربیت کے لیے اپنے برگزیدہ رسولوں کو مبعوث فرمایا۔ان پیغمبروں میں سے صاحب شریعت رسولوں کو کتب سماوی بھی عطا فرمائی گئیں تاکہ اس زمانے کے لوگوں کی روحانی واَخلاقی تربیت کا ایک دستور العمل ان کے درمیان موجود رہے۔

آنحضرت ﷺ سے قبل جس قدر بھی انبیاء ورسل مبعوث ہوئے وہ کسی خاص قوم اور ایک مخصوص مدت کے لیے مبعوث ہوئے تھے۔مگر آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی وہ عالی مرتبت ہستی ہے جن کو قیامت تک کے انسانوں کی راہنمائی کے لیے مبعوث کیا گیا اور یہی شان آپ ﷺ پر نازل ہونے والی کتاب قرآن حکیم کی ہے۔ضروری تھا کہ آپ ﷺ پر نازل ہونے والے قرآن حکیم فرقان حمید کو بھی تا قیامت قائم ودائم رکھا جائے۔یقیناً حفاظت قرآن کا اہم فریضہ انسان کے بس کا کام نہیں تھا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا ذمہ خود لیا،جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحٰفِظُوْنَ﴾ [الحجر:۹]

''یعنی بے شک ہم ہی نے قرآن نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔''

اسی طرح اِرشاد الٰہی ہے:

﴿لَا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ﴾ [حم السجدة:۴۲]

☆صدر مدرس المدرسة العالية تجويد القرآن، مسجد لسوڑیاں والی اہلحدیث، لاہور.....مصنف کتب کثیرہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''یعنی اس پر جھوٹ کا دخل نہیں آگے سے اور نہ پیچھے سے اتاری ہوئی ہے حکمتوں والے، سب تعریفوں والے کی۔''

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو یہ مذہب جلیلہ سونپا کہ وہ قرآن کی حفاظت، جمع اور اس کی نشرواشاعت کا اہتمام کریں۔ پس آپ ﷺ نے قرآن حکیم کے الفاظ کی تحریری، صوتی اور ادائی ہر طریقے سے حفاظت کا اہم فریضہ سرانجام دیا۔

﴿اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ﴾ [العلق:۳،۴]

کے ذیل میں ڈاکٹر حمید اللہ رحمہ اللہ اپنے فرانسیسی ترجمہ قرآن میں تحریر فرماتے ہیں:

''اس پہلی وحی کا لب لباب انسانی علم کا ایک ذریعہ ہونے کے سبب قلم کی تعریف کرنا ہے جس سے اس امر کی وضاحت ہوتی ہے کہ نبی کریم ﷺ کا ایک منصب جلیلہ قرآن کریم کو تحریری شکل میں محفوظ رکھنا بھی تھا۔'' [ابتدائیہ ص:۱۶۰]

ڈاکٹر حمید اللہ رحمہ اللہ کی اس بات کی مزید وضاحت اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جو کہ الدیلمی ص۳۱۴، کنز العمّال، ج۱۰، اور الدّر المنثور: ۱/۱ میں بیان ہوئی ہے کہ کاتبِ وحی حضرت معاویہ بن سفیان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا:

«یا معاویة الق الدواة وحرف العلم وانصب البآء وفرق السین ولا تعور المیم وحسن الله ومد الرحمن وجود الرحیم وضع قلمك علیٰ أذنك الیسریٰ فانه أذكر لك»

''یعنی اے معاویہ دوات کا منہ کھلا رکھو تاکہ تنگی کے سبب دقت نہ ہو اور قلم پرتر چھا قط لگاؤ اور بسم اللہ کی باء کو خوب بڑا لکھو اور سین کے دندانوں کو بھی واضح کرو اور میم کی آنکھ کو خراب نہ کرو اور لفظ اللہ کو خوبصورت لکھو اور رحمٰن کے نون کو دراز کرو اور الرحیم کو عمدگی سے لکھو اور اپنے قلم کو اپنے بائیں کان پر رکھو وہ تمہیں بھولی چیز یاد کرادے گا۔''

غرض ان تمام انتظامات اور اہتمام کے ساتھ قرآن کو دورِ رسالتؐ میں محفوظ کیا جاتا رہا۔

صحابہ کرام کو آپ ﷺ نے قرآن کو تحریری صورت میں لکھنے کی خاص تربیت دی جیسا کہ یہ بات بیان کردہ حدیث سے بھی واضح ہے۔ علامہ سیوطی رحمہ اللہ [الاتقان فی علوم القرآن:۲/۳۴۸] میں تحریر فرماتے ہیں کہ ''امام بیہقی رحمہ اللہ نے کتاب شعب الایمان میں ابی حکیم العبدی رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے بیان کیا حضرت علیؓ میرے پاس سے گزرے میں اس وقت مصحف کی کتابت کر رہا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اپنے قلم کو جلی کرلو میں نے قلم پر ایک قط لگا لیا اور لکھنے لگا۔ حضرت علیؓ نے قلم کو ملاحظہ کیا اور فرمایا ہاں اب تم کتابت قرآن کو روشن اور واضح کرو گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے روشن اور واضح بنایا ہے جمہور علماء رسم اس بات کے حامی ہیں کہ قرآن کا مخصوص رسم الخط اللہ تعالیٰ کی جانب سے تھا اور قرآن کو اس مخصوص رسم الخط پر لکھنا دراصل آنحضرت ﷺ کی سنت مبارکہ ہے۔

جیسا کہ امام ابوالقاسم بن فیرہ الشاطبی الاندلسی رحمہ اللہ [متوفی ۵۹۰ھ] فرماتے ہیں:

وكل ما فيه مشهور بسنته

''یعنی قرآن حکیم میں جس قدر بھی اوضاع ہیں وہ سب آنحضرت ﷺ کے حکم اور سنت سے شہرت یافتہ ہیں۔''

برہان الدین ابراہیم بن عمر خلیل الجعبری السّلفی رحمہ اللہ "روضة الطرائف فی رسم المصاحف" میں فرماتے ہیں:

"رسم المصاحف توقیفی و واجب الاتباع بالاجماع وهو مذهب الائمة الاربعه"

قصہ مختصر کہ یہ رسم الخط اُمت کے لیے واجب الاتباع ٹھہرا اور اسی رسم کو خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دور میں جمع قرآنی میں بھی ملحوظ رکھا گیا اور اسی رسم الخط کا اہتمام خلیفہ ثالث حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے دورِ خلافت میں جمع وترویج قرآن کے عظیم کام میں کیا۔ پھر اس کے بعد حضرت تابعین و تبع تابعین کا دور آیا قرآن کی رسم کے حوالے سے بڑی قابل قدر تحقیقات ہوئی اور اس سلسلے میں اصول وضوابط پر مبنی کتب وجود میں آئیں۔

عربی رسم الخط میں نقط۔حرکات وسکنات نہ تھے، جیسا کہ اس کی تصریح ڈاکٹر محمد بیوی مہران رحمہ اللہ نے اپنی کتاب 'دراسات فی تاریخ العربی القدیم' میں ص۵۴ پر کی ہے۔جب تلفظ میں دشواریاں پیدا ہوئیں تو نقطے اور حرکات وسکنات وجود میں آئے۔

نقط سے مراد حروف معجمہ اور مہملہ میں امتیازی علامات یعنی نقطے ہیں۔نقط پر سب سے پہلا کام حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شاگرد رشید ابوالاسود الدؤلی رحمہ اللہ [م۶۹ھ] نے کیا جبکہ ابوالاسود رحمہ اللہ کے شاگردوں نصر بن عاصم لیثی رحمہ اللہ [م۸۹ھ] اور یحییٰ بن یعمر ابوسلیمان عدوانی رحمہ اللہ [م۹۰ھ] نے شکل وضبط پر کام کیا۔ان دونوں حضرات کا کام ابتدائی نوعیت کا تھا اور مزید تحقیق وتسہیل کا متقاضی تھا جس کو امام خلیل بن احمد فراہیدی بصری رحمہ اللہ [متوفی ۱۷۰ھ] نے مزید ترقی دی غرض آج تک جو کام ضبط وشکل میں موجود ہے وہ امام خلیل رحمہ اللہ ہی کا ہے۔مزید تفصیل کے لیے الشیخ عبدالفتاح القاضی مصری رحمہ اللہ کی 'تاریخ المصحف الشریف' کا مطالعہ از حد مفید ہوگا۔

رسم عثمانی کو خلیفہ ثالث حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے منسوب کرنے کی وجہ یہ ہے کہ آپ نے اپنے دورِ خلافت میں مسلمانوں میں اختلاف قراءات شاذہ وغیر فصیح کو ختم کرنے کے لیے بڑے اہتمام اور شان سے مصاحف تحریر کرائے اس لیے اس رسم کو آپ کے نام 'رسم عثمانی' سے موسوم کیا گیا۔

یہ مصاحف کتنے تھے۔علامہ جزری رحمہ اللہ [متوفی ۸۳۳ھ] 'النشر فی القراء ات العشر' میں فرماتے ہیں کہ ان کی تعداد آٹھ تھی جو مدینہ منورہ، مکہ مکرمہ، بصرہ، کوفہ، دمشق، بحرین، یمن اور ایک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ذاتی نسخہ مصحف امام تھا جبکہ ابن عاشر رحمہ اللہ [متوفی ۷۶۵ھ] فرماتے ہیں کہ زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ مصاحف تعداد میں چھ ہیں یعنی مکی، مدنی، شامی، بصری، کوفی اور مصحف امام۔

آپ کو یہ بات اچھی طرح معلوم ہے کہ ازمنہ وسطیٰ میں ہاتھ سے کتب لکھی جاتی تھیں اور پھر ان کی بہت سی نقول بڑی چابک دستی سے تیار کی جاتیں اور پورے عالم اسلام میں پھیل جاتی تھیں۔قرآن حکیم کو بھی اسی طرح ہاتھ سے لکھا جاتا بڑے بڑے خوبصورت لکھنے والے کاتبین اس میں نمایاں ہوکر سامنے آئے جنہوں نے قرآن حکیم کی کتابت میں اپنے جوہر دکھائے۔مگر پرنٹنگ مشین کی ایجاد نے طباعت کے میدان میں ایک انقلاب برپا کردیا۔ہاتھ سے لکھے جانے والے قرآن جو بمشکل سینکڑوں کی تعداد میں ہوتے تھے وہ پرنٹنگ مشین کی بدولت لاکھوں کی تعداد میں چھپنے لگے۔قرآن حکیم پہلی مرتبہ پرنٹنگ مشین پر کب چھپا اس کے متعلق ڈاکٹر یحییٰ محمود جنید رحمہ اللہ اپنے مضمون "تاریخ طباعة القرآن الكريم باللغة العربيه فی أوربا فی القرنين السادس عشر والسابع عشر الميلاديين" جو کہ مجلّہ 'عالم کتب' کے ستمبر/اکتوبر ۱۹۹۴ء میں چھپا ہے، میں تحریر کرتے ہیں کہ پہلی مرتبہ قرآن حکیم ہمبرگ جرمنی میں ۱۶۸۴ء میں چھپا۔

قرآن کی اس پہلی مشینی طباعت میں رسم عثمانی کا اہتمام نہیں کیا گیا تھا، اس لیے علماء اسلام کی متفقہ طور پر یہ رائے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوئی کہ عامۃ المسلمین اس کے پڑھنے سے احتراز کریں اور اس کو اپنے زیر مطالعہ بالکل نہ رکھیں۔ عامۃ المسلمین کی اس بے اعتنائی کی وجہ سے بعد ازاں اس کو تلف کر دیا گیا۔ اس کے بعد بھی دیارِ مغرب کے نام نہاد مفکر اور مستشرقین قرآن حکیم کو اپنی مرضی کے مطابق چھاپتے رہے، لیکن چونکہ وہ رسم عثمانی اور دیگر علماء رسم کی مقرر کردہ قواعد وضوابط کے مطابق نہیں ہوتے تھے لہٰذا عامۃ المسلمین میں پذیرائی حاصل نہ کر سکے۔ ڈاکٹر یحییٰ محمود جنید ﷾ اپنے اسی مضمون میں لکھتے ہیں کہ ۱۷۸۷ء میں روس کے شہر سینٹ پیٹرز برگ میں مولائی عثمان نے قرآن کی طباعت کا اہتمام کیا، جس کو پھر ۱۸۴۸ء میں قازان سے محمد شاکر مرتضیٰ اوغلی نے دوبارہ چھاپا۔ اس قرآن میں رسم عثمانی کا التزام کیا گیا تھا۔ اس کے صفحات کی تعداد ۴۶۶ تھی، مگر اس میں بھی عدد آیات کا اہتمام نہ کیا گیا اور علامات وقف بھی بین السطور دی گئی تھیں۔

فوزی سالم عفیفی ﷾ اپنی کتاب نشأة وتطور الكتابة الخطية العربية ودورها الثقافي والاجتماعي میں اور عبدالعزیز الدالی ﷾ اپنی کتاب الخطاطة مطبوعه مكتبه الخانجي مصر میں لکھتے ہیں کہ نپولین بونا پارٹ جب ۱۷۹۷ء میں مصر پر حملہ آور ہوا تو وہ اپنے ساتھ تین پرنٹنگ مشینیں بھی لایا، جس کے لانے کا بنیادی مقصد اپنے خیالات و افکار کی نشر واشاعت تھی۔ اس طرح مصر میں پرنٹنگ پریس کا رواج ہوا۔ بعد ازاں مصر میں بہت سے مطابع اور پریس وجود میں آئے، جن میں ایک مشہور اور نامور نام 'المطبعة الأميرية' بھی تھا۔ اسی مطبع نے ایک مصحف رسم عثمانی اور دیگر اوضاع کتابت کے مطابق بڑے اہتمام سے چھاپا، جس کا نام 'المصحف الأميرية' تھا۔ اس مصحف کی راقم نے اپنے استاد گرامی قدر استاذ القراء الشیخ قاری مقری اظہار احمد تھانوی ﷾ سے بڑی تعریف سنی مگر نہ تو یہ باوجود تلاش بسیار کے دستیاب ہوا اور نہ ہی اس کے متعلق معلوم ہوا کہ اس پر تحقیقی کام کرنے والے کون حضرات تھے؟

ڈاکٹر سہیل صابان ﷾ اپنی کتاب إنشاء المطبعة العربية ومطبوعاته میں تحریر کرتے ہیں کہ ۱۳۰۸ھ مطابق ۱۸۹۰ء میں "المطبعة البهية القاهره" نے ایک مصحف بڑے اہتمام سے طبع کیا جس میں رسم عثمانی اور وقوف قرآنی کا بڑا اہتمام کیا گیا تھا اس مصحف میں رسم اور ضبط کے لیے امام ابوعمرو عثمان دانی ﷾ [متوفی ۴۴۴ھ] کی 'المقنع' اور امام ابوداؤد ﷾ [متوفی ۴۹۶ھ] کی 'کتاب التنزیل' سے استفادہ کیا گیا تھا یہ تحقیقی کام مشہور ماہر رسم اور ماہر تجوید وقراءت الشیخ رضوان بن محمد الشهير المخلّلاتی ﷾ [متوفی ۱۳۱۱ھ] کی زیر نگرانی ہوا اور اس کی مجلس قائمہ میں الشیخ محمد علی خلف الحسینی المعروف الحداد، الشیخ حفنی ناصف ﷾، الشیخ مصطفیٰ عنانی ﷾، الشیخ احمد الاسکندری ﷾ جیسے نامور ماہرین فن شامل تھے اور اس مصحف کی کتابت الشیخ محمد علی خلف الحسینی ﷾ نے کی۔

بعد ازاں ایک مصحف مشائخ جامع ازہر کی تحقیق سے مراقبة البحوث الثقافة الاسلامية نے ۱۹۶۲ء میں شائع کیا جس کے رئیس لجنہ استاذ عظیم الشیخ عبدالفتاح القاضی ﷾ تھے اور ان کے معاونین میں الشیخ محمود خلیل حصری ﷾، الشیخ علی مرعی ﷾، الشیخ محمد سالم المحیسن ﷾، الشیخ محمد سلیمان صالح ﷾، الشیخ عبدالعظیم الخیاط ﷾، الشیخ عبدالرؤف محمد سالم ﷾ اور محمد صادق القمحاوی ﷾ تھے۔ اس قرآن کے ۵۲۲ صفحات ہیں۔

اس قرآن کی کچھ نمایاں خصوصیات درج ذیل ہیں: اس قرآن کریم کے ہر صفحہ میں پندرہ سطریں ہیں۔ ہر صفحہ پر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آیت کے مکمل ہونے کا اہتمام کیا گیا ہے۔

سورۃ الروم میں کلمہ ضُعفٍ جو پاکستانی مصاحف میں ضاد کے ضمہ سے ہے اس مذکورہ مصحف میں ضاد کے زبر سے ضَعفٍ ہے۔ یاد رہے کہ اگر کسی لفظ کی قراءت میں دو وجوہ ہیں اور دونوں صحیح اور متواتر ہوں اور ان میں سے ایک قراءت تو مشہور ہو اور دوسری قراءت متروک عند القراء ہو تو دوسری قراءت کا لکھنا اور پڑھنا ضروری ہوتا ہے۔

نیز مذکورہ مصری مصحف میں پاروں کے افتتاح میں بھی درج ذیل اختلاف ہے۔

پاکستان مصاحف میں چوتھا پارہ لَنْ تَنَالُوْا سے شروع ہوتا ہے جبکہ مذکورہ مصری مصحف میں كُلُّ الطَّعَامِ سے شروع ہوتا ہے۔ ساتواں پارہ پاکستانی مصاحف میں وَاِذَا سَمِعُوْا سے شروع ہوتا ہے مذکورہ مصحف میں لَتَجِدَنَّ سے شروع ہوتا ہے۔ گیارہواں پارہ پاکستانی مصاحف میں يَعْتَذِرُوْنَ سے شروع ہوتا ہے جبکہ مذکورہ مصحف میں إِنَّمَا السَّبِيْلُ سے شروع ہوتا ہے۔ بیسواں پارہ پاکستانی مصاحف میں أَمَّنْ خَلَقَ سے شروع ہوتا کہ جبکہ مذکورہ مصحف میں فَمَا كَانَ جَوَابَ سے شروع ہوتا ہے۔ اکیسواں پارہ پاکستانی مصاحف میں اُتْلُ مَا اُوْحِيَ سے شروع ہوتا ہے جبکہ مذکورہ مصحف میں وَلَا تُجَادِلُوْا سے شروع ہوتا ہے۔ تیئسواں پارہ پاکستانی مصاحف میں وَمَالِيَ سے شروع ہوتا ہے جبکہ مذکورہ مصحف میں وَمَا اَنْزَلْنَا سے شروع ہوتا ہے۔

اسی طرح سورتوں کے ناموں میں بھی اختلاف ہے جو درج ذیل ہے: سورہ بنی اسرائیل کا نام سورۃ الاسراء درج ہے۔ سورۃ القصص کا نام سورۃ قصاص درج ہے۔ سورۃ الدھر کا نام سورۃ الانسان درج ہے۔ سورۃ الزلزال کا نام سورۃ الزلزلہ درج ہے اور سورۃ اللّهب کا نام سورۃ المسد درج ہے۔

اس مصحف میں علامات وقوف ج، لا، ج، صلے، قلے اور وقف معانقہ کی علامت والے تین نقطے (، ،) کو اختیار کیا گیا ہے۔ نیز اس مصحف میں ہر سورت کے شروع میں سورت کا نام اور آیات کی تعداد، سورت کا مدنی یا مکی ہونا اور سورت کا نمبر شمار اور نزول کی ترتیب والا نمبر بھی بیان کیا گیا ہے نیز یہ بھی بتایا گیا ہے کہ یہ سورت کس سورت کے بعد نازل ہوئی ہے۔

پھر ایک قرآن حکیم مجمّع البحوث والثقافة الاسلامية ازھر والوں نے ہی ۱۹۷۹ء میں طبع کرایا جس میں جامع ازھر کے مشائخ نے کام کیا تھا۔ جن میں الشیخ محمود خلیل حصری رحمہ اللہ، رئیس الجنہ اور ان کے معاونین میں الشیخ احمد علی مرعی رحمہ اللہ، الشیخ رزق حبہ رحمہ اللہ، الشیخ عبدالصبور سعدنی رحمہ اللہ، الشیخ محمد صادق القَمْحَاوی رحمہ اللہ، الشیخ محمود حافظ برانق رحمہ اللہ اور الشیخ محمود طبطاوی رحمہ اللہ شامل تھے۔

اس قرآن حکیم کی کچھ نمایاں خصوصیات یہ ہیں کہ اس قرآن کریم کے ہر صفحہ میں بھی پندرہ سطریں ہیں، ہر صفحہ پر آیت کے مکمل ہونے کا اہتمام کیا گیا اس مصحف میں بھی ضَعْفٍ فتح کے ساتھ تحریر ہے۔

اس مصحف میں بھی مذکورہ بالا مصحف کی طرح پاروں کے افتتاح میں وہی اختلاف ہے۔ اسی طرح سورتوں کے اسماء میں بھی تقریباً وہی اختلاف ہے نیز علامات وقوف بھی مؤخر الذکر مصحف کے مانند ہی ہیں۔ اس مصحف کے کل صفحات ۵۲۸ ہیں۔ یہ مصحف سعودیہ میں بھی طبع ہوا اور بلا قیمت تقسیم کیا گیا۔

سعودی عرب میں مصحف کی طباعت کا کام سب سے پہلے الاستاذ محمد سعید عبدالمقصود رحمہ اللہ جو مطبعة أُم القریٰ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

المكة المكرمة کے مدیر تھے، ان کی ذاتی دلچسپی سے شروع ہوا جس کو مصحف مكة المكرمة کا نام دیا گیا۔ پھر ایک مصحف جس کی کتابت مشہور و معروف خطاط محمد طاہر الکردی رحمہ اللہ نے ۱۹۳۹ء سے ۱۹۴۵ء میں قواعد رسم عثمانی کو مدنظر رکھ کر کی تھی، تحریر کیا اس پر جس لجنہ نے کام کیا۔ اس میں الشیخ السید احمد حامد التجی رحمہ اللہ، استاذ علم قراءات مدرسة الفلاح مکہ مکرمہ، الشیخ عبدطاہر ابوالسمع رحمہ اللہ، امام وخطیب مسجد حرام، الشیخ محمد احمد شرطار رحمہ اللہ اور الشیخ ابراہیم سلیمان النوری رحمہ اللہ شامل تھے۔ بعدازاں اس کی مزید تصدیق کے لیے اسے مشائخ ازہر کے پاس روانہ کیا گیا اور اس وقت کے مشہور عالم رسم وقراءات شیخ القراء والمقاری الشیخ علی محمدا لضبّاع مصری رحمہ اللہ نے اس میں مزید تصحیح اور وضع رسم کا اہتمام کیا۔ آخر کار یہ ۱۳۶۸ھ میں بڑے سائز میں طبع ہوا۔ بعدازاں اس کو چھوٹے سائز میں بھی طبع کیا گیا۔

یہاں تک یہ ایک مختصر سا جائزہ آپ کے سامنے میں نے مختلف ادوار میں چھپنے والے مصاحف کا رکھا ہے۔

محرم ۱۴۰۳ھ میں خادم الحرمین الشریفین الملک فہد بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے ایک فرمان جاری کیا، جس میں کہا گیا تھا کہ ہم یہ محسوس کرتے ہیں کہ ہمارے اوپر یہ ایک اہم دینی فریضہ عائد ہوتا ہے کہ ہم قرآن حکیم کی ایک ایسی طباعت کا اہتمام کریں جس میں قرآن حکیم کے شایان شان اور اغلاط سے بالکل مبرا اور رسم عثمانی اور دیگر فنی اوضاع کا اہتمام کیا جائے۔

یہ ایک بڑا حسین اتفاق تھا کہ جس طرح خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور خلیفہ ثالث حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مدینة الرسول کو قرآن کی نشر واشاعت کا مرکز بنایا، اسی طرح المملكة العربية السعودية نے بھی قرآن کی طباعت کے لیے مدینہ منورہ کا انتخاب کیا۔

اس اِدارے کا ماہ صفر ۱۴۰۵ھ مطابق ۳۰/اکتوبر ۱۹۸۴ء کو شاہ فہد مرحوم نے سنگ بنیاد رکھا، جس کا نام مجمع الملك فهد لطباعة المصحف الشريف رکھا گیا، جو وزارت حج واوقاف کے ماتحت ایک ادارہ تھا۔

اس ادارے کا اہم اور بنیادی ہدف یہ تھا کہ مختلف روایات وقراءات متواترہ جو مختلف اسلامی ممالک میں پڑھی پڑھائی جاتی ہیں، ان کے مطابق مصاحف کی طباعت کا اہتمام کیا جائے، چنانچہ سب سے پہلے روایت حفص کے مطابق قرآن پر کام ۱۴۰۴ھ میں شروع کیا گیا اور اس کے لیے جو لجنہ بنائی گئی اس کے رئیس ڈاکٹر عبدالعزیز بن عبدالفتاح القاری حفظہ اللہ تھے اور نائب رئیس ڈاکٹر علی بن عبدالرحمٰن الحذیفی حفظہ اللہ تھے، جبکہ معاونین میں الشیخ عامر بن السید عثمان رحمہ اللہ، ڈاکٹر عبدالعظیم بن علی الشناوی رحمہ اللہ، الشیخ محمود بن سیبویہ البدوی رحمہ اللہ، استاذی وشیخی عبدالفتاح بن السید بن عجمی المرصفی رحمہ اللہ، الشیخ محمود بن عبدالخالق جادو رحمہ اللہ، الشیخ عبدالرافع بن رضوان بن علی حفظہ اللہ، الشیخ عبدالرازق بن علی بن ابراہیم موسیٰ رحمہ اللہ، الشیخ عبدالحکیم بن عبدالسلام خاطر رحمہ اللہ، ڈاکٹر عبدالعزیز بن محمد بن عثمان، الشیخ عبداللہ بن عبدالرحمٰن البعادی، الشیخ رشاد بن مرسی طلبہ، الشیخ فرغل بن سید فرج، الشیخ عبداللہ بن ردن البداح اور الشیخ عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن عقیل جیسی نامور ہستیاں شامل تھیں۔

یہاں میں بڑے فخر سے یہ بات بیان کرنا چاہوں گا کہ الجامعة الاسلامية میں پڑھنے کے دوران میں نے ان میں سے اکثر شیوخ سے خوب خوب استفادہ کیا۔ خصوصی طور پر استاذی وشیخی عبدالفتاح بن السید بن عجمی المرصفی رحمہ اللہ سے الحمدللہ باقاعدہ طور پر مکمل قراءات سبع، قراءات ثلاثہ، عشرہ صغریٰ اور عشرہ کبریٰ پڑھ کر اجازت حاصل کی۔

اس مصحف کو بعدازاں سرکاری طور پر مصحف المدينة النبوية کا نام دیا گیا۔ یہ مصحف ان حضرات کی شبانہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روز کوششوں سے جمادی الاولیٰ ۱۴۰۵ھ کو منظر عام پر آیا۔ اس مصحف کو لجنہ کے اراکین نے فرداً فرداً پانچ مرتبہ پڑھا، جس میں سے تین مرتبہ تو متن قرآنی کی صحت کا اہتمام کیا گیا، چوتھی مرتبہ رسم عثمانی کے خلاف رہ جانے والی اغلاط کو دور کرنے کا اہتمام کیا گیا اور پانچویں مرتبہ اس کے اَوقاف کو ترتیب دینے کے لیے پڑھا گیا۔ اس مصحف کا تعارف کراتے ہوئے کہا گیا ہے کہ اس مصحف کا ضبط روایت حفص بن سلیمان ابن مغیرہ الاسدی الکوفی رحمہ اللہ کے مطابق ہے، جو کہ امام عاصم بن ابی النجو دالکوفی التابعی رحمہ اللہ کی قراءت ہے۔

مصحف المدینة کی نمایاں خصوصیات درج ذیل ہیں:

اس قرآن کریم کے کل صفحات کی تعداد ۶۰۴ ہے، ہر صفحہ آیت پر شروع ہوتا ہے اور آیت پر ہی ختم ہوتا ہے، شروع میں سرورق کے تین صفحات بغیر نمبروں کے ہیں اور آخر میں بھی حروف ابجد کے حساب سے نمبر لگا کر سترہ اضافی صفحات لگائے گئے ہیں، جس میں اس مصحف کا تعارف، اس کی خصوصیات، اس مصحف کو خوب سے خوب تر کرنے کے لیے فن کی جن کتب اور مراجع سے رجوع کیا گیا کا مختصر بیان ہے۔ بعدازاں پھر اصلاحات ضبط کا بیان ہے، جس پر راقم آگے تفصیل سے روشنی ڈالے گا۔

بعدازاں علامات وقف کی تشریح و توضیح کی گئی ہے۔ اس کے بعد اس مصحف کی لجنہ کا تعارف کرایا گیا ہے اور اس تعارف کے آخر میں اراکین لجنہ کے دستخط ثبت ہیں۔

اس کے بعد دو صفحات پر فہرس اسماء سور بیان کی گئی ہے، جس میں ہر سورت کا مکی یا مدنی ہونا بھی بیان کیا گیا ہے اور ان اضافی صفحات کے سب سے آخری صفحہ پر سن طباعت یعنی ۱۴۰۹ھ اور کاتب مصحف عثمان طہ کا نام وغیرہ درج ہے۔

پاکستانی مصحف سے پاروں کے ناموں میں اختلاف وہی ہے، جو اوپر مصاحف کے سلسلے میں بیان ہوا اور اسی طرح سورتوں کے اسماء کا اختلاف بھی وہی ہے جو اوپر مذکور ہو چکا ہے۔ کلمہ ضَعف ضاد مفتوحہ سے درج ہے۔ پاکستانی مصاحف میں رکوعات کا رواج ہے، جبکہ مشرق وسطیٰ میں طبع ہونے والے قرآن کے تمام نسخوں میں احزاب درج کئے جاتے ہیں۔ مصحف مدینہ میں بھی پورے قرآن کو ساٹھ احزاب میں تقسیم کیا گیا ہے پھر ہر حزب کے چار حصے مزید کئے گئے ہیں یعنی ربع الحزب، نصف الحزب اور ثلث الحزب''

اس کے حروف ہجاء کو امام ابوعمرو الدانی رحمہ اللہ اور امام ابوداؤد سلیمان بن نجاح رحمہ اللہ کے مطابق رکھا گیا ہے اور ساتوں مصاحف عثمانیہ، جو کہ خلیفہ راشد حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے بصرہ، کوفہ، شام، مکہ اور مدینہ نیز وہ مصحف جو ان کا اپنا ذاتی تھا اس کے مطابق رسم کا خیال رکھ کر ترتیب دیا گیا ہے، جبکہ ضبط کے لیے "الطِّراز علی ضبط الخراز" از امام التنیسی رحمہ اللہ اور امام خلیل بن احمد فراہیدی رحمہ اللہ کی وضع کردہ علامات کو اختیار کیا گیا ہے۔

ضروری معلوم ہوتا ہے کہ یہاں علم ضبط اور اس کی اصطلاحات کا بھی تعارف کرا دیا جائے۔

'علم رسم' کے ساتھ ایک علم 'علم ضبط' بھی ہے، جس کا لغوی مطلب ہے: ضبطه ، ضبطا و ضباطةً یعنی چمٹنا، غلبہ پانا، قوی ہونا، پوری طرح حفاظت کرنا، مضبوط کرنا، صحیح کرنا، کتاب پر حرکات لگانا۔

کلمہ ضبط قرآن مجید کو پکا یاد کرنے میں بھی استعمال کیا گیا ہے اور قرآن کریم پر حرکات وسکنات مدات شدات

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لگانے کو بھی ضبط کہا گیا ہے۔علم الرسم توقیفی ہے۔بخلاف علم الضبط کے کہ وہ توقیفی نہیں ہے۔اسی لیے عرب وعجم و بلاد مغرب میں مروج ضبط کی بعض علامات ایک دوسرے سے مختلف بھی ہیں۔

علم الرسم کے قواعد تو ان مصاحف سے حاصل کئے گئے ہیں، جو مصاحف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں لکھوا کر یمن، بحرین، بصرہ، کوفہ، شام، مکہ، مدینہ بھجوائے اور ایک مصحف جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنا ذاتی پڑھنے کے لیے رکھا تھا،مگر علم ضبط کے قواعد علماء نے "الطِّراز علی ضبط الخراز" از امام التنیسی رحمہ اللہ کی کتاب سے حاصل کئے ہیں۔مشارقہ اور مغاربہ اور اندلس وغیرہ اسی کتاب کے مطابق اپنے مصاحف کو ضبط کرتے ہیں۔

اِصطلاحات ضبط

الصفر المستدير :(o)

یہ حرف علت پر لکھا جاتا ہے جو نہ وقفاً پڑھے جاتے ہیں اور نہ وصلاً، جیسے يَتْلُوْا صُحُفًا ، مِنْ نَّبَاۗئِ الْمُرْسَلِيْنَ ، بَنَيْنٰهَا بِاَيْىدٍ وغیرہ

ہمارے پاکستان میں بعض مصاحف میں اس طرح کے کلمات پر کوئی نشان نہیں اور بعض پر اس سے مختلف (o) گول نشان ہے۔

الصفر المستطيل القائم:(o)

یہ علامت ایسے وقف کے اوپر لکھی جاتی ہے، جس کے بعد حرف متحرک ہوگا اور اس الف کے زیادہ ہونے پر دلالت کرے گا۔ وصل کی حالت میں یہ الف نہیں پڑھا جائے گا۔ وقف کی حالت میں پڑھا جائے گا، جیسے اَنَا خَيْرٌ، لٰكِنَّا اگر اس کے بعد حرف ساکن ہوگا تو اس الف پر کوئی علامت نہیں لگائی جائے گی، جیسے اَنَا النَّذِيْرُ۔

اس کا حکم یہ ہے کہ وصلاً نہیں پڑھا جائے گا، وقفاً پڑھا جائے گا۔

بعض پاکستانی مصاحف میں اس طرح کے کلمات پر بھی کوئی نشان نہیں ہوتا اور بعض مصاحف میں اس طرح کا گول نشان (o) ہوتا ہے۔

راس خآء صغيره (حـ):

خ کا چھوٹا سرا بغیر نقطے کے حرف کے اوپر ہوگا اور یہ حرف کے ساکن ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ یہ بڑی وضاحت کے ساتھ پڑھا جائے گا، جیسے مِنْ خَيْرٍ ، وَيَنْئَوْنَ عَنْهُ ، قَدْ سَمِعَ ، اَوَعَظْتَ ، وَخُضْتُمْ.

اور جب اس حرف کا دوسرے حرف میں ادغام کیا جائے گا تو سکون نہیں لکھا جائے گا، بلکہ مدغم فیہ مشدد لکھا جائے گا، جیسے اُجِيْبَت دَّعْوَتُكُمَا ، يَلْهَثْ ذٰلِكَ ، وَقَالَت طَّآئِفَةٌ ، وَمَنْ يَّكْرِهْهُّنَ۔ اور اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ میں جزم لکھنا اور نہ لکھنا دو وجہیں ہیں، لیکن جزم نہ لکھنا زیادہ راجح ہے۔جن حروف کا ادغام ناقص کیا جاتا ہے، وہاں مدغم پر جزم نہیں لکھی جاتی اور مدغم فیہ پر شد نہیں لکھی جاتی ہے، جیسے مَن يَقُوْلُ ، مِنْ وَّال ، فَرَّطْتُمْ ، بَسَطتَ۔

اور اسی طرح نون اور میم کے اخفاء میں بھی وہ حروف سکون سے خالی رہے گا، جیسے مِن تَحْتِهَا ، مِن ثَمَرَةٍ ، اِنَّ رَبَّهُم بِهِمْ

ہمارے پاکستانی مصاحف میں جزم ذرا مختلف ہوتا ہے اور ادغام تام یا ناقص کیا جائے تو مدغم پر جزم اور مدغم فیہ پر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شد ڈالی جاتی ہے اور اسی طرح نون میم مخفات میں بھی نون میم پر جزم ڈالی جاتی ہے۔

میم صغیرہ

چھوٹی سی میم لکھی جاتی ہے جہاں نون ساکن ونون تنوین کے بعد باء آئے، جیسے عَلِيْمُ م بِذَاتِ الصُّدُوْرِ، جَزَآءَ م بِمَا كَانُوْا اور تنوین کی بجائے صرف ایک حرکت لکھی جائے گی۔ پاکستانی مصاحف کا ضبط اس طرح ہے کہ نون ساکن ونون تنوین کے بعد اگر باء آجائے تو وہاں چھوٹی سی میم لکھی جاتی ہے اور تنوین کی دونوں حرکات لکھی جاتی ہیں۔

ترکیب الحرکتین ..ٌ.. ..ً.. .....

جب نون تنوین کے بعد حرف حلقی میں اظہار ہو تو اس وقت تنوین کی دو زبر، دو زیر، دو پیش بالکل مساوی لکھتے ہیں، جیسے سميعٌ عليمٌ، وَلَا شَرَاباً اِلَّا، وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ہمارے ہاں بھی ضبط اسی طرح ہے۔

اور تنوین کی حرکات کو فرق کے ساتھ لکھا جائے گا، جبکہ نون تنوین کا ادغام تام کیا جائے گا اور وہاں مدغم فیہ پر شد بھی ڈالی جائے گی، جیسے خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ، غَفُوْرًا رَّحِيْمًا، يَوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ اور اسی طرح تنوین کو فرق کے ساتھ لکھا جائے گا، جب تنوین کا ادغام ناقص ہوگا یا اخفا کیا جائے گا مدغم فیہ پر شد نہیں ڈالی جائے گی، جیسے وُجُوْهٌ يَوْمَئِذٍ، رَحِيْمٌ وَدُوْدٌ، شِهَابٌ ثَاقِبٌ، سِرَاعًا ذَلِكَ، بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ كِرَامٍ م۔

ہمارے پاکستانی مصاحف میں ضبط اس طرح ہے کہ تنوین میں حرکات ثلاثہ کو پورے قرآن میں ایک ہی طرح لکھا جاتا ہے۔ مدغم نون تنوین کا اگر ادغام تام یا ناقص کیا جائے تو مدغم فیہ پر شد ضرور ڈالی جاتی ہے۔

الحروف الصغيرة

بعض حروف بالکل چھوٹے لکھے جاتے ہیں۔ یہ رسم میں علیحدہ ہوتے ہیں جو کہ مصاحف عثمانیہ میں رسم میں نہیں لکھے جاتے اور پڑھنے کے لیے انہیں لکھا جاتا ہے، جیسے ذٰلِكَ الْكِتٰبُ، اِنَّ وَلِيِّ ىَ اللهُ، أِے لٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشَّتَآءِ، وَكَذَلِكَ نجِيْ الْمُؤْمِنِيْنَ

نوٹ: علماء ضبط اس قسم کے حروف سرخ روشنائی سے لکھتے تھے، لیکن اب چھپائی میں مشکل پیش آتی ہے اور ایک ہی رنگ پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ پاکستانی ضبط اس طرح ہے کہ ذٰلك، اِلٰفهم وغیرہ میں حروف پر صرف کھڑا زبر، کھڑی زیر یا الٹا پیش لکھا جاتا ہے۔ باقی کلمات کا ضبط اسی طرح ہے کہ ان پر چھوٹا سا حرف لکھا جاتا ہے۔

اگر حروف اَصلیہ کتابت کے اندر نہ پڑھے جا رہے ہوں تو ان کے نائب لگائے جاتے ہیں۔ الصلوٰۃ میں کھڑا زبر ڈالا ہے واؤ نہیں پڑھا جا رہا۔ اَلرِّبٰوا، وَاللهُ يَقْبِضُ وَيَبْصُطُ میں صاد لکھا ہے اور اس کے اوپر چھوٹا سا سین لکھا ہے، جبکہ پڑھا سین جاتا ہے۔ اور اگر صاد کے نیچے سین لکھا جائے اس کا مطلب ہوتا کہ صاد اور سین دونوں طرح پڑھنا درست ہے، جبکہ صاد مشہور تر ہے، جیسے اَمْ هُمُ الْمُصَّيْطِرُوْنَ۔

(ٓ) یہ مد کا شوشہ دلالت کرتا ہے، اس پر جو اصلی مد سے زیادہ پڑھی جاتی ہو، جیسے الٓمٓ جہاں مد بدل ہو، وہاں اس قسم کا شوشہ نہیں ڈالا جاتا، بلکہ ہمزہ اور اس کے بعد الف لکھا جاتا ہے، جیسے ءَ امَنُوْا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پاکستانی ضبط میں بھی مد کا شوشہ مد اصلی سے زیادہ مد کرنے کے لیے ڈالا جاتا ہے اور بدل میں صرف کھڑا زبر ڈالا جاتا ہے۔

(◊) ایسا نقطہ جو درمیان سے خالی ہو، جہاں لکھا ہو وہاں امالہ کیا جاتا ہے، جیسے بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖهَا

یہ علامت بھی پہلے سرخ لکھی جاتی تھی، لیکن اب ایک رنگ میں لکھی جاتی ہے اور یہی علامت لَا تَاْمَنَّا عَلٰی یُوْسُفَ ادغام مع الاشمام کے لیے بھی لکھی جاتی ہے۔ وہاں میم کے بعد اور نون سے پہلے بنائی جاتی ہے۔

پاکستان ضبط میں ایسا کوئی نشان نہیں بنایا جاتا۔

(♦) ایسا چار کونوں والا نقطہ جو درمیان سے بند ہو، اس ہمزہ پر دلالت کرتا ہے جس ہمزہ میں تسہیل ہے، جیسے ءَاَعْجَمِیٌّ وَّعَرَبِیٌّ ہمارے پاکستانی ضبط میں ایسا کوئی نشان نہیں ہوتا۔

حرف سین اسی کلمہ پر لکھا جاتا ہے، جن کلمات میں سکتہ کیا جاتا ہے، جیسے عِوَجَاۜ قَيِّمًا (سورۃ الکہف)، مِنْ مَّرْقَدِنَاۜ (سورۃ یس)، مَنْۜ رَاقٍ (سورۃ القیامہ)، بَلْۜ رَانَ (سورۃ المطففین)

پاکستانی ضبط میں بھی ایسا ہی ہوتا ہے۔

مَالِيَهْۜ هَلَكَ سورۃ الحاقہ میں دو وجہیں ہیں۔ اظہار مع السکت اور ادغام۔

پاکستانی ضبط میں ایسی کوئی علامت نہیں ہوتی

(ں) واؤ چھوٹی سی لکھی جاتی ہے، جہاں ہائے ضمیر پر قاعدہ کے موافق ضمہ پر صلہ کیا جا رہا ہو۔

(ے) جس ہاء پر قاعدہ کے موافق کسرہ پر صلہ کیا جا رہا ہو وہاں چھوٹی سی یاء لکھی جاتی ہے۔ اگر صلہ کے بعد ہمزہ ہو تو اس 'وْ' 'یْ' پر چھوٹی سی مد بھی لکھی جاتی ہے، جیسے اِنَّ رَبَّهٗۥ، كَانَ بِهٖۦ بَصِيْرًا، وَاَمْرُهٗۥ اِلَى اللّٰهِ، وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَا اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۦ اَنْ يُّوْصَلَ۔

پاکستانی ضبط میں کھڑی زیر اور الٹا پیش لکھا جاتا ہے۔ ہائے ضمیر کے ماقبل یا مابعد اگر کوئی حرف ساکن ہو تو وہاں ہائے ضمیر میں صلہ نہیں ہوتا، مگر ہمارے مصاحف میں دو جگہ صلہ لکھا ہوا ہے: بِهٖ انْظُرْ (الانعام)، شَاكِرًا لِّاَنْعُمِهٖ اجْتَبٰهُ (النحل)۔ ان دونوں جگہ ہائے ضمیر میں عدم صلہ ہے۔ یاد رہے کہ ان دونوں مواقع پر ہمارے پاکستانی مصاحف میں جو کھڑی زیر کی علامت ڈالی گئی ہے، یہ بالکل غلط ہے۔ وقف کی صورت میں ہاء ساکن ہوگی اور وصل میں ہاء کے نیچے زیر پڑھی جائے گی، لہٰذا صلہ لکھنا درست نہیں۔

ہائے ضمیر کے ماقبل اور مابعد حرف متحرک ہو تو ہائے ضمیر میں صلہ ہوتا ہے، مگر يَرْضَهُ لَكُمْ (الزمر) میں صلہ نہیں ہوتا۔ پاکستانی مصاحف میں بھی ضبط اسی طرح ہے۔

ہائے ضمیر کے ماقبل اگر کسرہ یا یاء ساکنہ ہو تو ہائے ضمیر مکسور ہوتی ہے مگر اَرْجِهْ (الاعراف، الشعراء) اور فَاَلْقِهْ (النمل) میں ہائے ضمیر ساکن ہے۔ پاکستانی مصاحف میں بھی ضبط اسی طرح ہے۔

ہائے ضمیر کے ماقبل یا مابعد کوئی حرف ساکن ہو تو ہائے ضمیر میں صلہ نہیں ہوتا، مگر وَيَخْلُدْ فِيْهِ ۦ مُهَانًا (الفرقان) میں صلہ ہوتا ہے۔ پاکستانی مصاحف میں ھاء کے نیچے کھڑی زیر ڈالی گئی ہے۔

◉ سورۃ الروم میں لفظ ضَعْفٍ مجرور دو جگہ اور ایک جگہ ضَعْفًا منصوب ضاد کا فتحہ سے اور ضاد کا ضمہ دو وجہیں ہیں یعنی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّشَیْبَةً ؕ
جبکہ ہمارے مصاحف میں ضَعف دو جگہ مجرور اور ضَعفا ایک منصوب، تینوں ضاد کے ضمہ سے لکھے ہیں اور حاشیہ میں ضاد کا فتحہ بھی لکھا ہوا ہے۔

- سورۃ النَّمل میں ءَاتٰنِ میں وقفاً امام حفص رحمہ اللہ کے لیے دو وجہیں ہیں:
  ایک اثبات یاء ساکنہ سے یعنی ءَاتٰنِیْ اور دوسری وجہ نون کے سکون سے۔
- سورۃ الدہر میں لفظ سَلٰسِلَا میں بھی وقفاً دو وجہیں ہیں:
  ایک آخر الف کے اثبات سے اور دوسری وجہ آخری الف کے حذف سے۔
  یہاں علم الضبط کا بیان اختتام پذیر ہوا۔

آیات کا شمار

آیات کا شمار بھی ایک نہایت اہم علم ہے اور اس کی اہمیت کے پیش نظر ایک مختصر تعارف میں اس علم کا بھی کرانا چاہوں گا۔ آیات کے شمار میں اہل مکہ، اہل مدینہ، اہل شام، اہل بصرہ اور اہل کوفہ نے اختلاف کیا ہے، جو اس طرح ہے۔ اہل مدینہ آیات قرآن کی دو تعداد ذکر کرتے ہیں:

① پہلی تعداد وہ ہے، جس کو امام ابوجعفر یزید بن القَعْقَاع رحمہ اللہ اور امام شیبہ بن نصاح رحمہ اللہ نے قرار دیا ہے۔
② دوسری تعداد وہ ہے، جسے امام اسماعیل بن جعفر بن ابی کثیر انصاری رحمہ اللہ نے مقرر فرمایا ہے۔

اہل مکہ شمار آیات امام عبداللہ بن کثیر رحمہ اللہ سے لیتے ہیں، جس کو امام مکی رحمہ اللہ مجاہد رحمہ اللہ سے اور امام مجاہد رحمہ اللہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سید القراء ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے اخذ کرتے ہیں۔

اہل شام کی شمار آیات کو ہارون بن موسیٰ الاخفش رحمہ اللہ نے عبداللہ بن ذکوان رحمہ اللہ سے اور احمد بن یزید حلوانی رحمہ اللہ وغیرہ نے ہشام بن عمار رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے، پھر آگے ابن ذکوان رحمہ اللہ اور ہشام رحمہ اللہ نے ایوب بن تمیم ذماری رحمہ اللہ سے اَخذ کیا ہے، ایوب رحمہ اللہ نے یحییٰ بن الحارث رحمہ اللہ سے اخذ کیا، وہ فرماتے ہیں:

''یہی وہ تعداد ہے، جس کو ہم اہل شام کی تعداد آیات مانتے ہیں اور اسی کو مشائخ نے صحابہ کرام کی روایت سے ہم تک پہنچایا ہے اور اسی کو امام عامر شامی رحمہ اللہ نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔''

اہل بصرہ کی تعداد آیات کا مدار عاصم بن الحجاج الجُحْدری رحمہ اللہ کی روایت پر ہے۔ اہل کوفہ جس تعداد کو مانتے ہیں، اس کی نسبت امام حمزہ کوفی رحمہ اللہ، امام کسائی کوفی رحمہ اللہ اور امام خلف بن ہشام رحمہ اللہ سے کی جاتی ہے۔ امام حمزہ رحمہ اللہ نے فرمایا ہم کو یہ تعداد ابن ابی لیلیٰ رحمہ اللہ نے بواسطہ عبدالرحمٰن سلمی رحمہ اللہ سے اور انہوں نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے سن کر بتلائی ہے۔ جبکہ عدد آیات کے کوفی شمار میں، جو کہ حضرت ابوعبدالرحمٰن بن حبیب سلمی رحمہ اللہ سے وارد ہے اور انہوں نے خلیفہ چہارم علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے اخذ کیا ہے، کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ یہ بات امام ابوالقاسم شاطبی رحمہ اللہ، جنہوں نے عدد آیات کے فن کے متعلق اپنے قصیدہ 'ناظمة الزهر' میں قواعد بیان فرمائے ہیں، نے اپنی کتاب 'ناظمة الزهر' میں بیان فرمائی ہے۔ کوفی شمار کے مطابق آیات کی تعداد (۶۲۳۶) چھ ہزار دو سو چھتیس ہیں۔ مصحف المدینة النبویة کے کل صفحات کی تعداد (۶۰۴) چھ سو چار ہے، جبکہ اجزاء، احزاب اور ارباع

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو علامہ الصفاقسی رحمہ اللہ کی کتاب 'غیث النفع' سے، علامہ شاطبی رحمہ اللہ کی 'ناظمة الزهر' کی شروحات سے، الشیخ محمد متولی رحمہ اللہ کی 'تحقیق البیان' سے اور ابوعبید رضوان المخلّلاتی رحمہ اللہ کی 'ارشاد القراء والکاتبین' سے اخذ کیا گیا ہے، جبکہ سورتوں کے مکی و مدنی کا بیان عمر بن محمد بن عبدالکافی رحمہ اللہ کی کتاب سے اَخذ کیا گیا ہے۔

وقوف کی علامات اور ان کی نشاندہی اراکین لجنہ نے معانی کو مدنظر رکھ کر خود کی ہے، جس میں اراکین لجنہ نے علمائے وقف والابتداء اور علماء مفسرین کے اقوال کو مدنظر رکھا ہے، جبکہ مواقع سجدات کو کتب احادیث اور کتب فقہ سے اخذ کیا ہے۔ واضح رہے کہ ہمارے پاکستانی مصاحف میں سجدات تلاوت چودہ بیان کئے گئے ہیں، جبکہ مصحف مدینہ میں مکمل پندرہ سجدات بیان کئے گئے ہیں۔

سکتات کے مواقع جو روایت حفص کے مطابق ہیں، وہ امام شاطبی رحمہ اللہ کی 'حرز الامانی ووجه التهانی المعروف بالشاطبیة' سے اخذ شدہ ہیں۔ بعد ازاں اس مصحف میں استعمال ہونے والی اصطلاحات ضبط کا تعارف اور تشریح دی گئی ہے۔ اسی طرح علامات الوقوف کا بیان ہے، جن میں (م) سے وقف لازم، (لا) سے وقف ممنوع، (ج) سے وقف جائز، (صلے) سے وقف جائز مع کون الوصل اولیٰ، (قلے) سے علامۃ الوقف الجائز مع کون الوقف اولیٰ اور وقف معانقہ کی نشاندہی کی گئی ہے۔

یہاں میں آپ حضرات کے سامنے یہ بات خاص طور پر عرض کروں گا کہ پاکستان میں چھپنے والے قرآن حکیم کے نسخہ جات میں علامات وقوف کی اس قدر بھرمار ہے کہ ایک عام قاری کو ان علامات وقوف کو یاد رکھنا بھی ایک جہد مسلسل کا متقاضی ہے۔ راقم نے ان تمام باتوں کی بڑی تفصیل سے وضاحت اپنی کتاب 'الاهتداء فی الوقف والابتداء' میں کی ہے۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ جس طرح 'مصحف المدینة النبویة' میں بڑی مختصر اور جامع انداز میں علامات وقوف مقرر کی گئی ہیں اسی طرح پاکستان کے مطبوعہ قرآن کے نسخوں میں بھی وہ علامات وقوف اختیار کرنی چاہئے۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ 'مصحف المدینة النبویة' ایک ایسا شاہکار ہے جس میں پڑھنے والے کے لیے بہت زیادہ آسانی اور سہولت کا اہتمام کیا گیا ہے۔ میں دعا کرتا ہوں کہ اسی طرز اور نہج پر پاکستان میں بھی اس اہتمام اور شان سے کام ہو اور پھر تمام ناشرین قرآن کو اس بات کا پابند کیا جائے کہ وہ اسی منظور کردہ مصحف کو پرنٹ کریں اور دیگر مختلف النوع کتابت والے مصاحف، جن میں رسم، ضبط اور حتیٰ کہ دیگر بڑی فاش اغلاط ہیں ان کی طباعت حکومت کے حکم پر بند کر دی جائے اور پورے پاکستان میں بھی صحت رسم وضبط کے اعلیٰ معیار پر ایک مصحف رائج ہو جائے۔

'المصحف المدینة المنوره' بروایت حفص کے بعد مجمّع الملك فهد نے اپنی شاندار، دیدہ زیب اغلاط سے پاک اور قواعد رسم الخط اور علامات وقوف اور علامات ضبط کی انہی روایات کو برقرار رکھتے ہوئے دیگر روایات وقراءات میں سے سب سے پہلے روایت ورش عن الامام نافع مدنی رحمہ اللہ کے مطابق قرآن طبع کیا۔ روایت ورش مغرب، جزائر، تیونس، موریتانیہ، سینیگال، چاڈ اور نائیجیریا کے علاقوں میں پڑھی پڑھائی جاتی ہے۔ اس مصحف میں بھی قواعدِ رسم عثمانی کا از حد اہتمام کیا گیا۔ اس کا خط مغربی ہے اور آیات کا شمار مدنی اخیر کے مطابق (۶۲۱۴) چھ ہزار دو سو چودہ ہے۔ اس کے صفحات کی مجموعی تعداد (۵۵۹) پانچ سو انسٹھ ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعدازاں مجمع کی طرف سے روایت دوری عن امام ابوعمرو بصری رحمہ اللہ کے مطابق قرآن طبع کیا گیا۔ اس مصحف میں بھی قواعد رسم عثمانی کا خاص اہتمام کیا گیا تھا اور ضبط کی علامات امام خلیل بن احمد فراہیدی رحمہ اللہ اور ان کے متبعین کے مطابق ہیں۔ یہ روایت مغربی وافریقی ممالک اور سوڈان وغیرہ میں پڑھی پڑھائی جاتی ہے۔ اس کی آیات کی تعداد مدنی اوّل کے شمار کے مطابق (۶۲۱۴) چھ ہزار دوسو چودہ ہیں اور صفحات کی تعداد پانچ سو اکیس (۵۲۱) ہیں۔ ہر صفحے کے اختتام پر آیت کا بھی اختتام ہوتا ہے۔ نیز مجمع الملک فہد سے روایت قالون عن الامام نافع مدنی رحمہ اللہ کے مطابق بھی قرآن طبع ہو چکا ہے، جس میں خطِ مغربی کا اہتمام کیا گیا ہے اور قواعد رسم عثمانی کو بھی پیش نظر رکھا گیا ہے۔

ان تمام مصاحف کے علاوہ مجمع کی طرف سے ایک مصحف پاکستان اور برصغیر پاک وہند کے رسم وضبط کے مطابق بھی طبع کیا گیا ہے، جس میں آیات کی تعداد کوفی شمار کے مطابق (۶۲۳۶) چھ ہزار دوسو چھتیس ہیں اور صفحات کی تعداد چھ سو گیارہ ہے۔

راقم الحروف جب آخری مرتبہ سعودی عرب گیا تو مجمّع الملك فهد مدینہ منورہ میں بھی جانے کا موقع ملا اور وہاں معلوم ہوا کہ ان شاء اللہ العزیز قراءات عشرہ متواترہ کی تمام بیس روایات پر قرآن حکیم طبع کئے جائیں گے اور اس سلسلہ میں بڑی تحقیق وتدقیق سے کام جاری ہے۔

دلی تمنا ہے کہ پاکستان میں بھی ہمارے ارباب اختیار اس مذہبی اور علمی فرض کو محسوس کریں اور ایک ایسے مصحف کا اہتمام کریں، جس میں اہل پاکستان کو بھی قواعد رسم عثمانی کے مطابق اور تمام علماء متقدمین کی آراء اور افکار کے مطابق تلاوت کے لیے ایسا شاہکار مصحف میسر آ سکے۔

مراجع ومصادر

① القران الكريم بروايت حفص، مطبوعه مصر ۱۹۶۲ء

② القران الكريم بروايت حفص، مطبوعه مصر ۱۹۷۹ء

③ القرآن الكريم بروايت حفص مطبوعه مجمّع الملك فهد مدينة المنورة السعودية ۱۴۰۵ھ

④ القرآن الكريم بروايت حفص برصغیر پاک وہند کے رسم کے مطابق مطبوعه مجمّع الملك فهد مدينة المنورة السعودية ۱۴۲۲ھ

⑤ القرآن الكريم بروايت ورش مطبوعه مجمّع الملك فهد مدينة المنورة السعودية

⑥ القرآن الكريم بروايت قالون مطبوعه مجمّع الملك فهد مدينة المنورة السعودية

⑦ القرآن الكريم بروايت دورى بصرى مطبوعه مجمّع الملك فهد مدينة المنورة السعودية

⑧ القرآن الكريم بروايت قالون بخط المغربى مطبوعه للدار التونسية للنشر

⑨ القرآن الكريم بروايت ورش بخط المغربى مطبوعه مكبتة الرشاد

⑩ القرآن الكريم برواية الدورى مطبوعه دار مصحف افريقيا الخرطوم السودان

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتب

① تاریخ الخط العربی وادابه: محمد طاهر الکردی مطابع الفرزدق الریاض،۱۹۸۲ء
② نشأة وتطور الکتابة الخطیة العربیة ودورها الثقافی والاجتماعی:فوزی سالم عفیفی مطبوعه کالة المطبوعات کویت،۱۹۸۰ء
③ الخطاطة (الکتابة العربیة):عبدالعزیز الدالی مطبوعه مکتبة الخانجی، مصر، ۱۹۸۰ء
④ تاریخ المصحف الشریف:عبدالفتاح القاضی مکتبة ومطبعة المشهد الحسینی قاهره، مصر
⑤ المدخل إلی تاریخ نشر التراث العربی:الدکتور محمود محمد الطناحی:مطبعة المدنی القاهره، مصر
⑥ وجهوده فی انشاء المطبعة العربیة و مطبوعاته: الدکتور سهیل صابان مکتبه الملك فهد الوطنیة الریاض، السعودیة
⑦ الکتاب تحریره ونشره: الدکتور موریس ابوسعد میخائل مکتبة الملك فهد الوطنیة الریاص، السعودیة
⑧ الطباعة فی شبه الجزیرة العربیة فی القرن التاسع عشر المیلادی:الدکتور یحییٰ محمود جنید مطبوعه دار اجا الریاص، السعودیة
⑨ تاریخ طباعة القرآن الکریم باللغة العربیه: الدکتور یحییٰ محمود جنید
⑩ مباحث فی علوم القرآن: الدکتور صبحیی الصالح مطبوعه دارالعلم للملایین بیروت لبنان
⑪ رسم المصحف دراسة لغویة تاریخیة : غانم قدوری الحمد مطبوعه بغداد
⑫ جریدة اُم القریٰ
⑬ تطور کتابة المصحف الشریف وطباعة:دکتور محمد سالم بن شدید العوفی مطبوعه مجمع الملك فهد مدینة المنورة السعودیة
⑭ ایضاح المقاصد شرح عقیلة اتراب القصائد: استاذی فضیلة الشیخ القاری المقری اظهار احمد التهانوی مطبوعه قراءت اکیڈمی، لاہور پاکستان
⑮ عقیلة اتراب القصائد: امام ابوالقاسم فیره بن خلف الشاطبی، مطبوعہ قراءت اکیڈمی لاہور پاکستان
⑯ النشر فی القراء ات العشر:محمد بن محمد بن محمد أبو الخیر الجزری، مطبوعه مصر
⑰ دراسات فی تاریخ العربی القدیم:دکتور محمد بیومی مهران
⑱ الاتقان فی علوم القرآن:علامه جلال الدین السیوطی مطبوعه،مکتبہ العلم لاہور پاکستان

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انٹــرویو

انٹرویو پینل

شیخ القراء قاری محمد یحییٰ رسولنگری حفظہ اللہ سے ملاقات

شیخ القراء قاری محمد یحییٰ رسولنگری حفظہ اللہ اہل حدیث مکتبہ فکر میں علم تجوید وقراءات کے بانی اساتذہ میں سے ہیں۔ آپ دار القراء، جامعہ عزیزیہ، ساہیوال کے مدیر اور کلیہ القرآن الکریم، جامعہ لاہور الاسلامیہ کے حالیہ رئیس ہیں۔ آپ کی شخصیت کا امتیاز ہے کہ شیخ القراء قاری محمد ابراہیم میر محمدی حفظہ اللہ اور شیخ القراء قاری محمود الحسن بڈھیمالوی حفظہ اللہ جیسی شخصیات کے اساتذہ میں سے ہیں۔انتہائی نمایاں مقام پر فائز ہونے کے باوجود طبعی اعتبار سے انتہائی متواضع اور رقیق القلب انسان ہیں۔آپ کی شخصیت کے انہی پہلوؤں کی نسبت سے رشد 'قراءات نمبر' میں ہم آپ کا انٹرویو شائع کر رہے ہیں۔انٹرویو پینل قاری اظہار احمد حفظہ اللہ (مدرس جامعہ عزیزیہ، ساہیوال)، قاری فہد اللہ مراد حفظہ اللہ (فاضل کلیہ القرآن الکریم، جامعہ لاہور) اور مولانا محسن محمود حفظہ اللہ (مدرس جامعہ عزیزیہ، ساہیوال) پر مشتمل تھا۔ [ادارہ]

رشد: اپنا تفصیلی تعارف کروائیے؟

شیخ: میرا نام محمد یحییٰ اور والد صاحب کا نام مولانا نور اللہ رحمہ اللہ ہے۔میں ہندوستان کے ضلع فیروز پور کے قصبہ کوٹ کپورہ میں اپنے ننھیال کے ہاں سن ۱۹۴۵ء میں پیدا ہوا۔

رشد: کیا آپ کے والد محترم فیروز پور کے رہنے والے تھے؟

شیخ: نہیں ہمارا آبائی گاؤں 15-1R رسول نگر ہے جو اوکاڑہ سے تقریباً ۲۰ کلومیٹر شمالی جانب واقع ہے۔فیروز پور میں میرے ننھیال رہتے تھے۔واقعہ یہ ہے کہ میرے والد محترم مولانا نور اللہ رحمہ اللہ، مولانا باقر رحمہ اللہ کے مدرسہ جھوک دادو سے فراغت کے بعد دوبارہ بخاری پڑھنے کی غرض سے امام عبدالستار دھلوی رحمہ اللہ کے ہاں دہلی چلے گئے۔ انہی دنوں میرے نانا مولانا محمد اسحٰق کوٹ کپوری رحمہ اللہ جو امام صاحب کے کلاس فیلو تھے، ان کے ہاں آئے اور میرے ابو کے لئے اپنی بیٹی کے رشتے کی پیشکش کی جو امام صاحب کے کہنے پہ والد صاحب نے قبول کر لی۔ بعدازاں ان کی وہاں شادی ہوگئی کیونکہ میں اپنے بہن بھائیوں میں سب سے بڑا ہوں اس لیے پنجاب کے عام رواج کے مطابق میری پیدائش میرے ننھیال میں ہوئی۔

رشد: ابتدائی تعلیم کہاں سے حاصل کی؟

شیخ: اپنی تعلیم کا آغاز میں نے اپنے گاؤں سے ہی کیا۔یہاں سے پرائمری کی اور اس کے بعد چھٹی کلاس کے لئے اپنے گاؤں کے قریب ستگھرہ کے مقام پر ہائی سکول ہے، وہاں داخلہ لیا۔وہاں یونیفارم نیکر اور شرٹ تھی جو پی ٹی کے اصرار کے باوجود میں نہیں پہنتا تھا کیونکہ اس میں ستر ننگا ہوتا تھا اس غیر شرعی فعل کی بناء پر میں نے سکول کو خیر آباد کہنا بہتر سمجھا۔

رشد: آپ نے دینی تعلیم کا آغاز کہاں سے کیا؟

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شیخ: میں نے دینی تعلیم کا آغاز اپنے گاؤں کے قریب مولانا حافظ عبدالرزاق ﷾ کے مدرسہ جامعہ اسلامیہ سے کیا جو کہ علاقہ میں درس ڈھلیانہ کے نام سے معروف ہے۔ وہاں حضرت حافظ صاحب کے ہاں حفظ شروع کیا۔ حافظ صاحب چونکہ طبعًا کافی سخت تھے اس لیے میں ان کے پاس زیادہ دیر تعلیم جاری نہ رکھ سکا۔ آٹھ پارے حفظ کرنے کے بعد وہاں سے چھوڑ دیا۔ بعد ازاں چک نمبر 16 جی ڈی مدو کا میں حضرت پیر جماعت علی شاہ ؒ کے ہاں گیا، لیکن وہاں سختی کا یہ عالم تھا کہ باقاعدہ سزا دینے کے لیے ایک آدمی رکھا ہوا تھا لہٰذا وہاں بھی مجھے ٹھہرنا نصیب نہ ہوا۔ بالآخر جامعہ عثمانیہ جامع مسجد گول چوک اوکاڑہ میں حضرت مولانا قاری فاروق ؒ کے ہاں حفظ مکمل کیا۔ حفظ کے بعد میرے چچا حاجی عبداللہ جو کہ ان دنوں لاہور میں کانسٹیبل تھے، مجھے حضرت شیخ القراء مولانا قاری اظہار احمد ؒ کے پاس چیچیاں والی مسجد میں داخل کرا آئے۔ وہاں میں نے قاری صاحب ؒ کے پاس دو سال ۱۹۶۳ء۔۱۹۶۱ء میں تجوید مکمل کی۔

رشد: ۱۹۶۳ء میں شیخ المشائخ قاری اظہار احمد ؒ کے پاس تجوید مکمل کرنے کے بعد آپ کی کیا مصروفیات تھیں؟

شیخ: یہاں سے فارغ ہونے کے بعد میں نے درسِ نظامی کا آغاز کیا سب سے پہلے ۱۹۶۳ء کے آخری اَیام اور ۱۹۶۴ء کے ابتدائی ایام میں جامعہ اہل حدیث قدس، چوک دالگراں میں داخل ہوا۔ یہاں اَساتذہ میں سے حافظ عبد الرحمٰن مدنی ﷾، مولانا عبدالحق ؒ، مولانا محمد حسین ؒ تھے۔ یہ تینوں میرے استاد تھے، انہیں سے میں نے بنیادی کتابیں پڑھیں ہیں۔ حافظ عبد الرحمٰن مدنی ﷾ اس وقت بھی نحو وصرف میں مشہور تھے۔ چونکہ ان کے والد مولانا حافظ محمد حسین ؒ بڑے عالم تھے اور نحو وصرف میں ید طولہ رکھتے تھے، اس لیے یہ بھی اس میدان میں یکتا روزگار تھے۔ اس وقت جماعت میں دو عالم ہی معروف تھے: حافظ محمد حسین روپڑی ؒ اور مولانا عطاء اللہ لکھوی ؒ۔ دونوں کو علمی حلقوں میں نحو وصرف کا امام مانا جاتا تھا۔ اب بھی ماشاء اللہ حافظ عبد الرحمٰن مدنی ﷾ کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ نحو وصرف میں مہارت رکھتے ہیں اور ساتھ ہی آپ حجیتِ حدیث میں بھی اپنے فن کے امام مانے جاتے ہیں۔

رشد: آپ نے چوک دالگراں میں کتنا عرصہ گزارا؟

شیخ: یہاں میں نے صرف پہلی کلاس پڑھی تھی اور دوسری کلاس کے لیے وہاں سے گوجرانوالا چلا گیا تھا۔

رشد: اس دوران کوئی اہم واقعہ ہو تو بتایئے؟

شیخ: اس دوران واقعات تو بے شمار ہوئے، ان میں سے ایک یہ ہے کہ ایک دفعہ حافظ عبدالقادر روپڑی ؒ تشریف لائے تو طالب علموں نے کہا کہ جی آج لڑکے بھوک سے مرگئے ہیں تو حافظ صاحب کہنے لگے کہ بتاؤ کتنے مر گئے ہیں ان کے کفن تیار کرتے ہیں اور جو باقی بچ گئے ہیں ان کو ہسپتال میں داخل کراتے ہیں۔ حافظ عبد القادر روپڑی ؒ بڑے حاضر جواب اور ذہین تھے۔

رشد: اس وقت مدرسے کے مہتمم کون تھے؟

شیخ: مہتمم اصل تو حافظ عبد القادر روپڑی ؒ ہی تھے، اس لیے کہ سارا نظام ان کے ہاتھ میں تھا، لیکن انہوں نے حافظ عبد الرحمٰن مدنی ﷾ کو ناظم تعلیم بنایا ہوا تھا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رشد: یہاں ایک سال پڑھنے کے بعد پھر آپ نے کہاں داخلہ لیا؟

شیخ: پھر میں جامعہ اسلامیہ گوجرانوالا میں داخل ہوا جس کے مؤسس حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ تھے۔ وہاں میں نے عرصہ تین سال گزارا اور مشکوٰۃ تک کتابیں پڑھیں۔

رشد: وہاں آپ کے معروف اَساتذہ میں سے کون کون ہیں؟

شیخ: ایک ہمارے استاد مشفق حافظ محمد یحییٰ بھوجیانوی رحمہ اللہ تھے، جو حافظ محمد یحی عزیز میر محمدی کے قریبی عزیز تھے۔ ان کے پاس میں نے دوسری کلاس کی کتب یعنی نحو میر اور صرف میر جیسی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ ہمارے دوسرے استاذ مولانا نذیر احمد امرتسری رحمہ اللہ تھے۔ وہ بڑے چوٹی کے عالم تھے۔ ان کے پاس میں نے کافیہ وغیرہ اس قسم کی کتابیں پڑھی تھیں۔ وہاں شیخ الحدیث مولانا فاروق احمد راشدی، جو ان دنوں میں نائب شیخ الحدیث تھے، تو ان سے ہم نے مشکوٰۃ اور اس کے علاوہ باقی کتب پڑھیں۔

رشد: گوجرانوالا کا کوئی اہم واقعہ ہو تو بتائیے؟

شیخ: مولانا ابوالبرکات رحمہ اللہ یہاں کے مہتمم تھے اور بڑے استاد بھی تھے۔ مولانا کے کئی واقعات مشہور ہیں، مثلاً آپ طلبا کو داخل کرنا، خارج کرنا، چھٹی دینا، کتابیں دینا، کتابیں جمع کرنا وغیرہ جملہ معاملات اپنے پاس رکھتے تھے۔ کسی استاد کی کوئی ڈیوٹی نہیں لگاتے تھے۔ استاد آئیں اور پڑھا کر چلے جائیں، جبکہ اب ہر کام کے لئے الگ الگ شخص کا تعین کرنا پڑتا ہے۔ مولانا کے بارے میں مشہور تھا کہ جب آپ بازار آتے اور کوئی اگر سوچ لیتا کہ مولانا آرہے ہیں اور مولانا کو سلام کروں گا، تو سب سے پہلے مولانا کہہ دیتے: السلام علیکم کیا حال ہے بھائی، یعنی سلام میں مولانا ہی پہل کرتے تھے۔ مولانا کے بارے میں یہ بات مشہور ہے کہ مولانا صاحب رحمہ اللہ بیمار ہوئے تو حافظ محمد ابراہیم سلفی رحمہ اللہ کے بیٹے محمد عثمان جو مدیر تعلیم بھی رہے، وہ تنخواہ لے کر مولانا کے پاس ہسپتال گئے تو مولانا نے کہا کہ میں نے تو پڑھایا نہیں، میں تو بیمار ہوں، میری تنخواہ اُن اَساتذہ میں تقسیم کردی جائے، جنہوں نے میرے سبق پڑھائے ہیں۔ دیکھیں ان میں کتنی للّٰہیت تھی۔ ایک دفعہ ایک آدمی مولانا کے پاس کوئی لنگیاں لیکر آیا اور کہا کہ مولانا یہ لنگیاں قبول کرلیں، تو مولانا نے فرمایا کہ میرے پاس تو لنگی ہے، یہ لنگیاں طلباء کو دے دیں۔ مجھے یاد ہے کہ ایک آدمی آیا اور کہا کہ مولانا آپ حج کرکے آئیں اور ہم آپ کو حج کے لئے پیسے دیتے ہیں، تو مولانا فرمانے لگے کہ میرے اوپر تو حج فرض نہیں ہے، حج تو تب فرض ہوتا کہ میرے پاس اپنے پیسے ذاتی ہوں؟ جب میرے پاس اپنے پیسے نہیں تو میں آپ سے حج کے لئے پیسے لے کر حج پر جاؤں تو یہ کوئی حج نہیں۔

رشد: وہاں آپ نے کتنے سال پڑھا؟

شیخ: یہاں تقریباً میں نے تین سال پڑھا ہے۔

رشد: اس کے بعد آپ نے کہاں کا ارادہ کیا؟

شیخ: اس کے بعد پھر میں عازم کراچی ہوا۔ کراچی میں نے یہ سنا تھا کہ وہاں ایک جامعہ اسلامیہ بنوریہ ٹاؤن ہے وہاں شیخ عطا رزق مصری آئے تھے، وہاں ان کی شہرت سن کر میں نے کراچی کا ارادہ کیا کہ وہاں قراءات پڑھیں گے اور درس نظامی بھی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رشد: کیا شیخ عطارزق مصری قراءات کے استاد تھے؟

شیخ: ہاں! یہ مصر کے قراءات کے بڑے معروف استاد تھے، جب میں جامعہ عربیہ بنوریہ ٹاؤن کراچی پہنچا تو پتہ چلا کہ شیخ عطارزق مصر چلے گئے ہیں، چنانچہ پھر میں نے مدرسہ بحرالعلوم میں داخلہ لے لیا، جس کے مؤسس ایک بہت بڑے استاد مولانا علامہ یوسف رحمہ اللہ کلکتہ والے تھے۔اس وقت ہم دوساتھی کراچی تعلیم کی غرض سے گئے تھے اوردوسرے ساتھی مولانا حفیظ الرحمٰن لکھوی حفظہ اللہ تھے۔

رشد: مولانا حفیظ الرحمٰن لکھوی حفظہ اللہ کون ہیں؟

شیخ: مولانا حبیب الرحمٰن لکھوی رحمہ اللہ کے بیٹے اور مولانا عطاء اللہ لکھوی رحمہ اللہ کے پوتے ہیں۔مولانا حفیظ الرحمٰن لکھوی حفظہ اللہ نے جامعہ اسلامیہ، مدینہ سے فارغ ہوکر رائیونڈ روڈ پر 'شیخ الاسلام ابن تیمیہ' کے نام سے اپنا ایک اداراہ قائم کیا ہوا ہے۔ بہت فاضل آدمی ہیں۔نحو وصرف میں 'دکتوراہ' رکھتے ہیں۔انہوں نے نحووصرف میں کتابیں بھی تالیف کی ہیں، جیسے نحومیر کی شرح وغیرہ۔

رشد: دوران تعلیم آپ کی تعلیمی قابلیت کیسی تھی؟

شیخ: میں دورانِ حفظ ایک متوسط درجے کا طالب علم تھا یعنی امتحان میں اوّل، دوم، سوم کبھی نہیں آیا تھا۔میرے ساتھی طالب علم مجھ سے زیادہ ہوشیار تھے،لیکن میں اَساتذہ کی خدمت ہمیشہ کیا کرتا تھا۔شاید اَساتذہ کی خدمت اور والدین کی دعاؤں کی بدولت اللہ تعالیٰ نے باقی ساتھیوں کی نسبت مجھ سے زیادہ کام لیا ہے اور لے رہا ہے،لیکن جب میں شعبہ کتب میں پڑھتا تھا تو اس وقت اوّل، دوم، سوئم آیا کرتا تھا، کیونکہ اس وقت کچھ سمجھ آ گئی تھی۔

رشد: کبھی کوئی انعام بھی حاصل کیا؟

شیخ: جب ہم کراچی میں پڑھتے تھے تو اس وقت میں نے اوّل یا دوم پوزیشن حاصل کی تھی۔اس وقت آزاد کشمیر کے صدر سردار عبد القیوم کوادارے والوں نے بطورِ مہمان خصوصی بلایا تھا، چنانچہ انہوں نے ہمیں انعامات دیئے تھے۔ان کے ہاتھوں مجھے انعام میں تفسیر الفضل الکبیر دی گئی تھی۔

رشد: پھر آپ نے بحرالعلوم میں کتنی دیر تک پڑھا ہے؟

شیخ: میں نے بحرالعلوم میں تقریباً پانچ سال پڑھا ہے۔

رشد: بحرالعلوم میں کن کن اساتذہ سے تعلیم حاصل کی؟

شیخ: ۱۹۶۵ء میں گیا تھا اور ۱۹۷۰ء تک وہاں رہا ہوں۔ یہاں ہمارے بڑے اساتذہ میں سے مولانا محمد داؤدراغب رحمانی رحمہ اللہ تھے، جو ہمیں مسلم شریف اور ھدایۃ وغیرہ پڑھاتے تھے۔موصوف جامعہ رحمانیہ دہلی کے فارغ التحصیل تھے اور بے شمار کتب کے مترجم تھے۔ابن ماجہ پر حاشیہ بھی لکھ چکے تھے۔ اسی طرح ایک ان کی مستقل تصنیف ہے الفضل الکبیر کے نام سے، جو مولانا نے ہم کوفراغت کے وقت تحفہ میں دی تھی۔دوسرے استاد مولانا نسیم الدین ولی اللہ فاضل دیوبند تھے۔مولانا بڑے قابل آدمی تھے، وہ ہمارے ادب اور حدیث کے استاد تھے اور دورہ حدیث کے بڑے استاد علامہ محمد یوسف کلکتوی رحمہ اللہ، جو ادارہ کے مہتمم بھی تھے، آپ ہمیں پڑھاتے اور تدریس کے ساتھ ساتھ تجارت بھی کرتے تھے۔ موصوف عالم باعمل اور بڑے مناظر تھے۔ انہی ایام میں ایک

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیوبندی عالم کی مولانا کے ساتھ سورہ فاتحہ پر گفتگو ہوئی۔ مولانا نے کہا کہ تم کیا پڑھاتے ہو؟ تو اس نے کہا کہ میں منطق پڑھاتا ہوں۔ تو مولانا نے کہا تمہارے ساتھ ہمارا مناظرہ منطق میں ہی ہوجائے۔ مولانا نے فرمایا تم یہ بتاؤ کہ لاصلوٰۃ کیا ہے؟ اس نے کہا کہ لاصلوٰۃ یہ 'سالبہ کلیہ' ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگر آپ کہتے ہیں کہ لاصلوٰۃ کوئی نماز نہیں ہے، تو اس کی 'نقیض موجبہ جزئیہ' ہونی چاہئے اور ایسی دلیل ہو کہ اس میں الفاظ بعض الصلوٰۃ بغیر فاتحۃ کے ہوں، کیونکہ 'موجبہ جزئیہ' جو ہے وہ لفظ بعض سے شروع ہوتا ہے۔ مولانا نے فرمایا کہ حدیث میں لاصلوٰۃ ہے، تو آپ کوئی حدیث دکھائیں کہ جس میں لکھا ہو کہ بعض الصلوٰۃ جائز بغیر فاتحۃ وہ اس بات سے عاجز آ گیا، تو مولانا نے اس کو مثال یہ دی کہ جب اللہ کے رسول ﷺ نے نماز پڑھائی اور آپ ﷺ نے چار رکعت کی بجائے دو رکعت پڑھا دیں تو صحابہ نے ایک دوسرے سے سرگوشی کی اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ بھول گئے ہیں یا نماز کم ہو گئی ہے تو ایک صحابی ذوالیدین نے آپؐ سے سوال کیا کہ أَقُصِرَتِ الصلوٰۃُ أم نَسِيْتَ يا رسول اللہ ﷺ؟ آپ بھول گئے ہیں یا نماز کم ہوگئی؟ تو آپؐ نے فرمایا نہ میں بھولا ہوں اور نہ نماز کم ہوئی ہے، تو پھر ذوالیدین نے کہا کہ قد كان بعض ذلك یعنی اس نے حضورؐ کے بولے گئے 'سالبہ کلیہ' کو لفظ بعض کہہ کر توڑا تو مولانا نے فرمایا کہ لہٰذا لاصلوٰۃ کی نقیض 'موجبہ جزئیہ' ہے، لہٰذا لاصلوٰۃ کا مطلب یہ ہوا کہ فاتحہ کے بغیر کوئی نماز نہیں ہوتی، تو اب آپ دکھائیں کہ بعض الصلوٰۃ جائز بغیر فاتحۃ، تو اس بات سے وہ شکست کھا گیا۔

رشد: آپ نے ۱۹۷۰ء تک وہاں پڑھا تو اس دور میں آخری کلاس کے آپ کے کون کون سے ساتھی تھے جو آپ کو یاد ہوں؟

شیخ: صحیح بخاری کے ہمارے ساتھیوں میں سے مولانا عبدالعزیز کشمیری، مولانا فضل الرحمٰن ہزاروی اور مولانا ضیاء اللہ وغیرہ ہیں۔ اس طرح ہم کوئی پندرہ سولہ ساتھی تھے۔ مولانا عبدالعزیز علوی حفظہ اللہ بھی ہمارے ساتھی تھے، جو اس وقت جماعۃ الدعوۃ کشمیر کے مسئول ہیں۔ مولانا عبدالعزیز حنیف حفظہ اللہ، جو اسلام آباد جامع مسجد آبپارہ میں خطیب ہیں اور مرکزی جمعیت اہلحدث کے ناظم اعلیٰ بھی رہ چکے ہیں، ہم سے ایک سال پہلے فارغ ہو چکے تھے۔

رشد: اس دوران کوئی عبرت انگیز واقعہ پیش آیا ہو تو بتایئے؟

شیخ: ایک واقعہ یہ پیش آیا کہ ایک طالب علم نے امام صاحب کے بارے میں گستاخانہ الفاظ کہے۔ جب ہمارے استاد صاحب کلکتے والے کو علم ہوا تو مولانا نے فرمایا کہ اس کو فوراً مدرسہ سے نکال دو، کہیں اللہ کا عذاب نہ آجائے، چنانچہ اسے فوراً مدرسے سے نکال دیا گیا۔ اس کے بعد ہم نے دیکھا کہ وہ طالب علم دماغی طور پر صحیح نہ رہا اور پاگلوں کی طرح شہر میں چکر کاٹتا رہتا۔ اللہ تعالیٰ اس طرح کے طرز عمل سے ہمیں بچائے۔ آمین

رشد: آپ نے وہاں درس نظامی کے ساتھ ساتھ اور کچھ بھی پڑھا؟

شیخ: وہاں میں نے عربی کتب کے ساتھ تجوید و قراءات سبعہ بھی مکمل کی۔ کراچی میں تجوید القرآن کے نام سے ایک مدرسہ تھا، وہاں قاری حبیب اللہ افغانی حفظہ اللہ استاد تھے۔ یہاں میں ان کے پاس ظہر سے لے کر عشاء تک پڑھتا تھا۔ ان سے میں نے دو سال میں شاطبیۃ، عقیلۃ اور عدّ الآي وغیرہ پڑھیں اور قراءت ثلاثہ میں درہ کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تکمیل کی اور قاری صاحب رحمہ اللہ کو تقریباً پندرہ سولہ پارے قراءات سبعہ میں اور پندرہ سولہ پارے قراءات ثلاثہ میں حدر سنایا۔ تین سال میں قراءات سبعہ مکمل کی اور باقی دو سال میں قراءات ثلاثہ کی تکمیل کی یعنی کل پانچ سال ان سے استفادہ کیا۔

رشد: یعنی آپ نے قراءات سبعہ قاری حبیب اللہ رحمہ اللہ سے پڑھی؟

شیخ: جی ہاں، بلکہ فارغ ہونے کے بعد میں نے ایک سال تک وہاں پڑھایا بھی ہے۔ پھر بیمار ہونے کی وجہ سے واپس گاؤں آ گیا۔ یہاں آ کر کچھ عرصہ میں نے اپنے گاؤں رسولنگر میں کام کیا۔ اس کے بعد استاد القراء قاری اظہار احمد رحمہ اللہ وہاں امتحان لینے کے لئے آئے اور مجھے فرمایا کہ گاؤں میں تمہارا بیٹھنا مناسب نہیں، تم کسی شہر میں آؤ۔ اسی دوران ہی ہمارے پاس حافظ محمد یحیٰ عزیز میر محمدی رحمہ اللہ تشریف لائے، جو جماعت کے ناظم تعلیم تھے۔ انہوں نے مجھے مسجد لسوڑھیاں والی میں آنے کی دعوت دی۔ ایسے ہی راولپنڈی میں ایک مدرسہ تھا جس کے مہتمم مولانا محمد دین رحمہ اللہ تھے، انہوں نے مجھے راولپنڈی آنے کی دعوت دی۔ بہر صورت میں نے اساتذہ سے مشورہ کیا تو شیخ المشائخ قاری اظہار احمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ تمہارا نیا نیا کام ہے، لہٰذا تم لاہور ہمارے قریب آ جاؤ، استاد قریب ہو تو مشاورت ہوتی رہتی ہے، چنانچہ میں شیخ المشائخ قاری اظہار احمد رحمہ اللہ کے مشورے پر لاہور آ گیا۔

رشد: یہ کس سن کی بات ہے؟

شیخ: یہ تقریباً ۱۹۷۰ء کی بات ہے۔

رشد: آپ کتنے سال تک وہاں کام کرتے رہے؟

شیخ: تقریباً آٹھ سال تک میں نے وہاں پڑھایا ہے۔ وہاں سے کثیر تعداد میں طلبا فارغ ہوئے۔ ان میں سے معروف قراء شمس القراء قاری محمد ابراہیم میر محمدی حفظہ اللہ، قاری صدیق الحسن رحمہ اللہ، ڈاکٹر قاری عبدالقادر حفظہ اللہ جو جامعہ لاہور الاسلامیہ اور جامعہ ریاض کے فاضل ہیں اور آج کل جامعہ اسلامیہ، اسلام آباد میں شعبہ حدیث کے استاد ہیں۔ ڈاکٹر قاری عبدالغفار حفظہ اللہ، جو جامعہ اسلامیہ، مدینہ منورہ کے فاضل ہیں اور اب سعودی ایمبیسی، ریاض میں شعبہ عربی کے انچارج ہیں۔ قاری روح الامین حفظہ اللہ بنگلہ دیشی، جو بہت خوش الحان قاری تھے، قاری محمود الحسن بڈھیمالوی حفظہ اللہ، قاری محمد جعفر حفظہ اللہ، قاری محمد حنیف بھٹی حفظہ اللہ، جو آج کل ضلع فیصل آباد میں مرکزی جمعیت اہلحدیث کے ناظم اعلیٰ اور جڑانوالہ میں خطیب ہیں اور قاری خلیل الرحمٰن رحمہ اللہ، جو مسجد توحید اچھرہ رحمان پورہ میں ایک عرصہ تک امام رہے ہیں اور وہیں فوت ہو گئے۔

رشد: آپ نے یہاں کتنا عرصہ کام کیا ہے؟

شیخ: تقریباً آٹھ سال کا عرصہ بنتا ہے یعنی ۱۹۷۰ء سے لے کر ۱۹۷۷ء تک۔ اس لیے کہ وہاں شعبہ تجوید و قراءات کی بنیاد میں نے رکھی تھی۔ میرے ساتھی استاد قاری عزیر حفظہ اللہ اور قاری نذیر احمد حفظہ اللہ تھے۔ آخری سال قاری محمد ادریس عاصم حفظہ اللہ بھی میرے ساتھ رہے۔

رشد: آپ کے اپنے اساتذہ کے ساتھ مراسم کیسے تھے؟

شیخ: اساتذہ سے مراسم تو ایسے تھے کہ شیخ المشائخ قاری اظہار احمد رحمہ اللہ سے اتنی مودت تھی کہ میں جب دوپہر کو کلاس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے فارغ ہوتا، تو ان کے پاس چلا جاتا۔ وہاں ان کے ساتھ بیٹھتا، حدر اور مشق سنتا اور اگر اساتذہ کے پاس ٹائم ہوتا تو خود ان کو سناتا بھی۔ اسی دوران میں نے حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ سے شاطبیہ کا سماع بھی کیا۔

رشد: وہاں سے چھوڑنے کا کیا سبب تھا اور اس کے بعد آپ نے کہاں تدریس کی؟

شیخ: قاری محمد عزیر حفظہ اللہ نے مجھے مشورہ دیا کہ ساہیوال میں ایک بہت بڑی مسجد خالی پڑی ہے اور وہاں کی انتظامیہ چاہتی ہے کہ یہاں کوئی ادارہ قائم کیا جائے۔ اگر وہاں آپ کا رابطہ ہو جائے تو مناسب رہے گا، لہٰذا میں اسی رمضان میں قاری محمد عزیر حفظہ اللہ کے مشورہ پر ساہیوال آیا اور دیکھا کہ یہ تقریباً تین کنال جگہ ہے، جس جگہ اب میں پڑھا رہا ہوں، ایک بہت بڑی مسجد اور کچھ کمرے بھی تھے۔ یہاں آ کر میں نے پڑھانا شروع کر دیا، تو الحمدللہ تقریباً ۳۲ سال سے اب تک یہاں پڑھا رہا ہوں۔

رشد: اس دوران آپ سے تقریباً کتنے طلباء نے کسب فیض کیا ہوگا؟

شیخ: اصل تعداد تو ادارے کے ریکارڈ میں ہے، لیکن اندازاً ۲۵، ۳۰ طلباء ہر سال فارغ التحصیل ہوتے ہیں۔

رشد: یہاں سے فارغ ہونے والے معروف تلامذہ کے نام بتائیے؟

شیخ: یہاں سے فارغ ہونے والے طلباء میں سے قاری عبدالسلام عزیزی، قاری عبدالرزاق ثانی، قاری احمد یار حقانی، قاری محمد ایوب چنیوٹی، قاری سیف اللہ عزیزی، جو اب سعودی عرب میں تقریباً پندرہ سال سے قرآن کریم کی خدمت میں مشغول ہیں اور ان کے سینکڑوں تلامذہ ہیں، قاری محمد عبداللہ، قاری بشیر احمد عزیزی، جو شاعر بھی ہیں، قاری خالد مجاہد پتوکی والے، قاری اکبر اسد اور اسی طرح میرا بیٹا قاری اظہار احمد ہے۔

رشد: یہاں آنے کے بعد آپ کو کن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا؟

شیخ: یہ تو آپ کو معلوم ہے کہ ہمارے اساتذہ کا مزاج قراء والا نہیں ہے۔ ویسے بھی ہر جگہ مدرسین کو مشکلات تو ہوتی ہیں۔ یہاں بھی شروع میں جماعت کے ساتھ کچھ اختلاف ہوا، لیکن بعد میں الحمدللہ سب ٹھیک ہو گیا۔

رشد: آپ نے بچیوں کا مدرسہ بھی قائم کیا ہے، یہ کب قائم ہوا اور اس کے مقاصد کیا تھے؟

شیخ: بچیوں کا مدرسہ، طلباء کا مدرسہ قائم کرنے کے تقریباً تین چار سال بعد قائم ہو گیا تھا۔ سبب اس کا یہ تھا کہ عارف والا سے حاجی محمد عاشق صاحب ہمارے پاس آئے اور کہنے لگے کہ میری بچی تاندلیانوالہ میں پڑھتی ہے اور جب ہم تاندلیانوالہ جاتے ہیں تو پہلے ہمیں عارف والا پھر ساہیوال اس کے بعد تاندلیانوالہ جانا پڑتا ہے۔ آپ یہاں بچیوں کا مدرسہ قائم کیوں نہیں کر دیتے؟ چنانچہ میں نے اُم سالم اور ان کی ہمشیرہ اُم انس کو اس کام پر لگا دیا۔ اس جامعہ میں دو شعبے کام کر رہے ہیں: شعبہ حفظ اور شعبہ کتب۔ شعبہ کتب اوّل تا آخر وفاق المدارس کی طرز پر کام کر رہے اور ماشاء اللہ بہت کامیاب ہوا۔ یہاں سے ہزاروں بچیاں فارغ ہو کر میدان عمل میں مصروف ہیں۔ پہلے یہ ادارہ جامعہ عزیزیہ کی اوپر والی منزل میں تھا، اب ہم اسے وہاں سے منتقل کر کے نیا شاداب ٹاؤن میں لے گئے ہیں، جہاں دو منزلہ عالیشان بلڈنگ اور ساتھ ایک مسجد تعمیر کی ہے۔ وہاں میری بڑی بیٹی حافظہ قاریہ طاہرہ (ایم اے عربی) بطورِ پرنسپل اور مدرس کام کر رہی ہے۔

رشد: آپ کی شادی کب ہوئی اور اس میں آپ کی پسند اور ناپسند کا کوئی دخل تھا؟

شیخ: میری شادی ۱۹۷۴ء میں اس وقت ہوئی، جب میں مدرسہ تجوید القرآن مسجد لسوڑھے والی لاہور میں مدرس تھا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہمارے خاندان میں یہ رواج ہے کہ رشتے والدین ہی پسند کرتے ہیں۔لڑکے نہ دیکھنے جاتے ہیں اور نہ انہیں دیکھنے کی اِجازت ہوتی ہے۔جس کو والدین پسند کرلیں بس وہی لڑکے کی پسند ہے۔

رشد: کیا آپ کی شادی رشتے داروں میں ہوئی ہے؟

شیخ: جی ہاں میری پہلی شادی میرے چچا عبدالرزاق ﷾ کے ہاں ہوئی۔میرے چچا بہت مخلص آدمی ہیں۔حافظ محمد صاحب بھٹوی ﷾ کے شاگرد ہیں۔

رشد: آپ کی دوسری شادی کب ہوئی؟

شیخ: میری دوسری شادی تقریباً دوسال بعد ہوئی۔وہ اس لیے کہ جو دوسری بیوی تھی وہ عالمہ تھی۔سوچ یہ تھی کہ وہ عالمہ عورت ہے دینی اُمور میں معاون ثابت ہوگی۔اس بارے میں، میں نے حافظ محمد یحییٰ عزیز میر محمدی ﷾ سے مشورہ کیا تو حافظ صاحب فرمانے لگے کہ اگر وہ رشتہ دیتے ہیں تو شادی کرلیں، تاکہ آپ کو دینی کام کرنے میں آسانی رہے۔

رشد: اس میں وجہ صرف ان کا عالمہ ہونا تھا یا کوئی پسند کا مسئلہ بھی تھا؟

شیخ: زیادہ وجہ تو یہی تھی کہ وہ عالمہ تھیں اور اپنے خاندان کی تھیں۔باقی آپ کو پتہ ہے کہ ہمارا بلوچ خاندان ہے، اس میں 'خوبصورتی' تو ہوتی ہی ہے۔

رشد: دوسری شادی کے سلسلے میں پاکستان جیسے سخت ماحول میں آپ نے مشکلات کا سامنا تو کیا ہوگا؟

شیخ: دوسری شادی کے بعد پہلے سسرال والوں نے ناراضگی کا اظہار کیا تھا، بلکہ پہلی بیوی روٹھ کر میکے بھی چلی گئی تھی لیکن تین چار ماہ بعد معاملہ ٹھیک ہوگیا تھا۔

رشد: آپ کی دونوں بیویوں سے کتنی اولاد ہے؟

شیخ: ماشاء اللہ پہلی بیوی سے میرے پانچ بیٹے اور ایک بیٹی ہے۔بڑے بیٹے کا نام قاری اظہار احمد، چھوٹے کا نام قاری احسن، جو جامعہ لاہور الاسلامیہ سے فارغ ہیں اور آج کل ریاض میں ہوتے ہیں اور ان سے چھوٹے کا نام قاری فہد اللہ ہے، اس سے چھوٹا عبد المحسن ہے، جو ماشاء اللہ درس نظامی سے فارغ ہے اور اس وقت ایم اے انگلش کر رہا ہے۔اس سے چھوٹا افتخار احمد ہے۔آج سے میں نے اس کا نام بدل کر اَحمد یحییٰ رکھ دیا ہے۔ماشاء اللہ حافظ قرآن ہے۔میری خواہش ہے کہ میں اپنے سب بیٹوں کو عالم بناؤں۔الحمدللہ میری بچی بھی حافظ قرآن ہے۔

دوسری بیوی سے میرے چار بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں اور وہ بھی ماشاء اللہ سارے دیندار ہیں۔بچیاں تینوں عالمہ ہیں اور ایک بچہ بھی حافظ قرآن ہے۔ان میں سے بڑا قاری محمد سالم ہے، جو جامعہ رحمانیہ سے فارغ ہے۔دوسرے نمبر پر قاری محمود ہے۔اس سے چھوٹا بیٹا عثمان ہے، وہ لاہور میں پڑھ رہا ہے اور سب سے چھوٹے بیٹے کا نام منصور ہے، جو حفظ کر رہا ہے۔میں نے الحمدللہ سارے بچے دین پہ لگائے ہیں۔میں یہ سمجھتا ہوں کہ بچوں کو دین پہ لگانا چاہیے، حافظ و قاری بنانا چاہیے، اس لیے کہ دین میں عزت ہے۔اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ہم کو بہت عزت دی، اپنے علاقے میں، برادری میں بلکہ پورے پاکستان میں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انٹرویو پینل

ڈاکٹر قاری اَحمد میاں تھانوی حفظہ اللہ سے ملاقات

شیخ القراء قاری اَحمد میاں تھانوی حفظہ اللہ کا شمار علم القراءات میں دیوبندی مکتب فکر کے نمایاں ترین لوگوں میں سے ہوتا ہے۔ آپ کلیہ القرآن الکریم، مدینہ یونیورسٹی کے نمایاں فضلاء میں سے ہیں۔ محکمہ اَوقاف کی طرف سے لجنہ تصحیح المصاحف، پاکستان کے رئیس ہیں اور پاکستان میں کلیہ القرآن، جامعہ لاہور الاسلامیہ کی طرز پر اہل دیوبند میں 'دارالعلوم الاسلامیہ' کے نام سے کامران بلاک میں ایک دینی درسگاہ کے نائب مہتمم ہیں۔ آپ کی شخصیت کے اسی پہلو کی نسبت سے رشد 'قراءات نمبر' میں ہم آپ کا انٹرویو شائع کر رہے ہیں۔ انٹرویو پینل میں کلیہ کے تین اساتذہ قاری محمد فیاض حفظہ اللہ، قاری محمد حسین حفظہ اللہ، قاری فہد اللہ حفظہ اللہ اور ثالثہ کلیہ کے احسان الٰہی ظہیر شامل تھے۔ [ادارہ]

س: آپ اپنا مکمل تعارف کروائیں۔

ج: ہندوستان میں ایک مشہور قصبہ ہے، مصطفیٰ نگر وہاں تھانہ بھون ہے۔ تھانہ بھون وہ قصبہ ہے جہاں ۱۸۵۷ء میں مسلمانانِ ہند نے انگریز کے خلاف بغاوت میں حصہ لیا اور آزادی کی تحریک شروع کی۔ اس آزادی کی تحریک میں حضرت حاجی امداداللہ رحمہ اللہ، حضرت حافظ ضامن شہید رحمہ اللہ اور حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمہ اللہ نے تھانہ بھون سے حصہ لیا۔ یہاں مسلمانوں نے انگریزوں کو ٹف ٹائم دیا، حتیٰ کہ انہوں نے پہلی مرتبہ توپ بنا کر انگریزوں اور ہندوؤں کے خلاف اس کا استعمال کیا اور ان کو آگے نہ بڑھنے دیا، لیکن انگریز چونکہ ایک قوت اور طاقت تھی اور مسلمان کمزور تھے تو آخر کار اس میں حافظ ضامن شہید رحمہ اللہ ہوگئے اور باقی حضرات نے اپنی پالیسی تبدیل کرلی۔ یہ تھانہ بھون کا مختصر سا تعارف ہے اکابر علماء دیوبند وہاں پیدا ہوئے، مثلاً حاجی امداداللہ مہاجر رحمہ اللہ اور حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ وغیرہ۔ میرا نام اَحمد میاں تھانوی، والد کا نام مفتی جمیل احمد تھانوی رحمہ اللہ اور دادا کا نام مولانا فرید احمد تھانوی رحمہ اللہ ہے۔ مولانا فرید احمد تھانوی رحمہ اللہ بھی ریشمی رومال کی تحریک میں شریک تھے اور علی گڑھ یونیورسٹی میں ملازم تھے۔ مسلمانوں کی تحریکوں میں مدد اور ان کی اخلاقی، تعلیمی تربیت بھی کرتے تھے۔ انہوں نے مسلمانوں کے لیے خاص طور پر ایسی تنظیم قائم کی جو نومسلموں کی مدد کرتی۔ والد صاحب رحمہ اللہ زیادہ عرصہ، تھانہ بھون میں رہے پھر انہوں نے مظاہر العلوم سہارنپور میں تعلیم حاصل کی۔ قیام پاکستان کے بعد میں ۲۵ر نومبر ۱۹۴۷ء میں تھانہ بھون میں پیدا ہوا۔ ہم لوگ ۱۹۵۲ء تک تھانہ بھون میں رہے۔ اس کے بعد پاکستان آنا ہوا تو سب سے پہلے ہم لاہور آئے۔ لاہور آنے کے بعد مولانا مفتی محمد حسن رحمہ اللہ کی دعوت پر جامعہ اشرفیہ آئے۔ والد صاحب نے یہاں تدریس شروع کی، جبکہ میں نے جامعہ اشرفیہ لاہور نیلا گنبد میں حفظ کرنا شروع کر دیا۔ میرے سب سے پہلے حفظ کے استاد حضرت خدا بخش رحمہ اللہ ہیں۔ ان سے میں نے سورۃ مریم تک پڑھا، پھر یہ ادارہ چونکہ مسلم ٹاؤن منتقل ہوگیا تھا، اس لیے میں نے دارالعلوم الاسلامیہ پرانی انارکلی میں داخلہ لے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیا۔ وہاں میں نے قاری رونق علی رحمہ اللہ اور قاری افتخار عثمانی رحمہ اللہ ان دونوں حضرات سے قرآن پاک مکمل کیا۔ میرے حفظ کے یہ تین استاد ہیں۔ میرا حفظ ۱۹۵۸ء میں مکمل ہوا۔ اس وقت میری عمر تقریباً دس سال تھی۔

س: سب سے پہلے آپ نے حفظ کیا؟

ج: ہاں جی میں نے سب سے پہلے حفظ کیا۔ اس کے فوراً بعد درس نظامی میں داخلہ لے لیا اور روایت حفص پڑھنا شروع کر دی۔ سن ۱۹۶۳ء/۶۴ء میں، میں نے قاری عبدالعزیز شوقی رحمہ اللہ سے روایت حفص مکمل کر لی تھی۔

س: آپ کی ابتداء میں پڑھنے کی پختگی کس وجہ سے تھی؟

ج: قاری خدا بخش رحمہ اللہ، قاری رونق علی رحمہ اللہ اور قاری افتخار علی رحمہ اللہ ان تینوں اساتذہ کے پڑھانے کا انداز بہت عمدہ تھا۔ قاری افتخار علی رحمہ اللہ بہت بلند آواز سے پڑھتے تھے۔ میں نے 'منشاوی' کا انداز ان سے سیکھا ہے۔ ان سے سیکھنے کی وجہ سے میرے حفظ میں پختگی عمدہ ہوگئی تھی۔ اس لیے حفظ کے بعد میں مختلف مسابقوں میں شریک ہوا جس مسابقہ میں بھی جاتا تھا، پہلی، دوسری یا تیسری پوزیشن میں سے کوئی نہ کوئی ضرور آ جاتی تھی۔ یہ الحمدللہ روایت حفص کی تکمیل سے پہلے کی بات ہے۔

س: اپنے والدین کے بارے میں کچھ بتایئے؟

ج: والد محترم مفتی جمیل احمد تھانوی رحمہ اللہ، جامعہ اشرفیہ میں مفتی تھے۔ انہوں نے مظاہر العلوم سہارنپور سے درس نظامی کی تکمیل کی تھی۔ حضرت اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے داماد تھے۔ یعنی حضرت اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کی سوتیلی بیٹی ان کے گھر تھیں۔ مفتی جمیل احمد تھانوی رحمہ اللہ نے پہلے سہارنپور میں پڑھایا، اس کے بعد تھانہ بھون میں، اس کے بعد جامعہ اشرفیہ میں آ کر باقاعدہ ۵۰ سال تک تدریس کی۔ مسائل شریعت پر ان کی احکام القرآن کے نام سے ایک مستقل کتاب ہے۔ مفتی صاحب تین دن جامعہ اشرفیہ میں اور تین دن دارالعلوم میں دیتے تھے۔ والدین میں سے دونوں اللہ کو پیارے ہوگئے ہیں ۱۹۹۵/۱۹۹۶ء میں دونوں کا انتقال ہوگیا تھا۔ والدین الحمدللہ اچھے اور اعلیٰ تربیت کرنے والے تھے۔ والدہ کا قرآن سے محبت کا یہ عالم تھا کہ ان کا فجر کی نماز کے بعد دس پارے قرآن پڑھنے کا معمول تھا۔ وہ کم از کم دس پارے مکمل کر کے ناشتہ بناتی تھی۔

س: آپ کے بہن بھائی کتنے ہیں؟

ج: ہم آٹھ بہن بھائی ہیں۔ ان میں چار بھائی اور چار بہنیں ہیں۔ بڑے بھائی مولانا مشرف علی تھانوی حفظہ اللہ ہیں، جو دارالعلوم الاسلامیہ میں شیخ الحدیث ہیں اور میرے استاد بھی ہیں۔ عربی اور فارسی کی ابتدائی کتابیں میں نے انہی سے پڑھی ہیں۔ جب میں کتابیں پڑھتا تھا تو اس وقت وہ دارالعلوم الاسلامیہ میں نائب مہتمم تھے۔ آپ مولانا ادریس صاحب رحمہ اللہ کے داماد تھے۔ علم حدیث میں ان کا خاص مقام اور انفرادیت یہ ہے کہ اس وقت سند حدیث کے اعتبار سے ان کے پاس بڑی اہم مختلف دس سندیں ہیں۔ ہم دونوں بھائیوں کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ ان کے پاس حدیث کی سند عالی ہے اور میرے پاس قراءات کی سند عالی ہے۔

س: مولانا مشرف علی تھانوی حفظہ اللہ کے علاوہ باقی بہن بھائیوں کا کیا تعارف ہے؟

ج: مولانا مشرف علی تھانوی حفظہ اللہ سے بڑی دو بہنیں ہیں اور دو ان سے چھوٹی ہیں۔ بہن بھائیوں میں میرا چھٹا نمبر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ مجھ سے چھوٹے دو بھائی ہیں، ایک محمد میاں تھانوی ﷾ اور دوسرے ڈاکٹر خلیل احمد تھانوی ﷾۔ اس طرح سے ہم چار بھائی اور چار بہنیں ہیں۔

س: ابتدائی تعلیم کے بعد کے تعلیمی ارتقاء کے بارے میں بتایئے؟

ج: حفظ کے بعد درس نظامی کے لیے جامعہ اشرفیہ میں داخلہ لیا اور ۱۹۶۸ء ۱۹۶۹ء میں درس نظامی سے فارغ ہوا۔

س: اپنے بڑے اساتذہ کے نام بتائیں؟

ج: ہم نے سنن ترمذی مولانا رسول خان ؒ سے، صحیح بخاری مولانا ادریس کاندھلوی ؒ سے، طحاوی مولانا عبیداللہ ﷾ سے، صحیح مسلم مولانا عبدالرحمٰن ﷾ سے اور سنن ابوداؤد اپنے والد مرحوم سے پڑھی۔

س: کیا مولانا مفتی حسن ؒ اس وقت موجود نہیں تھے؟

ج: مفتی حسن ؒ میرے ابتدائی زمانے میں تھے، لیکن جب میں درس نظامی کے لیے آیا تو ان کا انتقال ہو چکا تھا۔

س: آپ کی درس نظامی کے بعد کی کیا مصروفیت رہی؟

ج: فراغت کے بعد جب میں گھر آیا تو قاری سراج الدین، جو اس وقت میرے والد کے پاس تشریف فرما تھے، نے فرمایا کہ اب آپ کو ایک چلّے کی اجازت ہے یعنی چالیس دن آرام کریں یا جماعت میں چلا لگائیں جیسے آپ کی مرضی، لیکن آج ۲۵ شعبان ہے اور ۵ شوال کو آپ نے مدرسے میں پڑھانا ہے۔ میں نے یہ چالیس دن فرصت کے گزارے، اس کے بعد پھر فرصت نہیں ملی۔

س: آپ رمضان میں قرآن پاک سنایا کرتے ہیں؟

ج: قرآن پاک مسلسل رمضان میں سنانے کا معمول تھا۔

س: آپ نے سعودی عرب کی یونیورسٹی میں پڑھا ہے، وہاں کیسے جانا ہوا؟

ج: ۱۹۷۳ء کے بعد میں عمرے کے لیے گیا تو وہاں بڑا عجیب واقعہ پیش آیا۔ میرا مزاج تھا کہ قرآن پاک کی کہیں سے آواز آئے تو میں وہاں ضرور جاتا تھا۔ جمعہ پڑھ کے مجھے معلوم ہوا کہ یہاں شیخ صالح قضاۃ کی ایک مجلس ہوتی ہے، جہاں قراء تلاوت کرتے ہیں تو میں اس میں جا کے بیٹھ گیا۔ حرم میں شیخ صالح قضاۃ کا ایک کمرہ تھا، وہاں جا کے سب تلاوت کرتے تھے، میں نیا آدمی تھا تو شیخ صاحب نے پوچھا تم کہاں سے آئے ہو؟ میں نے بتایا کہ میں پاکستان سے آیا ہوں، تو انہوں نے کہا آپ تلاوت کریں، کیونکہ وہ پاکستانیوں سے بہت محبت کرتے تھے۔ میں نے سورۃ طٰہٰ کی تلاوت کی تو شیخ صالح قضاۃ بہت متاثر ہوئے۔ شیخ صاحب نے پوچھا کہ حرم میں کام کرو گے؟ میں نے کہا اگر آپ شرف عطا فرمائیں تو ضرور کروں گا، انہوں نے فوراً شیخ سعد، جو کہ ان کے انچارج تھے، کو لکھا کہ "نتفق علی تعیین شیخ أحمد میاں تھانوی" یہ ورقہ آج تک میرے پاس موجود ہے۔ جب میں اپنے شاگردوں کو یہ ورقہ دکھاتا ہوں تو وہ حیران رہ جاتے ہیں۔

س: جامعہ اشرفیہ میں دورانِ تدریس آپ محافل قراءت میں شریک ہوتے تھے؟

ج: محافل میں شریک ہوتا رہا ہوں، لیکن دورہ کے زمانے میں توجہ تعلیم پر مرکوز رہی، لیکن مشق کا معاملہ ایسا تھا کہ دورہ کے زمانے میں بھی ترمذی کا سبق ختم ہوتے ہی میں مسلم ٹاؤن سے دارالعلوم الاسلامیہ میں اپنے استاذ قاری

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبدالعزیز شوقی رحمہ اللہ کے پاس مشق کرنے کے لیے آتا تھا۔ یہ میرا تجوید کے ساتھ جنون کی حد تک شوق تھا۔

س: قاری عبدالعزیز شوقی رحمہ اللہ کس کے شاگرد ہیں؟

ج: قاری عبدالعزیز شوکی رحمہ اللہ، قاری عبدالرحمٰن دیوبندی رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں۔

س: ڈاکٹر محمود احمد غازی حفظہ اللہ سے آپ کا کیا تعلق ہے؟

ج: ڈاکٹر محمود احمد غازی حفظہ اللہ میرے بھتیجے ہیں۔

س: پاکستان میں تجوید وقراءت کی ترویج کے حوالے سے آپ کی کیا خدمات ہیں؟

ج: جب پاکستان میں اسلامی یونیورسٹی کا قیام عمل میں آیا تو میں نے ڈاکٹر محمود غازی حفظہ اللہ سے کہا کہ کیا اس میں ہمارے شعبہ کی گنجائش ہوگی؟ انہوں نے کہا آپ صدر ضیاء الحق مرحوم کو لکھیں تاکہ وہ قراءات اور تجوید کو ایک شعبہ کے طور یونیورسٹی میں جگہ دیں۔ ہم نے اتحاد القراء کی طرف سے صدر پاکستان کو لکھا کہ درس نظامی کے ساتھ ساتھ شعبہ قراءات کا انتظام بھی کیا جائے، چنانچہ ہماری تجویز منظور ہوگئی اور وہاں قراءات کا شعبہ کھل گیا اور یہ اب تک قائم ہے۔ اس سے پہلے ایک بات درمیان میں رہ گئی ہے، وہ یہ کہ میں نے فراغت کے دس سال بعد ۱۹۷۸ء میں شیخ القراء قاری اظہار احمد تھانوی رحمہ اللہ سے قراءات پڑھنی شروع کردی۔ اس وقت میں دارالعلوم اسلامیہ میں پڑھا رہا تھا۔ ایک بجے میں یہاں سے فارغ ہوتا تو سیدھا قاری صاحب رحمہ اللہ کے پاس رنگ محل پڑھنے چلا جاتا تھا۔ ابتداء میں قاری صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بھائی احمد میاں! آپ سے یہ نہیں ہوسکے گا بہت مشکل ہے، لیکن میں نے کہا کہ میں ان شاء اللہ اس کو پورا کروں گا، چنانچہ میں روزانہ جاتا رہا، تاآنکہ الحمدللہ میں نے شیخ القراء قاری اظہار احمد رحمہ اللہ سے پوری شاطبیہ حرفاً حرفاً پڑھ لی اور نہ صرف حرفاً حرفاً پڑھی، بلکہ ان کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ بھی نوٹ کیے۔ میں نے باقاعدہ پوری شاطبیہ کا ترجمہ لکھا۔ روزانہ میرا معمول تھا کہ جب وہ شعر کی تشریح وغیرہ کرتے تو میں پورا نوٹ کر لیا کرتا۔ ترجمہ پورا چھ جلدوں میں میرے پاس موجود ہے۔ میرا ارادہ اس کو طبع کرنے کا تھا، لیکن شیخ القراء رحمہ اللہ کی اپنی کتاب طبع ہوکر آگئی تو میں نے یہ ارادہ ملتوی کردیا۔

س: آپ نے کب ان سے قراءات مکمل کی؟

ج: میں ۱۹۷۹ء میں قراءت سے فارغ ہوگیا تھا۔

س: ایک سال میں آپ نے ان سے صرف شاطبیہ ہی پڑھی یا اجراء وغیرہ بھی کیا؟

ج: میں نے ان سے شاطبیہ بھی پڑھی اور اجراء بھی کیا۔

س: اجراء آپ نے کتنا پڑھا؟

ج: میں نے ان سے تقریباً سورۃ بقرہ کے ۲۰ یا ۲۵ رکوع کا اجراء کیا ہے۔

س: قاری صاحب رحمہ اللہ نے آپ کو سند بھی دی؟

ج: ان کے پاس چھپی ہوئی سند نہیں تھی، روایت حفص کی ایک سند تھی تو انہوں نے کہا میں فی الحال اس پر لکھ دیتا ہوں یہ لے لیں، بعد میں چھپوا کے دوسری دے دوں گا۔ اس کے بعد میں مدینہ چلا گیا۔

س: مدینہ یونیورسٹی کیسے گئے؟

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ج: جب یونیورسٹی نے افراد مانگے تو اس میں، میں نے قاری اظہار کا نام دیا، بلکہ خود اپنے، قاری اظہار، قاری فاروق، قاری عبدالمالک اور قاری عبدالرحمٰن کے کاغذات جمع کروائے۔ اس دوران قاری ادریس العاصم ﷾ تشریف لے آئے۔ قاری صاحب کاغذات بھیجنے کے لئے تیار نہیں تھے، لیکن ہم نے ان کے کاغذات زبردستی جمع کروائے۔ قاری صاحب کاغذات جمع کروانے کی غرض سے قطعاً اسلام آباد جانے کے لیے تیار نہیں تھے۔ میں فوراً قاری صاحب کے گھر گیا اور اماں جی سے درخواست کی کہ ان کے کاغذات دیں۔ اتفاق سے میرا اور قاری صاحب دونوں کا تقرر ہوگیا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ ایک دوسرے پاکستانی، انہوں نے میرا تقرر رکوا کے اپنا تقرر کروالیا۔ مجھے یونیورسٹی نے آفر کی کہ آپ سکالرشپ پہ ہمارے ساتھ رہیں۔ ایک سکالرشپ جامعہ ازہر کا تھا، ایک جامعہ اُم القریٰ کا اور ایک جامعہ اسلامیہ یونیورسٹی مدینہ منورہ کا۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے قاری ادریس العاصم ﷾ کو، یہ اس وقت مدینہ یونیورسٹی میں پڑھتے تھے، انہوں نے کہا کہ آپ کوشش کرکے جامعہ اسلامیہ کا سکالرشپ لے لیں۔ اگر آپ کو جامعہ اسلامیہ کا سکالرشپ مل گیا، تو یہاں آپ کو جامعہ ازہر سے اچھے استاد مل جائیں گے، جو تجوید وقراءات میں ماہر ہوں گے۔ یہ بہت اچھی بات تھی۔ ان کی اس رہنمائی کے نتیجے میں فوراً اسلام آباد گیا، جب میں اسلام آباد پہنچا تو پتہ چلا کہ میرے تمام کاغذات جامعہ ازہر کے لیے تیار ہو چکے ہیں، میں نے وہ جامعہ اسلامیہ کے لئے تبدیل کروائے۔ اس کام میں (بات چھپانے کی نہیں ہے) نواز شریف، جو میرے مقتدی ہیں، کا بڑا کردار ہے، ورنہ حکومت جو ایک دفعہ (تعلیمی) پالیسی بنا لیتی ہے تو اس کو تبدیل کرنا بہت مشکل ہوتا ہے، انہوں نے میری خواہش پر کہا کہ اس کو مدینہ یونیورسٹی بھجوا دیا جائے۔ ان دنوں میں GOR-1 گورنمنٹ ریذیڈنٹ، وزیراعلیٰ ہاؤس کے ساتھ جو ایریا ہے وہاں خطیب تھا، بلکہ ابھی بھی ہوں۔

س: وہاں قراءات کے کون سے اساتذہ ہیں؟

ج: قرآت کے اساتذہ میں سے حضرت شیخ محمد سیبویہ ؒ، جو رئیس القراءات تھے، شیخ عبدالفتاح المرصفی ؒ، یہ نائب رئیس تھے، شیخ عبدالرافع رضوان ﷾، شیخ عبدالحکیم ؒ، شیخ عبدالرازق ؒ اور قاری موسیٰ۔ شیخ محمود جادو ؒ، یہ اگرچہ ہمارے براہ راست استاد نہیں ہیں۔ ان کا تعلق اس حوالے سے ہے کہ وہاں ریڈیو ریکارڈنگ کے پروگرام دروس من القراءات میں ہم ان کے ساتھ شریک ہوتے تھے۔

س: موجودہ پاکستانی قراء میں سے کون سے قرا ہیں، جو وہاں آپ کے ہم مکتب رہے؟

ج: ان میں سے قاری ادریس العاصم ﷾ ہیں، جو ہم سے سینئر تھے، قاری ابراہیم میر محمدی ﷾ ہیں، جو ہم سے جونیئر تھے۔ میں ان دونوں حضرات کے درمیان میں تھا۔ قاری ابراہیم ﷾ پہلے گئے ہوئے تھے، لیکن یہ پہلے ثانویہ میں داخل ہوئے تھے اور وہاں سے اوپر آئے تھے۔

س: امتیازی نمبروں میں کیا کیفیت رہی؟

ج: تجوید قرآت میں ہمیشہ امتیازی نمبر حاصل کئے، جبکہ دیگر علوم میں کمزور رہا ہوں بلکہ فیل بھی ہوا ہوں۔ اس میں شبہ کی بات نہیں ہے کہ میں نحو وصرف میں بہت کمزور تھا، عربی کی استعداد بھی زیادہ اچھی نہ تھی، لیکن تجوید وقراءات میں میرے نمبر الحمدللہ ہمیشہ اچھے رہے۔ مدینہ یونیورسٹی میں بھی شعبہ قراءات میں بھی جتنے علوم ہیں، ان میں ۹۵

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فیصد، ۹۸ فیصد اور ۹۹ فیصد نمبر میں نے حاصل کئے ہیں۔ دوسرے علوم میں صرف پاس مارکس ہی ہوتے تھے۔ میری کوشش ہوتی تھی کہ صرف پاس ہوجاؤں، فیل ہونے سے ڈرتا تھا۔" لکل فن رجال "

س: وہاں آپ کی نصابی سرگرمیاں کیا تھیں؟

ج: وہاں بھی نصابی سرگرمیاں تجوید وقراءات کے حوالے سے تھیں۔ ایک دن میں نے خلافِ ضابطہ بلند آواز میں تلاوت شروع کردی۔ اسی دوران امیر عبدالعزیز جو ذرا سخت مزاج کے تھے، وہاں سے گزر رہے تھے، انہوں نے جب اس کی وجہ پوچھی تو میں ڈر ڈر کے بتا رہا تھا، کہنے لگے کہ ڈرو نہیں، میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ آپ نے پہلے بھی کہیں پڑھا ہے؟ تو میں نے کہا الحمدللہ پاکستان میں پڑھتا رہا ہوں، بلکہ پڑھاتا بھی رہا ہوں۔ وہاں میں نے شعبہ لغہ میں تین چار ماہ پڑھا، اس کے بعد کلیۃ القرآن میں آ گیا۔ کلیۃ القرآن میں قاری ادریس عاصم ﷾ بھی موجود تھے، ان کی مشاورت سے میں نے فترہ ثانیہ سے آغاز کیا۔ جب میں فترہ ثانیہ میں پہنچا تو معلوم ہوا کہ اس کے پانچ سو عربی کے شعر یاد کرنے ہیں۔ پھر وہاں ادبیات بھی نصاب کا حصہ تھیں، جو پاکستان میں نصاب میں شامل نہیں تھیں، اس لئے ابتداءً وہ مجھے ایک پہاڑ کی طرح محسوس ہوئیں، بہرصورت میں جنت البقیع کا ایک راونڈ لگا کے دوسری طرف کھیتوں میں سے ہوتے ہوئے تقریباً اڑھائی گھنٹے تک صبح فجر کے بعد یہ اشعار یاد کرتا، سات بجے، بس روانہ ہونے سے قبل میں تقریباً ۲۰/ اشعار یاد کرلیتا۔ یہ بیس اشعار میرا معمول تھا، بلکہ ایک دفعہ شیخ علی عبدالرحمٰن الحذیفی ﷾ نے مجھ سے پوچھا کہ بھائی میرا دل بھی قراءات سبعہ پڑھنے کو چاہتا ہے، لیکن یہ لوگ کہتے ہیں شاطبیہ یاد کرنی پڑے گی۔ میں اس عمر میں اسے مشکل محسوس کرتا ہوں۔ میں نے کہا میری اور آپ کی عمر قریب قریب ہے، تو ہنسنے لگے اور مجھ سے پوچھا کہ تم کیسے یاد کرتے ہو؟ میں نے بتایا کہ میں اس طرح سے جنت البقیع کا چکر کاٹتا ہوں، تو ہنس کے کہنے لگے میں تو جنت البقیع کا طواف نہیں کروں گا، تم کرتے رہو۔ میں نے کہا کہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ جامع القرآن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور امام نافع رحمہ اللہ وغیرہ یہاں مدفون ہیں، ان حضرات کی برکت میں نے پائی، ورنہ آپ یہ دیکھئے کہ ایک شخص کی عمر ۳۵ سال کے قریب ہو، اس کے چھ بچے بھی ہوں اور وہ اس عمر میں شاطبیہ یاد کرے، پھر شاطبیہ بھی ایسے یاد کرے کہ باقاعدہ پارے کی طرح سنانے کا دور کرے، تو یہ برکت کے علاوہ اور کیا ہوسکتا ہے؟

س: آپ کی عصری تعلیم کیا ہے؟

ج: انٹر میٹرک ہوں۔ جب میں پاکستان آیا تو مجھے کہا گیا کہ آپ کے پاس دو سندیں ہیں: جامعہ اشرفیہ اور مدینہ یونیورسٹی کی، ان دونوں کو ملا کر آپ براہ راست دکتوراہ کریں، چنانچہ میں فارم تیار کرکے جب پنجاب یونیورسٹی گیا تو ڈاکٹر ظہور اظہر ﷾، جو کہ میرے استاد بھی ہیں، ان کے سامنے میں نے کاغذات رکھے۔ انہوں نے کہا گرامی قدر! یہ ڈگری اگرچہ ایم اے کے برابر ہے اور اس کی بنیاد پر دکتوراہ کرنا فائدہ مند بھی رہے گا، لیکن بہتر یہ ہے کہ آپ یونیورسٹی سے ماجستئیر کرلیں تاکہ اگر کسی وقت قانونی طور پر اس دکتوراہ کے خلاف رکاوٹ کھڑی ہو بھی جائے تو بھی آپ کی ڈگری محفوظ رہے، چنانچہ میں نے دکتوراہ کے بجائے ماجستئیر میں داخلہ لے لیا اور اسلامیات میں ماجستئیر کرلیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

س: مدینہ میں آپ کے خصوصی اَساتذہ کون تھے؟

ج: خصوصی طور میں نے شیخ عبد الفتاح المرصفی رحمہ اللہ سے ان کے گھر جا کر باقاعدہ استفادہ کیا، انہیں میں نے قراءات ثلاثہ میں پورا قرآن پاک سنایا تھا۔ اس کے علاوہ جو بھی قراءات سبعہ کے متعلق سوال ہوتے ان پر بھی گفتگو ہوتی رہتی تھی یعنی پڑھ ہم ثلاثہ رہے ہوتے تھے، لیکن ساتھ ساتھ تحریرات، شاطبیہ کے اشعار، شاطبیہ کی جزئیات اور قراءات کے تواتر وغیرہ جیسے موضوعات پر بحث ہو رہی ہوتی تھی۔

س: قراءات ثلاثہ کے علاوہ قراءات سبعہ کے کون سے آپ کے استاد ہیں؟

ج: قراءات سبعہ میں سورۃ البقرہ اور اصول شیخ عبد الحکیم رحمہ اللہ سے، جبکہ باقی سارا قرآن شیخ عبد الرافع حفظہ اللہ سے پڑھا تھا۔

س: إذاعة القرآن کے متعلق کچھ بتائیے؟

ج: ایک دن ہم لوگ مسجد میں امتحان کی تیاری کے لئے جمع تھے۔ اتفاقاً ہم نے ایک صاحب کو مائیکروفون کے ذریعے لوگوں کے انٹرویو کرتے دیکھا۔ وہ گھومتے پھرتے ہمارے پاس بھی آ گیا۔ اس نے پوچھا کہ آپ لوگ کیا پڑھتے ہیں؟ میں نے کہا کہ کلّیۃ القرآن کے طلبہ ہیں، قراءات پڑھتے ہیں تو اس نے کہا آپ ہمیں اس سے کچھ سنا سکتے ہیں؟ ہم نے کہا بالکل سنائیں گے، چنانچہ میں نے سورۃ الفاتحہ کا اجراء ریکارڈ کروا دیا۔ یہ پروگرام انہوں نے ریڈیو إذاعة القرآن پر جامعہ اسلامیہ کے چند لمحات کے نام سے نشر کیا۔ جب پروگرام چلا تو اذاعة القران والوں سے بہت اصرار ہوا کہ قراءات کا پروگرام باقاعدہ چلائیں، چنانچہ امیر کلّیۃ القرآن نے مجھے بلایا اور کہا کہ یہ معاملہ ہے، کیا اس کو باقاعدہ چلایا جا سکتا ہے؟ میں نے کہا کہ اگر اساتذہ تیار ہوں تو ہم لوگ پڑھنے کے لیے تیار ہیں، کیونکہ ۱۹۶۵ء سے میں پاکستان ریڈیو پر پڑھتا آ رہا تھا۔ ابتداء میں جب انتخاب کا وقت آیا تو اس میں قاری ابراہیم میر محمدی حفظہ اللہ، قاری ادریس عاصم حفظہ اللہ اور میں ہم تینوں تھے۔ قاری محمد ابراہیم حفظہ اللہ اور میں دونوں نوجوان شمار ہوتے تھے، چنانچہ اس پروگرام میں مرکزی ہم لوگ تھے، جبکہ بنگلہ دیش اور سعودی عرب کے دو تین طالب علم اور بھی تھے۔ پروگرام کی ترتیب یہ تھی کہ ایک استاد تین حلقات کروائے گا، اس میں پہلا اور تیسرا میں پڑھوں گا، درمیان میں کوئی طالب علم شریک ہو جائے گا، کیونکہ مسلسل ایک گھنٹہ تلاوت کرنا بہت مشکل تھا۔ ۲۰،۲۰ منٹ کے تین حلقے ہوتے تھے تو پہلا ۲۰ منٹ کا حلقہ میں پڑھوں گا، پھر ۲۰ منٹ کا حلقہ دوسرا پڑھے گا، پھر ۲۰ منٹ کا حلقہ میں پڑھوں گا۔ اسی طرح قاری ابراہیم میر محمدی حفظہ اللہ کا پہلا ۲۰ منٹ کا حلقہ ہوتا تھا، پھر اس کے بعد دوسرا ۲۰ منٹ کا حلقہ کوئی دوسرا پڑھتا، پھر تیسرا ۲۰ منٹ کا حلقہ قاری ابراہیم میر محمدی حفظہ اللہ پڑھاتے تھے۔ ہم دونوں روزانہ تقریباً ۲۰،۲۰ یعنی چالیس منٹ پڑھتے تھے، جبکہ باقی لوگ ۲۰ منٹ پڑھتے تھے۔

س: وہاں آپ کا لباس پاکستانی تھا یا عربی؟

ج: یہی پاکستانی کرتہ اور ٹوپی، بلکہ اسی میں امام مسجد کے طور پر تقرر ہوا تھا۔ شاہ فہد مرحوم کے جامعہ میں آنے کی وجہ سے میرا تقرر ہوا تھا۔ شاہ فہد قرآن پاک کے معاملہ میں بہت سخت تھے۔ ان کے بارے یہ سنا گیا تھا کہ وہ غلط قرآن پاک پڑھنے پر شاید نماز میں ہی تھپڑ مار دیں۔ شیخ حذیفی حفظہ اللہ نے مجھے کہا کہ آپ مغرب اور عشاء کی نمازیں پڑھائیں گے، اس لئے کہ وہ ان دو نمازوں میں سے کسی میں بھی شامل ہو سکتے ہیں۔ یہ معلوم نہیں تھا کہ کس دن یا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کس وقت آئیں گے۔ اس لیے اہتمام کے طور پر امامت میرے سپرد تھی۔ انہوں نے جامعہ میں آنا تھا۔ اتفاق ایسا ہوا کہ وہ آئے اور بغیر نماز پڑھے چلے گئے۔

س: آپ وہاں کس لہجے میں قرآن کریم پڑھتے تھے؟

ج: میں وہاں 'منشاوی' کے لہجے میں پڑھتا تھا، اس لئے ثانی منشاوی کے نام سے معروف تھا۔

س: مدینہ سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے وہاں رہنا کیوں پسند نہیں کیا؟

ج: یہاں والد صاحب اور بڑے بھائی کا شدید اصرار تھا کہ وہاں نہیں رہنا۔ بچے بڑے ہوگئے تھے، اس لئے اہلیہ کا تقاضا بھی تھا کہ خود دکتوراہ کرنے سے بہتر ہے کہ بچوں کو دکتوراہ کرایا جائے، حالانکہ جامعہ نے بعثت کے طور پر میرا تقرر کر دیا تھا، اس کے لیے معقول تنخواہ کی پیش کش بھی کی تھی، جو شاید چار ہزار چار سو ریال بنتی تھی، اس کے علاوہ الاؤنس بھی تھے، یعنی ٹوٹل ملا کر مجھے چھ ہزار ریال بتائے گئے۔ اس کے علاوہ تین ماہ کے اندر اندر فیملی کے ویزہ کی بھی پیشکش تھی۔ دس رمضان کو نتیجہ آیا تھا، جبکہ گیارہ بارہ رمضان کو انہوں نے آفر کر دی تھی۔ بہرصورت میں نے واپس آنے کا فیصلہ کر لیا تھا، چنانچہ جب میں سترہ رمضان کو خروج کے لئے جوازات لینے گیا، تو متعلقہ افسر کہنے لگا: أنت مجنون؟ یعنی دس تاریخ کو تمہارا نتیجہ آیا ہے، سترہ تاریخ کو تو کہتا ہے کہ میرا خروج لگا دیں۔ تو میں نے کہا کہ 'قاری مجنون' خیر انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ کیا سبب ہے؟ تو میں نے کہا کہ والدین کا اصرار ہے کہ میں پاکستان میں کام کروں۔ انہوں نے کہا بڑی حیران کن بات ہے کہ یہاں سے چھوڑ کر جا رہے ہو۔ میں نے کہا میں یہاں رہوں اور میرا دل وہاں رہے، اس سے بہتر یہ ہے میں وہاں رہوں اور میرا دل یہاں رہے۔

س: شادی کب ہوئی اس میں آپ کی پسند کا لحاظ رکھا گیا یا نہیں؟

ج: میری شادی بڑوں کی مرضی سے ہوئی، اس میں میری پسند، ناپسند کو دخل نہ تھا۔ اس خاندان کو نہ ہم نے پہلے دیکھا تھا اور نہ ان سے پہلے ملاقات ہوئی تھی۔ بہر حال عزیز تھے۔

س: شادی کس سن میں ہوئی؟

ج: سن ۱۹۷۲ء میں ہوئی۔

س: اپنی اولاد کے بارے میں بتایئے؟

ج: اس وقت الحمدللہ میرے پانچ بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں اور ایک بیٹا فوت ہو چکا ہے۔ بڑے بیٹے نے ایم فل اوپن یونیورسٹی سے کیا ہے۔ ان سے چھوٹے سلمان نے درس نظامی، قراءات سبعہ وعشرہ مکمل اور بی اے کیا ہے۔ یہ آج کل جاپان میں اسلامیہ سنٹر سکول چلا رہے ہیں۔ ان سے چھوٹا محمد طیب ہے، جس کی تعلیم میری بیماری کی وجہ سے نامکمل رہ گئی تھی، لیکن اس کے باوجود اس نے قراءات عشرہ مکمل کی اور بی اے کیا ہے، جبکہ درس نظامی مکمل نہیں کر سکے۔ اس سے چھوٹا عثمان ہے۔ اس نے حفظ بھی کیا، قراءات بھی پڑھی ہے اور درس نظامی بھی مکمل کیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس نے بی اے بھی کیا، بی اے کرنے کے بعد پنجاب یونیورسٹی سے آئی ٹی کیا ہے۔ اس سے چھوٹا ابھی پڑھ رہا ہے۔ ایم آئی ٹی والے ملازمت دے رہے ہیں، لیکن ہم اسے کرنے نہیں دے رہے، اس لئے کہ اس کو بڑے بھائی کے پاس جاپان جانا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

س: قراءت کے حوالے سے جامعہ اشرفیہ میں کیا نظام ہے؟

ج: جامعہ اشرفیہ میں قاری سعید احمد حفظہ اللہ روایت حفص پڑھاتے ہیں۔ ان کو میں نے بار بار مجبور کیا کہ وہ سبعہ بھی پڑھائیں، بہرصورت سبعہ شروع کرنے کے باوجود وہ اس میں کامیاب نہیں ہوسکے۔

س: عام سامعین کا یہ خیال ہے کہ مصری قراء موسیقی کی آواز میں پڑھتے ہیں؟

ج: مصری قراء کے بارے میں، میں اکثر یہ کہا کرتا ہوں کہ ان سے اچھی چیز لے لو اور بری چھوڑ دو۔ میں نے بھی مصری قراء سے پڑھا، مصری قراء کی بعض چیزیں ہمارے اکابرین کے ہاں پسندیدہ نہیں ہیں، چنانچہ ہم نے وہ چیزیں نہیں لیں۔

س: ہمارے مشاہدے کے مطابق وہ عام قراء کی طرح ہی پڑھتے ہیں؟

ج: کسی کے بارے میں یقین سے نہیں کہا جاسکتا کہ وہ پڑھتے وقت فن موسیقی کو پیش نظر رکھ کر پڑھ رہا ہے۔ مصر میں فن موسیقی سکھانے والے ادارے ہیں، لیکن ان حضرات کے پڑھنے میں اس کا التزام نہیں ہوتا۔ میں نے یہ دیکھا ہے کہ ان تمام اداروں میں جو کیسٹ تیار کئے جاتے ہیں وہ مشائخ شیخ رفعت رحمہ اللہ، شیخ مصطفیٰ اسماعیل رحمہ اللہ وغیرہ کی تلاوتوں کو سامنے رکھ کر موسیقی پر منطبق کیے جاتے ہیں۔

س: ایسی کوئی مشکلات بتائیں، جو آپ کو مدرسہ دارالعلوم میں پڑھاتے وقت پیش آئی ہوں؟

ج: درس نظامی اور قراءات کا جب ہم تقابل کرتے ہیں تو واضح ہوتا ہے کہ درس نظامی کے اساتذہ کا مزاج سکون و خاموشی کا ہے، ان کو بالکل سکون اور یکسوئی چاہیے، جہاں کوئی شور اور ہنگامہ نہ ہو، جبکہ قرا کا مزاج شور مچانے کا ہے۔ اس پر اساتذہ کا اختلاف ہوتا تھا۔ میں ان اساتذہ کو بار بار یہ بات سمجھاتا تھا کہ دیکھئے یہ تجوید کے طلبہ ہیں، درسِ نظامی کے نہیں۔ بنیادی طور پر مدرسہ بھی تجوید کا ہے اور یہ طلبہ بھی تجوید سیکھنے آتے ہیں، میں ان کو درس نظامی پڑھانا چاہ رہا ہوں، میں درس نظامی کے طلبہ کو تجوید نہیں پڑھا رہا، لہٰذا آپ کو اس کا لحاظ رکھنا ہوگا۔ ادھر تجوید کے اساتذہ کو میں یہ کہتا تھا کہ درس نظامی والے اگر نہ پڑھائیں گے تو تجوید کے طلبہ درس نظامی سے محروم ہوجائیں گے، لہٰذا ان کے ساتھ ذرا رویہ اچھا رکھو۔ اتنی دشواریاں پیش آئیں کہ مجھے بعض مرتبہ استاد نکالنا پڑے، مثلاً ہمارے ہاں ایک بڑے اچھے استاد تھے، انہوں نے طلبہ سے کہا کہ تم ہروقت یہ روں روں کرتے رہتے ہو، کتابیں پڑھا کرو، ان کا تکرار کیا کرو۔ مجھے طلبہ نے بتایا تو مجھے بہت افسوس ہوا کہ یہ قرآن کے پڑھنے کو 'روں، روں' کہہ رہے ہیں۔ ان کو بلا کے میں نے ان کا مزاج دیکھا تو وہ جوں کا توں تھا، چنانچہ میں نے ان کو فارغ کردیا۔ مہتمم اور میرے درمیان یہ معاہدہ تھا کہ درس نظامی اور تجوید و قراءات کو ملا کر چلیں گے اور جو میں نظام چاہوں گا، بس وہی چلے گا۔

س: سبعہ اُحرف سے آپ کے ہاں کیا مراد ہے، کیا آپ اسے تعدد سمجھتے ہیں یا معین عدد؟

ج: اس موضوع پر ڈاکٹر عبدالعزیز القاری حفظہ اللہ کا مقالہ ہے، جو مجلۃ الکلیّۃ میں چھپ چکا ہے، اس میں انہوں نے کہا ہے کہ سبعہ احرف سے مراد سات کا مخصوص عدد ہے۔ متقدمین میں سے امام جزری رحمہ اللہ وغیرہ نے بھی ایسا ہی کہا ہے۔ میں بھی اسے ہی مناسب سمجھتا ہوں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

س: علم قراءات میں سبعہ احرف سے مراد لغات ولہجات ہیں یا وجوہ مراد ہیں؟

ج: میرا موقف اس بارے میں امام جزری رحمہ اللہ والا ہے، یعنی تذکیر وتانیث، غیب وخطاب اور لہجات وغیرہ۔

س: وہ کون سا کلمہ ہے جس میں آٹھ وجوہ ہیں؟

ج: قران کریم میں صرف ایک ہی جگہ فیغر قکم بما کفر تم میں آٹھ وجوہ ہیں۔

س: ثبوت قراءات کے لئے کن تین بنیادوں کی ضرورت ہے؟

ج: ثبوت قراءات کے لیے امام ابن جزری رحمہ اللہ نے جن تین چیزوں کو بنیاد بنایا ہے، وہ بہترین ہیں یعنی اتصال سند، اس لیے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بعید از قیاس ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کسی ایسی چیز کو منسوب کریں جو آپ نے نہ کہی ہو۔ اگر کوئی قراءات متصل بالسند صحابی تک پہنچ جاتی ہے، تو یہ قراءات کے ثبوت کے لئے کافی ہے، اگرچہ اس میں عربیت یا رسم کی موافقت بھی نہ ہو۔ اس لئے کہ بنیادی چیز اتصال سند ہے۔ باقی چیزوں کی توجیہہ کی جاسکتی ہے، یعنی رسم کی موافقت نہ ہو تو توجیہہ ہوسکتی ہے، کسی ایک وجہ کے موافق ہوجائے گی، احتمال نکال لیں گے کہ عربیت میں نہیں ہے، جیسے امام ابوعمرو رحمہ اللہ نے جواب دیا تھا کہ بدو کا کلام تو عرب میں معتبر ہے، کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت معتبر نہیں ہے؟ اسی طرح ابوعمرو رحمہ اللہ پر اجتماع ساکنین کے متعلق اعتراض کیا گیا تو انہوں نے اس پر کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح پڑھا ہے، اس لیے اجتماع ساکنین درست ہے۔ ثبوت قراءات کے سلسلہ میں تواتر کی شرط زیادہ اہم نہیں ہے، صرف اتصال سند کافی ہے۔

س: تواتر کی دو طرح سے تعریف کی جاتی ہے، ایک تعددِ طرق یعنی تواتر اسنادی اور دوسری متعدد اخبار آحاد سے قدر مشترک کی بنا پر حاصل ہونے والا تواتر، قراءات میں تواتر سے مراد تواتر عددی ہے یا ثبوت کی قطعیت؟

ج: میں تواتر سے مراد تعدد بھی لیتا ہوں، قطعیت بھی اور اتصال سند بھی۔

س: امام جزری رحمہ اللہ نے کہا کہ بعض قراءات خبر واحد سے ثابت ہیں؟

ج: جہاں امام جزری رحمہ اللہ ان کو خبر واحد کے طور پر لے رہے ہوتے ہیں، وہاں ان کی مراد قرونِ اوّل کے اعتبار سے ہوتی ہے۔

س: اگر کسی ایک طبقہ میں راوی ایک ہوجائے تو کیا وہ خبر واحد ہی رہتی ہے؟

ج: ہاں وہ خبر واحد ہی ہوتی ہے۔ اسلاف خبر واحد کو حجت مانتے ہیں، کیونکہ خبر واحد پر ہر چیز کا دارومدار ہے، حتی کہ لوگوں کی نسل کا مدار خبر واحد پر ہے اور وہ بھی مونث کی۔

س: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جو کام کیا تھا، وہ رسم خط کے سلسلہ میں تھا یا قراءات کا؟

ج: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فکتبوہ علی لسان قریش کا حکم دیا تھا، یعنی رسم پر جمع کرنے کا حکم تھا۔ اصل میں لوگ کہتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کتابت کا علم نہیں تھا، حالانکہ انھیں اتنا علم تھا جس کا آج دنیا میں تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ انہوں نے قرآن پاک کو جس طرح بغیر حرکات، بغیر زبر، زیر، پیش کے مرتب، مدوّن اور جمع کیا، بغیر نقطوں سے لکھا تو یہ انہی کا کمال ہے۔ اس لیے جب ہم غور کرتے ہیں تو ایک حیران کن چیز سامنے آتی ہے، مثلاً اَصحاب الایکہ دو جگہ لام تعریف کے ساتھ ہے اور دو جگہ بغیر لام تعریف کے، تو مجھے یہ دیکھ کر بہت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حیرت ہوئی۔ بعد میں جب تحقیق کی گئی تو پتہ چلا کہ الایکۃ بلد کے لیے بولا جاتا ہے اور ایکۃ مدینہ کے لیے۔ اندازہ کیجئے کہ ان کی سوچ اور فکر میں کس قدر وسعت تھی۔

س: اِحراقِ مصاحف کے مسئلے کیا تفصیل ہے؟

ج: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے پانچ، سات یا آٹھ مصحف لکھوائے تھے۔ ان کے علاوہ وہ مصاحف، جن میں اضافی کلمات لکھے ہوئے تھے، کو جلا دیا۔ جلانے کی تفصیل روایات میں یوں ہے کہ انہوں نے مصاحف کو پہلے دھلوایا، دھلوانے کے بعد پھران کو جلایا بلکہ ان کا پانی اور سیاہی بھی محفوظ کی گئی۔ ایسا نہیں ہے کہ انہوں نے براہ راست مصاحف آگ میں ڈال دیئے تھے۔

س: کیا یہ کہنا درست ہوگا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ساری صحیح قراءات جمع کرنے کا حکم دیا تھا؟

ج: جی ہاں! انہوں نے یہی کیا تھا۔ مصاحف کے ساتھ انہوں نے قاری بھی بھیجے تھے، جو لوگوں کو ان مصاحف کے مطابق تعلیم دیتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں سے مکی اور شامی قراءات وجود میں آئیں، مدینہ سے مدنی قراءات، عراق سے عراقی قراءات اور کوفہ سے کوفی قراءات نکل آئیں۔

س: مطلب یہ ہوا کہ جو سات قاری حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھیجے تھے، موجودہ قراءات ان سے سامنے آئیں؟

ج: ہاں جی، انہی کے اعتبار سے سامنے آئیں۔

س: کیا آپ رسم عثمانی رضی اللہ عنہ کو توقیفی سمجھتے ہیں یا توفیقی؟

ج: یہ خیال غلط ہے کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے قرآن کریم اپنی رائے سے لکھا تھا۔ یہ رسم توقیفی ہے، صحابہ نے اس میں کوئی کمی بیشی نہیں کی۔ اس موضوع پر یحییٰ عبدالحی فروائی رحمہ اللہ کی بہت عمدہ کتاب ہے، جس میں انہوں نے یہی مسئلہ بہت مدلل طریقے سے ثابت کیا ہے۔ اگر ہم یہ راستہ کھول دیں گے کہ صحابہ نے اپنی رائے سے اس میں کمی وبیشی کی ہے تو پھر قرآن میں نسیان کی غلطی کی تصحیح کا معیار چونکہ رسم ہے، چنانچہ قرآن ضائع ہوجائیگا۔

س: کیا قرآن اور قراءات ایک ہی چیز ہے؟

ج: دراصل قرآن پاک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ قرآن پاک کے اس متعدد بار نزول کا نام قراءات ہے اور اس کی وجوہ متعددہ ہی کا دوسرا نام قرآن ہے، مثلاً "ملك يوم الدين" کی دونوں وجوہ ہی قرآن ہیں۔ آپ یوں نہیں کہہ سکتے کہ یہ قراءات ہے اور یہ قرآن ہے۔ اگر آپ قرآن اور قراءات کو الگ کریں گے تو اس میں سے قرآن کس چیز کو کہیں گے؟ ان کو الگ کرنے کا جوہری فرق کیا ہوگا؟ چنانچہ تمام قراءات مل کر ایک قرآن ہے جو ان ساری وجوہ پر مشتمل ہے۔

س: بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ صرف "قراءت عامہ یعنی روایت حفص" ہی باقی تھی؟

ج: قراءات عامہ کہاں سے آ گئی، کیا قراءۃ عامہ کوفہ کی قراءت کو ہونا تھا، حالانکہ قرآن تو مدینے میں اتر رہا تھا، لہٰذا قراءۃ عامہ مدینے کی قراءۃ کو قرار دینا چاہیے۔ دراصل قراءات کی بنیاد ہی غلط ہے۔

س: ان کا کہنا ہے کہ ہر جگہ یہی پڑھی جارہی ہے؟

ج: ان کے کہنے سے اس طرح نہیں ہوگا، آپ دیکھیں صحابہ اور تابعین کا تعامل کیا ہے؟ اور تابعین کس کو امام قرار

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دے رہے ہیں؟امام مالک رحمہ اللہ، امام نافع رحمہ اللہ کوامام قرار دیتے ہیں جبکہ ان کے بالمقابل امام ابوجعفر رحمہ اللہ تابعی ہیں، گویا آپ تابعی کی قراءات کا انکار کررہے ہیں؟

س: نبی اکرم ﷺ کے دور میں کون سا حرف پڑھا جاتا تھا؟

ج: سارے حروف پڑھے جاتے تھے۔ نبی اکرم ﷺ کے زمانے ہی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ہشام رضی اللہ عنہ میں اختلاف ہوا ،ہشام رضی اللہ عنہ نماز میں سورۃ الفرقان پڑھ رہے تھے، ملاحظہ فرمائیے سورۃ الفرقان کے احرف سبعہ کیا ہیں؟ ﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَاءِ بُرُوْجًا وَجَعَلَ فِيْهَا سِرَاجًا وَّقَمَرًا مُّنِيْرًا﴾ کو اگر کوئی آدمی سِراجًا کو سُرُجًا سنے گا، تو وہ حیران ہوگا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تحیر بھی اسی بات پر ہوا کہ ہشام رضی اللہ عنہ سراجًا کو سُرُجًا پڑھ رہا ہے۔ یہ تحیر متعدد وجوہ کی وجہ سے تھا، اس لئے کہ نہ وہاں لغت کا اختلاف ہوسکتا ہے، کیونکہ دونوں قریشی ہیں اور نہ معنی میں افہام وتفہیم کی بات ہوسکتی ہے، کیونکہ وہ نماز پڑھ رہے تھے، لہٰذا تمام حروف ہی پڑھے جاتے تھے۔

س: اگر نبی کریم ﷺ اپنی نماز میں مختلف قراءات پڑھتے ہوتے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اختلاف نہ ہوتا؟

ج: نبی اکرم ﷺ سے مختلف قراءات ثابت ہیں، آپ ہی سے مٰلك يوم الدين اور مَلك يوم الدين دونوں منقول ہیں۔ ایک صحابی ایک وقت میں آپ ﷺ سے "مٰلك يوم الدين" نقل کررہا ہے اور ایک صحابی "مَلك يوم الدين" نقل کررہا ہے۔ اسی طرح "لتَّخذت عليه أجراً" اور "لتَخَذْت عليه أجراً" دونوں قراءات كنز الأعمال میں موجود ہیں۔ ایسے ہی من لَّدُنِّي عُذْرًا میں لَدُنِي عذرًا (اِشمام کے ساتھ) یہ دونوں قراءات حدیث میں موجود ہیں۔ براہ راست رسول اللہ ﷺ نے اس کو ایسے پڑھا اور لوگوں نے آپ ﷺ کے اس تکلم کو نقل کیا۔ اِدغام سے پڑھنا، اِظہار سے پڑھنا اور مد متصل میں قراءات کرنا وغیرہ، یہ سب روایات سے ثابت ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی تلاوت کی کیفیت متعدد ہوتی تھی اور آیات کے تعدد کا اختلاف اسی پر مبنی ہے۔

س: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم ﷺ سے متعدد وجوہ میں سنا، تو ان کو حیرانی کیوں ہوئی؟

ج: اَصل میں اُن کو سورۃ الفرقان کی اس تلاوت پر اشکال ہوا تھا، یہ متعدد وجوہ پڑھنے پر رد نہیں ہے۔

س: منکرین قراءات کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟

ج: اُمت کا اِجماع ہے کہ قراءات متواتر ہیں اور متواتر قراءات کا انکاری کافر ہے، میری بھی یہی رائے ہے۔

س: قراءات کے اِسناد پر کسی مستقل کتاب کا نام بتائیں؟

ج: اِسناد قراءات پر ابھی متقدمین کی مختلف اسناد ہی ملتی ہیں۔ سعودی عرب سے الیاس برماوی کی ایک کتاب آئی ہے اور اسی طرح ایک کتاب أمطاء الفضلاء ہے، جس میں سند قراءات پر گفتگو کی گئی ہے۔

س: بعض محدثین نے بعض ائمہ کرام پر جرح کی ہے کیا وہ قرآن کی قراءات کو نقل کرنے کے قابل رہتے ہیں؟

ج: جن ائمہ پر جرح کی گئی ہے وہ بطور محدث کے ہے، یعنی حدیث نقل کرنے میں جرح ہے، نہ کہ قرآن کریم کے نقل کرنے میں بھی اسے مجروح قرار دیا جاتا ہے۔

س: جرح شخصیت پر ہوتی ہے یا علم پر؟

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ج: اس اعتبار سے کسی نے بھی ائمہ قراءات پر جرح نہیں کی کہ انھیں کذاب کہا گیا ہو یا اس طرح کی کوئی دوسری سخت جرح۔ ان کی نقل کردہ روایت میں ضعف کی دیگر وجوہات ہوتی ہیں۔

س: قرآت کے حوالے سے آپ کے ادارے میں نصاب تعلیم کیا ہے؟

ج: نہیں، ہم درس نظامی کے ساتھ ساتھ قراءات پڑھا رہے ہیں۔ صورتِ حال یہ پیدا ہوگئی تھی کہ دو الگ الگ طبقے بن گئے تھے۔ ایک طبقہ علماء کا بن رہا تھا اور ایک قراء کا۔ اس خلیج کو کم کرنے کے لیے میں نے یہ راستہ اختیار کیا کہ درس نظامی بھی چلے اور قراءاتِ عشرہ بھی مکمل ہو، تو اس کے لیے میرے لیے ممکن نہیں تھا کہ میں بیک وقت درسِ نظامی کے ساتھ ساتھ پورے قرآن کا اجراء بھی کراؤں، اگر میں طلباء پر یہ بوجھ ڈالتا تو لامحالہ وہ بھاگ جاتے، چنانچہ میں نے روایت حفص اور سبعہ کو چار چار سال میں پھیلا دیا، ثلاثہ ایک سال میں کردی۔

س: اگر کوئی طالب علم پورا قرآن پڑھنا چاہے تو کیا آپ پڑھا دیں گے، نصاب میں کتنا قرآن ہے؟

ج: اگر کوئی پورا قرآن پڑھنا چاہے تو پڑھا دیتا ہوں۔ نصاب میں ہم کم از کم سورۃ المائدۃ، سورۃ النساء تک پڑھا دیتے ہیں۔ بعض دفعہ سورۃ التوبہ تک بھی پڑھا دیا جاتا ہے، ایک جماعت نے سورۃ توبہ تک پڑھا بھی ہے۔ میں آج ہی ریکارڈ چیک کر رہا تھا تو الحمدللہ دارالعلوم سے ۵۰۰ کے قریب طلباء سبعہ پڑھ چکے ہیں اور ثلاثہ پڑھنے والوں کی تعداد ۳۵۰ کے قریب ہے اور روایت حفص میں ۱۵۰۰ کے قریب طلبہ فارغ ہو چکے ہیں۔

س: آپ نے کن ملکوں کا دورہ کیا ہے؟

ج: میں دو دفعہ لیبیا اور دو دفعہ مصر گیا ہوں اسی طرح دبئی میں، وہاں میں نے مسابقے کی منصفی Judgement کی، اسی طرح دو دفعہ سعودی عرب میں بھی مسابقے کی منصفی Judgement کی۔ دو مرتبہ ملائیشیا گیا ہوں، فرانس گیا ہوں، جاپان گیا ہوں۔ جاپان کا دورہ اس اعتبار سے بالکل عجیب دورہ تھا کہ وہاں میں نے معہد اللغة العربية میں علوم القرآن پر اڑھائی گھنٹے خطاب کیا، اس کے بعد دو، اڑھائی گھنٹے کی سوالات کی نشست ہوئی۔ یہ میری زندگی کا پہلا موقع تھا کہ عربی میں اتنے طویل دورانیہ کا خطاب کیا۔ اس سے پہلے عربی میں براہ راست خطاب کا موقع نہیں ملا تھا۔

س: قراءات کو آپ کے خیال میں کیسے زیادہ سے زیادہ پھیلایا جاسکتا ہے؟

ج: عملی طور پر میں نے اس کے لیے جو تجربہ کیا ہے وہ محافل قراءات کا ہے۔ اصل میں انسانی فطرت اور طبیعت کا تقاضا ہے کہ جیسے ہی اس کو بھوک لگتی ہے وہ کھاتا ہے۔ جس طرح بھوک انسانی فطرت ہے اسی طرح سماع بھی انسانی فطرت ہے۔ اس سماع کو آپ اگر قرآن کی طرف متوجہ کردیں یعنی قرآن سننے پر لوگوں کو لگادیں تو وہ دوسرے سماع سے بچ جائیں گے۔

اب میں سمجھتا ہوں کہ شیخ سدیس ﷾ کی کیسٹس اور سی ڈیز چلنا انہی محافل کا نتیجہ ہے۔ کبھی ہم نے تصور کیا تھا کہ مستقبل میں شیخ سدیس کی آدھا گھنٹہ ٹی وی پر مسلسل تلاوت ہوگی؟ لہذا میں سمجھتا ہوں کہ قراءت کے پھیلاؤ کے لئے محافل قراءات کو عام کرنا ہوگا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قاری محی الاسلامی عثمانی☆
ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی☆☆

قراء عشرہ اور اُن کے رواۃ کا مختصر تعارف

زیرِ نظر مضمون پانی پت کے سلسلۂ قراءات کے بانی مبانی شیخ المشائخ مولانا قاری محی الاسلام عثمانی رحمہ اللہ کی تصنیفِ قیم 'شرح سبعہ قراءات' کے مقدمہ سے اور جناب ڈاکٹر قاری محمد الیاس الاعظمی حفظہ اللہ کی کتاب 'تذکرۃ القراء' سے اخذ شدہ ہے۔ مجلس التحقیق الاسلامی، لاہور کے رکن قاری محمد مصطفیٰ راسخ حفظہ اللہ نے جہاں ان دونوں کتب کو اَساس بناتے ہوئے یہ مضمون ترتیب دیا ہے، وہیں رجالِ قراءات کی معروف کتب، مثلاً معرفۃ القراء الکبار از امام ذہبی رحمہ اللہ اور طبقات القرّاء از امام ابن جزری رحمہ اللہ وغیرہ کی روشنی میں دیگر بعض ضروری معلومات کا یوں اضافہ کر دیا ہے کہ قراءِ عشرہ کے حالات پر ایک مختصر مگر جامع تحریر وجود میں آ گئی ہے۔ [ادارہ]

اس وقت اُمت کے پاس دس قراءاتِ متواترہ باقی ہیں۔ ان میں سے سات بہت زیادہ مشہور ہیں اور تین نسبتاً ان سے ذرا کم مشہور ہیں۔ علامہ دانی رحمہ اللہ اور دیگر علماء قراءات نے ان ائمہ کے رواۃ میں سے دو دو راویوں کی روایات بیان کی ہیں اور اس وقت سے یہی رواج ہے کہ ہر امام سے دو دو روایتیں پڑھی اور پڑھائی جاتی ہیں۔ زیرِ نظر مضمون میں ان دس ائمہ قراءات اور ان کے دو دو راویوں کا مختصر تعارف پیش خدمت ہے۔ تفصیلات جاننے کے لئے کتب قراءات کی مفصل کتب کا مطالعہ فرمائیں۔

[امام نافع مدنی رحمہ اللہ]

نام ونسب: آپ کا پورا نام ''ابو رویم نافع بن عبدالرحمٰن بن ابی نعیم اللیثی'' ہے۔ آپ رحمہ اللہ کی کنیت کے بارے میں اہل علم کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض نے 'ابوالحسن' جبکہ بعض نے 'ابوعبدالرحمٰن' بتلائی ہے۔

پیدائش: امام نافع رحمہ اللہ ۷۰ھ کے لگ بھگ پیدا ہوئے، آپ کے آباء واجداد اصفہان کے رہنے والے تھے۔

مقام ومرتبہ: امام نافع رحمہ اللہ قراء سبعہ میں سے ایک ہیں۔ آپ رحمہ اللہ مدینہ منورہ میں قراءت کے امام تھے۔ آپ نے متعدد تابعین سے علم قراءت پڑھا اور اپنی زندگی کے تقریباً ۷۰ سال تک علم قراءت پڑھاتے رہے۔ امام نافع رحمہ اللہ زہد وتقویٰ اور جود وسخا میں نمایاں مقام رکھتے تھے۔ آپ ۶۰ سال تک مسجد نبوی میں نماز پڑھاتے رہے۔ امام نافع رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا: آپ کا چہرہ انتہائی روشن اور اخلاق اتنا بلند کیوں ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: ''ایسا کیوں

☆ پاکستان میں علم قراءات کے پانی پتی سلسلہ کے بانی مبانی استاد
☆☆ سابق متعلّم جامعۃ الرشاد، اعظم گڑھ، بھارت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہ ہوتا، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے خواب میں میرے ساتھ مصافحہ کیا ہے، اور میں نے آپ ﷺ کو قرآن سنایا ہے۔''
امام نافع رحمہ اللہ جب گفتگو کرتے تھے تو ان کے منہ سے کستوری کی خوشبو پھوٹتی تھی، ان سے لوگوں نے پوچھا: کیا آپ نے کستوری لگائی ہوئی ہے؟ انہوں نے فرمایا: نہیں! خواب میں میری نبی کریم ﷺ کے ساتھ ملاقات ہوئی اور انہوں نے میرے منہ میں کچھ پڑھا۔ اس دن سے لے کر آج تک میں اپنے منہ میں یہ خوشبو محسوس کرتا ہوں۔

[معرفة القراء:۱/۱۰۸]

عبداللہ بن احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ (احمد بن حنبل رحمہ اللہ) سے پوچھا: «أي القراءة أحب إليك» آپ کو کون سی قراءت زیادہ پسندیدہ ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: «قراءة أهل المدينة» اہل مدینہ کی قراءت! میں نے کہا: اگر یہ نہ ہو تو؟ انہوں نے فرمایا: امام عاصم رحمہ اللہ کی قراءۃ۔ سعید بن منصور رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام مالک رحمہ اللہ کو فرماتے ہوئے سنا: «قراءة أهل المدينة سنة» ''اہل مدینہ کی قراءۃ سنت ہے۔'' ان سے پوچھا گیا کہ کیا آپ کی مراد امام نافع رحمہ اللہ کی قراءۃ ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں۔

اَساتذہ: امام نافع رحمہ اللہ نے تقریباً ۷۰ تابعین عظام سے علم قراءت پڑھا جن میں ابوجعفر، شیبہ بن نصاح، یزید بن رومان، محمد بن مسلم بن شہاب الزہری، اور عبدالرحمٰن بن ہرمز الاعرج رحمہم اللہ جیسے مشہور تابعی بھی شامل ہیں۔

[افادات از ڈاکٹر قاری محمد الیاس، شیخ القراء قاری محمد محی الاسلام عثمانی]

تلامذہ: امام نافع رحمہ اللہ سے مدینہ، شام، مصر اور دیگر ممالک کے متعدد شاگردوں نے کسب فیض کیا جن کو شمار کرنا ممکن نہیں ہے۔ ان کے تلامذہ میں امام مالک رحمہ اللہ، امام لیث بن سعد رحمہ اللہ جیسے مشہور ائمہ بھی شامل ہیں۔ آپ کے شاگردوں میں سے ابوعمرو بن العلاء، المسیبی، عیسیٰ بن وردان، سلیمان بن مسلم بن جماز اور جعفر کے بیٹے اسماعیل اور یعقوب قابل ذکر ہیں۔ امام نافع رحمہ اللہ کے مشہور ترین شاگرد قالون اور ورش ہیں، جن کا تذکرہ آگے آئے گا۔

وفات: امام نافع رحمہ اللہ ۱۶۹ھ میں تقریباً ۹۹ سال کی عمر میں اپنے خالق حقیقی کو جا ملے۔ وفات کے وقت بیٹوں نے کہا کہ ہمیں کوئی وصیت کر دیں تو انہوں نے فرمایا: ﴿فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَصْلِحُوا ذَاتَ بَيْنِكُمْ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ﴾ [الانفال:۱] ''اللہ سے ڈرو، آپس میں صلح سے رہو اور اگر مومن ہو تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتے رہو۔''

[اِمام قالون رحمہ اللہ]

نام ونسب: آپ رحمہ اللہ کا پورا نام ''عیسیٰ بن مینا بن وردان بن عیسیٰ بن عبدالصمد بن عمر بن عبداللہ الزرقی'' ہے۔ آپ کی کنیت 'ابوموسیٰ' اور لقب 'قالون' ہے۔ رومی زبان میں قالون 'عمدگی' کو کہتے ہیں۔ آپ کی عمدہ قراءت کی وجہ سے امام نافع رحمہ اللہ نے انہیں 'قالون' کے لقب سے نوازا۔

پیدائش: امام قالون رحمہ اللہ ہشام بن عبدالملک رحمہ اللہ کے زمانہ میں ۱۲۰ھ میں پیدا ہوئے۔

مقام ومرتبہ: قالون رحمہ اللہ امام نافع رحمہ اللہ کے مشہور ترین شاگرد ہیں۔ ان سے تلامذہ کے جم غفیر نے علم قراءت سیکھا۔ آپ رحمہ اللہ مدینہ منورہ کے گردونواح میں قراءت کے امام تھے۔ قالون نے امام نافع رحمہ اللہ سے بیس سال تک علم

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قراءت حاصل کیا۔امام نافع رحمہ اللہ نے ایک موقع پر ان سے کہا:''آپ کب تک میرے پاس بیٹھے پڑھتے رہیں گے۔ اب آپ پڑھانا شروع کردیں۔'' قالون رحمہ اللہ نے امام نافع سے قراءت نافع اور قراءت ابوجعفر دونوں پڑھی ہیں۔

ابومحمد البغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''قالون رحمہ اللہ کانوں سے بہرے تھے اور کوئی بات سن نہیں سکتے تھے،لیکن جب ان کے سامنے قرآن پڑھا جاتا تو انہیں سنائی دینے لگتا تھا اور پڑھاتے وقت ہونٹوں کی حرکت سے تلامذہ کی غلطی کو سمجھ جاتے تھے۔'' [غایة النهایة:۱/۶۱۶]

تلامذہ: امام قالون رحمہ اللہ سے بے شمار تلامذہ نے کسب فیض کیا،جن کو امام جزری رحمہ اللہ نے طبقات القراء میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔

وفات: امام قالون رحمہ اللہ خلیفہ مامون کے زمانہ میں ۲۲۰ھ میں اپنے خالق حقیقی سے جاملے۔

[امام ورش رحمہ اللہ]

نام ونسب: آپ کا پورا نام''عثمان بن سعید بن عبداللہ بن عمرو بن سلیمان بن ابراہیم'' ہے۔آپ کی کنیت'ابوسعید' اور لقب،'ورش' ہے۔'ورش' دودھ سے بنی ہوئی کسی شے کا نام ہے۔آپ کے دودھ جیسے سفید رنگ کی وجہ سے امام نافع رحمہ اللہ نے انہیں ورش کے لقب سے نوازا۔ ورش، اصل میں ورشان تھا۔امام نافع رحمہ اللہ "هات يا ورشان، أين الورشان، اقرأ يا ورشان" کہا کرتے تھے،لیکن بعد میں ترمیم کرتے ہوئے اسے ورش بنا دیا گیا۔

آپ کو یہ لقب اتنا پسند تھا کہ انہوں نے اپنے نام کا حصہ بنا لیا،حتیٰ کہ وہ اسی نام سے معروف ہوگئے۔ وہ کہا کرتے تھے کہ یہ لقب مجھے انتہائی پسندیدہ ہے،کیونکہ میرے استاد نے مجھے یہ عطا فرمایا ہے۔

پیدائش: امام ورش رحمہ اللہ مصر کے ایک شہر'قفط' میں ۱۱۰ھ میں پیدا ہوئے۔ان کے آباؤ اجداد قیروان کے رہنے والے تھے۔

مقام ومرتبہ: ورش رحمہ اللہ دیار مصر میں قراءت کے امام تھے اور انتہائی خوبصورت آواز کے مالک تھے۔انہوں نے ۱۵۵ھ میں مدینہ منورہ آکر امام نافع رحمہ اللہ سے چار مرتبہ مختلف وجوہ میں قرآن مجید پڑھا۔امام ورش اپنی زبانی بتلاتے ہیں کہ جب میں مدینہ منورہ پہنچا تو دیکھا کہ کثرت طلباء کی وجہ سے کوئی شخص امام نافع رحمہ اللہ سے پڑھنے کی طاقت نہیں رکھتا اور اگر کسی خوش نصیب کو موقع ملتا ہے تو وہ بھی تیس آیات سے زیادہ نہیں۔میں بعض بزرگوں کو سفارش کے لئے آپ کی خدمت میں لے گیا انہوں نے امام نافع رحمہ اللہ سے کہا:''یہ مصر سے آپ کے پاس پڑھنے کے لئے آیا ہے حاجی اور تاجر نہیں ہے۔'' امام رحمہ اللہ نے فرمایا:''آپ دیکھتے ہیں کہ انصار ومہاجرین کی اولاد کی تعلیم کی وجہ سے میں کتنا عدیم الفرصت ہوں۔'' جب زیادہ اصرار کیا تو رات کو مسجد نبوی میں رہنے کی تلقین کی۔نماز فجر سے قبل جب آپ مسجد میں آئے تو پوچھا:''وہ مصری کہاں ہے؟'' اور مجھے پڑھنے کا حکم دیا جب میں تیس آیات پڑھ چکا تو خاموش ہوجانے کا اشارہ فرمایا۔حلقۂ طلباء میں سے ایک نوجوان نے کہا:اے معلم خیر شیخ ہم آپ کے ساتھ مدینہ میں رہتے ہیں اور یہ ہجرت کرکے آپ کے پاس آیا ہے لہٰذا میں اپنے وقت میں سے دس آیات کے بقدر اس کو ہبہ کرتا ہوں۔پھر ایک اور شخص نے دس آیتوں کا وقت ہبہ کیا جس پر مجھے امام نے بیس آیتیں اور پڑھنے کی اجازت دی۔اور جب سب فارغ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو گئے تو میں نے پچاس آیات اور پڑھیں۔اوراس طرح مکمل قرآن مجید پڑھ لیا۔[شرح سبعہ قراء ت:۸۰،۱۸]
وہ عربی زبان کے ماہراور مسحور کن تلاوت کرنے والے تھے۔سیدنا ورش رحمہ اللہ نے امام نافع رحمہ اللہ کے پاس جا کرعلم قراءت پڑھنے سے پہلے بھی مصری مشائخ سے علم قراءت پڑھا تھا۔[معرفة القراء:۱۵۳/۱]

تلامذہ: امام ورش رحمہ اللہ سے بے شمار تلامذہ نے کسب فیض کیا جن میں سے اَزرق رحمہ اللہ اور اصبہانی رحمہ اللہ قابل ذکر ہیں۔ان دونوں نے ورش رحمہ اللہ کے طریق کو آگے جاری کیا ہے۔

وفات: امام ورش رحمہ اللہ نے خلیفہ مامون کے عہد خلافت میں ۸۷ سال کی عمر میں ۱۹۷ھ کو وفات پائی۔

[اِمام ابن کثیر مکی رحمہ اللہ]

نام ونسب: آپ کا پورا نام ''ابومعبد عبداللہ بن کثیر بن عمرو بن عبداللہ بن زاذان بن فیروز بن ہرمز الداری المکی'' ہے۔امام ابن کثیر مکی رحمہ اللہ کو داری کہنے کی کئی وجوہ ہیں،امام اصمعی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ ''داری اس شخص کو کہتے ہیں جو کسب معاش سے بے نیاز ہو''،بعض لوگوں کا خیال ہے کہ دارین کی طرف نسبت ہے،دارین بحرین کے ایک گاؤں کا نام ہے،جہاں خوشبو کی پیداوار ہوتی ہے۔

پیدائش: امام ابن کثیر رحمہ اللہ مکہ معظّمہ میں ۴۵ھ میں امیر معاویہ کے زمانہ میں پیدا ہوئے۔اصلاً فارسی النسل تھے۔

مقام ومرتبہ: امام ابن کثیر رحمہ اللہ قراء سبعہ میں سے ایک ہیں۔ابن مجاہد فرماتے ہیں کہ'' امام ابن کثیر رحمہ اللہ اپنی وفات تک مکہ میں قراءت کے امام رہے،امام ابن کثیر رحمہ اللہ علم قراءت کے ساتھ ساتھ قرآن وحدیث اورلغت عربیہ کے بھی ماہر تھے۔

جریر بن حازم رحمہ اللہ کہتے ہیں:
''قرآن میں افصح الناس تھے۔امام ابوعبید رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مکہ کی قراءت آپ پر منتہی ہوتی ہے اور وہاں کے اکثر قراء آپ کے پیروکار تھے۔امام ابوعمرو فرماتے ہیں: عربیت میں مجاہد سے اعلم تھے۔آپ جسیم ،طویل القامت، صاحب وقار وسکینت اورضخیم اللحیۃ تھے،داڑھی مبارک کو حنا سے رنگین رکھتے تھے۔''[شرح سبعہ قراء ت:۸۲/۱،۸۳]
آپ کچھ عرصہ تک مکہ معظّمہ میں عہدۂ قضا پر بھی فائز رہے۔آپ کو سیدنا ابوایوب انصاری،سیدنا عبداللہ بن زبیر، سیدنا عبداللہ بن السائب مخزومی اور سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہم جیسے عظیم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی صحبت کا بھی شرف حاصل ہے۔امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
''مکہ میں ابن کثیر اورحمید بن قیس الاعرج سے بہتر کوئی قاری نہ تھا۔''[تہذیب:۳۶۸/۵]

اَساتذہ: امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے ابوالسائب عبداللہ بن السائب جیسے صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم سمیت متعدد تابعین عظام سے علم قراءت پڑھا ہے۔جن میں امام عکرمہ مولی ابن عباس، ابوالزبیر، مجاہد ابن جبیر رحمہم اللہ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

تلامذہ: امام ابن کثیر مکی رحمہ اللہ کے شاگردوں کی تعداد لامحدود ہے۔جن میں سے بعض جلیل القدر علماء اور فقہاء بھی ہیں۔ان میں سے چند ایک کے نام درج ذیل ہیں: اسماعیل بن عبداللہ القسط ، اسماعیل بن مسلم، حماد بن سلمہ، خلیل بن احمد، سلیمان بن مغیرہ، عبدالملک بن جریج، سفیان بن عیینہ اور ابوعمرو بن العلاء، امام شافعی رحمہم اللہ نے بھی قراءت مکی نقل

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی ہے اور فرمایا ہے: ''امام ابن کثیر مکی رحمہ اللہ کی قراءت ہی ہماری قراءت ہے اور میں نے اہل مکہ کو یہی قراءت پڑھتے ہوئے پایا ہے۔

وفات: امام ابن کثیر رحمہ اللہ ۱۲۰ھ میں ہشام بن عبدالملک کے عہد میں ۷۵ برس کی عمر میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ انہیں مکہ میں ہی دفن کر دیا گیا اور ان کے جنازہ میں امام سفیان بن عینیہ رحمہ اللہ نے بھی شرکت کی۔

[امام بزی رحمہ اللہ]

نام ونسب: آپ کا پورا نام ''احمد بن محمد بن عبداللہ بن القاسم بن نافع بن ابی بزۃ بشار'' ہے۔ آپ رحمہ اللہ اصلاً فارسی النسل تھے۔ آپ کی کنیت 'ابوالحسن' ہے۔ آپ السائب بن ابوالسائب المخزومی کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے۔

پیدائش: امام بزی رحمہ اللہ ۱۷۰ھ میں مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے اور اپنی وفات تک مکہ میں قراءت کے امام رہے۔

مقام ومرتبہ: امام بزی رحمہ اللہ امام ابن کثیر مکی رحمہ اللہ کے پہلے راوی ہیں آپ مکہ میں قراءت کے امام تھے۔ امام بزی رحمہ اللہ ۴۰ سال تک مسجد حرام کے مؤذن اور امام رہے۔ امام بزی رحمہ اللہ سے متعدد تلامذہ نے کسب فیض کیا جن کا شمار ممکن نہیں ہے۔

اساتذہ: امام بزی رحمہ اللہ نے متعدد اساتذہ سے علم حاصل کیا۔ جن میں سے ابوالقاسم عکرمہ ابن سلیمان، ابوالاخریط وہب بن واضح مکی اور عبداللہ بن زیاد بن عبداللہ بن یسار مکی رحمہم اللہ قابل ذکر ہیں۔

وفات: امام بزی رحمہ اللہ ۲۵۰ھ میں ۸۰ سال کی عمر میں مکہ مکرمہ میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

[امام قنبل رحمہ اللہ]

نام ونسب: آپ کا پورا نام ''محمد بن عبدالرحمٰن بن خالد بن محمد بن سعید المخزومی المکی'' ہے، آپ کی کنیت 'ابوالحسن' اور لقب 'قنبل' ہے۔ آپ کے لقب 'قُنبل' رحمہ اللہ کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ آپ قنابلہ نامی قبیلہ میں پیدا ہوئے جس کی وجہ سے ان کا لقب قُنبل پڑ گیا اور بعض لوگوں کا خیال ہے کہ کسی مرض کے علاج کے لیے آپ قنبل نامی دوا کھاتے تھے۔ اس وجہ سے انہیں قنبل کہا جانے لگا۔ امام دانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مکہ میں آپ کا گھرانہ آج تک قنابلہ کے نام سے مشہور ہے۔ [شرح سبعہ قراءت:۱/۸۴]

پیدائش: امام قنبل رحمہ اللہ ۱۹۵ھ میں مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے۔

مقام ومرتبہ: امام قنبل رحمہ اللہ امام ابن کثیر مکی رحمہ اللہ کے دوسرے مشہور راوی ہیں اور دیارِ حجاز میں قراءت کے امام تھے۔ امام قنبل کچھ عرصہ محکمہ پولیس میں بھی رہے۔

وفات: امام قنبل رحمہ اللہ نے ۲۹۱ھ میں ۹۶ برس کی عمر میں وفات پائی۔

[امام ابوعمرو بصری رحمہ اللہ]

نام ونسب: آپ کا پورا نام ''زبان بن العلاء بن عمار بن العریان بن عبداللہ بن الحسین بن الحارث بن جلہمۃ''

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔آپ کی کنیت 'ابوعمرو' ہے۔

پیدائش: امام ابوعمرو بصری رحمہ اللہ ۶۸ یا ۷۰ھ میں مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے اور بصرہ میں پرورش پائی۔

مقام ومرتبہ: آپ قراءت کے تیسرے بڑے امام ہیں۔آپ کے اساتذہ کی تعداد قراء سبعہ میں سے سب سے زیادہ ہے۔آپ کی سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سمیت متعدد صحابہ سے ملاقات ثابت ہے۔اسی لیے ان کو تابعین میں شمار کیا جاتا ہے۔امام ابوعمرو بصری باوقار اور بارُعب شخصیت کے مالک تھے۔مشہور عرب شاعر فرزدق نے اپنے اشعار میں ان کی مدح کی ہے۔آپ صادق، امین ثقہ اور متدین آدمی تھے۔اصمعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے بڑھ کر کوئی عالم نہیں دیکھا۔

امام ابن کثیر رحمہ اللہ البدایہ و النھایۃ میں لکھتے ہیں کہ امام ابوعمرو بصری رحمہ اللہ اپنے زمانہ میں علم قراءت نحو اور فقہ کے امام تھے۔ابوعبیدہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام ابوعمرو بصری رحمہ اللہ کی لکھی گئی کاپیوں کی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ ان کا گھر چھت تک بھرا ہوا تھا۔آخر عمر میں انہوں نے ان سب کو جلا دیا اور عبادت میں مصروف ہوگئے اور ہر تین دن کے اندر مکمل قرآن مجید ختم کرتے تھے۔شیخ حسن بصری رحمہ اللہ نے جب ان کے درس میں طلبہ کا ہجوم دیکھا تو فرمایا: لا الہ الا اللہ، کیا علماء ارباب بن گئے ہیں؟ جس عزت کی بنیاد علم پر نہ ہو اس کا انجام ذلت ہے۔

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

''میں نے خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو میں نے ان سے سوال کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ پر قراءت مختلط ہوگئی ہے، میں کس کی قراءۃ پڑھوں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ابوعمرو بصری کی قراءت پڑھا کرو۔'' [غایۃ النھایۃ:۱/۱۹۰]

اصمعی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

میں نے آپ سے ہزار مسئلے پوچھے آپ نے ہر مسئلہ کا جدا جدا جواب دیا اور ہر مسئلہ پر شعراء جاہلیت کے کلام سے شواہد پیش کیے۔ [شرح سبعہ قراءات:۱/۸۵]

اَساتذہ: آپ کے اَساتذہ کی تعداد لامحدود ہے۔قراء سبعہ میں سب سے زیادہ اَساتذہ انہی کے ہیں۔آپ نے مکہ، مدینہ، کوفہ اور بصرہ کے اجلہ تابعین سے کسب فیض کیا۔ان میں سے حسن بن ابوالحسن بصری رحمہ اللہ، حمید بن قیس الاعرج رحمہ اللہ، سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ، شیبہ بن نصاح رحمہ اللہ، عاصم بن ابی النجود رحمہ اللہ، عبداللہ بن کثیر مکی رحمہ اللہ، عطا بن ابی رباح رحمہ اللہ، مجاہد بن جبیر رحمہ اللہ اور یحییٰ بن یعمر رحمہ اللہ قابل ذکر ہیں۔

تلامذہ: امام ابوعمرو بصری رحمہ اللہ مدینہ، کوفہ اور بصرہ وغیرہ میں جہاں بھی رہے علم کی نشرواشاعت میں مسلسل مصروف رہے۔آپ کے تلامذہ کی تعداد کو شمار کرنا ممکن نہیں ہے۔آپ کے دو مشہور ترین تلامذہ امام دوری اور امام سوسی ہیں، جن کا تذکرہ آگے آرہا ہے۔

وفات: امام ابوعمرو رحمہ اللہ نے ۱۵۴ھ میں عباسی خلیفہ منصور کے زمانہ میں ۸۶ برس کی عمر میں کوفہ میں وفات پائی۔

[اِمام دوری رحمہ اللہ]

نام ونسب: آپ کا پورا نام ''حفص بن عمر بن عبدالعزیز بن صھبان بن عدی بن صھبان الدوری الازدی'' ہے، آپ کی کنیت 'ابوعمر' ہے۔بغداد کے مشرق میں واقع محلّہ 'دور' میں پیدا ہوئے، اسی لیے انہیں 'دوری' کہا جاتا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیدائش: امام ابوعمر دوری رحمہ اللہ بغداد کے مشرقی محلّہ 'دور' میں ۱۵۰ھ میں پیدا ہوئے۔

مقام و مرتبہ: امام دوری رحمہ اللہ دو اماموں، امام ابوعمرو بصری اور امام کسائی کے راوی ہیں۔ امام دوری رحمہ اللہ پہلے امام ہیں جنہوں نے قراءات کو جمع کیا اور اس موضوع پر کتاب لکھی۔ امام اھوازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام دوری رحمہ اللہ قراءت کے امام تھے۔ انہوں نے قراءت کی تمام متواتر وشاذ وجوہ کو پڑھا تھا۔ امام دوری رحمہ اللہ علم قراءت کی مہارت کے ساتھ ساتھ علم حدیث میں بھی یکتائے روزگار تھے۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ ''میں نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کو ان سے اَحادیث لکھتے ہوئے دیکھا ہے۔''

امام دوری رحمہ اللہ کچھ عرصہ تک یزید بن منصور خالی مہدی عباسی کے لڑکوں کے اَتالیق رہے۔ پھر خلیفہ ہارون الرشید نے مامون کی اتالیقی پر مقرر کر دیا۔ آپ رحمہ اللہ قراءت، حدیث اور نحو ولغت میں ماہر، شاعر اور صاحبِ تصنیف عالم تھے۔ [شرح سبعه قراءت: ۸۵/۱]

اَساتذہ: امام دوری رحمہ اللہ نے متعدد اساتذہ سے کسب فیض کیا، ان میں سے اسماعیل بن جعفر المدنی رحمہ اللہ، علی بن حمزہ کسائی رحمہ اللہ، ابن عیینہ رحمہ اللہ، امام وکیع رحمہ اللہ اور ابوبکر بن عیاش رحمہ اللہ قابل ذکر ہیں۔

تلامذہ: امام دوری کثیر التلامذہ تھے، جن کو احاطہ تحریر میں لانا محال ہے، ان میں سے احمد بن حرب المطوعی رحمہ اللہ، احمد بن فرج رحمہ اللہ اور ابوبکر بن ابوالدنیا رحمہ اللہ قابل ذکر ہیں۔

تصانیف: امام دوری رحمہ اللہ نے درس وتدریس کے علاوہ تصنیف وتالیف میں بھی حصہ لیا اور علم قراءت پر سب سے پہلے انہوں نے ہی قلم اٹھایا۔ ان کی چند کتب یہ ہیں:

- مااتفقت ألفاظه و معانيه من القرآن
- أحكام القرآن والسنن
- فضائل القرآن
- أجزاء القرآن

وفات: امام دوری رحمہ اللہ نے طویل عمر پائی۔ آخر عمر میں آنکھوں کی بینائی جاتی رہی۔ انہوں نے ۹۶ سال کی عمر میں ۲۴۶ھ میں مکہ مکرمہ میں وفات پائی۔

[اِمام سوسی رحمہ اللہ]

نام ونسب: آپ کی کنیت 'ابوشعیب' اور نام ''صالح بن زیاد بن عبداللہ بن اسماعیل بن ابراہیم بن جارود سوسی'' ہے۔ امام سوسی اہواز کے قریب ایک شہر سوس میں پیدا ہوئے۔ اسی مناسبت سے انہیں سوسی کہا جاتا ہے۔

پیدائش: امام سوسی رحمہ اللہ کے خاندانی حالات مفقود ہیں۔ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے صرف ان کے ایک بھائی عبدالواحد کا نام لکھا ہے۔ اس لیے آپ کی تاریخ پیدائش معلوم نہیں ہوسکی۔ علامہ ذہبی لکھتے ہیں کہ امام سوسی رحمہ اللہ نے ۲۶۱ھ میں بعمر ۹۰ سال وفات پائی۔ اس لحاظ سے اگر تاریخ ولادت کا تعین کیا جائے تو وہ ۱۷۱ھ بنتی ہے۔

مقام و مرتبہ: امام سوسی رحمہ اللہ، امام ابوعمرو بصری کے دوسرے راوی ہیں۔ آپ اپنے زمانہ میں قراءت کے امام تھے۔ امام سوسی رحمہ اللہ علم قراءت کے ساتھ ساتھ علم حدیث کی تعلیم وتعلم میں بھی مشغول رہا کرتے تھے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وفات: امام سوسی رحمہ اللہ نے ۲۶۱ھ میں موضع 'رقہ' میں وفات پائی۔

[امام ابن عامر شامی رحمہ اللہ]

نام ونسب: آپ کی کنیت 'ابوعمران' اور نام ''عبداللہ بن عامر بن یزید بن تمیم بن ربیعہ بن عامر الیحصبی'' ہے۔

پیدائش: امام ابن عامر رحمہ اللہ ۲۱ھ میں پیدا ہوئے۔ بعض نے ان کی تاریخ ولادت ۸ھ بتلائی ہے۔

خالد بن یزید فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابن عامر شامی کو کہتے ہوئے سنا کہ میری ولادت ۸ھ میں بلقاء کے مقام پر ہوئی جب میں دو سال کا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی۔ یہ فتح دمشق کے پہلے کا واقعہ ہے جب میں دمشق گیا تو دمشق فتح ہو چکا تھا۔ اس وقت میری عمر ۹ سال تھی۔ [غاية النهاية:۱/۴۲۵]

مقام ومرتبہ: امام ابن عامر شامی رحمہ اللہ تابعی اور شام میں قراءت کے امام تھے انہوں نے امیر المؤمنین سیدنا عمر ابن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے دور سے پہلے اور بعد میں کئی سالوں تک جامع مسجد دمشق میں امامت کروائی۔ عمر بن عبدالعزیز بھی انہی کی اقتداء میں نماز پڑھتے تھے وہ کچھ عرصہ منصبِ قضا پر بھی فائز رہے۔ ان کی قراءت کو تلقی بالقبول حاصل ہے۔ ان کا متعدد صحابہ رضی اللہ عنہم سے سماع ثابت ہے۔ جن میں معاویہ بن سفیان، نعمان بن بشیر، واثلہ بن اسقع اور فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔ امام ابن عامر رحمہ اللہ علم قراءت کے ساتھ ساتھ حدیث میں بھی ثقہ تھے۔

امام اہوازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''ابن عامر شامی رحمہ اللہ عالم، ثقہ، متقن، حافظ اور لوگوں کے امام تھے۔ امام ابن مجاہد رحمہ اللہ نے آپ کو قراء سبعہ میں سے چوتھے مرتبے پر بیان کیا ہے، لیکن واقعہ یہ ہے کہ قراء سبعہ میں سے آپ کبار تابعین میں سے اور باعتبار زمانہ اور بلحاظ شیوخ، سب سے مقدم ہیں۔'' [شرح سبعه قراءات:۱/۸۷]

اساتذہ: امام ابن عامر شامی رحمہ اللہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رحمہم اللہ کی ایک مقدس جماعت سے قرآن وحدیث کی تحصیل کی۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ابن عامر نے سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے قرآن پڑھا۔ مگر یحییٰ بن حارث زماری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ابن عامر نے عثمان رضی اللہ عنہ سے باقاعدہ پڑھا نہیں تھا بلکہ انکی قراءت کو نماز میں سنا تھا۔

تلامذہ: امام ابن عامر رحمہ اللہ سے متعدد تلامذہ نے علم قراءت پڑھا۔ ان میں سے اسماعیل بن عبداللہ بن ابوالمہاجر، ابوعبداللہ مسلم بن مشکم، عبدالرحمٰن بن عامر، ربیعہ بن یزید اور یحییٰ بن حارف زماری رحمہم اللہ قابل ذکر ہیں۔ امام ابن عامر رحمہ اللہ کے دو مشہور ترین شاگرد اور راوی ہشام اور ابن ذکوان ہیں۔ جن کا تذکرہ آگے آرہا ہے۔

وفات: امام ابن شامی رحمہ اللہ نے ۱۱۸ھ میں ہشام بن عبدالملک کے زمانہ میں دمشق میں وفات پائی۔

[امام ہشام رحمہ اللہ]

نام ونسب: آپ کی کنیت 'ابوالولید' اور نام ''ہشام بن عمار بن نصیر بن میسرۃ السلمی الدمشقی'' ہے۔

پیدائش: ان کی ولادت ۱۵۳ھ میں منصور کے زمانہ میں دمشق میں ہوئی۔

مقام ومرتبہ: امام ہشام رحمہ اللہ دمشق میں اپنے زمانہ میں قراءت کے امام تھے۔ امام ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ امام ہشام دمشق کے خطیب، قاری، فقیہ اور محدث تھے۔ امام اوزاعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہشام ذہانت، فصاحت، فن روایت علم اور درایت میں مشہور تھے۔ خود امام ہشام رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے سات چیزوں کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

درخواست کی تھی جن میں سے چھ اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا کردی ہیں اور ساتویں کے بارے میں مجھے معلوم نہیں ہے کہ وہ پوری ہوئی ہے یا نہیں۔

جو چیزیں اللہ نے مجھے عطا کی ہیں، وہ یہ ہیں:

① حج کی سعادت نصیب ہو۔ ② تقریباً سو سال تک حیات میسر آئے۔

③ اَحادیث نبویہ کا مصداق بنایا جاؤں۔ ④ دمشق کے منبر پر خطبہ دوں۔

⑤ ایک ہزار دینار رزق مرحمت ہو۔ ⑥ اور لوگ میرے پاس طلب علم کے لیے حاضر ہوں۔

امام ہشام کی یہ تمام تمنائیں پوری ہوئیں اور ساتویں چیز میں نے اللہ تعالیٰ سے مانگی تھی کہ وہ مجھے اور میرے والدین کو بخش دے۔ [معرفة القراء:۱/۱۹۷]

تلامذہ: امام ہشام سے بہت سے لوگوں نے علم قراءت کی تحصیل و تکمیل کی، چند تلامذہ کے نام یہ ہیں: ابوعبید قاسم ابن سلام، احمد بن یزید الحلوانی، ہارون بن موسیٰ الاخفش، ابوعلی اسماعیل بن الحویرث، احمد بن محمد بن ماموبہ رحمہم اللہ وغیرہ۔

وفات: امام ہشام رحمہ اللہ نے ۲۴۵ھ میں دمشق میں وفات پائی۔

[اِمام ابن ذکوان رحمہ اللہ]

نام ونسب: آپ کی کنیت ''ابومحمد یا ابوعمرو'' اور نام ''عبداللہ بن احمد بن بشیر بن ذکوان القرشی الدمشقی'' ہے۔ آپ عربی النسل تھے۔

پیدائش: امام ابن ذکوان رحمہ اللہ ۱۰ محرم ۱۷۳ھ میں پیدا ہوئے۔

مقام ومرتبہ: امام ابن ذکوان رحمہ اللہ جامع مسجد دمشق کے امام تھے اور اپنے شیخ ہشام کی وفات کے بعد شام میں قراءت کے امام تھے۔ علامہ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ امام ابن ذکوان ہشام سے بڑے قاری تھے اور ہشام ابن ذکوان سے بڑے عالم تھے۔ امام ابن ذکوان کا شمار طبقہ محدثین میں بھی ہوتا ہے۔ ولید بن عقبہ فرماتے ہیں کہ پورے عراق میں ابن ذکوان سے بڑا کوئی قاری نہیں تھا۔

اَساتذہ: امام ابن ذکوان رحمہ اللہ نے فن قراءت کی تحصیل ابوسلیمان ایوب بن تمیم اور ابوالحسن علی کسائی سے کی۔

تلامذہ: امام ابن ذکوان سے متعدد تلامذہ نے کسب فیض کیا۔ ان میں سے چند ممتاز اہل علم کے نام یہ ہیں۔ احمد بن انس، احمد بن معلّی، احمد بن محمد، اسحٰق بن داؤد، حسین بن اسحٰق، سہل بن عبداللہ، محمد بن موسیٰ صوری، ابوعبداللہ ہارون بن موسیٰ الاخفش رحمہم اللہ وغیرہ۔

وفات: امام ابن ذکوان رحمہ اللہ نے ۲۸ شوال ۲۴۲ھ میں دمشق میں بزمانہ متوکل عباسی وفات پائی۔

[اِمام عاصم کوفی رحمہ اللہ]

نام ونسب: آپ کی کنیت 'ابوبکر' اور نام ''عاصم بن ابی النجود'' ہے۔ کوفہ میں سکونت پذیر ہونے کی وجہ سے کوفی کہا جاتا ہے۔

پیدائش: امام عاصم کوفی رحمہ اللہ کے ابتدائی حالات مفقود ہیں لہٰذا ان کی تاریخ ولادت پر مطلع نہیں ہوا جاسکا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقام ومرتبہ: امام عاصم کوفی رحمہ اللہ قراء سبعہ میں سے پانچویں امام ہیں۔قرآن مجید کی جن قراءت پر امت کا اجماع ہے ان میں امام عاصم کی قراءت بھی شامل ہے۔ یہ تابعی ہیں اور ان کا شمار تابعین کے اس طبقہ میں کیا جاتا ہے جنہوں نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا دور پایا اور ان سے کسب فیض کیا۔قراء سبعہ میں اپنی جلالت شان اور یکتائے روزگار ہونے کی وجہ سے ان کو امام حمزہ الزیات اور امام کسائی جیسے نادرۂ عصر اور بلند مرتبہ قراء پر اولیت دی جاتی ہے۔امام عاصم کوفی اپنے شیخ عبدالرحمٰن سلمی رحمہ اللہ کی وفات کے بعد مسند کوفہ پر متمکن ہوئے اور پچاس برس تک لوگوں کو اپنے چشمہ فیض سے سیراب کرتے رہے۔امام عاصم رحمہ اللہ علم قراءت کے ساتھ قرآن و حدیث، فقہ ولغت اور نحو وصرف کے بھی امام تھے۔

عجلی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ امام عاصم صاحب سنت وقراءت، ثقہ اور رئیس القراء تھے۔ابواسحٰق السبیعی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ میں نے امام عاصم سے بڑھ کر کوئی قاری و عالم نہیں دیکھا۔امام عاصم رحمہ اللہ نہایت ہی مسحور کن آواز کے مالک تھے۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام عاصم رحمہ اللہ خوش الحان تھے۔امام عاصم بڑے عابد، زاہد اور متقی وپرہیزگار تھے۔ بکثرت نمازیں پڑھتے اور جمعہ کے دن عصر تک مسجد میں رہنا ان کا معمول تھا اور دنیا میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی قراءت امام عاصم کے شاگرد حفص کی ہے۔

اُساتذہ: امام عاصم رحمہ اللہ نے جن مشائخ واساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں: ابوعبدالرحمٰن سلمی، ابومریم زر بن حبیش اسدی، ابوعمرو الشیبانی وغیرہ۔ایک روایت کے مطابق حضرت حارث بن حسان البکری اور رفعہ بن یثربی تمیمی سے بھی کسب فیض کیا ہے اور اسی بناء پر زمرہ تابعین میں شمار کئے جاتے ہیں۔

تلامذہ: امام عاصم رحمہ اللہ حصولِ علم کے بعد درس و تدریس میں مصروف ہوگئے اور دور دراز سے لوگ سفر کرکے حصولِ علم کے لئے آپ کے پاس تشریف لائے۔ آپ سے بے شمار تلامذہ نے کسب فیض کیا جن میں سے چند کے اسمائے گرامی یہ ہیں: اَبان بن ابوثعلب، ابان بن یزید، اسماعیل بن مجاہد، سفیان بن عیینہ، حمزہ بن حبیب اور سعید بن ابوعروبہ رحمہم اللہ۔

آپ کے دو مشہور ترین شاگرد اور راوی شعبہ اور حفص ہیں جن کا تذکرہ آگے آرہا ہے۔

وفات: امام عاصم نے ۱۲۷ھ میں کوفہ میں وفات پائی۔

[اِمام شعبہ رحمہ اللہ]

نام ونسب: آپ کی کنیت 'ابوبکر' اور نام ''شعبہ بن عیاش بن سالم اسدی کوفی'' ہے۔

پیدائش: امام شعبہ ۹۵ھ میں کوفہ میں پیدا ہوئے۔

مقام ومرتبہ: امام شعبہ رحمہ اللہ امام عاصم کوفی کے تلمیذ رشید اور ان کی قراءت کے پہلے راوی ہیں۔آپ کوفہ کے نامور عالم دین تھے، قراءت قرآن اور علم حدیث کے ماہر اور عظیم المرتبت مقری تھے۔ان کی ثقاہت وعدالت کا بھی ائمہ فن نے اعتراف کیا ہے۔امام شعبہ نے طویل عمر پائی ہے اور اس حیات مستعار کا بیشتر حصہ درس وتدریس اور تعلیم وتعلّم میں گذارا ہے۔خود امام شعبہ فرماتے ہیں کہ میں نے پچاس برس تک لوگوں کو پڑھایا ہے۔امام شعبہ آخر عمر میں نہایت لاغر ہوگئے اور جسم میں رعشہ پیدا ہوگیا تھا اور ٹیک لگا کر نماز پڑھتے تھے۔ وفات سے ۱۹ سال قبل غالباً اسی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کمزوری اور ضعف کی وجہ سے سلسلہ تدریس بند کر دیا تھا۔ وفات کے وقت ان کی بہن نے رونا شروع کر دیا تو امام شعبہ نے فرمایا۔ روتی کیوں ہو؟ گھر کے اس گوشے کی طرف دیکھو! میں نے اس جگہ ۱۸ ہزار مرتبہ قرآن مجید مکمل کیا ہے۔ ابوعیسیٰ نخعی رحمہ اللہ کا قول ہے: ''میں نے امام شعبہ کو جب دیکھا تو ایسا محسوس ہوا گویا اس اُمت کے قرنِ اوّل کے کسی شخص کو دیکھ رہا ہوں۔'' [معرفة القراء:۱/۱۲۸]

اِمام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ'' امام شعبہ ثقہ، صدوق، صالح، صاحبِ قرآن اور صاحبِ سنت تھے۔ خود فرماتے ہیں کہ میں نے کبھی کوئی منکر کام نہیں کیا اور تیس (۳۰) سال سے روزانہ ایک قرآن ختم کرتا ہوں۔''

ابن المبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''میں نے ابوبکر سے زیادہ متبع سنت نہیں دیکھا۔'' اعمش رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے ابوبکر سے بہتر نماز پڑھنے والا کوئی نہیں دیکھا۔ ۷۰ سال تک عبادت میں مصروف رہے اور ۴۰ سال تک آپ کے لئے بستر نہیں بچھایا گیا۔ اور اس عرصہ میں شب کے وقت زمین سے کمر نہیں لگائی۔ [شرح سبعه قراء ات:۱/۹۰]

اَساتذہ: امام شعبہ رحمہ اللہ نے امام عاصم کوفی سے علم قراءت کی تحصیل و تکمیل کی۔ علامہ ابن القاصح بغدادی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ امام شعبہ رحمہ اللہ نے امام عاصم کوفی سے قرآن مجید کی پانچ پانچ آیات اس طرح پڑھیں جس طرح ایک بچہ اپنے استاد سے پڑھتا ہے۔ امام ذہبی رحمہ اللہ نے امام عاصم کے علاوہ ان کے شیوخ میں عطاء بن ابوالسائب اور اسلم مقری کا بھی ذکر کیا ہے۔

تلامذہ: امام شعبہ رحمہ اللہ سے بے شمار لوگوں نے اپنی علمی تشنگی بجھائی۔ علم قراءت کی تحصیل کرنیوالے تلامذہ میں سے چند نمایاں تلامذہ کے نام یہ ہیں۔ ابو یوسف بن یعقوب، سہل بن شعیب، حماد بن ابی زیاد، یحییٰ بن آدم رحمہ اللہ وغیرہ۔

وفات: امام شعبہ رحمہ اللہ نے ۹۸ سال کی طویل عمر پائی اور ۱۹۳ھ میں مامون الرشید کے دور خلافت میں وفات پائی۔

[امام حفص رحمہ اللہ]

نام ونسب: آپ کی کنیت 'ابوعمر' اور نام ''حفص بن سلیمان بن مغیرہ بن ابوداؤد اسدی کوفی بزاز'' ہے۔ کپڑے کا کاروبار کرنے کی وجہ سے 'بزاز' کہا جاتا ہے۔ امام ذہبی رحمہ اللہ اور امام ابن جزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حفص امام عاصم کی گود میں پلے تھے اور ان کی بیوی کے پہلے شوہر کے لڑکے تھے۔

پیدائش: امام حفص رحمہ اللہ ۹۰ھ میں کوفہ میں پیدا ہوئے۔

مقام ومرتبہ: امام حفص قراء سبعہ میں سے اِمام عاصم کے شاگرد رشید ہیں۔ ان کا شمار اقلیم عالم قراءت کے تاجداروں میں ہوتا ہے۔ ان کی تگ ودو محنت وجانفشانی اور اخلاص وللّٰہیت سے ان کی قراءت نے وہ قبول عام حاصل کیا کہ آج پورے عالم اسلام میں قرآن مجید سب سے زیادہ انہی کی قراءت اور لب و لہجے میں پڑھا اور پڑھایا جارہا ہے۔

محمد بن سعید الصوفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ کو یہ کہتے ہوئے سنا: ''اگر تم امام حفص کو دیکھ لیتے تو انکے علم وفہم کی وجہ سے تمہاری نگاہیں ٹھنڈی ہوجاتیں۔'' علامہ جزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''حفص امام عاصم کی قراءت کے سب سے بڑے ماہر تھے۔ امام حفص نے علم قراءت کے ساتھ علم حدیث بھی سیکھا۔ امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''قراءت میں ثقہ، ضابط اور ثبت تھے، لیکن حدیث میں یہ حال نہ تھا۔'' [شرح سبعه قراء ات:۱/۹۰]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَساتذہ: امام حفص رحمہ اللہ نے امام عاصم کے علاوہ بھی متعدد مشائخ سے اکتساب فیض کیا جن میں سے، عاصم الاحوال، عبدالملک بن عمیر، لیث بن ابوسلیم، اسحاق السبیعی اور ثابت بنانی رحمہم اللہ قابل ذکر ہیں۔

تلامذہ: امام حفص رحمہ اللہ نے ایک طویل مدت تک قراءت قرآن کا درس دیا۔ ان سے اکتساب فیض کرنے والوں میں سے چند کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

- ابومحمد عبید بن صباح رحمہ اللہ
- ابوشعیب صالح بن محمد رحمہ اللہ
- حفص بن غیاث رحمہ اللہ
- آدم بن ابی ایاس علی بن حجر رحمہ اللہ
- عباس بن فضل رحمہ اللہ
- سلیمان الفقیمی رحمہ اللہ

وفات: امام حفص رحمہ اللہ نے ۱۸۰ھ میں کوفہ میں بعمر ۹۰ سال وفات پائی۔

[امام حمزہ کوفی رحمہ اللہ]

نام ونسب: آپ رحمہ اللہ کی کنیت 'ابوعمارہ' اور نام ''حمزہ بن حبیب بن عمارہ بن اسماعیل الکوفی الزیات'' ہے۔ تیل کا کاروبار کرنے کی وجہ سے 'الزیات' کہا جاتا ہے۔

پیدائش: امام حمزہ کوفی خلیفہ ہشام بن عبدالملک رحمہ اللہ کے دورِ خلافت میں ۸۰ھ میں حلوان میں پیدا ہوئے۔

مقام ومرتبہ: امام حمزہ رحمہ اللہ قراء سبعہ میں سے ایک ہیں۔ جمہور علماء نے قرآن پاک کی جن سات قراءتوں کو صحیح اور مستند قرار دیا ہے ان میں ان کی قراءت بھی شامل ہے۔ انہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا زمانہ پایا ہے بعض لوگوں کا خیال ہے کہ انہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ملاقات بھی کی تھی اسی وجہ سے ان کو تابعین کے زمرہ میں شامل کیا جاتا ہے۔ امام حمزہ بڑے عالم و فاضل متقی و پرہیزگار اور عابد وزاہد تھے۔ قرآن و حدیث، قراءت و تجوید اور اَدب وفرائض وغیرہ علوم میں غیر معمولی دسترس اور مہارت حاصل تھی۔ کوفہ میں امام عاصم رحمہ اللہ اور امام عاصم رحمہ اللہ کے بعد مسند امامت وتدریس انہیں حاصل ہوئی۔ علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ امام حمزہ رحمہ اللہ کے استاد اعمش رحمہ اللہ جو مشہور تابعی اور قاری قرآن ہیں، جب امام حمزہ رحمہ اللہ کو دیکھتے تو اُٹھ کھڑے ہوتے اور فرماتے: "أنت عالم القرآن" ''آپ قرآن کے عالم ہیں۔'' خود امام حمزہ رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ میں نے پندرہ سال کی عمر میں قراءت میں مہارت حاصل کرلی تھی۔ تلامذہ کے ہاتھوں پانی پینا تک گوارا نہ تھا۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''امام حمزہ قراءت اور فرائض میں بلا نزاع ہم سب پر غالب تھے۔ امام سفیان ثوری فرماتے ہیں: آپ نے ایک حرف بھی بغیر سند نہیں پڑھا۔ ہر مہینہ ۲۷، ۲۸ ختم ترتیل کے ساتھ پڑھتے تھے۔ طریق ادا میں مبالغہ ناپسند تھا۔'' خود فرماتے ہیں: ''جس طرح راستی کے بعد کجی، سفیدی کے بعد برص ہے اسی طرح قراءۃ فصیحہ کے بعد قراءۃ نہیں لحن ہے۔'' آپ کوفہ سے زیتون حلوان لے جاتے اور وہاں سے پنیر واخروٹ کوفہ لاتے تھے۔ اور یہی ان کا ذریعہ معاش تھا۔

[شرح سبعہ قراءت: ۹۲/۱]

اَساتذہ: امام حمزہ کوفی رحمہ اللہ کو جن مشائخ واَساتذہ سے شرف تلمذ حاصل تھا ان میں سے چند کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

- سلیمان بن مہران الاعمش رحمہ اللہ
- حمران بن اعین الشیبانی رحمہ اللہ
- محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ رحمہ اللہ
- ابوعبداللہ جعفر صادق رحمہ اللہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تلامذہ: امام حمزہ کوفی رحمہ اللہ ایک طویل عرصہ تک درس و تدریس کا کام کرتے رہے اور ان کا حلقہ درس کافی وسیع تھا ان سے بے شمار لوگوں نے اپنی علمی پیاس بجھائی۔ ان کے حلقہ درس سے وابستہ اَرباب کمال کے نام یہ ہیں: عبداللہ ابن مبارک رحمہ اللہ، سفیان ثوری رحمہ اللہ، یحییٰ بن مبارک رحمہ اللہ، علی بن حمزہ کسائی رحمہ اللہ وغیرہ وغیرہ۔ آپ کے دو مشہور ترین تلامذہ اور راویوں کے نام۔ خلف اور خلاد ہیں۔ جن کا تذکرہ آگے آ رہا ہے۔

تصانیف: امام حمزہ القرایات رحمہ اللہ نے درس و تدریس کے علاوہ تصنیف و تالیف میں بھی حصہ لیا انہوں نے دو کتابیں 'کتاب قراءۃ حمزہ' اور 'کتاب الفرائض' لکھیں۔

وفات: امام حمزہ نے ابوجعفر منصور عباس کے دور میں ۱۵۶ھ میں حلوان میں وفات پائی۔

[اِمام خلف رحمہ اللہ]

نام ونسب: آپ کی کنیت 'ابومحمد' اور نام ''خلف بن ہشام بن ثعلب بن خلف الاسدی البغدادی البزار'' ہے۔ بیجوں سے تیل نکال کر فروخت کرنے کا کاروبار کرنے کی وجہ سے 'البزار' کہا جاتا تھا۔

پیدائش: امام خلف رحمہ اللہ ۱۵۰ھ میں پیدا ہوئے۔ دس سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کرلیا اور تیرہ سال کی عمر میں حصولِ علم میں مشغول ہوگئے۔

مقام ومرتبہ: امام خلف امام حمزہ کوفی کے شاگرد اور راوی ہیں۔ امام خلف نے امام حمزہ کی قراءت روایت کی ہے مگر ۱۲۰ حروف میں ان سے اختلاف کیا ہے۔ ان کے اپنے اختیار کردہ حروف کے بارے میں امام ابن الجزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان کے اختیار کردہ حروف کوفی قراء (حمزہ، کسائی، شعبہ) کی قراءت سے خارج نہیں ہیں سوائے ایک کلمہ کے ﴿وَحَرَامٌ عَلٰى قَرْيَةٍ﴾ [الانبیاء:۹۵] یہ انہوں نے حفص کی مانند پڑھا ہے۔ امام خلف کو قراءت کے علاوہ حدیث اور نحو سے بھی خصوصی شغف تھا۔ ابن العماد حنبلی نے انہیں 'شیخ المحدثین' لکھا ہے۔ امام مسلم نے اپنی صحیح میں اور امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں ان سے اَحادیث نقل کی ہیں۔ نحو کے بارے میں خود امام خلف کا بیان ہے کہ انہوں نے نحو کے ایک مسئلہ کو حل کرنے کے لیے ۸۰ ہزار درہم خرچ کرڈالے۔ امام خلف نہایت نیک، متقی، پرہیزگار اور شریف الطبع انسان تھے۔ [معرفة القراء:۱/۲۰۹]

اَساتذہ: امام خلف نے امام حمزہ کے علاوہ متعدد اساتذہ سے کسب فیض کیا ہے۔ جن میں سے سلیم بن عیسیٰ، عبدالرحمٰن بن ابی حماد، ابوالحسن علی کسائی، عبید بن عقیل رحمہم اللہ قابل ذکر ہیں۔

تلامذہ: امام خلف کثیر التلامذہ تھے۔ اپنے درس کی ابتداء قراءت قرآن سے فرماتے اور پھر احادیث کی طرف متوجہ ہوجاتے۔ ان کے چند تلامذہ کے نام یہ ہیں:

- ابوالحسن ادریس بن عبدالکریم الحداد رحمہ اللہ
- احمد بن ابراہیم الوراقہ رحمہ اللہ
- ابوبکر بن ابی الدنیا رحمہ اللہ
- احمد بن زبیر رحمہ اللہ
- ابوالقاسم بغوی رحمہ اللہ

وفات: امام خلف رحمہ اللہ نے ۲۲۹ھ میں بزمانہ جہمیہ روپوشی کے عالم میں وفات پائی۔ روپوشی کے اَسباب معلوم نہیں ہوسکے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

[امام خلاد رحمہ اللہ]

نام ونسب: آپ کی کنیت 'ابوعیسیٰ' اور نام ''خلاد بن خالد الشیبانی الکوفی'' ہے۔

پیدائش: امام خلاد ۱۱۹ھ میں کوفہ میں پیدا ہوئے۔ بعض نے تاریخ ولادت ۱۳۰ھ بیان کی ہے۔

مقام ومرتبہ: امام خلاد کا شمار قراءت کے اماموں میں ہوتا ہے۔ تذکرہ نگاروں نے ان کو امام القراء قاری کوفہ اور استاذ ومحقق لکھا ہے۔ امام خلاد اگرچہ مسند قراءت پر جلوہ افروز تھے تاہم انہیں حدیث سے بھی شغف وتعلق تھا۔ زبیر ابن معاویہ اور حسن بن صالح سے احادیث کی روایت کی ہے اور خود ان سے ابوزرعہ اور ابوحاتم نے روایت کی ہے۔ ترمذی اور ابن خزیمہ کی صحیح میں ان سے ایک ایک روایت منقول ہے۔

اَساتذہ: امام خلاد نے اپنے شیخ امام ابوعیسیٰ سلیم رحمہ اللہ سے فن قراءت کی تعلیم حاصل کی جو امام حمزہ زیات کوفی کی قراءت کے حامل تھے۔ امام خلاد نے ان کے علاوہ حسین بن علی جعفی رحمہ اللہ اور ابوجعفر محمد بن الحسن الروسی رحمہ اللہ سے بھی علم قراءت حاصل کیا۔

تلامذہ: امام خلاد نے ایک مدت تک لوگوں کو اس فن کی تعلیم دی اور بے شمار افراد نے ان سے علم قراءت کی تحصیل وتکمیل کی یعنی آپ کثیر التلامذہ ہیں۔ جن میں سے چند کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں: احمد بن یزید الحلوانی، ابراہیم بن علی القطاء، محمد بن یحییٰ الحسینی، محمد بن شاذان جوہری رحمہ اللہ وغیرہ۔

وفات: امام خلاد رحمہ اللہ کی وفات ۲۲۰ھ میں بمقام کوفہ ہوئی۔

[امام کسائی رحمہ اللہ]

نام ونسب: آپ کی کنیت 'ابوالحسن' اور نام ''علی بن حمزہ بن عبداللہ بن عثمان کسائی'' ہے۔ حج کے دوران کسا (کمبل) کا احرام باندھنے کی وجہ سے کسائی کہا جاتا ہے۔ اصلاً فارسی النسل تھے۔

پیدائش: امام کسائی کا سن پیدائش قطعیت کے ساتھ نہیں ملتا، تاہم علامہ ذہبی نے لکھا ہے کہ ان کی پیدائش ۱۲۰ھ کے لگ بھگ ہوئی ہے۔ امام کسائی، ہشام بن عبدالملک کے زمانہ میں کوفہ میں پیدا ہوئے۔

مقام ومرتبہ: امام کسائی قراء سبعہ میں سے ایک ہیں۔ انہوں نے فن قراءت، نحو اور لغت وعربیت کی تعلیم حاصل کی۔ فن قراءت اور علم نحو میں اس قدر مہارت وصلاحیت پیدا کی کہ اس میں یکتائے روزگار ہوئے۔ آپ کا شمار تبع تابعین میں ہوتا ہے۔ فن قراءت کے ساتھ ساتھ علم نحو پر بھی خصوصی عبور تھا۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ جو شخص فن نحو میں مہارت کا آرزومند ہو وہ امام کسائی کا محتاج ہے۔ امام کسائی رحمہ اللہ کوفہ میں نحوی سکول کے بانی تھے۔ امام کسائی رحمہ اللہ ایک طویل عرصہ تک نجد وتہامہ میں جاکر اعراب میں رہے اور عربیت کا اتنا ذخیرہ جمع کرلیا کہ جس کے لکھنے میں سیاہی کے پندرہ شیشے صرف ہوئے۔ [شرح سبعہ قراءات: ۹۳/۱]

امام کسائی رحمہ اللہ نے علم قراءت کی تعلیم امام حمزہ کوفی سے حاصل کی اور ان سے چار مرتبہ پڑھ کر ان کے اَجلہ تلامذہ میں شمار ہوئے۔ البتہ بعض مقامات پر ان سے اختلاف بھی کیا۔ پھر امام کسائی نے خود ایک طرز قراءت کو اختیار کیا اور اس کی تعلیم دی۔ علامہ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''قراءت وعربیت کی امامت امام کسائی پر ختم ہے۔''

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تصانیف: امام کسائی رحمہ اللہ نے درس و تدریس کے علاوہ تصنیف و تالیف میں بھی حصہ لیا اور علم قراءت و نحو سے متعلق متعدد کتابیں یادگار چھوڑی ہیں۔ ان کی جن کتابوں کے نام معلوم ہو سکے ان میں سے چند یہ ہیں:

- کتاب معانی القرآن
- کتاب القراءات
- کتاب العدد
- کتاب النوادر الکبیر
- مختصر فی النحو
- کتاب المصادر
- کتاب الحدود

اَساتذہ: امام کسائی رحمہ اللہ نے امام حمزہ الزیات سمیت متعدد شیوخ سے اِکتساب کیا۔ جن میں سے عیسیٰ بن عمر ہمدانی رحمہ اللہ، محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ انصاری رحمہ اللہ، ابوبکر بن عیاش اسدی رحمہ اللہ، اعمش رحمہ اللہ اور ابوحیوۃ شریح رحمہ اللہ قابل ذکر ہیں۔

تلامذہ: امام کسائی کا حلقہ درس بہت وسیع تھا ان سے استفادہ کرنے والوں کا اس قدر مجمع ہوتا کہ سب کو ایک ساتھ پڑھانا مشکل ہو جاتا۔ چنانچہ امام کسائی کرسی پر بیٹھ کر درس دیتے۔ ان کے تلامذہ میں نامور ائمہ قراءت و حدیث اور اَرباب حکومت بھی شامل ہیں۔ آپ نے خلیفہ ہارون الرشید اور ان کے صاحبزادوں امین اور مامون کو بھی قراءت اور لغت و عربیت کی تعلیم دی۔ آپ کے تلامذہ میں سے چند تلامذہ کے نام یہ ہیں۔ ابوالحارث لیث بن خالد، ابوعمرو حفص دوری، (یہ دونوں ان کی قراءت کے راوی بھی ہیں) نصیر بن یوسف رازی، ابراہیم بن زاذان، قتیبہ بن مہران اصفہانی، یعقوب حضرمی اور عبداللہ ابن ذکوان وغیرہ۔

وفات: امام کسائی نے ۱۸۹ھ میں 'رَی' کے قریب قریہ رنبویہ میں خلیفہ ہارون الرشید کے ساتھ خراسان جاتے ہوئے ستر سال کی عمر میں وفات پائی۔ اسی دن ان کے خالہ زاد بھائی اور مشہور فقیہ محمد بن حسن الشیبانی نے بھی یہیں وفات پائی، اسی پر خلیفہ ہارون الرشید نے کہا تھا کہ ہم نے فقہ اور نحو دونوں کو ایک ہی دن شہر 'رَی' میں دفن کر دیا ہے۔

[اِمام ابوالحارث رحمہ اللہ]

نام و نسب: آپ کا نام 'لیث بن خالد المروزی البغدادی'' ہے اور اپنی کنیت 'ابوالحارث' سے معروف ہیں۔

پیدائش: امام ابوالحارث بغدادی کی تاریخ ولادت کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہو سکا۔ ان کا وطن بغداد ہے اور یہ بغدادی ہی کی نسبت سے مشہور ہیں۔

اَساتذہ و تلامذہ: امام ابوالحارث بغدادی نے علم قراءت کی تعلیم امام کسائی سے حاصل کی۔ علامہ دانی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ ابوالحارث، کسائی کے اَجل تلامذہ میں سے تھے۔ ابوالحارث نے حمزہ بن قاسم الاحول رحمہ اللہ اور یحییٰ بن مبارک یزیدی رحمہ اللہ سے بھی کچھ حروف کی روایت کی ہے۔

اور خود ابوالحارث کے حلقہ فیض سے متعدد لوگوں نے اِکتساب فیض کیا۔ چند ارباب کمال کے اسمائے گرامی یہ ہیں: ابوعبداللہ محمد بن یحییٰ رحمہ اللہ، سلمہ بن عاصم رحمہ اللہ، فضل بن شاذان رحمہ اللہ، یعقوب بن احمد الترکمانی رحمہ اللہ وغیرہ۔

وفات: امام ابوالحارث نے ۲۴۰ھ میں بغداد میں وفات پائی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

[اِمام دوری رحمہ اللہ]

ان کا تعارف پہلے گذر چکا ہے۔ یہ وہی امام دوری ہیں جنہوں نے امام ابوعمرو بصری کی قراءت روایت کی ہے۔ امام دوری رحمہ اللہ وہ واحد قاری ہیں جو امام ابوعمرو بصری اور امام علی الکسائی دونوں اماموں کے قراءت کے راوی ہیں۔[ان کے حالات زندگی پہلے گزر چکے ہیں]

[اِمام ابوجعفر رحمہ اللہ]

نام ونسب: آپ کی کنیت 'ابوجعفر' اور نام ''یزید بن قعقاع مخزومی'' ہے۔ آپ اپنی کنیت سے معروف ہیں۔

پیدائش: آپ کی تاریخ پیدائش معلوم نہیں ہوسکی۔

مقام ومرتبہ: امام ابوجعفر شیبہ بن نصاح رحمہ اللہ اور امام نافع سے پہلے صحابہ کے زمانہ میں مدینہ میں قراءت کے امام تھے۔ آپ کو سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے شرف تلمذ حاصل ہے۔ آپ کو بچپن میں سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس لایا گیا انہوں نے آپ کے سر پر ہاتھ پھیرا اور برکت کی دعا دی۔ امام ابوجعفر اپنے زمانہ میں عبدالرحمٰن بن ہرمز سے مقدم سمجھے جاتے تھے۔ ابن جماز رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ موصوف کافی عرصہ تک صوم داؤدی رکھتے رہے۔ اسحاق مسیبی رحمہ اللہ امام نافع سے نقل کرتے ہیں کہ وفات کے بعد جب آپ کو غسل دیا گیا تو لوگوں نے آپ کے سینے اور دل کے درمیان قرآن مجید کے ورق کی مانند ایک روشن چیز دیکھی جس سے حاضرین نے جان لیا کہ یہ قرآن کا نور ہے۔

سلیمان بن عمری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

''میں نے ان کی وفات کے بعد خواب میں ان کو کعبہ پر دیکھا۔ میں نے انہیں آواز دی اے ابوجعفر! تو انہوں نے جواب دیا کہ میرے بھائیوں اور شاگردوں کو سلام کہنا اور یہ خبر دینا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ان شہیدوں میں بنایا ہے جو زندہ ہیں اور رزق دیئے جاتے ہیں اور انہیں حکم دینا کہ حسبِ استطاعت نماز تہجد ضرور پڑھا کریں۔''

اَساتذہ: امام ابوجعفر رحمہ اللہ نے تین مشہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے قرآن مجید پڑھا:

① سیدنا عبداللہ بن عیاش بن ابی ربیعہ مخزومی رضی اللہ عنہ جو آپ کے مولیٰ ہیں۔

② سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ

③ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

بعض حضرات کہتے ہیں کہ آپ نے سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے بھی پڑھا ہے، لیکن علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے اس کا انکار کیا ہے۔

تلامذہ: آپ کے آٹھ شاگرد مشہور ومعروف ہیں جنہوں نے آپ سے قراءت نقل کی ہے:

① نافع بن ابی نعیم رحمہ اللہ ② ابن وردان رحمہ اللہ ③ ابن جماز رحمہ اللہ

④ ابوعمرو رحمہ اللہ ⑤ عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم رحمہ اللہ ⑥ اسماعیل بن ابوجعفر

⑦ یعقوب بن ابوجعفر (یہ دونوں آپ کے صاحبزادے ہیں) ⑧ آپ کی صاحبزادی میمونہ رحمہا اللہ

لیکن ان سب میں سے مشہور ترین راوی ابن وردان اور ابن جماز ہیں جن کا تذکرہ آگے آرہا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وفات: صحیح ترین قول کے مطابق آپ رحمہ اللہ نے ۱۳۰ھ میں مدینہ ہی میں وفات پائی۔

[امام ابن وردان رحمہ اللہ]

نام ونسب: آپ کی کنیت 'ابوالحارث' اور نام ''عیسیٰ بن وردان المدنی'' ہے۔آپ اپنے زمانہ میں قراءت کے امام، سردار اور ماہر مقری تھے۔محقق راوی نیز ضابط ہیں۔ابن زید بن اسلم کہتے ہیں کہ میرے والد (زید بن اسلم) ابن وردان سے کہا کرتے تھے کہ اپنے بھائیوں (یعنی اس دور کے سب اساتذہ وشیوخ) سے پڑھو جیسا کہ ابوجعفر اور شیبہ ابن نصاح ہر شیخ سے دس دس آیات پڑھتے تھے۔

اَساتذہ وتلامذہ: آپ نے تین حضرات سے علم قراءت حاصل کیا: ابوجعفر رحمہ اللہ، شیبہ بن نصاح رحمہ اللہ اور امام نافع رحمہ اللہ۔آپ امام نافع رحمہ اللہ کے پرانے شاگردوں میں سے ہیں۔علامہ دانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''ابن وردان امام نافع کے جلیل القدر اور پرانے تلامذہ میں سے ہیں۔''

آپ کے بے شمار تلامذہ میں سے تین مشہور ہیں:

① اسماعیل بن جعفر رحمہ اللہ ② قالون رحمہ اللہ ③ محمد بن عمر واقدی رحمہ اللہ

وفات: امام ابن وردان رحمہ اللہ نے ۱۶۰ھ کے لگ بھگ وفات پائی۔

[اِمام ابن جماز رحمہ اللہ]

نام ونسب: آپ کی کنیت 'ابوالربیع' اور نام ''سلیمان بن محمد بن مسلم بن جماز زھری مدنی'' ہے۔آپ شیخ القراء، جلیل القدر مقری ضابط و ماہر، صاحب الرائے اور عالی مرتبہ تھے۔ان کی تاریخ ولادت معلوم نہیں ہوسکی۔

اَساتذہ وتلامذہ: امام ابن جماز رحمہ اللہ نے ان تین حضرات سے قراءات پڑھیں:

① ابوجعفر رحمہ اللہ ② شیبہ بن نصاح رحمہ اللہ ③ امام نافع رحمہ اللہ

آپ ابوجعفر اور نافع کی قراءات کے موافق پڑھایا کرتے تھے اور ان دونوں میں مرجع خلائق تھے۔

آپ کے بے شمار تلامذہ میں سے دو حضرات زیادہ مشہور ومعروف ہیں۔جنہوں نے آپ سے عرضاً قراءات پڑھیں: ① اسماعیل بن جعفر رحمہ اللہ ② قتیبہ بن مہران رحمہ اللہ

وفات: امام ابن جماز رحمہ اللہ نے ۱۷۰ھ کے لگ بھگ وفات پائی۔

[اِمام یعقوب رحمہ اللہ]

نام ونسب: آپ رحمہ اللہ کی کنیت ''ابومحمد'' اور نام ''یعقوب بن اسحاق بن زید بن عبداللہ بن ابی اسحاق حضرمی بصری'' ہے۔

پیدائش: امام یعقوب ۱۱۷ھ میں پیدا ہوئے۔

مقام ومرتبہ: امام یعقوب بصرہ میں قراءت کے امام تھے۔آپ کئی برس تک جامع مسجد بصرہ کے امام رہے۔امام ابوحاتم سجستانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آپ رحمہ اللہ قرآن اور اس کی قراءت کے حروف واختلافات ان کی توجیہات وعلل ومذاہب نیز نحو کے مذاہب ومسائل میں فائق الاقران اور احادیث روایت کرنے میں لوگوں سے برتر تھے۔ابوالحسن

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بن منادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام یعقوب اپنے زمانہ کے سب سے بڑے قاری تھے اور اپنی کلام میں بہت کم غلطی کرتے تھے۔ امام یعقوب قراءت اور علم نحو میں مہارت کے ساتھ متقی، خدا ترس، زاہد اور عابد بھی تھے۔ ایک دفعہ نماز میں ان کی چادر چوری کرلی گئی مگر نماز میں مشغولیت کی وجہ سے انہیں اس کا شعور بھی نہ ہوا۔

اَساتذہ: آپ نے سات حضرات سے عرضاً قراءات حاصل کی ہیں:

① ابوالمنذر سلام طویل رحمہ اللہ ② ابویحییٰ مہدی بن میمون رحمہ اللہ
③ ابوالاشہب جعفر حیان عطاردی رحمہ اللہ ④ شہاب بن شرنفہ مجاشعی رحمہ اللہ
⑤ مسلمہ بن محارب رحمہ اللہ ⑥ عصمہ بن عروہ فقیمی رحمہ اللہ
⑦ یونس بن عبید اور ابن منادی کے قول پر امام ابوعمرو بصری سے بھی بلاواسطہ پڑھا ہے۔

تلامذہ: آپ کے بے شمار تلامذہ ہیں۔ جن میں سے چند نمایاں تلامذہ کے اسمائے گرامی یہ ہیں: زید بن احمد، کعب ابن ابراہیم، عمر سراج، حمید بن وزیر، فہال بن شاذان، ابوبشر قطان، مسلم بن سفیان، محمد بن وہب فزاری، روحبن قرہ رحمہم اللہ وغیرہ۔ آپکے تلامذہ میں سے مشہور ترین تلامذہ رویس رحمہ اللہ اور روح رحمہ اللہ ہیں جن کا تذکرہ آگے آرہا ہے۔

وفات: امام یعقوب نے ۲۰۵ھ میں ۸۸ سال کی عمر میں وفات پائی۔

[امام رویس رحمہ اللہ]

نام ونسب: آپ کی کنیت 'ابوعبداللہ' اور نام ''محمد بن متوکل اللؤلؤی البصري'' ہے۔ رویس آپ کا لقب ہے اور اسی سے آپ معروف ہیں۔

پیدائش: آپ کی تاریخ پیدائش معلوم نہیں ہوسکی۔

مقام ومرتبہ: امام رویس رحمہ اللہ قراءت کے امام ومقری نیز ماہر، عمدہ اور درست تلاوت کرنے والے اور ضابط ومشہور تھے۔ علامہ دانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آپ امام یعقوب کے حاذق ترین شاگردوں میں سے ہیں۔ ابوعبداللہ قصاع فرماتے ہیں کہ رویس مشہور ومعروف اور جلیل القدر قاری تھے۔ زہری فرماتے ہیں کہ میں نے ابوحاتم سے پوچھا کہ کیا رویس نے امام یعقوب سے پڑھا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں! رویس نے ہمارے ساتھ پڑھا ہے اور امام یعقوب کے پاس کئی بار قرآن مجید ختم کیا ہے۔

اَساتذہ وتلامذہ: امام رویس رحمہ اللہ نے امام یعقوب حضرمی رحمہ اللہ سے عرضاً قراءات حاصل کی ہیں اور ان کے ماہر ترین اور فائق ترین شاگردوں میں سے ہیں۔ آپ کے بے شمار تلامذہ میں سے دو حضرات مشہور ومعروف ہیں:

① ابوبکر محمد بن ہارون تمار رحمہ اللہ ② امام ابوعبداللہ زبیر بن احمد زبیری شافعی رحمہ اللہ

وفات: امام رویس رحمہ اللہ نے ۲۳۸ھ میں بصرہ میں وفات پائی۔

[امام روح رحمہ اللہ]

نام ونسب: آپ کی کنیت 'ابوالحسن' اور نام ''روح بن عبدالمؤمن ہذلی بصری نحوی'' ہے۔ علامہ دانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام روح رحمہ اللہ جلیل القدر مقری، ثقہ، ضابط اور مشہور ومعروف ہستی ہیں۔ آپ امام یعقوب کے بزرگ ترین

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور معتمد ترین تلامذہ میں سے ہیں۔

اَساتذہ وتلامذہ: انہوں نے امام یعقوب حضرمی سے عرضاً قراءت پڑھی ہے۔ نیز آپ نے ان چھ حضرات سے محض حروف واختلافات روایت کئے ہیں:

① احمد بن موسیٰ رحمہ اللہ ② معاذ بن معاذ رحمہ اللہ
③ حماد بن شعیب رحمہ اللہ ④ محمد بن صالح مری رحمہ اللہ
⑤ ان کے صاحبزادے عبیداللہ بن معاذ رحمہ اللہ
⑥ محبوب (یہ چاروں امام ابوعمر بصری رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں)

آپ کے بے شمار تلامذہ میں سے دس حضرات مشہور ومعروف ہیں جنہوں نے آپ سے عرضاً قراءات حاصل کی ہیں:

① قاضی طیب بن حسن بن حمدان رحمہ اللہ ② ابوبکر محمد بن وھب ثقفی رحمہ اللہ
③ محمد بن حسن بن زیاد رحمہ اللہ ④ احمد بن یزید حلوانی رحمہ اللہ
⑤ احمد بن یحییٰ الوکیل رحمہ اللہ ⑥ زبیر بن احمد زبیری رحمہ اللہ
⑦ علی بن احمد بن عبداللہ الجلاب رحمہ اللہ ⑧ عبداللہ بن محمد زعفرانی رحمہ اللہ
⑨ مسلم بن سلمہ رحمہ اللہ ⑩ حسن بن مسلم رحمہ اللہ

وفات: امام بخاری نے اپنی صحیح میں آپ سے روایت کی ہے کہ موصوف نے ۲۳۴ھ یا ۲۳۵ھ میں وفات پائی۔

[امام خلف العاشر رحمہ اللہ]

امام خلف بزار، یہ وہی خلف ہیں جن کا نام امام حمزہ رحمہ اللہ کے راویوں میں آچکا ہے۔ ان کے پورے حالات وہیں بیان ہوچکے ہیں۔ پس یہ امام حمزہ کے راوی بھی ہیں اور قراءت کے دسویں امام بھی۔ ان کی اختیار کردہ قراءت کے دو مشہور راوی۔ اسحاق اور ادریس ہیں جن کا تذکرہ آگے آرہا ہے۔

[امام اسحٰق رحمہ اللہ]

نام ونسب: آپ کی کنیت 'ابویعقوب' اور نام ''اسحاق بن ابراہیم بن عثمان بن عبداللہ مروزی ثم بغدادی'' ہے۔ امام اسحٰق، امام خلف العاشر کی اختیار کردہ قراءت کے راوی ہیں۔ آپ رحمہ اللہ قراءت میں ثقہ، ضابط اور ماہر نیز عمدہ اور درست تلاوت کرنے والے تھے۔ آپ صرف قراءت خلف ہی پڑھا کرتے تھے۔

اَساتذہ وتلامذہ: امام اسحٰق رحمہ اللہ نے دو حضرات سے قرآن مجید پڑھا ہے:
① امام خلف رحمہ اللہ سے انکی قراءت پڑھی نیز ان کی وفات کے بعد ان کے جانشین بنے۔ ② ولید بن مسلم رحمہ اللہ

آپ کے بے شمار تلامذہ میں سے پانچ حضرات مشہور ہیں:

① محمد بن عبداللہ بن ابی عمر نقاش رحمہ اللہ ② حصن بن عثمان برصاصی رحمہ اللہ
③ علی بن موسیٰ ثقفی رحمہ اللہ ④ آپ کے صاحبزادے محمد بن اسحٰق رحمہ اللہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

⑤ ابن شنبوذ رحمہ اللہ

وفات: امام اسحٰق رحمہ اللہ نے ۲۸۶ھ میں وفات پائی۔

[اِمام ادریس رحمہ اللہ]

نام ونسب: آپ کی کنیت 'ابوالحسن' اور نام 'ادریس بن عبدالکریم حداد بغدادی' ہے۔آپ قراءت میں ماہر، امام، ثقہ، ضابط اور محقق تھے۔دارقطنی سے آپ کی بابت پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ ثقہ بلکہ اس سے بھی ایک درجہ اوپر یعنی بہت قابل اعتماد تھے۔

اَساتذہ وتلامذہ: آپ نے ان دوحضرات سے قرآن مجیداورقراءات پڑھیں:

① امام خلف رحمہ اللہ سے ان کی روایت اور اختیار کردہ قراءت دونوں پڑھیں۔

② محمد بن حبیب شمونی رحمہ اللہ آپ کے بے شمار تلامذہ میں سے چند کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

ابن مجاہدانہوں نے آپ سے محض سماعاً قراءات نقل کی ہیں۔

- محمد بن احمد بن شنبوذ رحمہ اللہ
- ابن مقسم رحمہ اللہ
- موسیٰ بن عبیداللہ خاقانی رحمہ اللہ
- محمد بن اسحاق بخاری رحمہ اللہ
- ابوبکر نقاش رحمہ اللہ
- عبداللہ بن احمد بن عبداللہ السلمی رحمہ اللہ
- حسن بن سعید مطوعی رحمہ اللہ
- احمد بن جعفر بن حمدان ابوبکر قطیعی رحمہ اللہ

وفات: امام ادریس رحمہ اللہ نے ۱۰رذوالحجہ عید کے دن ۲۹۲ یا ۲۹۳ھ میں بعمر ۹۳ یا ۹۴ سال وفات پائی۔

اظہار افسوس

جامعہ لاہورالاسلامیہ،لاہور شعبہ تحفیظ القرآن الکریم کے ہردلعزیز استاد قاری محمد اشرف رحمہ اللہ ۱۴رمئی ۲۰۰۹ء بروز جمعرات اپنے خالق حقیقی سے جاملے۔محترم موصوف نیک سیرت،نرم خواور ملنسار انسان تھے۔اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے اور ورثاء کوصبرجمیل عطا فرمائے۔آمین

ادارہ اپنے محترم استاد کی تعلیمی خدمات کا معترف ہے اور ورثاء کے رنج وغم میں برابر کا شریک ہے۔[اِدارہ]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قاری صہیب احمد میر محمدی ☆

شیخ القراء والمحدثین محمد بن جزری رحمہ اللہ

نام ونسب

آپ کا لقب شمس الدین اور کنیت ابوالخیر ہے۔ آپ کا، آپ کے والد، دادا اور پردادا کا نام محمد تھا۔ سلسلہ نسب کچھ یوں ہے۔ قدوۃ المجودین، شیخ القراء والمحدثین، شمس الدین ابوالخیر محمد بن محمد بن محمد بن علی بن یوسف الجزری الشافعی۔ آپ زیادہ تر ابن الجزری کی عرفیت سے مشہور ہیں جو کہ جزیرہ ابن عمر سے نسبت رکھنے کے باعث ملی۔ جزیرہ ابن عمر مشرق وسطیٰ حدودِ شام میں موصل شہر کے شمال میں جبل جودی کے قریب (جبل جودی جہاں نوح علیہ السلام کی کشتی آ کر ٹھہری تھی) ایک علاقہ ہے جس کو نہر دجلہ ہلال کی طرح اِحاطہ کئے ہوئے ہے۔ اس جزیرہ کو آباد کرنے والے عبدالعزیز بن عمر برقعیدی تھے۔ اسی لیے اس کو 'جزیرہ ابن عمر' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ چونکہ ابن جزری کے آباؤ اجداد اس جزیرہ کے رہنے والے تھے۔ لہٰذا اسی کی طرف نسبت کرتے ہوئے ابن جزری کہا جاتا ہے۔ الجزری کے علاوہ آپ کو 'الشافعی' بھی کہتے ہیں۔ قاری رحیم بخش رحمہ اللہ اپنی کتاب العطایا الوھبیۃ کے ص ۱۶ پر فرماتے ہیں کہ اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں:

(ا) ابن جزری شافعی المذہب تھے۔

(ب) نسب کی رو سے شافعی تھے یعنی آپ امام محمد بن ادریس بن عباس بن عثمان بن شافع رحمہ اللہ [۱۵۰ تا ۲۰۴ھ] کی اولاد میں سے ہیں۔

قاری محمد سلیمان اپنی کتاب فوائد مرضیۃ میں لکھتے ہیں کہ

''ابن جزری بنو شافع کے قبیلہ سے تھے، لیکن آخری دونوں احتمال صحیح نہیں۔ صحیح بات یہی ہے کہ یہ مذہبی انتساب ہے، چنانچہ ابن جزری کے صاحبزادے نے بھی اس کی تصریح کی ہے کہ

''تاریخ کی اس مشہور حقیقت کا کون انکار کر سکتا ہے کہ ابن جزری جلیل القدر علماء شافعیہ میں سے ہوئے ہیں۔ قیاس یہ چاہتا تھا کہ نسبت کو ملا کر مقلد کو شافعی الشافعی کہا جاتا، لیکن اختصار کے پیش نظر ایک نسبت کو حذف کر دیتے ہیں۔''

ولادت باسعادت

آپ کے والد محترم کی شادی کو چالیس برس گذر چکے تھے، لیکن وہ اولاد کی نعمت سے ہنوز محروم تھے۔ ایک مرتبہ وہ حج بیت اللہ کی غرض سے سرزمین حجاز پر موجود تھے۔ جب اللہ تبارک وتعالیٰ کے گھر پر نگاہ پڑی تو ان کا دل بھر آیا۔ انہوں نے خانہ کعبہ کا طواف بڑی دلسوزی سے کیا۔ پھر چاہ زم زم پر گئے اور آب زم زم پینے کے بعد ہاتھ اٹھا لئے۔ ان کی دیرینہ دلی تمنا لفظوں میں ڈھل کر لبوں تک آ گئی اور پوری رقت سے دعا کی۔

''اے میرے رب مجھے نیک وصالح اولاد عطا فرما۔''

☆ فاضل کلّیۃ القرآن الکریم، جامعہ اسلامیہ، مدینہ منورہ وجامعہ لاہور الاسلامیہ، لاہور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حج کے تمام مناسک سے فارغ ہو کر وہ اپنے ملک واپس پہنچ گئے۔ چند ماہ بعد رمضان المبارک کا مقدس مہینہ سایہ فگن ہوا۔ برکتوں اور سعادتوں سے معمور اسی ماہ مبارک کی ۲۵ تاریخ ۷۵۱ھ، بروز ہفتہ نماز تراویح کے بعد (یعنی ۲۶ نومبر ۱۳۵۰ء) کو دمشق کے ایک محلّہ میں ایک بچہ پیدا ہوا۔ یہ بچہ اسی غمزدہ شخص کی دعاؤں کا نتیجہ تھا جو اپنی شادی کے بعد ۴۰ برس تک اولاد کی نعمت کا منتظر رہا۔ اس وقت کسی کو یہ معلوم نہیں تھا کہ محمد کے گھر پیدا ہونے والا بچہ کتنا بڑا قاری، عالم، فقیہ اور محدث بنے گا۔ آج دنیا اس کو 'ابن جزری' کے نام سے جانتی ہے۔

تعلیم

آپ رحمہ اللہ کی ابتدائی تعلیم اسی شہر میں ہوئی۔ آپ رحمہ اللہ نے صرف ۱۲ برس کی عمر میں مکمل قرآن حفظ کر لیا تھا۔ آپ رحمہ اللہ ہر سال نماز تراویح میں قرآن سناتے تھے۔ ابن جزری رحمہ اللہ نے فقہ شافعیہ کی پانچ مشہور کتابوں میں سے فقیہ ابواسحاق ابراہیم شیرازی [م ۴۷۶ھ/۱۰۸۳ء] کی کتاب "التنبیہ" کو بھی حفظ کیا۔

ابن جزری رحمہ اللہ قرآن کریم کی مختلف قراءات کے ماہر تھے۔ آپ رحمہ اللہ نے پہلے ۷۶۸ھ/۱۳۶۷ء میں قرآن مجید کی سات مشہور قراءات کا علم حاصل کیا۔ اس غرض سے آپ رحمہ اللہ نے علامہ ابوعمرو عثمان الدانی رحمہ اللہ [م ۴۴۴ھ/۱۰۵۲ء] کی مشہور کتاب 'التیسیر' اور ابومحمد قاسم الشاطبی [م ۵۹۰ھ/۱۱۹۴ء] کی 'حرز الأمانی ووجه التهانی' جو کہ 'شاطبیہ' کے نام سے مشہور ہے، شیخ تقی الدین عبدالرحمٰن بغدادی سے پڑھیں۔ ساتوں قراءتوں کی مشق احمد بن الحسین الکفری [م ۷۷۴ھ/۱۳۷۲ء] کی مدد سے مکمل کی۔ نیز شیخ القراء محمد بن احمد اللیسان [م ۷۷۶ھ/۱۳۷۴ء] سے فنی کتب کا علم بھی سیکھا اور قراءات بھی پڑھیں۔

اس کے بعد ابن جزری رحمہ اللہ قرآن مجید کی چودہ قراءتوں کی طرف مائل ہوئے اور آپ رحمہ اللہ نے شیخ عبدالوہاب بن یوسف اور شیخ احمد بن رجب بغدادی کی مدد سے الگ الگ ۱۴ قراءتوں کی مشق کی اور ان سے اسناد حاصل کیں۔ یہ وہ زمانہ تھا جب دمشق علم وفنون کا گہوارہ تھا، لیکن ابن جزری رحمہ اللہ حصول علم کے شوق میں دیگر مقامات کی طرف سفر کی خواہش بھی رکھتے تھے۔ چنانچہ [۷۶۸ھ/۱۳۶۶ء] کو آپ رحمہ اللہ اپنے وطن سے روانہ ہوئے۔ پہلے فریضۂ حج ادا کیا۔ اس کے بعد مکہ، مدینہ، قاہرہ، اسکندریہ، بعلبک اور دیگر شہروں میں نامور اساتذہ کی شاگردی اختیار کی۔

شیوخ

ابن جزری رحمہ اللہ نے تقریباً چالیس مشائخ سے کسب فیض کیا۔ چنانچہ فقہ کا علم جمال الدین عبدالرحیم الاسنوی [م ۷۷۲ھ/۱۳۷۰ء]، عمر بن رسلان [م ۸۰۵ھ/۱۴۰۲ء] اور ابوالبقاء عبدالوہاب سبکی [م ۷۷۱ھ/۱۳۶۹ء] جیسے قابل فقہاء کرام سے حاصل کیا۔ اصولِ فقہ اور معانی وبیان کی تعلیم علامہ عبداللہ بن سعد الدین [م ۷۸۲ھ/۱۳۸۰ء] اور دیگر اہل علم سے پائی۔

حدیث کا درس لینے کے لیے ابن جزری رحمہ اللہ نے شیخ ابوالثناء محمد بن خلیفہ [م ۷۶۷ھ/۱۳۶۵ء] بہاؤالدین عبداللہ [م ۷۹۴ھ/۱۳۹۲ء] شہاب الدین احمد حنبلی [م ۷۷۷ھ/۱۳۷۵ء]، شمس الدین محمد بن محبّ المقدسی [م ۷۸۹ھ/۱۳۸۷ء] اور ابن کثیر الدمشقی جیسے نامور حفاظ حدیث کے آگے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔

اس کے علاوہ ابن جزری رحمہ اللہ نے فخرالدین البخاری [م ۶۹۰ھ/۱۲۹۱ء] حافظ شرف الدین عبدالمومن الدمیاطی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۷۰۵ھ/۱۳۰۵ء) اور شیخ شہاب الدین احمد الابرقوی [م۷۰۱ھ/۱۳۰۱ء] کے نامور تلامذہ سے بھی اَحادیث نبوی ﷺ کی سماعت کی۔

حافظ الحدیث عمر بن حسن المراغی [م۷۸۶ھ/۱۳۷۶ء] سے سنن ابی داؤد اور جامع ترمذی کی سماعت کی۔ جبکہ شیخ صلاح الدین حنبلی [م۷۸۰ھ/۱۳۷۸ء] سے طبرانی کی 'المعجم الکبیر' اور 'مسند احمد' پڑھیں۔ علاوہ ازیں آپ کے شیوخ کی کافی تعداد ہے جن میں ابن عبدالکریم حنبلی اور بہاؤالدین ماینی وغیرہما کا تذکرہ ملتا ہے۔ شیخ کبری زادہ فرماتے ہیں کہ "سمع الحدیث من جماعة"

تعلیم وتعلم کے دوران پیش آمدہ حالات

ابن جزری رحمہ اللہ کو فن قراءت سے خاص دلچسپی تھی۔ آپ رحمہ اللہ نے اس فن میں کمال حاصل کیا۔ آپ رحمہ اللہ کے بعض اساتذہ نے آپ رحمہ اللہ کو مشورہ دیا کہ علم قراءت بہت محنت چاہتا ہے۔ اسی لیے اس سے فائدہ اٹھانے والوں کی تعداد کم ہے۔ آپ کو دیگر علوم سے بھی لگاؤ رکھنا چاہئے۔ چنانچہ ابن جزری رحمہ اللہ نے اَحادیث رسول ﷺ کی طرف توجہ فرمائی اور باقاعدہ اسناد کے ساتھ ایک لاکھ اَحادیث حفظ کرلیں۔

ابن جزری رحمہ اللہ صغرسنی میں ہی متعدد علوم کی تکمیل فرما چکے تھے اور آپ رحمہ اللہ کی غیر معمولی ذہانت، حافظہ اور علم سے گہری دلچسپی سے آپ رحمہ اللہ کے اَساتذہ بہت متاثر تھے۔ اب آپ رحمہ اللہ کے اَساتذہ نے آپ رحمہ اللہ کو درس وتدریس، افتاء اور تحدیث (حدیث روایت کرنا) کی اِجازت مرحمت فرمائی۔ امام سخاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

"اذن له غیر واحد بالافتاء والتدریس والاقراء"

"یعنی بہت سے مشائخ نے آپ کو افتاء، درس وتدریس اور قراءت پڑھانے کی اجازت سے نوازا۔"

چنانچہ ۷۷۴ھ/۱۳۷۲ء کو حضرت عماد الدین ابن کثیر رحمہ اللہ نے ۷۷۸ھ/۱۳۷۶ء کو ضیاء الدین القری رحمہ اللہ نے اور ۷۸۵ھ/۱۳۸۳ء کو شیخ الاسلام البلقینی رحمہ اللہ نے ابن جزری رحمہ اللہ کو درس دینے اور فتویٰ جاری کرنے کی اجازت عنایت فرمائی۔

ابن جزری رحمہ اللہ نے چند برس تک دمشق کی جامع (مسجد) بنی اُمیہ میں قراءت کی تعلیم دی۔ اس غرض سے وہ قبہ نسرین (جگہ کا نام) کے نیچے اپنی نشست رکھا کرتے تھے۔ اس کے بعد آپ کو دارالعلوم عادلیہ کا شیخ القراء مقرر کردیا گیا۔ پھر آپ رحمہ اللہ نے 'دارالحدیث اشرفیہ' میں شیخ القراء کی حیثیت سے خدمات سرانجام دیں۔ آپ رحمہ اللہ شیخ ابن السلاء کی وفات کے بعد 'تربة أم الصالح' کے شیخ القراء بنا دیئے گئے۔ یہاں آ کر آپ رحمہ اللہ نے دارالقراء کے نام سے ایک مدرسہ بھی قائم کیا۔ (بعض اسے دارالقرآن کہتے ہیں جو صحیح نہیں)

یہ وہ زمانہ تھا جب سرزمین مصر پر ملک الظاہر سیف الدین برقوق نے اپنی حکومت قائم کرلی تھی۔ برقوق ایک دیندار، نیک دل، بہادر، اولوالعزم اور علم دوست حکمران تھا۔ انہوں نے ۷۸۴ھ کے اواخر (یعنی ۱۳۸۳ء کے اوائل) میں مصر کا اقتدار سنبھالا تھا۔ انہوں نے ابن جزری رحمہ اللہ کو 'جامع تونہ' کا خطیب مقرر کردیا۔ ۷۹۵ھ/۱۳۹۵ء کو ایک اور اہم ذمہ داری آپ رحمہ اللہ کی منتظر تھی۔ شام کے امیر التمش نے آپ رحمہ اللہ کو شام کا قاضی مقرر کردیا، تاہم یہ ذمہ داری ابن جزری رحمہ اللہ کے لیے بہت کٹھن ثابت ہوئی۔ اوقاف کے حسابات تسلی بخش نہ ہونے کی وجہ سے امیر شام

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ رحمہ اللہ سے ناخوش ہوگئے۔ آپ رحمہ اللہ پر سختیاں کی گئیں اور آپ رحمہ اللہ کا مال ومتاع سب کچھ ضبط کرلیا گیا۔

ان نامساعد حالات میں ابن جزری رحمہ اللہ کو انتہائی صدمہ سے دوچار ہونا پڑا۔ وہ عثمانی سلطنت کے حکمران بایزید اوّل کے پاس ان کے دارالحکومت برسہ (بروصہ) چلے گئے۔ بایزید جو کہ یلدرم (بجلی) کے لقب سے مشہور تھے، ایک بہادر اور علم پرور حکمران تھے۔ انہوں نے ابن جزری رحمہ اللہ کی بہت عزت افزائی کی۔ بڑے احترام سے اپنے پاس ٹھہرایا اور جب تک وہ حکمران رہے انہوں نے ابن جزری رحمہ اللہ کو برسہ (بروصہ) سے کہیں اور جانے نہ دیا۔

برسہ (بروصہ) میں ابن جزری رحمہ اللہ نے درس حدیث اور درس قراءت کا سلسلہ شروع کردیا۔ بڑی تعداد میں لوگوں نے آپ رحمہ اللہ کے علم سے کسب فیض کیا۔ خود عثمانی سلطنت کے بایزید یلدرم نے آپ رحمہ اللہ سے دس قراءتوں کی تحصیل کی، لیکن اس کے بعد بدقسمتی سے امیر تیمور اور اس کے درمیان جنگ چھڑ گئی۔

بایزید اوّل بلقان کے محاذ پر عیسائیوں کے خلاف جہاد میں مصروف تھے، لیکن اپنے حلیفوں کے ترغیب دلانے پر انہوں نے ناطولیہ (موجودہ ایشیائی ترکی) پر چڑھائی کردی اور اس طرح امیر تیمور کے کچھ علاقوں پر قبضہ کرلیا۔ اس کے جواب میں امیر تیمور نے سخت کارروائی کی۔

آخر ۱۹ ذی الحجہ [۸۰۴ھ/۲۰ جولائی ۱۴۰۲ء] کو انقرہ کے مضافات میں بڑی خونریز جنگ ہوئی۔ جس میں بایزید کے فوجیوں نے شکست کھائی۔ بایزید گرفتار ہوگئے اور امیر تیمور نے ان کے ساتھ بہت احترام کا سلوک کیا، لیکن بایزید قید کی حالت میں ۱۴ شعبان [۸۰۵ھ/۹ مارچ ۱۴۰۳ء] کو اس جہان فانی سے کوچ کرگئے (بعض مؤرخین کہتے ہیں کہ ان کی موت دمے کے مرض سے ہوئی اور بعض کہتے ہیں کہ انہوں نے خودکشی کی تھی۔ بہرکیف یہ بات طے شدہ ہے کہ بایزید جیسے بہادر سپہ سالار کو اپنی شکست کا غیر معمولی صدمہ پہنچا تھا۔)

امیر تیمور کے عثمانی سلطنت کے دارالحکومت برسہ (بروصہ) پر قبضہ کرلینے کے بعد وہاں کی علمی شخصیات نے کہیں اور منتقل ہونے کا ارادہ کرلیا جن میں ابن جزری رحمہ اللہ بھی شامل تھے، لیکن آپ رحمہ اللہ کو حراست میں لے کر امیر تیمور کے پاس حاضر کیا گیا۔ امیر تیمور علماء وفقہاء کی بہت عزت کرتے تھے۔ جب وہ ابن جزری رحمہ اللہ کے بے پناہ علم سے واقف ہوئے تو انہوں نے ابن جزری رحمہ اللہ کو اپنی محافل ومجالس میں شریک کرنا شروع کردیا۔ پھر جب امیر تیمور واپس ماوراء النہر آئے تو ابن جزری رحمہ اللہ کو بھی اپنے ساتھ لے آئے۔

امیر تیمور ابن جزری رحمہ اللہ سے اس حد تک متاثر ہوگئے کہ جب امیر تیمور سمرقند پہنچے تو ایک شاندار دعوت کا انتظام کیا۔ اس دعوت میں مملکت کے سرکردہ علماء، امراء اور فقراء نے شرکت کی۔ تیموری دعوتوں میں صفیں ہمیشہ حلقوں کی شکل میں بنائی جاتی تھیں۔ علماء وفضلاء کو دائیں جانب اور امراء کو بائیں جانب بٹھایا جاتا تھا۔ اس دعوت میں مشہور عالم، فقیہ، فلسفی اور ماہر لسانیات سید شریف جرجانی رحمہ اللہ بھی مدعو تھے۔ انہوں نے مختلف موضوعات پر تقریباً ۵۰ کتابیں تصنیف کی تھیں۔ جو فقہ، علم، بلاغت، منطق اور صرف ونحو کے متعلق تھیں۔ امیر تیمور نے سید شریف جرجانی رحمہ اللہ کو ابن جزری رحمہ اللہ کے پیچھے جگہ دی۔ مہمانوں میں سے کسی ایک نے دریافت کیا کہ آپ نے سید شریف جرجانی رحمہ اللہ کو ابن جزری رحمہ اللہ کے عقب میں جگہ دی حالانکہ سید شریف جرجانی رحمہ اللہ تو محفل میں سب سے آگے جگہ پانے کے حقدار ہیں تو امیر تیمور نے بلا توقف یہ جواب دیا کہ:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''میں بھلا ایسے شخص کو آگے جگہ کیوں نہ دوں جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کا عالم ہو اور جب اسے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ میں کوئی اشکال درپیش ہو تو اسے حل کر لیتا ہو۔''

اس واقعہ سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ امیر تیمور ابن جزری رحمہ اللہ کی کس قدر توقیر کرتے تھے یہی وجہ تھی کہ تیمور نے اپنی زندگی کے آخری سانس تک ابن جزری رحمہ اللہ کو اپنے سے جدا نہیں ہونے دیا۔

امیر تیمور کی ہدایت پر ابن جزری رحمہ اللہ ماوراء النہر کے علاقہ 'کس' اور پھر 'ثمرقند' میں تدریسی فرائض انجام دیتے رہے۔ آخر ۸۰۷ھ/۱۴۰۴ء میں امیر تیمور کا انتقال ہوگیا۔ جس کے بعد ابن جزری رحمہ اللہ خراسان چلے گئے۔

خراسان سے ابن جزری رحمہ اللہ، ہرات، یزد، اور اصفہان ہوتے ہوئے رمضان المبارک ۸۰۸ھ/فروری ۱۴۰۶ء کو شیراز پہنچے۔

'شیراز' میں وہ کچھ عرصہ درس دیتے رہے۔ پھر شیراز کے حاکم پیر محمد نے ابن جزری رحمہ اللہ کو چیف جسٹس (قاضی القضاۃ) مقرر کر دیا۔ ابن جزری رحمہ اللہ یہ عہدہ قبول کرنے کو تیار نہیں تھے، لیکن حاکم کے اصرار اور مجبور کرنے پر یہ عہدہ قبول کر لیا اور خاصہ طویل عرصہ یہ فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ شیراز میں بھی آپ رحمہ اللہ نے قراءت کی تعلیم دی اور حدیث کی ایک درس گاہ قائم کی جہاں سات یا دس قراءتوں کی تکمیل کے بعد طلباء کو اسناد جاری کی جاتی تھیں۔ 'شیراز' کے باشندوں کو آپ رحمہ اللہ کی ذات سے بہت فیض حاصل ہوا۔ آپ رحمہ اللہ کے ذریعے اس علاقہ میں علم قراءت اور حدیث کو بہت فروغ ملا۔

اِشاعت علم کا یہ سلسلہ ۸۲۲ھ/۱۴۱۹ء تک جاری رہا۔ اس کے بعد حاکم شیراز بعض وجوہ کی بنا پر برگشتہ ہوگئے اور ابن جزری رحمہ اللہ سے ان کے تعلقات کی نوعیت میں پہلے جیسی گرم جوشی نہ رہی۔ ۸۲۲ھ/۱۴۱۹ء میں ابن جزری رحمہ اللہ نے حج بیت اللہ کا ارادہ فرمایا اور بصرہ کے راستے سرزمین حجاز روانہ ہوگئے۔ راستے میں آپ رحمہ اللہ کے قافلے کو راہزنوں نے لوٹ لیا جبکہ آپ رحمہ اللہ کے پاس مال ومتاع نام کی کوئی چیز نہ بچی۔

چنانچہ ان نامساعد حالات میں آپ رحمہ اللہ اس سال فریضۂ حج بھی ادا نہ کر سکے۔ آپ رحمہ اللہ نے مدینہ منورہ کے قریب قدیم بندرگاہ (ینبع) میں قیام فرمایا۔ ربیع الاوّل (۸۲۳ھ/ مارچ ۱۴۲۰ء) میں آپ رحمہ اللہ مدینہ منورہ پہنچے۔ وہاں آپ رحمہ اللہ نے درس حدیث دیا۔ اس کے بعد آپ رحمہ اللہ مکہ مکرمہ تشریف لے گئے اور اسی سال حج کا فریضہ ادا فرمایا۔ پھر آپ رحمہ اللہ اپنی ازواج کے ساتھ بلاد عجم کی سیاحت کے لیے روانہ ہوگئے۔ دمشق سے ہوتے ہوئے آپ رحمہ اللہ قاہرہ پہنچے۔ یہاں اس وقت سلطان الاشرف حاکم تھے۔ انہوں نے آپ رحمہ اللہ کے ساتھ بہت عزت واحترام کا سلوک کیا۔ قاہرہ میں آپ تقریباً دو ہفتے تک رہے۔

ابن جزری رحمہ اللہ کی قاہرہ آمد کی خبر پھیلتے ہی قراء حضرات آپ رحمہ اللہ کی قیام گاہ پر پہنچ گئے اور زبردست ہجوم ہوگیا۔ ہر فرد آپ سے علم قراءت سیکھنے کا خواہاں تھا۔ قراء کا اتنا بڑا اژدھام تھا کہ آپ رحمہ اللہ ہر ایک کے لیے فرداً فرداً قراءت نہیں فرما سکتے تھے۔ چنانچہ آپ رحمہ اللہ مجمع کے سامنے (جن میں شارح بخاری حافظ ابن حجر رحمہ اللہ بھی موجود تھے جو کہ ابھی جوان تھے) ایک آیت قرآنی کی تلاوت فرماتے اور پھر تمام قاری حضرات مل کر اس کو دھراتے تھے۔

قاہرہ میں ابن جزری رحمہ اللہ نے درس حدیث دیا اور مسند احمد و مسند شافعی کی تعلیم بھی دی۔ قاہرہ سے ابن جزری رحمہ اللہ یمن (Yaman) کے راستے ایک مرتبہ پھر حج کی ادائیگی کے لیے روانہ ہوئے۔ یمن میں آپ رحمہ اللہ کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتاب الحصن والحصین کا بہت شہرہ تھا۔حتیٰ کہ اہالیان یمن اس کا حوالہ دینا پسند کرتے تھے۔جب آپ یمن واپس پہنچے تو بڑی تعداد میں آپ رحمہ اللہ کے مداحوں اور عقیدت مندوں نے آپ کی خدمت میں حاضری دی۔ آپ رحمہ اللہ کی کتاب الحصن والحصین کی سماعت آپ رحمہ اللہ سے جن لوگوں نے اس سے قبل کی تھی ان میں اکثر انتقال کر چکے تھے اب ان کے بیٹوں اور پوتوں نے آپ رحمہ اللہ سے اس کتاب کی سماعت کی۔

ابن جزری رحمہ اللہ نے کچھ دن مکہ مکرمہ سے عدن کو جانے والی شاہراہ پر واقع شہر زبید کی 'مسجد الاشاعرۃ' میں بھی حدیث کا درس دیا اور زبید کے علماء کرام نے آپ رحمہ اللہ سے حدیث کی اجازت لی۔یمن کے حاکم ملک المنصور بھی علم سے گہری دلچسپی رکھتے تھے۔وہ بھی آپ رحمہ اللہ کے پاس حاضر ہوئے۔انہوں نے آپ رحمہ اللہ کو صحیح مسلم سنائی اور حدیث کی روایت کی اِجازت حاصل کی۔نیز انہوں نے آپ رحمہ اللہ کی خدمت میں متعدد تحائف پیش کئے اور مکہ مکرمہ تک سفر کا اعلیٰ انتظام کیا۔

ابن جزری رحمہ اللہ ربیع الاوّل ۸۲۸ھ/جنوری ۱۴۱۵ء کو مکہ مکرمہ پہنچے۔جہاں مسجد الحرام میں آپ رحمہ اللہ نے مسند احمد کا درس دینا شروع کیا۔اپنی عمر کے آخری ایام آپ رحمہ اللہ نے شیراز ہی میں گزارے جہاں محلّہ 'اسکافین' میں آپ رحمہ اللہ کی قیام گاہ تھی۔ابن جزری رحمہ اللہ دو واسطوں سے امام شاطبی رحمہ اللہ کے شاگرد تھے۔امام شاطبی رحمہ اللہ [م۵۹۰ھ/۱۱۹۴ء] اندلس کے صوبہ 'بلنسیہ' کے شہر شاطبہ سے تعلق رکھتے تھے۔آپ رحمہ اللہ ان تمام علوم کے ماہر تھے جن کا تعلق قرآن مجید کی قراءات اور تفسیر سے ہے۔

ابن جزری رحمہ اللہ حدیث کے علم میں بھی کامل تھے۔آپ رحمہ اللہ کو ایک لاکھ حدیث اپنی اسناد کے ساتھ حفظ تھیں۔

محدث طاؤس رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

''وہ اعلیٰ روایت، حفظ اَحادیث، جرح وتعدیل، قدیم اور بعد کے راویوں کی معرفت میں یکتا تھے، وہ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور سنن نسائی، ابن ماجہ، سنن دارمی، مسند امام شافعی اور مؤطا امام مالک سے روایت کرتے تھے۔''

تصنیفات

ابن جزری رحمہ اللہ فن قراءات اور حدیث کے علاوہ دیگر کئی علوم مثلاً تاریخ، طبقات رجال، نحو اور اصول فقہ میں بھی کمال رکھتے تھے۔ابن جزری رحمہ اللہ کو شعر وسخن سے بھی دلچسپی تھی۔انہوں نے قرآن مجید کی قراءت سے متعلق فن تجوید (یعنی حروف کو ان کے مخارج سے صحیح طور پر ادا کر کے پڑھنا یا حروف کا تلفظ کرنا) کے اُصول اور قواعد کو اشعار کی شکل میں مرتب کیا۔آپ رحمہ اللہ نے قراءات متواترہ کے اختلاف کو بھی شعروں کا لباس پہنایا تاکہ یاد کرنے میں آسانی رہے۔آپ نے صرف ۱۸ برس کی عمر میں علامہ شاطبی رحمہ اللہ کے انداز کی ایک نظم لکھی جو دس قراءتوں کے موضوع پر مشتمل تھی اور اس نظم کا نام الهدية فی تتمة العشر رکھا۔اس نظم کا وزن وقافیہ وہی ہے جو علامہ شاطبی رحمہ اللہ کی مشہور نظم شاطبیہ میں استعمال ہوا ہے۔شاطبیہ کا قافیہ حرف 'ل' ہے۔مؤرخین کے مطابق شاطبی رحمہ اللہ کے انداز پر لکھنا نہایت مشکل کام ہے۔

ابن جزری رحمہ اللہ نے مقدمة الجزرية کے نام پر ایک کتاب لکھی اور طيبة النشر میں سات اور دس قراءتوں کے اختلاف کو ایک ہزار اشعار کی صورت میں نظم کیا۔نیز اُصول حدیث میں بھی ایک نظم لکھی۔علاوہ ازیں آپ رحمہ اللہ نے محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے رنگ میں بھی متعدد اشعار کہے۔ایک مرتبہ آپ رحمہ اللہ نے اپنے تلامذہ کو جب 'شمائل ترمذی'

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتاب کی تکمیل کروائی تو فی البدیہہ دو اشعار کہے۔ ابن جزری رحمہ اللہ، زبان و اَدب میں بھی کمال رکھتے تھے۔ وہ نہایت فصیح زبان بولتے اور لکھتے تھے۔

ابن جزری رحمہ اللہ زبان کی فصاحت کے ساتھ ساتھ خوبصورت چہرہ اور وجیہ شخصیت کے مالک تھے۔ آپ رحمہ اللہ کی صحت بھی بہت اچھی تھی۔ ۸۲۴ھ/۱۴۲۱ء کو جب آپ قاہرہ رحمہ اللہ پہنچے تو آپ رحمہ اللہ کی عمر تقریباً ۳۷ برس تھی۔ اس وقت گو کہ آپ رحمہ اللہ کی سماعت میں قدرے فرق آ گیا تھا، لیکن بصارت اس عمر میں بھی بالکل ٹھیک تھی۔ آپ رحمہ اللہ اس وقت بھی باریک خط میں لکھا کرتے تھے جس طرح جوانی کے زمانے میں لکھتے تھے۔

ابن جزری رحمہ اللہ نے درس و تدریس کی بے پناہ مصروفیات کے باوجود تصنیف و تالیف کے لیے وقت نکالا اور ۷۷ سے زائد کتابیں لکھیں، ان کتابوں میں سے چند درج ذیل ہیں:

تجوید وقراءات کے موضوع پر:

① 'النشر فی القراء ات العشر' قراءت کے دس مختلف اندازوں پر نہایت مشہور کتاب ہے۔ ابن جزری رحمہ اللہ نے یہ کتاب صرف ۹ ماہ کے مختصر عرصہ میں تصنیف کی۔ پہلی بار یہ کتاب دمشق سے ۱۳۴۵ھ/۱۹۲۶ء میں شائع ہوئی۔ مراد آباد سے قاری عبداللہ نے توضیح النشر کے نام سے اس کا ترجمہ بھی طبع کیا ہے۔

② 'تحبیر التیسیر فی القراء ات العشر' علامہ عثمان بن سعید الدانی نے قرآن مجید کی سات قراءات کے متعلق ایک کتاب 'التیسیر' لکھی تھی۔ یہ کتاب سبعہ قراءات میں سب سے زیادہ قابل اعتماد اور مقبول کتاب ہے۔ علامہ دانی رحمہ اللہ جو قرطبہ کے رہنے والے تھے اور فقہ مالکیہ کے ماہر اور فن قراءات کے امام تھے، نے ۱۲۰ کتابیں لکھیں جن میں سے ۱۱۸ کتابیں فن قراءت سے تعلق رکھتی ہیں۔ ان سب میں سے زیادہ شہرت 'التیسیر' کو ملی ہے۔ ابن جزری رحمہ اللہ نے اس کتاب پر تبصرہ لکھا اور مزید تین قراءتوں کا اضافہ کر کے اس کا نام 'تحبیر التیسیر' رکھ دیا۔

③ 'طیبة النشر فی قراء ات العشر' یہ قرآن مجید کی دس قراءتوں کے بارے میں ایک ہزار اشعار کی ایک نظم ہے۔ اس نظم کو ابن جزری رحمہ اللہ نے شعبان [۷۹۹ھ/مئی ۱۳۹۷ء] میں مکمل کیا۔ یہ کتاب قاہرہ سے پہلی بار [۱۲۸۲ھ/۱۸۶۵ء] میں اور پھر [۱۳۰۷ھ/۱۸۸۹ء] میں شائع ہوئی اس کا اُردو ترجمہ قاری عبداللہ نے کیا جو مراد آباد سے شائع ہوا۔

④ 'الدرة المضیة فی قراء ات الأئمة الثلاثة المرضیة' یہ بحر طویل میں ۲۴۱ اشعار کا عظیم مجموعہ ہے، جسے آپ نے [۸۲۳ھ/۱۴۲۰ء] میں مکمل فرمایا۔ یہ دراصل علامہ شاطبی رحمہ اللہ کی مشہور کتاب 'شاطبیہ' کی منظوم تکمیل ہے جو قراءتوں کے دس مختلف انداز کے موضوع پر ہے۔ یہ کتاب قاہرہ سے [۱۲۸۵ھ/۱۸۶۸ء] میں شائع ہوئی۔

⑤ 'غایة المهرة فی الزیادة علی العشرة' یہ کتاب بارہ انداز میں قراءتوں کے موضوع پر ایک عظیم نظم ہے۔

⑥ "منجد المقرئین ومرشد الطالبین" اس کتاب میں حافظ ابن جزری رحمہ اللہ نے حافظ ابوشامہ کی کتاب "المرشد الوجیز فی علوم القرآن العزیز" کا جواب دیا ہے اور اس کی تردید کی ہے۔

⑦ "المقدمة الجزریة" فن تجوید پر ایک منظوم رسالہ ہے جو ۱۰۹ اشعار پر مشتمل ہے۔ یہ رسالہ مصر اور تبریز سے شائع ہو چکا ہے اور اکثر مدارس تجوید میں شامل نصاب ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

⑧ ”التمهيد فی علوم التجويد“ تلاوت کلام پاک پر یہ رسالہ ابن جزری نے ۷۶۹ھ/ ۱۳۶۷ء میں مکمل کیا۔
⑨ ”مختصر طبقات القراء المسمی بغاية النهاية“ ابن جزری رحمہ اللہ نے ایک ہی موضوع پر جو کتابیں تالیف کیں ان میں یہ مختصر ترین ہے۔
⑩ ’الهداية إلى معالم الرواية‘ تلاوت کلام حکیم پر ۳۷۰/اشعار کی ایک نظم ہے۔
⑪ ’أصول القراء ات‘ قراءات کے اصول پر ایک مختصر کتاب ہے۔
⑫ ’اعانة المهره فی زيادة العشرة‘ یہ دس قراءتوں کے بعد کی قراءتوں کے بارے میں ایک کتاب ہے۔
⑬ ’الغاز‘ فن قراءت کے اختلافات کو منظوم کلام میں بیان کیا ہے۔
⑭ ’تقريب النشر‘ یہ ’النشر‘ کی تلخیص ہے۔
⑮ ’شرح طيبة النشر‘ یہ ’طيبة النشر‘ کی شرح اور مختصر حواشی پر مشتمل کتاب ہے۔
⑯ ’العقد الشمين“ یہ کتاب ”الغاز“ کی غیر منظوم شرح ہے۔
⑰ ’القراء ات الشاذة‘ یہ شاطبیہ کے انداز میں قراءتوں کے موضوع پر ایک عظیم رسالہ ہے۔ غالباً یہ وہی کتاب ہے جس میں قرآن مجید کی قراءت کے ۴۰ مشکل مسائل پر بحر طویل میں ایک نظم کہی گئی۔ انکے علاوہ فن قراءت میں یہ کتب بھی متداول ہیں۔
⑱ اتحاد المهرة فی تتمة العشرة
⑲ الاعلام فی أحكام الادغام
⑳ الاهتداء إلى معرفة الوقف والابتداء
㉑ تحفة الاخوان فی الخلف بين الشاطبية والعنوان
㉒ التذكار فی رواية أبان بن يزيد العطار
㉓ التقييد فی الخلف بين الشاطبية والتجريد
㉔ التوجيهات فی أصول القراء ات
㉕ جامع الأسانيد فی القراء ات
㉖ رسالة فی الوقف على الهمزة لحمزة وهشام
㉗ الفوائد المجمعة فی زوائد الكتب الأربعة
㉘ المقدمة فی ما على قارئ القرآن يعلمه
㉙ نهاية البهدرة فيما زاد على العشرة
㉚ هداية البررة فی تتمة العشرة
㉛ هداية المهرة فی ذكر الائمة العشرة المشتهرة
㉜ البيان فی خط عثمان

علم حدیث پر:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

① 'مقدمة علم الحديث' اصطلاحات حدیث پر ایک کتاب ہے۔
② 'عقد اللآلی فی الأحادیث المسلسلة العوالی' اس کتاب کو ابن جزری رحمہ اللہ نے 'شیراز' میں [۸۰۸ھ/۱۴۰۵ء] میں مکمل فرمایا۔
③ 'التوضیح فی شرح المصابیح' ابن جزری رحمہ اللہ نے مشہور محدث حسین بن مسعود الفراء البغوی رحمہ اللہ [م ۵۱۰ یا ۵۱۶ھ/۱۱۱۶ء یا ۱۱۲۲ء] کی کتاب 'مصابیح السنة' کی شرح 'التوضیح فی شرح المصابیح' کے عنوان سے لکھی۔ یہ کتاب ابن جزری رحمہ اللہ نے نویں صدی ہجری کے اوائل میں اس وقت تصنیف کی جب امیر تیمور آپ کو اپنے ساتھ ماوراء النہر لے گئے تھے۔ یہ شرح تین جلدوں میں ہے۔
④ 'الأربعین' اس کتاب میں نہایت صحیح، جامع اور مختصر ۴۰/احادیث کو یکجا کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ:
⑤ الاولویة فی أحادیث الأولیة
⑥ البدایة فی علوم الروایة
⑦ تذکرة العلماء فی أصول الحدیث
⑧ فیة الحصن الحصین
⑨ الحصن الحصین
یہ دعاؤں میں پڑھنے کے لیے احادیث کا مجموعہ ہے۔ عبدالعلیم نوال نے اس کا ترجمہ کیا ہے، جو کراچی سے شائع ہوا ہے۔
⑩ عدة الحصن الحصین
⑪ القصد الاحمد فی رجال مسند أحمد
⑫ المسند الاحمد فیما یتعلق بمسند أحمد
⑬ المصعد الاحمد فی ختم مسند أحمد
⑭ مفتاح الحصن الحصین
⑮ الهدایة إلی معالم الروایة
⑯ کفایة الالمعی فی آیة ﴿یٰٓاَرْضُ ابْلَعِیْ﴾.....قرآن مجید کی سورۃ ہود کی آیت ﴿یٰٓاَرْضُ ابْلَعِیْ﴾ کی تفسیر اور اس کے وجوہ اعجاز کے بارے میں یہ کتاب ہے۔

تاریخ اور فضائل ومناقب نبوی ﷺ کے بارے میں کتب

① 'المولد الکبیر' رسول کریم ﷺ کی حیات واَطوار پر ایک رسالہ ہے۔
② 'الاجلال والتعظیم فی مقام إبراهیم' اس کتاب میں آپؒ نے مقام ابراہیم علیہ السلام کے فضائل درج فرمائے ہیں۔
③ 'ذات الشفاء فی سیرة النبی ﷺ والخلفاء' یہ آپ ﷺ اور خلفائے راشدینؓ کی سیرت پر ایک طویل نظم ہے۔ جس میں عثمانی حکمران بایزید یلدرم کے عہد حکومت اور قسطنطنیہ پر ترکوں کی طرف سے محاصرے تک کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تاریخ اسلام بیان کی گئی ہے۔ یہ کتاب ابن جزریؒ نے شیراز کے حاکم پیر محمد کی خواہش پر لکھی اور اسے ذی الحج ۷۹۸ھ/۱۳۹۶ء] میں مکمل فرمایا۔

④ 'الزهر الفائح' نیکی اور پاکبازی کی تلقین کرنے والی ایک کتاب ہے۔ان کے علاوہ یہ کتب بھی متداول ہیں:

⑤ أسنى المطالب فى مناقب على بن أبى طالب

⑥ تاريخ ابن الجزرى

⑦ التعريف بالمولد الشريف

⑧ ديلى طبقات القراء للذهبى

⑨ الرسالة البانية فى حق أبوي النبى ﷺ

⑩ عرف التعريف بالمولد الشريف

⑪ غاية النهاية فى أسماء رجال القراء ات

⑫ فضل حرآء

⑬ مختصر تاريخ الاسلام للذهبى

⑭ شيخة الجنيد بن أحمد البلياتى

⑮ نهاية الدرايات فى أسمأء رجال القراء ات

دیگر متفرق کتب

① 'الاصابة فى لوازم الكتابة' فن خطاطی پر ایک مختصر رسالہ ہے۔

② ہیئت پر رجز میں ۵۲/اشعار۔ان کے علاوہ یہ کتب بھی ملتی ہیں۔

③ الابانة فى العمرة من الجعرانة

④ أحاسن المنن

⑤ الاعتراض المبدى لوهم التاج الكندى

⑥ التكريم فى العمرة من التنعيم

⑦ تكملة ذيل التقييد لمعرفة رواة السنن والأسانيد

⑧ الجوهرة فى النحو (منظومة)

⑨ حاشية على الايضاح فى المعانى والبيان لجلال الدينى القزوينى

⑩ الذيل على مراة الزمان للنووى

⑪ الزهر الفائح فى ذكر من تنزه عن الذنوب والقبائح

⑫ شرح ألفية ابن مالك

⑬ شرح منهاج الأصول

⑭ عوالى القاضى ابى نو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

⑮ غاية المنى فى زيارة منى
⑯ فضائل القرآن
⑰ مختار النصيحة بالأدلة الصحيحة
⑱ منظومة فى الملك
⑲ منظومة فى لغز
⑳ وظيفة مسنونة

ان کی تصانیف صرف اسی قدر نہیں بلکہ ان کے علاوہ بھی ہیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ ابن جزریؒ کتنے عظیم مصنف اور علم میں تبحر انسان تھے۔

ابن جزری رحمہ اللہ معاصرین کی نظر میں

ابن جزری رحمہ اللہ عبادت کا غیر معمولی اہتمام کرتے تھے۔ اس کے علاوہ آپ رحمہ اللہ علوم وفنون میں تبحر تھے۔ انہوں نے روز وشب کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہوا تھا۔ ایک حصہ میں قراءت وحدیث کی تعلیم دیتے، دوسرے حصہ میں تصنیف وتالیف میں مشغول رہتے اور تیسرے حصہ میں عبادت کرتے تھے۔ تمام عمر آپ رحمہ اللہ کا یہی معمول رہا۔ آپ رحمہ اللہ ہر ماہ پانچ روزے رکھتے تھے۔ سفر کی حالت میں بھی آپ رحمہ اللہ نے شب بیداری اور تہجد ترک نہیں کی۔

ابن جزری رحمہ اللہ نہایت حلیم، ملنسار، نرم خو اور شیریں کلام تھے۔ آپ رحمہ اللہ کے مزاج میں انکسار اور فروتنی تھی۔ آپ رحمہ اللہ جس سے بھی ملتے اخلاق سے اور حسن سلوک سے پیش آتے۔ آپ رحمہ اللہ خدا کے فضل سے صاحب حیثیت تھے۔ اہل علم اور اہل احتیاج کے ساتھ ہمیشہ فیاضی کا سلوک فرماتے تھے۔ خصوصاً اہل حجاز کیساتھ احسان کا مظاہرہ کرتے تھے۔ علم قراءت میں خصوصاً آپ رحمہ اللہ کے دور سے لے کر آج تک کوئی آپ رحمہ اللہ کا ہمسر نہیں ہوا۔

- حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "انتهت إليه رياسة علم القراء ات فى العالم"
  ''یعنی دنیا میں علم قراءات کی ریاست آپؒ پر منتہی ہے۔''
- علامہ شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "قد تفرد بعلم القراء ات فى جميع الدنيا"
  ''یعنی آپؒ علم قراءات میں ساری دنیا میں منفرد تھے۔''
- علامہ سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
  "لانظير له فى القراء ات فى الدنيا فى زمانه وكان حافظاً للحديث"
  ''یعنی آپ رحمہ اللہ کے زمانے میں دنیا میں علم قراءات میں آپ رحمہ اللہ کی کوئی نظیر نہیں تھی۔''
- حضرت مولانا عبدالحئ فرنگی محل رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ

"واز مجددين صدى هشتم زين الدين عراقى و شمس الدين جزرى و سراج الدين بلقينى"
''یعنی آٹھویں صدی کے مجددین میں سے زین الدین عراقی رحمہ اللہ، شمس الدین جزری رحمہ اللہ اور سراج الدین بلقینی رحمہ اللہ تھے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وفات

ابن جزری رحمہ اللہ نے علم دوست تیموری حکمران شاہ رخ کے دور حکومت میں ۵ ربیع الاوّل [۸۳۳ھ/۲ دسمبر ۱۴۲۹ء] کو 'شیراز' میں اپنی قیام گاہ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ آپ نے پیچھے پانچ بیٹے اور تین صاحبزادیاں چھوڑیں۔ سب سے بڑے بیٹے ابوالفتح محمد جزری رحمہ اللہ تھے۔ ان سے چھوٹے ابوبکر محمد جزری رحمہ اللہ اور ان کے بعد ابوالخیر محمد جزری رحمہ اللہ تھے۔ یہ تینوں جید محدث، قاری اور فقیہ تھے۔ دیگر دو صاحبزادے ابوالبقاء اسماعیل رحمہ اللہ اور ابوالفضل رحمہ اللہ بھی قاری اور محدث تھے۔ صاحبزادیوں کے نام فاطمہ، عائشہ اور سلمہ رحمہن اللہ تھے۔ آپ رحمہ اللہ نے اپنی صاحبزادیوں کو بھی حدیث اور قراءت کی تعلیم دی تھی۔ یہ تمام صاحبزادیاں فن تجوید کی ماہرہ، بہترین قاریہ اور احادیث کی حافظہ تھیں۔

آپ رحمہ اللہ کی وفات کی اندوہناک خبر پھیلتے ہی ہر طرف صف ماتم بچھ گئی۔ ہزاروں گریہ کناں عقیدت مندوں نے آپ رحمہ اللہ کی نماز جنازہ میں شرکت کی۔ آپ رحمہ اللہ کے شاگرد فرماتے ہیں کہ جب جنازہ اٹھایا گیا تو اتنا ہجوم تھا کہ علماء کرام حکومت کے اعلیٰ افسران، امراء وغرباء، عام افراد سب ہی جنازے کو کندھا دینے کے لیے ایک دوسرے پر ٹوٹتے تھے۔ ہر ایک کی کوشش تھی کہ کم از کم جنازہ کو ایک مرتبہ چھو ہی لوں۔

آپ نے ۸۲ برس عمر پائی۔ آپ رحمہ اللہ کو شیراز میں آپ کے مدرسہ دارالقراء میں سپرد خاک کیا گیا۔

تغمده الله برحمته وجزاه الله بالخيرات عنا وعن جميع المسلمين آمين!

مراجع ومصادر

① خصوصی مقالہ 'ابن جزری' از مولانا محمد عبدالعلیم چشتی
② بستان المحدثین از شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی/مولانا عبدالسمیع
③ جغرافیہ خلافت مشرقی از محمد عنایت اللہ/جی لی اسٹرینج
④ ترکان عثمان از ڈاکٹر محمد صابر
⑤ ملت اسلامیہ کی مختصر تاریخ از ثروت صولت
⑥ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام
⑦ دائرہ معارف اسلامیہ
⑧ تاریخ سے ایک ورق، کلیم چغتائی
⑨ مقدمة الجزرية مع متن تحفة الاطفال لابن الجزرى
⑩ التمهيد فى علم التجويد لابن الجزرى
⑪ الجواهر النقية فى شرح المقدمة الجزرية از قاری اظہار احمد تھانوی رحمہ اللہ
⑫ العطايا الوهبية فى شرح المقدمة الجزرية ، قاری رحیم بخش پانی پتی رحمہ اللہ
⑬ التحفة المرضية فى شرح المقدمة الجزرية، مفتی محمد عاشق الٰہی بلندشہری

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فاروق احمد حسینوی☆
محمد فواد بھٹوی ☆☆

آخبار الجامعة

تعارف كلّية القرآن الكريم والعلوم الاسلامية

مدارس دینیہ میں علوم قرآن کی ترویج وخدمت کے فریضہ کو جامع شکل میں بجالانے کے لئے ۱۹۹۱ء میں اس کلیہ کا اجراء کیا گیا، جس میں وفاق المدارس کے نصاب میں کچھ ترامیم کرکے مدینہ یونیورسٹی کے تجوید وقراءات کے نصاب کا اِضافہ کیا گیا ہے، تاکہ اس خصوصی نصاب قرآن کے علوم کا فارغ مستند عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ ماہر فن تجوید وقراءت (سبعہ وعشرہ) بھی ہو اور احادیث سے بدظنی کے باعث متنوع قراءات کے معجزہ قرآنی کے منکرین کو راہ راست پر لانے کا پیش خیمہ ثابت ہو۔ اس مثالی پروگرام سے ان شاء اللہ بالخصوص اہل حدیث مدارس میں اور بالعموم دیگر تمام مکاتب فکر کے مدارس میں قاری غیر عالم اور عالم غیر قاری کا تصور ختم ہوگا۔

اہم کردار

اس کلیہ کے چلانے اور منظم کرنے میں استاذ القراء قاری محمد ابراہیم میر محمدی ﷾ اور قاری محمد یحییٰ رسولنگری ﷾ کی غایت درجے کی محنتیں اور کاوشیں شامل ہیں۔ قاری محمد ابراہیم میر محمدی ﷾ تو عرصہ دراز تک اس کلیہ کے پرنسپل رہے، لیکن بعض مجبوریوں کے باعث ان کو مرکز البدر بونگہ بلوچاں میں جانا پڑا۔ اب یہ کام ان کے شاگرد خاص ڈاکٹر قاری حمزہ مدنی ﷾ سرانجام دے رہے ہیں۔ موصوف کو اللہ تعالیٰ نے بہت ساری صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ آپ ہر سال رمضان المبارک میں کویت اور متحدہ عرب امارات کی مرکزی مساجد میں قرآن سناتے ہیں۔ ادارہ تسجيلات حامل المسك، الكويت نے متعدد قراءات میں آپ کا مکمل قرآن ریکارڈ کرکے چار سو پھیلا دیا ہے۔ اس کے علاوہ قاری صاحب ﷾ کی ترویج قراءات کے سلسلہ میں دیگر کئی خدمات ہیں۔ اللہ تعالیٰ قاری صاحب اور دیگر شرکاء اور انتظامیہ کی جمیع کاوشوں کو قبول فرمائے۔ آمین

مقابلہ حفظ القرآن الكريم

یہ مقابلہ ۱۸ رفروری ۲۰۰۹ء بروز بدھ بعد از نمازِ مغرب شروع ہوا اور رات گئے تک جاری رہا۔ اس مقابلے کے دو حصوں میں تقسیم کیا گیا، پہلے حصے میں مکمل قرآن مجید اور دوسرے حصے میں نصف قرآن (پندرہ پاروں) شامل تھا۔ اس میں حصہ لینے والے طلبا کی تعداد تقریباً ۶۰ تھی۔

مقابلہ کا طریقۂ کار

۱۵ پاروں والے مقابلہ میں بنیادی قواعد تجوید بھی شامل کئے گئے تھے۔ اس مقابلہ کا طریقہ کار قاری انس مدنی ﷾

☆ فاضل كلّية الشريعة، جامعہ لاہور الاسلامیہ ورکن مجلس التحقیق الاسلامی، لاہور
☆☆ طالب ثالثہ كلّية الشريعة، جامعہ لاہور الاسلامیہ، لاہور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مدیر کلّیۃ الشریعۃ، جامعہ لاہور الاسلامیہ نے یہ وضع کیا کہ ہر طالب علم کو ایک پرچی دی جاتی، جس میں تین سوال لکھے ہوتے تھے، جن کا طالب علم سے جواب مطلوب ہوتا۔ طلبہ نے خوب محنت کر کے اس مقابلہ میں شرکت کی۔

مقابلہ کے منصفین

اس مقابلہ میں درج ذیل حضرات نے منصفی کے فرائض سرانجام دیے:

① قاری انس مدنی حفظہ اللہ (مدیر کلّیۃ الشریعہ، جامعہ لاہور الاسلامیہ، لاہور)

② قاری حمزہ مدنی حفظہ اللہ (مدیر کلّیۃ القرآن الکریم، جامعہ لاہور الاسلامیہ، لاہور)

③ قاری خلیل الرحمٰن حفظہ اللہ (مدرس مدرسۃ الأزھر تابع جامعہ لاہور الاسلامیہ، لاہور)

انعامات

[حصہ اوّل]

مکمل قرآن کریم میں پوزیشن لینے والے طلبہ:

اوّل: قاری خضر حیات ثانیہ کلیہ انعام: ۱۴۵۰ روپے

دوم: قاری کامران ایوب رابعہ کلیہ انعام: ۱۱۵۰ روپے

سوم: عصام الدین رابعہ کلیہ انعام: ۸۵۰ روپے

اِعزازی انعام

خصوصی کارگردگی پیش کرنے پر قاری اظہر نذیر کو، استاد محترم قاری حمزہ مدنی حفظہ اللہ کی طرف سے ان کی اپنی آواز میں ریکارڈ کردہ مکمل قرآن کی سی ڈی دی گئی۔

[حصہ دوم]

نصف قرآن (پندرہ پاروں) میں انعام یافتہ طلبہ:

اوّل: افضل نواز اولیٰ کلیہ انعام: ۱۴۵۰ روپے

دوم: حافظ انس شعبہ حفظ انعام: ۱۱۵۰ روپے

سوم: سعید امانت شعبہ حفظ انعام: ۸۵۰ روپے

اس کے علاوہ زینت القراء قاری عارف بشیر حفظہ اللہ نے بھی اس مقابلہ میں شرکت کی۔ قاری صاحب حفظہ اللہ خواہش مند تو نہ تھے اور نہ ہی اس مقابلہ کے لیے ذہنی طور پر تیار تھے، لیکن قاری حمزہ مدنی حفظہ اللہ کے اصرار پر انہوں نے مقابلہ میں شرکت کی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے انہیں قرآن کریم اس قدر ازبر تھا کہ تمام سوالات میں ایک مقام پر بھی رکے بغیر جواب دے کر طلبہ اور اَساتذہ کو حیران کر دیا۔ ابھی قاری حمزہ مدنی حفظہ اللہ کا سوال پورا نہ ہوتا کہ قاری عارف بشیر حفظہ اللہ جواب دینا شروع کر دیتے۔ ان کو اعزازی طور پر قاری حمزہ مدنی حفظہ اللہ نے قراءات عشرہ میں ریکارڈ شدہ اپنا تلاوتِ قرآن کریم کی ۲۰ عدد کیسٹوں پر مشتمل مکمل سیٹ بطور اعزازی انعام کے پیش کیا۔

پروگرام کے اختتام پر طلبہ کے اصرار پر شعبہ حفظ کے استاد قاری خلیل الرحمٰن حفظہ اللہ نے قرآن کریم کی تلاوت کی۔ اس کلام الٰہی کی تلاوت کے ساتھ یہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مدرسة الأزهر (شعبہ تحفیظ القرآن)

شعبہ تحفیظ القرآن، تابع کلّیۃ القرآن الکریم، جامعہ لاہور الاسلامیہ عرصہ دراز سے مصروف عمل ہے۔ ۱۹۹۱ء میں جب جامعہ لاہور الاسلامیہ کے تحت ادارہ کلّیۃ القرآن الکریم والعلوم الاسلامیہ کا اجراء کیا گیا، تو پہلے سے موجود شعبہ تحفیظ القرآن کو اس کے تابع کر دیا گیا، تاکہ یہ شعبہ کلّیۃ القرآن کی کامیاب اساس اور بنیاد ثابت ہو۔ یہی وجہ ہے کہ شعبہ تحفیظ القرآن کے طلباء کو تکمیلِ حفظ القرآن سے قبل ہی تجوید کے اساسی اور بنیادی قواعد وضوابط سکھا دیئے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ اس شعبہ کو عرصہ ایک سال سے انتہائی مثالی خطوط پر استوار کر دیا گیا ہے، جس کے تعلیمی وانتظامی سیٹ اپ کی مثال شائد پورے پاکستان میں دینا ممکن نہ ہو۔ علاوہ ازیں طلباء شعبہ تحفیظ القرآن کی جملہ صلاحیتوں کو نکھارنے کے لیے مختلف قسم کے پروگراموں کا انعقاد کیا جاتا ہے۔ شعبہ تحفیظ القرآن کا جامعہ کی سطح پر ہونے والا حالیہ تقریری مقابلہ اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

شعبہ تحفیظ القرآن کا تقریری مقابلہ

۱۱رفروری ۲۰۰۹ء کو جامعہ کی تاریخ میں پہلی بار شعبہ تحفیظ القرآن کا جامعہ کی سطح پر ڈاکٹر قاری حمزہ مدنی حفظہ اللہ کی زیر سرپرستی تقریری مقابلہ کا انعقاد ہوا، جس کا موضوع 'فضائل حفظِ قرآن' تھا۔ شعبہ تحفیظ القرآن کے ننھے منھے اور ذہین وفطین طلباء نے اس موضوع کو خوب محنت اور لگن سے تیار کیا، جس کے شاندار نتائج برآمد ہوئے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

پروگرام کا شیڈول

شعبہ تحفیظ القرآن کے ذمہ داران کی طرف سے پروگرام کا شیڈول یہ جاری ہوا تھا کہ شعبہ ہذا کی تمام کلاسز سے تین تین طلباء اس تقریری مقابلہ میں حصہ لیں گے، جن کی ہر طرح سے راہنمائی کی جائے گی۔ اس شیڈول کے مطابق درج ذیل طلباء نے اپنے نام تقریری مقابلہ میں شرکت کے لیے پیش کئے:

- قاری محمد رفیق حفظہ اللہ کی کلاس سے درج ذیل طلباء نے پروگرام میں شرکت کی:
  ① ابوسفیان ② عبدالوھاب ③ توصیف الرحمٰن
- قاری محمد اشرف رحمہ اللہ کی کلاس سے درج ذیل طلباء نے پروگرام میں شرکت کی:
  ① ابتسام الٰہی ظہیر ② مبین خان ③ عمیر شاہ
- قاری محمد یحییٰ حفظہ اللہ کی کلاس سے درج ذیل طلباء نے پروگرام میں شرکت کی:
  ① عمر صدیق ② عمر مبین ③ عمر فاروق
- قاری ابراہیم ملتانی حفظہ اللہ کی کلاس سے درج ذیل طلباء نے پروگرام میں شرکت کی:
  ① حبیب الرحمٰن یونس ② عبدالمجید ③ نوید خالد
- قاری خلیل احمد حفظہ اللہ کی کلاس سے درج ذیل دو طلباء نے پروگرام میں شرکت کی:
  ① سعید امانت ② رانا جواد

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سرپرست شعبہ حفظ کی آمد اور پروگرام کا آغاز

بعد از نماز عشاء پروگرام کا آغاز ہوا۔اسٹیج سیکرٹری کی ذمہ داری محمد ریحان نے سنبھالی اور تلاوت کلام مجید کے لیے حبیب الرحمٰن کو دعوت دی گئی۔تلاوت کلام پاک کے بعد حمد ونعت کے لیے طلحہ سعید اور حبیب الرحمٰن کو بلایا گیا۔ اس کے بعد سرپرست شعبہ حفظ زینت القراء ڈاکٹر قاری حمزہ مدنی حفظہ اللہ تشریف لائے اور باقاعدہ تقریری پروگرام شروع ہوا،جس میں مذکورہ بالا طلباء نے 'فضائل حفظ قرآن' کے موضوع پر شاندار تقریریں کیں۔

تقریری مقابلہ کے جج حضرات

اس مقابلہ میں درج ذیل اساتذہ جامعہ بطورِ ججز مقرر ہوئے۔

① مولانا محمد اسحاق طاہر حفظہ اللہ (فاضل مدینہ یونیورسٹی ومدرس جامعہ لاہور الاسلامیہ، لاہور)

② قاری شفیق الرحمٰن حفظہ اللہ (فاضل کلّیۃ القرآن الکریم ومدرس جامعہ لاہور الاسلامیہ، لاہور)

③ قاری اختر علی ارشد حفظہ اللہ (فاضل کلّیۃ القرآن الکریم ورکن مجلس التحقیق الاسلامی، لاہور)

پوزیشن ہولڈرز طلباء

اس مقابلہ میں شرکت کرنے والے تمام طلباء نے اچھی کارکردگی کا مظاہرہ کیا،لیکن ان میں سے انتہائی نمایاں کارکردگی کا مظاہرہ کرنے والے طلباء کے نام درج ذیل ہیں:

① اوّل پوزیشن:عمر صدیق ② دوم پوزیشن:سعید امانت

③ سوم پوزیشن:حبیب الرحمٰن یونس ④ چہارم پوزیشن:حافظ ابوسفیان

کوئز پروگرام

شعبہ تحفیظ القرآن کے اس تقریری مقابلہ کو کامیاب بنانے اور طلباء جامعہ کو چست وچوبند رکھنے کے لیے کوئز پروگرام کا انعقاد کیا گیا،جس کی ذمہ داری سعید امانت، انعام اللہ اور مہر بلال ظہور نے اَدا کی اور سوالات کے جوابات دینے والے طلباء کو انعامات سے نوازا گیا۔

اِنعامات کی تقسیم

پروگرام کے آخر پر پوزیشن ہولڈر کو انعامات سے نوازا گیا:

اوّل انعام: عمر صدیق، کلاس قاری محمد یحییٰ حفظہ اللہ، انعام ۴۰۰ روپے۔

دوسرا انعام: سعید امانت، کلاس قاری خلیل الرحمٰن حفظہ اللہ، انعام ۳۰۰ روپے۔

سوم انعام: حبیب الرحمٰن، کلاس قاری محمد ابراہیم ملتانی حفظہ اللہ، انعام ۲۰۰ روپے۔

حافظ ابوسفیان، کلاس قاری محمد رفیق حفظہ اللہ کو ۱۰۰ روپیہ اعزازی انعام گیا۔

پروگرام کے اختتام پر سرپرست شعبہ تحفیظ القرآن استاد محترم ڈاکٹر قاری حمزہ مدنی حفظہ اللہ کا تبصرہ ہوا،جس میں تمام شرکاء مقابلہ کے لیے نقدی انعام کا اعلان بھی کیا۔جس کے ساتھ ہی پروگرام اختتام کو پہنچا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اختر علی ارشد☆

'جمعیۃ تحفظ القرآن والحدیث' کا تیسرا اجلاس

جامعہ لاہور الاسلامیہ ایک معروف دینی درسگاہ ہے جس کے نصاب کو جدید دور کے مطابق مروّجہ دینی وعصری نصاب ہائے تعلیم کا امتزاج کر کے ایک مثالی نصاب ونظام تشکیل دیا گیا ہے جو عالم عرب کی مشہور جامعات کے ساتھ ہم آہنگ ہے۔ جامعہ کے روحِ رواں وبانی معروف عالم دین اور مذہبی اِسکالر حافظ عبدالرحمٰن مدنی ﷾ ہیں، جنہوں نے اس کی بنیاد ۱۹۷۹ء میں رکھی۔ جامعہ ہذا میں تین کلیات کام کر رہے ہیں:

1. كلِّية الشريعة والعلوم العربية
2. كلِّية القرآن الكريم والعلوم الإسلامية
3. كلِّية العلوم الاجتماعية

كلِّية القرآن الكريم والعلوم الإسلامية

كلية القرآن الكريم کا اِجرا ۱۹/ مارچ ۱۹۹۱ء بمطابق ۲/ رمضان ۱۴۱۱ھ میں، شیخ القراء قاری محمد ابراہیم میر محمدی ﷾ کی زیرنگرانی کیا گیا، جس کا مقصد دینی مدارس میں علومِ قرآن کی ترویج تھا۔ کلیہ ہذا میں وفاق المدارس السّلفیہ کے نصاب میں کچھ ترامیم کر کے مدینہ یونیورسٹی کے نصابِ تجوید وقراءاتِ سبعہ وعشرہ کا اضافہ کیا گیا تاکہ اس کا فارغ التحصیل:

- علوم قرآن (قراءات اور تفسیر وغیرہ) کا ماہر ہونے کے ساتھ ساتھ مستند عالم دین بھی ہو اور قرآن کو علومِ اسلامیہ میں مرکزی حیثیت ملے، تاکہ قاری غیر عالم اور عالم غیر قاری جیسے تصور کا خاتمہ ہو۔
- اُمت پر عائد خدمتِ 'قرآن وحدیث' کے فریضہ کو جامع شکل میں بجالا سکے، کیونکہ اَلمیہ یہ ہے کہ ہمارے ہاں تجوید وقراءت سے متعلقہ عام درسگاہوں کا فارغ التحصیل عموماً دیگر علومِ شرعیہ اور عربی زبان کی تعلیم سے ناواقف رہتا ہے، دوسری طرف دینی مدارس کے فضلا علومِ قرآن، تجوید وقراءات وغیرہ سے محروم رہتے ہیں۔
- ایسے لوگوں کو راہِ راست پر لانے کے لیے پیش خیمہ ثابت ہو جو مستشرقین کے غلط نظریات کے زیر اَثر اَحادیث سے بدظنی کے باعث متنوع قراءات کے 'معجزۂ قرآنی' کے منکر ہیں۔

رئیس الجامعہ حافظ عبدالرحمٰن مدنی ﷾ اور شیخ القراء قاری محمد ابراہیم میر محمدی ﷾ کے صبر واستقامت اور جگر پاش کوششوں کی بدولت مقاصد میں توقعات سے بڑھ کر کامیابی حاصل ہوئی۔ قراء حضرات، جو شرعی علوم میں بھی مستند حیثیت رکھتے ہیں، کی ایک کھیپ تیار ہوئی جو پورے ملک کی بڑی مساجد اور مدارس میں عموماً اور لاہور میں خصوصاً اپنے فرائض سرانجام دے رہے ہیں اور علومِ قرآن اور علومِ شریعت کو مزید آگے پھیلا رہے ہیں۔ والحمد لله على ذلك!

☆ فاضل كلِّية القرآن الكريم، جامعہ لاہور الاسلامیہ، رکن مجلس التحقیق الاسلامی، لاہور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ سب کچھ دیکھتے ہوئے اس سلسلہ کو آگے بڑھانے کا فیصلہ کیا گیا اور متعدد مقامات پر کلّیۃ القرآن، جامعہ لاہور الاسلامیہ کی مثل بعض اور کلیات القرآن کا قیام عمل میں لایا گیا، جن میں سے کلّیۃ القرآن الکریم والتربیۃ الإسلامیۃ (مرکز البدر، إدارۃ الاصلاح بونگہ بلوچاں)، کلّیۃ القرآن الکریم (جامعہ محمدیہ لوکو ورکشاپ) اور کلّیۃ القرآن الکریم (جامعہ سلفیہ، فیصل آباد) قابل ذکر ہیں۔

جمعیۃ تحفظ القرآن والحدیث کا مختصر تعارف

علومِ قرآن کے ماہرین کا ایک حلقہ تو خواص کی حد تک تیار ہو رہا تھا، اس کے اثرات کو عوام الناس تک عام کرنے کے لیے ۱۹۹۸ء میں کلّیۃ القرآن الکریم والعلوم الإسلامیۃ کے تحت شیخ القراء قاری محمد ابراہیم میر محمدی ﷾ کی زیر نگرانی ایک تحریک کا باقاعدہ آغاز کیا گیا، جس کا نام 'جمعیۃ تحفظ القرآن والحدیث' رکھا گیا، جس کے درج ذیل مقاصد طے کیے گئے:

- تجوید وقراءات کا عوام الناس میں فروغ۔
- مستشرقین کے غلط نظریات کے زیر اثر احادیث سے بدظنی اور متنوع قراءات کے 'معجزۂ قرآنی' کے انکار کا علمی محاکمہ
- دُنیا میں پائے جانے والے مختلف لہجوں کو پاکستان میں متعارف کروانا۔
- تجوید وقراءات کے بارے میں علمی لٹریچر کی طباعت اور عوام میں اس کی اشاعت۔
- عوام الناس میں قرآن اور قراءات قرآنیہ کے ذوق کو پروان چڑھانے کے لیے محافل قراءات کا انعقاد۔
- مختلف روایات متداولہ وغیر متداولہ کو زیورِ طباعت سے آراستہ کر کے دنیا میں رائج کرنا اور پھیلانا۔
- مختلف روایات میں مکمل قرآن کریم کی ریکارڈنگ اور نشر کا سلسلہ۔
- قومی و بین الاقوامی شہرت کے حاملین قراء کی تلاوت پر مبنی کیسٹ لائبریری کا قیام
- ㉗ خالصتاً اردو دان طبقہ کے لیے علوم قرآن سے متعلق مختلف ابحاث پر مبنی مواد کو بیش کرنے کے لیے ویب سائٹس کا اجراء، جس میں مختلف دینی موضوعات کے ساتھ ساتھ علم قراءت پر شاندار مواد کی فراہمی۔
- ㉘ تجوید وقراءت پر مبنی مختلف سافٹ ویئرز کی تیاری۔

جمعیۃ تحفظ القرآن والحدیث کے اجلاس

جمعیۃ تحفظ القرآن والحدیث کے تحت فضلاء کلّیۃ القرآن کے تین اجلاس منعقد ہو چکے ہیں، جن میں سے دوسرے اجلاس کی کارروائی ماہنامہ رشد اگست ۲۰۰۷ء میں پیش کی جا چکی ہے۔ تیسرے اجلاس کی کارروائی کو پیش کرنے سے پہلے گذشتہ دونوں اجلاس کی کارروائی کو مختصر بیان کیا جاتا ہے۔

جمعیۃ تحفظ القرآن والحدیث کا پہلا اجلاس

مختلف انتظامی اور داخلی وجوہات کی بنا پر آغاز کے کچھ عرصہ بعد یہ تحریک تین چار سال تعطل کا شکار رہی، جس کو نئے جذبات کے ساتھ پھر سے شروع کرنے کے لیے طے کیا گیا کہ کلّیۃ القرآن الکریم والعلوم الإسلامیۃ کے متخرّجین کے اجلاس منعقد کیے جائیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس سلسلے میں پہلا اجلاس ۲۰۰۶ء میں کلّیۃ القرآن الکریم والتربیۃ الإسلامیۃ (مرکز البدر، بونگہ بلوچاں) میں استاذ القراء قاری محمد ابراہیم میر محمدی ﷾ کی زیر سرپرستی منعقد ہوا، جس میں مادر ادارہ کلّیۃ القرآن الکریم کے فضلاء کو جمع کیا گیا۔ ان کے لیے ایک فارم تیار کیا گیا، جس میں ان کی ذاتی معلومات کو محفوظ کیا گیا اور جمعیۃ تحفظ القرآن والحدیث کو کامیاب کرنے کے لیے لائحہ عمل تیار کرنے کی فکر پیش کی گئی اور اس بارے حاضرین سے تجاویز و آراء بھی لی گئیں۔ اس پروگرام میں اسٹیج سیکرٹری کے فرائض قاری صہیب احمد میر محمدی ﷾ نے سرانجام دیئے۔

اجلاس کی کارروائی

پروگرام کا آغاز قاری حمزہ مدنی ﷾ کی تلاوت قرآن پاک سے ہوا۔ یہ اجلاس ایک تعارفی اور ملاقاتی نوعیت کا حامل تھا۔ جس کا مقصد یہ تھا کہ ایک مرتبہ سب فضلاء کلّیۃ القرآن کو اکٹھا کر کے تحریک کے احیاء کے حوالے سے کچھ گفتگو ہو سکے اور باہمی رابطہ قائم ہو سکے۔ اس لیے اس اجلاس میں کسی قسم کا منہج اور ہدف مقرر نہیں کیا گیا تھا، بلکہ ایک رابطہ کونسل تشکیل دی گئی، جس کے ذریعے تمام فضلاء کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کیا جا سکے اور پیش آنے والے مسائل کو حل کرنے کے لیے باہمی ربط قائم رہے۔ اس کونسل کے ذمہ داران میں سے چند ایک نمایاں افراد یہ ہیں:

① قاری صہیب احمد میر محمدی ﷾ ② قاری محمد فیاض ﷾ ③ قاری انس نضر مدنی ﷾
④ قاری عبید اللہ غازی ﷾ ⑤ قاری خالد فاروق ﷾ ⑥ قاری عبدالسلام عزیزی ﷾

جمعیۃ تحفظ القرآن والحدیث کا دوسرا اجلاس

جمعیۃ تحفظ القرآن والحدیث کا دوسرا اجلاس کلّیۃ القرآن الکریم والتربیۃ الإسلامیۃ (مرکز البدر بونگہ بلوچاں) میں مؤرخہ ۲۲/جولائی ۲۰۰۷ء بروز سوموار بعد از مغرب قاری محمد ابراہیم میر محمدی ﷾ کی زیر سرپرستی منعقد ہوا، جس میں اسٹیج سیکرٹری کے فرائض سید علی القاری نے سرانجام دیئے۔

دوسرے اجلاس کی مختصر رپورٹ

یاد دہانی کے لیے دوسرے اجلاس کی رپورٹ کو مختصرا پیش کیا جاتا ہے، تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ اجلاس میں طے کیے جانے والے اہداف کو کس قدر حاصل کیا گیا ہے اور کون سے اہداف حاصل کرنے ابھی باقی ہیں:

اِجلاس کا ایجنڈا

اس اجلاس کے انعقاد کیلئے تمام شرکائے مجلس کو جو ایجنڈا بھیجا گیا، وہ درجِ ذیل ہے:

① مدارس میں طلبا کی سرگرمیاں
② قرآن وسنت کی ترویج کا عملی لائحہ عمل
③ قراءات پر اٹھنے والے اعتراضات کا جواب
④ تدریس کے میدان میں پیش آمدہ مسائل اور ان کا حل
⑤ انتظامی میدان میں پیش آمدہ مسائل اور ان کا حل

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اجلاس کی مختصر کارروائی

اجلاس بعد اَز مغرب شروع ہوا۔ باقاعدہ کارروائی کا آغاز استادِ محترم قاری حمزہ مدنی ﷾، مدیر کلّیۃ القرآن الکریم والعلوم الإسلامیۃ کی تلاوت سے ہوا۔

تلاوتِ قرآن مجید کے بعد محترم جناب قاری صہیب اَحمد میر محمدی ﷾ نے وقیع خطاب فرمایا، جس میں انہوں نے منتظمین کے لیے اُن اصولوں پر بڑی تفصیل سے روشنی ڈالی، جن پر عمل کر کے ادارے کو اَحسن انداز سے چلایا جا سکتا ہے اور انتظامی اُمور میں اپنے آپ کو اِفراط و تفریط سے محفوظ رکھا جا سکتا ہے۔

تجاویز و آرا

محترم قاری صہیب اَحمد میر محمدی ﷾ کے خطاب کے بعد حاضرین سے تجاویز طلب کی گئیں تو درج ذیل حضرات نے اپنی تجاویز پیش کیں:

❶ **حافظ حمزہ مدنی ﷾** (مدیر کلیہ القرآن الکریم والعلوم الاسلامیہ)

حافظ حمزہ مدنی ﷾ نے بہت قیمتی اور مفید مشورے دیئے، جن کا خلاصہ درج ذیل ہے:

- مجلس التحریر کا قیام
- محافل قراءات کا انعقاد
- علمی سیمینار و مذاکرے
- تعارفِ قراءات پروگرام
- ریفریشر کورسز
- مختلف قراءات میں کیسٹوں کی اشاعت
- تجوید و قراءات کے لیے مجلّہ کا آغاز
- تجوید و قراءت پر مبنی کتب کی اشاعت
- سہ ماہی رپورٹ کا اہتمام

❷ **قاری محمد شعیب ﷾** (مدرّس جامعہ سلفیہ، فیصل آباد)

تحریر کے لیے موضوعات کا انتخاب کر لیا جائے اور انہیں فاضلین کے درمیان تقسیم کر دیا جائے، تاکہ ان کی تحریری صلاحیتوں کو اُجاگر کیا جا سکے۔

❸ **قاری اَختر علی اَرشد ﷾** (رکن مجلس التحقیق الاسلامی)

راقم نے تجاویز پیش کرتے ہوئے کہا کہ

- فضلا میں انکے ذوق کے مطابق ذمہ داریاں مقرر کی جائیں تاکہ آئندہ اجلاس میں خاطر خواہ نتائج سامنے آسکیں۔
- فضلا کی ایک ڈائریکٹری تیار کی جائے۔
- جمعیۃ تحفظ القرآن والحدیث کے نام کا لیٹر پیڈ تیار کیا جائے۔
- مختلف علاقوں میں شارٹ کورسز کا انعقاد کیا جائے۔

❹ **حافظ انس نضر مدنی ﷾** (مدیر اَعلیٰ ماہنامہ 'رشد')

حافظ انس مدنی ﷾ نے جمعیت کے اصل مقصد کی طرف توجہ دلاتے ہوئے کہا کہ اگر جمعیت کا الگ سے کوئی مقصد نہیں تھا تو اس کا قیام کیوں عمل میں لایا گیا؟ لہٰذا صرف خواص میں کام کرنے کی بجائے ہمیں اپنا دائرہ کار عوام تک بڑھانے کے لیے عملی اقدامات کرنا ہوں گے۔ نیز کسی ہدف کے حصول کے لیے آگے بڑھتے ہوئے اگر منظّم کوشش نہ کی جائے تو اسے تنظیم یا جماعت کی بجائے ہجوم کے لفظ سے تعبیر کرنا زیادہ مناسب ہے، چنانچہ مختلف افراد کو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک نظم میں یوں سمو دیا جائے کہ ہر فرد کو اس کیمنا سب حال ذمہ داری سونپ کر آئندہ باقاعدہ رپورٹ لی جائے۔

لائحہ عمل

اس مجلس میں منتخب کی جانے والی چند ایک ذمہ داریوں کا سلسلہ کچھ یوں ہے:

* **شعبہ تحریر:** علم قراءت سے متعلقہ تحریر کو 'ماہنامہ رشد' میں جگہ دی جائے، نیز ہر اجلاس کی رپورٹنگ بھی 'رشد' میں دی جائے.....مختلف موضوعات پر لکھنے کے لیے درج ذیل فاضلین کا انتخاب کیا گیا:

① حافظ انس نضر مدنی ② قاری محمد فیاض ③ حافظ حمزہ مدنی
④ قاری نعمان مختار لکھوی ⑤ قاری فہداللہ ⑥ قاری اختر علی

* **شیوخ الحدیث سے ملاقاتیں:** مختلف شیوخ الحدیث سے رابطہ کرنے، قراءات کے بارے میں ان کے خیالات جاننے اور فتویٰ حاصل کرنے کے لیے درج ذیل افراد کا انتخاب کیا گیا:

① قاری محمد نعیم ② قاری احمد بھٹی
③ قاری محمد حسین ④ قاری عبدالسلام عزیزی

اجلاس کا اختتام

اجلاس کا اختتام شیخ الحدیث مولانا اکرم بھٹی ﷾ (فاضل جامعہ لاہور الاسلامیہ، مدرس مرکز البدر، بونگہ بلوچاں) کی دلگداز اور روح پرور دُعا کے ساتھ ہوا۔

محفل قراءت کا انعقاد

اجلاس کے آخر میں اختتامی تقریب محفل قراءت کا انعقاد کیا گیا تھا جس میں کلیہ کے فضلاء نے تلاوت قرآن کی سعادت حاصل کی اور یوں یہ تقریب رات گئے اپنے اختتام کو پہنچی۔

جمعیۃ تحفظ القرآن والحدیث کے تیسرے اجلاس کی کارروائی

یہ پہلے دو اجتماعات کی اجمالی رپورٹ تھی اور اس رپورٹ کو جب شائع کیا گیا تھا تو اس وقت ایک وضاحتی نوٹ کے ساتھ یہ بتایا گیا تھا کہ آئندہ تحریک کا اجلاس فضلاء کلیۃ القرآن کی مادرِ علمی جامعہ لاہور الاسلامیہ میں ہوگا۔ الحمدللہ جمعیۃ تحفظ القرآن والحدیث کا تیسرا اجلاس جامعہ لاہور الاسلامیہ کے ہیڈ آفس ۹۹/جے بلاک میں مؤرخہ ۲/ دسمبر بروز اتوار منعقد ہوا، جس میں اسٹیج سیکرٹری کے فرائض محمد علی القاری اور پروفیسر جواد حیدر نے سرانجام دیئے۔ فضلاء کلیہ کی اطلاع کے لیے اس اجلاس کی رپورٹ ذیل میں پیش کی جارہی ہے:

اجلاس کا ایجنڈا

اِس اجلاس کے انعقاد کیلئے جو ایجنڈا پیش کیا گیا وہ یہ ہے:

① فضلائے کلیہ میں جدید فکری انحراف کے بارے میں شعور پیدا کرنا
② مختلف منکرین قراءات اور مستشرقین کے اشکالات کی حقیقت
③ جدید فکری انحراف پر مبنی مختلف گروہوں کے بارے میں آگاہی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

④ موجودہ دور میں قراءت پر ہونے والا کام اور مزید کام کی ضرورت پر آگاہی

اجلاس کا آغاز

اجلاس کا آغاز قاری عارف بشیر حفظہ اللہ کی تلاوت قرآن پاک سے ہوا۔

تجاویز وآراء

اجلاس میں حاضرین سے تجاویز بھی طلب کی گئیں جن سے تحریک کو فروغ مل سکے اور متعین کردہ اہداف کو حاصل کیا جا سکے، تو درج ذیل حضرات نے اپنی تجاویز پیش کیں:

◉ **حافظ حمزہ مدنی** حفظہ اللہ (مدیر کلّیۃ القرآن الکریم ومدیر مجلس التحقیق الاسلامی، لاہور)

حافظ حمزہ مدنی حفظہ اللہ نے اس مجلس میں پھر وہی آراء اور تجاویز کا اظہار کیا جو انہوں نے دوسرے اجلاس میں پیش کی تھیں کیونکہ تحریک کو متحرک کرنے اور بامقصد بنانے کے لیے اہداف کا تعین اور عملی طریقہ کار کا اختیار کرنا انتہائی ضروری تھا۔ اس لیے انہوں نے دوبارہ پھر انہی اہم نکات کی طرف اشارہ کیا:

✳ مجلس تحریر کا قیام

قراءات کی حجیت اور منکرین قراءات کے نظریات کے رد میں قدیم وجدید علما کی تحریروں کے ترجمے اور مضامین لکھے جائیں اور اس کے لیے ان حضرات کو توجہ دلائی گئی جن کو اس کام کے لیے گذشتہ اجلاس میں اطلاع کر دی گئی تھی۔ وہ حضرات یہ تھے:

① قاری صہیب احمد حفظہ اللہ ② قاری محمد فیاض حفظہ اللہ ③ حافظ محمد زبیر تیمی حفظہ اللہ
④ قاری نعمان مختار لکھوی حفظہ اللہ ⑤ سید علی القاری حفظہ اللہ ⑥ قاری فہد اللہ حفظہ اللہ
⑦ قاری اختر علی حفظہ اللہ ⑧ محمد آصف جاوید حفظہ اللہ

✳ محافل قراءات کا انعقاد

- ✳ علمی سیمینار و مذاکرے
- ✳ تعارفِ قراءات پروگرام
- ✳ ریفریشر کورسز
- ✳ کتابچوں کی اشاعت
- ✳ سہ ماہی رپورٹ کا اہتمام
- ✳ تجوید وقراءات کیلئے مجلّہ کا آغاز
- ✳ مختلف قراءات میں کیسٹوں کی اِشاعت

جمعیۃ تحفظ القرآن والحدیث کے عملی اقدامات

یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جمعیۃ تحفظ القرآن والحدیث کے تحت متعین کیے جانے والے مقاصد اور دوسرے وتیسرے اجلاس میں طے پائے جانے والے فیصلہ جات کی عملی تعبیر کے لیے ان مختلف پروجیکٹس کا تعارف بھی پیش کر دیا جائے، جو کہ جمعیۃ تحفظ القرآن والحدیث کے پلیٹ فارم سے گذشتہ ایک ڈیڑھ سال میں سامنے آئے، تاکہ یہ پتہ چل سکے کہ تحریک بطورِ نام ہی نہیں، بلکہ عملی جدوجہد کا نام ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

❶ ادارہ بحوث قرآنیہ اور مجلس التحریر کا قیام

حافظ حمزہ مدنی ﷾ کی کوششوں سے مجلس التحقیق الاسلامی کے تحت إدارہ البُحوث القرآنیہ کا قیام عمل میں لایا گیا ہے، جس میں جامعہ لاہور الاسلامیہ کے کلّیۃ القرآن کے فضلاء کی ایک تعداد کو جمع کیا گیا ہے اور علوم قراءات کے حوالے سے کثیر الجہتی پروگرام شروع کیے جا چکے ہیں، جس میں علوم قرآن سے متعلق مختلف ابحاث کے تراجم ومضامین کی تیاری کے بعد ان کو عملی شکل دیتے ہوئے کلیہ القرآن سے منسلک علمی وفکری مجلّات ماہنامہ 'محدث'، ماہنامہ 'رشد' اور ماہنامہ 'الاحیاء' میں وقتاً فوقتاً پیش کیا جاتا ہے اور حالیہ 'قراءات نمبر' بھی اسی سلسلے کی ہی ایک کڑی ہے، لیکن اس کے باوجود ایک المیہ بہرحال موجود ہے اور وہ یہ ہے کہ مجلس التحریر کے لیے جن فضلاء کے نام پیش کر کے ذمہ داری دی گئی تھی، استاد محترم شیخ القراء قاری محمد ابراہیم میر محمدی ﷾ کے حکم کے باوجود بحیثیت انسان اکثر وبیشتر افراد اپنے فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی کا شکار نظر آتے ہیں۔

❷ کتب اور تراجم کی اشاعت

جمعیۃ تحفظ القرآن والحدیث کے تحت قائم کردہ 'ادارہ بحوث قرآنیہ' نے جو مضامین اور تراجم پیش کیے ہیں، وہ جلد ہی کتابی شکل میں میسر ہوں گے اور علم قراءات پر ایک بہت ہی شاندار مواد اردو زبان میں میسر ہوگا۔ ان شاء اللہ

مجلس التحریر کے تحت فضلاء کلّیۃ القرآن، جامعہ لاہور الاسلامیہ نے جن کتب کے تراجم اور مستقل کتب تیار کی ہیں، ان کا مختصر تذکرہ یوں ہے:

کتاب کا نام ومصنف	مترجم
① اِرشاد الطالبین از ڈاکٹر سالم محیسن ؒ	قاری محمد مصطفیٰ راسخ ﷾
② تاریخ المصحف الشریف از علامہ عبدالفتاح القاضی ؒ	مولانا محمد اسلم صدیق ﷾
③ شرح اتحاف البریۃ از علامہ علی الضباع ؒ	قاری محمد مصطفیٰ راسخ ﷾
④ المدخل الی علم التحریرات از قاری محمد ابراہیم میر محمدی ﷾	قاری محمد مصطفیٰ راسخ ﷾
⑤ المقنع فی التکبیر عند الختم از قاری محمد ابراہیم میر محمدی ﷾	قاری محمد مصطفیٰ راسخ ﷾
⑥ القراءات الواردۃ فی السنۃ النبویۃ از ڈاکٹر عیسیٰ معصراوی ؒ	مولانا عمران حیدر ﷾
⑦ جزء فیہ قراءات النبی ﷺ از امام ابوعمرو حفص الدوری ؒ	مولانا عمران حیدر ﷾
⑧ أبحاث القرآن الکریم از علامہ عبدالفتاح القاضی ؒ	قاری محمد صفدر ﷾
⑨ جبیرۃ الجراحات فی حجیۃ القراءات از قاری صہیب احمد ﷾	قاری محمد صفدر ﷾
⑩ النحو القرآنی از ڈاکٹر مکی انصاری ؒ	مولانا عمران حیدر ﷾
⑪ قراءت شاذہ؛ اور تفسیر وفقہ میں اس کے اثرات	محمد اسلم صدیق ﷾
⑫ جامع الأصول فی القراءات العشر (۳ جلدیں)	قاری حمزہ مدنی ﷾

آخر الذکر کتاب کی تخریج وتحقیق قاری محمد حسین ﷾، قاری محمد صفدر ﷾، قاری فہد اللہ مراد ﷾ نے کی ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

❸ مختلف قراءات میں کیسٹوں کی اشاعت

دنیا میں پائے جانے والے مختلف لہجات میں کیسٹوں کی اشاعت کا ہدف بھی بہت ہی شاندار اور کامیابی کے ساتھ حاصل کیا جا رہا ہے، جس میں شیخ القراء قاری محمد ابراہیم میر محمدی ﷾، جناب قاری صہیب احمد میر محمدی ﷾ اور ڈاکٹر قاری حمزہ مدنی ﷾ کی مختلف روایات میں تراویح وسٹوڈیو ریکارڈنگ بڑی تعداد نشر ہو چکی ہے اور ہنوز یہ سلسلہ جاری وساری ہے۔ ڈاکٹر قاری حمزہ مدنی ﷾ کی متعدد قراءات میں ریکارڈ شدہ کیسٹیں اور سی ڈیز تاحال پانچ ہزار کے لگ بھگ مفت تقسیم کی جا چکی ہیں اور تقسیم کا سلسلہ تاحال جاری ہے۔

❹ ریفریشر کورسز

تجوید وقراءات کے بارے میں عوامی شعور اجاگر کرنے کے لیے کلّیۃ القرآن الکریم والتربیۃ الإسلامیۃ، بونگہ بلوچاں کا کردار قابل ستائش ہے کہ پچھلے چھ سال میں گرمیوں کی تعطیلات میں مختلف قسم کے چالیس روزہ چار ریفریشر کورسز کا انعقاد ہو چکا ہے، جن میں تجوید وقراءات کی اہمیت، درست ادائیگی کا طریقہ اور اس کے ساتھ ساتھ شرکاء کی اخلاقی تربیت کو بھی مدنظر رکھا گیا۔ کورسز کے اختتام پر شرکاء میں اسناد بھی تقسیم کی جاتی رہیں۔

❺ محافل قراءات

محافل قراءات کے حوالے سے بھی جمعیۃ تحفظ القرآن والحدیث کے ہی ایک ذمہ دار قاری عبیداللہ غازی ﷾ نے صوت القرآن العالمی کے نام سے ایک شاندار یونٹ قائم کر کے انٹرنیشنل قراء کی خدمات حاصل کی ہیں، جن کو وہ وقتاً فوقتاً پاکستان میں مدعو کرتے رہتے ہیں، جس سے جماعت اہل حدیث میں عالمی محافل قراءات کا ایک شاندار سلسلہ شروع ہو چکا ہے۔ اس وقت صوت القرآن العالمی کے تحت پاکستان بھر میں مختلف مقامات پر متعدد عالمی محافل کا انعقاد ہو چکا ہے۔ راقم الحروف جس وقت یہ تحریر لکھ رہا ہے اس وقت بھی تین مصری قراء کا ایک شاندار وفد صوت القرآن العالمی کی دعوت پر پاکستان پہنچ چکا ہے اور ملک بھر میں بیس کے قریب مختلف مقامات پر انوارِ قرآنی کی محافل کا انعقاد کیا جا رہا ہے۔ یاد رہے کہ مذکورہ تنظیم کی دعوت پر پچھلے ڈیڑھ سال سے اب تک اس قسم کے تین وفد بیرون ملک سے پاکستان تشریف لا چکے ہیں۔

صوت القرآن العالمی کے ہی تحت مختلف بین الاقوامی قراء کی آوازوں کو لوگوں تک پہنچانے کے لیے انٹرنیٹ سروس کے جدید ذریعہ کو بھی استعمال میں لایا گیا ہے، جس کا مقصد یہ ہے کہ عوام الناس جس وقت چاہیں انٹرنیشنل قراء کی تلاوتیں سماعت کر سکیں۔ اس کا طریقہ درج ذیل ہے:

انٹرنیٹ سے Beyluxe Messenger ڈاؤن لوڈ کر لیں اور انسٹالیشن کرنے کے بعد اپنا اکاؤنٹ بنائیں۔ اکاؤنٹ بنانے کے بعد Groups میں جا کر Asia,Pasific,Oceania کی کیٹگری میں جائیں اور وہاں سے Pakistan کی کیٹگری میں آ جائیں۔ وہاں Saut ul Quran میں جائیں اور وہاں پر اپنی پسند کے مصری، ایرانی اور مختلف ممالک کے مشہور ومعروف قراء کی تلاوتیں سماعت کریں۔

اسی صوت القرآن کے اسٹیج پر کلّیۃ القرآن، جامعہ لاہور الاسلامیہ کے قراء اساتذہ مثلاً زینت القراء قاری عبدالسلام عزیزی ﷾، زینت القراء قاری عارف بشیر ﷾، زینت القراء قاری سلمان بڈھیمالوی ﷾ وغیرہ اور دیگر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کلیات القرآن سے وابستہ معروف اہل حدیث قراء بھی شرکت فرماتے رہتے ہیں۔

❶ ویب سائٹ کا اجرا

جمعیۃ تحفظ القرآن والحدیث کے تحت ایک ویب سائٹ 'کتاب وسنت ڈاٹ کام' (www.KitaboSunnat.com) کے نام سے لانچ کی گئی ہے، جس کی فنی اور عملی ذمہ داری راقم بطور ویب ماسٹر سرانجام دے رہا ہے۔ اس سائٹ پر مختلف موضوعات کے ساتھ ساتھ علوم القرآن سیکشن کو بھی شامل کیا گیا ہے، جس میں علوم قرآن سے متعلقہ اردو میں موجود کتب کو شامل کیا جا رہا ہے۔ اس وقت شیخ القراء قاری محمد یحییٰ رسولنگری ﷾ کی کتاب 'تحفۃ القراء' اور شیخ القراء قاری محمد ابراہیم میر محمدی ﷾ کی کتاب 'تحفۃ القاری' کو آن لائن کر دیا گیا ہے اور مزید کتب کی اپ لوڈنگ کا سلسلہ جاری ہے۔ اسی طرح کلّیۃ القرآن کے تحت پہلے سے موجود کیسٹ لائبریری، جس میں تیس کے قریب قراء کرام کے مکمل قرآن کریم اور ملکی وبین الاقوامی شہرت کے حامل قراء کرام کی آواز میں موجود سینکڑوں کیسٹوں کو بھی آن لائن کیا جا رہا ہے۔ فی الحال ویب سائٹ میں بکس اور مجلّات سیکشن آن لائن کیا گیا ہے، آئندہ ایک ماہ کے اندر ان شاء اللہ اردو ویب سائٹس میں سب سے بڑا آڈیو، ویڈیو کا زخیرہ آن لائن کر دیا جائیگا۔ یاد رہے کہ کتاب وسنت ڈاٹ کام اردو زبان میں پیش کی گئی سب سے بڑی ویب سائٹ ہے، جس کا بنیادی سپیس محض پندرہ سو جی بی پر مشتمل ہے۔

❷ جمع صوتی

قرآن کریم کی مختلف روایات میں ریکارڈنگ کے حوالے سے مکتبہ دارالسلام کی خدمات بھی قابل تحسین ہیں کہ جنہوں نے شیخ القراء قاری محمد ابراہیم میر محمدی ﷾ کے ساتھ مل کر روایت ورش میں مکمل قرآن کی ریکارڈنگ کی، تاکہ عوام الناس میں قرآنی تعلیم کو آسان بنانے کے لیے حسن صوت اور حسن اداء دونوں کا مجموعہ مصحفِ معلم تیار کر کے انٹرنیشنل سطح پر پیش کیا جائے، جو کہ قابل رشک اور خدمت قرآن کی ایک بہترین صورت ہے۔

اسی طرح پاکستان میں 'ادارہ بحوث قرآنیہ' کے تحت بیس روایات میں بیس قرآنوں کی ریکارڈنگ کا عالمی منصوبہ بھی زیر تکمیل ہے۔ ڈاکٹر قاری حمزہ مدنی ﷾ کی آواز میں انٹرنیشنل معیار پر قراءات عشرہ اور بیس روایات پر مشتمل ایک 'مصحف مرتل' اسی سلسلہ کی اہم کڑی ہے، جسے کویت کے ایک معروف ادارہ تسجیلات حامل المسك الإسلامية نے چند سال قبل شائع کیا تھا۔ اس وقت محترم قاری صاحب ﷾ کی متنوع روایات کے حوالے سے الگ الگ روایات میں مستقل کیسٹس کافی تعداد میں نشر ہو کر مختلف ممالک میں پہنچ چکی ہیں۔ یہ مصحف درحقیقت کام کی ابتداء ہے، کیونکہ اس کے بعد جمع صوتی کے نام سے بیس روایات میں سے ہر ایک روایت میں الگ الگ مکمل قرآن کریم کی ریکارڈنگ کا پروجیکٹ جاری ہے، جو بہت جلد پایہ تکمیل کو پہنچ جائے گا۔ ان شاء اللہ

اس وقت تک درج ذیل چار روایات میں قرآن کریم کی ریکارڈنگ مکمل ہو چکی ہے اور باقی روایات میں ریکارڈنگ کا سلسلہ جاری ہے۔ یہ چار روایات عنقریب نشر ہو کر منظر عام پر آجائیں گی۔

① روایت ابی الحارث عن الامام کسائی
② روایت دوری عن الامام کسائی
③ روایت اسحاق عن خلف العاشر کوفی
④ روایت ادریس عن خلف العاشر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۸ جمع کتابی

'ادارہ بحوث قرآنیہ' کے تحت ایک انتہائی شاندار اور خدمت قرآن پر مبنی پروگرام جمع کتابی کے نام سے جاری ہے، جس میں مختلف ممالک میں پڑھی جانے والی قراءات متواترہ کے ماسوی دیگر غیر متداول روایات کی طباعت کا اہتمام کیا جا رہا ہے۔ اس کام کا پہلا بنیادی مرحلہ عرصہ تین سال میں بخوبی پورا ہو چکا ہے۔ اس مرحلے میں بیس روایات پر مبنی بیس قرآن کریم عملی طور پر تیار کیے گئے، جن پر علمی و تحقیقی کام ڈاکٹر قاری حمزہ مدنی ﷾، قاری انس مدنی ﷾ اور قاری محمد فیاض ﷾ کی زیر نگرانی 'ادارہ بحوث قرآنیہ' کے ۱۲ محقق قراء کرام نے کام کیا اور بفضلہ تعالیٰ اعداد کے کام کو تکمیلی مراحل میں پہنچایا۔ اس تحقیقی کام میں انتہائی احتیاط کا معاملہ کرتے ہوئے اعداد کے بعد اس کی سات سات ابتدائی مراجعت ادارہ کے ہی ارکان کر چکے ہیں۔ بعد ازاں اس اہم مشروع کو مختلف ممالک کی عالمی لجنات میں پروف ریڈنگ اور تصدیق کے لیے بھیجا جائیگا اور پھر طبع کیا جائے گا۔ تاحال اس تحقیقی پراجیکٹ کی ایک انتہائی مراجعت کے لیے لجنة مراجعة المصحف، جامعہ ازہر سے بات ہو چکی ہے۔

آج کل یہ کام اس مرحلہ میں ہے کہ کمپیوٹر کے ذریعے 'مصحف مدینہ' کو سامنے رکھتے ہوئے متعدد مقامات پر تبدیلی کر کے ۲۰ عدد مصاحف کی کاپی تیار کی جا رہی ہیں۔ تنفیذی مرحلہ یہ کام بھی 'ادارہ بحوث قرآنیہ' کے ذمہ دار ادارے مجلس التحقیق الاسلامی کی بلڈنگ میں ہی کیا جا رہا ہے۔

مشروع جمع کتابی کی اشاعت میں سب سے بڑی خوبی یہ ہوگی کہ اس میں رسم الخط اور طریقہ ضبط میں تعریب وتنقیط قرآن کے ابتدائی دور کی مثل مختلف رنگوں میں کی جائے گی، جس سے اسلاف کے طریقہ ضبط قرآن سے مماثلت کا احیاء ہو سکے گا۔

جمع کتابی کے سلسلہ میں انٹرنیشنل ادارہ 'دارالسلام' بھی قدم بقدم آگے بڑھ رہا ہے اور اس میں پہلی کامیاب کوشش کرتے ہوئے 'روایت حفص' کی اشاعت میں رسم عثمانی اور صحیح اوقاف وآیات کی حتی الامکان پابندی ایک خوش آئند مرحلہ ہے، کیونکہ پاکستانی طباعت میں عام طور پر رسم عثمانی وفواصل وغیرہ کی کافی حد تک کمی موجود تھی، جس کو دارالسلام نے دور کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ اس سلسلے میں ان کی انتہائی کامیاب کوشش وہ قرآن کریم ہوگا، جس کا نام 'تجویدی قرآن' ہے۔ اس میں رسم عثمانی اور سلف کے مروج ضبط القرآن کے قواعد کی عین مطابقت کے ساتھ ساتھ طباعت قرآن کے حوالے سے تمام اصول وضوابط کو مدنظر رکھ کر مصحف کے تیار کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اسی طرح اس مصحف کی سب سے بڑی خوبی یہ بھی ہے کہ اس میں مختلف تجویدی اصطلاحات کو مختلف رنگوں سے واضح کیا گیا ہے، تاکہ ایک عام آدمی تجوید کے اصول وضوابط کو آسانی سے سمجھ سکے اور اس کے مطابق قرآن کریم کی تلاوت کر سکے۔ یہ سارا کام شیخ القراء قاری محمد ابراہیم میر محمدی ﷾ کے شاگرد اور فاضل نوجوان قاری عبید اللہ غازی ﷾ کے زیر نگرانی پایہ تکمیل کو پہنچ رہا ہے۔ قاری صاحب موصوف آج کل 'دارالسلام' میں قرآن سیکشن کے انچارج کی حیثیت سے اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ قرآن کریم کی طباعت اور خوبصورت آوازوں میں ریکارڈنگ وغیرہ کے حوالے سے 'دارالسلام' جو خدمات سرانجام دے رہا ہے، اس پر ڈائریکٹر دارالسلام مولانا عبدالمالک مجاہد ﷾ اور جناب حافظ عبدالعظیم اسد ﷾ مبارک باد کے مستحق ہیں کہ جن کی محنتوں سے ایک عظیم فریضہ پایۂ تکمیل کو پہنچ رہا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دین کے لیے مجلس التحقیق الاسلامی کی ایک اور منفرد کاوش

www.mohaddis.com

ویب سائٹ کی شاندار کامیابی کے بعد

ایک قدم اور آگے

www.kitabosunnat.com

کتاب وسنت ڈاٹ کام

ں لائن اسلامی لٹریچر پر مبنی سب سے بڑی ویب سائٹ

کے ساتھ ہر موضوع پر جید علماء کی تصانیف ومضامین

کی فری ڈاؤن لوڈنگ کی سہولت

لیے آن لائن فتویٰ کی سہولت

ں اور تقاریر دوروس پر مبنی آڈیو، ویڈیو سیکشن

ملائک سافٹ ویئرز اور آن لائن لائبریری

دث اور ماہنامہ رشد (مکمل شمارے)

افظ عبدالرحمٰن مدنی (رئیس مجلس التحقیق الاسلامی)

افظ حسن مدنی (مدیر ماہنامہ محدث، لاہور)

افظ حمزہ مدنی (مدیر مجلس التحقیق الاسلامی)

دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن

www.KitaboSunnat.com

قاری فہد اللہ مراد☆

حفاظتِ قرآنِ کریم کے قدیم وجدید ذرائع اور اس ضمن میں جامعہ لاہور اور دیگر اداروں کی خدمات کا جائزہ

قرآن کریم انسانیت کے لئے اللہ رب العزت کا آخری پیغام ہے اس کے بعد آسمان سے انسانیت کی راہنمائی کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہے۔قرآن کریم چونکہ آخری الٰہی ہدایت نامہ ہے اس لئے ضروری تھا کہ اس میں قیامت تک پیش آمدہ مسائل کا حل موجود ہو جو کہ قرآن کریم میں بدرجہ اتم موجود ہے۔

ارشاد ربانی ہے:﴿وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَاناً لِكُلِّ شَيْءٍ﴾ [النحل :۸۹]

''قرآن کریم میں ہر ایک شے (بعثت نبوت سے قیامت تک) کی وضاحت موجود ہے۔''

قرآن مجید چونکہ قیامت تک بنی نوع انسان کے لئے سرچشمۂ ہدایت ہے اس لئے قرآن کا اپنی اصلی صورت میں باقی رہنا از حد ضروری تھا تاکہ ہر دور میں گم گشتانِ راہ لئے ستارہ راہ روی کا کام دے، ضلالت وگمراہی کی شب تاریک میں ڈوبے ہوئے انسان کے لئے نور کی کرن بنے، طالبان رُشد وہدایت کے لئے ذات حق تک رسائی کا ذریعہ بنے، اپنے ماننے والوں کو نظام زندگی فراہم کرے اور کامیابی کی بشارت سنائے، نہ ماننے کو باری تعالیٰ کا تعارف کروائے اور انکار پر اصرار کرنے والوں کو اس کے عذاب وعقاب کی وعید سنائے۔اب ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ قرآن کی حفاظت کس طرح ہوئی اور مزید کس طرح ممکن ہے۔اس باب میں جو کام ہو چکا اور جو مزید ہو سکتا ہے یا ہونا چاہیے ہم اس کو تین مرحلوں میں ذکر کرتے ہیں:

❁ **پہلا مرحلہ:** جمع رسمی ❁ **دوسرا مرحلہ:** جمع صوتی ❁ **تیسرا مرحلہ:** جمع کتابی

پہلا مرحلہ: جمع رسمی

قرآن کریم کی رسم کے متعلق جو کام ہوا ہے اس کو تین طرح تقسیم کیا گیا ہے:

① جمع نبوی ② جمع صدیقی ③ جمع عثمانی

① جمع نبوی

جناب نبی کریم ﷺ نزولِ وحی کے فوراً بعد کاتبین وحی کو قرآن لکھوا دیا کرتے تھے اگر کسی وقت قرآن کا کوئی حصہ قلوب سے محو ہو جائے تو اس کو دوبارہ یاد کر لیا جائے اور اس طرح قرآن قیامت تک اپنی اصلی شکل میں محفوظ رہے۔

☆ فاضل کلّیۃ القرآن الکریم، جامعہ لاہور الاسلامیہ، معاون مدیر ماہنامہ 'میثاق'، لاہور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چنانچہ سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''میں رسول اللہ ﷺ کے پاس وحی لکھا کرتا تھا تو جب آپ ﷺ پر وحی نازل ہوتی تو آپ ﷺ شدید تکلیف محسوس کرتے اور موتیوں کی طرح آپ ﷺ کے جسم اطہر سے پسینہ بہتا۔ جب وحی ختم ہوجاتی تو میں کھجور کا پتہ یا کسی بھی چیز (کاغذ، چمڑے، کپڑے) کا ٹکڑا لے کر حاضر ہوتا، آپ ﷺ مجھے لکھوا دیتے اور جب میں لکھ کر فارغ ہوجاتا تو آپ ﷺ فرماتے اسے پڑھ کر سناؤ، چنانچہ میں سناتا اگر کسی جگہ کوئی غلطی ہوتی تو آپ ﷺ اسے درست کروا دیتے۔''

[مجمع الزوائد:۸/۲۵۷]

دوسری روایت میں ہے:

''براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب آیت ﴿لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ...﴾ اتری تو آپ ﷺ نے فرمایا زید رضی اللہ عنہ کو بلاؤ اور اسے کہو کہ قلم دوات اور شانے کی چوڑی ہڈی لے کر حاضر ہو۔'' (فتح الباری:۱۱/۲۱،)

ایک اور روایت میں خود حضرت زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"كنا عند رسول الله نؤلف من الرقاع" [الاتقان:۱/۷۱]

''کہ ہم آپؐ کے پاس بیٹھ کر چمڑے اور کاغذ کے ٹکڑوں سے قرآن جمع کرتے تھے۔''

امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''تالیف سے مراد یہ ہے کہ صحابہ نبی اکرم ﷺ کے فرمان کے مطابق قرآن کریم کی متفرق آیات کو ترتیب دیا کرتے تھے۔'' [الاتقان:۱/۵۷]

اسی سے متعلق حضرت زید رضی اللہ عنہ سے ایک روایت اور بھی ہے، فرماتے ہیں:

"قبض النبی ﷺ ولم یکن القرآن جمع فی شیئ" [الاتقان:۱/۶۶]

''آپ ﷺ رحلت فرما گئے اور قرآن کو ایک جگہ جمع نہیں کیا گیا تھا۔''

مذکورہ روایات کئی ایک فوائد پر مشتمل ہیں، لیکن ہمارے مضمون کے متعلق دو باتیں قابل توجہ ہیں:

1. اللہ کے رسول ﷺ باقاعدہ قرآن مجید کی کتابت کروایا کرتے تھے تاکہ اس کا رسم محفوظ ہوجائے۔
2. اس وقت قرآن کریم کھجور کے پتوں، چمڑے اور کاغذ وغیرہ کے ٹکڑوں پر لکھا جاتا تھا۔

اس سے معلوم ہوا کہ عہد نبوی ﷺ میں جمع قرآنی کا یہی طریقہ تھا کہ آپ ﷺ قرآن کو کسی نہ کسی شے پر لکھوا دیا کرتے تھے۔ باقاعدہ اَوراق وغیرہ کا اہتمام نہیں تھا۔ اس کی بھی مندرجہ ذیل چند وجوہات ہیں:

1. عہد نبوی ﷺ میں ضرورت کے مطابق تھوڑا تھوڑا قرآن نازل ہو رہا تھا اور آیات بغیر کسی سُوری ترتیب کے اتر رہیں تھیں اس لئے قرآن مجید کے مکمل نازل ہونے تک پہلے ایک جگہ جمع کرنا ممکن نہیں تھا۔
2. جمع نہ ہونے کا دوسرا سبب یہ تھا کہ اس وقت نسخ قرآن کا سلسلہ جاری تھا اس لئے مصحف کی شکل میں جمع کرنا ممکن نہ تھا۔ چنانچہ امام خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"لم یجمع ﷺ القرآن فی المصحف مما کان یترقبه من ورود ناسخ بعض أحکامه أو تلاوته فلما انقضی نزوله بوفاته ﷺ ألهم الله الخلفاء الراشدین ذلك ووفاء بوعده الصادق بضمان

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حفظه على هذه الامة فكان ابتداء ذلك على يد الصديق بمشورة عمر)[الاتقان:۲/۵۷]

''آپ ﷺ نے قرآن کو مصحف کی شکل میں اس لئے جمع نہیں کیا کہ آپ بعض آیات کی تلاوت اور حکم کے منسوخ ہونے کے منتظر رہتے تھے۔ جب آپ ﷺ کی وفات تک قرآن مکمل نازل ہوگیا تو اللہ رب العزت نے خلفاے راشدین کے ذریعہ قرآن کی حفاظت کے وعدہ کو، جو اُمت محمدیہ کی ذمہ داری تھی، پورا کردیا اور اس مبارک کام کی ابتداء جناب ابوبکر نے، سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کے مشورے سے کی۔''

③ اس کی تیسری وجہ یہ ہے کہ اس وقت فن طباعت و کتابت میں اس قدر ترقی نہیں ہوئی تھی کہ لکھنے کے لئے اَوراق وغیرہ میسر ہوتے اور اگر کسی قدر میسر ہو بھی سکتے تھے تو مسلمانوں کے پاس وسائل موجود نہیں تھے۔ اس کی دلیل گذشتہ تمام اَحادیث ہیں۔

④ قرآن کریم کی جمع کا اہتمام زیادہ نہ کرنے کا اہم ترین سبب یہ ہے کہ اس وقت ضیاع قرآن کا خطرہ بالکل موجود نہیں تھا، کیونکہ نبی کریم ﷺ خود موجود تھے۔ آپ اگر کچھ بھول بھی جاتے تو بذریعہ وحی اس کی یاددہانی ممکن تھی۔

خلاصہ

مذکورہ بحث سے ثابت ہوا کہ عہد نبوی ﷺ میں قرآن کریم کی حفاظت کا اصل مدار حفظ پر تھا، لیکن رسول اللہ ﷺ حفاظت رسم کے لئے اُسے لکھوایا بھی کرتے تھے۔

② جمع صدیقی

جناب نبی کریم ﷺ کی عرب میں جب بے پناہ مقبولیت ہوگئی اور تھوڑے سے عرصہ میں اتنی بڑی کامیابی ملی کہ پورے حجاز میں اسلام کی سطوت کے جھنڈے گڑ گئے تو بعض شوریدہ سر اور کوتاہ نظر لوگوں سے رہا نہ گیا اور انہوں نے بزعم خود یہ سمجھا کہ محمد ﷺ کی کامیابی کی وجہ محض یہ ہے کہ ان کے نام کے ساتھ لفظ نبی یا رسول کا لاحقہ موجود ہے۔ لہٰذا انہوں نے عزت وشہرت کے حصول کے لئے قلعہ نبوت میں دراندازی شروع کردی اور بعض ظالموں نے آپ ﷺ کی زندگی میں ہی دعوی نبوت کردیا جن میں ایک مسیلمہ کذاب بھی تھا۔ آپ ﷺ کی زندگی میں اس داعی ضلالت کی دعوت معلم حق کی تعلیمات کے سامنے نہ اُبھر سکی، لیکن آپ ﷺ کی رحلت کے بعد اس کے گرد مرتدین اور جہلاء کا خاصہ ہجوم جمع ہوگیا۔ خلیفۂ رسول سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس فتنہ کی سرکوبی کے لئے حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ایک لشکر روانہ کیا اور حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ بن ابی جہل کو ان کی مدد کے لئے مامور فرمایا۔ حضرت عکرمہ اور شرحبیل کو بوجوہ پسپا ہونا پڑا۔ [البداية والنهاية:۶/۴۲۹]

بعد میں سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ان کی مدد کو پہنچے جن کے ہاتھ پر اللہ نے فتح دی اور مسیلمہ کذاب ہلاک ہوگیا۔ اس جنگ میں مسیلمہ کے دس ہزار اور ایک روایت کے مطابق اکیس ہزار پیروکار واصل جہنم ہوئے اور پانچ یا چھ سو مسلمانوں نے جامِ شہادت نوش کیا۔ شہید ہونے والے مجاہدین میں ستر قراء بھی شامل تھے۔[البداية والنهاية:۶/۴۳۲]

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''قد قتل يوم اليمامة سبعون من القراء''[الاتقان:۱/۷۱]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''جنگ یمامہ کے روز ستر قراء بھی شہید کر دیئے گئے۔''

اسی تعداد میں قراء بئر معونہ پر شہید کر دیئے گئے تھے۔[حوالہ مذکورہ]

قراء کی کثرتِ شہادت کے باعث سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو خدشہ لاحق ہوا کہ اگر اسی طرح قراء شہید ہوتے رہے تو ایک وقت آئے گا کہ قرآن جو قراء کے سینوں میں محفوظ ہے ناپید ہو جائے گا، لہٰذا قرآن کو ایک جگہ جمع کر لینا چاہیے۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگ یمامہ میں قراء کی خاصی تعداد شہید ہو جانے کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھے بلایا تو اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی ان کے پاس موجود تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جس طرح یمامہ میں قراء شہید ہو گئے ہیں اگر اسی طرح شہید ہوتے چلے گئے تو مجھے خدشہ ہے کہ قرآن کا بڑا حصہ ضائع ہو جائے گا۔ لہٰذا آپ قرآن کو ایک جگہ جمع کرنے کا حکم دیں۔ تو میں نے جواباً کہا کہ میں وہ کام کیسے کر سکتا ہوں جو جناب نبی کریم ﷺ نے نہیں کیا۔ تو اس پر عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا یہ تو خیر ہی خیر ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ مجھے یہ بات بار بار کہتے رہے یہاں تک کہ اللہ نے میرا سینہ کھول دیا۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''آپ عقل مند اور جوان آدمی ہو اور آپ پر کوئی طعن بھی نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ آپ کاتب وحی بھی ہیں اس لئے پوری محنت اور کوشش کے ساتھ قرآن کو جمع کر دیں۔''

زید بن ثابت رضی اللہ عنہ مزید فرماتے ہیں: ''کہ اللہ کی قسم میرے لئے پہاڑ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا آسان تھا، لیکن یہ کام مشکل تھا۔ بہرصورت میں نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ آپ کون سا کام کرنے چلے ہیں جس کو جناب نبی کریم ﷺ نے نہیں کیا تو حضرت ابوبکر فرمانے لگے یہ کام تو صرف خیر ہی ہے آپ مجھے بار بار کہتے رہے یہاں تک کہ اللہ نے میرا سینہ کھول دیا اور میں نے کھجور کے پتوں، باریک پتھروں اور لوگوں کے سینوں سے قرآن جمع کرنا شروع کر دیا۔'' [فتح الباري:۱۲/۱۱]

جمع کا طریقہ کار

جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مدینہ میں منادی کروا دی کہ جس کے پاس قرآن کا جو حصہ موجود ہے، لے کر آئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو کہا کہ آپ مسجد کے دروازے پر بیٹھ جائیں اور جو کوئی بھی قرآن لائے اسے دو گواہیوں کے بعد قبول کر لیں۔ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دو گواہیاں حفظ اور کتابت پر لی گئی تھی کہ انہوں نے آپ حفظ کیا اور آپ کے سامنے لکھا ہے۔ [فتح الباري:۱۷/۱۱]

امام سخاوی رحمہ اللہ نے جمال القراء میں بھی یہی فرمایا ہے کہ دو گواہیاں اس بات پر لی گئی تھیں کہ جو کچھ لکھا ہوا وہ پیش کر رہا ہے اُسے آپ ﷺ کے سامنے بیٹھ کر لکھا تھا۔ [الاتقان:۵۷/۱]

سارے قرآن کو جمع کرنے میں یہی اصول کارفرما رہا، لیکن سورۃ توبہ کی آخری دو آیات ایک صحابی حضرت ابوخزیمہ حارث بن خزیمہ رضی اللہ عنہ اکیلے لے کر آئے اور کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے سنی ہیں اور یاد کی ہیں جس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی تائید کی اور ان کو قرآن میں درج کر لیا گیا۔ [فتح الباري:۱۸/۱۱]

اس طرح قرآن کریم اسلامی تاریخ میں پہلی دفعہ صحائف کی شکل میں جمع ہوا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴ جمع عثمانی

خطبہ حجۃ الوداع کے بعد صحابہ دین متین کی دعوتِ صادقہ لے کر پوری دنیا میں پھیل گئے اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں سلطنت اِسلامیہ بے پناہ وسیع ہوگئی تو اس وقت بعض انتظامی ذمہ داریاں نبھانے کی غرض سے صحابہ مصر، عراق اور بلادِ شام تک پھیل گئے ۔ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو اَحرف سبعہ کے مطابق قرآن کی تعلیم دی تھی اس لئے صحابہ کی قراءت میں تھوڑا بہت فرق تھا۔ جب آرمینیہ اور آذربائیجان کی جنگیں ہوئیں تو ان میں عراق اور شام کے مسلمانوں نے اکٹھی شرکت کی۔اہل عراق سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءت پڑھتے تھے اور اہل شام سیدنا ابوموسیٰ اشعری کی قراءت پر تھے۔اہل عراق سیدنا ابوموسیٰ اشعری اور اہل شام حضرت ابن مسعود کی قراءت کو نہیں جانتے تھے۔جنگ میں رازدانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے ایک روز وہ مسجد میں لوگوں کے درمیان موجود تھے کہ انہوں نے سنا کہ بعض عراقی اور شامی کہہ رہے تھے کہ ہماری قراءت بہتر ہے، دوسرے کہہ رہے تھے کہ ہماری قراءت بہتر ہے۔ [فتح الباري:۲۱/۱۱]

اختلاف اس قدر شدید ہوگیا کہ بعض روایات میں ہے کہ انہوں نے ایک دوسرے کی قراءت کا انکار شروع کردیا جب سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے یہ سنا تو بہت غضبناک ہوئے اور فرمایا کہ آج تم نے بھی اسی طرح قرآن میں اختلاف شروع کردیا ہے جس طرح تم سے پہلے لوگ اختلاف کرتے تھے اور فرمایا میں امیرالمؤمنین عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر کہوں گا کہ لوگوں کو ایک قراءت پر جمع کردیں، چنانچہ وہ امیرالمومنین کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا:

"یا أمیر المؤمنین أدرك هذه الأمة قبل أن یختلفوا فی الکتاب اختلاف الیهود والنصاری"

''اے امیرالمؤمنین اس سے پہلے کہ اُمت یہود ونصاریٰ کی طرح کتاب اللہ میں اختلاف کرنے لگے اس کی خبر لیجئے۔''

[فتح الباري:۱۳/۱۱]

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ حالت سنی تو فوراً سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے وہ مصحف، جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے لکھوایا تھا منگوایا اور اس کی کاپیاں تیار کروا کر مختلف شہروں میں قراء کے ساتھ روانہ کردیں اور اس کے علاوہ تمام قرآنی نسخوں کو جلانے کا حکم دے دیا تاکہ آئندہ ایک ہی مصحف سے تلاوت ہو۔ [فتح الباري،حوالہ مذکورہ]

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کتنے مصاحف تیار کروائے تھے ان کی تعداد میں اختلاف ہے جس میں چار، پانچ، سات اور آٹھ کے اقوال ہیں۔مگر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مشہور یہی ہے کہ پانچ تھے۔[فتح الباري:۲۴/۱۱] جو مکہ، کوفہ، شام اور بصرہ روانہ کئے گئے اور ایک مصحف اہل مدینہ کیلئے مقرر فرمادیا۔اس بارے میں یہ بات ملحوظ رکھنا انتہائی ضروری ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جب مصاحف اَمصار مختلفہ کی طرف روانہ کئے تھے تو ہر مصحف کے ساتھ ایک ماہر قاری بھی بھیجا تھا۔چنانچہ مکہ میں عبداللہ بن سائب، مدینہ میں زید بن ثابت، کوفہ میں ابوعبدالرحمٰن السلمی، شام میں مغیرہ بن شہاب اور بصرہ میں عامر بن عبدالقیس رحمہم اللہ اجمعین کو مقرر فرمایا۔[تاریخ المصحف ازعبدالفتاح قاضی]

مصاحف کے ساتھ قراء کو بھیجنے کا مقصد یہ تھا کہ وہ عوام کو صحیح تلفظ و اَداء، سبعہ احرف اور عرضۂ اَخیرہ کے وقت موجود قرآن کے موافق تعلیم دیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جمع صدیقی اور عثمانی میں فرق

① حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے جمع کرنے کا مقصد قرآن کو ضیاع سے بچانا تھا جب کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اس لئے جمع کیا کہ قرآن کے متعلق مسلمانوں کے مابین آئندہ کے لئے نزاع ختم ہوجائے اور جو ہوا تھا وہ دب جائے۔

② حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قرآن کو صحف (مختلف اجزاء) کی صورت میں جمع کیا تھا جبکہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک مصحف کی صورت میں بین الدفتین جمع کردیا تھا۔

③ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جمع کرتے وقت ترتیب سور کا خیال نہیں رکھا تھا جبکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سورتوں کو طوال، مائین اور مفصل کے اعتبار سے مرتب کردیا۔

④ جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مختلف اشیاء سے قرآن کو جمع کیا جب کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اسی جمع شدہ قرآن کی نقول تیار کروا کر مختلف علاقوں میں بھیج دیا۔

دوسرا مرحلہ: جمع صوتی

قرآن کو پڑھنا، اس پر تدبر کرنا، اس کے ذریعہ پیچیدہ مسائل کی گتھیاں سلجھانا، جس طرح مقصد نزول، ذریعۂ قربِ الٰہی اور عبادت ربانی ہے اسی طرح قرآن کا سننا مردہ قلوب کے لئے آبِ حیات، زنگ آلود اَذہان کے لئے صیقل، غور وفکر کرنے والوں کے لئے نصیحت اور ذوق سلیم رکھنے والوں کو نشاط طبع کا سامان فراہم کرتا ہے، لیکن یہ قرآن زخموں سے چور انسانیت کے لئے مرہم شفاء، دکھوں اور تکالیف میں گھری مخلوق کے لئے دلاسۂ شفقت، ظلم و جبر کی چکیوں میں پستی عوام کے لیے نقارۂ آزادی، ضلالت و گمراہی کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں بھٹکتے ہوئے لوگوں کے لئے نوید صبح اور حالات کے بے رحم تھپڑے سہہ سہہ کر مایوسی سے مرجھائے ہوئے چہروں کے لئے بادِ نسیم اس وقت بن سکتا ہے جب اس کو اس طرح پڑھا جائے جس طرح خالق آفرینش رب العالمین نے پڑھا، قاصد رسل سیدنا جبرئیلؑ اور محسن کائنات سید المرسلین نے خود پڑھا اور اپنے صحابہ کو پڑھایا۔ قراءت قرآن میں معیار اوّل ذات باری تعالیٰ ہیں، کیونکہ خود اللہ تعالیٰ نے قرآن کی تلاوت فرمائی۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«إن الله تبارك وتعالىٰ قرأ طه ويسين قبل أن يخلق السموات والأرض بألف عام فلما سمعت الملائكة القرآن قالت طوبى لأمة ينزل هذا عليها وطوبى لاجواف تحمل هذا وطوبى لألسنة تتكلم بهذا» [سنن الدارمي: ٣٤١٧]

''اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین کی پیدائش سے ایک ہزار سال پہلے سورۃ طٰہٰ ویٰس کی تلاوت کی جب فرشتوں نے سنا تو کہا اس امت کے لئے خوشخبری ہے جس کی طرف یہ کلام نازل ہوگا، جو اس کو حفظ کرے گی اور اس کی تلاوت کرے گی۔''

اب دیکھنا یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے کلام ذاتی کو تلاوت کس طرح کیا تو اس بارے میں ارشاد ربانی ہے:

﴿وَرَتَّلْنَاهُ تَرْتِيلًا﴾ [الفرقان: ٣٢] ''ہم نے اس قرآن کو ترتیل کے ساتھ پڑھا۔''

اور اسی طرح ترتیل کے ساتھ پڑھنے کا آپ ﷺ کو حکم دیا، قرآن حکیم میں ہے:

﴿وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا﴾ [المزمل: ٤] ''اے نبیؐ آپ قرآن کو ترتیل کے ساتھ تلاوت کریں۔''

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گذشتہ آیات سے معلوم ہوا کہ قرآن کریم پڑھنے کا الٰہی اور نبوی طریقہ کار ترتیل ہے۔ ترتیل کا مفہوم حضرت علیؓ یوں بیان کرتے ہیں:

"الترتيل هو تجويد الحروف ومعرفة الوقوف" [نهاية القول المقيد:ص٨]

''وقوف کی معرفت اور حروف کو تجوید کے ساتھ پڑھنے کا نام ترتیل ہے۔''

لہٰذا قرآن کریم پڑھتے ہوئے وقوف کا خیال رکھنا ازحد ضروری ہے تاکہ کلام اللہ کے معانی میں کوئی تبدیلی واقع نہ ہو بالکل اسی طرح تجوید کی رعایت کے بغیر قرآن کو پڑھنا حرام ہے، کیونکہ حروف کو بغیر تجوید پڑھیں تو ان کی اصلی شکل ختم ہوجاتی جس سے معنی یکسر بدل جاتا ہے۔ جناب نبی کریم ﷺ صحابہ کو ترتیل کی رعایت رکھتے ہوئے سبعہ اَحرف کے مطابق قرآن پڑھایا کرتے تھے کیونکہ قرآن سبعہ احرف پر نازل ہوا ہے۔ ارشاد نبوی ہے:

«إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ أُنْزِلَ عَلَى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ» [فتح الباری:۲۸/۱۱]

''بلاشبہ قرآن کو سبعہ احرف پر نازل کیا گیا ہے۔''

اب سوال یہ ہے کہ وہ ترتیل جس کے مطابق اللہ رب العزت نے خود تلاوت کی، نبی کریم ﷺ نے پڑھا اور صحابہ کو پڑھایا اس کو محفوظ کس طرح کیا گیا؟ تاکہ وہی طریقہ جو آپ کا تھا روز قیامت تک باقی رہے اور قرآن کی اصلی اور درست انداز میں تلاوت ہوتی رہے اس بارے میں اُمت کے اندر دو طرح سے کام ہوا ہے۔

① علماے اُمت اور قراء نے قرآن کریم کے تلفظ کو محفوظ کرنے کے لئے تلفظ کی باریکیوں کو کتب میں بیان کیا ہے تاکہ لوگ ان کو پڑھ کر ترتیل کے مطابق تلاوت کرسکیں۔ ایسی کتب کو کتب تجوید کہا جاتا ہے۔ اس مبارک فن کی ابتداء قرون اولیٰ سے ہی ہوگئی تھی۔ تیسری صدی ہجری میں مکی بن ابی طالب القیسی نے الرعایۃ نامی کتاب تصنیف فرمائی جس کو اس فن میں مرجع اوّل کی حیثیت حاصل ہے اس کے بعد اس فن میں سینکڑوں کتابیں لکھی گئی جن میں سب سے زیادہ معروف علامہ ابن جزری کی کتاب مقدمة الجزرية ہے۔ تاہنوز اہل فن اس فن کی خدمت کررہے ہیں اور قیامت تک جاری رہے گی۔ اِن شاء اللہ

② ترتیل کی حفاظت کا دوسرا ذریعہ قراءت ہے کہ جس طرح آپ ﷺ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پڑھا اور آگے صحابہ رضی اللہ عنہم کو پڑھایا اور صحابہ نے تابعین رحمہم اللہ کو اور انہوں نے اپنے تلامذہ کو اسی طرح قرآن کی تعلیم دی یہاں تک کہ قراء نے پڑھنے پڑھانے کے ساتھ ساتھ پڑھنے کے طریقہ کار کو بھی کتب میں محفوظ کرنا شروع کردیا، لیکن ایک بات اپنی جگہ مسلم ہے کہ کتب میں بیان کردہ تلفظ کو کسی استاد کے بغیر درست کرنا انتہائی مشکل ہی نہیں بلکہ محال ہے، لہٰذا جب فن تجوید پڑھایا جاتا ہے تو اس میں سب سے زیادہ توجہ عملی مشق پر دی جاتی، کیونکہ اس فن کا مقصود ہی قرآن کو صحیح ترتیل کے ساتھ پڑھنا ہے۔

گذشتہ بحث سے یہ واضح ہوا کہ کتب تجوید، قرآن کو ترتیل کے ساتھ پڑھنے میں معاون کی حیثیت تو رکھتی ہیں، لیکن پڑھنے کا دارومدار قراءت اور مشق پر ہی ہے جو ایک شاگرد براہ راست استاد سے مشافہةً اخذ کرتا ہے جس کو اصطلاح میں تلقّی کہا جاتا ہے۔ ترتیل و تلقّی کا یہی معیار جو آپ ﷺ کے زمانہ سے لے کر آج تک موجود ہے،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کو اسی طرح رہتی دنیا تک باقی رکھنا امت مسلمہ کی عمومی اور اہل فن قراء کی خصوصی ذمہ داری ہے اب ہم اس ذمہ داری سے کس طرح بطریق احسن عہدہ براء ہو سکتے ہیں تو اس کے لئے تلقّی کو محفوظ تر بنانے کہ جو بھی جدید ذرائع ہیں ان کو عمل میں لانا چاہئے۔اس بارے میں آج سے پچاس پچپن سال پہلے ساٹھ کی دھائی میں مصر کے ایک درد دل رکھنے والے اور قرآن کے بارے فکر مند رہنے والے ایک عالم ڈاکٹر لبیب سعید رحمہ اللہ نے ایک تجویز دی تھی کہ جس طرح سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حفاظت قرآن کی ذمہ داری پوری کی، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن کے بارے میں لوگوں کے درمیان پائے جانے والے اختلاف کا قلع قمع کیا اور ہمارے اسلاف نے کتب تصنیف کر کے قراءات اور تلفظ و اداء کو محفوظ کرنے کی سعی جمیلہ کی اور بذریعہ تلقّی ترتیل کے ساتھ قرآن مجید کو ہم تک پہنچایا۔ اسی طرح ہمیں ترتیل کو صوتی شکل میں جمع (ریکارڈنگ) کر کے آئندہ آنے والے مسلمانوں کو جس قدر ممکن ہو تلقی کا بہترین معیار فراہم کرنے کی کوشش کرنی چاہیے تا کہ بارگاہ الٰہی میں ہمارا نام بھی خدام قرآن میں شامل ہو جائے۔

لہٰذا انہوں نے اس فکر اور ولولہ کے ساتھ اس کام کو عملی جامہ پہنانے کی کوششیں شروع کر دیں۔ ابتداءً انہیں خاصی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔جن میں سب سے اہم مسئلہ یہ تھا کہ علماء سے اس کام کو کرنے کے لئے باقاعدہ فتویٰ حاصل کیا جائے۔جس پر علماء نے اولاً تو پس وپیش سے کام لیا کہ جو کام تاریخ اسلام میں نہیں ہوا اس کو ہم کس طرح کر سکتے ہیں تو ڈاکٹر لبیب سعید رحمہ اللہ نے یہ کہہ کر علماء کو مطمئن کیا کہ اس سے پہلے ایسے ذرائع ہی میسر نہیں تھے اور جو ذرائع میسر تھے علماء ان کو کام میں لائے ہیں، مثلاً کتب لکھنا، تلقّی کے ذریعہ قرآن آگے پہنچانا وغیرہ۔ یہاں تک کہ سیدنا ابوبکر صدیق کی طرح اللہ تعالیٰ نے علمائے مصر کے سینے کھول دیئے اور انہوں نے ریکارڈنگ (جمع صوتی) کی اجازت دے دی۔ اس کے علاوہ دیگر وسائل مثلاً سٹوڈیو وغیرہ کے سلسلہ میں بھی کافی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا۔بالآخر شیخ محمود خلیل حصری رحمہ اللہ روایت حفص کی ریکارڈنگ کرانے میں کامیاب ہو گئے، لیکن بوجوہ ان کا یہ مبارک کام آگے نہ بڑھ سکا، لیکن وہ اپنی اس سچی تڑپ اور قرآن کی محبت کو مقالہ کی صورت میں قلمبند کر گئے جس نے ہمیں یہ مضمون لکھنے پر ابھارا ہے۔

جمع صوتی کے فوائد

جمع صوتی کے فوائد کو اگر بالاستیعاب ذکر کیا جائے تو بے شمار بن سکتے ہیں لیکن ہم صرف وہ فوائد ذکر کریں گے جو ڈاکٹر لبیب سعید نے اپنے مقالہ میں ذکر کئے ہیں انہوں نے اس کام کے تین فوائد ذکر کئے ہیں:

① ثبوتِ تلقّی ② قراءات متواترہ کی حفاظت ③ قراءات شاذہ کی تلاوت سے روک تھام

① ثبوتِ تلقّی

اہل فن کے ہاں یہ بات معروف ہے کہ تلقّی کے بغیر ثبوت قرآن ممکن نہیں۔عہد نبوی سے لے کر آج تک اَخذ قرآن کا سلسلہ تلقّی ہی رہا ہے، جیسا کہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"أخذت من فی رسول اللہ ﷺ سبعین سورۃً"

''میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے براہ راست ستر سورتیں حفظ کیں۔''

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں:

"قال رسول اللهﷺ لأبی «إِنَّ اللهَ أَمَرَنِیْ أَنْ أَقْرَأَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ) قال: الله سَمَّانِیْ: قَالَ (نَعَمْ)..... إلى آخر رواية» [صحيح البخاري:۳۸۹]

''جناب نبی کریم ﷺ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ آپ کو قرآن سناؤں۔ حضرت ابی نے عرض کیا: کیا اللہ نے میرا نام لیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں.....''

دوسرے موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا: «أقرؤهم بكتاب الله أبی بنُ كعب» [جامع الترمذي:۳۷۹۱]

''کتاب اللہ کے سب سے بڑے قاری ابی بن کعب ہیں۔''

مذکورہ روایات سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ سے قراءت قرآنی کو سب سے زیادہ اچھے انداز میں اخذ کرنے والے سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ تھے، اسی لئے جناب نبی کریم ﷺ کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو قرآن سنانے کا حکم دیا گیا۔ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے معلوم ہوا کہ صحابہ اللہ کے رسول ﷺ سے مشافہۃً اخذ کرتے تھے جو ثبوت تلقی میں واضح دلیل ہے۔ علماء بغیر تلقّی (صرف مصاحف سے) اَخذ قرآن سے منع فرماتے ہیں جیسا کہ تیسیر مصطلح الحدیث میں موجود ہے:

"لاتأخذوا القران من مصحفی ولا الحديث من صحفيٍ" [ص۱۷۲]

''قرآن کو ایسے شخص سے نہ لو جس نے مصحف سے (بغیر تلقی) حفظ کیا ہے اور نہ حدیث ایسے شخص سے لو جو کتابوں سے لے کر (بغیر شیخ کے) نقل کرتا ہے۔''

اسی طرح امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"العلم ما كان فيه قال حدثنا وماسوىٰ ذلك وسواس الشياطين" [شرح العقيدة الطحاوية:ص۷۵]

''علم صرف وہی ہے جس میں حدثنا ہو یعنی جو بذریعہ خبر اخذ کیا جائے اس کے علاوہ سب شیطان کے وسوسے ہی ہیں۔''

ابن عجیبہ رحمہ اللہ نے تفسیر البحر المدید میں لکھا ہے: "من ليس له شيخ فالشيطان شيخه" [۳۴۹/۶]

''جس کا کوئی شیخ (استاد) نہ ہو اس کا شیخ شیطان ہوتا ہے۔''

مذکورہ اقوال اور احادیث سے معلوم ہوا کہ تلقّی کے بغیر محض کتابیں پڑھ کر حاصل کیے گئے علم کی سلف کے ہاں کوئی حیثیت نہیں تھی۔ جب باقی تمام علوم میں علماء تلقی کو لازمی قرار دیتے ہیں تو قرآن، جس میں روایۃ بالمعنی حرام ہے اور ترتیل کے ساتھ پڑھنا واجب ہے۔ اس میں یہ گنجائش کس طرح دی جاسکتی ہے؟ ویسے بھی قرآن کریم کو بغیر تلقّی پڑھنا ممکن ہی نہیں ہے۔

قرونِ اولیٰ میں جب تک قرآن پر اعراب اور نقطے نہیں لگے تھے اس وقت قرآن بغیر تلقّی کے پڑھنا بالکل ناممکن تھا۔ اور مصحف سے تلاوت کرنے والے اکثر فحش غلطیاں کرتے تھے جس کے بارے میں بے شمار روایات ملتی ہیں۔ ہم ایک دو مثالوں کے ذکر پر اکتفا کریں گے۔ اس بارے سب سے معروف روایت امام حمزہ الزیات کوفی رحمہ اللہ کی ہے جو کہ قراء سبعہ میں سے، ایک امام ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ میں شروع شروع میں قرآن مصحف سے سیکھا کرتا تھا ایک روز میں قرآن کی تلاوت کر رہا تھا اور میرے والد گرامی سماعت فرما رہے تھے میں ﴿الٓمٓ ذَٰلِكَ الْكِتَابُ لَا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رَيْبَ فِيهِ﴾ [البقرة:١] کی جگہ لازیت فیه پڑھا یہ سن کر میرے والد گرامی نے مجھے ڈانٹا اور کہا جاؤ قراء سے قرآن سیکھو۔ [شرح ما يقع فيه التصحيف والتحريف للعسكرى، ص١٠بحواله مقاله جمع الصوتى الاوّل]

دوسری روایت امام کسائی رحمہ اللہ سے منقول ہے، فرماتے ہیں شہر کرتی میں مجھے جس شے نے قرآن پڑھانے پر مجبور کیا وہ یہ تھی کہ ایک روز میں ایک معلّم کے پاس سے گزرا، جو بچوں کو قرآن پڑھا رہے تھے تو اس نے قرآن مجید کی آیت ﴿ذَوَاتَيْ أُكُلٍ خَمْطٍ وَأَثْلٍ وَشَيْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِيلٍ﴾[سبا:١٦] میں أثْلٍ کی جگہ أثَلٍ پڑھا میں نے یہ سن کر درگزر کیا اور پاس بیٹھے شخص نے معلّم کی تصحیح کروائی۔ اس نے کہا أثْلٍ نہیں بلکہ إبِلٍ ہے، تو میں نے اس (معلم) کو کہا چھوڑو میں بچوں کو پڑھاتا ہوں۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب قرآن نقطوں اور اعراب سے خالی تھا، لیکن آج بھی وہ کلمات جن کے وقف ووصل کے اعتبار پڑھنے میں اختلاف ہے مثلاً سَلٰسِلَا اور قَوَارِيْرَا وغیرہ ان کو بھی تلقّی من القراء کے پڑھنا انتہائی مشکل ہے اور ہم نے ایک ایسا تجربہ کیا ہے کہ بڑے بڑے دانشوروں سے قرآن کے ایسے مقامات پڑھنے کو کہا، لیکن انہوں نے غلط پڑھا۔ جب صاحب علم لوگوں کے لئے بغیر تلقی قرآن پڑھنا مشکل ہے تو عوام کس طرح قرآن کو درست پڑھ سکتے ہیں۔

❷ قراءات متواترہ کی حفاظت

قرآن کریم عربی زبان میں نازل ہوا ہے۔ جس طرح دوسری زبانوں میں تکلم کے کئی لہجات ہوتے ہیں اسی طرح عربی میں بھی مختلف علاقوں اور قبیلوں کے اعتبار سے لہجوں میں فرق پایا جاتا ہے، جو ایک فطری بات ہے۔ نزول قرآن کے وقت عرب اپنے مخصوص لہجوں میں ہی کلام کرتے تھے اور ان لہجوں پر حمیت اور فخر کا اظہار کرتے تھے۔ انہیں چھوڑنے کے لئے کسی طرح بھی تیار نہیں تھے، کیونکہ وہ ان کی پہچان کا ذریعہ تھے۔ دوسری بات یہ تھی کہ وہ بوڑھے مرد اور عورتیں جن کی اپنے لہجوں پر کلام کرتے کرتے عمر بیت چکی تھی، ان کے لئے لہجہ بدلنا امر محال تھا۔ اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے جناب نبی کریم ﷺ کی جبرئیل علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«يَا جِبْرَئِيْلُ إِنِّيْ بُعِثْتُ إِلَى أُمَّةٍ أُمِّيِّيْنَ مِنْهُمُ الْعَجُوْزُ، وَالشَّيْخُ الْكَبِيْرُ، وَالْغُلَامُ وَالْجَارِيَةُ وَالرَّجُلُ الَّذِيْ لَمْ يَقْرَأْ كِتَاباً قَطُّ، قَالَ يَا مُحَمَّدُ ﷺ إِنَّ الْقُرْآنَ أُنْزِلَ عَلَى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ»

''اے جبرئیل علیہ السلام مجھے اُمیوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہے۔ جن میں بوڑھی عورتیں، بوڑھے مرد، چھوٹے بچے اور بچیاں اور ایسے لوگ ہیں جنہوں نے کبھی کتاب نہیں پڑھی (تو سیدنا جبرئیل علیہ السلام نے جواب دیا) اے محمد ﷺ قرآن سبعہ احرف پر نازل کیا گیا ہے۔'' [تحفة الأحوذي:٨/٢١٢]

مذکورہ وجوہات کو مدنظر رکھتے ہوئے قرآن کو سبعہ احرف پر نازل کیا گیا ہے جو آج قراءات عشرہ متواترہ کی صورت میں ہمارے پاس موجود ہے۔ اگر قراءات کو صوتی صورت (ریکارڈنگ) میں محفوظ کرلیا جائے تو قراءات کا اختلاف اداء کے ساتھ محفوظ ہوجائے گا جو حفاظت قراءات کا ایک بہترین طریقہ ہے۔

❸ قراءات شاذہ کی تلاوت سے روک تھام

قرآن کریم کا وہ حصہ جو عرضۂ اخیرہ میں منسوخ ہوگیا تھا یا وہ کلمات جن کا تعلق تفسیر سے تھا اور بعض صحابہ نے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن کا حصہ سمجھ کر اسے قرآن میں شامل کرلیا تھا یا وہ قراءات جو قراءات متواترہ کے ثبوت کے اصولوں پر پوری نہیں اترتیں انہیں قراءات شاذہ کہتے ہیں۔ جیسے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب قراءت ﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ (فی مواسم الحج)﴾ [البقرة:۱۹۸]

سیدہ عائشہ اور سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب قراءات ﴿حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى (هی صلوة العصر)﴾ [البقرة:۲۳۸]

سیدنا سعد بن ابی وقاص کی طرف منسوب قراءات ﴿وَلَهُ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ (من أم)﴾ [النساء:۱۲] ہے۔

مصاحف عثمانیہ میں مواسم الحج، صلوٰة العصر اور من أم کے الفاظ نہیں تھے۔ یہ تمام قراءات شاذہ ہیں۔ انہیں اور ان جیسے دوسرے کلمات کو بطور قرآن تلاوت کرنا ناجائز ہے۔

جب قراءات قرآنیہ ریکارڈ ہوجائے گیں تو اس سے خود بخود متعین ہوجائے گا کہ اس کے علاوہ قراءات کے باب میں پایا جانے والا اختلاف قرآن کے قبیل سے نہیں ہے۔ اس سے وہ قراء جو لاعلمی کی بناء پر قراءات شاذہ پڑھتے ہیں باز آجائیں گے اور عوام کے لئے قراءات متواترہ اور شاذہ کے مابین فرق کرنا آسان ہوجائے گا۔

جمع صوتی کے حوالے سے کلّیة القرآن، جامعہ لاہور الاسلامیہ اور دیگر اداروں کا کام

کلیة القرآن الکریم، جامعہ لاہور الاسلامیہ

جمع صوتی کے حوالہ سے کلیة القرآن کی خدمات بھی قابل تعریف ہیں اور یہ شوق کیونکہ موسس کلیہ استاذ القراء قاری محمد ابراہیم میر محمدی حفظہ اللہ کا بھی تھا کہ قرآن کریم کی تلقّی بھی محفوظ ہونی چاہئے، جس پر انہوں نے یہاں رہتے ہوئے مصحف المعلم ریکارڈ کروایا اور بعد میں روایت ورش بھی ریکارڈ کروائی، جس کی تفصیل آئندہ آئے گی۔

یہ بات یقینی ہے کہ استاد کے اندر کسی چیز کا شوق پایا جائے گا تو وہ یقیناً طلبا کی طرف بھی منتقل ہوگا، اسی وجہ سے کلیة القرآن کے حالیہ مدیر اور حضرت قاری صاحب حفظہ اللہ کے ہونہار شاگرد ڈاکٹر قاری حمزہ مدنی حفظہ اللہ نے اس کام کو آگے بڑھایا۔ محترم قاری حمزہ مدنی حفظہ اللہ کی جہاں علم قراءات کے فنی موضوعات پر گہری نظر ہے، وہاں اللہ نے انہیں خوش آوازی کی نعمت سے بھی نوازا ہے۔ اس وجہ سے تقریباً عرصہ دس سال سے مسلسل دولة الکویت میں اور گذشتہ سال سے متحدہ عرب امارات (دبئ) میں تراویح اور قیام اللیل کی امامت کروا رہے ہیں۔ انہیں اللہ تعالی نے یہ توفیق بخشی کہ انہوں نے قیام اللیل کو مختلف قراءات میں کروانے کا طریقہ جاری کیا اور اسی پس منظر میں یہ حالات بن گئے کہ مختلف قراءات میں قراءات کی ریکارڈنگ کی ایک لہر چل پڑی، جس کی ابتداء انہی کی ایک کیسٹ سے ہوئی یوں ہوئی کہ تیسویں پارے کو بیس روایات میں ریکارڈ کروا کر نشر کیا جانے لگا۔ بعدازاں اسی کام کو آگے بڑھاتے ہوئے انہوں نے پورے قرآن مجید کو اسی پارے کی مثل بیس روایات میں ریکارڈ کروایا، جو کہ عالم اسلام میں اپنی نوعیت کا پہلا کام تھا۔ اس کے بعد قاری صاحب موصوف حفظہ اللہ نے یہ پروگرام ترتیب دیا کہ قراءات عشرہ میں سے ہر ایک روایت میں مکمل قرآن ریکارڈ کروایا جائے، چنانچہ الحمد للہ اب تک وہ چار عدد قرآن پاک مختلف روایات میں ریکارڈ کروا چکے ہیں، جن میں روایت اِسحاق عن خلف العاشر، روایت ادریس عن خلف العاشر، روایت ابی الحارث عن

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الکسائی اور روایت دوری عن الکسائی شامل ہیں، جو نظر ثانی کے بعد اب اشاعت کے مراحل میں ہیں۔ اللہ ان کو اور پورے کلیہ کو اس سلسلہ میں کام مزید آگے بڑھانے اور اس پروگرام کو مکمل کرنے کی توفیق دے۔ آمین

مجمّع الملك فهد بن عبدالعزيز

بیسویں صدی میں خدمت قرآن کے سلسلہ میں جو کام مجمع ملک فہد نے کیا ہے، ماضی کی تاریخ میں شائد ہی اس کی مثال مل سکے۔ جمع صوتی کے سلسلہ میں سب سے پہلے مجمع ملک فہد کی زیرنگرانی سعودیہ سے باقاعدہ إذاعة القرآن الرياض کی طرف سے ایک پروگرام نشر کیا جاتا رہا ہے، جس میں تلاوت کا انداز یہ تھا کہ ایک قاری استاد کے سامنے قراءات سبعہ میں جمع الجمع کے اُسلوب پر اجراء کرتا تھا۔ اس پروگرام کا سبب یہ بنا کہ ریڈیو سعودی عرب کے بعض ذمہ داران جامعہ اسلامیہ، مدینہ منورہ کے دورہ کے لئے آئے۔ اسی دوران جب ان کا مسجد میں جانا ہوا تو وہاں بعض طلباء بیٹھے اجراء کر رہے تھے۔ زائرین کے طلب کرنے پر جب طلباء نے بتایا کہ ہم قراءات سبعہ پڑھ رہے ہیں تو انہوں نے کہا کہ اس طرح کچھ حصہ ہمیں ریکارڈ کروائیں، جس پر شیخ القراء قاری احمد میاں تھانوی ﷾ نے جمع الجمع میں سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کی۔ بعدازاں سامعین میں اس طرزِ تلاوت کو اس قدر پذیرائی حاصل ہوئی کہ انہوں نے ریڈیو سے مطالبہ کیا کہ یہ پروگرام باقاعدہ نشر کیا جائے۔ پاکستان کے لیے خوش قسمتی کی بات ہے کہ اس پروگرام میں جن بنیادی دو قراء نے ریکارڈنگ کروائی ان کا تعلق پاکستان سے تھا۔ میری مراد شیخ القراء قاری اَحمد میاں تھانوی ﷾ اور شیخ القراء قاری محمد ابراہیم میر محمدی ﷾ سے ہے، جن کی آواز میں ایک لمبا عرصہ قرآن کریم متعدد قراءات کے جمع کے ساتھ ریڈیو ریاض سے نشر ہوتا رہا، جو کہ بہت ہی قیمتی سرمایہ ہے۔

اس کے علاوہ مجمع نے سابق امام مسجد نبوی الشیخ محمد ایوب ﷾ اور شیخ المدینہ الشیخ ابراہیم الاخضر ﷾ کی آواز میں روایت حفص میں معیاری تلفظ کے ساتھ المصحف المرتّل نشر کیا، جو اہل اداء کے لیے ایک گراں قدر خزانہ ہے۔ بعدازاں الشیخ علی عبدالرحمٰن الحذیفی ﷾ کی آواز میں مجمّع سے روایت قالون عن الامام نافع میں معیاری اداء کے ساتھ المصحف المرتّل ریکارڈ ہو کر نشر ہوا۔ اس کے بعد عالم اسلام میں روایت حفص کی مثل معروف دوسری روایت ورش عن الامام نافع کی ریکارڈنگ کا پروگرام بنایا گیا۔ روایت ورش کی اداء کی باریکیوں کے پیش نظر مناسب قاری کا انتخاب مشکل مرحلہ تھا، لیکن اللہ کی قدرت کاملہ دیکھیں کہ اس اہم معاملہ کے لیے جب نظر انتخاب پڑی تو تلاوت کی سعادت کے لیے استاذ ناوسیدنا شیخ القراء قاری محمد ابراہیم میر محمدی ﷾ کا نام نامی سامنے آیا۔ یہاں ایک جو انتہائی اہم کام جس کا تذکرہ ضروری ہے، وہ یہ ہے کہ کبار قراء مصر اور اساطین علم کی موجودگی میں اس ریکارڈنگ کا اہتمام کیا گیا۔ ان اساطین علم میں الشیخ سید عامر عثمان ؒ، الشیخ عبدالعزیز الزیات ؒ، الشیخ ابراہیم شحاتہ السمنّودی ؒ، الشیخ عبد الفتاح المرصفی ؒ اور دیگر اہل علم شامل تھے۔ یہ قرآن بعض وجوہات کی وجہ سے مکمل تو نہیں ہو پایا، لیکن جس قدر کام ہوا، بہت اہم ہے، جس کی نظیر ملنا مشکل ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عالمی ادارہ دارالسلام، ریاض

اس کے علاوہ پبلشنگ کے عالمی ادارے دارالسلام نے بھی اس عظیم کام میں اپنا ایک حصہ ڈالا ہے، جس کی تفصیل یہ کہ حضرت قاری محمد ابراہیم میر محمدی ﷾ کی آواز میں ایک مصحف المعلّم تیار کیا گیا ہے، جو تقریباً ۴۰ کیسٹس پر مشتمل ہے۔ یہ انتہائی گراں قدر خدمت ہے۔ اس کا انداز یوں ہے کہ قرآن کریم میں اوقاف سے قطع نظر سکھانے کی غرض سے ہر اس کلمہ پر وقف کیا گیا ہے۔ مختصر اوقاف کی بدولت ہر سطح کا طالب علم اس سے مکمل فائدہ اٹھا سکتا ہے اور پھر حدر کے بجائے تحقیق کا انداز اپنایا گیا ہے، تاکہ سامع پوری طرح حروف کی اَداء کو ذہن نشین کر کے تلاوت کرے۔ اللہ تعالیٰ قاری صاحب ﷾ کی اس محنت شاقہ کو قبول فرمائے اور دارالسلام کے تعاون کا انہیں پورا پورا صلہ دے۔ اس کے علاوہ دارالسلام، لاہور نے حضرت قاری محمد ابراہیم میر محمدی ﷾ کی ہی آواز میں روایت ورش میں بھی مکمل قرآن پاک ریکارڈ کیا ہے۔ اس علمی کام کے علاوہ دارالسلام عالم اسلام کے معروف قراء کی آواز میں سینکڑوں کیسٹس اور سی ڈیز نشر کر چکا ہے۔ اللہ ان کی مساعی جمیلہ کو قبول فرمائے۔ آمین

تسجیلات حنین الاسلامیة، مکہ مکرمہ

اگر آپ کو بیت اللہ کی زیارت نصیب ہوئی ہو تو آپ کو یاد ہوگا، کہ جب آپ بیت اللہ کے صحن سے اپنی آغوش کو رحمت الٰہی سے بھر کر باب عبدالعزیز سے نکلتے ہوں گے تو آپ کے کانوں سے تلاوت قرآن اور عربی ترانوں کی بہت خوبصورت آوازیں ٹکراتی ہوں گی۔ اگر آپ ان آوازوں کی طرف چل دیں، تو جس مقام پر آپ پہنچیں گے، اُسے تسجیلات حنین الاسلامیة کہتے ہیں۔ ہمارے علم کے مطابق صوتیات کے سلسلہ میں اگر فن قراءات کی کسی ادارے کی سب سے زیادہ خدمات ہیں تو وہ یہی ادارہ ہے، جو اب تک روایت حفص کے علاوہ بیس کے قریب دنیا کے معروف مجودین قراء کی آواز میں قرآن کریم متعدد قراءات میں نشر کر چکا ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

① مصری دنیا کے استاد القراء والمقاری اور لجنة مراجعة المصاحف، جامعہ الازہر کے رئیس الشیخ اَحمد عیسیٰ المعصراوی ﷾ کی آواز میں چار مختلف سیٹ نشر کیے جا چکے ہیں، جن میں آخری چار پاروں میں سے ہر ایک کو بیس بیس روایات میں ریکارڈ کیا گیا ہے اور چار مختلف البموں کی صورت میں نشر کیا گیا ہے۔

② الشیخ محمد عبدالحکیم عبداللطیف عبداللہ ﷾ کی آواز میں اہل حنین پانچ روایات میں قرآن کریم نشر کر چکے ہیں، جن میں روایة شعبہ عن الامام عاصم، روایة البزی وروایة قنبل عن عبداللہ بن کثیر المکی، روایت حفص عن الامام عاصم بطریق طیبة النشر اور روایت الدوری عن علی الکسائی شامل ہیں۔

③ دولة قطر کے معروف استاد الشیخ عبدالرشید بن شیخ علی الصوفی ﷾ کی آواز میں پانچ روایات روایت الدوری و روایت السوسی عن الام ابی عمرو بصری، روایت خلف عن حمزہ الکوفی، روایت شعبہ عن الامام عاصم اور روایت ابی الحارث عن علی الکسائی میں قرآن پاک نشر ہو چکے ہیں۔

④ الشیخ ولید علی محمد النائحی ﷾ کی آواز میں مصحف قالون عن الامام نافع بھی نشر ہو چکا ہے۔

⑤ کویت کے مایہ ناز عالم قاری الشیخ ڈاکٹر یاسر المزروعی ﷾ کی صوت میں قراءت یعقوب بھی نشر ہو چکی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

⑥ مراکش کے معروف قاری الشیخ عیون الکوشی ﷾ کی آواز میں حنین نے روایت ورش عن نافع بھی نشر کی ہے۔
تسجیلات حنین کے طرف سے نشر شدہ یہ تمام مصاحف کلّیۃ القرآن الکریم، جامعہ لاہور کے مکتبہ میں موجود ہیں۔ ہم بارگاہ الٰہی میں دعا گو ہیں کہ باری تعالیٰ انہیں مزید خدمت قرآن کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

تسجیلات حامل المسك الإسلامية، الكويت

کویت میں تسجیلات کا عالمی ادارہ حامل المسك بھی خدمت قرآن میں پیش پیش ہے، جو کہ مصر کے عالمی ادارہ تسجیلات ہائی کوالٹی اور سعودیہ کی سب سے بڑی ریکارڈنگ کمپنی تسجیلات ابن الخطاب الاسلامیہ، الریاض کے ہمراہ عرصہ دراز سے قراءاتِ قرآنیہ کی نشر واشاعت میں مشغول ہے۔ کلّیۃ القرآن، جامعہ لاہور الاسلامیہ کے تعارف میں ہم نے الشیخ ڈاکٹر قاری حمزہ مدنی ﷾ کے کام کا تذکرہ کیا تھا، اس کے ریکارڈنگ اور نشر کا اہتمام بھی ادارہ حاملُ المسك ہی کر رہا ہے۔ اس ادارہ کے مزید کاموں کی تفصیل درج ذیل ہے:

① الشیخ عثمان الخمیس مصری ﷾ کی آواز میں مصحف رویس عن یعقوب ریکارڈ ہو کر نشر ہو چکا۔
② ڈاکٹر یاسر المزروعی ﷾ کی آواز میں روایت بزی و قنبل عن ابن کثیر المکی بھی ریکارڈ ہو چکی ہے۔
③ الشیخ محمود الشیمی مصری ﷾ روایت دوری عن علی الکسائی ریکارڈ کروا چکے ہیں اور یہ مصحف بھی نشر ہو چکا۔
④ حامل المسك الاسلامیہ نے کویت کے معروف قاری الشیخ صلاح الہاشم ﷾ کی آواز میں روایت حفص کا معیاری اداء کے ساتھ قرآن کریم بھی نشر کیا ہے اور متعدد روایات میں بعض کیسٹس اور سی ڈیز بھی نشر کی ہیں۔
⑤ الشیخ القاری مشاری بن راشد العفّاسی ﷾ کی آواز میں مختلف روایات میں ۸۰ کے قریب کیسٹس اور سی ڈیز نشر کر چکے ہیں، جن میں روایت شعبہ وروایت حفص عن الامام عاصم الکوفی کے مکمل قرآن کی ریکارڈنگ بھی شامل ہے۔ ان مصاحف کی ریکارڈنگ میں یہ اہتمام کیا گیا ہے کہ شیخ المقاری المصریۃ ڈاکٹر عیسیٰ المعصراوی ﷾ کی موجودگی میں فنی اہتمامات کے ساتھ یہ ریکارڈنگ مکمل ہوئی ہے۔ الشیخ مشاری ﷾ نے یہ اعلان کیا ہے کہ وہ آئندہ بیس سالوں میں ہر سال ایک روایت کی ریکارڈنگ کروا کر جمع صوتی کے اہم منصوبہ کو مکمل کریں گے۔

تیسرا مرحلہ: جمع کتابی

اس کو ہم نے دو حصوں میں تقسیم کیا ہے:

① تاریخی پس منظر ② جمع کتابی

① تاریخی پس منظر

مصاحف عثمانیہ جب مختلف بلادِ اسلام میں پہنچے تو لوگوں نے نامہ الٰہی کو دل و جان سے قبول کیا اور ان کو سامنے رکھ کر مزید کئی مصاحف تیار کئے جن کو مصاحف عثمانیہ کا سا ہی تقدس حاصل ہوا، لیکن یہ نقول بھی مصاحف عثمانیہ کی طرح

☆ تفصیلی بحث کے لئے شیخ عبدالفتاح قاضی کی کتاب تاریخ المصحف کا مطالعہ کریں جس کا ترجمہ ماہنامہ محدث میں چار قسطوں میں شائع ہو چکا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نقطوں اور اعراب سے خالی تھیں۔ کافی عرصہ تک لوگ انہی مصاحف سے تلاوت کرتے رہے لیکن جب سلطنت اسلامیہ بہت زیادہ وسیع ہوگئی اور عجمی لوگ بکثرت اسلام میں داخل ہوگئے تو ان کے لئے نقطوں اور اعراب کے بغیر تلاوت کرنا ناممکن تھا۔ اور بعض دفعہ ان سے دوران تلاوت بہت فحش غلطیاں صادر ہوجاتی تھیں۔ جس پر زیاد بن ابیہ نے أبو الأسود الدؤلی کو اس کام کے لئے منتخب کیا۔ انہوں نے اعراب قرآن کو پہلی مرتبہ نقطوں کی شکل میں واضح کیا۔ ان کو نقط اعراب کہتے ہیں اور حروف معجمہ اور مہملہ کے مابین فرق کرنے کے لئے یحییٰ بن یعمر عدوانی رحمہ اللہ اور نصر بن عاصم اللَّیثی رحمہ اللہ نے نقطے لگائے جن کو نقطہ الاعجام کہا جاتا ہے۔ بعد میں امام خلیل بن احمد فراہیدی رحمہ اللہ نے نقطہ الاعراب کو حرکات کی شکل دی اور مزید یہ کام ہوا کہ قرآن کریم کو پاروں، رکوعات، منازل اور احزاب میں تقسیم کیا گیا۔ اس کے بعد ہر دور میں کسی نہ کسی طرح قرآن کی خدمت جاری رہی اور خصوصاً کتابت قرآن پر بہت کام ہوا، مثلاً مختلف رنگوں میں مختلف خطوں میں چاندی اور سونے کے پانی اور تاروں سے کتابت قرآن ہوئی۔ یہاں تک کہ دور طباعت شروع ہوا اور پوری دنیا میں قرآن کی طباعت مقابلہ کے انداز میں ہونے لگی، لیکن یہاں ایک غلطی ہوئی کہ ناشرین قرآن نے رسم عثمانیہ کا التزام ترک کردیا اور ایشیا میں یہ کام زیادہ ہوا۔ علماء اور قراء اس کمی کو شدت سے محسوس کرے رہے تھے۔

بالآخر مصر کے ایک بہت بڑے عالم علامہ رضوان بن محمد مخلّلاتی رحمہ اللہ نے دوبارہ رسم عثمانی کے احیاء کے لئے اقدام کیا اور ایک مصحف رسم عثمانی کے موافق شائع کردیا۔☆ اگر میں یہاں یہ بات کہوں تو بے جا نہ ہوگا کہ وہی تحریک جس کی ابتداء حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کی تھی اور ابوالأسود رحمہ اللہ، یحییٰ بن یَعْمَر رحمہ اللہ اور خلیل احمد فراہیدی رحمہ اللہ جیسے علماء نے جسے ترقی دی، دوبارہ پھر شروع ہوگئی۔ علامہ مخلّلاتی رحمہ اللہ نے بہت عظیم الشان کام کیا، لیکن اس میں ایک دو کمیاں رہ گئی تھیں۔ ایک تو یہ اس مصحف میں علم ضبط کی پابندی نہیں کی گئی تھی، بلکہ مروجہ ضبط کے موافق شائع کردیا گیا اور دوسرا طباعت اور کاغذ کا معیار اچھا نہیں تھا۔ چنانچہ والی مصر الملک فواد الاوّل مرحوم نے حکومتی سطح پر دوبارہ شائع کرنے کا پروگرام بنایا اور علامہ خلف الحسینی رحمہ اللہ کی سربراہی میں ایک کمیٹی تشکیل دے دی جنہوں نے رسم عثمانی اور علم ضبط کے قواعد کے مطابق ایک مصحف تیار کیا، جسے حکومت مصر نے بہترین انداز میں شائع کیا۔ یہ تسلسل برقرار رہا، یہاں تک کہ خادم الحرمین الشریفین الملك فهد بن عبد العزيز رحمہ اللہ نے دوبارہ ایک مصحف شائع کرنے کا پروگرام بنایا اور اس کام کے لئے مجمّع الملك فهد کے نام سے قرآن کریم کی نشرواشاعت کے لیے ایک عالمی ادارہ قائم کیا، جس میں اس وقت کے کبار علماء قراءات وعلوم قرآن کو مصر اور دیگر بلادِ اسلامیہ سے جمع کیا، جنہوں نے باقاعدہ رسم عثمانی اور ضبط کا اہتمام کرتے ہوئے پوری محنت اور کوشش کے ساتھ ایک معیاری مصحف تیار کیا، جس کو بعد ازاں مجمّع نے شائع کیا۔ ہماری معلومات کے مطابق عالم اسلام میں مصحف مدینہ علمی وطباعتی معیار میں پہلا مقام رکھتا ہے۔ اس کام کی تکمیل کے بعد مجمع نے پروگرام بنایا کہ دنیا میں پڑھی جانے والی دیگر تین روایات میں بھی اسی معیار کے مطابق مصاحف شائع کیے جائیں، لہٰذا دنیا میں تلاوت کی جانے والی باقی تین روایات قالون، ورش اور دوری بصری کے مصاحف بھی مجمّع نے اسی معیار پر شائع کیے، جس معیار پر قبل ازیں روایت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حفص کو نشر کیا تھا، جس سے اِن روایات میں پایا جانے والا وہ اختلاف، جو کتب قراءات میں موجود تھا، مصاحف کی شکل میں عملی طور پر سامنے آ گیا۔

❷ جمع کتابی

جمع کتابی سے ہماری مراد وہی کام جسے مجمّع الملك فهد نے شروع کیا ہے، آگے بڑھانا ہے۔ جس طرح مجمّع الملك فهد نے چار متداولہ روایات پر مصاحف نشر کئے ہیں، اسی طرح باقی وہ تمام روایات جو قراءات عشرہ کے نام سے کلیات اور مدارس میں پڑھی پڑھائی جاتی ہیں اور علمی طور پر موجود ہیں اور قراءات کے بے شمار علماء دنیا بھر میں موجود ہیں، جو خدمت قرآن میں اپنی زندگیاں صرف کر رہے ہیں اور ہزاروں کی تعداد میں طلبہ قراءات کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں، اس کو عملی طور پر مصاحف کی شکل میں شائع کیا جائے، تاکہ وہ روایات جو کتب میں موجود ہیں اور زبانی پڑھی پڑھائی جاتی ہیں عملی اور کتابی طور پر مصاحف کی صورت میں سامنے آ جائیں۔ یہ مبارک کام اگر ہو جائے تو کئی اہم فوائد حاصل ہو سکتے ہیں، جنہیں زبانی بحث و مباحثہ سے ہم حاصل نہیں کر سکتے۔ ان فوائد میں سے چند اَہم فوائد ہم ذیل میں ذکر کرتے ہیں:

جمع کتابی کے فوائد

❁ **پہلا فائدہ:** قراءات متواترہ کو مصاحف کی شکل میں جمع کرنے کا سب سے اہم فائدہ یہ ہے کہ اس سے تا قیامت فتنہ انکار قراءات کا عوامی سطح پر قلع قمع ہو جائے گا۔ کوئی بھی شخص اگر انکار قراءات کی طرف پیش قدمی کرنا چاہے اور عوام کو اس کے مقابلہ میں مصحف پیش کر دیا جائے تو عوام اس کی بات پر کان دھرنے کے بجائے اس کے درپے ہو جائیں کہ تو قرآن کا انکار کرتا ہے۔

❁ **دوسرا فائدہ:** حجیت قراءات کے لئے عوام کی سطح پر خاص علمی دلائل دینے کی چنداں ضرورت نہیں رہے گی۔ صرف قرآن کا دکھا دینا ہی کافی ہوگا جس سے وہ مطمئن ہو جائیں گے۔ اگر ابتداء مطمئن نہ بھی ہوں تو کم از کم انکار نہیں کر سکیں گے کیونکہ اگر انکار کیا تو قرآن کا انکار لازم آئے گا۔

❁ **تیسرا فائدہ:** جمع کتابی کا تیسرا فائدہ یہ ہے کہ آج کل دنیا میں قرآن کے متعلق جو نمائشیں ہوتی ہیں، جن میں قرآن کریم مختلف شکلوں، مثلاً چھوٹے ترین یا بڑے ترین خط میں قرآن، ایک بینر پر لکھا ہوا مکمل قرآن، قرآن کے قدیم سے قدیم نسخہ جات، مختلف خطوں میں لکھے ہوئے متعدد قرآنوں کی صورت میں پیش کیا جاتا ہے، جو کہ مسلمانوں کی قرآن سے محبت کی غمازی کرتی ہیں، لیکن اس کے ساتھ ساتھ اگر جمیع روایات میں شائع شدہ قرآن بھی موجود ہوں گے تو ایسی نمائشوں میں ایک علمی اضافہ ہوگا جس سے ان کی اہمیت مزید بڑھے گی۔

❁ **چوتھا فائدہ:** جمع کتابی کا ایک انتہائی اہم فائدہ یہ ہے کہ فتنہ انکار حدیث کی سرکوبی ہوگی، کیونکہ انکار حدیث کا ایک اہم سبب یہ بھی ہے کہ احادیث سے قراءات کا ثبوت ہوتا ہے جو کہ منکرین قراءات کے مطابق قرآن کی قطعیت کے منافی ہے۔ لہٰذا وہ احادیث جن میں قراءات کا ذکر ہے غیر مستند ہیں اور جن راویوں سے وہ روایات

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منقول ہیں وہ غیر ثقہ ہیں۔ جب قراءات مصاحف کی شکل میں میں موجود ہوں گی تو جس طرح قراءات کا انکار ناممکن ہوگا اسی طرح انکار حدیث جو قراءات کی بنیاد پر کیا جاتا ہے، ختم ہوجائے گا اور اس سے انکار حدیث کی باقی بنیادوں پر بھی زد پڑے گی۔

❁ **پانچواں فائدہ:** جمع کتابی کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ کسی بھی روایت کا مصحف جب تحقیق کے بعد شائع ہوجاتا ہے تو وہ رسم اور ضبط میں معیار بن جاتا ہے۔ پھر جب بھی کوئی مسئلہ پیش آئے تو مصحف کی طرف رجوع کرلیا جاتا ہے۔ اسی طرح جن روایات میں مصحف شائع ہو چکے ہیں وہ رسم اور ضبط میں بھی ایک معیار بن چکے ہیں اور جن روایات میں مصاحف شائع نہیں ہوتے اور ان میں پایا جانے والا اختلاف شائع شدہ مصاحف میں موجود بھی نہیں ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ مصاحف مطبوعہ میں اشمام الحرکۃ بالحرکۃ کی مثال تو موجود ہے جیسے قیل لیکن کسی بھی مصحف میں اشمام الحرف بالحرف کی مثال موجود نہیں۔ جس طرح صراط اور اصدق میں ص اور زاء کا اشمام اگرچہ کتب میں موجود ہے۔ اسی طرح امام یعقوب کی قراءات میں یاءات زائد کی ہے جو یاءات زوائد وقف اور وصل دونوں میں پڑھی جاتی ہیں ایسی مثالوں کے لئے بھی مصاحف کی صورت میں معیار مقرر رکرنے کی ضرورت ہے جو کہ جمع کتابی کی صورت میں حاصل ہوجائے گا۔

جمع کتابی کے سلسلہ میں کلّیۃ القرآن، جامعہ لاہور الاسلامیہ اور دیگر اداروں کی خدمات

کلّیۃ القرآن الکریم، جامعہ لاہور الاسلامیہ

کلیۃ القرآن، جامعہ لاہور الاسلامیہ نے جہاں خدمتِ قرآن کے بہت سے سلسلے شروع کر رکھے ہیں، وہاں جمع کتابی کے سلسلہ میں بھی کسی سے پیچھے نہیں رہا اور اس میں وہ کام کیا ہے کہ جو تاریخ اسلام میں اپنی نوعیت اور جامعیت کے اعتبار سے یگانہ حیثیت کا حامل ہے۔ وہ یہ کہ قراءات قرآنیہ عشرہ متواترہ، جو کہ کلیات اور مدارس میں صدیوں سے پڑھائی جارہی ہیں اور جیسا کہ ہم نے پہلے کہا کہ قواعد وضوابط اور پڑھنے کے انداز تو کتبِ قراءات میں موجود ہیں، لیکن باقاعدہ مصاحف کی شکل میں موجود نہیں ہیں، کلّیۃ القرآن الکریم، جامعہ لاہور کے فضلاء میں سے تقریباً بارہ محقق اساتذہ نے محنتِ شاقہ فرما کر تین سال کے عرصہ میں وہ تمام غیر متداولہ قراءات میں سولہ مصاحف تیار کر لیے ہیں اور جیسا کہ راقم نے پہلے عرض کیا ہے کہ یہ کام اپنی نوعیت اور جامعیت کے حوالے سے تاریخ اسلامی کا پہلا کام ہے۔ یہ کام کویت کے عالمی ادارہ حامل المسك الاسلامیہ کی سربراہ تنظیم لجنة الزكاة للشامية والشويخ کے ایما کیا گیا ہے، جس کی مراجعت کے لیے مذکورہ تنظیم کے ذمہ داران کا لجنة مراجعة المصاحف، مصر سے تعاقد ہے اور آج کل یہ مشروع اسی ادارہ کے زیر اہتمام تنفیذی مراحل میں ہے۔

ان مصاحف کی تیاری میں مجمع الملك فهد کی طرف سے شائع کردہ روایتِ حفص کے مصحف کو اساس بنایا گیا ہے اور قراءاتِ عشرہ کے متعدد اختلافات کے مطابق علم رسم، علم ضبط اور علم الفواصل کی فنی تفصیلات کا لحاظ کرتے ہوئے رسمِ مصحف میں تبدیلیاں کردی گئی ہیں۔ ذیل میں ہم متعدد علوم سے متعلق ان کتب کی ایک فہرست ذکر کرتے ہیں، جن کی روشنی میں اس سارے علمی کو سرانجام دیا گیا:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتب علم قراءات

① جامع البیان فی القراء ات السبع المتواترۃ از امام ابوعمرو دانی رحمہ اللہ
② النشر فی القراء ات العشر از امام ابن جزری رحمہ اللہ
③ غیث النفع فی القراء ات السبع از امام صفاقسی رحمہ اللہ
④ عنایات رحمانی شرح شاطبیۃ از استاد القراء قاری فتح محمد پانی پتی رحمہ اللہ
⑤ البدور الزاھرۃ فی القراء ات العشر المتواترہ من طریقی الشاطبیہ والدرۃ از شیخ عبدالفتاح القاضی رحمہ اللہ
⑥ مصحف دارالصحابۃ بالقراء ات العشر المتواترۃ از جمال الدین محمد شریف حفظہ اللہ
⑦ القراء ات العشر فی ھامش القرآن الکریم از محمد کریم راجح حفظہ اللہ
⑧ أجزاء مختلفۃ فی القراء ات العشر المتواترۃ از قاری رحیم بخش پانی پتی رحمہ اللہ

کتب علم رسم

① المقنع فی معرفۃ رسم المصاحف والامصار از امام دانی رحمہ اللہ
② المحکم فی نقط المصاحف از امام دانی رحمہ اللہ
③ کتاب المصاحف از امام ابوبکر عبداللہ بن سلیمان بن اشعث السجستانی بالمعروف بابن ابی داؤد رحمہ اللہ
④ مختصر التبین لھجاء التنزیل از امام ابوداؤد سلیمان بن نجاح رحمہ اللہ
⑤ عقیلۃ أتراب القصائد از امام ابوالقاسم شاطبی رحمہ اللہ
⑥ دَلیل الحیران از الشیخ ابراہیم بن احمد المارغنی رحمہ اللہ
⑦ تنبیہ الخَلان علی أعلان بتکمِیْل مَوْردِ الظَّمْـان از علامہ عبدالواحد الاندلسی رحمہ اللہ
⑧ نثر المرجان فی رسم نظم القرآن از محمد غوث بن محمد النائطی رحمہ اللہ
⑨ جامع البیان فی مَعْرفَۃ رسم القرآن از علی اسماعیل الھنداوی رحمہ اللہ
⑩ نفائس البیان فی رسم القرآن از شیخ محمد ادریس العاصم حفظہ اللہ

کتبِ علم ضبط

① کتاب النقط از امام ابوعمرو دانی رحمہ اللہ
② المحکم فی نقط المصاحف از امام ابوعمرو دانی رحمہ اللہ
③ کتاب أصول الضبط و کیفیتہ علی جھۃ الاختصار از امام ابوداؤد سلیمان بن نجاح رحمہ اللہ
④ الطِّراز فی شَرْح ضَبْطِ الخَرَّاز از الامام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ التَّنِّیسِی رحمہ اللہ
⑤ سمیر الطالبین فی رسم وضبط الکتاب المبین از شیخ علامہ علی محمد الضبَّاع رحمہ اللہ
⑥ إرشاد الطالبین إلی ضبط الکتاب المبین از ڈاکٹر محمد سالم المحیسن رحمہ اللہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتب علم الفواصل وعدالآی

① ناظمة الزهر فی علم الفواصل اَز امام ابوالقاسم شاطبی رحمہ اللہ
② بشیر الیسر شرح ناظمة الزهر از علامہ عبدالفتاح القاضی رحمہ اللہ
③ کاشف العسر شرح ناظمة الزهر از قاری فتح محمد پانی پتی رحمہ اللہ
④ هدایات الرَّحیم اَز قاری رحیم بخش پانی پتی رحمہ اللہ

مجمّع الملك فهد بن عبدالعزیز

گذشتہ صفحات میں ہم مجمع کی جمع کتابی کے سلسلہ میں خدمات پر روشنی ڈال چکے ہیں کہ مجمّع ملك فهد نے روایت حفص کے علاوہ باقی تین متداول روایات میں مصاحف شائع کرکے باقاعدہ اس کام کی بنیاد ڈالی ہے، یقیناً وہ اس بارے میں ہونے والے کام کے اجراء میں برابر کے شریک ہیں، کیونکہ جس فکرہ کے مطابق ذمہ داران کلیہ القرآن یہ کام شروع کیا تھا وہ مجمع کے کام ہی سے سامنے آیا۔ مجمّع ملك فهد کا علمی کام کون سے شیوخ نے کن کتب کے روشنی میں کیا، اس کی تفصیل ہر ایک مصحف کے آخر میں موجود ہے۔

ہماری حالیہ اطلاعات کے مطابق مجمّع الملك فهد نے بھی روایاتِ غیر متداولہ پر کام شروع کردیا ہے۔ اللہ تعالیٰ جمع کتابی کے مشروع کے سلسلہ میں اہل جہد کی مبارک کاوشوں بارآور فرمائے۔ آمین

دارالقراء ات البانیة

جمع کتابی کے سلسلہ میں علاقہ البانیہ کا ایک ادارہ دار القراء ات بھی کام کررہا، جس کے تحت قراءات سبعہ کی چودہ مرویات میں سے غیر متداولہ قراءات کی طباعت کا مشروع جاری ہے۔ اہل ادارہ نے اپنے کام کے تعارف کے لیے باقاعدہ ایک ویب سائٹ بھی بنا رکھی ہے۔ طباعت مصاحف کی سلسلہ میں اس ادارہ کا انداز یہ ہے کہ ایک ایک مصحف کی تیاری کرکے اس کی تکمیل کرتے ہیں اور پھر دوسرے مصحف پر کام شروع کرتے ہیں۔ یہ ادارہ فی الحال دو مصاحف یعنی مصحف بزی اور مصحف قنبل پر کام مکمل کرچکا ہے اور لجنة مراجعة المصاحف مصر کے رئیس شیخ القراء ڈاکٹر احمد عیسیٰ معصراوی حفظہ اللہ کی زیرنگرانی تیرہ افراد کی کمیٹی ان دونوں مصاحف کی مراجعت کرچکی ہے اور یہ مصاحف طباعت کے مرحلہ میں ہیں۔ اہل ادارہ آج کل روایت ہشام اور روایت ابن ذکوان کی تیاری کے سلسلہ میں کام کررہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں بھی اپنے بابرکت پروگرام مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

نوٹ: چار متداولہ روایات کو مجمع ملک کے علاوہ عالم اسلام کے متعدد ممالک کے مختلف طباعتی اداروں نے بھی نشر کیا ہے۔ وہ مطبوعہ مصاحف جن ان چار روایات میں مختلف مکتبوں کی طرف سے مطبوع ہیں ان میں سے تیس کے قریب اداروں کے مصاحف ہمارے پاس موجود ہیں، جس کی مکمل فہرست آپ ''قراءات متداولہ اوران میں مطبوع مصاحف کا ایک تعارف'' کے زیرعنوان لکھے گئے مقالہ میں دیکھ سکتے ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دعوتِ فکر!

اے اہل قرآن! سلف اپنے حصے کا کام کر چکے ان کے پاس حفاظت قرآن کے جو ذرائع تھے وہ بروئے کار لائے اور حفاظت کلامِ حمید کا حق ادا کر دیا۔اب ہمارے کرنے کے دو کام ہیں ایک تو یہ کہ قرآن کے تلفظ اداء کو محفوظ کریں جس کی طرف مرد درویش ڈاکٹر لبیب سعید رحمہ اللہ نے ہمیں دعوت فکر دی، اپنے حصے کا کام کیا اور مقالہ لکھ کر اپنا پیغام بھی ہم تک پہنچا دیا اب ہمارے ذمہ یہ قرض باقی ہے کہ اس کی کوششیں رنگ لائیں، اس کا لگایا ہوا پودا پھل آور درخت بنے، اس کا ولولہ اہل قرآن کے لئے محرک بنے، اس کے جذبوں کی تپش حاملین قرآن محسوس کریں اور حفاظت قرآنی کا شوق، شوقِ صاحبان نظر بنے۔

ہم منتظر ہیں کہ حمیت قرآنی کا کون سا پیکر اس آواز پر لبیک کہتا ہے؟ کون سا لحن داؤدی کا مالک اپنی آواز کو اس کام کے لئے وقف کرتا ہے؟ کون سا تلفظ واداء کا ماہر اس کارِ خیر کو اپنا مشغلہ بناتا ہے؟ اور کون سا صاحب ثروت اس مبارک کام کے لئے اپنے خزانوں کے منہ کھولتا ہے۔

دوسرا مسئلہ جمع کتابی کا ہے تو اس باب میں ہم نے چند فوائد کی روشنی میں اس کی اہمیت اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے۔ صاحبان علم و بسط کو اس طرف توجہ دینی چاہئے تاکہ ہم حفاظت قرآن کی ذمہ داری سے کلی طور پر عہد براں ہوسکیں۔اس بارے میں علماء کی اگر یہ رائے ہو کہ یہ کام خلاف مصلحت ہے، لہٰذا نہیں کرنا چاہئے تو عرض ہے کہ یہ کام پہلے مجمّع الملك فهد اور دیگر ادارے شروع کر چکے ہیں۔اس کے فوائد جو ہم نے ذکر کئے ہیں اس بات کے متقاضی ہیں کہ یہ کام ہونا چاہئے، لیکن اس کام کو کرنے کے بارے میں ہماری چند سفارشات ہیں:

① یہ کام علمی نوعیت کا ہونا چاہئے عوامی نوعیت کا نہ ہو، تاکہ وہ لوگ جو علم قراءات سے ابتدائی واقفیت بھی نہیں رکھتے وہ کہیں فتنہ کا شکار نہ ہو جائیں۔

② جمیع روایات میں قرآن شائع کرنے کے بعد اس کو پوری دنیا کی لائبریریوں میں پہنچایا جائے۔عوامی سطح پر لانے سے پرہیز کیا جائے البتہ رائے عامہ ہموار کرنے کے بعد عوامی سطح پر بھی لایا جاسکتا ہے۔

③ یہ کام ان اداروں کی زیرنگرانی ہونا چاہئے جو مصاحف کی تیاری اور طباعت میں اتھارٹی کی حیثیت رکھتے ہیں مثلاً مجمع ملک فہد اور ادارہ بحوث علمیہ مصر کی لجنة مراجعة المصاحف وغیرہ۔

اللہ ہمیں قرآن کی خدمت کے لئے چن لے اور ان خدمات کو ذریعہ نجات بنائے۔آمین

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

إِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِئِيْنَ

ماہنامہ رشد کی اِشاعت خاص

[redacted]

یدہ زیب فور کلر ٹائٹل

ئے دین اور ممتاز سکالرز کے علمی مضامین

مفتیان کرام کے فتاویٰ جات

رسول کے متعلق مضامین کا اشاریہ

حات پر مشتمل ضخیم اشاعت، قیمت صرف 30 روپے

دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن

www.KitaboSunnat.com

فاروق احمد حسینوی ☆

اِدارہ کلیۃ القرآن الکریم .....ایک تعارف

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے، جو نہ صرف آخری آسمانی کتاب اور شرائع من قبلنا کی ناسخ کتاب ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے جن وانس کی رشد وہدایت اور رفعت وبلندی کی ضامن ہے۔ قرآن کریم ایسی شان وشوکت کی حامل کتاب ہے کہ جس کی محض تلاوت ہی روح کو تسکین، قلب کو قرار، جسم اور بدن کو راست بازی سے مزین کر کے اصابتِ عمل اور صراطِ مستقیم پر گامزن کر دیتی ہے اور قاری کو لامحدود اور بے انتہا اجر وثواب کی مالک بنا دیتی ہے۔ یہ امتیاز اس وقت حاصل ہوتا ہے جب تلاوتِ قرآن تجوید وقراءت کے اُصول وقواعد کے مطابق ہوتی ہے اور قاری کو قراءت قرآنیہ کے تنوع کا علم ہونے کے ساتھ ساتھ الفاظ ومعانی قرآن کا علم ہوتا ہے۔

دوسری طرف نام نہاد دانشوروں، روشن خیال لوگوں اور مستشرقین کے غلط نظریات کے زیر اثر بعض لوگوں کی طرف سے علم تجوید وقراءت پر بے بنیاد اعتراضات کی مدلل تردید کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ ایک طرف 'قاری غیر عالم' اور دوسری طرف 'عالم غیر قاری' کا تصور رواج پا چکا ہے، جس تصور نے ایک طرف قاری کی اہمیت وحیثیت کو کافی حد تک کم کیا ہے، تو دوسری طرف تجوید وقراءات سے ناواقف علماء کو بجائے متنوع قراءات کے معجزۂ قرآنی کے دفاع کرنے کے، خود شکوک وشبہات میں مبتلا کر رکھا ہے۔

ان تمام امور سے قطع نظر برصغیر پاک وہند میں روایت حفص چونکہ رواج پذیر ہے اور عوام تو عوام، خواص بھی دیگر روایتوں اور قراءتوں سے واقفیت نہیں رکھتے، حالانکہ بطور قرآن ان قراءات کا علم ہونا انتہائی ضروری ہے اور عقیدہ مسلم سے اس کے گہرے تعلق کے باوجود لاعلمی کی وجہ سے اس سے متعلق شبہات کا شکار ہو جانا انتہائی تکلیف دہ امر ہے۔ حالات کے اس دہانے پر اس امر کی ضرورت محسوس ہوئی کہ ایک ایسے ادارے کا آغاز کیا جائے، جو مذکورہ بالا تمام اَہداف ومقاصد کے حصول اور ان کو بطریق اَحسن پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے نمایاں کردار ادا کرے۔

ادارہ کلّیۃ القرآن الکریم کا آغاز

ادارہ کلّیۃ القرآن الکریم کا آغاز واجرا یوں ہوا کہ ۲؍رمضان المبارک ۱۴۱۱ھ بمطابق ۱۹مارچ ۱۹۹۱ء بروز منگل مشہور ومعروف عالم دین وعظیم سکالر حافظ عبدالرحمٰن مدنی ﷾ مہتمم جامعہ لاہور الاسلامیہ ورئیس مجلس التحقیق الاسلامی کی زیر صدارت ایک اہم اجلاس منعقد ہوا، جس میں یہ طے پایا کہ آئندہ تعلیمی سال سے جامعہ لاہور الاسلامیہ کے تحت ایک نئے کلیہ یعنی کلیۃ القرآن الکریم والعلوم الاسلامیۃ کا آغاز واجرا کر دیا جائے۔ اس نئے کلیہ کی مجلس اعلیٰ میں درج ذیل عظیم ہستیاں کو شامل کیا گیا:

① حافظ عبدالرحمٰن مدنی ﷾ ② حافظ ثناء اللہ مدنی ﷾

☆ فاضل کلیۃ الشریعۃ، جامعہ لاہور الاسلامیہ ومجلس التحقیق الاسلامی، لاہور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

③ حافظ محمد یحییٰ عزیز میر محمدی حفظہ اللہ ④ قاری محمد یحییٰ رسولنگری حفظہ اللہ
⑤ حافظ عبدالغفار اعوان حفظہ اللہ ⑥ قاری محمد اسلم رحمہ اللہ
⑦ قاری نعیم الحق نعیم رحمہ اللہ ⑧ قاری محمد عزیر حفظہ اللہ
⑨ مولانا حافظ عبدالستار حماد حفظہ اللہ ⑩ قاری محمد ادریس العاصم حفظہ اللہ
⑪ ڈاکٹر محمد اکرم حفظہ اللہ ⑫ قاری محمد ابراہیم میر محمدی حفظہ اللہ

آج کل کلیہ جس مشاورت کمیٹی کے تحت کام کر رہا ہے، اس میں درج ذیل شخصیات شامل ہیں:

① شیخ القراء قاری محمد یحییٰ رسولنگری حفظہ اللہ (اعزازی رئیس کلّیۃ القرآن الکریم)
② شیخ القراء قاری محمد ابراہیم میر محمدی حفظہ اللہ (المشرف العمومی کلیہ)
③ ڈاکٹر حافظ حسن مدنی حفظہ اللہ (وکیل کلّیۃ القرآن الکریم)
④ ڈاکٹر قاری حمزہ مدنی حفظہ اللہ (مدیر کلیۃ القرآن الکریم)
⑤ قاری انس نضر مدنی حفظہ اللہ (عمید القبول والتسجیل کلیہ)
⑥ قاری خالد فاروق حفظہ اللہ (مدیر المکتب کلیۃ القرآن)
⑦ قاری محمد فیاض حفظہ اللہ (مدیر مدرسۃ الازہرؒ)

کلیہ کے اَہداف ومقاصد

ادارہ کلّیۃ القرآن الکریم والعلوم الاسلامیہ کے اغراض ومقاصد اور فوائد وثمرات درج ذیل ہیں:

① داعیان ومبلغین قرآن وسنت کی ایسی بے مثال کھیپ تیار کرنا، جو نہ صرف اپنے آپ کو قرآن وسنت کا متبع اور اِطاعت شعار بنائیں بلکہ اپنے ماحول ومعاشرہ کی عوام کے قلوب واَذہان میں ان علوم کی ضرورت پیدا کریں اور پھر اس ضرورت کو پورا کرنے میں نمایاں کردار ادا کریں، جس سے معاشرہ میں ناخواندگی وجہالت کے پردے چاک ہوتے چلے جائیں اور قرآن وسنت کے علوم ان کے قلوب واَذہان میں جاگزیں ہوجائیں، جس کے آثار ونشانات افراد ومعاشرہ کے اجسام واَجساد پر عملی صورت میں ظاہر ہوں۔

② حاملین قرآن وسنت کے ایسے افراد کی مکمل (Perfect) تیاری، جو مختلف متواتر قراءات قرآنیہ کے منکرین کی نہ صرف مدلل تردید کریں، بلکہ ان منکرین ومسؤلین کو صراطِ مستقیم پر گامزن کریں۔

③ درس نظامی کے ساتھ ساتھ تجوید وقراءات کے علوم وفنون کا مکمل انتظام کرنا تاکہ کلّیۃ القرآن کے فضلاء نہ صرف عالم دین ہوں، بلکہ علوم تجوید وقراءات کی بھی مکمل دسترس رکھتے ہوں، تاکہ 'قاری غیر عالم' اور 'قاری غیر عالم' کے تصور کا خاتمہ ہوسکے، نیز قراء کا کھویا ہوا وقار بحال ہوسکے۔

④ تحقیقی وتصنیفی اداروں کا قیام عمل میں لانا، تاکہ حالات حاضرہ کے مطابق علمی وتحقیقی تحریریں اور تصانیف وتالیف کو سامنے لایا جائے، جن میں قراءت قرآنیہ پر اعتراضات واشکالات کو زیر بحث لاکر اعتراضات کی مدلل تردید اور اشکالات کو مثبت انداز میں حل کرکے عوام الناس کو قلبی وذہنی سکون واطمینان فراہم کیا جائے۔

⑤ ایک ایسی لائبریری کا قیام عمل میں لایا جائے، جہاں سے ذوق وشوق رکھنے والے علماء وفضلاء علمی لحاظ سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مستفید ہوسکیں۔

⑥ کلّیۃ الْقرآن الکریم کے زیر اہتمام کیسٹ وسی ڈی لائبریری کی اس حد تک توسیع کی جائے کہ جہاں سے نامور ملکی وغیر ملکی قراء کرام کی تلاوتیں اور معروف علمی شخصیات کے علم تجوید وقراءات کے دروس حاصل کیے جاسکیں، تاکہ عوام الناس کا رخ موسیقی و بے حیائی سے موڑ کر قرآن وسنت کی طرف کیا جائے۔

کلیہ کا نصاب تعلیم

کلّیۃ القرآن کا نصاب مختصرا درج ذیل ہے:

- تجوید القرآن
- قراء ت القرآن
- رسم القرآن
- ضبط القرآن
- عدّ آیات القرآن
- توجیه القراء ت
- علم الوقف والابتداء
- تأویل مختلف الآیات
- تاریخ القراء ت والشبهات حولها مع المناقشة والردّ
- ترجمة معانی القرآن
- تفسیر القرآن وأصوله
- تاریخ التفسیر
- حدیث واصول حدیث
- حجیت حدیث
- عقائد
- سیرت النبی ﷺ
- فقہ واصول فقہ
- حِکَم التشریع الاسلامی
- تاریخ فقہ
- علم الفرائض
- تاریخ اسلام
- علم نحو
- علم صرف وغیرہ

کلیہ کے اختصاصی نصاب تعلیم کا تفصیلی جائزہ

کلیہ ہذا میں اگرچہ پاکستان میں مروجہ درس نظامی کا نصاب مکمل پڑھایا جاتا ہے، لیکن تخصصاتی پہلو سے امتیازی حیثیت قرآن اور علوم قرآن کو حاصل ہے۔ ذیل میں ہم کلیہ میں درس نظامی کے عمومی نصاب پر اضافہ کیے گئے علوم قرآن (علوم تجوید وقراءات اور علوم التفسیر والمعانی) کا تفصیلی جائزہ پیش کر رہے ہیں:

قرآن کی نص سے متعلقہ شامل نصاب علوم

علم تجوید

- تحبیر التجوید — از قاری محمد ادریس عاصم حفظہ اللہ
- فوائد مکیة — از قاری عبدالرحمٰن مکی رحمہ اللہ
- المقدمة الجزریة — از امام ابن جزری رحمہ اللہ
- تحفة القاری — از قاری محمد ابراہیم میر محمدی حفظہ اللہ
- أسهل التجوید (منتخبات) — از قاری محمد یحییٰ رسولنگری حفظہ اللہ
- المرشد (منتخبات) — از قاری اظہار احمد تھانوی رحمہ اللہ
- تحفة القراء (منتخبات) — از قاری محمد یحییٰ رسولنگری حفظہ اللہ
- مکمل قرآن کریم حدر کے ساتھ استاد کو سنایا جاتا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

◉ قرآن مجید کی مسلسل دو سال منزل کی دہرائی کروائی جاتی ہے۔

علم قراءات

◉ الشاطبية — از امام ابو القاسم شاطبی رحمہ اللہ
◉ الدّرة المضيئة — از امام ابن جزری رحمہ اللہ
◉ المدخل إلى الشاطبية — از قاری محمد ابراہیم میر محمدی حفظہ اللہ
◉ المدخل إلى الدّرة — از قاری محمد ابراہیم میر محمدی حفظہ اللہ
◉ مکمل قرآن مجید کا اجراء بطریق جمع الجمع سبعة و ثلاثة میں کروایا جاتا ہے۔

علم توجیہ القراءات

◉ قلائد الفكر — از الشیخ صادق القمحاوی رحمہ اللہ
◉ النحو القرآنی — از ڈاکٹر مکی الانصاری حفظہ اللہ

علم رسم القرآن وضبطہ

◉ الخط العثمانی فی رسم القرآنی — از قاری رحیم بخش پانی پتی رحمہ اللہ
◉ متن الاعلان مع الشرح المختصر — از امام ابن عاشر رحمہ اللہ والشیخ قاری محمد ابراہیم میر محمدی حفظہ اللہ
◉ إرشاد الطالبين — از ڈاکٹر محمد سالم المحیسن رحمہ اللہ

علم الفواصل

◉ هدايات رحيم — از قاری رحیم بخش پانی پتی رحمہ اللہ
◉ الفرائد الحسان — از علامہ عبد الفتاح القاضی رحمہ اللہ

علم الوقف

◉ المَدخل إلى علم الوقف — از قاری محمد ابراہیم میر محمدی حفظہ اللہ
◉ تسهيل الاهتداء — از قاری محمد ابراہیم میر محمدی حفظہ اللہ

بعض دیگر علوم سے متعلق کتب

◉ المدخل إلى علم التحريرات — از قاری محمد ابراہیم میر محمدی حفظہ اللہ
◉ اتحاف البرية — از علامہ علی خلف الحسینی رحمہ اللہ
◉ رساله المقنع فی التكبيرات — از قاری محمد ابراہیم میر محمدی حفظہ اللہ
◉ شفاء المرتحل فی الحال والمرتحل از قاری محمد ابراہیم میر محمدی حفظہ اللہ
◉ أبحاث فی قراء ات القرآن الكريم — از علامہ عبد الفتاح القاضی رحمہ اللہ
◉ مكانة القراء ات عند المسلمين — از قاری محمد ابراہیم میر محمدی حفظہ اللہ
◉ علم القراء ات، نشأته وأطواره — از ڈاکٹر نبیل بن ابراہیم حفظہ اللہ
◉ أثر القراء ات فی الفقه الإسلامی (منتخبات) از ڈاکٹر عبد القوی حفظہ اللہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تفسیر ومعانی قرآن سے متعلقہ شامل نصاب علوم

- ترجمة معانی القرآن (اشرف الحواشی) — از مفتی عبدہ الفلاح رحمہ اللہ
- تفسیر ابن کثیر (منتخبات) — از عماد الدین ابن کثیر رحمہ اللہ
- تفسیر جلالین (منتخبات) — از جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ وجلال الدین محلی رحمہ اللہ
- تفسیر بیضاوی (پہلا پارہ) — از امام بیضاوی رحمہ اللہ
- تفسیر نیل المرام (مکمل) — از نواب صدیق حسن خان رحمہ اللہ

تاریخ تفسیر

- مقدمة ابن تیمیة — از امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ
- الفوز الکبیر — از شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ

مشکل القرآن

- دفع إیهام الاضطراب — از امام محمد امین الشنقیطی رحمہ اللہ

أسباب النزول

- تسهیل الوصول إلی أسباب النزول

قواعد التفسیر

- قواعد التفسیر — از شیخ خالد سبت حفظہ اللہ

مناہج التفسیر

- درایت تفسیری — از حافظ عبداللہ محدث روپڑی رحمہ اللہ

اسباب اختلاف المفسرین

- اختلاف المفسرین أسبابه وآثاره — از الشیخ سعود بن عبداللہ حفظہ اللہ

الاسرائیلیات والموضوعات

- الاسرائیلیات والموضوعات فی کتب التفسیر

تاریخ تفسیر

- التفسیر والمفسرون — از محمد حسین الذهبی رحمہ اللہ

علوم القرآن

- مباحث فی علوم القرآن — از شیخ مناع القطان حفظہ اللہ
- مناهل العرفان (منتخبات) — از عبدالعظیم الزرقانی رحمہ اللہ

مطالعۃ التفاسیر المعاصرۃ

- التفسیر والمفسرون الحدیث — از شیخ عبدالقادر حفظہ اللہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نظام تعلیم

جامعہ میں کلّیۃ القرآن کے ضمن میں جہاں انتظامی اصلاحات کی جارہی ہیں اورروز بروز انتظامی بہتری کی طرف بڑھایا جارہا ہے وہاں مدیر التعلیم ڈاکٹر حافظ حسن مدنی ﷾ نظام تعلیم پر خصوصی توجہ دے رہے ہیں۔ انہوں نے اسے جدید طرز پر ڈھالنے کے لئے مختلف نظام ہائے کار ترتیب دیے ہیں،جن میں نظام داخلہ وخارجہ، نظام حاضری، نظام تعطیلات، نظام امتحان، نظام مکتب (دفتری نظام) شامل ہیں۔جن کا ذیل میں کچھ جائزہ پیش کیا جاتا ہے:

نظام داخلہ وخارجہ

کلّیۃ القرآن میں داخلے کی خاص شرائط

① کلیہ میں داخلہ کے متمنی کا حافظ قرآن اور پرائمری پاس ہونا ضروری ہے۔

② کلیہ میں داخلے کے لئے آنے والے طالب علم کا اپنے ہمراہ دو تصاویر، والد یا سرپرست کے شناختی کارڈ کی کاپی، حفظ القرآن کی سند اور پرائمری پاس کا سرٹیفکیٹ لانا ضروری ہے۔

③ کلیہ میں داخلہ کے لئے ضروری ہے کہ متمنی داخلہ اپنے علاقے کی دو معروف شخصیات کا تزکیہ داخلہ فارم کے ساتھ لگائے۔

④ داخلہ انٹرویو کے بعد ہوتا ہے اوراس سلسلے میں کمیٹی کا فیصلہ حتمی ہوتا ہے۔

کلیہ میں داخلے کی عام شرائط

متمنی داخلہ کے لئے درج ذیل عمومی شرائط کی پابندی ضروری ہے:

① مہذب اور شرعی لباس وحجامت کا ہونا۔

② نظام ادارہ کی حدود کا ادارہ کے اندر و باہر پابندی کرنا۔

③ نیک چال چلن کا مالک ہونا۔

④ امتحانی قواعد وضوابط کا خیال رکھنا اور تعلیمی اوقات میں کلاس میں حاضری یقینی بنانا۔

⑤ اساتذہ جامعہ کا ادب واحترام اوراپنے ساتھیوں سے اخلاقی رویہ درست رکھنا۔

⑥ دوران تعلیم کسی مذہبی وسیاسی تحریک وتنظیم سے وابستہ نہ ہونا۔

⑦ کلیہ سے انقطاع تعلق کے وقت اجازت نامہ کا لینا۔

داخلہ کمیٹی

کلیہ کی داخلہ کمیٹی میں درج ذیل شخصیات شامل ہیں:

① شیخ محمد رمضان سلفی ﷾ (نائب شیخ الحدیث جامعہ ووکیل الجامعہ)

② حافظ انس نضر ﷾ (عمید القبول والتسجیل کلیہ)

③ قاری محمد فیاض ﷾ (مدیر مدرسہ الازہر ومدرس کلیہ)

④ قاری خالد فاروق ﷾ (مدیر المکتب لکلیۃ القرآن)

⑤ حافظ شاکر محمود ﷾ (مدیر المکتب لکلیۃ الشریعۃ)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نظام حاضری

کلیہ کے تعلیمی معیار کو بہتر بنانے کے لئے نظام حاضری میں تجدید کرتے ہوئے کمپیوٹرائزڈ کر دیا گیا ہے۔ اس نظام میں درج ذیل نکات قابل ذکر ہیں:

① تمام کلاسز کے امیروں کو حاضری فائلیں دے دی گئی ہیں۔تمام اَساتذہ کرام اپنے سبق کی تدریس کے آغاز میں ان فائلوں پر حاضری لگا کر اپنے دستخط کرتے ہیں۔

② ایک پریڈ کی مسلسل ایک ہفتہ غیر حاضری پر نام ادارہ خارج کر دیا جاتا ہے۔

③ بغیر اطلاع ایک ہفتہ غیر حاضری پر نام خارج کر دیا جاتا ہے۔

④ جو طلباء مختلف پریڈز میں غیر حاضر ہوتے ہیں، انہیں یومیہ دفتر میں بلا کر تنبیہ کی جاتی ہے۔

⑤ تعلیمی معیار کی بہتری کے لئے سالانہ امتحان میں حاضری کے سو(۱۰۰) نمبر رکھے گئے ہیں۔

نظام تعطیلات

پہلے سے قائم نظام تعطیلات میں ترمیم کرتے ہوئے اس میں درج ذیل شقوں کا اضافہ کیا گیا ہے:

① اساتذہ وطلباء کی سہولت اور تعلیمی ترقی کے لئے ہر ماہ کے آخری ہفتے میں دو چھٹیاں کی جاتی ہیں۔

② ماہوار چھٹیوں کے علاوہ ہر ماہ میں طلباء ایک چھٹی کرنے کے مجاز ہیں۔اس طرح سے ایک سال میں طالبعلم کو دس چھٹیاں کرنے کی اِجازت ہے۔

③ ماہوار چھٹیوں کے علاوہ جمعرات کو آدھا دن پڑھائی کے بعد اور جمعہ کو مکمل دن ہفتہ وار چھٹی ہوتی ہے۔

④ مزید برآں موسم گرما میں حسب ضرورت اور رمضان المبارک کا مکمل مہینہ تعطیلات ہوتی ہیں۔

نظام تعلیم ونظام امتحان

جامعہ لاہور الاسلامیہ کے تمام شعبوں،مثلاً کلّیۃ الشریعۃ، کلّیۃ القرآن، شعبہ تحفیظ القرآن،شعبہ علوم عصریہ وعلوم اجتماعیہ کا مکمل نظام امتحان عصر حاضر کے جدید اِداروں کی طرح کمپیوٹرائزڈ کر دیا گیا ہے،حالیہ نظام تعلیم میں جو چند نئے امور شامل کیے گئے ہیں وہ درج ذیل ہیں:

سمسٹر سسٹم

کلیہ میں نافذ العمل نظام امتحان کے طریقہ کار میں ترمیم کر کے سہ ماہی سمسٹر سسٹم کا نظام جاری کر دیا گیا ہے۔ تمام سمسٹرز کے امتحانات کے نمبر سالانہ رزلٹ میں شامل کر کے فائنل رزلٹ تیار کیا جاتا ہے۔

ماہوار ٹیسٹ سسٹم

کلیہ کے تعلیمی معیار کی بہتری کیلئے ۲۰۰۸ء سے ماہوار ٹیسٹ سسٹم کا اجراء ہو چکا ہے،جس کی وجہ سے تعلیمی نتائج میں خاصی بہتری آئی ہے۔

تقدیریں

① ممتاز: ۸۰ فیصد سے ۱۰۰ فیصد

② جید جداً: ۷۰ فیصد سے ۷۹ فیصد تک

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

③ جید: ۵۰ فیصد سے ۶۹ فیصد تک

④ مقبول: ۴۰ فیصد سے ۴۹ فیصد تک

نوٹ: شاملِ امتحان تمام مضامین میں چالیس فیصد نمبر حاصل کرنا ہر طالب علم کے لئے ضروری ہیں، ورنہ وہ راسب اور فیل تصور ہوتا ہے، جس کی تادیبی سزا کے بعد اسے دوبارہ ضمنی تحریری امتحان میں شامل کیا جاتا ہے۔

نظامِ مکتب

کلیہ کا نظام مکتب (دفتری نظام) مکمل طور پر کمپیوٹرائزڈ کر دیا گیا ہے، جس کے تحت درج ذیل اقدام ہو رہے ہیں:

① جامعہ کے آغاز سے آج تک جتنے طلباء یہاں سے فارغ ہو کر گئے ہیں یا جامعہ کے کسی بھی شعبہ سے استفادہ کر کے گئے ہیں، ان تمام کا ریکارڈ کمپیوٹرائزڈ کر دیا گیا ہے، تاکہ بوقت ضرورت آسانی رہے۔

② جامعہ کا داخلہ فارم کمپیوٹر پر فل کر کے محفوظ کر دیا جاتا ہے، تاکہ بوقت ضرورت اس طالب علم کا ریکارڈ دیکھنے میں کوئی دقت پیش نہ آئے۔

③ جامعہ کے تمام فضلاء کی اسانید تیار کر کے کمپیوٹرائزڈ کر دی گئیں ہیں، تاکہ بوقت ضرورت ان کا حصول آسانی سے ممکن بنایا جا سکے۔

تعلیمی ترقی کے لیے کیے بعض اہم اقدامات

① اَساتذہ کو ان کے ذوق کے مطابق پیریڈ دیا جاتا ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ وہ سبق مسلسل تین سال پڑھانا ہوگا۔

② خالی پریڈز میں اَساتذہ کی بروقت تعیناتی کی جاتی ہے، تاکہ طلباء کا وقت ضائع نہ ہو۔

③ عصری علوم (معاشیات، سیاسیات وغیرہ) کو باقاعدہ صبح کے اوقات میں دینی تعلیم میں شامل کر لیا گیا ہے۔

کلیہ کے اِمتیازی اوصاف

کلیہ کو کئی اعتبارات سے امتیازی حیثیت حاصل ہے، جن میں چند ایک اَوصاف درج ذیل ہیں:

سٹاف کلیہ

سٹاف کلیہ میں درج ذیل قابل ترین اَساتذہ کی خدمات حاصل ہیں:

حالیہ اَساتذہ کلیہ

① شیخ القراء قاری محمد یحییٰ رسولنگری حفظہ اللہ (سرپرست کلیہ)

② مولانا حافظ عبدالرشید خلیق حفظہ اللہ (فاضل مدینہ یونیورسٹی)

③ ڈاکٹر قاری حمزہ مدنی حفظہ اللہ (فاضل کلیۃ القرآن، جامعہ لاہور الاسلامیہ)

④ قاری مقری فیاض احمد حفظہ اللہ (فاضل کلیۃ القرآن، جامعہ لاہور الاسلامیہ)

⑤ قاری انس نضر مدنی حفظہ اللہ (فاضل کلیۃ القرآن، جامعہ لاہور الاسلامیہ)

⑥ قاری خالد فاروق حفظہ اللہ (فاضل کلیۃ القرآن، جامعہ لاہور الاسلامیہ)

⑦ قاری محمد حسین حفظہ اللہ (فاضل کلیۃ القرآن، جامعہ لاہور الاسلامیہ)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

⑧ قاری عارف بشیر ﷾ (فاضل کلیۃ القرآن، جامعہ لاہور الاسلامیہ)
⑨ قاری عبدالسلام عزیزی ﷾ (فاضل کلیۃ القرآن، جامعہ لاہور الاسلامیہ)
⑩ قاری سلمان محمود بڈھیمالوی ﷾ (فاضل کلیۃ القرآن، جامعہ لاہور الاسلامیہ)
⑪ قاری شفیق الرحمٰن ﷾ (فاضل کلیۃ القرآن، جامعہ لاہور الاسلامیہ)
⑫ قاری محمد بابر بھٹی ﷾ (فاضل کلیۃ القرآن، جامعہ لاہور الاسلامیہ)
⑬ قاری نجم الثاقب ﷾ (سابق متعلم جامعہ لاہور الاسلامیہ)

سابقہ اساتذہ کلیہ

① أستاذ المشائخ تلمیذ خاص قاری عبدالمالک ؒ، قاری عبدالوہاب المکی ؒ
② شیخ القراء قاری محمد ابراہیم میر محمدی ﷾ (فاضل مدینہ یونیورسٹی)
③ قاری محمد عمر ؒ (مدیر مدرسہ دارالقراء بی بلاک ماڈل ٹاؤن لاہور)
④ مولانا قاری عبدالحلیم ﷾ (ریسرچ فیلو دارالسلام ریاض)
⑤ مولانا حافظ عبدالستار ﷾ (فاضل مدینہ یونیورسٹی)
⑥ قاری گل محمد ﷾ (حالیہ مقیم مدینہ منورہ)
⑦ قاری عبدالرزاق ثانی ﷾
⑧ قاری احمد یار حقانی ﷾
⑨ قاری حبیب الرحمٰن کے ٹی ﷾
⑩ قاری عبداللہ ؒ

نوٹ: محترم قاری عبداللہ ؒ آف فورٹ عباس دورانِ تعلیم ایک ہونہار طالب علم کے طور پر سامنے آئے۔ فراغت کے بعد ان کی خداداد صلاحیتوں کو دیکھ کر جامعہ لاہور الاسلامیہ کی انتظامیہ نے انہیں جامعہ میں ہی تدریسی فرائض کی انجام دہی کے لئے بطورِ استاد مقرر کر دیا۔ قاری صاحب ؒ حروف کی ادائیگی اور تلفظ کی درستگی میں خصوصی مہارت رکھتے تھے۔ انہوں نے اپنی تدریس کے تھوڑے ہی عرصہ میں اپنے اخلاص اور محنت کے بل بوتے پر نمایاں مقام حاصل کر لیا اور ہر دلعزیز بن گئے۔ قاری صاحب ؒ طلبہ کے تلفظ کی درستگی میں ہمہ وقت مگن رہتے تھے اور ڈیوٹی ٹائم کے علاوہ بھی اضافی اَوقات میں طلبہ کے تلفظ کی درستگی کرواتے رہتے تھے۔ تجوید کے طلبہ اور شاگردوں میں حفظ کی پختگی کے لئے ان کا خصوصی انداز یہ تھا کہ صبح نمازِ فجر سے قبل طلبہ کو اٹھاتے اور ان سے منزل سنتے۔ قاری صاحب ؒ ایک مخلص، ملنسار، خوش گو اور نظافت پسند انسان تھے۔ انہیں جامعہ میں پڑھاتے ہوئے کم وبیش ایک سال ہی گزرا تھا کہ بیمار ہو گئے اور اسی بیماری میں ہی اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ إنَّا لله وإنا إليه راجعون
اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین

کلیہ کے نامور اور ممتاز متخرّجین

① قاری صہیب احمد میر محمدی ﷾ (مدیر کلیۃ القرآن، بونگہ بلوچاں و فاضل مدینہ یونیورسٹی)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

② قاری فیاض احمد حفظہ اللہ (مدیر شعبہ حفظ، کہنہ مشق و مدرس قراءات)
③ قاری انس مدنی حفظہ اللہ (مدیر ماہنامہ 'رشد'، مدیر کلیة الشریعة، فاضل مدینہ یونیورسٹی)
④ قاری سلمان میر محمدی حفظہ اللہ (مدرس کلّیة القرآن، بونگہ بلوچاں)
⑤ ڈاکٹر قاری حمزہ مدنی حفظہ اللہ (مدیر کلیة القرآن، جامعہ لاہور و مدیر مجلس التحقیق الاسلامی)
⑥ قاری عبیداللہ غازی حفظہ اللہ (فاضل مدینہ یونیورسٹی، انچارج شعبہ علوم القرآن، مکتبہ دارالسلام لاہور)
⑦ قاری محمد مصطفیٰ راسخ حفظہ اللہ (ریسرچ سکالر مجلس التحقیق الاسلامی، لاہور)
⑧ قاری عبدالوحید فورٹ عباسی حفظہ اللہ (حالیہ مقیم ریاض)
⑨ قاری سعید انور حفظہ اللہ (مدیر الفرقان اسلامک انسٹیٹیوٹ، فیصل آباد)
⑩ قاری محمد حسین حفظہ اللہ (مدرس مادر ادارہ کلّیة القرآن و رکن مجلس التحقیق الاسلامی، لاہور)
⑪ قاری خالد فاروق حفظہ اللہ (ناظم مکتب کلّیة القرآن و سیکرٹری تحریک تحفظ القرآن والحدیث، لاہرو)
⑫ قاری اختر علی ارشد حفظہ اللہ (انچارج ویب سائٹ: کتاب وسنت ڈاٹ کام و رکن مجلس التحقیق الاسلامی)
⑬ قاری سید محمد علی حفظہ اللہ (چیف ایڈیٹر ماہنامہ الاحیاء، لاہور و رکن ادارہ تحقیق، دارالسلام لاہور)
⑭ قاری فہداللہ مراد حفظہ اللہ (معاون ایڈیٹر ماہنامہ 'میثاق' و سہ ماہی 'حکمت قرآن' و رکن قرآن اکیڈمی، لاہور)
⑮ قاری محمد صفدر حفظہ اللہ (مدرس کلیة القرآن، جامعہ محمدیہ لوکو ورکشاپ و رکن مجلس التحقیق الاسلامی، لاہور)
⑯ قاری محمد عارف بشیر حفظہ اللہ (پاکستان کے ٹی وی و ریڈیو کے مشہور قاری و مدرس کلیة القرآن، جامعہ لاہور)
⑰ قاری عبدالسلام عزیزی حفظہ اللہ (مدیر معہد القرآن موچی گیٹ لاہور و مدرس کلیة القرآن، جامعہ لاہور)
⑱ قاری سلمان محمود بڈھیمالوی حفظہ اللہ (معروف مشہور قاری، ٹی وی، ریڈیو و مدرس کلیة القرآن، جامعہ لاہور)
⑲ قاری عبدالباسط منشاوی حفظہ اللہ (مدرس کلیة القرآن، جامعہ محمدیہ لوکو ورکشاپ، لاہور)
⑳ قاری ریاض احمد حفظہ اللہ (انچارج شعبہ قراءات، جامعہ سلفیہ، فیصل آباد)
㉑ قاری شعیب عارفی حفظہ اللہ (مدرس کلیة القرآن، جامعہ سلفیہ، فیصل آباد)
㉒ قاری محمود احمد حفظہ اللہ (مدیر ادارہ معہد القرآن، کراچی)
㉓ قاری نعمان مختار لکھوی حفظہ اللہ (مدیر ادارہ نورالہدیٰ، ٹاؤن شپ، لاہور)

تعلیمی وظائف

تعلیمی معیار کی بہتری کے لئے طلباء جامعہ میں سے حسن کارکردگی دکھانے والوں کے لئے ماہانہ سکالرشپ اور وظائف کا انتظام کیا گیا ہے، جو جامعہ کے تمام شعبہ جات سے تعلق رکھنے والے ہونہار طلباء کے لئے عرصہ ڈیڑھ سال سے جاری ہیں۔ ان وظائف کا طریقہ کار یہ ہے کہ کلیہ کے طلباء کو وظائف کے حصول کے لئے ۸۵ فیصد نمبر، جبکہ ثانویہ کے طلباء کے لئے ۹۰ فیصد نمبر حاصل کرنا ضروری ہیں۔ ایسے طلبہ کو ماہوار وظیفہ پانچ سو (۵۰۰) روپے ملتا ہے۔

خصوصی وظائف

۲۰۰۸ء میں تعلیمی سال کے آغاز میں رئیس الجامعہ حافظ عبدالرحمٰن مدنی حفظہ اللہ نے طلباء کو خطاب کرتے ہوئے اس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بات کی نصیحت کی کہ وہ نئے تعلیمی سال کو نئے عزائم (new year rezolution) کے ساتھ شروع کریں اور تعلیمی معیار کو بہتر سے بہتر بنانے کی کوشش کریں اور ساتھ ہی یہ اعلان کیا کہ اس سال سے بہترین کارکردگی کا مظاہرہ کرنے والے چار طلباء کو عمرے کے ٹکٹ دیئے جائیں گے، جبکہ مکمل ادارہ میں پہلی پوزیشن لینے والے ایک طالبعلم کو حج کا ٹکٹ دیا جائیگا۔ جامعہ کے اس تاریخ ساز اعلان پر عمل درآمد کرتے ہوئے کلیہ کے ہونہار اور تعلیمی لحاظ سے بہترین کارکردگی دکھانے والے تین خوش نصیب طلباء کو عمرہ اور ایک سعادت مند طالب علم کو حج کا ٹکٹ دیا گیا، جو دیدار حرمین شریفین کی سعادت حاصل کر چکے ہیں، جبکہ ایک طالبعلم نے اپنی بعض مجبوریوں کی وجہ سے اپنے عمرہ کے ٹکٹ کو ادارہ کو درخواست دے کر مؤخر کروالیا۔ جن چار طلبہ نے عملاً یہ سعادت کی ان کے نام درج ذیل ہیں:

① حافظ عبدالمنان (کلاس ثانیہ کلّیۃ القرآن الکریم، جامعہ لاہور الاسلامیہ)
② قاری عبدالباسط (کلاس رابعہ کلّیۃ القرآن الکریم، جامعہ لاہور الاسلامیہ)
③ حافظ محمد زبیر (کلاس ثانیہ کلّیۃ القرآن الکریم، جامعہ لاہور الاسلامیہ)
④ حافظ احسان الٰہی ظہیر (کلاس ثالثہ کلّیۃ القرآن الکریم، جامعہ لاہور الاسلامیہ)

پہلے طالبعلم کو حج کا اور باقی تین طلبہ کو عمرہ کے ٹکٹ جاری کیے گئے۔ پانچویں طالبعلم حافظ عبدالماجد ہیں، جو عنقریب اپنے ٹکٹ کو حاصل کر کے عمرہ کرنے والے ہیں۔

یاد رہے کہ مذکورہ بالا پانچ خصوصی وظائف مستقل بنیادوں پر جاری وساری ہو چکے ہیں، چنانچہ اس سال بھی رئیس الجامعہ حافظ مدنی حفظہ اللہ نے دوبارہ انہی انعامات کا بار بار متعدد نشستوں میں اعلان کر رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو اور باقی انتظامیہ کو ان کاوشوں پر اجر عظیم عطاء فرمائے۔ (آمین)

سالانہ مقابلے

جیسا کہ جامعہ میں ۲۰۰۸ء سے سمسٹر سسٹم کا اجراء کیا گیا ہے، گویا ایک سال میں چار سمسٹرز ہوتے ہیں۔ اسی حساب سے ہر سمسٹر میں غیر نصابی طور پر طلبہ میں علمی ذوق پروان چڑھانے کے لیے طلباء جامعہ کے مابین مختلف مضامین میں چار مقابلے منعقد ہوتے ہیں، جن کی نوعیت یوں ہے:

① پہلا مقابلہ: گرائمر کا ہوتا ہے جس میں علم نحو وصرف کی مختلف کتب شامل ہیں۔
② دوسرا مقابلہ: حفظ القرآن وقراءات کا ہوتا ہے۔
③ تیسرا مقابلہ: حفظ حدیث اور مطالعہ حدیث کا ہوتا ہے۔
④ چوتھا مقابلہ: علم اصول کا ہوتا ہے جس میں عقیدہ، اصول حدیث، اصول فقہ اور اصول تفسیر وغیرہ علوم شامل ہیں۔

مذکورہ بالا مقابلوں میں نمایاں کارکردگی دکھانے والے طلباء میں بھاری انعامات تقسیم کئے جاتے ہیں، جس کے باعث تمام طلباء پڑھائی میں دلچسپی لیتے ہیں اور سالانہ تعلیمی نتائج میں کافی حد تک بہتری دکھائی دیتی ہے۔

انٹرنیشنل یونیورسٹی سے الحاقات اور داخلے

جامعہ لاہور الاسلامیہ کے دیگر بین الاقوامی یونیورسٹیوں سے الحاقات اس جامعہ کی تعلیمی حسن کارکردگی کی علامت ہیں، جن کی بناء پر کلیہ کے طلباء کے مختلف بین الاقوامی یونیورسٹیوں میں ہر سال داخلے ہوتے ہیں اور طلباء اپنی علمی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیاس کو بجھانے کے لئے مختلف انٹرنیشل یونیورسٹیوں کا رخ کرتے ہیں۔ بعدازاں بالعموم دنیا کے اطراف واَکناف اور بالخصوص پاکستان کی عوام کو علم تجوید وقراءت ودیگر علوم شرعیہ سے روشناس کرتے ہیں۔

ادارہ کلیہ القرآن الکریم کے وہ طلباء جو انٹرنیشل یونیورسٹیوں سے قبل ازیں استفادہ کرچکے ہیں یا بعض وہ طلبہ جو آج کل بھی ان یونیورسٹیوں میں زیرتعلیم ہیں، ان کے اسماء درج ذیل ہیں:

① قاری صہیب احمد حفظہ اللہ (فاضل مدینہ یونیورسٹی)
② قاری انس مدنی حفظہ اللہ (فاضل مدینہ یونیورسٹی)
③ قاری عبیداللہ غازی حفظہ اللہ (فاضل مدینہ یونیورسٹی)
④ قاری رضوان رفیق (زیرتعلیم مدینہ یونیورسٹی)
⑤ قاری احمد صدیق (زیرتعلیم مدینہ یونیورسٹی)
⑥ قاری محمد ابراہیم (زیرتعلیم مدینہ یونیورسٹی)
⑦ قاری امیر حمزہ (زیرتعلیم ریاض یونیورسٹی)
⑧ قاری نوید قصوری (زیرتعلیم مدینہ یونیورسٹی)
⑨ قاری رمضان بٹ (زیرتعلیم مدینہ یونیورسٹی)
⑩ قاری بنیامین نجم (زیرتعلیم مدینہ یونیورسٹی)
⑪ قاری یحییٰ خالد (زیرتعلیم مدینہ یونیورسٹی)

محافل حسن قراءات میں قراء کلیہ کی شرکت

قومی وبین الاقوامی محافل حسن قراءات میں اساتذہ کلیہ کی شرکت وشمولیت محافل حسن قراءت کی رونق کو دوبالا کردیتی ہے۔ پاکستان میں کہ کوئی محفل قراءت اساتذہ کلیہ کے بغیر بے رونق نظر آتی ہے، بلکہ اکثر مشاہدہ کیا جاتا ہے کہ اہل حدیث مکتبہ فکر کی کوئی بھی محفلہو، نمایاں تمام قراء کلیہ ہذا سے تعلق رکھنے والے اساتذہ یا طلبہ ہوتے ہیں۔ راقم اِن کی اس قسم کی تمام کاوشوں کو خراج تحسین پیش کرتا ہے، بالخصوص قاری عارف بشیر حفظہ اللہ، قاری عبدالسلام عزیزی حفظہ اللہ اور قاری سلمان بڈھیمالوی حفظہ اللہ مختلف محافل میں نمایاں کردار ادا کرنے والوں میں شامل ہیں۔

مجھے یاد پڑتا ہے کہ جب ۲۰۰۷ء میں امام کعبہ الشیخ عبدالرحمٰن سدیس حفظہ اللہ پاکستان تشریف لائے اور وزیراعلیٰ ہاؤس میں امام کعبہ حفظہ اللہ کے لئے دعوت کا اہتمام کیا گیا، تو اس میں کلیہ ہذا کے استادمحترم قاری عبدالسلام عزیزی حفظہ اللہ کو بھی مدعو کیا گیا۔ وہاں انہیں تلاوت کا موقع ملا تو انہوں نے اس قدر پرسوز آواز اور لحن داؤدی میں تلاوت کلام پاک فرمائی کہ عوام تو درکنار امام کعبہ قاری عبدالرحمٰن سدیس حفظہ اللہ بھی قاری عبدالسلام حفظہ اللہ کو 'شریم ثانی' کا لقب دینے پر مجبور ہوگئے۔ یہ کلیہ کے لئے بڑے اعزاز کی بات ہے، جو تاریخ کے سنہری اوراق میں لکھنے کے قابل ہے۔ تاہم قراءات میں ایک اور مشہور نام جناب قاری عبدالباسط منشاوی حفظہ اللہ کا بھی ہے۔ یاد رہے کہ قاری صاحب حفظہ اللہ بھی کلّیۃ القرآن الکریم کے شعبہ تجوید کے فضلاء میں سے ہیں اور آج کل کلّیۃ القرآن، لوکوورکشاپ میں مشاق ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کلّیۃ القرآن الکریم کے متعلقہ ادارے

رئیس جامعہ لاہور الاسلامیہ حافظ عبدالرحمٰن مدنی ﷾ کے بھرپور تعاون اور شیخ القراء قاری محمد ابراہیم میر محمدی ﷾ کی جگر پاش کاوشوں اور محنتوں کا نتیجہ عرصۂ پندرہ سال میں یوں سامنے آیا ہے کہ کلّیۃ القرآن الکریم، جامعہ لاہور الاسلامیہ کے فضلاء نے اسی نصاب کو، جو کہ مادر ادارہ کلّیۃ القرآن الکریم میں تشکیل دیا گیا تھا، لے کر پاکستان کے مختلف علاقوں میں نئے ادارے تشکیل دیئے ہیں۔ ان نمایاں اداروں کا نام اور اس میں پڑھانے والے متعدد فضلاء جامعہ لاہور الاسلامیہ کا مختصر تعارف ذیل میں پیش کیا جارہا ہے:

کلّیۃ القرآن الکریم والتربیۃ الاسلامیۃ، مرکز البدر، بونگہ بلوچاں

اس ادارہ کے ذمہ داران اور اَساتذہ درج ذیل ہیں:

① استاد القراء قاری محمد ابراہیم میر محمدی ﷾ (سرپرست وروح رواں تحریک کلّیۃ القرآن الکریم)
② قاری مقری صہیب احمد میر محمدی ﷾ (فاضل کلّیۃ القرآن الکریم، جامعہ لاہور الاسلامیہ)
③ قاری مقری سلمان احمد میر محمدی ﷾ (فاضل کلّیۃ القرآن الکریم، جامعہ لاہور الاسلامیہ)
④ شیخ الحدیث مولانا محمد اکرم بھٹی ﷾ (فاضل کلّیۃ الشریعۃ، جامعہ لاہور الاسلامیہ)
⑤ شیخ الحدیث مولانا اجمل بھٹی ﷾ (فاضل کلّیۃ الشریعۃ، جامعہ لاہور الاسلامیہ)
⑥ قاری عبدالرشید (فاضل کلّیۃ القرآن الکریم، جامعہ لاہور الاسلامیہ)
⑦ قاری عبدالرؤف (فاضل کلّیۃ القرآن الکریم، جامعہ لاہور الاسلامیہ)
⑧ قاری فیصل محمود (فاضل کلّیۃ القرآن الکریم، جامعہ لاہور الاسلامیہ)
⑨ قاری عبدالرزاق عاجز (فاضل کلّیۃ القرآن الکریم، جامعہ لاہور الاسلامیہ)
⑩ قاری مصعب مدنی (سابق متعلّم کلّیۃ القرآن، جامعہ لاہور الاسلامیہ)

کلّیۃ القرآن، جامعہ سلفیہ فیصل آباد

اس ادارہ کو درج ذیل اَساتذہ کی خدمات حاصل ہیں:

① قاری ریاض احمد (سابق متعلّم کلّیۃ القرآن، جامعہ لاہور الاسلامیہ)
② قاری محمد شعیب عارفی (فاضل کلّیۃ القرآن الکریم، جامعہ لاہور الاسلامیہ)

کلّیۃ القرآن، جامعہ محمدیہ لوکوورکشاپ

ادارہ ہذا درج ذیل اساتذہ کا مرہون منت ہے:

① قاری زاہد محمود (فاضل کلّیۃ القرآن الکریم، جامعہ لاہور الاسلامیہ)
② قاری محمد صفدر (سابق متعلّم کلّیۃ القرآن الکریم، جامعہ لاہور الاسلامیہ)
③ قاری اختر فاروق (فاضل کلّیۃ القرآن الکریم، جامعہ لاہور الاسلامیہ)
④ قاری عبدالباسط منشاوی (سابق متعلّم کلّیۃ القرآن الکریم، جامعہ لاہور الاسلامیہ)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یادرہے کہ جامعہ محمدیہ لوکو ورکشاپ کے شعبہ کلّیۃ القرآن کے آغاز میں جامعہ لاہور الاسلامیہ کی طرف سے قاری محمد حسین ﷾ نے بہت سی خدمات سرانجام دیں، بلکہ ادارہ کے آرگن 'صوت الحق' کے مدیر بھی رہے ہیں۔عرصہ پانچ سال وہاں کام کرتے ہوئے کلّیۃ القرآن کامیاب قیام کے بعد واپس مادر ادارہ کلّیۃ القرآن الکریم میں آج کل خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

مدرسہ معہد القرآن لاہور

کلّیۃ القرآن الکریم والعلوم الاسلامیہ کے متعلقہ اداروں میں سے ایک ادارہ 'مدرسہ معہد القرآن' کے نام سے موچی گیٹ لاہور میں قائم ہے، جس ادارے میں بالخصوص علم تجوید اور بالعموم حفظ القرآن کی تعلیم کا بہترین انتظام کیا گیا ہے۔'معہد القرآن الکریم' میں علم تجوید کا نصاب مادر ادارہ کلّیۃ القرآن سے اخذ کردہ ہے اور اساتذہ فضلاء کلیہ ہی میں سے ہیں۔ مدرسہ معہد القرآن کے اساتذہ اور ذمہ دران کے نام درج ذیل ہیں:

① قاری عبدالسلام عزیزی ﷾ (مدیر مدرسہ معہد القرآن الکریم ومشاق مادرہ ادارہ کلّیۃ القرآن الکریم)

② قاری عبدالرؤف عادل ﷾ (فاضل کلّیۃ القرآن الکریم، جامعہ لاہور الاسلامیہ، لاہور)

مدرسہ معہد القرآن کراچی

کلّیۃ القرآن الکریم والعلوم الاسلامیہ کے متعلقہ اداروں میں سے 'مدرسہ معہد القرآن، کراچی' ایک منفرد حیثیت کا حامل ادارہ ہے، جس میں کلّیۃ القرآن، جامعہ لاہور الاسلامیہ کے فاضل قاری محمود احمد ﷾ آف قصور تدریس علم تجوید وقراءات کی ذمہ داری بطریق احسن سرانجام دے رہے ہیں۔

کلیہ کی تحریکی وتحقیقی نشاطات

تحریک تحفظ القرآن والحدیث

قرآنی علوم وفنون کو عوام الناس تک پھیلانے کیلئے اوران کے فروغ ونشرواشاعت کے لیے کلّیۃ القرآن الکریم والعلوم الاسلامیۃ کے تحت ۱۹۹۸ء میں ایک تحریک اور تنظیم 'جمعیۃ تحفظ القرآن والحدیث' کے نام سے استاد القراء قاری محمد ابراہیم میر محمدی ﷾ کے زیرنگرانی شروع کی گئی، جس کے پیچھے کئی ایک مقاصد کارفرما تھے، جن میں سے اہم ترین یہ ہیں:

① محافل حسن قراءات کا انعقاد

② علم تجوید وقراءت کی عوام الناس تک اشاعت

③ قرآن کریم کی مختلف قراءات کو پاکستان میں متعارف کرانا

④ عالمی شہرت یافتہ قراء کرام کی تلاوت پر مبنی کیسٹ اور سی ڈیز لائبریری کا قیام

⑤ علم تجوید وقراءت پر مبنی کتب لائبریری کا قیام

جمعیۃ تحفظ القرآن والحدیث کے اجلاس

۱۹۹۸ء سے ۲۰۰۹ء تک کے دورانیے میں 'جمعیۃ تحفظ القرآن والحدیث' کے تین اجلاس منعقد ہو چکے ہیں:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہلا اجلاس ۲۰۰۶ء میں، دوسرا اجلاس مورخہ ۲۲؍جولائی ۲۰۰۷ء میں کلّیۃ القرآن الکریم والتربیۃ الاسلامیہ (مرکز البدر بونگہ بلوچاں) میں استاذ القراء قاری محمد ابراہیم میر محمدی ﷾ کے زیر سرپرستی ہوا اور تیسرا اجلاس ۲؍دسمبر بروز اتوار کو مادر ادارہ کلّیۃ القرآن، جامعہ لاہور الاسلامیہ کے ہیڈ آفس ۹۹؍جے بلاک ماڈل ٹاؤن لاہور میں استاذ القراء قاری محمد یحییٰ رسولنگری ﷾ کی زیر سرپرستی منعقد ہوا، جہاں 'جمعیۃ تحفظ القرآن والحدیث' کے ارتقاء کیلئے آئندہ کا لائحہ عمل فراہم کیا گیا۔

ادارہ بحوث قرآنیہ

ڈاکٹر قاری حمزہ مدنی ﷾ (مدیر مجلس التحقیق الاسلامی ومدیر کلّیۃ القرآن الکریم، جامعہ لاہور) کی شب و روز کاوشوں کے سبب مجلس تحقیق الاسلامی کے تحت 'ادارہ بحوث قرآنیہ' کا اجراء عمل میں لایا گیا، جس میں درج ذیل حضرات اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں:

① قاری محمد فیاض ﷾ ② قاری انس مدنی ﷾ ③ حافظ محمد مصطفیٰ راسخ ﷾
④ قاری اختر علی ارشد ﷾ ⑤ قاری محمد حسین ﷾ ⑥ قاری فہد اللہ مراد ﷾
⑦ قاری شفیق الرحمٰن ﷾ ⑧ قاری محمد صفدر ﷾ ⑨ قاری خالد فاروق ﷾
⑩ قاری محمد عمر فاروقی ﷾ ⑪ قاری عبدالوحید ساجد ﷾

'ادارہ بحوث قرآنیہ' کے تحت علم قراءات سے متعلق متعدد علمی وتحقیقی پراجیکٹ شروع کیے گئے ہیں، جن کی مکمل تفصیل ''جمعیت تحفظ القرآن والحدیث' کے تیسرے اجلاس کی رپورٹ'' کے ضمن میں دیکھی جاسکتی ہے۔ یہاں ان کاموں کا بالاجمال ذکر کیا جارہا ہے۔

- جمع کتابی کے حوالے سے ۱۶ عدد غیر متداول روایات کی طباعت کا عالمی مشروع
- قرآن کریم کی متعدد قراءات میں ریکارڈنگ کا جمع صوتی کے نام سے عالمی پروگرام
- علم تجوید وقراءت کے متنوع موضوعات پر مضامین اور عربی تحریروں کے تراجم
- علم تجوید وقراءت پر مستقل کتب لکھوانا اور مفید کتب کے تراجم
- کیسٹ اور سی ڈیز لائبریری کا قیام

فضلائے کلیہ نے حجیت قراءات وغیرہ کے حوالے سے ابھی تک کیا کاوشیں فرمائی ہیں، اس سے واقفیت کے لیے رسالہ ہذا میں 'علم تجوید وقراءات سے متعلق تفصیلی اشاریہ' میں ماہنامہ محدث، ماہنامہ رشد اور ماہنامہ الاحیاء میں میں شائع ہونے والے مضامین کا ایک جائزہ لیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح ادارہ بحوث قرآنیہ کے تحت تاحال کتب وتراجم کے سلسلہ میں کیا علمی وتحقیقی کام ہوا ہے، اس کے لیے مجلّہ ہذا میں مطبوع 'جمعیۃ کے سالانہ تیسرے اجتماع کی رپورٹ' ملاحظہ کریں۔

قراءات لائبریری کا قیام

'ادارہ بحوث قرآنیہ' کے تحت علمی وتحقیقی کاموں کی بنیادی ضرورت کتب قراءات کے مصادر کی یہاں دستیابی ہے۔ اس ضمن میں ذمہ داران کلّیۃ القرآن الکریم والعلوم الاسلامیۃ کا اہم قدم محدث لائبریری سے ملحقہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علم تجوید وقراءت کی کتب پر مشتمل کتب لائبریری کا قیام ہے۔اس لائبریری کا قیام جدید تقاضوں کے مطابق عمل میں لایا گیا ہے، جس کے لئے ایک الگ حصہ مقرر کر دیا گیا ہے، تا کہ اس سے استفادہ کرنے میں آسانی رہے۔

کلیہ کے ثمرات ونتائج

ایک نیا نصاب تعلیم

كلّية القرآن الكريم والعلوم الاسلامية کا آغاز ۱۹۹۱ء میں ہوا۔اس کے آغاز سے قبل برصغیر پاک وہند کے مختلف مدارسِ دینیہ میں صرف تجوید وقراءات یا صرف درس نظامی کی مختلف کتب پڑھائی جاتی تھیں، اس حوالے سے کوئی خاص نصاب مقرر نہ تھا۔ كلّية القرآن کے مؤسسین اور اساتذہ نے عام روایت سے ہٹ کر جو ایک منفرد نصاب تشکیل دیا، وہ الحمد للہ کامیابی حاصل کر چکا ہے، جو کہ مؤسسین کے اخلاص کی جیتی جاگتی مثال ہے۔اس نصاب کو مختلف درجات کے اعتبار سے ترتیب دے کر پاکستان میں متعارف کرایا گیا، تا آنکہ بانی تحریک شیخ القراء قاری محمد ابراہیم میر محمدی ﷾ کی انتھک کاوشوں ومحنتوں سے اسے وفاق المدارس السّلفیہ میں بھی مقبولیت حاصل ہوچکی ہے۔آج کل یہ نصاب صرف جامعہ لاہور الاسلامیہ میں مقبول نہیں، بلکہ پاکستان کے بڑے بڑے دینی اداروں نے بھی اس نصاب کو اپنے ہاں جاری کرلیا ہے۔

كلّية القرآن، جامعہ لاہور کے پلیٹ فارم سے منظر عام پر آنے والی کتب

عربی مقولہ ہے: 'قیّدوا العلم بالكتابة' یعنی علم کا شکار کتابت کے ذریعے کرو، اسی مقصد کے حصول کے لئے كلية القرآن الكريم والعلوم الاسلامية، جامعہ لاہور الاسلامیہ کی کاوشیں لائق تحسین ہیں۔ كلّية القرآن الكريم کے روح رواں اور اسے انتہائی مراحل تک پہنچانے والی شخصیت استاذ القراء قاری محمد ابراہیم میر محمدی ﷾ جب تک مادر ادارہ کلیہ قرآن میں تدریس کرتے رہے، ان کی کاوشوں سے درج ذیل کتب منظر عام پر آئیں:

① تحفة القاري — از شیخ القراء قاری محمد ابراہیم میر محمدی ﷾
② تحفة الصبيان — از شیخ القراء قاری محمد ابراہیم میر محمدی ﷾
③ معين القاري في تجويد كلام الباري — از شیخ القراء قاری محمد ابراہیم میر محمدی ﷾
④ المدخل إلى علم الوقف والابتداء — از شیخ القراء قاری محمد ابراہیم میر محمدی ﷾
⑤ المدخل إلى الشاطبية — از شیخ القراء قاری محمد ابراہیم میر محمدی ﷾
⑥ المدخل إلى الدرة — از شیخ القراء قاری محمد ابراہیم میر محمدی ﷾
⑦ المدخل إلى التحريرات — از شیخ القراء قاری محمد ابراہیم میر محمدی ﷾
⑧ شفاء المرتجل فی تحقیق الحال والمرتحل از الشیخ قاری محمد ابراہیم میر محمدی ﷾
⑨ مكانة القراء ات ونظرية المستشرقين والشبهات حولها از قاری صاحب ﷾
⑩ تسهيل الاهتداء فی الوقف والابتداء — از شیخ القراء قاری محمد ابراہیم میر محمدی ﷾
⑪ المقنع فی التكبير عند الختم — از شیخ القراء قاری محمد ابراہیم میر محمدی ﷾

نوٹ: قاری صاحب کی اس کے علاوہ بھی بعض تالیفی کاوشیں ہیں، جن کا ذکر ان کے انٹرویو کے ضمن میں آئیگا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقالہ جات

① قراءۃ شاذہ اور تفسیر وفقہ میں اس کے اثرات — از محمد اسلم صدیق ﷾

② اختلاف قراءات اور نظریہ تحریف قرآن — از محمد فیروز الدین شاہ ﷾

③ رسم عثمانی اور اس کی شرعی حیثیت — از حافظ سمیع اللہ فراز ﷾

یاد رہے کہ مذکورہ بالا صاحبان مقالہ اپنے مقالہ جات کی تیاری اور مواد کے حصول کے لئے اکثر وبیشتر کلیة القرآن الکریم والعلوم الإسلامیة، جامعہ لاہور الاسلامیہ، لاہور کا رخ کرتے رہے۔ پرنسپل کلیہ ﷾ نے مقالہ جات کی تیاری میں ان حضرات کی کماحقہ راہنمائی اور اصلاح فرمائی، جس کے نتیجے میں انہوں نے اپنے بہترین مقالے تیار کیے اور پنجاب یونیورسٹی سے ایم۔فل کی ڈگریاں حاصل کیں۔

جمع صوتی

استاد محترم حافظ حمزہ مدنی ﷾ (مدیر کلّیة القرآن والعلوم الاسلامیة، لاہور) کو اللہ تعالیٰ نے لحن داؤدی سے نوازا ہے۔ استاد محترم ﷾ کی تلاوت کلام پاک سنتے ہی ایمان میں اضافہ اور قلب میں سکون محسوس ہونے لگتا ہے۔ آپ کویت میں عرصہ دس سال سے نماز تراویح کی امامت فرماتے ہیں۔ استاد محترم کی پرسوز آواز میں ادارہ تسجیلات حامل المسك، الکویت نے دس قراءات اور بیس روایات میں مکمل قرآن کریم ریکارڈ کر کے نشر کیا ہے، جس کا نام "المصحف المرتّل بالقراءات العشر الصغریٰ" ہے۔ یہ مصحف بیس کیسٹوں پر مشتمل ہے اور ہر کیسٹ میں ایک روایت ہے۔ اس مشروع پر مزید کام جاری وساری ہے، جسے 'جمع صوتی' کا نام دیا گیا ہے۔

مدرسة الازهر (شعبہ حفظ) تابع کلّیة القرآن الکریم

تعارف

مدرسة الأزهر، جو کہ جامعہ لاہور الاسلامیہ کا ایک شعبہ ہے، ۱۹۹۱ء میں جب کلّیة القرآن الکریم والعُلوم الإسلامیة کا آغاز کیا گیا، اس سے قبل موجود تھا۔ کلیہ کے افتتاح کے معاً بعد مدرسة الأزهر (شعبہ تحفیظ القرآن) کو کلیہ کے تابع کر دیا گیا، تاکہ بچوں کو حفظ قرآن کے ساتھ ساتھ تجوید کے بنیادی اُصول وقواعد سے آگاہ کر دیا جائے اور تکمیل قرآن کے ساتھ ہی کلیہ میں داخلہ ہونے کے بعد علم تجوید وقراءت میں خوب استفادہ کر سکیں اور اپنی چھپی ہوئی صلاحیتوں کو شروع سے ہی بیدار کرتے ہوئے علم تجوید وقراءت میں مہارت پیدا کر سکیں۔

مدرسة الازهر کے ذمہ داران

شعبہ حفظ کی کارکردگی مزید بہتر بنانے کے لیے مدیر کلیہ قاری حمزہ مدنی ﷾ نے شعبہ حفظ میں براہ راست نگرانی عرصہ ایک سال سے شروع کر دی ہے، جس کے نتیجہ میں انتظامی ڈھانچہ کو مضبوط بنانے کے لیے شعبہ کو جہاں صرف پانچ کلاسز تک محدود کر دیا گیا، وہاں چیک اینڈ بیلنس کو مضبوط کرنے کے لیے انتظامیہ کو تعلیمی باڈی سے یکسر علیحدہ کر کے مستقل ذمہ داریاں تفویض کر دی گئی ہیں۔ شعبہ کا نیا ہیکل تنظیمی عرصہ ایک سال سے یوں کام کر رہا ہے:

① نگران مدرسة الازهر — قاری حمزہ مدنی ﷾

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

④ مدیر مدرسۃ الازہر قاری محمد فیاض ﷾
⑤ انچارج برائے تعلیمی اُمور قاری نجم الثاقب ﷾
⑥ انچارج برائے انتظامی اُمور قاری محمد زبیر ﷾

وظائف

شعبہ تحفیظ القرآن کے امتحانات میں حسن کارکردگی کا مظاہرہ کرنیوالے وہ طلبہ جو ۹۰ فیصد سے زائد نمبر لیں ان کے لیے ماہانہ ۳۰۰ روپے وظیفہ مستقل بنیادوں پر جاری کیا جاتا ہے۔

ماہوار جائزہ منزل

شعبہ ہذا سے تعلق رکھنے والے طلباء کی منزل کا ماہوار اساتذہ کلیہ جائزہ لیتے ہیں، جس سے تعلیمی بہتری اور حفظ میں حسن کارکردگی مقصود ہے۔ اس ماہوار امتحان کے انتظامی فرائض قاری نجم الثاقب ﷾ بخوبی اَدا کر رہے ہیں۔

شعبہ کے نظام مطالعہ میں تبدیلی

قبل ازیں شعبہ میں بعد از مغرب مطالعہ ہوا کرتا تھا، لیکن مدیر کلیہ القرآن نے اوقات مطالعہ میں دوگنا اضافہ کرتے ہوئے بعد از عشاء مطالعہ کا نظام بھی جاری کر دیا ہے، جس میں طلبہ پیچھے سے دو دو، تین تین پارے دھرانے کے مکلّف کیے گئے ہیں۔ یہ نظام بھی عرصہ ایک سال سے جاری ہے۔ آج کل جبکہ رات چھوٹی پڑ چکی ہیں، نمازِ عشاء کے بجائے بعد از عصر ڈیڑھ گھنٹہ مطالعہ کا دورانیہ رکھا گیا ہے۔

تعلیمی ترقی کی طرف ایک انتہائی اہم قدم

کلیہ کے شعبہ حفظ القرآن کے تعلیمی معیار کو بہتر بنانے کے لئے ایک پانچویں کلاس کا اجراء کر دیا گیا ہے، جس کی ذمہ داری قاری خلیل الرحمٰن ﷾ کے پاس ہے۔ یہ کلاس لگانے کا مقصد طلباء کا تجوید و تلفظ، لہجہ اور ناظرہ بہتر سے بہتر بنانا ہے۔ الحمد للہ شعبہ میں حسن صورت اور حسن اداء کے لیے اٹھایا گیا یہ قدم بہترین نتائج برآمد کر رہا ہے۔ نئے داخل ہونے والے تمام طلبہ کو سب سے پہلے اس کلاس میں دو تین ماہ لگانے پڑتے ہیں اور ناظرہ، تلفظ اور لہجہ وغیرہ درست ہونے پر ہی اگلی کلاس میں منتقل کیا جاتا ہے۔

اس کے ساتھ ہی مدیر کلیہ قاری حمزہ مدنی ﷾ کی طرف سے خصوصی حکم یہ صادر کیا گیا ہے کہ پہلے سے چلے آنے والے سبقی و منزل جائزہ میں مدیر التعلیم شعبہ قاری نجم الثاقب ﷾ بغیر مخارج وصفات، مدود اور غنہ کے کسی لڑکے کا جائزہ نہیں لیں گے۔ گذشتہ تین ماہ کی مسلسل جدوجہد کے بعد اس اہم فیصلہ پر شعبہ نے عمل کروالیا ہے۔ الحمد للہ تعالیٰ

المختصر کلّیہ القرآن الکریم، جامعہ لاہور الاسلامیہ کی یہی وہ امتیازی خصوصیات ہیں، جو طلباء کو کلیہ میں داخلے پر برانگیختہ کرتی ہیں اور طلباء دور دراز کے علاقوں سے علمی پیاس بجھانے کے لیے کھینچے چلے آتے ہیں اور علم تجوید و قراءۃ سے سیراب ہو کر اس کے فروغ کے لئے ہر ممکن کوشش بجالاتے ہیں۔ یہی ادارہ کے ذمہ داران کا مطلوب و مقصود ہے۔ اللہ تعالیٰ ذمہ داران جامعہ و کلیہ کی ان کاوشوں کو شرف قبولیت سے نوازے اور اس دین مشن کو مزید بہتر سے بہتر بنانے کی توفیق دے۔ آمین

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محمد شفیق کوکب ☆
زاہد حنیف ☆☆

علم تجوید وقراءات کے متعلق رسائل وجرائد میں شائع ہونے والے مضامین کا اِشاریہ

مکتبہ رحمانیہ ماڈل ٹاؤن، جامعہ لاہور الاسلامیہ، لاہور کا ملحقہ ادارہ ہے، جس میں اسلامی مصادر کی کتب کا ایک وسیع ذخیرہ موجود ہے۔اس لائبریری میں کتب مصادر کے علاوہ شعبہ رسائل وجرائد بھی مستقل طور پر موجود ہے، جس میں اندرون اور بیرون ملک سے شائع ہونے والے ۳۰۰ سے زائد اسلامی رسائل وجرائد آتے ہیں۔شعبہ رسائل وجرائد میں ۱۹۰۸ء سے لے کر اب تک کے رسائل کا ریکارڈ موجود ہے۔یہی وجہ ہے کہ پاکستان کے مختلف علاقوں کے تعلیمی اداروں سے خاص طور پر علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، جامعہ پنجاب، بہاولپور یونیورسٹی ودیگر جامعات کے ایم اے، ایم فل اور پی ایچ ڈی کے سینکڑوں طلباء مقالہ جات کی تیاری کے حوالے سے مستفید ہو چکے ہیں اور یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔

شعبہ رسائل وجرائد میں ۶۰ سے زائد اہم رسائل کی اشاریہ سازی ہو چکی ہے اور اس کے علاوہ وقتاً فوقتاً مختلف جرائد میں مخصوص موضوعات پر ادارہ کی طرف سے اشاریے شائع ہوتے رہتے ہیں۔اسی سلسلہ میں ماہنامہ رشد کے 'قراءات نمبر' کے لئے شعبہ رسائل کے انچارج محمد شفیق کوکب حفظہ اللہ نے شعبہ کے رکن زاہد حنیف حفظہ اللہ کی معاونت سے علم قراءات کے موضوع پر مختلف جرائد میں شائع ہونے والے ۱۹۳۳ء سے لے کر اب تک کے ۴۰۰ سے زائد مضامین کا انتہائی عرق ریزی سے ایک جامع اشاریہ مرتب کیا ہے، تاکہ اس موضوع پر مواد حاصل کرنے والے تشنگان علم کو راہنمائی میسر آسکے۔قارئین کی آسانی کے لئے اس میں علم قراءات رحجیت/انکارِ قراءات، تدوین، آدابِ تلاوت، قرآنی معلومات، فتاوی، قراء کرام کا تعارف/انٹرویوز کے عنوانات کی گروپنگ کر دی گئی ہے اور ان تمام کو مصنف وار والف بائی ترتیب دیا گیا ہے۔[ادارہ]

☆ فاضل جامعہ لاہور الاسلامیہ ورکن مجلس التحقیق الاسلامی، لاہور
☆☆ معاون شعبہ رسائل، مجلس التحقیق الاسلامی، لاہور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

❶ قراءات/حجیت وانکار قراءات

ماہنامہ محدث، لاہور

ثناء اللہ حافظ مدنی	قراءات متواترہ کی حجیت	اکتوبر ۰۵ء	۱۷/۳۰
صہیب احمد میر محمدی	قراءات سبعہ عشرہ [حقیقت یا فسانہ] [۲ اقساط]	جنوری ۹۷ء/۱۲۶-۱۵۰ جنوری ۹۸ء	۲۵-۴۸
عبدالعزیز القاری	قراءات سبعہ عشرہ [مترجم: حسن مدنی] [۲ اقساط]	اگست ۹۳ء/۶۵-۸۰، جنوری ۹۴ء/۱۴۹	۱۸۶
عبداللہ صالح ڈاکٹر	قراءات سبعہ عشرہ [مصحف عثمانی]	جنوری ۹۳ء	۹۱-۱۱۸
محمد رفیق چودھری	کیا قرآن کی ایک ہی قراءات درست ہے؟	اگست ۰۷ء	۲۱-۲۲
نسیم اختر پروفیسر	قراءات سبعہ عشرہ [مضمون مصحف عثمانی] تسامحات کی نشاندہی	جنوری ۹۴ء	۱۱۱-۱۱۶

ماہنامہ رشد، لاہور

اظہار تھانوی، قاری	برصغیر میں تجوید وقراءات کا ارتقاء [تلخیص واضافہ: فاروق احمد حسینوی]	جون ۰۹ء	۶۸-۱۰۲
انس نضر مدنی، حافظ	قراءات شاذہ.....ایک تعارف	جون ۰۹ء	۲۸۷-۳۰۲
حمزہ مدنی، قاری	علم القراءات کا تعارف.....اہم سوالات وجوابات [قسط:۱]	جون ۰۹ء	۲۴۴-۲۸۶
صہیب احمد میر محمدی	حجیت قراءات عشرہ..... علمائے اُمت کی آراء کی روشنی میں	جون ۰۹ء	۵۸-۶۷
صہیب احمد میر محمدی	درس قرآن [حجیت قراءات از روئے قرآن کریم] [مترجم: قاری محمد صفدر]	جون ۰۹ء	۸-۱۲
صہیب احمد/نجم الصبیح	قرائے عشرہ کی اسانید اور ان کا تواتر	جون ۰۹ء	۱۷۴-۱۹۴
طاہر رحیمی، قاری	علامہ تمنا عمادی کے نظریات کا جائزہ [تلخیص واضافہ: قاری محمد صفدر]	جون ۰۹ء	۴۵۵-۴۷۵
عبدالرحمٰن مدنی، حافظ	قرآن کریم کے متنوع لہجات اور انکی حجیت...عقلی وشرعی پہلو	جون ۰۹ء	۴۰-۴۴
عبدالستار حماد، مولانا	درس حدیث [صحیح بخاری میں موجود روایت سبعہ احرف کی تشریح]	جون ۰۹ء	۱۳-۱۶
عبدالعزیز القاری	حدیث سبعہ احرف کی استنادی حیثیت [مترجم: ڈاکٹر حسن مدنی]	جون ۰۹ء	۱۰۳-۱۲۵
عبدالعزیز القاری	اختلاف قراءات کے حکمت وفوائد [مترجم: قاری محمد حسین]	جون ۰۹ء	۳۰۸-۳۲۱
عبدالفتاح القاضی	اَحادیث نبویؐ کی روشنی میں ثبوتِ قراءات [مترجم: قاری محمد صفدر]	جون ۰۹ء	۴۵-۵۷
عبدالکریم ابراہیم	علم قراءات کے عقیدہ پر اثرات [مترجم: قاری محمد حسین]	جون ۰۹ء	۳۲۲-۳۳۵
عبدالواحد ڈاکٹر مفتی	سبعہ احرف سے مراد اور قراءات عشرہ کی حجیت	جون ۰۹ء	۱۲۶-۱۴۰
عمران ایوب، حافظ	قراءات شاذہ.....ایک تعارف	جون ۰۹ء	۳۰۳-۳۰۷
فہد اللہ مراد، قاری	مسئلہ خلط قراءات اور علم تحریرات کا فنی مقام	جون ۰۹ء	۳۶۱-۳۷۷
فیروز شاہ کھگہ	قراءات قرآنیہ اور مسلم متجددین کے افکار	جون ۰۹ء	۴۱۰-۴۱۹
محمد ابراہیم میر محمدی	علم قراءات کا مقام اور مستشرقین کے شبہات کا جائزہ [مترجم: حافظ محمد زبیر]	جون ۰۹ء	۴۲۰-۴۱۹
محمد اکرم چودھری، ڈاکٹر	مستشرق آرتھر جیفری کے قراءات پر اعتراضات کا جائزہ [مترجم: علی اصغر سلیمی]	جون ۰۹ء	۳۹۲-۴۰۹

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محمد تقی عثمانی مولانا	حدیث سبعہ احرف کے مفاہیم [انتخاب: علوم القرآن سے]	جون ۰۹ء	۱۴۱-۱۷۳
محمد رفیق، پروفیسر	انکارِ قراءات کے حوالے سے اصلاحی و غامدی نظریات	جون ۰۹ء	۵۱۷-۵۲۹
محمد صدیق ارکانی	برصغیر پاک و ہند کے قراء کرام کی سندات	جون ۰۹ء	۱۹۵-۲۱۰
محمد زبیر، حافظ	قراءات قرآنیہ کے ثابت ہونے کا بنیادی ذریعہ خبر ہے یا اجماع؟	جون ۰۹ء	۴۷۶-۴۹۳
محمد زبیر، حافظ	قراءات متواترہ اور جاوید احمد غامدی	جون ۰۹ء	۴۹۴-۵۱۶
محمد صفدر، قاری	قراءاتِ متواترہ اور ادارہ طلوع اسلام	جون ۰۹ء	۴۳۶-۴۵۴
محمد عیسی المعصراوي	سنت نبوی میں وارد شدہ قراءاتِ قرآنیہ.....ایک جائزہ [مترجم: عمران حیدر]	جون ۰۹ء	۱۷-۳۹
محمد مصطفیٰ راسخ	عالمِ اسلام میں مروّج قراءاتِ قرآنیہ.....تعارفی جائزہ	جون ۰۹ء	۲۱۱-۲۴۳
نبیل محمد ابراہیم، ڈاکٹر	علم قراءات کے نحو عربی پر اثرات [مترجم: سمیع الرحمٰن]	جون ۰۹ء	۳۴۵-۳۶۰
نبیل محمد ابراہیم، ڈاکٹر	علم قراءات کے تفسیر قرآن پر اثرات [مترجم: عمران اسلم]	جون ۰۹ء	۳۳۶-۳۴۴
نعیم الرحمٰن ناصف	مدارس دینیہ میں تدریس قراءات کی ضرورت [اداریہ]	جون ۰۹ء	۲-۷

دوسرا حصہ

ابوعمر وحفص دوری	رسول کریم ﷺ کا مختار اندازِ تلاوت.....روایات کی روشنی میں [مترجم: عمران حیدر]	؟؟
اَحمد مکی الانصاری	النحو القرآنی بمقابلہ النحو المالوف [مترجم: عمران حیدر]	؟؟
ثناء اللہ زاہدی، مولانا	خبر واحد اور خبر متواتر کی تقسیم.....تنقیدی جائزہ [مترجم: آصف ہارون]	؟؟
ثناء اللہ مدنی، حافظ	قراءات عشرہ متواترۃ اور ان کی حجیت [مرتب: کامران طاہر]	؟؟
حسن مدنی حافظ	علم قراءات پر رشد کی اشاعت کا پس منظر، ضرورت اور مقاصد [اداریہ]	؟؟
حبیب الرحمٰن، قاری	علم وقف وابتداء.....تعارفی جائزہ	؟؟
حمزہ مدنی، قاری	علم قراءات کا تعارف.....اہم سوالات و جوابات [قسط ۲]	؟؟
رشید تھانوی قاری	علم قراءات کا معانی و تفسیر پر اثرات	؟؟
صہیب احمد میر محمدی	متعدد قراءات کے حوالے سے علما کے تنقیدی اقوال کا جائزہ	؟؟
صہیب احمد، قاری	اصطلاحات القراء و اصطلاحات محدثین.....تقابلی جائزہ	؟؟
طاہر رحیمی، قاری	کتاب دفاع قراءات.....پیش لفظ و خلاصہ کتاب	؟؟
عبدالرحمٰن مدنی، حافظ	تنقیحات و توضیحات [سبعہ احرف کے مفہوم کے حوالے سے] [ترتیب: قاری فہداللہ]	؟؟
عبدالعزیز القاری	سبعہ اَحرف کا مفہوم و معنی [مترجم: حافظ حسن مدنی]	؟؟
عبدالعزیز القاری	قراءات عشرہ کا تواتر اور ان کی اسانید [مترجم: سمیع الرحمٰن]	؟؟
عبدالکریم ابراہیم	علم قراءات کا قرآن مجید کی بلاغت پر اثر [مترجم: احسان الٰہی ظہیر]	؟؟
عبدالکریم ابراہیم	علم وقف وابتداء کا معانی سے تعلق [مترجم: محمد آصف جاوید]	؟؟
عبدالعزیز القاری	قراءات قرآنیہ سے متعلقہ بعض مباحث [مترجم: قاری محمد حسین]	؟؟

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علی خلف الحسینی	جمع قرآن اور مصاحف عثمانیہ کی رو سے قراءات کا ثبوت [مترجم: قاری محمد صفدر]	؟؟
فیروز شاہ کھگہ	گولڈ زیہر اور دیگر مستشرقین کے علم قراءات پر اعتراضات کا جائزہ	؟؟
کامران طاہر	اہل اشراق کا سبعہ احرف کو متشابہات کہنے کا جائزہ	؟؟
محمد ادریس العاصم	حدیث سبعہ احرف، ایک جائزہ	؟؟
محمد رمضان سلفی	قواعد نحو قرآن اور قراءات قرآنیہ کے تابع ہیں	؟؟
محمد شفیق مدنی	علم قراءات کے فقہ اسلامی پر اثرات	؟؟
محمد شملول، عدنان شیخ	علم تجوید وترتیل کے معنوی اثرات [مترجم: عبدالخالق توقیر]	؟؟
محمد صفدر، قاری	علم قراءات پر اسلم جیراجپوری کے نظریات کا جائزہ	؟؟
محمد طاہر، ڈاکٹر قاری	اسلم جیراجپوری اور تمنا عمادی کے قراءات کے حوالے سے نظریات کا جائزہ	؟؟
محمد آصف ہارون	تواتر کا مفہوم اور ثبوت قرآن کا ضابطہ	؟؟
محمود اختر، ڈاکٹر	علم قراءات پر مستشرقین کے اعتراضات کا جائزہ	؟؟
نبیل محمد ابراہیم، ڈاکٹر	علم قراءات کا فقہ اسلامی پر اثر [مترجم: عمران اسلم]	؟؟
نجم الصبیح تھانوی	متنوع قراءات کا ثبوت.....مصاحف عثمانیہ کی روشنی میں	؟؟
فہداللہ مراد، قاری	علم تجوید وقراءات میں تقلید قراء کی شرعی حیثیت	؟؟
یاسر عثمان مزروعی	عصر حاضر سے نبوت تک متصل اسانید قراءات [ترتیب واضافہ: اختر علی]	؟؟
محمد صدیق ارکانی	برصغیر پاک وہند میں تجوید وقراءات کا ارتقاء اور قراء کرام کا تعارف	؟؟

فکر ونظر، اسلام آباد

ظفر الاسلام اصلاحی	برصغیر میں علم قراءات کا ارتقاء [عہد سلطنت کے حوالہ سے]	جولائی ۹۸ء	۴۷-۶۸
ظفر الاسلام اصلاحی	پاکستان میں علم تجوید وقراءات۔ ماضی حال اور مستقبل [پی ایچ ڈی مقالہ کا تجزیہ]	جولائی ۹۹ء	۱۰۱-۱۱۶
محمد اکرم، پروفیسر	اختلاف قراءات قرآنیہ اور مستشرقین [آرتھر جیفری کا مطالعہ] [مترجم: علی اصغر سلیمی]	جنوری ۹۷ء	۸۲-۵۵

ماہنامہ بیداری، حیدرآباد

راغب الطباخ	علم تجوید اور اس کی اہمیت [ماہنامہ ضیائے حدیث سوہدرہ]	مارچ ۱۹۹۱ء	۲۹-۳۰
عرفان مولانا قاری	فن تجوید وقراءات [ماہنامہ معارف رضا کراچی]	جولائی رستمبر ۰۲ء	۱۳-۱۶
فیض الرسول	علم تجوید وقراءات کی اہمیت [ماہنامہ منہاج القرآن لاہور]	دسمبر ۲۰۰۲ء	۲۲-۲۴
محمد ابراہیم میر محمدی	تجوید کی اہمیت [ماہنامہ الفرقان فیصل آباد]	جنوری ۲۰۰۵ء	۲
محمد ابراہیم میر محمدی	آیئے قرآن تجوید کے ساتھ سیکھیں [ماہنامہ الفرقان فیصل آباد]	اکتوبر ۲۰۰۵ء	۲
محمد ابراہیم میر محمدی	آیئے قرآن تجوید کے ساتھ سیکھیں [ماہنامہ الفرقان فیصل آباد]	مارچ ۲۰۰۶ء	۲

سلسلہ وار القاری، لاہور

بسم اللہ بیگ، قاری	علم فن تجوید کا فرق	سلسلہ نمبر ۳۷	۹-۱۲

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

برکت اللہ،مولانا خلافت تجوید وقراءات سلسلہ نمبر۶ ۶-۹

حبیب الرحمٰن تجوید القرآن فی حل جمال القرآن [۱۴ اقساط]

سلسلہ نمبر۱۳/۱۱-۱۳، سلسلہ نمبر۱۴/۹-۱۱، سلسلہ نمبر۱۵/۲۵-۲۷، سلسلہ نمبر۱۶/۱۵-۱۶، سلسلہ نمبر۱۷/۹-۱۱
سلسلہ نمبر۱۸/۸،۹، سلسلہ نمبر۱۹/۲۷-۲۹ سلسلہ نمبر۲۰/۱۴، سلسلہ نمبر۲۱/۱۰-۱۱، سلسلہ نمبر۲۲/۱۱،
سلسلہ نمبر۲۳/۱۸-۱۹، سلسلہ نمبر۲۴/۱۳، سلسلہ نمبر۲۵/۲۹-۳۱، سلسلہ نمبر۲۶/۲۳-۲۵

حبیب الرحمٰن شارح الوقف فی جامع الوقف [تنبیہات سکتہ] [۱۱ اقساط]

سلسلہ نمبر۸/۳۰-۳۲،سلسلہ نمبر۹/۷-۸، سلسلہ نمبر۹/۲۹-۳۰، سلسلہ نمبر۱۰/۲۷-۲۹، سلسلہ نمبر۱۳/۲۵-۲۷
سلسلہ نمبر۱۴/۲۶-۲۸،سلسلہ نمبر۱۵/۲۱-۲۲، سلسلہ نمبر۱۶/۲۵-۲۸،سلسلہ نمبر۱۷/۲۴-۲۶، سلسلہ نمبر۱۸/۲۱-۲۴
سلسلہ نمبر۲۰/۳۱-۳۲،سلسلہ نمبر۲۱/۲۵-۲۸،سلسلہ نمبر۲۲/۲۶-۲۹

حبیب الرحمٰن أقرأ المقرئین ،المجوّدین ، مرتل أکمل ،مجوداعظمؒ [تجوید وترتیل] سلسلہ نمبر۳ ۳-۷

حبیب الرحمٰن علم تجوید سلسلہ نمبر۶ ۱۶-۱۷

حبیب الرحمٰن تجوید القرآن[مخارج] [۴ اقساط]

سلسلہ نمبر۸/۲۶-۲۷، سلسلہ نمبر۹/۷-۸، سلسلہ نمبر۱۰/۱۱-۱۴، سلسلہ نمبر۱۱/۱۰-۱۱، سلسلہ نمبر۱۲/ ۱۸-۲۰

حبیب الرحمٰن وقف بلحاظ رسم اور بلحاظ وصل سلسلہ نمبر۱۱ ۲۸-۲۹

حبیب الرحمٰن وقف کی تعریف اوراس کے احکام سلسلہ نمبر۱۲ ۲۵-۲۷

خلیل احمد بیگ ،مرزا جدید صوتیات اور علم تجوید[۱۳اقساط] سلسلہ نمبر۵۰/۱۵-۲۱سلسلہ نمبر۵۱/۱۶-۲۳سلسلہ نمبر۵۲/۸-۱۶

رحیم بخش پانی پتی،قاری جمع قرآن وتشکیل قراءات کی مختصر تاریخ سلسلہ نمبر۲۸ ۵-۱۰

سعید احمد،قاری تجوید کی اہمیت سلسلہ نمبر۷ ۱۴-۲۰

صلاح الدین ثانی علماء دیوبند کی خدماتِ تجوید وقراءات سلسلہ نمبر۳۳ ۱۱-۱۷

عبدالعزیز شوقی علم تجوید اور قرآنی تعلیمات کی اہمیت سلسلہ نمبر۱ ۱۶-۲۸

عبدالرحمٰن خان،منشی علم قراءات کی اہمیت[۱۲اقساط] سلسلہ نمبر۸/۱۹-۲۵، سلسلہ نمبر۹/۹-۱۵

محمد ظفر الاسلام،ڈاکٹر برصغیر میں علم قراءات کا ارتقاء[۱۲اقساط] سلسلہ نمبر۳/۱۴-۲۱، سلسلہ نمبر۱۴/۱۲-۱۸

محمد فداء اللہ الکندی تجوید وقراءات [مکالمہ][۱۲اقساط] سلسلہ نمبر۱۵/۱۶-۲۰،سلسلہ نمبر۱۶/۱۷-۲۲

محمد تقی عثمانی،مفتی قرآن کے سات حروف [سبعة احرف][۱۴اقساط]

سلسلہ نمبر۱۶/۲-۱۴، سلسلہ نمبر۱۷/۱۲-۲۳، سلسلہ نمبر۱۸/۱۰-۲۰، سلسلہ نمبر۲۰/۹-۱۶

محمد فداء اللہ الکندی شعبہ تجوید وقراءات (روایت حفص) کا طریقہ تدریس[۱۴اقساط]

سلسلہ نمبر۳/۸-۱۲، سلسلہ نمبر۴/۲۸-۳۲، سلسلہ نمبر۵/۱۹-۲۲، سلسلہ نمبر۶/۱۰-۱۵، سلسلہ نمبر۷/۱۰-۱۳

مسعود احمد سید،ڈاکٹر قرآن کریم میں وقف وابتداء کا مسئلہ سلسلہ نمبر۷ ۲۱-۳۰

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محمد صدیق فلاحی، قاری ہندوستانی قراء اور علم قراءات [۱۲قسط] سلسلہ نمبر۵۳/۲۵-۳۰، سلسلہ نمبر۵۴/۲۱-۲۶
محمد مسعود عالم قاسمی قن قراءات کا ارتقاء [۱۲قسط] سلسلہ نمبر۴۸/۱۳-۲۴، سلسلہ نمبر۴۹/۱۳-۲۴
..... تجوید ہم تک کیسے پہنچی سلسلہ نمبر۷ ۷-۹

ماہنامہ مطالعہ قرآن، لاہور

محمد اسلم قاری علم تجوید فروری ۲۰۰۸ء ۳۷-۴۰
معاویہ حسنین تجوید کی ضرورت واہمیت [۱۳قسط] مارچ ۲۰۰۶ء/۲۴-۲۵ اپریل ۲۰۰۶ء/۳۵-۳۷
مئی ۲۰۰۶ء/۱۸-۲۰
معاویہ حسنین لحن کی تعریف [تجوید] جون ۲۰۰۶ء ۳۶-۳۹
معاویہ حسنین مخارج حروف کا بیان [تجوید] [۱۲قسط] اگست ۲۰۰۶ء/۴۳-۴۴ ستمبر ۲۰۰۶ء/۴۱

ہفت روزہ اہل حدیث، لاہور

عبدالستار حماد قراءات سبعہ وعشرہ ۲۰۰۳ء ۵-۶
محمد ابراہیم میر سیالکوٹی قرآن مجید اور فن تجوید ۲۴ نومبر ۲۰۰۶ء ۷-۸
محمد اسلم فن تجوید وقراءات تاریخ کے آئینہ میں [۱۲قسط] ۱۴/فروری ۹۲ء/۱۱-۱۲/۲۱/فروری ۹۲ء/۱۵-۱۶

ماہنامہ المقری، لاہور

احمد سعید، قاری تجوید کی اہمیت فروری ۲۰۰۹ء ۱۸-۲۵
احمد سعید، قاری فن قراءات مارچ ۲۰۰۸ء ۲۱-۲۳
محمد عدنان عامر، قاری تجویدی مدارس کی اہمیت فروری ۲۰۰۶ء ۱۵-۱۸
محمد عدنان عامر، قاری قاری عبدالباسط محمد عبدالصمد اور فن تجوید وقراءات مارچ ۲۰۰۶ء ۶-۸
محمد فداء اللہ، قاری علم تجوید جنوری ۲۰۰۶ء ۶-۱۱
محمد اسمٰعیل، قاری تفہیم التجوید مئی ۲۰۰۹ء ۵-۸
محمد اسمٰعیل، قاری تفہیم الوقوف مئی ۲۰۰۹ء ۹-۱۰
محمد امداد اللہ، قاری تجوید کا ایک سبق [۲۳قسط]

جنوری ۲۰۰۷ء/۱۵-۱۷، فروری ۲۰۰۷ء/۲۵-۲۸، مارچ ۲۰۰۷ء/۱۴-۱۶، اپریل ۲۰۰۷ء/۱۸-۲۱،
مئی ۲۰۰۷ء/۲۱-۲۳، جون ۲۰۰۷ء/۳۳-۳۵، جولائی ۲۰۰۷ء/۱۶-۱۸، ستمبر ۲۰۰۷ء/۲۳-۲۷،
اکتوبر ۲۰۰۷ء/۲۶-۲۹، نومبر ۲۰۰۷ء/۱۶-۱۹، دسمبر ۲۰۰۷ء/۲۱-۲۴، جنوری ۲۰۰۸ء/۱۰-۱۳،
مارچ ۲۰۰۸ء/۱۰-۱۴، مئی ۲۰۰۸ء/۹-۱۰، جولائی ۲۰۰۸ء/۹-۱۲، ستمبر ۲۰۰۸ء/۱۲-۱۵،
نومبر ۲۰۰۸ء/۹-۱۱، دسمبر ۲۰۰۸ء/۱۳-۱۶، جنوری ۲۰۰۹ء/۱۸-۲۰، فروری ۲۰۰۹ء/۱۴-۱۷،
اپریل ۲۰۰۹ء/۹-۱۲، مئی ۲۰۰۹ء/۱۴-۱۸، جون ۲۰۰۹ء/۱۶-۱۹

محمد فداء اللہ، قاری فن تجوید وقراءات سے غفلت جنوری ۲۰۰۸ء ۱۴-۲۱

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محمد فداء اللہ، قاری فن قراءات پر ایک مکالمہ [۱۵ اقساط] دسمبر ۲۰۰۷ء ۱۵۔۲۰،
فروری ۲۰۰۸ء ۴۔۹، مارچ ۲۰۰۸ء ۱۵۔۲۰، اپریل ۲۰۰۸ء ۱۲۔۱۶، جولائی ۲۰۰۸ء ۱۶۔۲۱
محمد فداء اللہ، قاری فن قراءات [۵ اقساط] اکتوبر ۲۰۰۸ء ۷۔۱۰
دسمبر ۲۰۰۸ء ۱۰۔۱۲، فروری ۲۰۰۹ء ۵۔۷، مارچ ۲۰۰۹ء ۵۔۷، مئی ۲۰۰۹ء ۱۱۔۱۳

سہ ماہی المیزان، اسلام آباد

اختر رضا سیالکوٹی حفاظت قرآن اور اختلاف قراءات ۷ ۶۵۔۷۴
امتیاز علی سید انٹرنیٹ پر تجوید القرآن ۵ ۱۱۳۔۱۱۷
حسن علوی پروفیسر نزول قرآن علی سبعہ احرف ۱۶ ۷۲۔۷۸
علی نقی، علامہ قراء سبعہ اور سبعہ احرف ۵ ۷۵۔۷۶

ماہنامہ ترجمان القرآن، لاہور

ابوالاعلیٰ مودودی قرآن میں قراءتوں کا اختلاف جون ۵۹ء ۵۲۔۱۷۲
ہدایت اللہ خان تجوید وقراءات کی فضیلت ستمبر ۰۷ء ۳۵۔۴۶

ماہنامہ انوار مدینہ، لاہور

عبدالواحد، مفتی ڈاکٹر قرآن پاک اور حروف سبعہ پر اس کا نزول جون ۹۷ء ۳۷۔۵۰
عبدالواحد، مفتی ڈاکٹر تاریخ قراءات متواتر حل اشکالات [۱۳ اقساط]
جولائی ۹۷ء/۴۳۔۵۰، اگست ۹۷ء/۲۸۔۴۷، ستمبر ۹۷ء/۴۷۔۵۵

ماہنامہ الارشاد، انڈیا

عبدالرحمٰن چمپارنی فن قراءات کی علمی تاریخ مارچ ۸۳ء ۱۶۔۲۴
عبدالرحمٰن چمپارنی قرآن پاک اور علم تجوید مارچ ۸۱ء ۶۳۔۷۰

سہ ماہی ندا الجامعہ، لاہور

عبدالباسط منشاوی تجوید کی ضرورت واہمیت [۵ اقساط] محرم ۱۴۲۵ھ ۷۔۹
ربیع الثانی ۱۴۲۵ھ/۱۳۔۱۴، ربیع الثانی ۱۴۲۵ھ/۱۳۔۱۴، محرم ۱۴۲۶ھ/۸۔۱۰، ربیع الثانی ۱۴۲۶ھ/۸۔۹
محمد عادل، قاری علم تجوید کی فضیلت واہمیت [۱۲ اقساط] جولائی ۲۰۰۴ء/۲۴۔۲۷ اگست ۲۰۰۴ء/۲۰۔۲۲

ماہنامہ الحسن، لاہور

محمود الحسن عارف پانی پت میں علم قراءات نومبر ۹۹ء ۵۷۔۶۵
محمد جنید اشرف علوم قراءات کی مختصر تاریخ تدوین اپریل ۸۲ء ۳۶۔۴۰

ماہنامہ سیارہ ڈائجسٹ، لاہور

اِحسان الٰہی ظہیر فن قراءات اور اس کی ضرورت مئی ۲۰۰۶ء ۲۹۵۔۳۰۰
غلام سرور عبداللہ تجوید کے متعلق چند ارشادات مئی ۲۰۰۶ء ۳۸۱

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہفت روزہ تنظیم اہل حدیث، لاہور

عبدالقادر، حصاری موجودہ فن تجوید پر تبصرہ [۱۴اقساط]

۲۰مئی ۶۶ء/۸، ۲۷ مئی ۶۶ء/۷، ۱۰، جون ۶۶ء/۶-۷، ۱۷، جون ۶۶ء/۶-۷

ماہنامہ تعلیم الاسلام، ماموں کانجن

محمد عبدہ، مولانا القراء ات والقراء [سبعۂ احرف کے متعلق] [۱۵اقساط]

نومبر ۹۲ء/۲۲-۲۷، دسمبر ۹۲ء/ ۲۲-۲۷، جنوری ۹۳ء/ ۸-۱۶ مئی ۹۳ء، جون ۹۳ء/۲۰-۲۸

ماہنامہ حکمتِ قرآن، لاہور

محبوب علی علم تجوید کے فروغ کی اہمیت [مکتوب] مارچ ۱۹۹۳ء ۹۵-۹۶

سہ ماہی تحقیقات اسلامی، علی گڑھ

محمد یاسین مظہر صدیقی اختلاف قراءات اور احادیث نبوی جنوری ۲۰۰۵ء ۲۰-۳۹

ماہنامہ معارف، اعظم گڑھ

..... نزول قرآن علیٰ سبعه أحرف ۵/۲۵

ماہنامہ تدبر، لاہور

خالد مسعود سبعه احرف فروری ۸۹ء ۲۲-۲۹

ماہنامہ اشراق، لاہور

محمد اسلم نجمی سبعه احرف نومبر ۲۰۰۰ء ۳۴

ماہنامہ تعمیر افکار، کراچی

غلام مصطفیٰ، ڈاکٹر صوتیات میں قرآنی تجوید کی اہمیت اپریل ۲۰۰۵ء ۱۲-۱۷

ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

تاج افسر، پروفیسر سبعہ احرف اور اس کا مفہوم [قراءات قرآنیہ کے تناظر میں] جولائی ۲۰۰۱ء ۲۹-۴۴

ماہنامہ پندرھویں صدی، گوجرانوالہ

فاروق احمد خاں قرآن کریم اور فن قراءات جون ۱۹۷۳ء ۷-۹

ماہنامہ تفہیم الاسلام، بہاولپور

احسان الٰہی ظہیر، علامہ فن قراءات اور اس کی ضرورت مئی ۲۰۰۴ء ۲۷-۳۱

ماہنامہ الشریعہ، گوجرانوالہ

محمد فیاض سواتی مختلف قراءات کی تلاوت آج کے دور میں جائز ہے جولائی ۱۹۹۱ء ۴۴

ماہنامہ دعوت تنظیم اسلام، گوجرانوالہ

محمد سعید احمد، علامہ حروف سبعہ پر قرآن کا نزول نومبر ۲۰۰۴ء ۳۰-۳۴

ہفت روزہ اہل حدیث، لاہور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سیف اللہ ساجد تاریخ قراءات مارچ ۲۰۰۷ء ۱۷-۱۹

پیشوا، دہلی

انتظام اللہ، مولانا اَحکام القراءات جنوری ۱۹۳۳ء ۱۹-۲۰

ماہنامہ تجلیات، کراچی

محمود احمد مدنی حسن قراءات کا ذوق اور شعبہ معارف اسلامیہ اپریل ۱۹۶۸ء ۸۹

ہفت روزہ خدام الدین، لاہور

عبدالعزیز، قاری علم تجوید وقراءات ۱۹نومبر ۱۹۷۱ء ۹۶-۹۸

دوماہی سب رنگ، دہلی

احسان الٰہی ظہیر، علامہ فن قراءات اور اس کی ضرورت مئی/جون ۷۶ء ۲۴۵-۲۴۸

قرآن نمبر، جھنگ

اجمل شاہ، حکیم مخارج حروف ۴۱-۴۲

ماہنامہ ندائے اہلسنت، لاہور

رمضان ضیاء الباروی علم قراءات وتجوید کی ضرورت واہمیت فروری ۱۹۹۵ء ۶۳-۶۶

ماہنامہ نور علیٰ نور، کراچی

عبدالعزیز، قاری علم تجوید وقراءات نومبر/دسمبر ۰۳ء ۲۸۷-۲۹۰

ماہنامہ والضحیٰ، گوجرانوالہ

احسان الٰہی ظہیر، علامہ فن قراءات ستمبر/اکتوبر ۲۰۰۴ء ۳۲-۳۵

ششماہی علوم القرآن، علی گڑھ

ظفر الاسلام اصلاحی علم قراءات عہد وسطی کے ہندوستان میں جنوری ۱۹۹۰ء ۱۰۸-۱۲۶

ماہنامہ دعوۃ، اسلام آباد

محمود غازی، ڈاکٹر علم تجوید قراءات اگست ۱۹۹۶ء ۲۷-۲۹

ماہنامہ دارالعلوم، انڈیا

محمد عبداللہ، قاری قراءات قرآن اپریل ۱۹۶۰ء ۲۴-۲۹

❷ تدوین قرآن

ماہنامہ حکمت قرآن، لاہور

احمد یار، حافظ پاکستان میں رسم عثمانی پر مبنی نسخہ قرآن کی اشاعت کی فروخت ستمبر ۱۹۹۸ء ۴۳

احمد یار، حافظ کتابت مصاحف اور علم ضبط [ضبط علامات کی ابتدا کا متنوع ارتقاء اور ان کے زمانی ومکانی ممیزات کا جائزہ] [۱۷ اقساط]

اکتوبر ۹۸ء/۳۵-۴۱ نومبر ۹۸ء/۴۱-۵۰ دسمبر ۹۸ء/۴۹-۵۸ جنوری/فروری ۹۹ء/۸۹-۹۸ مارچ اپریل ۹۹ء/۸۱-۸۶ مئی ۹۹ء/۵۰-۵۶ ستمبر ۹۹ء/۳۳-۴۰

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شبیر حسین زاہد	تدوین قرآن پر اعتراضات	مارچ ۱۹۹۰ء	۲۳-۳۱

ماہنامہ رشد، لاہور

احمد یار پروفیسر	علم الضّبط کا آغاز وارتقاء اور ممیّزات.....ایک جائزہ	ستمبر ۲۰۰۹ء	؟؟
رشید احمد تھانوی	رسم عثمانی اور پاکستانی مصاحف کی صورت حال	جون ۰۹ء	۵۷۲-۵۷۹
سمیع اللہ فراز	رسم عثمانی کا التزام اور اس سے متعلقہ جدید فقہی مسائل	ستمبر ۲۰۰۹ء	؟؟
عبدالرحمٰن ناصر	رسم عثمانی کی شرعی حیثیت	ستمبر ۲۰۰۹ء	؟؟
محمد اسلم صدیق	جمع عثمانی کی نوعیت اور احراق مصاحف کی حقیقت	ستمبر ۲۰۰۹ء	؟؟
محمد شملول	رسم عثمانی کے معنوی اعجاز کے پہلو [مترجم: محمد مصطفیٰ راسخ]	ستمبر ۲۰۰۹ء	؟؟
محمد مصطفیٰ راسخ	رسم عثمانی کی فنی حیثیت	جنوری/فروری ۰۸ء	۷۱-۹۱
محمد مصطفیٰ راسخ	رسم عثمانی کی شرعی حیثیت اور تبدیلی سے متعلق فتاوی جات	جون ۰۹ء	۵۵۳-۵۷۱
محمد ادریس العاصم	مصحف 'مدینہ نبویہ' کی اہمیت اور اس پر تحقیقی کام کا تعارف	جون ۰۹ء	۵۸۰-۵۹۳
محمود الحسن عارف	طباعت مصاحف کی تاریخ	ستمبر ۲۰۰۹ء	؟؟

ماہنامہ راہِ اعتدال، انڈیا

حماد عمری	تدوین قرآن کے مراحل	مئی ۲۰۰۶ء	۱۷-۲۰
حماد عمری	تدوین قرآن کا دوسرا مرحلہ صدیق اکبرؓ کے عہد خلافت	جون ۲۰۰۶ء	۱۸-۲۱
حماد عمری	تدوین قرآن کا تیسرا مرحلہ	جولائی ۲۰۰۶ء	۱۰-۱۳
حماد عمری	تتمہ بہ تدوین قرآن	اگست ۲۰۰۶ء	۱۰-۱۳

ماہنامہ ترجمان القرآن، لاہور

عبدالقدیر صدیقی	قرآن مجید کا رسم الخط	شوال ۱۳۵۴ھ	۲۵۵-۲۶۱
قمر الدین اصلاحی	کتابت قرآن	دسمبر ۱۹۳۷ء	۱۱-۳۰۶
محمود احمد، ڈاکٹر	تدوین قرآن	جولائی ۲۰۰۳ء	۴۳-۵۵

ماہنامہ الحق، اکوڑہ خٹک

امجد بٹ	قرآن عثمانی کا تاریخی پس منظر	مارچ/اپریل ۰۱ء	۳۶-۴۰
سعید اللہ مولانا	جمع قرآن بعہد حضرت عثمانؓ	اکتوبر ۱۹۷۸ء	۵-۱۳
ظفر احمد عظمی	علوم قرآن، منزل بہ منزل [تدوین کے متعلق]	اکتوبر ۱۹۹۳ء	۱۲-۱۶
محمود اختر ڈاکٹر	عہد عثمانی میں جمع قرآن [۱۲ اقساط]	جون ۹۶ء/۲۲-۳۴ جولائی ۹۶ء/۲۱-۳۸	

سالانہ خاتونِ پاکستان، کراچی

ابوالجلال ندوی	تدوین قرآن مجید	۱۹۶۵ء	۱۷-۳۱
تمنا عمادی	جمع قرآن	۱۹۶۵ء	۳۱-۸۱

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ظہورالحسن قاضی	کتابت قرآن مجید	۱۹۶۵ء	۳۲-۳۵
ظہورالحسن قاضی	مصاحف قرون ثلاثہ	۱۹۶۵ء	۴۶-۴۱
نذر احمد حافظ	تاریخ قرآن مجید [تدوین کے متعلق]	۱۹۶۵ء	۵۰-۵۴

ماہنامہ صوت الاسلام، فیصل آباد

زاہد الحسینی	محی الدین اورنگ زیب کی کتابت قرآن	جون ۱۹۸۶ء	
فیوض الرحمٰن	جمع تدوین قرآن کریم، تاریخی جائزہ	جون ۱۹۸۶ء	
محمد اسلام حافظ	دور صدیق اکبر اور تدوین قرآن	جون ۱۹۸۶ء	
.....	عکس مصحف خلفاء راشدین	جون ۱۹۸۶ء	

ششماہی علوم القرآن، علی گڑھ

ابوالحسن اعظمی	قرآن کریم کی کتابت وتدوین.....ایک مختصر جائزہ	جنوری ۱۹۹۰ء	۷۰-۸۰
ابوالحسن الاعظمی	قرآن مجید کی کتابت وتدوین ایک مختصر جائزہ	جنوری ۱۹۹۰ء	۷۰-۸۰
طہ اولیٰ	مصحف عثمانی تاشقند میں [مترجم: صفدر سلطان اصلاحی]	دسمبر ۱۹۸۸ء	۸۱-۹۷
ظفر الاسلام اصلاحی	کتابت قرآن عہد وسطی کے ہندوستان میں	جنوری ۱۹۹۵ء	۹۵-۱۲۰

سہ ماہی المیزان، اسلام آباد

احمد سعید، پروفیسر	جمع تدوین قرآن	۱۳	۸۵-۹۳
ظفر الاسلام اصلاحی	کتابت قرآن عہد وسطیٰ کے ہندوستان میں [۱۲ اقساط]		۱۳۴/۱۲-۱۳/۱۴۶
محسن علی نجفی، شیخ	عصر رسول میں تدوین قرآن [۱۲ اقساط]		۴/۳
محسن علی نجفی، شیخ	کتابت قرآن پر ایک نظر	۸	۱۵-۱۹

ماہنامہ معارف، اعظم گڑھ

بدرالدرعلوی، سید	عہد نبوی میں قرآن کی تدوین وترتیب	ستمبر ۵۳ء	۱۶۵-۱۸۵
سردار جعفری	مصحف عثمان کے متعلق ایک عینی شہادت	اگست ۶۱ء	۱۵۱-۱۵۳
صدیق حسن، نواب	تدوین قرآن [۱۴ اقساط]		
	اکتوبر ۶۳ء/۲۴۵-۲۶۸، نومبر ۶۳ء/۴۴۵-۴۶۸، دسمبر ۶۳ء/۴۰۵-۴۲۸، جنوری ۶۴ء/۴۴-۵۵		
معین الدین ندوی	تدوین قرآن [۱۲ اقساط]	مئی ۴۹ء/۳۲۵-۳۴۱، جون ۴۹ء/۴۰۵-۴۲۲	

ماہنامہ برہان، دہلی

صدیق حسن، نواب	تدوین قرآن	اکتوبر ۱۹۶۳ء	۲۴۵-۲۶۸
عبدالصمد قاضی	جمع قرآن پر ایک نظر	اپریل ۱۹۹۰ء	۲۹۱-۳۰۰
.....	عہد نبوی میں قرآن مجید کی تدوین ترتیب		۴،۳/۷۲
.....	جمع وتدوین قرآن		۴/۹۲، ۵، ۶ جنوری ۶۴ء/۶۷-۷۴

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

..... مصحف عثمانی کے متعلق ایک عینی شہادت ۲/۸۸

سلسلہ وار القاری، لاہور

رحیم بخش پانی پتی، قاری تاریخ علم رسم الخط سلسلہ نمبر۲۷ ۶-۱۲

رحیم بخش پانی پتی، قاری جمع قرآن وتشکیل قراءات کی مختصر تاریخ سلسلہ نمبر۲۸ ۵-۱۰

رحیم بخش پانی پتی، قاری الخط العثمانی فی رسم القرآنی [۱۴اقساط] سلسلہ نمبر۲۵ ۱۸-۲۳

سلسلہ نمبر۳۰/۵-۱۰، سلسلہ نمبر۳۱/۲۶-۲۷، سلسلہ نمبر۳۲/۱۶-۱۹، سلسلہ نمبر۳۳/۱۸-۲۱،
سلسلہ نمبر۳۴/۲۴-۲۸، سلسلہ نمبر۳۵/۱۷-۲۱، سلسلہ نمبر۳۶/۱۹-۲۲، سلسلہ نمبر۳۷/۱۹-۲۴،
سلسلہ نمبر۳۸/۱۸-۲۲، سلسلہ نمبر۳۹/۱۴-۱۹، سلسلہ نمبر۴۰/۷-۱۲، سلسلہ نمبر۴۱/۱۷-۲۴،
سلسلہ نمبر۴۲/۲۱-۲۴

سعید احمد اکبر آبادی جمع قرآن [۱۲اقساط] سلسلہ نمبر۱۰/۳-۱۰سلسلہ نمبر۱۱/۳-۹

محمد سمیع اللہ فراز، حافظ عجمی لغات میں کتابت قرآن اور اس کا حکم سلسلہ نمبر۲۱ ۱۹-۲۴

ماہنامہ سیارہ ڈائجسٹ، لاہور

انور حسین نفیس خطاطان قرآن [عہد نبوی سے خلافت عباسیہ تک] مئی ۲۰۰۶ء ۳۹۲-۳۹۸

انور حسین نفیس خطاطان قرآن مئی ۲۰۰۶ء ۳۰۷-۳۲۴

عابد احمد علی مصاحف عثمانی مئی ۲۰۰۶ء ۳۲۹-۳۳۱

ماہنامہ محدث، لاہور

عبدالفتاح القاضی مصحف شریف: ایک تاریخی جائزہ [مترجم: پروفیسر محمد اسلم صدیق] [تدوین، نقطے، اعراب] [۱۴اقساط]
جنوری ۰۸ء/۲۰-۳۰، فروری ۰۸ء/۲۴-۴۰، مارچ ۰۸ء/۲۰-۲۵، اپریل ۰۸ء/۳۴-۴۹

ماہنامہ مطالعہ قرآن، لاہور

عتیق الرحمٰن خطاطین قرآن [دورِ نبوت سے ۸ویں صدی ہجری خلافت عباسیہ تک] [۱۲اقساط]
جنوری ۲۰۰۷ء/۳۳-۳۶، فروری ۲۰۰۷ء ۳۷-۳۸

محبوب علی شاہ جمع قرآن وتدوین [۱۲اقساط] اگست ۰۷ء/۴۰ستمبر ۲۰۰۷ء/۱۴-۱۸

ماہنامہ فیض الاسلام، راولپنڈی

تمنا عمادی جمع قرآن اور روایت پرستی کا بحران جنوری، فروری ۶۸ء/۱۸۳-۱۹۳

عرشی جمع وحفاظت قرآن جنوری، فروری ۱۴۵-۱۶۴

پندرہ روزہ ترجمان القرآن، دھلی

ابوالبرکات اصلاحی تاریخ جمع تدوین قرآن نومبر ۱۹۹۹ء ۷-۱۴

محمد فرقان سلفی تدوین قرآن حقیقت کے آئینے میں نومبر ۱۹۹۷ء ۱۱-۱۳

ماہنامہ میثاق، لاہور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خالد مسعود	جمع وترتیب قرآن سے متعلق شیعی نقطہ نظر	مارچ، اپریل ۶۴ء ۶۴-۶۸
صدیق حسن نواب	جمع تدوین قرآن [۱۴اقساط]	مارچ، اپریل ۷۳ء/۴۱-۶۰ جون ۷۳ء/۵۲-۷۲ ستمبر، اکتوبر ۷۳ء/ ۴۱-۵۸ نومبر، دسمبر ۷۳ء/۴۲-۵۲
نذر احمد حافظ	تاریخ جمع تدوین قرآن	جولائی ۶۳ء ۴۱-۴۸

ماہنامہ دار العلوم، انڈیا

بدر الدین علوی	عہد نبوی میں قرآنی کی تدوین وترتیب [۱۵اقساط]	دسمبر ۵۳ء/۷-۲۰، جنوری ۵۴ء/۲۰-۲۳، فروری ۵۴ء/۷-۱۱، مارچ ۵۴ء/۷-۱۷، اپریل ۵۴ء/۹-۱۱
محمد عثمان معروفی	تدوین قرآن	نومبر ۸۵ء، ۴۰-۴۶

ماہنامہ المعارف، لاہور

سعید اللہ، سید	کتابت قرآن عہد نبوی ﷺ میں	فروری، مارچ ۷۷ء ۲۶-۲۸
محمد حنیف ندوی	جمع وکتابت قرآن کے تین مراحل	اگست، ستمبر ۷۵ء ۳۳-۴۴۱

ماہنامہ خلافت راشدہ، فیصل آباد

حمید اللہ، ڈاکٹر	تاریخ تدوین قرآن مجید [۱۲اقساط]	اگست ۹۸/۱۱-۱۷، ستمبر ۹۸ء/۱۳-۱۹

ماہنامہ دعوت توحید اسلام آباد

قرۃ العین ریحان	قرآن کریم کی جمع وتدوین [۱۲اقساط]	جنوری ۲۰۰۲ء/۳۲-۲۸، مارچ ۲۰۰۲ء/۲۹-۲۸

ماہنامہ التوعیہ، دہلی

محمد عبدہ مولانا	جمع وتالیف قرآن ومصحف عثمانی [۱۲اقساط]	جولائی ۸۷ء/۵-۱۱، اگست ۸۷ء/۳-۶

ماہنامہ صوت القرآن، انڈیا

ظفر احمد مولانا	علوم قرآن منزل بہ منزل [تدوین قرآن کے متعلق]	مئی ۲۰۰۱ء ۶-۱۲

فکر ونظر، اسلام آباد

زاہد الکوثری	جمع وتدوین قرآن [مترجم: محبوب علی شاہ]	دسمبر ۷۰ء ۴۲۷-۴۳۸

ماہنامہ بینات، کراچی

سعید احمد سید	جمع قرآن بعہد عثمان رضی اللہ عنہ	جولائی، اگست ۷۷ء ۳۳-۳۸

سہ ماہی تحقیقات اسلامی، علی گڑھ

اسماعیل احمد الطحان	تاریخ تدوین وجمع قرآن [مترجم: محمد رضی الاسلام ندوی]	جولائی ۰۳ء ۸۵-۱۰۷

سہ ماہی منہاج، لاہور

محمود اختر ڈاکٹر	تاریخ تدوین قرآن [مستشرقین کے اعتراضات]	اکتوبر ۹۱ء ۸۸-۱۱۹

ماہنامہ ارقم سرگودھا

محمد اشرف مرزا	تدوین وترتیب	مارچ ۲۰۰۰ء ۳۱-۳۴

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ماہنامہ انوار مدینہ، لاہور

شمس الحق مولانا — جمع تدوین قرآن — نومبر، دسمبر ۱۷ء — ۹-۱۸

پندرہ روزہ اخبار مسلمان سوہدرہ

احمد سعید حافظ — تاریخ وتدوین قرآن — دسمبر ۱۹۳۵ء

مجلّہ بصائر، بہاولپور

عبدالحمید چشتی — حفاظت وتدوین قرآن — اکتوبر ۱۹۸۳ء — ۸۷-۹۱

ہفت روزہ خدام الدین، لاہور

فیوض الرحمٰن — جمع وتدوین قرآن کریم ایک تاریخی جائزہ — ۱۹۶۵ء — ۱۱۵-۱۲۲

ماہنامہ سیرت طیبہ، لاہور

شبیر حسین شاہ — تدوین قرآن اور مستشرقین — فروری ۹۳ء — ۶۱-۷۸

ماہنامہ صبح صادق، لکھنؤ

معین الدین ندوی — تدوین قرآن — ستمبر ۵۵ء — ۱۲۷-۱۵۷

قرآن نمبر، جھنگ

اجمل شاہ حکیم — حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں جمع قرآن — ۵۱-۵۳

ماہنامہ مسیحائی، کراچی

سعید احمد صدیقی — قرآن کریم جمع وتدوین — ۲۰۰۷ء — ۳۲۳-۳۳۴

پیشوا، دہلی

انتظام اللہ، مولانا — تاریخ مصحف — جنوری ۱۹۳۳ء — ۱۶-۱۸

روزنامہ تسنیم، لاہور

عبدالصمد صارم — جمع قرآن پر ایک نظر — مارچ ۱۹۵۹ء — ۹-۱۰

ماہنامہ نظام، کانپور

قمرالدین حسن، سید — جمع وتدوین: تحفظ قرآن پر ایک نظر — مارچ/اپریل ۶۶ء — ۱۷۰

ماہنامہ نقاش، لاہور

صدیق حسن، سید — جمع تدوین قرآن — ۱۹۶۸ء — ۹-۷۲

ماہنامہ نور علی نور، کراچی

فیوض الرحمٰن، قادری — جمع وتدوین قرآن کریم، ایک تاریخی جائزہ — نومبر، دسمبر ۰۳ء — ۱۶۷-۱۷۳

دوماہی سب رنگ، دہلی

نثار احمد — قرآن کا رسم الخط اور اس کا ارتقا — مئی، جون ۸۶ء — ۲۳۹-۲۴۴

ماہنامہ اشراق لاہور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منیر احمد	قرآن مجید کی کتابت	اگست ۱۹۹۱ء ۷

ششماہی علوم اسلامیہ، کراچی

محمد سمیع اللہ فراز، حافظ	طباعت قرآن میں رسم عثمانی رضی اللہ عنہ کا التزام	اگست ۲۰۰۸ء ۱۷۳-۱۹۴

❸ آداب تلاوتِ قرآن کریم

ماہنامہ محدث، لاہور

عبدالعزیز القاری	خوش الحانی سے قرآن پڑھنے کی شرعی حیثیت [مترجم: محمد اسلم صدیق]	جون ۲۰۰۲ء ۳۵-۵۹

ماہنامہ جریدۃ الاشرف، کراچی

ابرار عالم، مولانا	فضائل تلاوت	دسمبر ۹۸ء/مارچ ۹۹ء ۸۹-۱۰۶
امداد اللہ، مولانا	تلاوت قرآن	جون ۱۹۹۹ء ۶۹-۱۲۲
جلال الدین سیوطی	افضل حصہ قرآن کی تلاوت	جون ۱۹۹۹ء ۲۰۴-۲۲۳
حسن جان مولانا	تلاوت کے چند ضروری مسائل	دسمبر ۹۸ء/مارچ ۹۹ء ۳۲۹-۳۳۱
رضوان علی ندوی	تلاوت النبی صلی اللہ علیہ وسلم	دسمبر ۹۸ء/مارچ ۹۹ء ۱۶۵-۱۸۵
زوار حسین شاہ	تلاوت کے مسائل	جون ۱۹۹۹ء ۱۳۳-۱۴۶
سہیل فضل عثمانی	تلاوت قرآن	دسمبر ۹۸ء/مارچ ۹۹ء ۱۱۵-۱۲۸
شاہ وصی اللہ	تلاوت قرآن	ستمبر ۱۹۹۹ء ۲۱-۱۴۶
عبدالحق لکھنوی	قرآن کی تلاوت	جون ۱۹۹۹ء ۲۶۴-۲۸۴
عتیق الرحمٰن مفتی	تلاوت قرآن کے دو اہم پہلو	دسمبر ۹۸ء/مارچ ۹۹ء ۱۴۹-۱۵۸
محمد طارق محمود	آداب تلاوت	جون ۱۹۹۹ء ۵۲-۶۰
محمد صادق	تلاوت قرآن کی اہمیت	دسمبر ۹۸ء/مارچ ۹۹ء ۱۰۷-۱۱۴
محمد یوسف اصلاحی	تلاوت قرآن کے آداب	دسمبر ۹۸ء/مارچ ۹۹ء ۱۹۶-۱۹۹
مسعود سید	قرآن مجید کی تلاوت	دسمبر ۹۸ء/مارچ ۹۹ء ۲۰۰-۲۰۷
.....	تلاوت سے متعلق مسائل	دسمبر ۹۸ء/مارچ ۹۹ء ۱۴۱-۱۴۸

سلسلہ وار القاری، لاہور

حبیب الرحمٰن	آداب قرآن	سلسلہ نمبر ۴ ۱۱-۱۳
عبدالعزیز قاری	قرآن کو خوش الحانی سے پڑھنے کی شرعی حیثیت اور حدود [مترجم: پروفیسر محمد اسلم صدیق] [۱۴ اقساط]	
	سلسلہ نمبر ۲۹/۲۵-۳۰، سلسلہ نمبر ۳۰/۲۵-۳۰، سلسلہ نمبر ۳۱/۹-۱۷، سلسلہ نمبر ۳۲/۶-۱۵	
فتح محمد پانی پتی، قاری	ترتیل [تلاوت کے آداب کے متعلق]	سلسلہ نمبر ۲۵ ۱۳-۱۷
متین الدین قاری	محاسن ومعائب تلاوت قرآن مجید	سلسلہ نمبر ۹ ۲۶-۲۷
.....	ترتیل [تلاوت کے آداب کے متعلق]	سلسلہ نمبر ۱ ۹-۱۱

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ماہنامہ المقری، لاہور

بنت فداء اللہ، قاری	تلاوت قرآن کے آداب اور عظمت قرآن	مئی ۲۰۰۶ء	۱۷۔۱۴
بنت فداء اللہ	قرآن پاک کی تلاوت	اپریل ۲۰۰۸ء	۳۴۔۳۳
محمد اسمٰعیل، قاری	قرآن پاک کیسے پڑھیں؟	جون ۲۰۰۸ء	۶۔۵

ماہنامہ رشد، لاہور

فہد اللہ مراد، قاری	قرآن کریم کو قواعد موسیقی پر پڑھنے کی شرعی حیثیت	جون ۰۹ء	۳۹۱۔۳۷۸
حبیب اللہ، قاری	مروّجہ محافل قراءات..... ناقدانہ جائزہ	ستمبر ۲۰۰۹ء	؟؟

عزم نو، شکرگڑھ

محمد حسین آسی	تلاوت قرآن کے مسائل وفضائل	۹۶/۱۹۹۵ء	۱۴۰۔۱۲۷
مسعود احمد	عظمت کلام الٰہی اور اس کی تلاوت کے آداب	۹۶/۱۹۹۹۵ء	۱۵۰۔۱۴۱

پندرہ روزہ اخبار مسلمان سوہدرہ

احمد سعید، حافظ	تلاوت قرآن کے فضائل	یکم دسمبر ۱۹۳۵ء	
آیۃ العظمی	تلاوت قرآن کے آداب اور اس کا ثواب [مترجم: محمد شفا] شمارہ ۱۴، ۱۸۸/۱۵		۲۳۔۸

ہفت روزہ اہل حدیث، لاہور

محمد ابراہیم میر سیالکوٹی	قرآن کریم کو گانے کی طرز پر تلاوت کرنا	دسمبر ۲۰۰۶ء	۴

ماہنامہ ارقم، سرگودھا

اسرار احمد، ڈاکٹر	مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق [تلاوت ترتیل] [تلخیص: نفیس احمد]	جولائی ۱۹۹۷ء	۳۱۔۲۸

ماہنامہ سیارہ ڈائجسٹ، لاہور

ادارہ	تلاوت قرآن کے آداب	مئی ۲۰۰۶ء	۲۱۱۔۲۰۶

ماہنامہ سیرت طیبہ، لاہور

امام غزالی	تلاوت قرآن کے آداب	فروری ۱۹۹۳ء	۹۔۷

ماہنامہ صبح صادق، لکھنؤ

ارشد حسین ندوی	قرآن کی تعلیم وتلاوت اور اس کے آداب	ستمبر ۱۹۵۵ء	۱۲۶۔۱۱۴

ماہنامہ صوت الاسلام، فیصل آباد

.....	آداب تلاوت قرآن کریم	جنوری ۱۹۹۷ء	۷۹

ماہنامہ فیض الاسلام، راولپنڈی

عرشی	تلاوت قرآن	جنوری/فروری ۶۸ء ۹۷	۱۱۳۔۹۷

ماہنامہ ندائے اہل سنت، لاہور

محمد مسعود احمد	عظمت کلام الٰہی اور اس کی تلاوت کے آداب	فروری ۱۹۹۵ء	۶۲۔۵۳

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ماہنامہ نور علیٰ نور، کراچی

نعمان احمد، مفتی — آداب تلاوت قرآن کریم — نومبر ردسمبر ۰۳ء — ۲۷۴-۲۸۶

ماہنامہ والضحیٰ، گوجرانوالہ

محمد صدیق کھوکھر — آداب تلاوت — ستمبر/اکتوبر ۰۴ء — ۷-۱۱

مجلّہ بحر العلوم، میر پور

..... — تلاوت کلام پاک کے آداب — ۲۰۰۴ء — ۹-۱۱

۴ قرآنی معلومات [اعراب، نقطے، حروف، رکوع، آیات وغیرہ]

ماہنامہ محدث، لاہور

عبدالفتاح القاضی — مصحف شریف: ایک تاریخی جائزہ [مترجم: پروفیسر محمد اسلم صدیق] [تدوین، نقطے، اعراب] [۱۴ اقساط]
جنوری ۰۸ء/۲۰-۳۰، فروری ۰۸ء/۲۴-۴۰، مارچ ۰۸ء/۲۰-۲۵، اپریل ۰۸ء/۳۴-۴۹

محمد سرور — قرآن کریم کی صحیح آیات کی تعداد — مئی، جون ۰۸ء — ۱۲۷-۱۲۸

ماہنامہ کنز الایمان، لاہور

عشرہ رفیق — قرآنی علامات [نقطے، حروف وغیرہ] — اگست ۲۰۰۶ء — ۵۴-۵۲

محمد فرید الدین — قرآنی معلومات [حروف، حرکات کے متعلق] — فروری ۱۹۹۷ء — ۳۴-۳۷

محمد افضل شاہد — قرآنی آیات و رکوع میں عددی اختلافات — جولائی ۱۹۹۵ء — ۹-۲۰

ماہنامہ المقری، لاہور

محمد عدنان عامر، قاری — احزاب القرآن [منزلین وغیرہ] — جون ۲۰۰۶ء — ۱۱-۱۳

محمد عمر، قاری — قرآن کی معلومات [نقطے، سورتین، نام وغیرہ] — اگست ۲۰۰۸ء — ۲۲-۲۶

محمد یاسر کمال — قرآن کے بارے میں معلومات [نقطے، رکوع وغیرہ] — فروری ۲۰۰۸ء — ۱۸-۲۰

ماہنامہ الحق، اکوڑہ خٹک

عبدالرحمٰن — قرآن کریم میں سجع اور فواصل کا تناسب — جولائی ۱۹۹۵ء — ۲۰-۹

محمد طاہر، قاری — قرآن مجید کی آیات و رکوع — اگست ۲۰۰۳ء — ۵۰-۵۴

سلسلہ وار القاری، لاہور

رحیم بخش پانی پتی، قاری — قرآن کے اعراب، نقطے، خموس، واعشار، اجزاء منازل، رکوعات — سلسلہ نمبر ۲۹ — ۸-۱۵

عبدالمالک، کراچی — تعداد قرآنی آیات — سلسلہ نمبر ۴۵ — ۲۱-۲۲

ماہنامہ رشد، لاہور

محمد مصطفیٰ راسخ، حافظ — نص قرآن سے متعلق علوم القرآن کا تعارف — جون ۲۰۰۹ء — ۵۳۰-۵۵۲

سہ ماہی المیزان، اسلام آباد

محمود رامیار، ڈاکٹر — قرآن میں نقطے اور حرکات [۱۲ اقساط] — ۵،۶

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن نمبر، جھنگ

اجمل شاہ، حکیم	نقشہ حروف قرآن		۲۴-۳۲
اجمل شاہ، حکیم	قرآنی معلومات [حرکات، رکوع وغیرہ]		۳۱-۳۳

ماہنامہ تعلیم القرآن، ماموں کانجن

محمد اقبال کیلانی	قرآن مجید کی بعض دلچسپ اور اہم معلومات [نقطے، رکوع، آیات]	فروری ۱۹۹۳ء	۱۷-۲۲

ماہنامہ مطالعہ قرآن، لاہور

محمد سعید صادق	قرآن میں حروف تہجی کی تعداد	مئی ۲۰۰۷ء	۳۸-۳۹

ماہنامہ ندائے اہل سنت، لاہور

.....	قرآنی معلومات [نقطے، حروف اور حرکات]	فروری ۱۹۹۵ء	۲۹۲-۲۹۳

ششماہی علوم القرآن، علی گڑھ

ظفر الاسلام اصلاحی	قرآن کریم میں سجع وفواصل [۱۲ اقساط]	جولائی ۹۲ء/۶۸-۸۱ جنوری ۹۳ء/۶۴-۷۸	

سہ ماہی المیزان، اسلام آباد

راشد خلیفہ، ڈاکٹر	قرآن کریم۔ ایک ریاضیاتی جائزہ [تعداد حروف سورہ وغیرہ]	۱۶		۴۲-۴۶

❻ قراء کرام خدمات/تعارف/انٹرویو

ماہنامہ رشد، لاہور

پینل: ۴/افراد	انٹرویو: شیخ القراء قاری احمد میاں تھانوی ﷾	جون ۲۰۰۹ء	۶۰۲-۶۱۴
پینل: ۴/افراد	انٹرویو: شیخ القراء قاری محمد ادریس العاصم ﷾	ستمبر ۲۰۰۹ء	؟؟
پینل: ۴/افراد	انٹرویو: شیخ القراء قاری محمد ابراہیم میر محمدی ﷾	ستمبر ۲۰۰۹ء	؟؟
پینل: ۴/افراد	انٹرویو: مولانا حافظ عبدالرحمٰن مدنی ﷾	ستمبر ۲۰۰۹ء	؟؟
پینل: ۳/افراد	انٹرویو: شیخ القراء قاری محمد یحییٰ رسولنگری ﷾	جون ۲۰۰۹ء	۵۹۴-۶۰۱
صہیب احمد میر محمدی	امام الفن محمد بن احمد الجزری ؒ	جون ۲۰۰۹ء	۶۳۵-۶۴۶
عزیر احمد تھانوی	شیخ القراء قاری اظہار احمد تھانوی ؒ	ستمبر ۲۰۰۹ء	؟؟
محمد فاروق حسینوی	اہل حدیث قراء کے مشائخ...ایک تعارف [نظر ثانی واضافہ: محمد ادریس عاصم]	ستمبر ۲۰۰۹ء	؟؟
محمد مصطفیٰ راسخ	متقدمین آئمہ حدیث میں قراء حضرات.....ایک جائزہ	ستمبر ۲۰۰۹ء	؟؟
محی الاسلام/الیاس الاعظمی	قرائے عشرہ اور ان کے رواۃ کا تعارف [ترتیب واضافہ: مصطفیٰ]	جون ۲۰۰۹ء	۶۱۵-۶۳۴
یاسر عثمانی مزروعی	شیخ المقاری علامہ علی محمد الضَّباع ؒ [مترجم: فاروق حسینوی]	ستمبر ۲۰۰۹ء	؟؟
یحییٰ رسول نگری	صحابہ وتابعین اور آئمہ متقدمین میں قراء کرام کا تعارف	ستمبر ۲۰۰۹ء	؟؟

ماہنامہ نور علیٰ نور، کراچی

الیاس/فراز عثمانی	برصغیر کے عظیم قراء کا تعارف اور ایمان پرور واقعات	نومبر، دسمبر ۰۳ء	۲۹۱-۲۹۵

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبدالواحد چغتائی	عرب وعجم کے مشہور قراء کرام	نومبر، دسمبر ۲۰۰۳ء	۲۹۶

ماہنامہ الارشاد، انڈیا

محمد الیاس الاعظمی	قرائے عظام کے علمی و دینی کارنامے [۱۲ اقساط]	جولائی ۲۰۰۶ء/۳۱-۴۲ ستمبر ۲۰۰۶ء/۱۷-۲۷	

ماہنامہ المقری، لاہور

احمد سعید قاری	قراء سبعہ کا تعارف	مئی ۲۰۰۸ء	۱۷-۱۹

❻ قراءات کے متعلق فتاوی جات

ماہنامہ رشد، لاہور

طاہر الاسلام عسکری	عالم عرب کی معروف شخصیات ومفتیان کے فتاوی	ستمبر ۲۰۰۹ء	؟؟
محمد اصغر	مختلف مکاتب فکر کے جامعات کے دارالافتاء کا فتوی	ستمبر ۲۰۰۹ء	؟؟
محمد اصغر	اہل حدیث خصوصاً اور دیگر عموماً مفتیان کے فتاوی	ستمبر ۲۰۰۹ء	؟؟

❼ فہارس موضوعی رر پورتاژ

ماہنامہ رشد، لاہور

فتح محمد پانی پتی	مختلف زمانوں میں قراءات پر لکھی گئی کتب [ترتیب واضافہ: قاری محمد حسین]	ستمبر ۲۰۰۹ء	؟؟
فہد اللہ قاری	جمع صوتی وجمع کتابی پر کلیہ القرآن کی خدمات	جون ۲۰۰۹ء	۶۶۲-۶۸۱
محمد اختر قاری	تحریک تحفظ القرآن والحدیث کے پہلے و دوسرے اجلاس کی رپورٹ	اگست ۲۰۰۷ء	۹۴-۱۰۷
محمد اختر قاری	تحریک تحفظ القرآن والحدیث کے تیسرے اجلاس کی رپورٹ	جون ۲۰۰۹ء	۶۵۱-۶۶۰
محمد شفیق کوکب	علم قراءات سے متعلقہ مخطوطات.....ایک جائزہ	ستمبر ۲۰۰۹ء	؟؟
محمد شفیق کوکب	قراءات اور علوم قراءات کے حوالے سے شائع ہونے والے مقالات	ستمبر ۲۰۰۹ء	؟؟
محمد شفیق کوکب	جامع اشاریہ بر موضوع تجوید وقراءات، رسم وضبط، وقف وفواصل	جون ۲۰۰۹ء	۷۰۱-۷۱۹
محمد فاروق حسینوی	ادارہ کلیہ القرآن..... ایک تعارف	جون ۲۰۰۹ء	۶۸۳-۷۰۰
محمد مصطفیٰ راسخ	علم قراءات پر تالیفات.....کشف الظنون اور معجم المولفین کی روشنی میں	ستمبر ۲۰۰۹ء	؟؟
فاروق احمد حسینوی	مدرسہ الازہر (شعبہ حفظ) کا مقابلہ تقریر بر عنوان 'فضائل حفظ قرآن'	جون ۲۰۰۹ء	۶۴۷-۶۵۰

نوٹ: جن مضامین کے آگے سوالیہ نشان ؟؟ ڈالا گیا ہے وہ رشد 'قراءات نمبر' حصہ دوم کے مضامین ہیں۔ قارئین کے افادہ کے لیے مضامین کی فہرست دے دی گئی ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مجلس التحقیق الاسلامی.....ایک نظ

[مرکز علم و تحقیق]

میں بالخصوص اور برصغیر پاک و ہند میں بالعموم فکری گروہوں کے بڑھتے ہو
تہی جمود و تعصب، بے لگام علم و تحقیق اور جدیدیت کے نام پر مسلمات سے ا
نا کے رکھ دیا تھا، چنانچہ اسلامی معاشرے میں تعصب کے بالمقابل افہام و تفہ
سابق فکرِ سلف اور فقہائے محدثین کے نہج پر تحقیقی خطوط کی توضیح اور راہ اعتد
ے لئے ۱۹۶۸ء میں حافظ عبد الرحمن مدنی ﷾ کی زیر سرپرستی مجلس التحقیق الا
ربع صدی ۴۰ سال سے مذکورہ نہج پر مسلسل خدمات سرانجام دی رہی ہے۔ مجلس ا
حافظ حمزہ مدنی ﷾ ہیں۔ ان دنوں 'مجلس' کے تحت مندرجہ ذیل اداروں معروف ہے

ی

بی (عربی، اُردو اور انگریزی میں تقریباً ۳۰ ہزار مصادری کتب کا ذخیرہ)
ریری (ڈیڑھ صدی میں شائع شدہ ۷۰۰ اُردو و عربی مجلات کا مکمل ریکارڈ)
ز و کیسٹ لائبریری (علوم قرآن و حدیث، جدید مسائل پر لیکچرز، دنیا بھر سے
ں ریکارڈ، مشاہیر قراء کی تلاوتیں اور مقررین کی تقاریر)

یف

ں موسوعات کی تیاری (موسوعہ قضائیہ، موسوعہ اِشاریہ جات، موسوعہ قراءات)
عات پر مضامین کی تیاری اور ماہانہ سیمینارز کا انعقاد
اور متعدد موضوعات پر کتب کی تیاری
تیاری (فضلاے مدارس کی تحریری صلاحیتوں کے نکھار کے لیے ایک سالہ کورس)
قیام

دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن

www.KitaboSunnat.com

LRL No 416
Vol.20 No.4

Monthly RUSHD Lahore

5866476
5866396

قراءات نمبر (حصہ اول)

جامعۃ الرشد الاسلامیۃ

اجرائے 'رشد' کے اہداف ومقاصد

- طلبائے مدارس میں اُردو زبان وادب کا ذوق سلیم پیدا کرنا تاکہ صحت مندانہ اسلامی صحافت کو فروغ دیا جاسکے۔
- تفہیم قرآن وحدیث کے عناوین کو مستقل تحریکی شکل دینا تاکہ ہر مسلمان کو معرفت الٰہی کی دولت لازوال نصیب ہوسکے۔
- ملت اسلامیہ کے ہر فرد کو تکمیل ذات اور اصلاح غیر کا پیکر بنانا تاکہ امت فریضہ دعوت وتبلیغ سے عہدہ برآ ہوسکے۔
- کسی خاص فقہی مکتبہ خیال کے بجائے دین اسلام کی ترجمانی کرنا تاکہ وحدت امت مرحومہ کو قائم رکھا جاسکے۔
- رسول اللہ ﷺ کے فرامین وسنن کی حجیت کو ثابت کرنا تاکہ فتنہ استخفاف وانکار حدیث کی بیخ کنی کی جاسکے۔
- فتن جدیدہ پر مثبت انداز میں تنقید وتردید کرنا تاکہ فہم عناصر میں فکر صحیح کو پروان چڑھایا جاسکے۔
- پیش آمدہ مسائل پر فہم اسلاف کی روشنی میں آزاد اجتہادی رائے دینا تاکہ جمود وتجدد کے مہلک مرض سے محفوظ رہا جاسکے۔
- اسلام کی آفاقی تعلیمات کی معتدل اسلوب میں تعبیر کرنا تاکہ مسلک اعتزال کا سدباب کیا جاسکے۔
- ارتقائے شعور ملی اور احیائے ملت اسلامیہ کے لیے جد وجہد کرنا تاکہ اسلامیان کی نشاۃ ثانیہ کا خواب شرمندۂ تعبیر ہوسکے۔

www.kitabosunnat.com

قیمت فی شمارہ 150 روپے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ